عبادات کے ظاہری و باطنی آداب پر مشتمل تصوف کی پہلی مبسوط کتاب

قوت القلوب

مترجم

جلد اوّل

مُصنِّف

اِمام اَجَلّ حضرت سیّدُنا شیخ ابُو طَالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی

(اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

پیش کش: مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ

(شعبہ تراجم کتب)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب : قُوْتُ الْقُلُوْب مترجم (جلد:1)

مؤلف : امام اجل حضرت سیدنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۳۸۶ھ)

مترجمین : مدنی علما (شعبہ تراجم کتب)

سن طباعت : صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق جنوری 2013ء

تعداد : 5000

قیمت :

مکتبۃُ المدینہ کی شاخیں

- ۰۰۰ **کراچی**: شہید مسجد، کھارادر — فون:021-32203311
- ۰۰۰ **لاھور**: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ — فون:042-37311679
- ۰۰۰ **سردارآباد**: (فیصل آباد) امین پور بازار — فون:041-2632625
- ۰۰۰ **کشمیر**: چوک شہیداں، میر پور — فون:058274-37212
- ۰۰۰ **حیدرآباد**: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن — فون:022-2620122
- ۰۰۰ **ملتان**: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ — فون:061-4511192
- ۰۰۰ **اوکاڑہ**: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال — فون:044-2550767
- ۰۰۰ **راولپنڈی**: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ — فون:051-5553765
- ۰۰۰ **خان پور**: دُرانی چوک، نہر کنارہ — فون:068-5571686
- ۰۰۰ **نواب شاہ**: چکرا بازار، نزد MCB — فون:0244-4362145
- ۰۰۰ **سکھر**: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ — فون:071-5619195
- ۰۰۰ **گوجرانوالہ**: فیضانِ مدینہ، شیخو پورہ موڑ — فون:055-4225653
- ۰۰۰ **پشاور**: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail.ilmia@dawateislami.net

اجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ط

”فیضانِ قوتُ القلوب جاری رہے گا“ کے 23 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”23 نیتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِه** یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔[1]

دو مَدَنی پھول:
﴿۱﴾ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عَمَلِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿۲﴾ جتنی اچھّی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حمد و ﴿۲﴾ صلوٰۃ اور ﴿۳﴾ تعوُّذ و ﴿۴﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا) ﴿۵﴾ رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا ﴿۶﴾ حَتَّی الْوَسع اِس کا باوُضُو اور ﴿۷﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿۸﴾ قرآنی آیات اور ﴿۹﴾ اَحادیثِ مُبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿۱۰﴾ جہاں جہاں **اللّٰہ** کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿۱۱﴾ جہاں جہاں **سرکار** کا اِسمِ مُبارَک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا ﴿۱۲،۱۳﴾ اس کتاب کا مُطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مُؤلّف اور دیگر بُزُرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کروں گا ﴿۱۴﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) **عِندَ الضرورت** خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿۱۵﴾ (اپنے ذاتی نسخے کے) **یادداشت والے** صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿۱۶﴾ اولیا کی صفات کو اپناؤں گا ﴿۱۷﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿۱۸،۱۹﴾ اس حدیثِ پاک ”**تَهَادَوْا تَحَابُّوْا**“[2] یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں مَحبّت بڑھے گی۔ پر عمل کی نیّت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿۲۰﴾ اس کتاب کے مطالعہ کا ثواب ساری اُمّت کو ایصال کروں گا ﴿۲۱﴾ اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لئے روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کیا کروں گا اور ہر اسلامی ماہ کی دس تاریخ تک اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروا دیا کروں گا اور ﴿۲۲﴾ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سفر کیا کروں گا ﴿۲۳﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)۔

---

[1] ......المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج ۶، ص ۱۸۵

[2] ......مؤطا امام مالک، الحدیث: ۱۷۳۱، ج ۲، ص ۴۰۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

المدینۃ العلمیہ

از: شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس** عطّار قادری رضوی ضیائی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک** "**دعوتِ اسلامی**"، نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے مُتعَدِّد مجالس کا قِیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس "**المدینۃ العلمیہ**" بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَما و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔

اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شعبۂ درسی کُتُب (۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تراجمِ کتب (۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

"**المدینۃ العلمیہ**" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق **حتَّی الْوَسْع** سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اَشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور **مجلس** کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مُطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ "**دعوتِ اسلامی**" کی تمام مجالس بَشُمُول "**المدینۃ العلمیہ**" کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیشِ لفظ

آسمانِ رُشد و ہدایت کے چمکدار سِتاروں یعنی صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان نے ہادیِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے براہِ راست فیض اور تربیّت حاصِل کی اور اپنی وفاشِعاری واخلاص کی بدولت بارگاہِ ربوبیّت سے یہ مُژدۂ جانفزا پایا: ﴿ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ (پ۳۰، البینۃ: ۸) ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ مگر مُرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ جب دُنیا سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے فیض پانے والی ان بابرکت ہستیوں کی برکتوں سے محروم ہونے لگی اور لوگ مال و دولت کی فراوانی اور آسائشوں کی کثرت کی بِنا پر مختلف دینی اُمور کی بجا آوری میں سُستی کا شِکار نظر آنے لگے تو سرورِ ذی شان، عالَمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دین کی حِفاظَت و خِدمَت پر مامور وارثانِ عُلومِ نبوّت یعنی صُلَحا و عُلَمائے اُمّت عَلَیۡہِم رَحمَۃُ رَبِّ الۡعِزَّت نے زندگی کے ہر ہر پہلو (خواہ اس کا تعلق ظاہر سے تھا یا باطن سے) کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مختلف عُلوم مُدوّن فرمائے۔ انہی علوم میں ایک علمِ تصوف بھی ہے جس کا تعلق باطنی طہارت سے ہے اور اسے عِلْمِ مَعْرِفت بھی کہتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب ''قُوۡتُ الۡقُلُوب'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں موجود نایاب و نادر مدنی پھولوں سے قُلوب کو مُنَوّر اور سانسوں کو مُعَطَّر کرنے سے پہلے چند باتوں کا جاننا بہت ضروری ہے۔

یہ باتیں درج ذیل چھ ۶ مراحل میں مذکور ہیں:

پہلا مرحلہ

تَصَوُّف چونکہ عِلْم وعَمَل کا نام ہے لہٰذا سب سے پہلے مرحلے میں عِلْم وعَمَل، ان کی اَہمیت اور ظاہِر و باطِن کے اعتبار سے آپس میں ان کے باہمی تعلّق کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرے مرحلے میں تَصَوُّف کیا ہے؟ اس کی اصل اور بنیادی خصوصیات وغیرہ بیان کی گئی ہیں۔

تیسرا مرحلہ

اس مرحلے میں تاریخی حقائق کی روشنی میں مختصراً چار صَد سالہ ادوار پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے

تاکہ پیشِ نظر کتاب کے مُطالعہ سے قبل یہ معلوم ہو سکے کہ صاحبِ قُوت اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے زمانے تک کیسے کیسے نامْوَر صُوفی بُزُرگ گزرے اور انہوں نے دینِ مَتین کی سربُلندی کے لیے کیا خدماتِ جلیلہ سرانجام دیں۔

چوتھا مرحلہ

اس مرحلے میں صاحِبِ قُوت اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صاحبِ قوت کا تصوُّف میں مَشْرَب بیان کرنے سے پہلے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زمانے میں موجود مختلف اسالیبِ طریقت کی بھی مختصراً وضاحت کردی گئی ہے۔

پانچواں مرحلہ

پانچویں مرحلے میں قُوتُ الْقُلوب کے نام کی اِنْفرادِیَّت سے لے کر اُسلوبِ بیان اور مَضامین ومَفاہیم وغیرہ کا ایک سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

چھٹا مرحلہ

چھٹے اور آخری مرحلے میں مختصراً اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ **مجلس المدینۃ العلمیہ** میں قوت القلوب پر کام کا طریقہ کار کیا رہا اور دورانِ کام کن باتوں کو پیشِ نظر رکھا گیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بشُمُول **"المدینۃ العلمیہ"** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گُنبدِ خضرا شہادت، جنّتُ البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب

(مجلس المدینۃ العلمیہ)

پہلا مرحلہ

عِلْم وعَمَل کی اَھمِیَّت اور باھمی تعلُّق

علم

علم کی اہمیت وفضیلت سے انکار ممکن نہیں، قرآن وحدیث میں اس کے مُتعلّق بے شُمار فرامینِ مُبارکہ موجود ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں علم کی اہمیت جاننے کے لیے یہی دو باتیں کافی ہیں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے انہیں علم کی دولت سے ہی نوازا گیا اور ہمارے میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مُصْطَفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بھی سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ بھی علم کے متعلق ہی تھی۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔[1] اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نِشان ہے: ''علم حاصِل کرو کیونکہ ...... اس کا حاصِل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشِیَّت ...... اسے طلب کرنا عِبادَت ...... اس کا درس دینا تسبیح ...... اس میں بحث کرنا جِہاد ...... بےعِلْم کو علم سکھانا صدقہ اور ...... اس کی اَہلِیَّت رکھنے والوں تک اسے پہُنچانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنا ہے ...... یہ تنہائی میں غمخوار ...... خَلْوَت کا ساتھی ...... خوشی وغمی پر دلیل ...... دوستوں کے ہاں زینت ...... اجنبی لوگوں کے ہاں قَرابتدار اور ...... راہِ جنّت کا مینار ہے ...... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے سبب قوموں کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور ...... انہیں نیکی وبھلائی کے کاموں میں ایسا رہنما اور ہادی بنا دیتا ہے کہ ❁ ...... ان کی پیروی کی جاتی ہے ❁ ...... ہر خیر وبھلائی کے کام میں ان سے رہنمائی لی جاتی ہے ❁ ...... ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے ❁ ...... ان کے اعمال وافعال کی اِقتدا کی جاتی ہے ❁ ...... ان کی رائے حرفِ آخر ہوتی ہے ❁ ...... فِرِشتے ان کی دوستی کو مرغوب جانتے ہیں اور ❁ ...... انہیں اپنے پروں سے چھوتے ہیں ❁ ...... ہر خشک وتَر شے یہاں تک کہ سُمُندر کی مچھلیاں ❁ ...... کیڑے مکوڑے ❁ ...... خشکی کے درندے اور جانور ❁ ...... آسمان اور

[1] ...... الدر المنثور، پ ۲۲، الفاطر، تحت الایۃ ۲۸، ج ۷، ص ۲۰

سِتارے سب ان کی مَغْفِرَت چاہتے ہیں۔ کیونکہ ...... عِلْم اندھے دلوں کی زِنْدگی ...... تاریک آنکھوں کا نور اور ...... کمزور بدنوں کی قُوَّت ہے ...... بندہ عِلْم کے سبب نیک لوگوں کے مَراتب اور بُلَنْد دَرَجات تک جا پہنچتا ہے ...... عِلْم میں غور وفکر کرنا روزے رکھنے کے برابر اور ...... اسے پڑھنا رات کے قِیام کے مُساوی ہے ...... عِلْم کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وفرمانبرداری ہوتی ہے ...... اسی سے توحید اور وَرَع وتَقْوٰی ملتا ہے ...... اسی کے سَبَب صِلَہ رِحْمی کی جاتی ہے ...... عِلْم امام ہے اور عَمَل اس کا تابع ...... عِلْم نیک بخت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے جبکہ بد بختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔‘‘[1]

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ عِلْم کثرتِ رِوایَت کا نام نہیں بلکہ عِلْم تو خَشْیَتِ الٰہی (یعنی خوفِ خدا) کو کہتے ہیں۔[2] جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ ۲۲، فاطر: ۲۸)

علم وعمل

عِلْم بغیر عَمَل کے فائدہ مند نہیں۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُنا لقمان حکیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیْم نے اپنے بیٹے کو وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ’’اے میرے لَخْتِ جگر! جس طرح کھیت پانی اور مٹّی کے بغیر دُرُست نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایمان، عِلْم وعَمَل کے بغیر دُرُست نہیں رہ سکتا۔‘‘[3] اور ایک مرتبہ حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے ارشاد فرمایا: ’’شیطان بعض اوقات تم سے عِلْم میں سبقت لے جاتا ہے۔‘‘ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ’’**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ عِلْم میں ہم سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟‘‘ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’وہ کہتا ہے علم حاصل کرو لیکن اس پر اس وقت تک عمل مت

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۴۰، ص۷۷۔ بتغیر

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، باب فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۶۷، ص۱۸۰

[3] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۳۴

کرو جب تک کہ عالِم نہ بن جاؤ، عِلْم کے حُصُول میں یہی کہتا رہتا ہے اور عمل کے سلسلے میں ٹال مَٹَول سے کام لیتا رہتا ہے یہاں تک کہ بندہ اس حال میں مرجاتا ہے کہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا ہوتا۔''[1]

منقول ہے کہ عِلْم عَمَل کو پکارتا ہے اگر عمل اس کی پُکار پر **لَبَّیْک** (میں حاضر ہوں) کہے تو عِلْم رُک جاتا ہے ورنہ کُوچ کر جاتا ہے۔[2] اور **امامِ اَجَلّ** حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے **قُوْتُ الْقُلُوب** میں حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ عِلْم اتنا ہی حاصل کرو جس پر تم عمل کرنا چاہتے ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عِلْم پر اس وقت تک اجر عطا نہیں کرے گا جب تک تم اس پر عمل نہ کرو گے۔[3]

عَمَل سے زِندگی بنتی ہے جنّت بھی، جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فِطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ظاہری و باطنی علم

عِلْم درحقیقت رِوایَت و دِرایَت[4] کا نام ہے اور حضرت سیِّدُ نا **امامِ اَجَلّ** شیخ ابو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنی کِتاب مُسْتَطاب (عُمدہ و مبارک) **قُوْتُ الْقُلُوب** میں فرماتے ہیں کہ عام لوگ صِرف رِوایت کا عزم کرتے ہیں اور خاص لوگ دِرایَت کا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی صاحبِ رِوایت کے بجائے صاحبِ دِرایت کی پروا کرتا ہے۔[5] بہر حال علم رِوایَت کا ہو یا دِرایَت کا، اس کا تعلُّق انسان کے ظاہِری و باطِنی اعمال سے ہی ہوتا ہے مگر ان دونوں میں سے کسی ایک کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عِلْم ظاہر ہے اور یہ باطن کیونکہ عِلْم زبان پر آنے سے پہلے دل میں ہو تو عِلْم باطن کہلاتا ہے اور زبان سے ادا ہونے کے بعد اسے عِلْمِ ظاہِر کہتے ہیں۔ اس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ عِلْم ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ظاہری عُلوم وہ ہیں جن پر ظاہری اعضائے جسمانی سے عمل ہوتا ہے۔ جیسے ہر قسم کی عِبادات (طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج اور

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی للخطیب بغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۵، ج ۱، ص ۸۹

[2] ......تاریخ مدینہ دمشق، ج ۵۲، ص ۲۶

[3] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۳۰

[4] ......**روایت** سے مراد کسی کی بات کو آگے بیان کرنا ہے اور درایت سے مراد کسی بات کو عقلی طور پر پرکھنا ہے کہ آیا وہ درست ہے یا غلط۔

[5] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۳۰

جہاد وغیرہ) اور احکامات (حُدود، نِکاح وطلاق، خرید وفروخت وغیرہ)۔ باطنی عُلوم وہ ہیں جن پر باطنی اَعْضائے جِسْمانی یعنی قَلْب (دل) سے عَمَل ہوتا ہے۔ جیسے ایمان، تصدیق، یقین، صِدْق، اِخلاص، مَعْرِفَتِ باری تعالیٰ، تَوَکُّل، مَحبَّت، رِضا، ذِکْر، شکر، اِنابَت (رُجُوع اِلَی الله)، خَشِیَّت، تقویٰ، مُراقبہ، خوف ورجا اور صَبْر وقناعَت وغیرہ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پارہ 21 سورۂ لقمان کی آیت نمبر 20 میں ارشاد ہے:

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةًؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اورچھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

صدرُ الْاَفَاضِل حضرتِ علامہ مولانا سَیِّد محمد نعیمُ الدِّین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے **''خزائن العرفان''** میں اس آیتِ مُبارکہ کے تحت کئی اقوال ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

- ......ظاہری نعمتوں سے دُرُسْتیِ اعضا وحَواسِ خَمسہ ظاہرہ [1] اور حُسْن وشکل وصُورت مراد ہیں اور باطنی نعمتوں سے عِلْمِ معرفت ومَلَکاتِ فاضِلہ (اضافی خُصوصیات) وغیرہ۔
- ......حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ تو اسلام وقرآن ہے اور نعمتِ باطنہ یہ ہے کہ تمہارے گناہوں پر پردے ڈال دیئے، تمہارا اِفشائے حال نہ کیا، سزا میں جلدی نہ فرمائی۔
- ......بعض مُفَسِّرین نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ دُرُسْتیِ اَعْضا اور حُسْنِ صُورت ہے اور نعمتِ باطنہ اعتقادِ قلبی۔
- ......ایک قول یہ بھی ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رِزْق ہے اور باطِنہ حُسْنِ خُلْق۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ احکامِ شرعیہ کا ہلکا ہونا ہے اور نعمتِ باطِنہ شَفاعَت۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ اسلام کا غَلَبہ اور دشمنوں پر فتح یاب ہونا ہے اور نعمتِ باطِنہ ملائکہ کا امداد کے لئے آنا۔
- ......ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اِتّباع ہے اور نعمتِ باطِنہ ان کی مَحبَّت۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی اِتِّبَاعَہٗ وَ مَحَبَّتَہٗ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

---

[1] ......یعنی پانچ ظاہری حواس: باصِرہ (دیکھنے کی حِس)، سامِعہ (سننے کی حِس)، شامّہ (سونگھنے کی حِس)، ذائقہ (چکھنے کی حِس) اور لامِسہ (چھونے کی حِس)۔

علم وعمل کے باہمی تعلق کی صورتیں

عِلْم وعَمل کے اس ظاہری و باطنی تعلّق کی تین صورتیں ہیں:

(1)......ظاہری تعلّق (2)...... باطنی تعلّق اور (3)......ظاہری و باطنی تعلّق۔

(1)......ظاہری تعلق

اس سے مُراد وہ عِبادات (طَہارت، نماز، زکوٰۃ، حج اور جِہاد وغیرہ) یا احکام (حُدود، نِکاح و طلاق، خرید وفروخت وغیرہ) ہیں جن کا تعلق فَقَط انسان کے ظاہِری عَمَل سے ہے۔ چنانچہ،

طہارت یعنی وُضو کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ ؕ (پ٦، المآئدۃ: ٦)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنے منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔

پانی کی عدم دستیابی پر تَیَمُّم کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ مِّنۡهُ ؕ (پ٦، المائدۃ: ٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صُحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

(2)......باطنی تعلق

اس سے مُراد وہ عبادات یا احکام ہیں جن کا تعلق فقط انسان کے باطن یعنی دل سے ہے۔ جیسے ایمان، تصدیق، یقین، صِدق، اِخلاص، مَعْرِفَت باری تعالیٰ، تَوَکّل، مَحبَّت، رِضا، ذِکْر، شکر، اِنابَت (رُجوعِ اِلَی اللّٰہ)، خَشِیَّت، تَقْوٰی، مُراقبہ، خوف ورجا اور صَبْر وقناعت وغیرہ۔ چنانچہ،

تَوَکُّل کے مُتعلّق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ ۵، النساء: ۸۱) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تم ان سے چشم پوشی کرو اور اللّٰہ پر بھروسا رکھو۔

اور ایک مقام پر خشیَّت (ڈر، خوف) کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ (پ ٦، المائدۃ: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

(3)......ظاہری و باطنی تعلق

اس سے مراد وہ عبادات یا احکام ہیں جن کا تعلّق انسان کے ظاہِر سے بھی ہے اور باطِن سے بھی۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ (پ ۵، النساء: ۱۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کا دکھاوا کرتے ہیں۔

پس اس آیتِ مبارکہ میں مُنافقین کی نماز کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ وہ نماز کی ادائیگی میں سُستی و کاہلی کا مُظاہَرہ کرتے ہیں اور باطن کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ نماز حقیقی نہیں بلکہ دِکھاوے وریاکاری کی عَلامَت ہے۔

یِہی آئینِ قُدرَت ہے، یِہی اُسْلوبِ فِطْرَت ہے
جو ہے راہِ عَمَل میں گام زن، محبوبِ فطرت ہے

علمِ قال وعلمِ حال

عِلْمِ قال سے مُرادظاہری عُلوم یعنی عِلْمِ حدیث وفقہ وغیرہ ہیں اور عِلْمِ حال سے مُراد عِلْمِ باطن یعنی عِلْمِ معرِفتِ باری تعالیٰ ہے مگر عِلْمِ قال ہو یا عِلْمِ حال، ان تمام عُلوم کا مَنْبَع و سرچَشْمہ مُعَلِّمِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے یہ تمام علوم آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سیکھ کر بعد والوں کو سکھائے اور یہ سلسلہ ہُنوز جاری ہے۔ جسکی تائید کئی روایات وآثار اور بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے اقوال سے ہوتی ہے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جب ایمان والوں کو اپنی سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی یعنی ان میں اپنے محبوب سیِّد عالم خاتَمُ الانبیا محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مَبْعُوث فرمایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سب سے پہلے انہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب قرآنِ مجید، فُرقانِ حمید کی آیات پڑھ پڑھ کر سُنائیں حالانکہ اُن کے کان اس سے پہلے کلامِ حق اور آسمانی وحی سے آشنا نہ تھے۔ پھر ان کا تزکیۂ نَفْس فرمایا یعنی ان کے نُفُوس و ارواح کو کُفْر و ضَلالت اور اِرتکابِ مُحَرَّمات و مَعاصی، ناپسندیدہ خَصائل اور گھٹیا خصائص سے پاک کر کے حجاب اٹھا دیئے اور انہیں اس قابل بنا دیا کہ ان کے دل کے آئینے میں حقائق و مَعارِف کی جَلْوہ گری ہو سکے۔ اس کے بعد انہیں احکاماتِ الٰہیہ کی ایسی تفصیل بیان فرمائی جس کی روشنی میں وہ مَنْشائے اِیزدی کے مطابق ان احکامات پر عمل کرنے لگے اور اس طرح نہ صرف ان کے نَفْس کی قُوَّتِ عَملیہ اور عِلْمیہ دونوں کی تکمیل ہوئی بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عِلْمِ اسرار و حکمت کی دولت سے بھی خوب نوازا جس کے نتیجے میں وہ لوگ جو حق و باطل اور نیک و بد میں امتیاز نہ رکھتے تھے اور جَہْل و نابینائی میں مبتلا تھے فِرِشتہ سیرت بن گئے، جنہیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہ کرتا تھا اچانک آئینِ جہانبانی میں دنیا بھر کے اُستاذ بن گئے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللّٰہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(پ ۴، ال عمران: ۱۶۴)

حضرت سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دو طرح کا عِلْم حاصل کیا، ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا جبکہ دوسرے کو اگر میں نے ظاہر کیا تو ”**قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ**“ یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔“ [1]

مُفَسِّرِ شَہیر، حکیمُ الامَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں

[1] ......صحیح البخاري، کتاب العلم، باب حفظ العلم، الحدیث: ۱۲۰، ج ۱، ص ۶۳

کہ ”مجھے حُضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ۲دوقسم کے علم ملے، ایک عِلْمِ شَرِیعَت جو میں نے تمہیں بتا دیا۔ دوسرا عِلْمِ اسرار وطریقت وحقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔“ مزید فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شَرْعی مَسئلے بے دھڑک بیان کیے جائیں مگر تَصَوُّف کے اسرار نا اہل کو نہ بتائے جائیں۔ دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔“ ①

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ۲دوعُلوم سیکھے، یعنی ایک عِلْمِ قال اور دوسرا عِلْمِ حال مگر یہ صرف حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا ہی خاصہ نہیں تھا بلکہ دوسرے کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی بَخُوبی عِلْمِ الٰہی سے آگاہ تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وِصال ہوا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مَسْعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”میرے خیال میں وہ عِلم کے دَس میں سے نَو حصّے اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم میں جلیلُ القدر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ابھی موجود ہیں۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ”میری مُراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ میری مُراد تو عِلْمِ الٰہی ہے۔“ ②

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے اگرچہ بعض حضرات ایسے بھی تھے جنہیں ایک خاص قسم کا علم خُصُوصِیَّت کے ساتھ حاصل تھا۔ مثلاً حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حُضور نبیِ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آنے والے فتنوں اور مُنافقین کے ناموں کا علم عطا فرمایا تھا اور یہی وجہ ہے کہ انہیں رازدانِ رَسُول بھی کہا جاتا یہاں تک کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کہیں وہ تو ان مُنافقین میں سے نہیں۔

عِلْمِ الٰہی کو عِلْمِ یقین بھی کہا جاتا ہے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یقین کے جس مرتبے پر فائز تھے اسے اس روایت

---

① ......مراٰۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۲۷

② ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۴۱

سے بَخُوبی جانا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک انصاری صحابی حضرت سیِّدُنا **حَارِثَۃ بن نُعْمَان** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے دریافت فرمایا: اے حارِثہ! صُبْح کیسے کی؟ تو حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا** یعنی میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر سچّے ایمان کی حالت میں صُبْح کی۔ تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے حارِثہ! **اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ**؟ دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ بے شک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ تو حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: میرے نَفْس نے دنیا سے منہ پھیر لیا ہے (اب میری نظر میں دنیا ومافیہا کی کوئی حَیثیّت نہیں) میں (محبّتِ الٰہی کے جام پینے کے لیے) رات بھر جاگتا رہتا ہوں اور دن بھر پیاسا رہتا ہوں (کہ کب رات ہوگی؟)۔ میری یہ کَیفیّت ہے گویا کہ میں عرشِ الٰہی کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، جَنّتیوں کو جنّت میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہلِ جَہَنَّم کو چِلّاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اَبْصَرْتَ فَالْزَم**۔ اے حارِثہ! تو نے (حق کو کھلی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہے، اب اس کو مَضبوطی سے تھام لے۔ اور ایک روایت میں ہے: **عَرَفْتَ فَالْزَم**۔ یعنی اے حارِثہ! تجھے عرفانِ الٰہی کی دولت نصیب ہوگئی ہے اب اس کو مَضبوطی سے تھامے رہنا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو بار یہ ارشاد فرمایا اور مزید فرمایا کہ حارِثہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نورِ ایمان کی شمع فروزاں کر رکھی ہے۔ چنانچہ ایک دن صُبْح کے وقت اچانک جِہاد کا اعلان ہوا تو یہی حضرت سیِّدُنا حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نہ صرف میدانِ جہاد میں پہنچے بلکہ سب سے پہلے اپنی جان بھی جانِ آفرین کے سپُرد کردی۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی والدہ ماجِدہ بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے میرے لَخْتِ جِگر کے مُتعلّق بتایئے وہ کہاں ہے؟ اگر جنّت میں ہے تو نہ میں اس پر روؤں اور نہ غم زدہ ہوں اور اگر جہنّم میں ہے تو جب تک میں زندہ ہوں اس پر روتی رہوں۔ تو مُحْسِنِ کائنات، فَخْرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے حارِثہ کی ماں! جنّت ایک نہیں بلکہ بہُت سی ہیں اور حارِثہ تو جنّت کے سب سے اعلیٰ مَقام یعنی فردوسِ اعلیٰ میں ہے۔[1]

---

[1] ……شعب الایمان، الحدیث: ۱۰۵۹۰، ۱۰۵۹۱، ج۷، ص ۳۶۲، ۳۶۳

دوسرا مرحلہ

تَصَوُّف

تصوف کیا ہے؟

حضرت سیِّدُ نا حارِثہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ یقین ومَعْرِفت کے جس مرتبے پر فائز تھے اسی کا نام عِلْمِ حال یعنی تَصَوُّف ہے۔ تصوف کیا ہے؟ اس کے مُتعلّق بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین سے بے شُمار اقوال منقول ہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے مَقام ومرتبہ اور حال کے اعتبار سے تصوف کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہَوازِن قُشَیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) رسالہ قُشَیریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا رُوَیم بن احمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الصَّمَد سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے ربّ کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے اور جب حضرت سیِّدُ نا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْھَادِی سے تصوف کے مُتعلّق پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: تَصَوُّف یہ ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ ①

صوفی کون؟

حضرت سیِّدُ نا ابوالحسن قَنَّاد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْجَوَّاد سے جب صُوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: صوفی وہ ہوتا ہے جو **الله** عَزَّوَجَلَّ کے حُقوق کی ادائیگی کے لیے ہر وَقْت کمر بستہ رہتا ہے۔② شیخ ابونَصر سراج طُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی مزید ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ صُوفی وہ لوگ ہیں جو **الله** عَزَّوَجَلَّ کوخوب پہچانتے ہیں، اس کے احکام کا علم رکھتے ہیں، جو کچھ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں، **الله** عَزَّوَجَلَّ ان سے جو کام لینا چاہتا ہے یہ اس کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدمی دکھاتے ہیں، پختہ عمل کی بدولت وہ **الله** عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پالیتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اس کی وجہ سے فنا ہوجاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ ہر پالینے والا آخر کار فنا ہوجایا کرتا ہے۔③

---

① ……الرسالۃ القشیریۃ، باب التصوف، ص ۳۱۳

② ……اللمع فی التصوف، ص ۴۶ ③ ……اللمع فی التصوف، ص ۴۷

تصوُّف کی اَصل

تعلیماتِ تَصَوُّف پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تَصَوُّف میں دو باتیں اصل کی حَیثِیَّت رکھتی ہیں: تزکیۂ نَفس اور اِحسان۔ تزکیۂ نفس کا ذکر قرآنِ کریم میں بِعثَت نبوی کے مَقاصد میں بار بار آیا ہے اور احسان کا ذکر حدیثِ پاک میں ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ جبریل کو تَصَوُّف کی اصل سمجھا جاتا ہے جس میں احسان کی تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے: "مجھ سے (دین کی باتیں) پوچھا کرو۔" مگر بارگاہِ نبوت کا اَدب بجالانے اور غَلَبۂ ہَیبت کی وجہ سے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سُوالات کرنے کی جُرْاَت نہ ہوتی۔ لہٰذا حقائقِ دینیہ سکھانے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو انسانی شکل میں بھیجا تاکہ وہ سُوال کریں اور مُعلِّمِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جواب میں اس طرح نایاب موتی نچھاور فرمائیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا دامَن عِلْمی جَوَاہِر پاروں سے بھر جائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے بارگاہِ رِسالت میں حاضر ہو کر جو سُوالات پوچھے وہ دین کی اساس کی حَیثِیَّت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان سوالات کے جو جوابات سرورِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمائے وہ کل عُلُومِ دینیہ کا خُلاصہ و نچوڑ کہے جاسکتے ہیں۔ مثلاً شارِع ہونے کی حَیثِیَّت سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی دینی عُلوم پر مشتمل کل احادیثِ مُبارکہ کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جائے تو صُورت کچھ یوں بنے گی:

(۱)......آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی بعض احادیثِ مُبارکہ ایسی ہیں جن میں دین کے اُصول و نظریات یعنی عقائد کی تعلیم مروی ہے۔

(۲)......بعض احادیث اعمالِ ظاہرہ کی اِصلاح سے متعلق ہیں۔

(۳)......اور بعض اصلاحِ باطن سے متعلق ہیں۔

پس حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے پوچھے گئے سُوال ﴿......مَا الْاِیْمَانُ؟ ایمان کیا ہے؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اصلاحِ عقائد کے حوالے سے دین کے اُصولِ و نظریات کچھ یوں بیان فرمائے

کہ ایمان یہ ہے کہ تم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ، اسکے فِرِشتوں، اس کی کِتابوں، اس کے رسولوں، قِیامت کے دن اور ہر خیر و شر کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ ……**مَا الْاِسْلَامُ**؟ اسلام کیا ہے؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعمالِ ظاہرہ کی اِصلاح یوں فرمائی کہ تم توحید و رسالت کی گواہی دو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھواور اگر توفیق ہو تو حج کرو۔ ……اور **مَا الْاِحْسَانُ**؟ احسان کیا ہے؟ کے جواب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اصلاحِ باطِن کے حوالے سے کچھ یوں ارشاد فرمایا: **اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت اس طرح کرو گویا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھ رہے ہو اور اگر اس مَقام کو نہ پاسکو تو یہ یقین رکھو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے**۔ یہی تصوف کی اصل ہے۔

تصوف کی بنیادی خصوصیات

حضرت سیدعلی بن عُثمان جلابی المعروف حضور داتا گنج بخش ہَجْوِیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنی شُہرۂ آفاق کتاب **کَشْفُ الْمَحْجُوْب** کے صفحہ ۳۹ پر سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُ نا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیادی خصوصیات آٹھ ہیں: ﴿1﴾……سخاوت ﴿2﴾……رضا ﴿3﴾……صَبْر ﴿4﴾……اِشارہ ﴿5﴾……غُربت ﴿6﴾……گُدڑی (لباس) ﴿7﴾……سِیاحت اور ﴿8﴾……فَقْر۔

یہ آٹھ خصلتیں آٹھ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہیں۔ چنانچہ،

﴿1﴾……**سَخَاوَت** حضرت سیِّدُ نا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے۔ کیونکہ آپ نے راہِ خدا میں اپنے جگر گوشہ کی قربانی دینے سے بھی گریز نہ کیا۔

﴿2﴾……**رِضَا** حضرت سیِّدُ نا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے۔ کیونکہ آپ نے ربّ کی رضا کے لیے اپنی جانِ عزیز کو بھی بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا۔

﴿3﴾……**صَبْر** حضرت سیِّدُ نا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے۔ کیونکہ آپ نے بے انتہا مَصائب پر صبر کا دامَن نہ چھوڑا اور اپنے ربّ کی آزمائش پر ثابِت قدم رہے۔

﴿4﴾……**اِشارہ** حضرت سیِّدُ نا زَکَرِیَّا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے۔ کیونکہ ربّ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا:

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے۔ (پ۳،اٰل عمران:۴۱)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ﴿۳﴾ (پ۱۶،مریم:۳) ترجمۂ کنزالایمان: جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

﴿5﴾......**غُربت** حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے کہ انہوں نے اپنے وطن میں بھی مُسافِروں کی طرح زِندگی بَسر کی اور خاندان میں رہتے ہوئے بھی اپنوں سے بیگانہ رہے۔

﴿6﴾......**گُدڑی** (صُوف کا لباس) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے جنہوں نے سب سے پہلے پشمینی لباس زیبِ تن فرمایا۔

﴿7﴾......**سیاحت** حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سُنَّت ہے جنہوں نے تنہا زندگی گزاری اور ایک پیالہ و کنگھی کے سوا کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ بلکہ ایک مرتبہ کسی کو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

﴿8﴾......**فقر** محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سُنَّت ہے جنہیں رُوئے زمین کے تمام خزانوں کی کُنجیاں عنایت فرمائی گئیں مگر آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے خدا! میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شِکم سَیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔

چند جملوں میں پورے دین کا خُلاصہ بیان کر دینا پیغمبرانہ مُعْجِزہ ہے۔ لہٰذا حدیثِ جبریل کو بلا شبہ **جَوَامِعُ الْکَلِم**[1] کی اعلیٰ صورت کہا جا سکتا ہے جس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دین کے ان تینوں حصّوں کی

[1] ......جَوامِعُ الکَلِم سے مراد ایسے کلمات ہیں جو عبارت کے لحاظ سے مختصر اور مَعانی ومَطالب کے لحاظ سے جامع ہوں۔ (کوثر الخیرات، ص۵۵)

کماحَقُّہٗ تشریح بیان فرمائی۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی چونکہ گلستانِ رِسالَت کے خُوشہ چِین تھے، لہٰذا ان میں بھی جامعیَّت کی یہی شان کافی حد تک موجود تھی مگر مُرورِزمانہ کے ساتھ ساتھ اس جامعیت میں کمی آتی گئی۔ اس لیے عُلَمائے اُمَّت عَلَیْہِم رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے دین کی حِفاظَت وخِدمَت کے لیے ان تینوں شعبوں کو تین مُسْتَقِل علیحدہ علیحدہ علوم میں مُدوّن کر دیا۔ چنانچہ،

تصحیحِ عقائد کے سلسلہ میں کِتاب وسُنَّت میں جو ہِدایات دی گئیں ان کی حِفاظَت وخِدمَت کے لیے **عِلْمِ کلام** مُدَوّن ہوا۔ **اعمالِ ظاہرہ** کے متعلق جو رہنمائی کِتاب وسُنَّت نے کی ہے، اس کی تشریح کے لیے **عِلْمِ فِقْہ** مُدَوّن ہوا اور **اِصلاحِ باطن** کے متعلق جو باتیں کتاب وسُنَّت نے بتائیں ان کی تفصیلات کے لیے **عِلْمُ الْاِحْسَان** جسے **عِلْمُ الْاَخْلَاق** اور **عِلْمُ التَّصَوُّف** بھی کہتے ہیں، مُدوّن ہوا۔ اوران تمام عُلوم میں کامل دَسْتَرَس رکھنے والے کو کامل عالِمِ دِین سمجھا جانے لگا۔ یہ عُلوم چونکہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کی آسانی کے لیے مدوّن کیے گئے تھے اور قرآن وسُنَّت کے خلاف بھی نہ تھے بلکہ کتاب وسُنَّت کی روح اور ان کے ثمرات تھے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کے جاننے والے کو ایک الگ نام سے جانا و پہچانا جانے لگا۔ عِلْمِ کلام جاننے والے **متکلمین** کے نام سے معروف ہوئے، عِلْمِ فِقہ جاننے والے **فقیہ** کے نام سے مشہور ہوئے اور عِلْمِ تَصَوُّف جاننے والے **زاہد وصُوفی** کے نام سے جانے و پہچانے جاتے۔ یہ اصفیاء ہر زمانے اور ہر دور میں اِعْلائے کَلِمَۃُ الحق کے لیے کمر بستہ رہے اور اس سلسلے میں کبھی کسی کی پروانہ کی۔ لہٰذا آیئے دورِ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بعد سے لے کر تقریباً چار صدیوں تک کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس دور میں کیسے کیسے جوانمردوں نے اس قوم کی ڈُوبتی نیَّا (کشتی) کو سہارا دینے کی کوشش کی۔

پہلا دور

یہ دور اُمَوی خِلافَت [1] کے آغاز سے لے کر اس کے اختتام اور عباسی خلافت [2] کے آغاز یعنی 40 ہجری سے لے کر 132ھ تک مُحیط ہے۔ چنانچہ بنواُمَیَّہ نے جب خلافت کا اقتدار سنبھالا تو اس وقت موجود اکثر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ

---

[1] ......اُمَوی دورِخلافت سے مُراد حضرت سیدنا امیر مُعاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے شروع ہونے والا خاندانِ بنواُمَیَّہ کی خِلافت کا دور ہے۔

[2] ......عبّاسی دورِخلافت سے مُراد حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے خُلَفا کا دور ہے، جس کا آغاز ابوالعبّاس **عبد اللّٰہ** بن محمد بن علی بن **عبد اللّٰہ** بن عباس المعروف ابوالعباس سَفّاح کی خِلافت سے ہوا۔

الرِّضْوَان دِینِ اِسلام کی اشاعت کے لیے مَصروفِ عَمَل تھے جنہوں نے باقاعِدہ سِلسِلہ درس وتدریس شروع کر رکھا تھا اور بے شُمار تشنگانِ عُلُوم دینیہ اپنی علمی پیاس بجھانے دور دراز سے ان کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِکْتِسابِ فیض کرنے والوں کو **تابعین عِظّام** رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے 57ھ میں اس جہانِ فانی سے کوچ کے بعد گنتی کے چند صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بقیدِ حیات رہ گئے جنہوں نے یہ سلسلہ مزید جاری رکھا۔

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے جن صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے سب سے آخر میں دارِ بقا کی جانب کوچ فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۞ ......حضرت سیِّدُنا بُرَیدہ اَسلمی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٦٢ھ) کا خُراسان میں وصال ہوا۔[1]

۞ ......حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰه** بن ابی اَوْفیٰ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٨٦ھ) کا کُوفہ میں وصال ہوا۔[2]

۞ ......حضرت سیِّدُنا سہل بن سَعد ساعدی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٩١ھ) کا سَو سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں۔[3]

۞ ......حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ٩٣ھ) کا بَصرہ میں۔[4]

۞ ......اور حضرت سیِّدُنا ابو طُفَیل رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه (متوفی ١٠٠ھ) کا وِصال مکّہ مکرمہ میں سب سے آخر میں ہوا۔[5]

پس جب ایک صدی ہجری پوری ہوئی تو سطحِ زمین پر کوئی ایسی آنکھ باقی نہ رہی جس نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی زِیارت کی ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کی 40ھ میں شہادت کے بعد جب اُمّت کے افکار میں آہستہ آہستہ اِفْتِراق واِنْتِشار کی کیفیّات وسیع ہونے لگیں اور حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کے بعد

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ١١٥٠، ج ٢، ص ١٩

[2] ......تاریخ مدینه دمشق، ج ٣١، ص ٤٨

[3] ......المستدرک، کتاب معرفة الصحابه، ذکر سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه، الحدیث: ٦٤٤٤، ج ٣، ص ٦٦٢

[4] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ٧١٧، ج ١، ص ٢٥٠

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کان النبی صلی الله علیه وسلم ابیض ملیح الوجه، الحدیث: ٢٣٤٠، ص ١٢٧٥

آنے والے حکمران صحیح معنوں میں اسلامی حکومت کی مثال قائم نہ رکھ سکے تو اس وقت موجود صحابۂ کرام، تابعین و تبعِ تابعین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن حکمرانوں کی طرف سے نہ صرف مایوس ہونے لگے بلکہ مُتعَدّدان سے بدظن بھی ہوگئے۔ یہ سب چونکہ دُنیاوی نعمتوں پر اُخْرَوی نعمتوں کو ترجیح دیا کرتے تھے اور عیش وعشرت سے بھرپور زندگی کو اچھا سمجھنے کے بجائے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سادہ زندگی کے اتباع کی پیروی پر زور دیتے تھے، لہٰذا انہوں نے سیاست سے منہ موڑ کر خالِص عِلْمی وعَمَلی حیثیت سے دِینِ اسلام کی ترویج کے لیے اپنی زندگیاں وَقْف کر دیں اور لوگوں کو سچّا مسلمان بنانے کے لیے ان کی ظاہِری ومَعْنَوِی حیثیّت سے مَدَنی تربیّت فرمانا شروع کر دی۔ عِلْمِ یقین، فسادِ اعمال، قلبی خَواطِر (خیالات) اور نفسانی وسوسے اور ان کا عِلاج تَصَوُّف کے اہم موضوعات اسی دور کی یادگاریں ہیں۔

تابعینِ عُظّام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اس دور میں صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان سے سب سے زیادہ اکتسابِ فیض کرنے اور عِلْمِ تَصَوُّف میں اِمام کی حیثیّت رکھنے والے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی (متوفی 110ھ) ہیں جن کے بارے میں **اِمَامِ اَجَلّ** حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه نے 70 بدری صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کے علاوہ کل 300 صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان کی زِیارت کی۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی پیدائش امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه (متوفی ۲۳ھ) کی خلافت میں 20 ہجری پورے ہونے سے دو دن پہلے ہوئی۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی والِدہ ماجِدہ اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا (متوفی ۶۳ھ) کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه شدید رو رہے تھے تو اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا نے شفقت فرماتے ہوئے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور آپ نے ان کی چھاتی مُبارک سے دودھ پیا۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه کی باتیں سرکارِ مکۂ مکرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی باتوں کے مُشابہ تھیں۔[1] آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْه نے بنو اُمَیّہ کے پہلے نو خُلَفاء کا عہدِ حکومت اور اس کے عِبْرت انگیز حالات

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۲۵۷

اپنی آنکھوں سے دیکھے۔آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے علاوہ اس دور کے مَشْہُور بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے چند ایک یہ ہیں: حضرت سیِّدُ نا یُوسُف بن اَسْباط (متوفی ۹۶ھ)، حضرت سیِّدُ نا ثابِت بُنَانی (متوفی ۱۲۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا مالِک بن دینار (متوفی ۱۳۰ھ) اور حضرت سیِّدُ نا اَیُّوب سِجِسْتانی (متوفی ۱۳۱ھ) رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی۔

دوسرا دور

یہ دور (132ھ تا232ھ) پر مُشْتَمِل ہے۔عَبَّاسی خِلافت کا یہ دور سیاسی اور علمی اعتبار سے انتہائی اَہم سمجھا جاتا ہے، اسی دور میں اَہلِ سُنَّت و جماعت کے چاروں فِقْہی مَذاہِب کے اُصول وقوانین وَضع ہوئے یعنی فقہ حَنَفی، مالکی، شافعی اور حَنْبلی اسی دور کی یادگاریں ہیں۔احادیثِ مُبارَکہ کی باقاعدہ تَدْوِین پر بھی تَوجّہ اسی دور میں شروع ہوئی، بےشُمار عُلوم و فُنُون نے اس دور میں خوب ترقّی کی، عِلمِ کیمیا، عِلمِ فلکیات، فَلْسفہ، جُغْرافیہ اور رِیاضی کی یادگار کُتُب اس دور میں تصنیف ہوئیں۔مال ودولت کی فراوانی کا عالَم یہ تھا کہ عباسی سلطنت کے فرمانرواؤں کو دولت خرچ کرنے کا بہانہ درکار ہوتا۔

جب مال ودولت کی اس چکاچوند اور فراوانی نے مسلمانوں کو عَمَلی طور پر دین سے دور کرنا شروع کر دیا، یونانی فلسفہ کی وجہ سے بعض ناسمجھ لوگ دین کو عقل کے پیمانے پر تولنے لگے اور باطل فرقے قَدَرِیّہ، جَبْرِیّہ، مُرْجِیّہ و مُعْتَزِلہ وغیرہ خیالات کے حامیوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تو حضرت سیِّدُ نا امام جَعْفَر صادِق (متوفی ۱۴۸ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام ابو حنیفہ نُعمان بن ثابِت (متوفی ۱۵۰ھ)، حضرت سیِّدُ نا سُفْیان ثَوری (متوفی ۱۶۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا ابراہیم بن اَدْہَم (متوفی ۱۶۱ یا ۱۶۲ھ)، حضرت سیِّدُ نا عبدُ الواحِد بن زید (متوفی ۱۷۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام مالِک بن اَنَس (متوفی ۱۷۹ھ)، حضرت سیِّدُ نا فُضَیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور حضرت سیِّدُ نا معروف کرخی (متوفی ۲۱۵ھ) وغیرہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن نے خوب ڈٹ کر نہ صرف ان عقل کے ماروں کا مقابلہ کیا بلکہ توحید ورسالت کے عشق ومستی سے بھرپور جام بھر بھر کر لوگوں کو پلائے اور دنیاوی عیش وعشرت کو ترک کر کے لاکھوں انسانوں کو راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہنے کا درس دیا۔

تیسرا دور

یہ دور 233ھ تا 334ھ پر مُشْتَمَل ہے۔عَبّاسی خِلافَت کے اس دور کی ابتدا تو بڑی اچھی رہی مگر انتہا اِفْتِراق

واِنْتِشار کی کیفیّت میں ہوئی۔ البتّہ! پچھلے دور میں جن علمی سرگرمیوں کا آغاز ہوا تھا وہ اپنی آب وتاب سے جاری و ساری رہیں اورفَنِ تَعْمِیر، خُوش نَوِیسی وخَطّاطی وغیرہ کوخوب عُروج ملا،عِلْمِ طب نے بھی خوب ترقّی کی اورسَلْطَنَتِ عباسیہ کے طُول وعرض میں بڑے بڑے ہسپتال بنائے گئے، پچھلے دور میں عِلْمِ فقہ مُدوَّن ہواتواس دور میں عِلْمِ حدیث کےاِمام پیدا ہوئے جنھوں نے صِحَاحِ سِتّہ ① کی صُورت میں ایک عظیم اوربیش بہاعلمی سرمایہ رہتی دنیا تک کے تمام مسلمانوں کوعطا کیا۔مگر سیاسی طور پر مسلمان جس وحدت کے عَلَمبر دار تھے اسے قائم نہ رکھ سکے اور بے شُمار مَحلّاتی سازِشوں کا شِکار ہونے لگے، اسی دور میں طَوَائِفُ الْمُلُوکی کا ظُہور ہوامگر خلافتِ عباسیہ کا سکّہ کسی نہ کسی طرح چلتا ہی رہا۔اس دور میں بہت سے باطِل فرقوں نے سراٹھایا جن کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو ناقابلِ تَلافی نقصان پہنچا جس کی ایک مثال یہی کافی ہے کہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے قرامطی باغیوں میں اس قدر جرأت پیدا ہوگئی کہ انہوں نے 315ھ میں مکہ معظّمہ پر چڑھائی کرکے چاہِ زمزم کو پاٹ دیااور خانہ کعبہ کی دیواروں سے حَجَرِ اَسْوَد کونکال کرعمّان لے گئے جہاں انہوں نے اسے اپنے بنائے ہوئے کعبے کی دیوار میں نَصب کردیا۔اور بالآخر 24 سال کے بعد 339ھ میں خلیفہ **المطیع اللّٰہ** نے ان باغیوں کی سرکوبی کی اور حجر اسود کواپنی اصلی جگہ یعنی **بیت اللّٰہ** شریف کی دیوار میں نصب کرایا۔ یہی وہ دور ہے جس میں صاحبِ قُوت حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کی پُرنور فضاؤں میں اکتسابِ فیض میں مَصْروفِ عَمَل تھے۔

مسلمان چونکہ اس دور میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کوفراموش کرکے دنیاوی جاہ وحَشْمت کے دِلْدادہ ہوچکے تھے لہٰذا ان کی سنّتوں بھری تربیّت کرنے اورانہیں راہِ خدا میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کی مَدَنی سوچ دینے کے لیے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس دور میں حضرت سیِّدُ نا امام احمد بن حَنْبل (متوفی ۲۴۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا شیخ حارِث مُحاسبی (متوفی ۲۴۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا ذُوالنُّون مصری (متوفی ۲۴۵ھ)، حضرت سیِّدُ نا سرِّی سَقَطی (متوفی ۲۵۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا بایزید بُسْطامی (متوفی ۲۶۱ھ)، حضرت سیِّدُ نا بِشْر حافی (متوفی ۲۷۷ھ)، حضرت سیِّدُ نا سہل بن **عبد اللّٰہ** تُسْتَری (متوفی ۲۸۳ھ)، حضرت سیِّدُ نا جُنَید بغدادی (متوفی ۲۹۷ھ) اورحضرت سیِّدُ نا امام محمد بن جریر طَبری (متوفی ۳۱۰ھ) وغیرہ ایسے بُزُرگانِ

---

① ......احادیثِ مبارکہ کی وہ چھ مُعْتَبَر کتابیں جن کی صحّت پر تمام عُلَمائے کرام کا اتفاق ہے۔یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور سُنن نسائی۔

دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن پیدا فرمائے جنہوں نے اپنی شَبانہ روز جِدّ وجُہد اور کدّ وکاوِش (چھان بین، کوشش) سے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کو ظاہری شان وشوکت اور پاکیزگی کے بجائے باطنی زیب وزینت اور پاکی وطَہارت اپنانے کی ترغیب دی۔

چوتھا دور

یہ دور 334ھ تا 436ھ پر مُشْتَمِل ہے۔ اس دور کا آغاز اس حال میں ہوا کہ مملکتِ اسلامیہ مختلف شیرازوں (ٹکڑوں) میں بٹ چکی تھی، عباسی خلافت کے متوازی دو مزید خلافتیں دولتِ سامانیہ[1] اور خلافتِ فاطِمیہ[2] نُمودار ہو چکی تھیں۔ نیز مختلف علاقوں کے فرمانرواؤں نے خود مختار بادشاہیاں اور سلطنتیں قائم کرلیں تاہم یہ اُمَرا وسلاطین خلیفہ بغداد کو اپنا پیشوا مانتے اور دربارِ خلافت سے سَنَدِ خُوشنودی حاصل کرنے کو اپنے اِقْتِدار کے اِسْتِحکام کے لیے ضروری سمجھتے۔ بلاشُبہ اس دور کو بدامنی اور انارکی (لاقانونیت *Anarchy*) کا دور کہا جاسکتا ہے۔ اسی دور میں بُت شِکَن سُلطان محمود غزنوی ایسا اُولُوالْعزم بَطَلِ جَلیل پیدا ہوا جس نے کُفرِسْتَان کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا۔

بدامنی وانارکی کے اس دور میں جب ہر ایک قلبی وذہنی انتشار کا شکار ہوتا جارہا تھا اور دولت کی ریل پیل نے اسے خدائے وحدہ لاشریک کا بندہ بننے کے بجائے درہم ودینار کا غلام بنادیا تھا، اعلیٰ اخلاقی اقدار نایاب ہوتی جارہی

---

[1] ......دولتِ سامانیہ کی حکومت خلافتِ عبّاسیہ کے خاتمے کے بعد 874ء بمطابق ۲۶۱ھ میں ماوراء النھر میں قائم ہوئی۔ اپنے مورثِ اعلیٰ **اسد بن سامان** کے نام پر یہ خاندان سامانی کہلاتا ہے۔ نَصْر بن احمد بن اسد سامانیوں کی آزاد حکومت کا پہلا حکمران تھا۔ **ماوراء النھر** کے علاوہ موجودہ افغانستان اور خُراسان بھی اس حکومت میں شامل تھا۔ اس کا دارالحکومت بُخارا تھا۔ سامانیوں نے 1005ء تک یعنی کل 134 سال حکومت کی۔ اس عرصے میں ان کے دس حکمران ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں: نصر اول 261ھ تا 279ھ، اسماعیل 279ھ تا 295ھ، احمد 295ھ تا 301ھ، نصر دوم 301ھ تا 331ھ، نوح اول 331ھ تا 343ھ، عبد الملک 343ھ تا 350ھ، منصور اول 350ھ تا 366ھ، نوح دوم 366ھ تا 387ھ، منصور دوم 387ھ تا 389ھ، عبد الملک 389ھ تا 395ھ۔

[2] ......خلافت فاطمیہ شمالی افریقہ میں خلافت عباسیہ کے خاتمے کے بعد ۲۹۷ھ میں قیروان شہر میں قائم ہوئی۔ اس سلطنت کا بانی **عبید اللہ المھدی** چونکہ خاتونِ جنت حضرت سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی اولاد ہونے کا دعویدار تھا، اس لئے اس کی قائم کردہ سلطنت کو فاطمی خلافت کہا جاتا ہے۔ **عبید اللہ** تاریخ میں مہدی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس خلافت کے ۵۶۷ھ تک ۲۷۰ سالہ دور میں ۱۴ خُلَفا نے حکومت کی۔ جن کے نام یہ ہیں: مہدی، قائم، مَنصور، مُعِز، عزیز، حاکم، ظاہر، مُسْتَنْصِر، مُسْتَعلی، آمر، حافظ، ظافِر، فائز، عاضِد۔

تھیں، باطِل فرقے سیاسی طور پر مَضْبُوط ہوتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ۳۴۱ھ میں بغداد میں ایک باطِل فرقے نے تناسُخ [1] کے عقیدے کا اظہار کیا اور ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی رُوح مُبارک اس میں حُلُول کر گئی ہے، اس کی بیوی بھی اس سے کسی طرح پیچھے نہ رہی اور اس نے بھی جھَٹ یہ دعویٰ کر دیا کہ خاتونِ جَنَّت حضرت سیدتنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی رُوح اس میں حُلول کر گئی ہے، ادھر ایک شخص کے سر میں سَودا (پاگل پن) سمایا اور اس نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس میں رُوحِ جبریل حُلول کر گئی ہے۔ جب یہ کیفیَّت پیدا ہونے لگی تو عام مسلمانوں نے ایسے لوگوں کو خُوب آڑے ترچھے ہاتھوں لیا یعنی ناراضی و غُصّے کا اظہار کیا مگر افسوس صَد افسوس! اس وَقْت کے کٹھ پُتْلی عَبَّاسی فرمانْروا کے وزیر مُعِزُّ الدَّولہ نے ایسے لوگوں کی سَرکوبی کرنے کے بجائے ان کی تعظیم بجالانے کا حکم دیدیا اور اس طرح مسلمانوں کے عقائِد پر بِدْعَتوں کے بے شُمار زہر آلود تیروں کی لگاتار بَوچھاڑ شروع ہوگئی، ہر طرف باطِل پرستوں کا راج دِکھائی دینے لگا۔ چنانچہ ان دِگرگُوں (اُلٹ پلٹ) حالات میں بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا ایک ایسا طَبَقہ پیدا ہوا جنھوں نے لوگوں کو اس دَور کی بدعتوں سے نہ صرف دور رکھنے کی سرتوڑ کوشش کی بلکہ دلوں میں سنّتوں کا پیکر بنے رہنے کے ساتھ ساتھ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور دیگر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نَقْشِ پا پر چلنے کی تڑپ پیدا کرنے کا جَذْبہ بھی بیدار کیا۔

اسی دَور میں تَصوّف کی نہ صرف اِصْطِلاحات مُرتّب ہوئیں بلکہ ان بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے اس سلسلے میں کافی گِراں مایہ علمی سرمایہ بھی عطا کیا جن سے بعد والوں نے خوب استفادہ کیا۔ حضرت سیِّدُنا ابونصر سِراج طُوسی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی کتاب **اَللُّمَع فِی التَّصَوُّف** اور حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی **قُوْتُ الْقُلُوْب** اسی زمانے کی یادگار تصانیف ہیں۔

❁……❁……❁

---

[1] ……تناسُخ سے مُراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ ایک شخص کی روح اس کے مرنے کے بعد کسی دوسرے انسان کے جسم میں چلی جاتی ہے۔ نیز کسی کا ایک صُورت سے دوسری صورت اختیار کرنا بھی تناسُخ کہلاتا ہے اور اصل میں یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے، جسے آواگون کہتے ہیں۔ (فیروز اللغات، مفہوماً)

چوتھا مرحلہ

کچھ صاحِبِ قُوت شَیخ اَبُو طالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بارے میں

نام ونسب

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا نام محمد بن علی بن عَطِیَّہ حارِثی اور کُنیّت ابو طالِب ہے، خاص وعام آپ کو شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے نام سے جانتے وپہچانتے ہیں۔

ولادت

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عراق کے جَبَل نامی عَلاقے میں پیدا ہوئے۔آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تارِیخ پیدائش کے مُتعلّق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا البتّہ! ایک مُحتاط اندازے کے مُطابق آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تیسری صدی ہجری کے آخر یا چوتھی صدی ہجری کی اِبْتدا میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وہجرت

تمام مُؤرّخین اس بات پر مُتَّفِق ہیں کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نوعُمری ہی میں عراق سے مَکّہ مُکرَّمہ آ بسے تھے اور وہیں پلے بڑھے اور تعلیم حاصِل کی ،مگر کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے آبائی وطن کو خیر آباد کہنے کے اسباب کیا تھے اور آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایسا کیوں کیا؟ اور نہ ہی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کس دور میں مکّہ مُکرَّمہ میں سُکونت اختیار فرمائی۔

بَہَرحال سَبَب کچھ بھی ہو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عجمی ہونے کے باوُجُود دینِ اسلام کے مَرکَز اُمُّ الْقُریٰ مکہ مکرمہ کی زبان اور بُود وباش کو پسند کیا اور ابتدائی زندگی کی بہت سی قیمتی بہاریں حَرَمِ مُقدّس کی پُر کیف فضا میں عِلْم کے مَدَنی پھول چُننے میں گزار دیں۔جس طرح کُتُب آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلّق خاموش ہیں اسی طرح

یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کب تک حرمِ پاک کی فضاؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اَلبتّہ! ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ۳۴۶ھ سے قبل مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر بغداد مُعلّٰی پہنچ چکے تھے۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سماع [1] کے جواز کے قائل تھے جبکہ بغداد شریف کے شیخ الحدیث سیِّدُنا عَبدُ الصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی اس کے برعکس موقف رکھتے تھے۔ چنانچہ، جب ایک مرتبہ شیخ عبد الصمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سماع کے جواز کا قائل ہونے کی وجہ سے سخت انداز میں روکنے کی کوشش فرمائی تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے برا مانے بغیر یہ شعر پڑھا:

فَیَا لَیْلِ کَمْ فِیْکَ مِنْ مُّتْعَةٍ وَیَا صُبْحِ لَیْتَکَ لَمْ تَقْتَرِب

یعنی اے شب تجھ میں کس قدر مزے ہیں اور اے صبح! کاش! تو قریب بھی نہ آتی۔

اسے سُن کر شیخ عَبدُ الصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی ناراض ہوکر وہاں سے چلے گئے۔ اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ چونکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اِنتقال ۳۴۶ھ میں ہوا، لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ عَبدُ الصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے وِصال اِلَی الْحَق سے پہلے حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بغداد میں تھے۔

---

[1] ......اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنّت، مُجَدِّدِ دِین وملّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ قُدِّسَ سِرُّہٗ نے عَوارِف شریف میں پہلے ایک باب قبول وپسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث وارشادات ذکر فرمائے۔ اور فرمایا: بیشک شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے کچھ ایسے دلائل وشواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے اسلاف، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے علاوہ دوسرے اکابرین سے نقل فرمایا اور شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا قول معتبر اور مستند ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کثیر علم سے معمور ہیں، حال میں صاحبِ کمال ہیں۔ اور اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں۔ اور تقویٰ وورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔ اور زیادہ صواب اور زیادہ بہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: سماع میں حلال، حرام اور شبہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ، شہوت اور خواہش کے پیشِ نظر سماع سنا تو یہ حرام ہے۔ اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح طریقے سے لونڈی یا اہلیہ سے استفادہ سماع کیا تو اس صورت میں شُبہ پیدا ہوگیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہوگیا اور جس شخص نے ایسے نفیس دل کے ساتھ سماع سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کررہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے ربِّ جلیل کے راستے گواہ ہوں۔ لہٰذا یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۲۲، ص ۵۵۷)

شیوخ

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے شُیوخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شیوخ میں فقیہ بھی تھے، مُحدّث بھی اور صُوفی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ **قُوْت القلوب** میں آپ کے ان تمام شُیوخ کی تھوڑی بہُت جھلک ضرور نظر آتی ہے۔آپ کے شُیوخ میں بلند پایہ مقام رکھنے والے چند شیوخ یہ ہیں:

(1)**عبد اللہ** بن جعفر بن فارس (2) ابوبکر آجُرِی (3) ابوزید مَرْوَزِی (4) ابوبکر بن خلّاد **نُصَیبِی**۔

حضرت سیِّدُ نا **ابن فارس** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۴۶ھ) **اصفہان** کے مُحَدِّث تھے اور حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے ان سے **روایتِ حدیث کی اجازت** بھی حاصِل کی۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر آجُرِی** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۳۶۰ھ) **بغداد** سے ہجرت کر کے **مکہ مکرمہ** میں آ بسے تھے اور حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی ان سے **ملاقات مکہ مکرمہ** ہی میں ہوئی۔ چنانچہ ان کی مکہ مکرمہ میں آمد کے متعلق لکھتے ہوئے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی **قوت القلوب** میں فرماتے ہیں: یہ مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس ۳۳۰ھ میں تشریف لائے۔ حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر آجری** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شمار حدیث کے قابل اعتماد راویوں اور حُفّاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ اور **اعلام للزرکلی** میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ذکر **فَقِیْہٌ شَافِعِیٌّ مُحَدِّثٌ** کے القابات سے ملتا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوزید مَرْوَزِی** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۷۱ھ) کا شُمار جید **شافعی** فُقَہائے کرام میں ہوتا ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو صحیح بخاری کی روایت کا شرف حاصِل تھا چنانچہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بخاری شریف کے بعض حِصّوں کو روایت کرنے کی اجازت حاصِل کی۔

حضرت سیِّدُ نا **ابوبکر بن خلّاد نصیبی** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۵۹ھ) بھی ایک **ثقہ محدث** تھے جن سے **امام دارِ قُطْنی** اور **امام ابونُعَیم** وغیرہ نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے ان شُیوخ کی تربیّت کا اثر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب **قوت القلوب** میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔

اب آیئے یہ جانتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے راہِ طریقت کی مَنزلیں طے کرنے کے لیے کس شیخ کا دامَن تھاما۔ چونکہ مُرورِ زمانہ کے ساتھ صوفیوں کے اُسْلوبِ طریقت میں بھی نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ لہٰذا پہلے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے دَور میں رائج مختلف اَسالیبِ طریقت کو جاننا بہت ضروری ہے۔

اَسالیبِ طریقت

حضرت سیدعلی بن عُثمان جُلابی المعروف حُضور داتا گنج بخش ہَجْوِیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے اپنی شُہرۂ آفاق کتاب **کَشْفُ الْمَحْجُوب** میں صُوفیوں کے جن 12 گروہوں کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ سب تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ صوفیوں کے بارہ گروہوں میں سے دو گروہ مردود اور دس مَقبول ہیں۔ ان مقبول گروہوں میں ایک گروہ مُحاسِبیوں کا، دوسرا قصاریوں کا، تیسرا طَیفوریوں کا، چوتھا جُنیدیوں کا، پانچواں نُوریوں کا، چھٹا سُہَیلیوں کا، ساتواں حَکیموں کا، آٹھواں حرازیوں کا، نواں خفیفیوں کا اور دسواں ستاریوں کا ہے۔ یہ دسوں گروہ محقق اور اہلِ سنَّت و جَماعت ہیں لیکن وہ دو گروہ جو مردود ہیں ان میں سے ایک حُلولیوں کا جو حُلُول واِمْتِزاج سے مَنْسوب ہے اور سالمی اور مُشبِّہ ان سے تعلّق رکھتے ہیں اور دوسرا گروہ حلاجیوں کا ہے جو ترکِ شَرِیْعَت کے قائل ہیں، انہوں نے اِلْحاد کی راہ اِخْتِیار کی جس سے وہ مُلْحِد و بے دِین ہوگئے، اِباحَتی وفارِسی گروہ بھی ان ہی سے متعلّق ہیں۔

(1)...... مُحَاسبیه

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُ نا ابو عبد اللہ حارِث بن اسد مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۲۴۳ھ) ہیں۔ آپ کے مَذْہَب کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ رِضائے الٰہی کو مَقام کے بجائے طریقت کا ایک حال سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ رِضا احکامِ اِلٰہی کے نفاذ پر دل کے مُطمئِن رہنے کا نام ہے اور دل کا سکون و اطمینان

اِختیاری عمل نہیں بلکہ وَہبی و عَطائی ہے۔ اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ رِضا ایک مَقام نہیں بلکہ حَال ہے کیونکہ یہ مُجاہَدے ورِیاضَت کے ذریعہ حاصِل نہیں کیا جا سکتا بلکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

﴿2﴾...... قِصَاریہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابو صالح بن حمدون بن احمد بن عمارہ قصار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ السَّتَّار (متوفی ۲۷۱ھ) ہیں، ان کا مَسلک ومَشْرَب مَلامَت [1] کی نَشر واَشاعت ہے۔ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ لوگوں کو جتانے کے مُقابلہ میں تمہارا اِعْلَم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے متعلّق بہت بہتر سے بہتر ہونا چاہیے، یعنی خَلْوَت میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ تمہارا مُعاملہ اس سے بہتر ہونا چاہیے جو تم لوگوں کے ساتھ ظاہر میں کرتے ہو کیونکہ راہِ حق میں سب سے بڑا حجاب یہ ہے کہ تمہارا دل لوگوں کے ساتھ مَشغول ہو۔

﴿3﴾...... طَیفوریه

اس گروہ کے پیشوا و امام حضرت سیِّدُنا ابو یزید طَیفُور بن سروشاں بُسْطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی (متوفی ۲٦۱ھ) ہیں۔ آپ کا طریقہ غَلَبہ [2] وسُکر ہے۔ خلیفۂ مُفْتیِ اعظم ہِند شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفٰے اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی **مَعْمُوْلَاتُ الْاَبْرَار** میں فرماتے ہیں کہ وہ مَشائخ جو بادۂ عرفانِ الٰہی سے اس دَرَجہ مَخمور وسرشار ہو جاتے ہیں کہ غَلَبۂ احوال وکیفیّات میں دامَنِ عَقْل وہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دُنیائے بیداری و ہُشیاری سے بیزار ہو کر مَسْتی و

---

[1] ......مَلامَت سے مراد اپنے نَفْس کو بُرا بھلا کہنا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) بندہ احکامِ الٰہی بجالانے میں کامل احتیاط برتتا ہے لیکن لوگ اپنی عادت کے مُطابق پھر بھی اسے بُرا بھلا کہتے ہیں مگر وہ ان کی مَلامَت کی پروا نہیں کرتا (۲) بندہ اپنے ربّ کی یاد میں رکاوٹ بننے والے لوگوں سے چھٹکارا پانے کے لیے جان بُوجھ کر کوئی ایسی راہ اِختیار کرے کہ لوگ اسے مَلامَت کریں اور اس سے مُتنفِّر ہو کر جُدا ہو جائیں اور ایسے عَمَل سے شَرِیعَت میں بھی کوئی خَلَل واقع نہ ہو اور (۳) بظاہر شریعَت کا تابِع فرمان نہ ہوتا کہ لوگ اسے بُرا بھلا کہیں اور اس کی حقیقت سے دور رہیں مگر باطن میں مَضبوط دیندار رہو۔ (کشف المحجوب، ص ٦۰)

[2] ......غَلَبہ وَجْدِ مُتَواتِر کا نام ہے، وَجْد بجلی کی طرح ظاہر ہو کر خَتْم ہو جاتا ہے مگر غَلَبہ کی صُورت میں یہ تجلّی مُتَواتِر نمودار ہوتی ہے اور اس وقت سالِک کی قُوّتِ تمیز باقی نہیں رہتی، وَجْد بہت جلد خَتْم ہوتا ہے مگر غلبہ باقی رہتا ہے۔ (عوارف المعارف، ص ۳۰۹)

مَدہوشی کے عالَم میں رہتے ہیں۔ان بزرگوں کو "اَرْبابِ سُکْر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

(4)……جُنَیدِیہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابو القاسم جُنَید بن محمد بَغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْہَادِی (متوفی ۲۹۷ھ) ہیں۔آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا طریقہ حضرت سیِّدُنا بایزید بُسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی کے اُسلوبِ طریقت سُکْر کے برعکس ہے۔یعنی آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صَحْو کے قائل تھے اور باطن کا مُراقَبہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گروہ کا اِمتیاز ہے۔خلیفۂ مُفْتی اعظم ہند شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی **معمولاتُ الابرار** میں فرماتے ہیں کہ اکثر صُوفیہ ایسے گزرے ہیں کہ مَعْرِفَتِ اِلٰہی و وِصالِ حقیقی کی دَولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو **مِنْجَانِبِ اللہ** ایسے وسیع ظَرف سے نوازا گیا کہ کیفیّات واحوال سے مَغلوب ہوکر دامَنِ ہَوش وخرَد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری وہوشیاری میں ایک لمحہ کے لئے بھی فُتور نہیں پیدا ہوا۔یہ لوگ "اَرْبابِ صَحْو" کہلاتے ہیں۔[2]

(5)……نُورِیہ

حضرت سیِّدُنا ابو الحسن احمد بن محمد نُوری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۷۵ھ) اس گروہ کے پیشوا ہیں۔آپ کے مذہَب کی بُنیادی خُصوصیّت یہ ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک تَصوُّف، فَقْر سے افضل ہے۔نیز آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ صُحْبت میں اپنے رفیق کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دیتے اور ایثار کے بغیر صُحْبت کو ہی حرام سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ درویشوں کے لیے صحبت فرض اور گوشہ نشینی ناپسندیدہ ہے، نیز آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ ایک ہم نشیں پر دوسرے ہم نشیں کے لیے ایثار فرض ہے۔

(6)……سُہَیلِیہ

اس طبقہ کے پیشوا وسرخیل حضرت سیِّدُنا سَہْل بن **عبد اللہ** تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۸۳ھ) ہیں۔یہ

---

[1] ……معمولات الابرار، ص ۱۱۵

[2] ……معمولات الابرار، ص ۱۱۴

تصوّف میں اپنے زمانے کے سلطانِ وَقت اور طریقت میں اَہلِ حلّ وعَقد اور صاحبِ اَسْرار تھے۔آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دلائل بہت واضح اور حِکایات فَہمِ عَقْل سے بہت بُلند ہیں۔آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مذہب کی خُصوصیت اِجتہاد، مُجاہَدۂ نَفس اور رِیاضَتِ شاقّہ ہے۔مُریدوں کو مُجاہَدے سے دَرَجۂ کمال تک پہنچا دیتے تھے۔ چنانچہ،

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے واقعات میں مَشْہور ہے کہ ایک مُرید سے فرمایا: خُوب جِدّ و جُہْد کرو یہاں تک کہ پورا دن **یا اللہ یا اللہ** ہی کہتے رہو۔ پھر فرمایا: اب دن کے ساتھ رات بھی شامل کرلو اور یہی کہتے رہو۔ چنانچہ مرید نے اس پر عمل کیا اور سوتے جاگتے یہی کہتا رہا یہاں تک کہ یہ اس کی طبعی عادَت بن گئی۔اس کے بعد فرمایا: اب اس سے لوٹ آؤ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔اس مرید کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ ہمہ وقت اسی میں مُسْتَغْرَق رہنے لگا، ایک دن اپنے گھر میں تھا کہ ہوا کی وجہ سے ایک وزنی لکڑی گری جس نے اس کا سر پھاڑ دیا۔سر سے خون کے جو قطرے ٹپک کر زمین پر گرتے تھے وہ بھی **اللہ اللہ** لکھتے جاتے تھے۔

الغرض مُجاہَدے و رِیاضَت کے ذریعہ مُریدوں کی تربیَّت سُہَیلیوں کا طریقہ ہے اور صاحبِ **قُوْت القُلوب** حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا تعلّق بھی اسی گروہ سے ہے۔

﴿7﴾ ...... حکمیہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا **ابو عبد اللہ** محمد بن علی حکیم تِرمذی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۳۲۰ھ) ہیں۔ان کے مذہَب کی خُصُوصیّت اِثْباتِ ولایت اور اس کے قَواعِد و درجات کا بیان ہے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حقیقت کے مَعانی اور اولیا کے درجات اس ترتیب اور ایسے انداز سے واضح فرماتے گویا کہ وہ ایک بَحْرِ بے کَنار ہوں۔آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مذہب کی ابتدائی وضاحَت یہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ہر شخص کو یہ بتانا اور سکھانا چاہتے تھے کہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی شان یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کو مَخلوق میں سے چُن لیتا ہے اور انہیں ہر قسم کے دنیاوی تعلُّقات سے مُنْقَطَع فرمانے کے ساتھ ساتھ نفسانی خواہشات کے تقاضوں سے بھی آزادی کا پروانہ عطا فرما دیتا ہے۔

﴿8﴾......خَرَّازِیہ

اس طبقہ کے بانی وپیشوا حضرت سیِّدُنا ابوسعید خَرّازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۲۷۷ھ) ہیں۔ فَنا وبَقا [1] کے حال پرسب سے پہلے آپ نے گفتگو فرمائی اور طریقت کے تمام رُمُوز کو آپ نے ان دوکلموں میں پوشیدہ فرما دیا۔ چنانچہ، آپ فرماتے ہیں کہ فَنا یہ ہے کہ بندہ اپنی بَنْدگی کی دِید سے فانی ہو اور بَقا یہ ہے کہ بندہ مُشاہدۂ حق سے باقی ہو۔

﴿9﴾......خَفِیفِیہ

اس گروہ کے پیشوا حضرت سیِّدُنا ابوعبد اللّٰہ محمد بن خفیف شیرازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۳۷۱ھ) ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَسْلک ومَشْرَب کا اَصْلِ اُصُول غَیْبَت وحُضُور [2] ہے۔

﴿10﴾......سَیَّارِیہ

یہ طبقہ حضرت سیِّدُنا ابوالعباس سَیَّاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی (متوفی ۳۴۲ھ) سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَذْہَب کی بُنْیادی خُصوصیت جَمْع وتَفْرِقہ [3] ہے۔

---

[1] ......سیِّد شریف جُرجانی حَنَفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی (متوفی ۸۱۶ھ) تصوّف کی ان دو اِصْطِلاحات کے متعلِّق فرماتے ہیں کہ بُرے اوصاف کا خاتمہ فَنا اور اچھے اوصاف سے مُتَّصِف ہونا بقا ہے۔ فَنا کی دو صُورتیں ہیں ایک تو بُرے اَوصاف کا خاتمہ ہے اور یہ صُورت عِبادت ورِیاضَت کی کَثْرت سے حاصِل ہوتی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بندہ مُشاہدۂ حق میں اس طرح کھو جائے کہ اسے کسی شے کا ہوش نہ رہے۔ (کتاب التعریفات، ص ۱۲۰) مزید تفصیلات کے لیے کَشْفُ المحجوب، عَوَارِفُ المَعَارِف اور رسالہ قُشَیْریہ وغیرہ کا مُطالعہ کیجئے۔

[2] ......غَیْبَت وحُضُور دو مُتَضاد صِفتیں ہیں، چنانچہ غَیْبَت سے مراد یہ ہے کہ دل مَاسِوَا اللّٰہ سے غائب ہوحتی کہ اپنے آپ سے بھی غائب ہو۔ جس کی علامت یہ ہے کہ دل رَسْمی احکام تک سے کِنارہ کشی اختیار کرلے اور جب وہ ہر شے سے غائب ہوجائے گا تو بارگاہِ خداوندی میں حاضِر ہوگا کیونکہ دل کا مالِک حق تعالیٰ ہے۔ (کشف المحجوب، ص ۲۷۱) مزید تفصیلات کے لیے اَللُّمَع، کشف المحجوب، عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔

[3] ......جَمْع وتَفْرِقہ بھی تَصوف کی اِصطِلاحات ہیں، شیخ شہاب الدین سُہْرَوَرْدی عَوَارِف المَعَارِف میں فرماتے ہیں: عِلْمِ مَعْرِفَتِ خُداوندی جَمع ہے اور عِلْمِ احکامِ خداوندی تَفْرِقہ ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کو لازِم ومَلْزُوم ہیں۔ کیونکہ "لَا جَمْعَ اِلَّا بِتَفْرِقَہ" یعنی جَمع کی دُرُسْتی تَفْرِقہ پر اور تَفْرِقہ کی دُرُسْتی جَمع پر مَوقوف ہے۔ (عوارف المعارف، ص ۳۰۸) مزید تفصیلات کے لیے اللمع، کشف المحجوب، عَوَارِفُ المَعَارِف اور رِسالہ قُشَیْریہ وغیرہ کا مُطالعہ کیجئے۔

شیخ ابو طالِب مکّی کا مشْرَب

اِمَامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الحَاکِم کے واسِطہ سے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو محمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے مَسلک و مَشْرَب سے مُنْسلِک تھے اور ہمیشہ اپنے شیخ کی رائے کو ترجیح دیتے، اس کے علاوہ آپ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے بھی حد دَرَجہ مُتاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے **قُوْتُ القلوب** میں ان دونوں ہستیوں (یعنی حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور حضرت سیِّدُ نا ابو محمد سَہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی) کے مُتعَدِّد اقوال ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ،

فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی عِلْمِ مَعْرِفَت میں ہمارے امام ہیں، ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور انہی کے راستے پر رَواں دَواں ہیں اور ان کے چراغ ہی سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے انہیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے اپنا امام بنایا ہے، اس طرح کہ دَورِ حاضِر سے لے کر ان کے زمانے تک اس فن کی اِمامت اُن پر جا کر خَتْم ہوتی ہے۔ ان کا شُمار بُلند پایہ تابعین عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چالیس سال تک اپنے سینے میں حکمت کے مَوتی اکٹھے کئے، پھر زبان سے ان کا اظہار کیا۔ [1]

شیخ الحدیث حضرت سیِّدُ نا عبدُ الصَّمد بن علی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَلِی سے پیش آنے والے واقعہ کے بعد چونکہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا جی بغداد میں نہ لگا۔ لہٰذا آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بصرہ کا رخ کیا اور وہاں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الحَاکِم (متوفی ۳۶۰ھ) کی صُحْبت اختیار کر کے سُلوک کی راہیں طے کیں۔ اس صُحْبت کی مُدَّت تو بڑی قلیل تھی مگر اس کے اثرات آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زندگی پر کافی گہرے مُرتّب ہوئے۔ [2] اگرچہ کئی مُوَرِّخین کے نزدیک آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بصرہ اس وقت گئے جب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ۱، ص ۲۵۷

[2] ......قوت القلوب، مقدمۃ التحقیق، ج ۱، ص ۹

بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم اس جہانِ فانی سے کُوچ فرما چکے تھے مگر یہ دُرُسْت نہیں جیسا کہ امام شمس الدین محمد بن احمد بن عُثْمان ذہبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے **تاریخ الاسلام** میں حضرت سیِّدُ نا سہل تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگردوں کا تذکرہ کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نہ صرف حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کی صُحْبَت میں رہے بلکہ ان سے عِلْم بھی حاصِل کیا۔ پھر حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُ نا سہل تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شاگردِ رشید ہیں اور ان کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہوئے اکثر اوقات انہی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ [1] اور حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے خود بھی **قوت القلوب** میں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم سے ملاقات کی صراحت فرمائی ہے۔ [2]

ممکن ہے دیگر مُؤَرِّخین نے جو حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے جہانِ فانی سے کوچ کے بعد شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بصرہ جانے کا ذکر کیا ہے وہ دوسری مرتبہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس بار زیادہ دیر بَصْرہ میں نہ رکے بلکہ اپنے شیخ کی صَفْحۂِ قِرْطاس پر رَقْم تعلیمات کو سَرمایۂ حَیات جان کر سینے سے لگائے دوبارہ بغداد واپس لوٹ آئے اور بغداد کی جامع مسجد میں وعظ و نصیحت کے مَدَنی پھولوں سے عَوامُ النَّاس کے دلوں کو مُعَطَّر کرنے لگے۔

وعظ و نصیحت

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے دَور میں بغداد میں باطِل فِرقوں کا دَور دَورہ تھا۔ چنانچہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے شُیوخ کے طریقہ کار کے بَرعکس بغداد میں ہر خاص و عام کو عِلْم و عِرفان کی دولت سے مالا مال کرنے لگے یہاں تک کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا حلقۂ درس اس قدر وُسْعَت اختیار کر گیا کہ جن مُؤَرِّخین نے آپ

---

[1] ......تاریخ الاسلام، الجزء السادس والعشرون، ص ۲۲۶

[2] ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، ج ۲، ص ۱۵۸

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا تذکرہ فرمایا ہے انہوں نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو جامع بغداد کا واعظ ضرور قرار دیا ہے۔ حالانکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شیخ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم صرف خاص لوگوں سے ہی کلام کرتے تھے اور عام لوگوں کو علم وعرفان کی دولت کا اَہل نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ،

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **قُوْتُ القُلوب** میں اپنے شیخ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے متعلّق لکھتے ہیں کہ ایک بار مَسْجِد میں کافی لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے ایک شخص کو حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کی خِدمَت میں یہ عَرْض کرنے بھیجا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اصحاب مسجد میں موجود ہیں اور آپ سے ملنا اور آپ کی باتیں سننا چاہتے ہیں، اگر مُناسب خیال فرمائیں تو ان کے پاس چلئے۔ مسجد ان کے گھر کے قریب ہی تھی، ابھی قاصِد ان کی خِدمَت میں حاضر بھی نہ ہوا تھا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گھر سے باہَر تشریف لائے اور قاصِد سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' اس نے بتایا کہ فلاں فلاں اور فلاں ہیں تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرے اصحاب نہیں، بلکہ یہ تو اصحابِ مَجْلِس ہیں۔'' یہ کہا اور ان کے پاس نہ گئے، گویا کہ انہوں نے ان تمام لوگوں کو عام افراد شُمار کیا جو ان کے خاص علم کے قابل نہ تھے۔ (صاحبِ قُوت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بطور درس ارشاد فرماتے ہیں) اسی طرح عالم اپنی خَلْوَت کو عزیز سمجھتا ہے، ہاں اگر خاص رُفَقا مُیَسّر ہوں تو پھر ان کی صُحْبت کو خَلْوَت پر ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح وہ عالم ان خاص افراد کے ایمان میں زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر اسے ایسے خاص افراد کی ہم نشینی میسر نہ ہو تو اپنی خلوت پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ حالانکہ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم اپنے خاص اصحاب کے پاس ضرور تشریف لاتے اور جنہیں اپنے علم کے مَوزوں خیال کرتے انکے پاس بیٹھ کر علمی باتیں کرتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم نے سلسلہ سُہَیلیہ کے بانی حضرت سیِّدُنا شیخ ابومحمد سَہْل تُستَری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زیرِ تربیّت راہِ سُلوک کی مَنْزِلیں طے کی تھیں جو مُجاہَدۂ نفس اور رِیاضَتِ شاقّہ سے اپنے مُریدوں کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتے تھے۔ پس یہی وجہ ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زندگی پر حضرت سیِّدُنا شیخ ابو

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والثلاثون، ج ١، ص ٢٦٧

محمد سہل تُستری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تربیّت کے گہرے نُقُوش ثبت رہے اور بعد میں اسی تربیّت کا اثر حضرت سیِّدُنا شیخ ابوالحسن بن سالِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے واسِطہ سے حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ پر بھی دیکھنے میں آیا۔ چنانچہ،

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **قُوْتُ الْقُلُوب** میں حضرت سیِّدُنا ابومحمد سہل تُسْتَری رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی بہت سے اقوال میں سے ایک قول کچھ یوں نَقْل فرمایا ہے کہ عالِم کے پاس تین قسم کے عُلوم ہوتے ہیں۔ ایک علم ظاہر ہے جس کا اِظہار وہ عام لوگوں پر کرتا ہے اور دوسرا علم باطن ہے، اس کا اظہار اہلِ باطن کے سوا کسی سے کرنا جائز نہیں اور تیسرا علم بندے اور اس کے خالق کے درمیان راز ہے جو بندے کے ایمان کی حقیقت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا اظہار عام لوگوں کے سامنے دُرُست ہے نہ خاص لوگوں کے سامنے۔ [1]

بطورِ واعظ تعلیمات اور مخالفت کا سامنا

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی حیاتِ طیبہ پر بطورِ واعظ نگاہ ڈالی جائے تو اس بات کو سمجھنا زیادہ دُشوار نہ ہوگا کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مَواعِظِ حَسَنہ کا مَوضُوعِ سُخَن کیسا ہوگا۔ کیونکہ آپ کے دور میں جس طرح لوگ اَسلاف کے طور طریقوں سے مُنہ موڑ کر دُنیاوی فراوانی کے سیلاب میں بہے چلے جارہے تھے، ہر طرف طَوائِفُ المُلُوکی (بدنظمی، اَبْتَری، سیاسی اِنتشار، لاقانونیت) کا عالَم تھا، خِلافت عبّاسیہ کی وَحْدت خَتْم ہونے کو تھی، خلیفہ وقت وُزَرا کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا، بہت سے اُمَرا و سلاطین اپنے اپنے علاقوں میں الگ الگ سلطنتوں کے مالک تھے، جو اپنی من مانی کرتے، کوئی کسی کو جوابدہ نہ تھا، وہ ہر وقت دوسروں کے علاقے میں گھس کر انہیں بیدخل کر کے اپنا اثر و رُسُوخ قائم کرنے کی تگ ودَو میں مصروف رہتے، باطل فرقے قُوّت پکڑتے چلے جارہے تھے، لہٰذا افراتَفری کے اس عالَم میں ضَرورت اس امر کی تھی کہ کوئی مردِ قلندر لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر انہیں راہِ حق کی طرف گامزن کردے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے خَواہی نَخَواہی وعظ ونصیحت کا یہ عظیم بیڑا اٹھالیا کیونکہ آپ

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون، ج ٢، ص ١٤٨

رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نہ صرف اسلاف کے احوال سے بَخُوبی آگاہ تھے بلکہ صالحین کے بے شُمار اقوال بھی آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے خزینۂ دل میں موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ پس آپ نے دلوں کی طَہارت اور نیّتوں کے اِخلاص کے ساتھ ساتھ ہر مُعاملے ومَسئلے میں سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے طریقوں کو بیان کیا اور دُنیاوی چمک دَمک کے سیلاب میں ہچکولے کھاتی پیارے آقا صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی پیاری اُمَّت کی کشتی کو ایک ماہِر مَلّاح کی طرح چلانے کی کوشش شروع فرمائی تو شَمعِ حق کے دِیوانے ہر طرف سے پروانہ وار آپ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے لگے، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے گِرد روز بروز پروانوں کا یہ بڑھتا ہوا کثیر ہُجوم بعض جاہ وحَشْمت کے مَتوالوں کو ایک آنکھ نہ بھایا اور انہوں نے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے خلاف ایک مَحاذ بنالیا اور آپ کی جانب مختلف قسم کی غلط باتیں مَنسوب کرنے لگے تاکہ لوگوں کو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے دُور کیا جاسکے۔ چنانچہ وہ سِیاق وسباق کو حذف کر کے آپ کی بیان کردہ باتیں لوگوں کو بتانے لگے اس طرح حقیقت سے ناواقف لوگوں نے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے دُور ہونے میں ہی عافیَّت جانی اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ بعض ناانديش آپ کے خِلاف اس قسم کی افواہیں پھیلا رہے ہیں تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے مسلمانوں کو اپنے بارے میں مزید غلط فہمیوں کا شِکار ہونے سے بچانے کے لیے وعظ ونصیحت کی دنیا ترک کردی اور سَلَف صالحین کے طریقے پر چلتے ہوئے دنیا اور دنیا والوں سے دُور رہنے ہی میں عافیَّت جانی۔

اعلیٰ حضرت اور شیخ ابوطالب مکی

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، پَروانۂ شَمْعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نے اپنے شُہرہ آفاق فتاویٰ رضویہ شریف میں کئی مقامات پر حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کے اقتباسات بطورِ دلیل نہ صرف نقل فرمائے ہیں بلکہ جس انداز میں آپ کے القابات ذکر کیے ہیں انہیں پڑھ کر دل بے اختیار جھوم جاتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت عَلَیْهِ رَحْمَةُ رَبِّ الْعِزَّت حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کا نامِ نامی فتاویٰ رضویہ شریف میں مُتفرِّق مَقامات پر ذکر کرتے ہوئے کچھ یوں فرماتے ہیں:

⚛……**اِمَامِ اَجَلّ عَارِفْ بِاللہ سَیِّدِی اَبُو طَالِب مَکِّی** قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَلِکِی اسی کوفُقَہائے کرام واَولیائے عُظّام قُدِّسَتۡ اَسۡرَارُھُم کا مَذْہَب قرار دیتے ہیں، **کِتاب مُسْتَطَاب، جَلِیلُ القَدر، عَظِیمُ الفَخْر، قُوْتُ الْقُلُوب فِی مُعامَلَۃِ الْمَحْبُوب** کی فَصْل ۳۱ میں فرماتے ہیں: بعض وہ باتیں جن کے سَبَب راویوں کو ضعیف اوران کی حدیثوں کوغیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فُقَہا وعُلَما کے نزدیک باعثِ ضُعْف وجَرْح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گُمنامی پسند کی کہ خود شَرْع مُطَہَّر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہُوئے کہ لوگوں کواس سے رِوایَت کا اِتّفاق نہ ہوا۔[1]

⚛……**اِمَامِ اَجَلّ شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ سَیِّدِی اَبُو طَالِب مُحَمَّد بِنْ عَلِی مَکِّی** قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْمَلِکِی **کتاب جَلِیلُ الْقَدر، عَظِیمُ الْفَخر، قُوْتُ الْقُلُوب فی مُعَامَلَۃِ الْمَحْبُوب** میں فرماتے ہیں: فضائل اعمال وتفضیلِ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں، مقطوع ہوں خواہ مُرسَل۔ نہ اُن کی مُخالفت کی جائے نہ اُنہیں رَدّ کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔[2]

⚛…… **قال ومن کتاب القوت (ای السَّیِّدِی ابی طالب المکی رحمہ اللّٰہ تعالٰی) قال بعض السلف کم من رجل بارض خراسان اقرب الٰی ھذا البیت ممن یطوف بہ۔ ملتقطاً۔**

اورفرمایا کتاب **القوت** (للامام ابوطالب مکی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) میں بعض اَسْلاف سے ہے بہت سے خُراسان میں رہائش پذیر (لوگ) اس **بیتُ اللّٰہ** کے ان لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جو اس کا طَواف کر رہے ہیں، بعض نے فرمایا: بندہ اپنے شہر میں ہو اور اس کا دل **اللّٰہ** تعالٰی کے گھر سے مُتعلّق ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بندہ **بیت اللّٰہ** میں ہو اور دل کسی اور شہر کے ساتھ وابَستہ ہو اھ اِختصاراً۔[3]

---

[1] ……فتاوی رضویہ، ج ۵، ص ۴۴۵

[2] ……فتاوی رضویہ، ج ۵، ص ۴۷۹

[3] ……فتاوی رضویہ، ج ۱۰، ص ۶۹۰

شیخ ابو طالِب مَکّی کے اَوصافِ حمیدہ

......شیخ ابوطالب مکّی کا عقیدہ

حضرت سیّدُ نا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اہلِ سُنَّت و جماعت کے عظیم بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے ہیں اور آپ بدمذہبوں کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن جب بھی آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ذِکرِ خیر فرماتے تو **اِمَامِ اَجَلّ، شَیْخُ الْعُلَمَآءِ وَالْعُرَفَآءِ** اور **سَیِّدِی** وغیرہ جیسے القابات سے یاد فرماتے۔

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اہل سنت و جماعت کے مذہب پر ہونے اور بدمذہبوں کو پسند نہ کرنے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دور میں چونکہ باطل فرقے سیاسی طور پر کافی مَضْبوط ہو چکے تھے اگرچہ عبّاسی خُلَفا تو اہلِ سنَّت و جماعت سے تعلّق رکھتے تھے مگر چند اُمَرا و سلاطین بدمذہب تھے۔ چنانچہ آپ نے بدمذہبیّت کے خلاف عَلَمِ جہاد بُلند کیا اور زبان وقلم سے ہمیشہ عقائدِ اہلِ سنَّت کی ترجمانی کی۔

......آپ ماحی بدعت تھے

قوت القلوب کے مُطالَعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی یہ کتاب مُستطاب بدمذہبوں کے ردّ میں لکھی۔ کیونکہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دور میں جہاں تناسُخ وحُلول وغیرہ کے عقائد عباسی وزیر **مُعِزُّ الدَّولَہ** کی سرپرستی میں بغداد میں پھلنا پھولنا شروع ہوئے تو دوسری طرف بعض لوگ عَقل سے ماوراقصے کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کو گُمراہ کرنے کی کوششیں کرنے لگے۔ لہٰذا آپ نے اپنی ساری زندگی بدعتوں کو جڑ سے اکھاڑنے میں صَرف کردی اور ہر لمحہ مسلمانوں کے دین میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کا رَدّ فرمایا۔ چنانچہ،

قصہ گوئی کی مذمت

قُوتُ القُلُوب میں ایک مَقام پر فرماتے ہیں: جُمُعہ کے دن جب کوئی شخص عِلْم کی مَجلِس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس

کا نماز پڑھتے رہنا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں غور وفکر کرنا قِصّہ گوئی[1] کی محفل میں شریک ہونے اور قِصّے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ کیونکہ عُلَمَائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک قِصّہ گوئی ایک بدعت ہے اور وہ قِصّہ گو افراد کو جامع مسجِد سے نکال باہر کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مَروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک دن مسجد میں اپنی مَخْصُوص نَشِسْت کے پاس آئے تو وہاں ایک قِصّہ گو کو قصے سناتے ہوئے پایا، لہٰذا اس سے ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جا، لیکن اس نے کہا: ''میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔'' یا پھر اس نے یہ کہا کہ میں آپ سے پہلے بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سپاہی بلا کر اسے اس جگہ سے اٹھا دیا۔[2] پس اگر قِصّہ گوئی سنَّت ہوتی تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس قِصّہ گو کو کبھی اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد اٹھانا جائز نہ سمجھتے بِالْخُصوص اس صُورت میں جبکہ وہ آپ سے پہلے اس جگہ بیٹھ چکا تھا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ آپ سے ہی سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان مروی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس جگہ نہ بیٹھے، بلکہ وُسْعت اور کُشادگی اختیار کرلیا کرو۔''[3]

سب سے پہلی بدعت

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نمازِ جُمُعہ کے لیے جَلْد جانے کے متعلق اَسلاف کے حَوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ بعض بُزُرگ تو نمازِ جمعہ کے لئے شبِ جمعہ جامع مسجد میں بَسر کیا کرتے اور کچھ تو ایسے بھی تھے جو

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 98 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نیکی کی دعوت کے فضائل'' صَفْحَہ 60 پر ہے: مساجد میں ایسے قصہ گو اور واعِظین کا کلام کرنا جو خِلافِ شَرع باتیں کرتے ہوں (منع ہے)۔ لہٰذا درس دینے والا اگر جھوٹی اور غلط باتیں بیان کرے تو وہ فاسِق ہے اور اسے منْع کرنا واجب ہے اور ایسا بدعتی و بدمذہب جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفات میں نازیبا کلمات کہتا ہو اسے منع کرنا واجِب اور اس کی محفِل میں جانا جائز نہیں۔ ہاں! اگر اس کا ردّ کرنا مقصود ہو تو جانا جائز ہے (لیکن یہ علما کا کام ہے)۔ مسجد میں وعظ و نصیحت کرنے والوں کو اجازت دینے سے پہلے ان کی حقیقتِ حال سے باخبر ہو لینا ضروری ہے (کہ کہیں وہ بدمذہب تو نہیں)۔

[2] ......شرح السنۃ للبغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج ۱، ص ۲۴۱

[3] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان . . . الخ، الحدیث: ۵۶۸۴/۵۶۸۶، ص ۱۰۶۵

ہفتے کی رات بھی جامع مسجد ہی میں بَسَر کیا کرتے تا کہ جمعہ کی مزید بَرَکتیں بھی نصیب ہوں۔اکثر اسلاف جمعہ کے دن نمازِ فَجْر جامع مَسْجِد میں ادا کرتے اور پھر وہیں بیٹھ کر نمازِ جمعہ کا اِنتِظار کرتے رہتے تا کہ جلْدی آنے کے سَبَب پہلی ساعت پانے کا اجر وثواب حاصِل کر سکیں اور اس لئے بھی کہ قرآنِ کریم خَتْم کر سکیں۔جبکہ عَوامُ النّاس اپنے محلے کی مساجِد میں نمازِ فَجْر ادا کرتے اور پھر جامع مساجِد کا رُخ کرتے۔ چنانچہ، **منقول** ہے کہ سب سے پہلی بدعت اسلام میں یہ پیدا ہوئی کہ جامع مسجد میں جلدی جانا چھوڑ دیا گیا۔

کیا آپ کو حیا نہیں آتی؟

مزید فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن سَحَری کے وَقْت اور نمازِ فجر کے بعد دیکھا کرتے تھے کہ تمام راستے لوگوں سے بھرے پڑے ہیں جو گلیوں میں پیدل چل رہے ہوتے اور جامع مسجد کی جانِب جانے والے راستوں میں اچھّی خاصی بھیڑ ہوتی جیسا کہ آج کل عید کے دنوں میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ یہ عمل کم ہوتا گیا اور جیسے لوگ اسے جانتے ہی نہ ہوں اور پھر اسے مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا۔ کیا آپ کو اس بات سے حَیا نہیں آتی کہ ذِمّی لوگ آپ کے جامع مسجِد جانے سے پہلے صُبْح سویرے اپنے عِبادت خانوں کا رُخ کرتے ہیں؟ اور کیا آپ جامع مَسجِد کے ساتھ مَوجود کھلی جگہوں میں چیزیں بیچنے والے تاجروں کو مُلاحَظہ نہیں فرماتے کہ وہ دُنیا کمانے کی خاطِر صبح سویرے ان مَیدانوں کا رُخ کرتے ہیں اور لوگوں کے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے اور آخرَت کا سرمایہ اکٹھا کرنے کی خاطِر جانے سے پہلے وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں؟ لہٰذا مُناسب یہ ہے کہ نمازی ایسے لوگوں سے قبل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہونے میں سَبقت لے جائے اور جلدی کرے۔[1]

......آپ وقت کے قدر دان تھے

حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی زِنْدَگی کا ہر ہر لمحہ یادِ الٰہی میں بَسَر ہوتا، آپ کا تَعلُّق صُوفیہ کے جس مکتبہِ فِکْر سے تھا گویا کہ وہ یادِ الٰہی سے غَفلت میں لی جانے والی سانس کو سانس ہی شُمار نہ کرتے۔ جیسا کہ تَصَوُّف

[1] ......قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون، ج ۱، ص ۱۲۷

کے اَسالیب میں حضرت سیِّدُ ناسہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے ایک مُرید کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ کَثْرتِ یادِ الٰہی کی وجہ سے اس کے خون کا ہر ہر قطرہ اللّٰہ اللّٰہ پکارنے لگا تھا۔حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی میں بھی چونکہ اپنے مُرشِد حضرت سیِّدُ نا شیخ سہل بن عبد اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی تربیَّت کی جھلک موجود تھی جس کی وجہ سے آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ صرف دن رات کو اپنے اوراد و وظائف وغیرہ کے لیے مُختَص کر رکھا تھا بلکہ راہِ سُلوک پر چلنے والوں کو بھی وَقْت کی اہمیَّت کا اِحساس دلاتے رہتے تھے۔ **قُوْتُ الْقُلُوب** میں کئی مَقامات پر اس کی مِثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ،

ایک مَقام پر فرماتے ہیں: اہلِ مُراقَبہ میں سے کسی کے مُشاہَدہ کی ابتدا یہ ہے کہ وہ اس بات کو یقینی طور پر جان لے کہ کسی بھی وقت میں اگرچہ وہ وقت کتنا ہی مُختَصر کیوں نہ ہو، تین باتوں سے خالی نہ ہو:

(۱)......اس وقت میں اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی فرض لازم ہوگا، جس کی دوصُورَتیں ہیں: وہ امر ایسا ہوگا جس کے بجا لانے یا چھوڑ دینے کا اسے حکم دیا گیا ہوگا۔ اسے مَنْہِیّات سے اِجْتِناب کرنا بھی کہتے ہیں۔

(۲)......وہ وقت کسی مُسْتَحَب کام کی ادائیگی میں بَسر کردے یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث بننے والے خیر و بھلائی کے کسی امر کی ادائیگی میں سَبقَت لے جائے اور نیکی کا کام وقت خَتْم ہونے سے پہلے پہلے فوراً ادا کرلے۔

(۳)......وہ اس وقت میں کوئی ایسا مُباح کام سرانجام دے جس میں جسم اور دل دونوں کا فائدہ ہو۔

مؤمن کے لئے ان مَذکورہ اوقات کے علاوہ کوئی چوتھا وقت نہیں، اگر اس نے کوئی چوتھا وقت نکالا تو وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تجاوُز کرنے والا شُمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تجاوُز کرتا ہے وہ اپنے ہی نَفْس پر ظُلْم کرنے والا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی راہیں پیدا کرنے والا شُمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی باتیں پیدا کرے وہ مُتَّقِین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے والا ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی چونکہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو الحسن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السادس والعشرون، ج ۱، ص ۱۵۹

واسطہ سے حضرت سیّدُ نا شیخ ابومحمد سَہل تُسْتَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے اُسْلوبِ طریقت سے وابَستہ تھے، جس کا آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے **قُوْتُ القُلُوب** میں کئی مَقامات پر اظہار بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ،

ایک مَقام پر حضرت سیّدُ نا شیخ ابومحمد سَہل تُستری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا قول کچھ یوں نَقْل فرماتے ہیں:

- ......ایمان کی علامَت مَحبَّتِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ باری تعالیٰ کی علامت مَحبَّتِ کلامِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ کلامِ باری تعالیٰ کی علامَت مَحبَّتِ محبوبِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......مَحبَّتِ محبوبِ باری تعالیٰ کی علامَت اِتّباعِ محبوبِ باری تعالیٰ ہے۔
- ......اور اتّباعِ محبوبِ باری تعالیٰ کی علامَت زُہد (یعنی دنیا سے کَنارہ کَشی) ہے۔

حضرت سیّدُ نا ابومحمد سہل بن عبد **اللہ** تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے اس فرمان کی روشنی میں جب حضرت سیّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی زِندَگی کا مُطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پابَندِ سنَّت اور ماحیِ بدعَت تھے، یقین کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام کی، مَحبوبِ باری تعالیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی سنَّتوں کی مَحبَّت آپ کے دل میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی، اسی وجہ سے آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو اَولیائے کاملین کے سرداروں میں شُمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ،

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی دُنیا و لذّاتِ دنیا سے کَنارہ کَشی کے مُتعلّق شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی شُہرہ آفاق کِتاب **فیضانِ سنت** میں نَقْل فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے تقویٰ کا عالَم یہ تھا کہ ایک مدّت تک کھانا ہی چھوڑ دیا تھا، **فَقَط** مُباح خُودرَو گھاس (یعنی قدرتی طور پر اُگ جانے والی گھاس) کھا کر گزارہ فرماتے رہے، صرف سبز سبز گھاس کھاتے تھے اِس لئے آپ کی کھال سَبز ہوگئی تھی۔ [1]

حضرت سیّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کا دُنیا کی نِعْمتوں سے مُنہ مَوڑ کر صِرف گھاس پر گُزر بسَر کرنا اس

---

[1] ......فیضان سنت، ج ۱، ص ۱۷۶

بات کی دلیل ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رِزْقِ حلال کا کس قدر اِہتمام فرماتے اور مُشتبہ رزق سے کس قدر پرہیز فرماتے۔ دنیا کی لذّتوں سے کنارہ کشی ہی چونکہ تصوّف کی اَصْل ہے۔ لہٰذا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہ صرف خود دنیا سے منہ موڑا بلکہ **قُوْتُ الْقُلُوب** میں راہِ طریقت کے مُسافِروں کو بھی اس پُرخطر راہ پر چلنے کے ایسے نایاب قیمتی مَدَنی پھول عطا فرمائے جو اپنی مِثال آپ ہیں۔ چنانچہ،

ایک مَقام پر فرماتے ہیں کہ ایک مُرید میں سات باتوں کا پایا جانا بہت ضروری ہے:

(۱)......ارادے میں سچّائی کا ہونا۔ اس کی علامت ہے آخرت کے لیے زادِ راہ کا تیار ہونا۔

(۲)......طاعت کے اسباب اختیار کرنا۔ اس کی علامت ہے بُرے دوستوں کو چھوڑ دینا۔

(۳)......حالِ نفس کی مَعْرِفت رکھنا۔ اس کی علامت ہے آفاتِ نَفْس سے آگاہ ہونا۔

(۴)......عالِمِ رَبّانی کی مجلس میں بیٹھنا۔ اس کی علامت ہے عالِمِ ربّانی کو دوسروں پر ترجیح دینا۔

(۵)......توبہ نَصوح کا ہونا تاکہ اس کے سَبَب حَلاوتِ طاعَت پائے اور ہمیشہ ثابِت قدم رہے۔ توبہ کی علامت ہے خواہشِ نفس کے اسباب کا خاتمہ اور نفس کو اس کی مَرغوب اشیاء سے دور رکھنا۔

(۶)......ایسی حَلال اشیاء کھانا جو مذموم نہ ہوں۔ اس کی علامَت ہے رزقِ حَلال تلاش کرنا اور اس میں شرعی حکم سے مُوافَقت رکھنے والے کسی مُباح سبب کی بِنا پر علم کو پیشِ نظر رکھنا۔

(۷)......نیک کام میں مدد کرنے والے کسی رفیق کا ہونا۔ اچھّے رفیق کی علامت ہے اس کا نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعَاوُن کرنا اور گناہ و سرکشی سے مَنع کرنا۔

پس یہی سات عادتیں اور خصلتیں اِرادت کی غِذا ہیں جن کے بغیر اِرادت قائم نہیں ہوسکتی اور ان سات باتوں پر عَمَل کرنے کے لئے چار چیزوں سے مدد حاصل کی جاسکتی ہے اور یہی چاروں چیزیں مُرید کے لئے نہ صرف اصل کی حَیثیَّت رکھتی ہیں بلکہ انہی کے سبب وہ دیگر فرائض واَرکان کی ادائیگی پر قُوَّت وتوانائی بھی حاصل کرتا ہے:

(۱)......بھوک (۲)......شب بیداری (۳)......خاموشی اور (۴)......خَلْوَت۔ [1]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۶۹

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یہ قول اپنے شیخ کے شیخ حضرت سیِّدُ نا سَہْل تُسْتَرِی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ایک قول سے ماخوذ ہے جو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کچھ یوں نَقْل فرمایا ہے: ساری بھلائیاں چار باتوں میں جمع ہوگئی ہیں جن کے سَبَب ابدال ابدال بنتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) پیٹوں کا خالی ہونا (۲) خاموشی (۳) شب بیداری اور (۴) لوگوں سے کِنارہ کشی۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص بھوک اور تکلیف پر صَبْر نہ کر پائے وہ کبھی بھی اس اَمر کو ثابِت نہیں کر سکتا۔[1]

پس شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی ذِکر کردہ بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی میں یہ چاروں اوصاف بَدَرجۂ اَتَم پائے جاتے تھے۔ چنانچہ، حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے بُھوک (پیٹ کے قُفْلِ مدینہ) کے مُتعلّق عطا کردہ یہ مَدَنی پھول تو ہر مُرید کو ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں:

- ......بُھوک زُہد کی چابی اور آخرت کا دروازہ ہے۔
- ......اس میں نفس کی ذِلّت، اِہانت، کمزوری اور عاجزی پنہاں ہے۔
- ......اس میں دل کی زِنْدَگی اور اس کی صِحَّت کا راز پوشیدہ ہے۔
- ......بھوکا شخص عموماً خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور خاموشی ہی میں سلامتی ہے۔
- ...... پیٹ بھر کر کھانا دنیا میں رَغْبَت رکھنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی شِکَم سیری (پیٹ بھر کر کھانے) کے متعلّق فرماتے ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا دنیا میں رَغْبَت رکھنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے منقول ہے کہ شَہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسْن و جَمال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلی بدعت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی پیدا ہوئی۔[2] کیونکہ جب لوگوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو ان کی شہوتیں بھی بے لگام ہو جاتی ہیں۔[3]

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۷۰

[2] ......موسوعۃ لابن الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۲۲، ج ۴، ص ۸۲

[3] ......قوت القلوب، الفصل السابع والعشرون، ج ۱، ص ۱۷۴

......آپ کی قرآنِ کریم سے محبت

حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: تم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کے مُتعلق ہی کسی سے سُوال کیا کرے، اگر وہ قرآنِ کریم سے مَحبّت کرے گا تو وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبّت کرنے والا ہوگا اور اگر قرآنِ کریم سے محبت نہ ہوگی تو اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبّت نہ ہوگی۔

حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُ نا ابن مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فرمان ذکر کرنے کے بعد جو کلام کیا ہے وہ اس بات کا بیّن ثُبوت ہے کہ آپ کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے کلام سے کس قدر مَحبّت تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُ نا ابنِ مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اِرشاد فرمایا ہے کیونکہ جب آپ کسی بات کرنے والے کو محبوب جانیں گے تو یقیناً اس کے کلام کو بھی پسند فرمائیں گے اور اگر اسے ناپسند کرتے ہوں گے تو یقیناً اس کی باتوں کو بھی ناپسند کریں گے۔ [1]

یقیناً مَخلُوق پر حجاب ڈال دیا گیا ہے کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کی حقیقت سمجھے اور اس کی مُراد کے راز کی مَعْرِفَت حاصِل کرے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مَعْرِفَت کی حقیقت لوگوں سے چھپا رکھی ہے اور انہیں اسی قدر اپنے کلام کی مَعرِفت عطا فرمائی ہے جس قدر انہیں اپنی ذات کی مَعرِفت عطا فرمائی ہے، اس لئے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے اس کی صِفات، افعال اور احکام کی مَعرِفت حاصِل ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا کلام در حقیقت اس کی صِفات کا ہی ایک حصّہ ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں آسانی بھی ہے اور سختی بھی، اُمّید بھی ہے اور خوف بھی کیونکہ رحمت اور لُطف، اِنْتِقام و گرفت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے اَوصاف ہیں۔ پس اگر کسی کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت اس طرح نصیب نہ ہو جیسے کوئی خود کو جانتا ہے تو سوائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی اس کے کلام اور اوصاف کی حقیقت نہ جان سکتا۔

لہٰذا مخلوق میں جو سب سے زیادہ کلامِ باری تعالیٰ کے مَعانی جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کی صِفات کے مَعانی کا عارِف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف، اَخلاق اور احکام کا مَفْہوم جاننے والا ہوتا ہے وہی خِطاب

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السابع عشر، ج ۱، ص ۱۰۴

کے رازوں، حُروف کی شکل اور کلام کے باطنی مَفہوم کا عارف ہوتا ہے اور سب سے زیادہ وہی اس کا حقدار ہے جو سب سے زیادہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قریب وہی ہوتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے ترجیح دے کر خاص کر لیتا ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی **عارِف باللّٰه** تھے، اور آپ کو قرآنِ کریم سے حد درجہ مَحبَّت تھی، نیز آپ عُلومِ قرآن سے بھی خوب آگاہ تھے جس کی بے شُمار مثالیں **قُوتُ القُلُوب** میں مُلاحَظہ کی جا سکتی ہیں۔ بِالخُصوص 16 سے لے کر 19 تک کی فصلوں میں تِلاوت اور آدابِ تلاوت وغیرہ کے متعلق اَسلاف کے طریقہ ہائے کار مذکور ہیں۔ اور سترہویں فصل میں حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے قرآنِ کریم کے غریب (یعنی انوکھے، مشکل اور عجیب) الفاظ کی جو تفسیر بیان کی ہے، وہ آپ کے علم کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس فصل میں خالص علمی بحث کی گئی ہے جو عوام کی عقل سے بالاتر ہے اور صرف اہلِ عِلْم ہی اس سے اِستِفادہ کر سکتے ہیں۔

......عبادت و ریاضت

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے مُتعلّق حضرت سیِّدُنا امام عَفِیفُ الدین **عبد اللّٰه** بن اسعد بن علی یافِعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الکَافِی (متوفی ۷۶۸ھ) اپنی کِتاب **مِرْاٰۃُ الْجِنَان** میں فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے راہِ سلوک کی منزلیں سخت مُجاہَدے کر کے طے کیں اور پھر آخرِ عمر میں صاحبِ اَسرار و مُشاہَدہ بُزُرگانِ دین میں شُمار ہونے لگے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا امام یافِعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الکَافِی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے اِبتدائی دَور میں راہِ سُلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے کس قدر جانفشانی سے مُجاہَدے و رِیاضَت سے کام لیا۔ اس کی ایک جھلک قُوتُ القُلُوب کے ابتدائی چند ابواب سے سمجھی جا سکتی ہے جن میں حضرت سیِّدُنا شیخ

---

[1] ......قوت القلوب، الفصل السادس عشر، ج ۱، ص ۹۲

[2] ......مراٰۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲، ص ۳۲۳

ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے دن اور رات کے اوقات کو نہ صرف مختلف ذکر واذکار کے لیے تقسیم فرمایا ہے بلکہ بے شُمار اوراد ووظائف مع فضائل ذکر کئے ہیں۔ حُجّۃُ الاسلام حضرت سیِّدُ نا امام غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَالی نے اپنی کتاب اِحیاء عُلُوم الدین میں تقریباً جس قدر اوراد ووظائف وغیرہ ذکر کئے ہیں ان کا ماخذ قُوْتُ القُلُوب ہی ہے۔

تعریفی کلمات

امام یافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الکَافِی نے **مِرْاٰۃُ الْجِنَان** میں آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **شَیْخُ الْاِسْلَام قُدْوَۃُ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَام** یعنی اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے سردار وپیشوا کے لَقَب سے یاد فرمایا ہے۔[۱] اور **اَعْلَام لِلزِّرْکلی** میں آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **واعظ، زاھد، فَقیہ** کے القابات سے یاد فرمایا گیا ہے۔[۲] ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خِلِّکَان (متوفی ۶۸۱ھ) **وفَیَات الْاَعْیان** میں فرماتے ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا شماران صالحین میں ہوتا ہے جو بہت زیادہ عِبادت کرتے تھے۔[۳]

اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کو جن پیارے القابات سے یاد فرمایا ہے ان کا تذکرہ بالتفصیل گزر چکا ہے۔ اور عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فیضانِ سنّت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُ نا **ابو طالِبُ المکّی** پائے کے عالم، **مُحَدِّث** ومُفکِّر بہت بڑے **ولیُّ اللّٰہ** اور تصوُّف کے زبردست امام گزرے ہیں۔ حضرتِ سیِّدُ نا امام محمد غَزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَالی نے **تصوُّف** میں ان کی کتاب **قُوْتُ الْقُلُوب** سے خوب اِسْتِفادہ فرمایا ہے۔[۴]

---

[۱] ......مراۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، ج ۲، ص ۳۲۳

[۲] ......اعلام للزرکلی، ج ۶، ص ۲۷۴

[۳] ......وفیات الاعیان، ج ۴، ص ۱۲۱

[۴] ......فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۶۷۱ .... المنتظم لابن جوزی، ج ۱۴، ص ۳۸۵

وصال

شیخِ طریقت، اَمیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ فیضانِ سنَّت میں نقل فرماتے ہیں: بوقتِ وفات کسی نے حضرت سیِّدُنا ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خِدمت سراپا عظمت میں عرض کیا: حُضُور مجھے کچھ وصیَّت فرمائیے۔ فرمایا: اگر میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے تو میرے جنازے پر بادام وشکر لُٹانا۔ عرض کیا: مجھے کیسے پتا چلے گا؟ فرمایا: میرے پاس بیٹھے رہو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اگر میں نے تمہارا ہاتھ **بقُوَّت** دبا لیا تو سمجھ لینا میرا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ چنانچہ، ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جب وقتِ رُخصت قریب آیا تو آپ نے اس کا ہاتھ زور سے دبا لیا اور روح قَفَسِ عُنْصَرِی سے پرواز کر گئی، جب جنازہ مُبارکہ اٹھایا گیا تو اس پر شکر اور بادام لٹائے گئے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا یومِ عُرس ۶ جُمادی الآخرہ ۳۸۶ھ ہے۔ بغدادِ مُعلّٰی میں مَقبرہ مالِکیہ میں آپ کا مَزار فائضُ الانوار زیارت گاہِ خواص وعام ہے۔ [1]

عاشق کا جَنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
مَحبوب کی گلیوں سے ذرا گھوم کے نکلے

تصانیف

آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تصوّف اور توحید پر کُتُب تحریر فرمائیں، آپ کی مشہور تصنیف **"قوت القلوب"** ہے جس کے متعلق **کَشْفُ الظُّنُون** میں ہے کہ طریقت کی باریکیوں میں اسلام میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور نہ ہی حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے پہلے کسی نے تصوّف کی ان باریکیوں کو اِحاطۂ تحریر میں لانے کی جُرأت کی تھی۔ [2]

---

[1] ......فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۶۷۱

[2] ......کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۳۶۱

پانچواں مرحلہ

کچھ قُوتُ القُلُوب کے بارے میں

قُوْتُ القُلوب کا شُمار تصوف کی ابتدائی اور بُنیادی کُتُب میں ہوتا ہے مگر یہ اپنی نَوعِیَّت کے لحاظ سے اس مَوضوع پر پہلی کِتاب ہے، چوتھی صدی ہجری میں اگرچہ علم تصوف پر دو کتابیں لکھی گئی یعنی اللُّمَع اور قوت القلوب۔ دونوں عُلَما و مَشائخ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی کے ہاں مَقبول ہوئیں مگر **قُوْتُ القُلوب** نے فَقِیدُ المِثال مَقبولیت حاصل کی جس کے ثُبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ اکثر بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ المُبِیْن نے اس سے نہ صرف اِسْتِفادہ کیا بلکہ اس کے اُسلوب کو بھی اپنایا ہے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کی کتاب **قُوْتُ القُلوب** کی بے شُمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ سے پہلے اس اسلوبِ بیان کو کسی نے اختیار نہیں کیا، اس میں آپ نے جہاں عِلْمِ تَصَوّف کے بند دروازوں کو کھولا ہے وہیں دُرُشت مَعانی اور خوبصُورت الفاظ بھی اس کتاب میں جَمْع کر دیئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ عُلوم مع اُصُول وفُروع اس طرح ذکر کیے ہیں کہ بلاشُبہ یہ کتاب اُس عِلْم وفَن کی کسی بھی کِتاب کا بدل قرار دی جاسکتی ہے مگر اس علم کی کوئی بھی کتاب **قُوتُ القُلوب** کا بدل نہیں بن سکتی مثلاً قُوتُ القلوب کو علم تصوف کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اُصولِ حدیث[1] کی کسی بھی ابتدائی وبُنیادی کِتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے مگر اُصُولِ حدیث کی کوئی بھی کِتاب قُوت القلُوب کا بدل نہیں بن سکتی اور یہی اس کِتاب کی اِنْفِرادِیَّت ہے۔ اگرچہ بعض کُتُب میں یہی اُسلوب اپنانے کی کوشش کی گئی ہے مگر ان سب کی اَصْل قُوْت ہی ہے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کو ان کے علم کے تناظُر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

---

[1] ......قوت القلوب کی 31 ویں فصل کے آخری حصہ کا مُطالعہ کرنے سے اس بات کا بخُوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ صاحبِ قُوت نے جو بُنیادی اُصول بیان کیے ہیں ان کی بنا پر اسے کسی بھی اصولِ حدیث کی کِتاب کا بدل قرار دیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ آپ کے ذِکر کردہ انہی اُصولوں میں سے ایک اصول کو اعلیٰ حضرت نے بھی فتاویٰ رضویہ شریف میں بطورِ دلیل ذکر کیا ہے۔ جس کا مُطالعہ آپ اسی مُقدّمہ میں ''**اعلیٰ حضرت اور صاحبِ قوت**'' کے عُنوان کے علاوہ ''**احادیث وآثار سے اِستِدلال**'' کے عُنوان کے تحت بھی کر سکتے ہیں۔

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بہترین قاری، خطیب، شیریں بیاں واعظ ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر، اصولِ تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ اور عِلْمِ توقیت و ہیئت وغیرہ ایسے عُلوم کے جاننے والے بھی تھے۔ کیونکہ بہت سے عُلوم کے مُبادِیات کے متعلق آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی نہ کسی حد تک **قُوْتُ الْقُلُوب** میں کلام فرمایا ہے۔ چنانچہ **قُوتُ الْقُلُوب** کے مُطالعہ سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی شخصیَّت پر پڑے ہوئے حجاب خود بخود کھلتے جاتے ہیں۔ لہٰذا آیئے **قُوْتُ الْقُلُوب** کا سرسری جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی اس نایاب کتاب میں کن عُلوم کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ ان عُلوم میں کس قدر مُمارَست و مَہارَت رکھتے تھے، کیونکہ علم خواہ کیسا بھی ہو اگر اسے جاننے والا اس علم کے اُصول و فُروع کے ساتھ ساتھ اس کے برمَحَل استعمال سے بھی واقف ہو اور موقع محل کے مطابق اِستِدلال کا ملکہ رکھتا ہو تو اسے بجا طور پر اس علم کا بخوبی جاننے والا کہا جا سکتا ہے۔

مگر یہ سب جاننے سے پہلے ضروری ہے کہ صاحبِ قُوت کا اُسلوبِ بیان جان لیا جائے تاکہ ان کا مِزاج جان کر کتاب کے مُطالعہ سے کماحقّہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چنانچہ،

نام میں انفرادیت

اگر صرف **قُوتُ الْقُلُوب** کے نام پر ہی غور کر لیا جائے کہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اپنی اس تصنیف کا یہ نام کیوں رکھا تو اس سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کس قدر پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیاری امّت کی اِصلاح کی کوشش فرمانے والے تھے، کیونکہ **قُوتُ القلوب** کا مطلب ہے دلوں کی غِذا۔ یعنی آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ کہنا چاہتے ہیں ہر ذی رُوح کو زندہ رہنے کے لیے چونکہ ظاہری غِذا کی ضرورت ہے اور وہ بقائے حَیات کے لیے دل کی دھڑکنوں کا مُحتاج ہے مگر اسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی نَشو و نما اور صحّت و سلامتی کے لیے دل کی تندرستی لازم ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ جسم کی غِذا کے ساتھ ساتھ دل کی غذا کا خاص خیال رکھا جائے اور دل جس غِذا سے راحت و فرحت پاتے ہیں وہ تقویٰ و طہارت اور ذِکرِ خُداوندی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (پ۱۳، الرعد:۲۸)

پس آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے **نَفْسِ مُطْمَئِنّه** کے مَقام تک رسائی پانے اور اطمینانِ قلبی کے حُصول کے لیے **قُوت القُلوب** میں ایسے نادِر و نایاب مدنی پھول عطا فرمائے ہیں جن کی مہک سے آج بھی لوگوں کے قلوب و اَذہان مُعطَّر ہیں۔

اسلوبِ بیان

اِمامِ اَجَلّ حضرت سیدنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے **قُوْتُ القُلُوب** چونکہ راہِ طریقت پر چلنے کی خواہش رکھنے والے ان نَو وارِدوں کی رہنمائی کے لیے لکھی ہے جو اس راہِ پُرخَطَر کی دشواریوں سے تو انجان ہیں مگر مَنزِلِ مَقصود پانے کی آرزو اور تڑپ رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے انتہائی سَہل اُسْلُوبِ بیان اپنانے کی کوشش فرمائی تاکہ ہر خاص و عام اس کِتابِ مُسْتَطاب سے اِسْتِفادہ کر سکے۔ چنانچہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه اپنے نُقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے بطورِ دلیل قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات پیش کرتے ہیں، اس کے بعد احادیثِ مبارکہ، پھر سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے اقوال اور طریقے بیان کرتے ہیں۔ یہ اسلوب اگرچہ ہر کوئی اپناتا ہے مگر ان آیاتِ بینات و احادیثِ مُبارکہ اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے اقوال کی روشنی میں حضرت سیّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی سالکینِ راہِ ہِدایت کے لیے جو مہکے مہکے مَدَنی پھول پیش کرتے ہیں وہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه ہی کا خاصّہ ہے۔ چند مثالیں مُلاحَظہ فرمایئے:

قرآنِ مجید سے استدلال

آیاتِ بیّنات سے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کا اندازِ اِستِدلال بڑا ہی مُدبِّرانہ و مُحقِّقانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے **قُوتُ القُلوب** کی پہلی دو فصلوں میں سوائے آیاتِ بینات کے کچھ کلام ذکر نہیں کیا۔ مگر ان فصلوں کے عُنوانات سے ظاہر ہے کہ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کیا اِستِدلال فرما رہے ہیں۔ ان فصلوں میں آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے صرف آیاتِ بینات سے بندے اور اس کے رب کے تعلّق کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مُجاہدہ و رِیاضت کے

احکام بھی بیان کر دیئے ہیں جو یقیناً آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے **عَارِف بِاللّٰہ** اور **عَالِمِ رَبَّانی** ہونے کا مظہر ہیں۔

بطورِ مثال تلاوت کا حق ادا کرنے والوں کے مُتعلّق آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول پیشِ خدمت ہے:

تِلاوت کا حق صرف ایمان والے ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جب بندۂ مومن کو حقیقتِ ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اس کی مِثل ایسے مَعانی ومَفاہیم بھی عطا فرماتا ہے جن کا سرچشمہ حقیقتِ مُشاہدہ ہے۔ اس طرح بندے کی تِلاوت تو مُشاہدہ سے ہوتی ہے مگر اس کے ایمان میں زِیادتی تِلاوت کے مَعانی ومَفاہیم سمجھنے سے ہوتی ہے اور یہی حقیقتِ ایمان کا مِعْیار ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ط
ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔ (پ۹، الانفال:۲)

اور ایک مَقام پر ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط (پ۹، الانفال:۴)
ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچّے مسلمان ہیں۔

پس بندۂ مومن کو اس وقت حُضوری کا شرف ملتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عَذاب سے ڈرانے والوں میں اس کا شُمار ہونے لگتا ہے، خاص طور پر ایمان کی زیادتی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی بَشارتیں دینا اس کے حصّے میں آتا ہے۔ چنانچہ، قرآنِ کریم میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حُضوری واِنذار کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾
ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈرسناتے پلٹے۔ (پ۲۶، الاحقاف:۲۹)

اور ایمان کی زِیادتی اور اِستِبشار (یعنی خوش ہونے) کا تذکرہ ان آیاتِ بینات میں کیا:

فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ایمان کو اس نے ترقّی دی اور وہ خوشیاں مَنا رہے ہیں۔ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۴)

احادیث وآثار سے استدلال

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی پائے کے مُحدِّث تھے اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو روایتِ بُخاری کی اِجازَت بھی حاصِل تھی جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے شُیوخ کے ضِمن میں بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **قُوتُ الْقُلُوب** میں درج احادیثِ مُبارکہ اور اقوال وآثار کے متعلق 31 ویں فصل کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ "ہم نے اس کِتاب میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جو روایات نقل کی ہیں یا صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان، تابعین وتبع تابعینِ عُظّام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اقوال ذکر کئے ہیں وہ سب اپنی قُوَّتِ حافِظہ سے قلم بند کئے ہیں اور تقریباً تمام آثار واخبار میں **روایت بِالْمَعْنٰی** [1] کا اِلْتِزام کیا ہے، مگر بعض رِوایات ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس تھیں یا ان تک ہماری رسائی ممکن تھی تو ہم نے ان میں الفاظ کا بھی خیال رکھا ہے اور جو ہماری پہنچ سے دور تھیں اور ہم انہیں حاصِل بھی نہ کر سکے تو ان کی خاطِر زیادہ کوشش بھی نہ کی۔ اب ہم اس سلسلے میں اگر حق پر ثابِت قدم رہے ہیں تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ بہترین توفیق اور تائید کی بدولت ہے اور اگر اس میں کوئی خطا ہو گئی ہے تو یہ ہماری غلطی ہے جو غفلت کا نتیجہ ہے۔ یا ہم سے کہیں نِسیان وعُجلت کا مظاہرہ ہوا ہے تو یاد رکھیں کہ نِسیان و عُجلت کا مُظاہَرہ ہمیشہ شیطانی عَمَل دخل سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی وہی کہیں گے جو حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا یعنی ہمارا قول ان کی رائے کے تابع ہے۔ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بیان اور ثابِت قدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا ہے اور عُجلت و نِسیان شیطان کی پیداوار ہے۔" [2] یعنی عُجلت ونسیان کا واسِطہ وسبب شیطان ہے اور دوسرا یہ کہ بندے پر اس وقت توفیق کی کمی ہوتی ہے۔ (مزید فرماتے ہیں کہ) میں نے جہاں کثیر رِوایات میں الفاظ کا اِہتمام نہیں کیا تو وہیں تمام رِوایات میں مفہوم ومعنٰی سے بھی رُوگردانی نہیں کی کیونکہ میرے نزدیک الفاظ کا اہتمام لازِم وضروری نہیں بشرطیکہ جب آپ رِوایَت بِالمعنٰی کریں تو آپ پر لازِم ہے کہ آپ کلام میں ہونے والی تبدیلی اور مختلف مَعانی ومَفاہیم کے فرق

---

[1] ...... **روایت بالمعنٰی** سے مراد یہ ہے کہ کسی حدیث یا روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس کا معنی ومفہوم تبدیل نہ ہو۔

[2] ...... مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۴۲۴۰، ج۳، ص ۴۴۳

کو بخوبی جانتے ہوں اور تحریف یا لفظی ہیر پھیر سے بھی اِجتناب کریں۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے بھی **رِوَایت بِالمَعنی** میں رُخصت دی ہے۔ ان میں امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، حضرت سیِّدُ نا ابن عبَّاس، حضرت سیِّدُ نا اَنس بن مالک، حضرت سیِّدُ نا واثلہ بن اُسْقَع اور حضرت سیِّدُ نا ابو ہُریرہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی شامل ہیں۔ اور تابعین کی بھی ایک کثیر تعداد **روایت بالمعنی** کی قائل تھی۔ جن میں امامُ الائمہ حضرت سیِّدُ نا حسن بصری، امام شعبی، عَمْرو بن دینار، ابراہیم نَخْعی، مُجاہِد وعِکرمہ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جیسے جلیلُ القدر بُزُرگ ہیں۔ ہم نے ان کی کتابوں سے یہ اخبار وآثار الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا امام ابن سِیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث دس راویوں سے سنتا تو سب کے الفاظ مختلف ہوتے مگر مَفہوم ایک ہی ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ سرکارِ ابدقرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ کی رِوایَت میں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِختِلاف مَروی ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض کامل رِوایات بیان کرتے تو بعض مُختصر اور بعض صرف مَعنیٰ و مَفہوم کو ہی کافی جانتے اور بعض دو مُترادِف لفظوں میں تَغیُّر وتبدُّل کی وُسعت پاتے کہ مَعنیٰ ومَفہوم میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو تو ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دیتے۔ مگر ایسا وہ اپنی خواہش سے نہ کرتے اور نہ ہی ان کا جھوٹ باندھنے کا کوئی ارادہ ہوتا بلکہ ان سب کا مَقْصد تو سچ بیان کرنا اور جو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا اس کا مَفْہوم بیان کرنا ہوتا۔ پس اس لئے احادیث کی روایت میں انہوں نے وُسْعت سے کام لیا اور وہ کہا کرتے کہ جھوٹ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔

(مزید کچھ آگے فرماتے ہیں کہ) ہم نے اپنی اس کتاب میں بعض مُرْسَل [1] اور مَقْطُوع [2] رِوایات بھی ذکر کی ہیں

---

[1] ......وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد صحابی کا نام حذف کر کے اسے براہِ راست سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کیا جائے۔

[2] ......وہ حدیث جس کی سند میں سے کوئی بھی راوی ساقط ہو جائے عموماً اس کا اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔ مثال: **رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ زَیْدِ بْنِ یُثَیْعٍ عَنْ حُذَیْفَةَ مَرْفُوْعاً: اِنْ وَلَّیْتُمُوْهَا اَبَابَکْرٍ فَقَوِيٌّ اَمِیْنٌ**۔ اس حدیث کی سند سے ایک راوی ساقط ہے جس کا نام شریک ہے یہ راوی ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان سے ساقط ہے کیونکہ ثوری نے یہ حدیث ابو اسحاق سے نہیں سنی بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابو اسحاق سے۔ (نصاب اصول حدیث، ص ٦٢)

اور بعض ایسی رِوایات بھی ہیں جن کی سَنَد میں کلام کیا گیا ہے۔مگر یاد رکھیں کہ ایک مَقْطُوع و مُرْسَل رِوایت سند کے بعض راویوں کے لحاظ سے صحیح بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ راوی اَئِمَّہ حدیث ہوں۔

اس کے بعد آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے ایسی رِوایات کو قُوْتُ القلوب میں نقل کرنے کی بعض وُجوہات ذکر کی ہیں۔پھر آخر میں اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جو چند باتیں ذکر کی ہیں یہ معرفتِ حدیث میں اُصول کا درجہ رکھتی ہیں اور معرفتِ حدیث ایک ایسا علم ہے جو صرف عارِفین ہی جانتے ہیں اور یہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔مگر سَلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے بعد اب ایک ایسی قوم پیدا ہو چکی ہے جن کے پاس نہ تو کوئی خاص علم ہے اور نہ ہی ان کی علمی حالت قابلِ ذکر ہے بلکہ ان کا تو عبادت سے بھی کوئی کام نہیں۔انہوں نے سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا راستہ چھوڑ کر اپنے نُفوس کے بہلاوے کے لئے ایک ایسا علم بنا لیا ہے جس میں نہ صرف خود مَصروفِ عَمَل ہیں بلکہ جو ان کی باتیں سنتا ہے وہ بھی اس علم میں مَشغول ہو جاتا ہے۔پس یہ لوگ کتابیں لکھنے میں مَصروف ہیں اور انہوں نے اخبار و آثار کے نقل کرنے والوں کے مُتعلق ان کے مَعْلول ہونے کے بارے میں کلام کرنا شروع کر دیا ہے اور ہر وقت وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ ناقِلینِ احادیث کی لَغزِشوں کو جان سکیں۔اس طرح انہوں نے بدمذہبوں کے لئے یہ راستہ فراہم کیا کہ جب وہ رِوایات میں طَعْن دیکھیں تو سُنَن کو رَدّ کر دیں اور رائے اور قیاس کو ترجیح دیں اور جب لوگوں کو بِالخُصوص اس زمانے میں سنَّت سے ہٹا ہوا پائیں تو اپنے نظر و قیاس پر عمل کرنے پر رشک کریں۔لہٰذا جان لیجئے کہ وہ تمام احادیثِ مُبارکہ جو امورِ آخرت کی ترغیب دلائیں، دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر آمادہ کریں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اعمال و اصحاب کے فضائل و مَناقِب کے بارے میں مروی ہیں، ہر حال میں قبول کی جائیں گی۔خواہ مَقطوع و مُرسَل ہی ہوں۔ان سے منہ پھیرا جاسکتا ہے نہ انہیں رَدّ کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح جن احادیثِ مُبارکہ میں قِیامت کی ہولناکیوں، اس کے زلزلوں اور دوسری بڑی بڑی مُصیبتوں کا ذکر ہے، انہیں عَقْل کے پیمانے پر تولتے ہوئے ماننے سے انکار نہ کیا جائے گا بلکہ انہیں قُبول کیا جائے گا۔سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کا یہی طریقہ تھا۔کیونکہ علم اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اُصول بھی اسی بارے میں مروی ہیں۔چنانچہ مروی ہے کہ جسے کتاب و سنَّت سے کوئی فضیلت معلوم ہو اور وہ اس پر (ثواب کی امید رکھتے ہوئے) عمل کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے

اس پر عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ ویسا نہ ہو جیسے کہا گیا تھا۔[1]

مضامین ومفاہیم

قُوتُ القُلوب کے 48 فصلوں میں بیان کردہ بے شُمار مختلف قسم کے مَضامین ہی اس کی اِنْفِرادیت کے لیے کافی ہیں اگرچہ ان مَضامین پر بعد کے اکثر بُزُرگانِ دین نے بھی کلام فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت سیِّدُنا امام غَزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی **احیاء عُلوم الدین** ہو یا شیخ شہاب الدین سُہروَردِی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (متوفی ۵۳۹ھ) کی **عوارِفُ المَعارِف**، ہر ایک میں **قوت القلوب** کا فیض نظر آتا ہے۔ لہٰذا آیئے **قُوتُ القُلوب** کے مَضامین ومَفاہیم پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے سب سے پہلے راہِ طریقت پر چلنے والوں کی رہنمائی کے لیے ابتدائی آٹھ فصلوں میں قرآن وحدیث سے مُستَنبَط مُتفرّق اوراد ووَظائف ذکر کیے ہیں جن پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت سیِّدُنا امام غَزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَالی نے بھی انہیں تقریباً بعینہ **احیاء عُلوم الدین** میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد نویں فصل میں ایک سالِک کو فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دن کا آغاز نمازِ فَجْر سے کرے اور پھر دسویں فصل میں آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اوقات کی پہچان کے حوالے سے عِلْمِ توقیت کے جو مدنی پھول نقل فرمائے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک ماہرِ توقیت داں ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین ہیئت داں بھی تھے۔ اس کے بعد آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے 15 ویں فصل تک دن رات میں پڑھے جانے والے مختلف نوافل اور دیگر سرانجام دی جانے والی عِبادات کا تذکرہ فرمایا اور 16 ویں سے لے کر 19 ویں فصل تک صرف قرآن اور آدابِ قرآن سے متعلق سَیر حاصِل گفتگو فرمائی ہے۔ اگر کوئی حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے قرآن فہمی سے متعلق علم کو جاننا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ **قوت القلوب** کی 17 ویں فصل کا ضرور مُطالَعہ کرے۔ 21 ویں فصل میں جُمُعہ اور اس کے آداب اور 22 ویں میں روزہ اور اس کے آداب وغیرہ درج ہیں۔

23 ویں سے 30 ویں فصل تک سالکینِ راہِ طریقت کی رہنمائی کے لیے نفس، مُحاسبۂ نفس، مُراقبہ، مُشاہدہ اور

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، الحدیث: ۲۱۵۹۰، ج۷، ص ۱۲۴

مَقامات یقین وعلاماتِ اہلِ یقین کے متعلق اِنتہائی مُفید معلومات بیان کی گئی ہیں۔ 31 ویں فصل سے ایک عام انسان کو علم اور عُلَمائے حق کی نہ صرف پہچان ہوتی ہے بلکہ اس پر یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ عِلْمِ باطن عِلْمِ ظاہر سے کیوں افضل ہے۔ 32 ویں فصل تصوّف کی جان ہے، اس فصل میں آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے بالتفصیل مَقاماتِ یقین مثلاً توبہ، صَبر، شکر، رجا، خوف، زہد، توکّل، رضا اور محبّت کے متعلق کلام کیا ہے۔ 33 ویں فصل میں ارکانِ اسلام اور ان کے آداب واحکام ہیں۔ اس کے بعد 37 ویں فصل تک آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے عِلْمِ کلام کی دقیق ابحاث کو آسان پیرائے میں بیان کیا ہے تاکہ راہِ طریقت پر چلنے والے راہِ حق پر ثابت قدم رہیں اور مَسلک اہلِ سُنَّت وجَماعت پر کاربند رہتے ہوئے کبھی بھی بدمذہبوں کے ہتھے نہ چڑھیں۔ 38 ویں فصل میں نِیَّت اور اس کے ثمرات کا تذکرہ ہے۔ 39 ویں اور 40 ویں میں کھانا کھانے کے آداب، 41 ویں میں فقر کے فضائل وفرائض وغیرہ، 42 ویں میں سفر اور مسافر کے احکام، 43 ویں میں اِمامت اور اس کے احکام، 44 ویں میں اُخُوّت و بھائی چارے کے احکام، 45 ویں میں نکاح وغیرہ کے احکام، 46 ویں میں حَمام میں جانے کے احکام، 47 ویں میں تجارت اور تاجر کے احکام اور 48 ویں فصل میں حلال وحرام وغیرہ کے احکام کا بیان ہے۔

قوت القلوب کی اہمیت

قُوتُ الْقُلُوب کی اَہمیت واَفادِیَّت سے اہلِ علم خُوب آگاہ ہیں انہیں بتانے کی حاجت نہیں، عام لوگوں کے لیے یہی ایک مثال کافی ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کے ایک عظیم مُؤَرِّخ اور بزرگ صلاح الدین خلیل بن اَیبک بن **عبد الله صَفَدِی** عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی فرماتے ہیں کہ میں نے خانقاہِ سَریاقوس کے شیخُ المَشائخ حضرت سیِّدُنا شیخ مجدد الدِّین اَقْصَرائی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے پاس **قُوتُ القُلوب** کا ایک نُسخہ دیکھا، اس کی مِثل کوئی کِتاب میں نے آج تک نہ دیکھی تھی، کاش! اگر میرے لیے اس کو خریدنا ممکن ہوتا تو میں تین ہزار درہم کے بدلے بھی اسے خرید لیتا مگر وہ کتاب اس خانقاہ کے نام پر وَقف تھی۔

چھٹا مرحلہ

قوت القلوب اور المدینۃ العلمیۃ

......کام کرنے والوں کا انتخاب

ایک زبان سے دوسری زبان میں بیان کی گئی عبارت کو" ترجمہ" کہتے ہیں، بظاہر یہ کام آسان لگتا ہے مگر حقیقت میں ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ ہر زبان کی اپنی اصطلاحات، محاورے، اشارے کنائے اور مخصوص لب ولہجہ ہوتا ہے اور جب معاملہ دینی کتب کا ہو تو یہ دشواری دو چند ہو جاتی ہے کیونکہ دینی باتوں کے بیان میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے بالخصوص اگر کتاب تصوف (علم معرفت/تزکیۂ نفس) کے موضوع پر ہو کہ حضراتِ صوفیا کرام دینی مسائل کو انتہائی باریک بینی سے بیان کرتے ہیں، الغرض ترجمہ کی دشوار گزار گھاٹیوں کو وہی شخص عبور کر سکتا ہے جو دونوں زبانوں سے واقفیت کے ساتھ ساتھ کتاب میں بیان کردہ علم سے بھی آشنائی رکھتا ہو، بصورتِ دیگر ترجمہ کی غلطیاں پڑھنے والوں کو غلط راہ پر ڈال سکتی ہیں، ناواقف شخص کو ترجمہ سے اُسی طرح پرہیز کرنا چاہیے جس طرح شوگر کا مریض شکر سے پرہیز کرتا ہے ورنہ اِس کے پسماندگان کا جو حال ہوتا ہے وہی غلط ترجمہ پڑھنے والوں کا ہوگا۔

کسی بھی کام کو بخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے متعلقہ کام کے ماہرین درکار ہوتے ہیں، زیر نظر کتاب کے ترجمہ کا کام کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اسے پڑھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ حضرت مصنف حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی (متوفی ۳۸٦ھ) نے علوم و معارف کے جن بیش بہا خزانوں کو صفحۂ قرطاس پر انمول موتیوں کی طرح بکھیرا ہے ان کے ترجمہ و تفہیم کے لئے **دعوتِ اسلامی** کی خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی مجلس "**مجلس المدینۃ العلمیہ**" نے علوم و معارف کے اس انمول خزانے کو طشت از بام کرنے کی ذمہ داری شعبہ تراجم کتب (عربی سے اردو) کو سونپ دی۔ شعبہ تراجم میں اس وقت جتنے بھی مدنی علمائے کرام کَثَّرَھُمُ اللہُ تَعَالٰی ترجمہ، تقابل، تفتیش اور تخریج وغیرہ کی خدمت سر انجام دے رہے تھے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اپنی

مسلسل کاوشوں کے نتیجہ میں ان کاموں میں غیر معمولی مہارت و ممارست (تجربہ) رکھتے تھے، آپ کے ہاتھوں میں موجود اس کتاب کی پہلی جلد کا ترجمہ اور مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والے دیگر تراجم اس پر شاہدِ عدل ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل مزید برکتیں عطا فرمائے۔ امین

......کام کا آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! شعبہ تراجم کتب اپنے آغاز سے تادم تحریر 27 کتب کو عربی سے اُردو کے قالب میں ڈھال چکا ہے، اس شعبہ سے اب تک طبع ہونے والے ترجمہ کے صفحات کی تعداد 11231 ہے۔ **مجلس المدینۃ العلمیہ** کے تراجم اپنے غیر معمولی معیار، حسن صوری وحسن معنوی اور عام فہم ہونے کی بدولت نہ صرف عوام بلکہ علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کے درمیان بے حد مقبول ہیں اور یہ سارا فیضان حضور قبلہ امیر اہلسنت، شیخ طریقت حضرت علامہ، مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری زید مجدہ کے خلوص وللّٰہیت اور شریعت وطریقت سے کامل وابستگی کا نتیجہ ہے۔ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ کے پہلے عشرے میں جب کتاب "اَلزَّوَاجِرعَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر" کی دوسری جلد کا ترجمہ (بنام: جہنم میں لے جانے والے اعمال) تکمیل کو پہنچا تو اسی مہینے کے پہلے عشرے میں کتاب مستطاب **قوت القلوب** کے ترجمہ کا کام شروع کر دیا گیا۔

......کام کا انداز اور دشواریاں

المدینۃ العلمیہ کے طے شدہ مدنی پھولوں کے مطابق تیس فصلوں کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور کام کے اکثر مراحل مکمل ہو چکے تھے کہ مجلس کی طرف سے شعبہ تراجم میں کام کرنے کے کچھ نئے مدنی پھول طے ہوئے اگرچہ ان کا نفاذ آئندہ کتب کے تراجم پر ہونا تھا مگر **قُوتُ الْقُلُوب** پر بھی ان کے نفاذ کا فیصلہ کیا گیا مثال کے طور پر ان میں سے ایک مدنی پھول یہ بھی تھا کہ **"عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر خالص فنی اور مشکل وپیچیدہ ابحاث وغیرہ کو ترک کر دیا جائے۔"** چونکہ ایسی ابحاث کا تعلق خالصتاً علما کے ساتھ ہے اور وہی ان سے مستفیض ہو سکتے ہیں لہٰذا عوام کی آسانی کے لیے ایسے مقامات کو حذف کر دیا جائے۔ لہٰذا اس مدنی پھول کی روشنی میں از سرِ نو نظرِ ثانی کا کام شروع ہوا اور یوں قوت القلوب کی پہلی جلد جو ۱۴۳۱ھ میں شائع ہونی تھی مزید تاخیر کا شکار ہو گئی۔

نئے مَدَنی پھولوں کی روشنی میں قُوت القُلُوب کی چیدہ چیدہ چند عبارات کے علاوہ ۲دو فصلوں 10 ویں اور 17 ویں کی اَکْثَر اَبحاث کو حَذف کرنا پڑا۔ کیونکہ 10 ویں فصل خالِص عِلْمِ توقیت کی دقیق ابحاث پر مشتمل تھی اگرچہ اس فصل کی چند مُفید اور اَہم باتیں رہنے دی گئی ہیں مگر اہلِ ذَوق پر لازم ہے کہ وہ ضرور اصل کِتاب کی طرف رُجوع فرمائیں۔اسی طرح 17 ویں فصل میں حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے قرآنِ کریم کے اِیجاز و اِختِصار کی ایسی مِثالیں دی ہیں کہ عُلَمائے کرام بھی اَنگشت بَدَنداں ہیں اور آپ کے متعلق یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ آخر آپ صوفی بزرگ تھے یا کوئی مُفَسِّرِ قرآن۔عُلَمائے کرام کی آسانی اور اہل ذوق افراد کے ذوق کی تسکین کے لیے ان ۲دو فصلوں کی مکمل عربی عبارت کتاب ھٰذا کے آخر میں شامل کر دی گئی ہے۔

......ترجمۂ قرآنی آیات

کِتاب میں موجود قرآنِ کریم کی آیاتِ مُقَدّسہ کا ترجمہ خُصُوصیَّت کے ساتھ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنَّت، مُجَدِّدِ دین وملّت، پروانۂ شَمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ) کے شُہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن **”کنزالایمان“** سے لیا گیا ہے۔ نیز کتاب کی عِبارت میں اگر کہیں قرآنی آیاتِ مبارکہ سے اقتباس یا دُعا مذکور ہوئی تو اس کا ترجمہ کرتے وقت بھی **”کنزالایمان“** کے ترجمہ کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

......ترجمۂ احادیث طیبہ

حدیث شریف کا ترجمہ کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھنا ضَروری ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف کے وُرود کا سَبَب کیا تھا، وہ کس موقع پر ارشاد فرمائی گئی اور حضرات شارحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن نے اس کی شرح میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ، احادیث طیبہ کا ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش رہی ہے کہ اس حدیث شریف کی شرح تلاش کی جائے اور شرح کے آئینہ میں اس کا ترجمہ کیا جائے، نیز اکابِرینِ اہلسنّت دَامَتْ فُیُوضُھُم کے تراجم کو بھی خُصُوصیت کے ساتھ دیکھا گیا۔

......تخریج کا اہتمام

تخریج کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احادیث، اقوال یا حکایات کو ان کُتُب کی طرف منسوب کیا جائے جن میں وہ

ابتداءً بیان ہوئی ہوں ۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث ،قول یا حِکایت کو کن ائمۂ فن نے اپنی کتابوں میں کن مَقامات پر بیان کیا ہے۔عِلمیہ کی کُتُب میں حَتَّی الْمَقْدُور کوشش کی جاتی ہے کہ روایات کو ان کے اَصل ماخذ سے تلاش کر کے اس کا حوالہ درج کیا جائے اور جب مَقْدُور بھر کوشش کے باوجود اصل ماخذ سے نہ ملے تو دیگر مُسْتَنَد و مُعْتَبَر کُتُب سے حوالہ لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں احادیث مُبارَکہ، آثارِ صحابہ، اقوالِ سَلَف صالحین وغیرہ کے حوالہ جات، کتاب، باب، فصل، جلد اور صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ درج کئے گئے ہیں (مثلاً: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اِثبات حوض نَبِيِّنَا صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم وصفاتہ، الحدیث: ۵۹۷۱، ص ۱۰۸۳) اور ہر کتاب کا مَطبوعہ حوالے میں درج کرنے کے بجائے آخر میں ماٰخذ و مَراجِع کی فِہرِست، مُصَنِّفِین و مُؤَلِّفِین کے ناموں اور ان کے سن وفات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ نیز آخر میں **مَجلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ** کی طرف سے پیش کردہ کُتُب ورسائل کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

......عنوانات و بند سازی

مُطالَعہ کرنے والوں کی دِلچسپی برقرار رکھنے اور ذوق بڑھانے کی غرض سے متعلقہ مضمون کے مطابق عُنوانات (درمیانی وبغلی سرخیوں) کا اِہتمام کیا گیا ہے اور ایک مضمون کی تکمیل کے بعد دوسرا مضمون نئے پیرے اور نئی سطر سے شروع کیا گیا ہے کیونکہ عُنْوانات و بند سازی (یعنی پیراگرافنگ *Paragraphing*)، کسی بھی کتاب کے حُسنِ صُوری کی عَکّاسی کرتے ہیں۔

......مشکل الفاظ کے معانی و اعراب

اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ ترجمہ میں جہاں کہیں عربی عبارات یا مشکل الفاظ آئے ہیں ان پر اِعراب بھی لگایا گیا ہے اور ہِلالَین ''(......)'' میں مُرادی مَعانی بھی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی رہے۔

......آیات مبارکہ کی پیسٹنگ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کمپیوٹر (*COMPUTER*) نے انسانی تَرَقّی میں بڑا اَہَم کردار ادا کیا ہے۔اسی کمپیوٹر کی بدولت اب کتابوں کی ہاتھ سے کِتابَت کے کٹھن، جاں سوز اور وَقْت طَلَب مَرحلہ سے نجات مل گئی اور اب کتابوں کو

کمپوز کرلیا جاتا ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ کتابت کی غلطیاں اُردو کُتُب کا مُقَدَّر بن کے رہ گئیں جو کہ ہاتھ سے کِتابَت کے مُقابَلے میں زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ یہ تجربہ سے ثابِت ہے کہ ہاتھ سے کِتابَت میں غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ مسئلہ صِرف عام جُملوں کا نہیں بلکہ عقائد اور فِقْہی مَسائل کا ہے کہ ان میں کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قرآنی آیات مِبارکہ کا مسئلہ تھا کہ کمپوزنگ کی صُورت میں ان میں بھی کہیں کوئی حرف رہ جاتا اور کہیں کوئی حرکت (یعنی زبر، زیر وغیرہ) چھوٹ جاتی ہے۔ ہماری خوش قسمتی کہ کچھ عرصہ قبل **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃُ المدینہ** نے قرآنِ کریم شائع کرنے کی سَعادَت حاصِل کی۔ اس کی چَھپائی کے لئے ایک دردمند اسلامی بھائی نے **مکتبۃُ المدینہ** کو Q.P.S یعنی قرآن پبلشنگ سوفٹ ویئر خرید کر ہدیہ (DONATE) کیا جس کی مدد سے قرآنِ کریم کا مُسوّدہ تیار کیا گیا۔ **قبلہ شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش تھی کہ **اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ** کی کُتُب میں بھی اس سوفٹ ویئر سے آیات پیسٹ کی جائیں۔ چنانچہ قبلہ امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی خواہش کے اِحْتِرام میں **مجلس المَدِیْنَۃُ العِلْمِیَّہ** نے یہ اُصُول بنالیا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کی کمپوزنگ کے بجائے ہر آیتِ طیبہ کو پیسٹ کیا جائے گا اور اس کے بغیر وہ کتاب نامکمل تصوُّر کی جائے گی۔ پیشِ نظر کِتاب پر بھی تقریباً تمام آیاتِ مُبارَکہ Q.P.S سے پیسٹ کی گئی ہیں۔

علاماتِ ترقیم

تحریر کے مِعْیار، ظَاہِری حُسْن اور اس کی تفہیم میں آسانی کے لئے تقریباً ہر زبان میں کچھ نہ کچھ علامات ضرور استعمال ہوتی ہیں تاکہ بیان کردہ مَعانی ومفاہیم سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ اسی طرح اردو جو ایک عالمگیر زبان ہے، کی علامات بھی اہلِ زبان نے مُقرّر کر رکھی ہیں جنہیں "علاماتِ ترقیم" یا "رُمُوزِ اَوقاف" کہا جاتا ہے جیسے کاما (،) اور فُل اسٹاپ (۔) وغیرہ۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! **المَدِیْنَۃُ العِلْمِیَّہ** کی تقریباً تمام کُتُب میں حتَّی الْمَقْدُور ان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اِجمالی فہرست

علمی ذوق رکھنے والوں کی آسانی کے لئے کتاب کی فصلوں کے اعتبار سے ایک اجمالی فہرست شروع میں شامل کردی گئی ہے تاکہ مطلوبہ فصل تلاش کرنا آسان رہے۔

فہرست کتاب

کسی بھی کتاب کی اہمیت اور یہ جاننے کے لئے کہ اس میں کیا بیان ہوا ہے، فِہرِست بُنیادی حیثیّت رکھتی ہے۔ اور اس کی مدد سے مُطالَعہ اور تحقیقی کام کرنے والے اپنے مَطلوب تک جلد رسائی حاصِل کر لیتے ہیں۔اس چیز کا خیال رکھتے ہوئے کم وبیش علمیہ کی تمام کُتُب میں فِہرِسْت کا اِہتمام ہوتا ہے۔ چنانچہ، **قُوْتُ الْقُلُوب** میں دیئے گئے عُنوانات ومَوضوعات کی مُفَصَّل فہرست بھی آخر میں بنادی گئی ہے۔

شعبہ تراجمِ کُتُب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تبلیغِ قُرآن وسنَّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** کی مُتَعَدِّد مَجَالِس میں سے ایک **''مَجْلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّہ''** بھی ہے جس نے خالِص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔اس کے شعبہ جات میں سے ایک شعبہ **''تراجمِ کُتُب''** بھی ہے۔جس کی ذِمّہ داری اپنے اکابرین عُلَمائے اسلام کی عربی میں لکھی گئی کُتُب اور رسائل کے اردو زبان میں تراجم کرنا ہے۔مَحْض لفظی ترجمہ نہیں بلکہ تحقیقی وبامُحاورہ ترجمہ کیا جاتا ہے۔شعبہ تراجم میں بِالتَّرتیب ہونے والے کاموں کی تفصیل یہ ہے: (1)......سلیس اور بامُحاورہ ترجمہ (2)......حتَّی الاِمکان آسان وعام فہم الفاظ کا استعمال (3)......ترجمہ کی کمپوزنگ (4)......ترجمہ کا تقابُل (5)......نظرِ ثانی بلحاظ اُردو اَدب (6)......علاماتِ ترقیم (رُموزِ اَوقاف) کا اہتمام (7)...... پروف ریڈنگ۔کم از کم دوبار خُصوصاً آیاتِ قرآنیہ کی تین بار (8)......ضروری ومُفید حَواشی کا اہتمام (9)...... فارمیشن (بڑی وذیلی سرخیوں اور عربی واردو عبارات کے لئے جُدا جُدا فونٹ کا استعمال وغیرہ) (10)......شرعی تفتیش (11)...... بیان کردہ تفسیری عبارات، احادیثِ مُبارکہ، اقوال اور واقعات کی تخریج کا حَتَّی المَقْدُور اہتمام (12)......تخاریج کی کمپوزنگ، تفتیش اور پیسٹنگ وغیرہ وغیرہ۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ شکر کہ **ذُو الْحِجَّۃِ الْحَرَام** (۱۴۳۳ھ) تک شعبہ تراجم کتب کے **مَدَنی عُلَمائے کرام** کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی مسلسل کاوشوں اور انتھک کوششوں سے اب تک سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی 27 کُتُب ورسائل زیورِ ترجمہ سے آراستہ ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِک**

شرعی تفتیش

شعبہ تراجم کتب جب اپنے حصے کا کام مکمل کرلیتا ہے تو پھر "ترجمہ" کو دار الافتاء اھلسنّت کے مدنی عُلَمائے کرام دَامَتْ فُیُوضُھُم کے سپرد کردیتا ہے اور وہ اس ترجمہ کو عقائد، کفریہ عبارات، اخلاقیات، فقہی مسائل اور عربی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحظہ فرماتے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود **قوت القلوب** مترجم (جلد اول) بھی اس مرحلہ سے ہو کر آپ تک پہنچی ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن! آج اس کتاب کی پہلی جلد زیورِ ترجمہ سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے اور مزید کام جاری ہے۔ اس ترجمہ میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے **پیارے حبیب** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطاؤں، **اولیائے کرام** رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی عِنایتوں اور شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو خامیاں ہیں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شرعی غلطی پائیں تو برائے کرم تحریراً اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آیندہ ایڈیشن میں دُرُستی کی جاسکے۔ علم دین اور تقویٰ کے حُصُول اور **اللّٰہ** ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت وفرمانبرداری پر استقامت پانے اور **"اپنی اور ساری دُنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش"** کا مُقدس جذبہ اُجاگر کرنے کے لئے خود بھی اس کتاب کا مُطالَعہ کیجئے اور حسبِ اِستِطاعت **دعوتِ اسلامی** کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ہدیۃً حاصِل کرکے دوسرے اسلامی بھائیوں بالخُصوص **مفتیانِ کرام** اور **علمائے اھلسنّت** دَامَتْ فُیُوضُھُم کی خدمت میں بطورِ تُحفہ پیش کیجئے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی! تیری دھوم مچی ہو

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجم کتب

(مجلس المدینۃ العلمیہ)

مُقَدِّمَةُ الْمُؤَلِّف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ الْاَزَلِيِّ قَبْلَ الْكَوْنِ وَالْمَكَانِ، مِنْ غَيْرِ اَوَّلٍ وَّلَا بِدَايَةٍ، اَلْاٰخِرِ الْاَبَدِيِّ بَعْدَ فَنَآءِ الْمَكْنُوْنَاتِ وَالْاَزْمَانِ بِغَيْرِ اٰخِرٍ وَّلَا غَايَةٍ، اَلظَّاهِرِ فِيْ عُلُوِّهٖ بِقَهْرِهٖ عَنْ غَيْرِ بُعْدٍ، وَالْبَاطِنِ فِيْ دُنُوِّهٖ بِقُرْبِهٖ مِنْ دُوْنِ مَسٍّ، اَلَّذِيْ اَحْسَنَ بِلُطْفِهٖ كُلَّ شَيْءٍ بَدَاَهٗ وَاَتْقَنَ صُنْعَ كُلِّ شَيْءٍ اَنْشَاَهٗ، وَدَبَّرَتِ الْاَحْكَامَ حِكْمَتُهٗ وَصَرَّفَتِ الْمَحْكُوْمَاتِ مَشِيْئَتُهٗ، فَاَظْهَرَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَطِيْفَ قُدْرَتِهٖ وَعَمَّ فِي الْعَاجِلِ وَالْاٰجِلِ خَلْقَهٗ بِنِعْمَتِهٖ، وَنَشَرَ عَلٰى مَنْ اَحَبَّ مِنْهُمْ فَضْلَهٗ، وَبَسَطَ لِجَمِيْعِهِمْ عَدْلَهٗ، وَاَنْعَمَ عَلَيْهِمْ بِتَعْرِيْفِهِمْ اِيَّاهُ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، بِهٖ عَزَّ وَجَلَّ، وَاَحْسَنَ اِلَيْهِمْ بِاجْتِبَآئِهٖ اِيَّاهُمْ اِلَيْهِ، وَاَفْضَلَ عَلَيْهِمْ بِتَيْسِيْرِ كَلَامِهٖ لَهُمْ، وَمَنَّ عَلَيْهِمْ بِبَعْثِهٖ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اِلَيْهِمْ، فَنَسْاَلُهُ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ، وَاَنْ يُّوْزِعَنَا بِفَضْلِهٖ وَشُكْرَ نِعَمِهٖ، وَيُعَرِّفُنَا خَفِيَّ قَدْرِهٖ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ، رَسُوْلِهِ الْمُفَضَّلِ بِالشَّفَاعَةِ وَالْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ، اَلْمَخْصُوْصِ بِالْوَسِيْلَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ، وَعَلٰى اِخْوَانِهِ السَّالِفِيْنَ فِي الْاَزْمَانِ، وَاَنْصَارِهِ التَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو کون و مکان سے قبل، اَوّل اور اَزَلی ہے، اس کی کوئی اِبتدا ہے نہ ہی کوئی آغاز، زمان و مکان کے فنا ہونے کے بعد اَبد تک رہے گا، اس کی کوئی انتہا ہے نہ کوئی اختتام، وہ اعلیٰ و اَرفع ہونے میں اپنی شانِ قہّاریت کے ساتھ ظاہر ہے کہ جس میں کسی قسم کا بُعد اور دُوری نہیں، وہ اپنے ہی قُرب میں چُھپا ہوا ہے کہ اس قُرب کے باوجود اسے چھونا و مَس کرنا ممکن نہیں، اس نے اپنے لُطف و کرم سے ہر شے کے آغاز کو حُسن کی دولت بخشی اور اپنی تخلیق کردہ ہر شے کی بناوٹ کو مرتبۂ کمال عطا فرمایا، اس کی حکمت نے احکام کی تدبیر کی اور اسی کی مَشِیَّت تمام مخلوق کو چلاتی ہے۔ پس جس نے عالَم ظاہر و باطن میں اپنی شانِ قدرت کی لَطافت کا اظہار کیا، اپنی نعمتوں کو دنیا و آخرت میں مخلوق پر عام فرمایا، ان میں سے جسے محبوب جانا اس پر اپنا خاص فضل و کرم فرما کر سب کے لئے میزانِ عدل پھیلایا اور اپنی مَعْرِفَت کی دولت پانے والوں کو خُصوصی اِنعام سے نوازا وہی پاک اور برتر و اعلیٰ ہے، عزّت و جلالت اسی کے لئے ہے، اس نے مخلوق میں سے بعض کو اپنا محبوب بنا کر ان پر احسان کیا اور ان پر اپنا کلام آسان

فرما کر فضل فرمایا اور انہیں میں سے ان کی طرف اپنا پیارا رسول (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) مبعوث فرما کر احسان جتایا۔ پس ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجے اور یہ کہ ہمیں اپنے فضل وکرم اور اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرما کر اپنی مخفی قدرت کے عرفان کی دولت عطا فرمائے، **اللّٰہ** تبارك و تعالٰی اوّلین وآخرین کے سردار پر رحمتیں نازل فرمائے کہ جنہیں شفاعت اور حوضِ کوثر عنایت فرما کر فضیلت دی گئی ہے اور جو وسیلہ ومقامِ محمود کے ساتھ خاص ہیں اور (وصفِ نبوت میں) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان ہم منصبوں پر جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ سے قبل گزر گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان جاں نثاروں پر جنہوں نے کمالِ حسن سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی۔

بعد از حمد وصلوٰۃ! اس کتاب کا نام ہے:

﴿قُوْتُ الْقُلُوْب فِیْ مُعَامَلَةِ الْمَحْبُوْب وَوَصْفِ طَرِيْقِ الْمُرِيْد اِلٰى مَقَامِ التَّوْحِيْد﴾

(مرید صادق کے لئے مقامِ توحید تک رسائی حاصل کرنے کے راستے اور محبوب کے معاملے میں دلوں کی غذا)

یہ تصنیف (حضرت سیِّدُنا شیخ) ابو طالب محمد بن علی بن عَطِیّہ حارِثی مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کی ہے جو درج ذیل اڑتالیس ﴿48﴾ فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل ﴿1﴾: معاملات کے ذکر پر دلالت کرنے والی آیاتِ کریمہ کا بیان۔ **فصل ﴿2﴾**: شب وروز کے اَوْرَاد ووَظائف کے ذِکر پر مشتمل آیاتِ کریمہ کا بیان۔ **فصل ﴿3﴾**: دن اور رات کے معمولات کا بیان۔

فصل ﴿4﴾: نمازِ فجر میں سلام پھیرنے کے بعد مُسْتَحَب ذکر اور مخصوص آیاتِ کریمہ کی قِراءَت کا بیان۔

فصل ﴿5﴾: نمازِ فجر کے بعد مقبول دعاؤں کا بیان۔ **فصل ﴿6﴾**: نمازِ فجر کے بعد کے معمولات کا بیان۔

فصل ﴿7﴾: دن کے سات اَوْرَاد کا بیان۔ **فصل ﴿8﴾**: رات کے پانچ اَوْرَاد کا بیان۔

فصل ﴿9﴾: نمازِ فجر کے وقت کا بیان۔ **فصل ﴿10﴾**: قدموں کے ذریعہ وقتِ زوال اور سائے کی کمی بیشی کی پہچان کا بیان۔ **فصل ﴿11﴾**: دن اور رات میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔ **فصل ﴿12﴾**: وِتر اور صلوٰۃ اللیل کی فضیلت کا بیان۔ **فصل ﴿13﴾**: نیند سے اٹھنے اور صبح بیدار ہوتے وقت کی مُسْتَحَب دعائیں۔

فصل ﴿14﴾: رات کے قیام اور قیام کرنے والوں کے اوصاف کا بیان۔ **فصل ﴿15﴾**: دن رات میں تسبیح،

ذکراور نماز وغیرہ جیسے معمولات، با جماعت نماز اور قبولیتِ دُعا کے اوقات کی فضیلت اور صلوٰۃ التسبیح کا بیان۔

فصل﴿16﴾: تلاوت کرنے اور خُشوع وخُضوع کے ساتھ کما حَقُّہٗ تلاوت کرنے والوں کے اوصاف کا بیان۔

فصل﴿17﴾: مُفَصَّل اور مُتَّصِل کلام کی ایک قسم کا تذکرہ اور اس پر عمل کرنے والوں کی مدح اور غافلین کی مَذَمَّت کا بیان۔ **فصل﴿18﴾**: غافلوں کی ناپسندیدہ عادات واوصاف کا بیان۔ **فصل﴿19﴾**: قرآنِ کریم کی جَہری تلاوت کرنے اور اس کی نیّتوں کا بیان، نیز جَہر (بلند آواز سے پڑھنے) اور اِخفا (آہستہ آواز سے پڑھنے) کے حکم کی تفصیل۔ **فصل﴿20﴾**: فضیلت والی راتوں کا تذکرہ جن میں عبادت مُسْتَحَب ہے اور فضیلت والے دنوں میں مُسَلْسَل اَوراد ووظائف کا بیان۔ **فصل﴿21﴾**: جُمُعَۃُ الْمُبَارَک، آدابِ جمعہ، روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ میں ذکر کرنے کا بیان۔ **فصل﴿22﴾**: روزہ، اسکی ترتیب اور روزہ داروں کے اوصاف کا بیان۔ **فصل﴿23﴾**: مُحاسبۂ نفس اور رعایتِ وقت کا بیان۔ **فصل﴿24﴾**: مُرید کے وِرْد ووظیفہ کی کیفِیّت اور عارِف کے حال کا بیان۔ **فصل﴿25﴾**: تعریفِ نفس اور عارفین کی وِجدانی کیفیّت وحالَت کا بیان۔ **فصل﴿26﴾**: مُشاہَدات کا بیان۔ **فصل﴿27﴾**: مُریدوں کی بنیادی باتوں کا بیان۔ **فصل﴿28﴾**: مُراقَبہ کا بیان۔ **فصل﴿29﴾**: مقربین، عابدین اور غافلین کا تذکرہ اور انکی پہچان کا بیان۔ **فصل﴿30﴾**: وسوسوں کا بیان۔

فصل﴿31﴾: علم اور عُلَما کی فضیلت، عِلْمِ مَعْرِفت کی بقیہ تمام عُلوم پر فضیلت، سَلَف صالحین، عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے طریق کی وضاحت، عِلْمِ باطِن کی عِلْمِ ظاہِر پر فضیلت، عُلَمائے دُنیا وعُلَمائے آخرت کے درمیان فرق اور اپنے عُلوم سے دنیا کمانے والے عُلَمائے سُوء کا بیان، علم کے اوصاف اور سَلَف صالحین کا طریقہ، سَلَف صالحین کے برعکس متاخرین علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اور لوگوں کی پیدا کردہ بدعتیں، عِلْمِ ایمان ویقین کی تمام عُلوم پر فضیلت اور اس میں کسی قسم کی لَغْزِش سے بچنے کا بیان، اخبار واحادیثِ مبارکہ کی وضاحت اور آثار کے طُرق کا بیان۔

فصل﴿32﴾: مقاماتِ یقین کی شرح، اہلِ یقین کے احکام اور مقاماتِ یقین کی اُس اصل کا بیان جس کی جانب احوالِ مُتَّقین کی فُروع لوٹتی ہیں اور وہ 9 ہیں: (۱) توبہ (۲) صبر (۳) شکر (۴) رجا (امید) (۵) خوف (۶) زُہد (۷) تَوَکُّل (۸) رضا (۹) مَحبّت۔

فصل 33: پانچوں ارکانِ اسلام کی شرح: (۱) اہلِ ایمان کے لئے توحید کی گواہی کا فرض ہونا اور اس کے فضائل کا بیان، مُقرَّبین کی گواہی، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی (رسالت کی) گواہی دینے کا تذکرہ اور اہلِ یقین کے لئے اس کی فضیلت (۲) نماز کی شرح کا بیان اور اس میں سب سے پہلے اِستنجا کے فرائض وسُنَن، پھر وُضو کے فرائض وسُنَن اور فضائل اور اس کے بعد نماز کے فرائض وسُنَن اور نمازی کے لئے نماز فوت ہوجانے اور پالینے کی صورت میں احکام، نماز کے متعلقات، ہیئت (ہَے۔اَ۔ت) وکیفیت اور آداب (۳) زکوٰۃ کی تشریح اور اس کی ادائیگی کے وَقت کا بیان، صدقہ کے فضائل، عطاو بخشش کے آداب اور احوالِ فُقَرا کے اوصاف کا تذکرہ (۴) ماہِ رمضان کے روزوں کی تشریح اور (۵) حج کا بیان جو کہ شریعتِ مُطَہَّرہ اور مِلَّتِ اسلامیہ کی تکمیل ہے۔

فصل 34: اسلام و ایمان کی تفصیل، مُعامَلاتِ سُنَّت اور اعتقاداتِ قلب کا بیان، علمِ ظاہر سے لوگوں کے معاملات کی وضاحت، اسلام اور ایمان کے ارکان کا تذکرہ، اسلام و ایمان اور قُلوب وعمل کا آپس میں تَعَلُّق، اسلام اور ایمان میں فرق، ایمان میں استثنا اور نِفاق سے بچاؤ اور اس میں سَلَف صالحین کا طریقہ کار۔

فصل 35: سُنّت، اس کے فضائل کی تشریح اور آدابِ شریعت کا بیان، ظاہری علم میں دلوں کے عقائد کا تذکرہ جو کہ 16 ہیں: یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ (۱) ایمان قول وعمل کا نام ہے[1] (۲) قرآنِ کریم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور غیرِ مخلوق ہے (۳) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات کے متعلق مروی احادیثِ مُبارکہ کو تسلیم کرنا (۴) سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو نہ صرف افضل جاننا بلکہ عقیدہ بھی رکھنا (۵) جس کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُقدَّم ٹھہرایا ہو اسے ہی مُقدّم سمجھنا (۶) یہ عقیدہ رکھنا کہ امامت قیامت تک قُرَیش ہی میں رہے گی (۷) (ارتکابِ مَعاصی کی وجہ سے) کسی مسلمان کو کافر قرار نہ دینا (۸) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تمام تقدیروں، یعنی خیر وشر کی تصدیق کرنا (۹) مُنکَر نکیر کے سُوال جواب کو حق جاننا (۱۰) عذابِ قبر کو حق ماننا (۱۱) میزان پر ایمان لانا (۱۲) پلِ صراط کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا (۱۳) تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوضِ کوثر پر ایمان رکھنا

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 173 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اصلِ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمالِ بدن اصلاً جُزْوِ ایمان نہیں۔

(۱۴) رُؤیَتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانا (۱۵) اہلِ توحید کے جہنَّم سے نکالے جانے پر ایمان لانا اور (۱۶) حساب وکتاب پر ایمان رکھنا۔اس میں ایک ضِمنی فصل ہے جس میں مفہومِ اجماع سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بدعتی لوگ اہلِ سنّت سے خارج ہیں اور پھر فضائلِ سُنَّت اور احسان کی اِتّباع کرنے والے سلف صالحین کے طریقوں کا تذکرہ ہے۔

فصل﴿36﴾: ایمان وشریعت کا تذکرہ، مسلمان ہونے کی شرط کا بیان، بہترین اسلام اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بندے سے مَحبَّت کی علامت، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق کا تذکرہ یعنی مسلمانوں پر حرمتِ اسلام کا واجب ہونا، بدن کی سُنَّتوں کا بیان، (حدشرعی سے کم) داڑھی رکھنے کے مُعامَلہ میں گناہ اور بدعت کا بیان، مذکورہ اشیاء میں بعض کی فضیلت اور ان کے مُستَحسَن ہونے کا تذکرہ، رُکوع کی زیادتی اور اس میں کمی سے کراہت کا تذکرہ۔

فصل﴿37﴾: کبیرہ گناہوں کی تشریح وتفصیل اور مُحاسَبۂ کُفّار کا بیان۔

فصل﴿38﴾: اخلاص کا بیان اور احوال کے تصرف میں اس کو مُستَحسَن قرار دیئے جانے کی تشریح اور پھر افعال میں ان احوال پر آفات کے داخل ہونے سے بچنے کا بیان۔

فصل﴿39﴾: کمی بیشی کے ساتھ غِذا کی ترتیب کا بیان۔ **فصل﴿40﴾**: کھانوں اور کھانے کی سُنَّتوں اور آداب کا تذکرہ، نیز پسندیدہ وناپسندیدہ کھانوں کا بیان۔ **فصل﴿41﴾**: فقر کے لَوازِمات وفضائل، عام اور خاص فُقَرا کے اوصاف، عطاو بخشش کے قبول کرنے اور لوٹانے کی تفصیل اور اس میں سَلَف صالحین کا طریقہ کار۔

فصل﴿42﴾: مُسافِر کے احکام اور سفر کے مَقاصِد کا بیان۔ **فصل﴿43﴾**: امام کا حکم، امامت اور مُقتَدِی کے اوصاف کا بیان۔ **فصل﴿44﴾**: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر اُخُوَّت، دوستی اور بھائی چارے کا بیان، مُؤَاخات کے احکام اور محبت کرنے والوں کے اوصاف۔ **فصل﴿45﴾**: شادی کرنے اور نہ کرنے کا بیان کہ ان دونوں میں سے افضل کیا ہے؟ اور عورتوں کے مختصر احکام کا بیان۔ **فصل﴿46﴾**: حمام میں داخل ہونے کا بیان۔

فصل﴿47﴾: صَنْعَت، مَعِیشَت اور خرید وفروخت اور ان شرائطِ علم کا بیان جو ایک تاجِر اور کاریگر پر اَحکامِ تَصَرُّف میں واجِب ہیں۔ **فصل﴿48﴾**: حلال وحرام اور ان کے مابین مُشتَبِہات کی تفصیل، حلال کی فضیلت، مُشتَبَہ کی مَذمَّت اور مختلف رنگوں کی صورتوں کے ساتھ اس کی مثال دینے کا بیان۔

فصل 1

قرآنِ کریم میں خالق ومخلوق کا معاملہ

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں بندے کا اپنے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے جو تعلّق ہے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

﴿2﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

ترجمۂ کنز الایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں۔

﴿3﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۙ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۠﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۙ﴿۴۱﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۹تا۴۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔

﴿4﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحآقۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

﴿5﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ (پ۸، الانعام: ۱۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں۔

﴿6﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قُرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لئے دُونا دُوں (کئی گنا)

عَمِلُوۡا (پ۲۲، سبا:۳۷)
صِلہ اُن کے عمل کا بدلہ۔

﴿7﴾ وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡکُمُ الۡجَنَّۃُ اُوۡرِثۡتُمُوۡہَا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ (پ۸، الاعراف:۴۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور ندا ہوئی کہ یہ جنّت تمہیں میراث ملی صِلہ تمہارے اعمال کا۔

﴿8﴾ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَہُمۡ مِّنۡ قُرَّۃِ اَعۡیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۷)
ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صِلہ اُن کے کاموں کا۔

﴿9﴾ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِیۡنَ ﴿۵۸﴾ ٭ۖ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ (پ۲۱، العنکبوت:۵۸، ۵۹)
ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اَچھّا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

﴿10﴾ لَہُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَہُوَ وَلِیُّہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ (پ۸، الانعام:۱۲۷)
ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے یہاں اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔
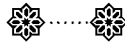
دنیا و آخرت کی کھیتی کے طلب گار

پارہ 25 سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 20 میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کا مفہوم ہے: جو آخرت کی کھیتی چاہے یعنی جس کو اپنے اعمال سے نَفعِ آخرت مقصود ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے اس کو نیکیوں کی توفیق دے کر، اس کے لئے خیرات و طاعات کی راہیں آسان کر کے اور اس کی نیکیوں کا ثواب بڑھا کر اس کی کھیتی کو بڑھا دیتا ہے۔ مگر جو شخص دنیا کی کھیتی چاہے یعنی جس کا عمل مَحض دنیا حاصِل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا میں اتنا ہی عطا فرماتا ہے جتنا اس کے لئے مُقدّر کیا ہے اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ (ترجمۂ کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان، پ۲۵، الشوریٰ:۲۰)

فصل 2

قرآنِ کریم میں روزانہ اَوْرَاد پڑھنے کا بیان

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں دن اور رات کے اوراد و وظائف کا ثُبوت ہے:

﴿1﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

﴿2﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ (پ ۲۹، المزمل: ۸،۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک دن میں توتم کو بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

﴿3﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۲۶،۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو اور کچھ رات میں اسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔

﴿4﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ (پ ۲۶، ق: ۳۹، ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

﴿5﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ (پ ۲۷، الطور: ۴۸، ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

﴿6﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ (پ ۲۹، المزمل: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

﴿7﴾ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿8﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿9﴾ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ٞ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

﴿10﴾ وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿11﴾ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، الذٰریٰت: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے۔

﴿12﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۷۸، ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فِرِشتے حاضِر ہوتے ہیں اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔

﴿13﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ ۚ (پ۱۲، ھود: ۱۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کِناروں اور کچھ رات کے حصّوں میں بیشک نیکیاں بُرائیوں کو مِٹا دیتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

﴿14﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اُسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

❁......❁......❁

طلوعِ فجر کا وقت

جب سِتارے ڈوب جاتے ہیں اور آسمان کے مَشْرِق میں عرضاً (یعنی شمالاً جنوباً) رات کی سیاہی سے سُفَیدی ظاہِر ہوتی ہے تو اسے فَجْر کا طُلُوع ہونا کہتے ہیں۔ ستاروں کے ڈوبنے سے مُراد ان کا مُنْتَشِر ہونا اور صبح کی روشنی کے غالِب آنے کی وجہ سے ان کی روشنی کا ماند پڑ جانا ہے۔ یہ وہی وقت ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔ (پ۲۷، الطور: ۴۹)

طلوعِ فجر کے وقت مستحب عمل

طُلوعِ فجر کے وقت فجر کی دو رکعت سُنّتیں ادا کرنا مُسْتَحَب ہے۔

سُنّتِ فجر میں پہلی مسنون قراءت

سُنّتِ فجر میں ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾﴾ پڑھیں۔ اکثر رِوایات میں ہے کہ حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دو رکعتوں میں یہی سورتیں تِلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سنت فجر میں سِرّی یا جَھری قراءت

فجر کی سُنّتوں میں سِرّی (آہستہ آواز سے) قِراءَت کریں اور چاہیں تو جَہری (بلند آواز سے) بھی کر سکتے ہیں کہ دونوں طرح کی احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔

سِرّی قِراءَت پر اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہَا سے مروی حدیثِ پاک دلالت کرتی

ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سُنّتیں اتنی مختصر ادا فرمایا کرتے کہ میں خیال کرتی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں؟'' [1]

اور جہری قراءَت کے متعلق حدیثِ پاک حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے۔آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''میں نے 20 روز تک حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُعاملات کا بغور مُشاہدہ کیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فجر کی سُنّتوں میں ﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ﴾ اور ﴿قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تلاوت کرتے سنا۔'' [2]

دوسری مسنون قراءَت

حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی وَمَاۤ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ ۫ وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۶﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے **اللہ** پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب اور انکی اولاد پر اور جو عطا کئے گئے موسٰی و عیسٰی اور جو عطا کئے گئے باقی انبیا اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم **اللہ** کے حُضور گردن رکھے ہیں۔

اور دوسری رکعت میں یہ آیتِ مُبارکہ تِلاوت فرمائی: [3]

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَاتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِیۡنَ ﴿۵۳﴾ (پ۳، اٰل عمران:۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اُتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

---

[1] ...... سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب تخفیف رکعتی الفجر، الحدیث: ۹۴۷، ص ۲۱۴۹ دون قولہ ''ام لا''

[2] ...... جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی تخفیف ...... الخ، الحدیث: ۴۱۷، ص ۱۶۸۴ بتغیر قلیل

[3] ...... سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءۃ رکعتی الفجر، الحدیث: ۹۴۵، ص ۲۱۴۸

پس کبھی کبھار ان آیاتِ مبارکہ کی بھی سُنَّتِ فجر میں قراءت کرنی چاہئے۔

سنت فجر کے بعد کے معمولات

۞......سنتِ فجر کے بعد 70 مرتبہ یہ اِسْتِغْفار پڑھیں:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَسْاَلُهُ التَّوْبَةَ﴾

ترجمہ: میں اس عظمت والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے مَغْفِرَت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کا سُوال بھی کرتا ہوں۔

۞......اس کے بعد ان چار مُخْتَصر اور جامع کَلِمات کو 100 مرتبہ پڑھیں، یہ کلمات قرآن سے ثابت ہیں اگرچہ اس انداز سے موجود نہیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے، تمام تعریفیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لائق ہیں، اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے۔

۞......اس کے بعد ایک مرتبہ ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ تَبَارَكَ اللّٰهُ﴾ پڑھیں اور یہ دعا مانگیں کیونکہ ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فجر کی سُنَّتوں کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''مجھے (میرے والد ماجد) حضرت سیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہ نے شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خِدمَتِ بابَرَکت میں بھیجا، میں شام کے وَقْت حاضرِ خدمت ہوا جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میری خالہ اُمُّ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صلوٰۃُ اللیل ادا فرمائی اور جب نمازِ فجر سے قبل دُو رکعت سُنَّتیں ادا کیں تو یہ دعا مانگی:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِىْ بِهَا قَلْبِىْ، وَتَجْمَعُ بِهَا شَمْلِىْ، وَتَلُمُّ بِهَا شَعَثِىْ، وَتَرُدُّ بِهَا اُلْفَتِىْ، وَتُصْلِحُ بِهَا عَلَانِيَتِىْ، وَتَقْضِىْ بِهَا دَيْنِىْ، وَتَحْفَظُ بِهَا غَائِبِىْ، وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِىْ، وَتُزَكِّىْ بِهَا عَمَلِىْ، وَتُبَيِّضُ بِهَا وَجْهِىْ، وَتُلْقِنِىْ بِهَا رُشْدِىْ، وَتَعْصِمُنِىْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْٓءٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِىْ اِيْمَانًا صَادِقًا وَّيَقِيْنًا لَّيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ، وَرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَآءِ، وَمَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ، وَعَيْشَ السُّعَدَآءِ، وَمُرَافَقَةَ

الْاَنْبِيَآءِ، وَالنَّصرَ عَلَى الْاَعْدَآءِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِيْ وَاِنْ قَصُرَ رَأْيِيْ، وَضَعُفَ عَمَلِيْ، وَافْتَقَرْتُ اِلٰى رَحْمَتِكَ، فَاَسْئَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُوْرِ وَيَا شَافِيَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِيْرُ بَيْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِيْرَنِيْ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ، وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ۔ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَأْيِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِيَّتِيْ، وَلَمْ تَبْلُغْهُ اُمْنِيَتِيْ مِنْ خَيْرٍ وَّعَدْتَّهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ خَيْرٍ اَنْتَ مُعْطِيهِ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ فَاِنِّيْ اَرْغَبُ اِلَيْكَ فِيْهِ وَاَسْئَلُكَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مَهْدِيِّيْنَ غَيْرَ ضَآلِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ حَرْباً لِّاَعْدَآئِكَ وَسَلْمًا لِّاَوْلِيَآئِكَ، نُحِبُّ بِحُبِّكَ النَّاسَ، وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ خَالَفَكَ۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَآءُ وَعَلَيْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ، فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ذِی الْحَبْلِ الشَّدِيْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِيْدِ، اَسْئَلُكَ الْاَمْنَ يَوْمَ الْوَعِيْدِ وَالْجَنَّةَ يَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ، وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، وَالْمُوفِيْنَ بِالْعُهُوْدِ، اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ، اَنْتَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا يَنْبَغِي التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ، سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ، سُبْحَانَ ذِی الْقُدْرَةِ وَالْكَرَمِ، سُبْحَانَ الَّذِیْ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ بِعِلْمِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَلْبِيْ وَنُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِيْ۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ نُوْرًا وَّاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا﴾ [1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے تو میرے دل کو ہدایت کی دولت عطا فرما کر میری دل جمعی فرما دے، میری پراگندگی کو دُرُشت فرما دے، میری اُلفت لوٹا دے، میرا ظاہر درست کر دے، میرا قرض ادا فرما دے، میرے باطن کی حفاظت فرما کر میرے ظاہر کی اِصلاح فرما دے، میرا عمل پاک کر کے میرا چہرہ روشن کر دے اور مجھے رُشد و ہدایت اِلقا فرما کر ہر بُرائی سے بچالے۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ایمانِ صادِق عطا فرما اور ایسے یقین کی دولت سے مالا مال فرما جس کے بعد کوئی کفر نہ ہو اور

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب منہ (دعاء......الخ) الحدیث: ۳۴۱۹، ص ۲۰۰۳

صحیح ابن خزیمہ، جماع ابواب الرکعتین قبل الفجر، باب الدعاء بعد رکعتی الفجر، الحدیث: ۱۱۱۹، ج ۲، ص ۱۶۵

ایسی رحمت سے سرفراز فرما جس سے میں دنیا وآخرت میں تیرے فضل وکرم کا شرف حاصل کرلوں۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے موت کے وقت کامیابی عطا فرما اور شہیدوں کے درجات، سعادت مندوں کی زندگی، انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی مُصاحبَت اور دشمنوں پر فتح ونُصرت عطا فرما۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں اپنی حاجت کے پورا ہونے کے لئے حاضر ہوں اگرچہ میری رائے ناقص اور میرا عمل کمزور ہے اور میں تیری ہی رحمت کا محتاج ہوں۔پس اے اُمور کا فیصلہ فرمانے والے! اے سینوں کو شِفا عطا فرمانے والے! میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح تو سَمُنْدروں میں پناہ دیتا ہے اسی طرح مجھے آگ کے عذاب سے، ہلاکت وبربادی کی پکار سے اور قبروں کے فِتنے سے پناہ عطا فرما۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس بھلائی کا تو نے کسی مخلوق سے وعدہ فرما رکھا ہے یا اپنے بندوں میں سے کسی کو وہ بھلائی عطا فرمانے والا ہے اور میرا خیال اس سے غافِل اور عمل کمزور ہے اور میری نیّت اور خواہش وارادہ کی وہاں تک رسائی نہیں تو میں بھی اس بھلائی کے حُصول کی خاطِر تیری بارگاہ میں حاضِر ہوں اور اے تمام جہانوں کے پالنہار! تجھ سے سوال کرتا ہوں۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے کہ نہ تو خود گمراہ ہوں اور نہ ہی دوسروں کو گمراہ کریں اور اپنے دشمنوں سے جِہاد کرنے والا اور اپنے دوستوں سے صُلْح وامن سے رہنے والا بنادے، ہم تیری مَحبّت کی وجہ سے لوگوں سے محبت کریں اور ہر اس مخلوق سے دشمنی کریں جس نے تجھ سے دشمنی کی۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ ایک دعا ہے اور اس کا قبول کرنا تیرے ذمۂ کرم پر ہے۔یہ تو محض ایک کوشش ومُجاہدہ ہے اور تجھ پر ہی بھروسا ہے، یقیناً ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نہ تو کوئی نیکی کرنے کی قُوّت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت، جو زبردست قوت اور امرِ رشید (یعنی ہدایت یافتہ امر) کا مالک ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے روزِ جزا امن وامان اور روزِ خُلد (ہیشگی کے دن) جنّت کا سوال کرتا ہوں اور وہ بھی مقربین، رکوع وسجود کرنے والوں اور ایفائے عہد کرنے والوں کے ہمراہ، بیشک تو رحم فرمانے والا اور انتہائی محبّت فرمانے والا ہے، تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔پاک ہے وہ ذات جس نے عزت کی چادر اوڑھی اور اسے بیان بھی کیا۔پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی اور کرامت کا لباس پہنا، پاک ہے وہ جس کے سوا کسی کی پاکی بیان کرنا مناسب نہیں، پاک ہے فضل وانعام والی ہستی، پاک ہے قدرت وکرم کا مالک، پاک ہے وہ جس نے اپنے علم سے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے دل میں نور ڈال دے، میری قبر میں نور پیدا فرما دے، میری سماعت میں، میری بصارت میں، میرے بالوں میں، میری کھال میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میری ہڈیوں میں، میرے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے نور ہی نور کردے۔اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے نور میں اضافہ و زیادتی فرما اور مجھے نور کی دولت سے مالا مال فرما اور میرے لئے نور بنا۔

تاجدارِ رِسالت، مُحسنِ انسانیت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر حصّے میں ان انوار کے پیدا کرنے کا سوال کیا تاکہ نورِ حق سے عطا کردہ نور سے آنکھیں ہمیشہ ہر سُکون وحرکت میں ذاتِ باری تعالیٰ کی صِفَتِ قَیُّومی کا مُشاہدہ کرتی رہیں کہ اسی ذاتِ برحق کی نظرِ کرم سے بندہ مامون ومحفوظ رہتا ہے اور اسی کی شفقت ومہربانی سے مَرتبۂ وِلایَت پاتا ہے، پس بندہ اس کی رحمت کی طرف ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے تاکہ اس کی حفاظت وپناہ میں رہے اور اس کی نِگاہوں میں کَجی پیدا نہ ہو، نہ وہ سَرکَش ہو اور نہ ہی نفسانی خواہش اسے بارگاہِ ذُوالجلال سے دور کرے۔

پس سنّتِ فجر کے بعد یہ دعا مانگنی چاہئے لیکن اس سے پہلے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے سراپا رَحمت، شافِعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرلیا جائے تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے رَدّ نہ کردے۔ چنانچہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب تم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے کسی حاجَت کا سُوال کرو تو سب سے پہلے مجھ پر درودِ پاک پڑھ لیا کرو کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ حد درجہ کریم ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ اس سے دو حاجتوں کا سوال کیا جائے اور وہ ایک عطا فرمائے اور دوسری رَدّ کردے۔'' [1]

رات بھر قیام کرنے سے افضل

اس کے بعد نمازِ فجر باجماعت ادا کرے تاکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ حفاظت میں رہے، چنانچہ ایک روایت میں مَخْزنِ جُودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''نمازِ فجر باجماعت ادا کرنا رات بھر قیام کرنے سے افضل ہے اور نمازِ عشا باجماعت آدھی رات کے قیام سے افضل ہے۔'' [2]

چاہئے کہ دل ودماغ کی یکسوئی ومکمل بیداری اور حُسنِ توَجّہ سے نماز میں کھڑا ہو اور قرآنِ مجید میں غور وفکر کرے اور اسے ترتیل سے یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور قرآنِ کریم کے مقصود کو سمجھے۔

جب سلام پھیر لے تو مَسنون اَذکار پڑھے۔ (جن کا تذکرہ اگلی فصل میں ہو رہا ہے)

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الاذکار والدعوات، الباب الثانی، ج۵، ص۲۵۶

[2] ......صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء......الخ، الحدیث: ۱۴۹۱، ص۷۷۹ بتغیر قلیل

فصل 4

نمازِ فجر کے بعد کے وظائف

احادیث مبارکہ میں مذکور مستحب اذکار

احادیثِ وآثارِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ نمازِ فجر کا سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل اذکار پڑھنا مُستَحَب ہے:

﴿۱﴾...... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ۔اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَ مِنْكَ السَّلَامُ، وَ اِلَيْكَ يَعُوْدُ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی سلام ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی آتی ہے اور تیری ہی جانب سلامتی لوٹتی ہے، پس اے ہمارے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! ہمیں سلامتی کی زندگی عطا فرما اور سلامتی کے گھر میں داخل فرما، تو بڑی برکت والا ہے اے عظمت و بزرگی والے!

﴿۲﴾......اس کے بعد تین۳ بار یہ کلمات کہے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ﴾

ترجمہ: عظمتوں والا اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے۔

﴿۳﴾......پھر تین۳ بار اِسْتِغْفار پڑھے اور ﴿۴﴾......اس کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس کو تو عطا فرمائے کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو عطا نہ فرمائے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیری بارگاہ میں مالدار کو مالداری کام نہ آئے گی۔

﴿۵﴾......اس کے بعد حالتِ تَشَہُّد میں بیٹھ کر دس۱۰ مرتبہ یہ پڑھے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[2]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا و تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے ہی تمام تعریفیں ہیں، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے، اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے قبضۂ اختیار میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الاداب، باب الذکر بعد الصلاۃ، الحدیث: ۸۴۴، ص۶۷

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن غنم، الحدیث: ۱۸۰۱۲، ج۶، ص۲۸۹

﴿۶﴾......اس کے بعد اسی حالت میں بیٹھا رہے اور دس۱۰ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

﴿۷﴾......اور پھر دس۱۰ مرتبہ یہ کہے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ﴾ [1]

ترجمہ: سننے اور جاننے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی میں پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

﴿۸﴾......اس کے بعد تین۳ مرتبہ یہ آیات مبارکہ پڑھے: [2]

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۸۰ تا ۱۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکی ہے تمہارے رب کو عزّت والے رب کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

﴿۹﴾......اس کے بعد تین۳ مرتبہ درج ذیل آیات مبارکہ پڑھے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷ تا ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ وہ زندہ کو نکالتا ہے مُردے سے اور مُردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا (سرسبز و شاداب کرتا) ہے اس کے مَرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿۱۰﴾......اس کے بعد 33 بار سُبْحَانَ اللّٰهِ، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور 34 بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ اس طرح یہ تعداد پوری 100 ہو جائے گی اور اگر چاہے تو سب کو 25، 25 مرتبہ پڑھے اور اس پر ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ زیادہ کرلے اور اگر ذیل کا کلمہ ہی 25 مرتبہ پڑھ لے تو اس سے بھی تعداد پوری 100 ہو جائے گی اور اس پر ہمیشگی اختیار کرنا بھی زیادہ آسان ہے۔ یعنی یہ پڑھنا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾

---

[1] ......الدر المنثور، پ ۳۰، الاخلاص، ج ۸، ص ۶۸۱

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۵۱۲۴، ج ۵، ص ۲۱۱

﴿۱۱﴾......اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور ﴿۱۲﴾......آیتُ الکرسی پڑھے۔

﴿۱۳﴾......پھر سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھے۔①

﴿۱۴﴾......پھر ﴿شَهِدَ اللّٰهُ ......الخ﴾ آیتِ مُبارکہ پڑھے۔②

﴿۱۵﴾......اسکے بعد سورۂ آلِ عمران کی آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ سے لے کر دو آیتیں پڑھے۔③

﴿۱۶﴾......پھر سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں پڑھے۔④

﴿۱۷﴾......پھر سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیتِ مبارکہ پڑھے۔⑤

﴿۱۸﴾......اس کے بعد سورۂ فتح کی آخری تین آیتیں پڑھے۔⑥

---

① ......اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٘ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ٙ وَ اغْفِرْ لَنَا ٙ وَ ارْحَمْنَا ٙ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۵، ۲۸۶)

② ......شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۱۸)

③ ......قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ٞ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ٞ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ٞ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۲۶، ۲۷)

④ ......لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۫ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۲۹﴾ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۸، ۱۲۹)

⑤ ......وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱۱)

⑥ ......لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ٞ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ (پ۲۶، الفتح: ۲۷ تا ۲۹)

﴿۱۹﴾......اس کے بعد سورۂ حدید کی پہلی پانچ آیاتِ مبارکہ پڑھے۔ [1]

﴿۲۰﴾......پھر سورۂ حشر کی تین آخری آیات پڑھے۔ [2]

﴿۲۱﴾......اور اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِكَرَمِ وَجْهِكَ الصَّلَاةَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیری ذات کے جمال وجلال کے صدقے مکّی مدنی سلطان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر رحمت بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے جنّت مانگتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

دنیاو آخرت کی بھلائی کا مختصر وظیفہ

﴿۲۲﴾......حضرت سیِّدُنا قَبِیْصہ بن مُخارِق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''مجھے ایسے کلمات سکھا دیجئے جن کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے فائدہ دے، لیکن وہ مختصر ہوں کیونکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور پہلے جو اعمال کیا کرتا تھا ان میں سے بھی کئی ایک پر عمل سے قاصر ہوں۔'' تو سراپا رَحمت، شافِعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دنیا کے لئے تو یہ وظیفہ ہے کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد تین مرتبہ یہ پڑھا کرو: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [3] جب تم نے یہ الفاظ کہہ لئے تو اندھے پن، جُذام، برص اور فالج سے محفوظ ہو جاؤ گے اور آخرت کے لئے یہ

---

[1] ......سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱تا۵)

[2] ......هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ (پ۲۸، الحشر: ۲۲تا۲۴)

[3] ......ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے، عظمتوں والا اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی طرف سے۔

وظیفہ ہے: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاھْدِنِیْ مِنْ عِنْدِكَ وَ اَفِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَانْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ﴾[1] اس کے بعد سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن جب کوئی ان دعاؤں کا بدلہ پائے گا تو دیکھے گا کہ ان میں سے کسی کو ترک نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی خاطر جنّت کے چاڑ دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''[2]

جامع الوظائف خِضری تحفہ

صبح کی نماز کے بعد 7، 7 بار یہ ذیل وظائف پڑھیں جو حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کو عطا فرمائے اور وَصیّت فرمائی کہ صُبح و شام پڑھا کریں۔[3] مزید ارشاد فرمایا کہ انہیں یہ وظیفہ نبیوں کے سلطان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس وظیفے کے فضائل اور اس کے عظیمُ الشّان ہونے کا تذکرہ کیا۔ پس کوئی ایسا سعادت مند انسان ہی اس پر ہمیشہ عمل کر سکتا ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص نظرِ کرم ہو۔ یہاں ہم اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس وظیفہ کے فضائل کا تذکرہ حَذْف کر رہے ہیں۔ اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو بھی اس وظیفہ پر عمل کرے گا اور اس پر مُداوَمت (مُ۔دا۔وَ۔مَت یعنی ہمیشگی) اختیار کرے گا تو اُسے وہ تمام فضائل حاصل ہوں گے جو ہم نے مختلف مذکورہ دعاؤں کے ضمن میں بیان کئے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سعید بن سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَمِیْد سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابوطَیْبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرَۃ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ ابدال تھے، سے روایت فرماتے ہیں: ''میرے ایک برادرِ محترم شام سے تشریف لائے اور مجھے ایک تحفہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے کُرز! میری جانب سے یہ تحفہ قبول کر لیں کہ یہ ایک بہترین تحفہ ہے۔'' میں نے ان سے عرض کی: ''اے میرے بھائی! آپ کو یہ تحفہ کہاں سے ملا؟'' تو انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے عطا فرمایا ہے، میں نے پھر پوچھا: ''کیا آپ نے ان سے

---

[1] ......ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! (حضرت سیِّدُنا) محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آلِ محمد پر رحمت فرما اور مجھے بھی اپنی خاص ہدایت سے نواز اور مجھ پر اپنا فضل و کرم فرما اور مجھ پر اپنی رحمت پھیلا اور اپنی برکتیں نازل فرما۔

[2] ......عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، باب مایقول فی دبر صلاۃ الصبح، الحدیث: ۱۳۳، ص ۴۹ بتغیر قلیل

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد، الباب الاول، ج ۱، ص ۴۲

یہ دریافت نہ فرمایا کہ انہیں یہ کس نے دیا؟'' تو انہوں نے بتایا کہ ہاں میں نے دریافت کیا تھا، پس انہوں نے بتایا: ''ایک مرتبہ مَیں کعبہ مُشَرَّفہ کے صحن میں تَسبِیح و تَحمید اور تَہلِیل (یعنی سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ اور لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھنے) میں مَشغول تھا کہ ایک بُزُرگ نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میرے دائیں جانب بیٹھ گئے، میں نے ان سے زیادہ حسین چہرے، عُمدہ لباس، گوری رنگت اور بہترین خوشبو والے کسی فرد کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: ''اے بندۂ خدا! آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟'' تو انہوں نے بتایا: ''میں ''خضر'' ہوں۔'' میں نے دوبارہ پوچھا کہ میرے پاس کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ''میں تو صرف آپ کو سلام کرنے اور آپ کی پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے جو مَحبّت ہے اس کی وجہ سے آیا ہوں، نیز میرے پاس ایک تحفہ ہے جو آپ کو دینا چاہتا ہوں۔'' میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سورج طُلوع ہونے اور زمین پر اس کی روشنی پھیلنے سے پہلے اور اسی طرح اس کے غُروب ہونے سے بھی پہلے یہ وظیفہ پڑھا کریں:

(۱)......سات بار الحمد شریف (۲)......سات بار سورۂ ناس (۳)......سات بار سورۂ فلق (۴)......سات بار سورۂ اخلاص (۵)......سات بار سورۂ کافرون (۶)......سات بار آیۃُ الکرسی (۷)......سات بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ (۸)......سات بار درودِ پاک (۹)......سات بار اپنے لئے، اپنے والدین اور ان کی اولاد کے لئے، اپنے اہل وعیال، تمام مومنین و مومنات اور زندہ وفوت شُدہ افراد کے لئے دعائے مَغْفِرَت کیا کریں اور (۱۰)......پھر سات بار یہ دعا مانگیں:

﴿اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ افْعَلْ بِیْ وَ بِھِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَآ اَنْتَ لَہٗ اَھْلٌ وَّلَاتَفْعَلْ بِنَا یَامَوْلَایَ مَا نَحْنُ لَہٗ اَھْلٌ۔ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ [1]

اور (پھر حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا) یہ خیال رکھیں کہ صبح وشام ان وظائف میں سے کوئی رہ نہ جائے۔

---

[1] ......ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے اور ان کے ساتھ دین و دنیا اور آخرت کے معاملے میں جلدی اور دیر سے ایسا سلوک فرما جو تیری شان کے لائق ہے اور اے میرے پَرْوَرْدگار! ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ نہ فرمانا جو ہمارے لائق ہے، بے شک تو ہی بخشنے والا، بردبار، جواد، کرم کرنے والا، مہربان، رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کی: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات سے بھی آگاہ فرمائیں کہ آپ کو یہ تحفہ کس نے عطا فرمایا ہے؟'' تو انہوں نے بتایا: ''مجھے یہ تحفہ وعطیہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمایا ہے۔'' میں نے پھر عرض کی: ''مجھے اس کا اجر وثواب بھی بتائیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''جب آپ کی ملاقات تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہوگی تو خود ہی اس کا ثواب دریافت فرما لیجئے گا، یقیناً وہ آپ کو آگاہ فرما دیں گے۔''

حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے خواب دیکھا کہ فرشتے ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں اٹھا کر جنّت میں داخل فرما دیا، انہوں نے جنّت کے اِنعامات واِکرامات دیکھے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کے اوصاف بھی بیان کئے اور پھر ارشاد فرمانے لگے کہ میں نے فرشتوں سے سوال کیا یہ سب کچھ کس کے لئے ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو ویسا ہی عمل کرے جو آپ کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جنّتی پھل کھائے اور فرشتوں نے مجھے جنّتی مَشروب بھی پلایا، اسی اَثنا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ 70 اَنْبیائے کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ ساتھ فرشتوں کی 70 قطاریں بھی تھیں، ہر قطار مَشْرِق سے مَغْرِب تک طویل تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے ''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم**'' کہا اور میرا ہاتھ تھام لیا، میں نے عرض کی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضرت سیِّدُ نا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے یہ حدیثِ پاک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سَماعت فرمائی ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خِضر نے سچ کہا ہے اور انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حق ہے اور وہ اہلِ زمین کے عالم اور ابدالوں کے سردار ہیں، نیز وہ زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لشکر میں سے ہیں۔''

میں نے دوبارہ عرض کی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو یہ عمل کرے لیکن ان انعامات کا مشاہدہ نہ کر سکے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں تو کیا اسے بھی ویسے ہی نوازا جائے گا جیسے مجھے نوازا گیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبعوث فرمایا! یقیناً

ربِّ قُدّوس عَزَّوَجَلَّ ہر اس شخص کو ان انعامات سے نوازے گا جو اس وظیفہ پر عمل کرنے والا ہوگا خواہ اس نے نہ تو میری زیارت کی ہو اور نہ ہی جنَّت کا مُشاہَدہ کیا ہو، بلکہ پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ اس کی تمام بڑی بڑی لغزشیں تک معاف فرما کر اس سے اپنی ناراضی خَتْم فرما دے گا اور بائیں کندھے والے فرشتے کو حکم دے گا کہ سال بھر تک اس کی بُرائیاں نہ لکھنا اور اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبْعوث فرمایا! یہ عمل صرف وہی شخص بجا لائے گا جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سعادت مند وخوش بخت بنا کر پیدا کیا ہوگا اور اس عمل کو ترک بھی صرف وہی کرے گا جو بد بخت ہوگا۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم تَیْمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے چار ماہ تک نہ تو کچھ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا، ہوسکتا ہے کہ ان کی یہ حالت اس خواب کے بعد ہوئی ہو۔ (وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم)

یہ سب سے بہترین اَوراد و وَظائف ہیں جنہیں صُبْح کی نماز کے بعد پڑھا جا سکتا ہے، ان کے فضائل بکثرت اخبار واحادیثِ مبارَکہ میں وارِد ہیں لیکن اختصار کے پیشِ نظر ہم نے ان تمام کے تذکرے سے گریز کیا ہے۔

❁……❁……❁

پہاڑ برابر قرض سے نجات کا وظیفہ

ایک مُکاتَب (یعنی وہ غلام جس نے اپنے آقا سے مال کی ادائیگی کے بدلے آزادی کا مُعاہَدہ کیا ہو۔ مختصر القدوری، ص ۱۷۱) نے حضرت مشکل کشا علیُّ المرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہ میں عرض کی: میں اپنی کِتابت (یعنی آزادی کی قیمت) ادا کرنے سے عاجز ہوں، میری مدد فرمائیے۔ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم پر جَبَلِ صیر (صیر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ النھایۃ، ج ۳، ص ۶۱) جتنا دَین (یعنی قرض) ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری طرف سے ادا کر دے گا، تم یوں کہا کرو: اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

(سنن الترمذی، ج ۵، ص ۳۲۹، حدیث: ۳۵۷۴)

[1] ……تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۱۹۶۵ الخضر، ج ۱۶، ص ۴۳۰ مختصراً

فصل 5

نمازِ فجر کے بعد کی مسنون دُعائیں

اس فصل میں نمازِ فجر کے بعد کی ان جامع اور مختصر دعاؤں کا بیان ہے جو مختلف احادیثِ مبارکہ میں وارد ہیں۔

دعا شروع کرنے کا مسنون طریقہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح دعا شروع فرمایا کرتے تھے:

﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَهَّابْ﴾[1] ترجمہ: پاک ہے میرا بزرگ و برتر اور انتہائی زیادہ عطا کرنے والا پرُوَرْدگار۔

اس کے علاوہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان الفاظ سے بھی آغاز فرمایا کرتے تھے:

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الْحَسَنِ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور موت بھی وہی دیتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے دستِ قدرت میں خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ نعمتوں والا، فضل و کرم والا اور بہترین تعریف کا مالک ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

جامع اور کامل دعا

مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو جامع اور کامل دعائیں مانگنے کے مُتَعَلِّق ارشاد فرمایا اور یہ دعا سکھائی:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ، وَاَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ، وَاَسْئَلُكَ

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۴۸، ج۵، ص ۵۶۱

الْجَنَّةَ، وَمَا قَرُبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا قَرُبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَّعَمَلٍ، وَاَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ مَا سَئَلَكَ بِهٖ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَسْتَعِيْذُكَ مِمَّا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَسْئَلُكَ مَا قَضَيْتَ لِيْ مِنْ اَمْرٍ اَنْ تَجْعَلَ عَاقِبَتَهٗ رُشْدًا بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ حضرت سیّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت فرما...... اور تجھ سے ہر قسم کی جلد اور دیر سے آنے والی خیر وبھلائی کی بھیک مانگتا ہوں خواہ اس سے میں آگاہ ہوں یا نہ ہوں...... اور میں ہر جلد اور دیر سے آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں خواہ میں اس شر سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں...... اور تجھ سے جنّت اور اس کے قریب کر دینے والے قول وعمل کا سوال کرتا ہوں...... اور دوزخ اور اس کے قریب کر دینے والے قول وعمل سے پناہ مانگتا ہوں...... اور تجھ سے ہر وہ شے مانگتا ہوں جو تیرے بندے اور رسول حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے طلب کی...... اور تجھ سے ہر اس شے سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور رسول حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پناہ مانگی۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے! تو نے میرے متعلق جو فیصلہ فرمایا ہے میں تجھ سے تیری رحمت کے صدقے اس کے انجام کے بہتر ہونے کا سوال کرتا ہوں۔

سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہا کو نصیحت

حضرت سیّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، توجہ سے سنو اور یوں دعا مانگا کرو:

﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ فَاَغِثْنِيْ وَلَا تَكِلْنِيْٓ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ﴾ [2]

ترجمہ: اے زندہ! اے دوسروں کے قائم رکھنے والے! تیری رحمت کے بھروسے پر میں مدد مانگ رہا ہوں پس میری مدد فرما اور مجھے

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشه رضی الله تعالٰی عنها، الحدیث: ۲۵۱۹۱، ۲۵۱۹۲، ج۹، ص ۴۸۱، ۴۸۲ دون قوله "الصلاة علی محمد واله"

[2] ......السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلة، باب مایقول اذا امسٰی، الحدیث: ۱۰۴۰۵، ج۶، ص ۱۴۷، دون قوله "فاغثنی"

ایک لمحے کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے مت فرما بلکہ میرے ہر معاملے کی اصلاح فرما دے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سکھائی گئی دعا

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ دُعا سکھائی:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيِّكَ وَاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ وَمُوْسٰى نَجِيِّكَ وَكَلِيْمِكَ وَعِيْسٰى رُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ وَبِكَلَامِ مُوْسٰى وَاِنْجِيْلِ عِيْسٰى وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ وَفُرْقَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَكُلِّ وَحْيٍ اَوْحَيْتَهٗ اَوْ قَضَآءٍ قَضَيْتَهٗ اَوْ سَآئِلٍ اَعْطَيْتَهٗ اَوْ غَنِيٍّ اَقْنَيْتَهٗ اَوْ فَقِيْرٍ اَغْنَيْتَهٗ اَوْ ضَآلٍّ هَدَيْتَهٗ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَهٗ عَلٰى مُوْسٰى وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ ثُبِتَ بِهٖ اَرْزَاقُ الْعِبَادِ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَاسْتَقَرَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى الْجِبَالِ فَاَرْسَتْ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ اِسْتَقَلَّ بِهٖ عَرْشُكَ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الطُّهْرِ الطَّاهِرِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الْوِتْرِ الْمُنَزَّلِ فِیْ كِتَابِكَ مِنْ لَّدُنْكَ مِنَ النُّوْرِ الْمُبِيْنِ وَاَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ وَضَعْتَهٗ عَلَى النَّهَارِ فَاسْتَنَارَ وَعَلَى اللَّيْلِ فَاَظْلَمَ وَبِعَظَمَتِكَ وَكِبْرِيَآئِكَ وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰى مُحَمَّدٍ نَّبِيِّكَ وَعَلٰۤى اٰلِهٖ وَاَنْ تُرْزِقَنِیَ الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ وَتُخَلِّطَهٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلُ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ لِیْ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تیرے خلیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم اور تیرے نجی و کلیم حضرت سیِّدُنا موسیٰ اور تیری روح اور کلمے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِمُ السَّلَام کے صدقے سوال کرتا ہوں ...... اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے کلام، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی انجیل، حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کی زبور اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قرآنِ مجید کے وسیلہ سے تجھ سے مانگتا ہوں ...... اور اس وحی کے وسیلہ سے (بھی مانگتا ہوں) جو تو نے کسی کی جانب کی ...... یا ہر اس فیصلے کے واسطہ سے جو تو نے کیا ...... یا ہر اس سائل کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے عطا فرمایا ...... یا اس

[1] ......جامع الاصول للجزری، الکتاب الاول فی الدعاء، الفصل التاسع فی دعاء الحفظ، الحدیث: ۲۳۰۲، ج ۴، ص ۲۴۹
کتاب الدعاء للطبرانی، باب الدعاء لحفظ القران، الحدیث: ۱۳۳۴، ص ۳۹۷

غنی کے وسیلہ سے جس کو تو نے مال عطا کیا...... یا اس فقیر کے وسیلہ سے جس کو تو نے غنی فرما دیا...... یا ہر اس گمراہ کے صدقہ جس کو تو نے ہدایت کی دولت عطا فرمائی......اور میں تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اتارا......اور تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس سے بندوں کو رزق عطا کیا جاتا ہے......اور تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے زمین پر نازل فرمایا تو وہ قرار پکڑ گئی......اور تجھ سے اس بابرکت نام کے وسیلہ سے مانگتا ہوں جس کو تو نے آسمانوں پر رکھا تو وہ جم گئے......اور تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس کو تو نے پہاڑوں پر رکھا تو وہ گڑ گئے......اور میں تجھ سے تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے مانگتا ہوں جس سے تیرا عرش بلند ہوا......اور تیرے بابرکت نام **اَلطُّھر ، اَلطَّاھِر ، اَلْاَحَد ، اَلصَّمَد ، اَلْوِتْر** کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں......اور تیرے ہر اس نازل کردہ بابرکت نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو تیری کتاب میں ہے......اور تیرے اس بابرکت نام کے واسطہ سے بھی مانگتا ہوں جو تو نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا اور رات پر رکھا تو وہ تاریک ہو گئی......اور تجھ سے تیری عظمت اور کبریائی کے واسطے اور تیرے نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت فرما اور مجھے قرآنِ کریم اور علم کی دولت عطا فرما اور اسے میرے گوشت، میرے خون، میری سَماعَت اور میری بَصارت میں ملا دے کہ میرا جسم تیری عطا کردہ قُوَّت و طاقت سے اسے استعمال کر سکے کیونکہ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! تیری عطا کردہ توفیق کے بغیر مجھ میں نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قُوَّت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

سیدنا جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ بن عمر** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام **رحمتِ عالَم ، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ ناز میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یہ دعا پڑھا کریں:

﴿يَا نُوْرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا جَمَالَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا عِمَادَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا غَوْثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَةِ الرَّاغِبِيْنَ وَالْمُفَرِّجَ عَنِ الْمَكْرُوْبِيْنَ وَالْمُرَوِّحَ عَنِ الْمَغْمُوْمِيْنَ وَمُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَكَاشِفَ السُّوْءِ وَاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ مَنْزُوْلٌ بِكَ كُلُّ حَاجَةٍ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ﴾[1]

---

[1] ......كتاب الدعاء للطبرانی، باب ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۱۴۵۹، ص ۴۳۰ دون قولہ ''یا جمال السموات والارض''

ترجمہ: اے آسمانوں اور زمین کے نور! اے آسمانوں اور زمین کے جمال! اے آسمانوں اور زمین کے سہارے! اے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی نمونہ کے پیدا کرنے والے! اے عظمت وبُزُرگی والے! اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے! اے فریادیوں کے مددگار! اے رغبت رکھنے والوں کی رغبت کی انتہا! اور اے مصیبت زدوں کی مصیبت دور فرمانے والے! اور اے غمزدوں کو راحت و سکون عطا فرمانے والے! اور اے مجبور اور بے کسوں کی دعاؤں کے قبول فرمانے والے! اور اے تکلیفوں کے دور فرمانے والے! اور اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! اور اے تمام جہانوں کے مَعْبود! ہر حاجت تیری بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے، اے سب سے بڑھ کر رحم وکرم فرمانے والے!

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روزانہ کی دعا

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صُبْح وشام یہ دُعا مانگا کرتے اور کبھی ناغہ نہ فرماتے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ، وَفِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ، وَاَقِلْنِیْ عَثَرَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ﴾[1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں اور اپنے دین ودنیا اور مال واولاد میں عَفْو وعافیّت طلب کرتا ہوں، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری پردہ پوشی فرما، مجھے خوف سے امن عطا فرما اور میری لَغْزِشوں کو مُعاف فرما۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے سامنے اور پیچھے سے اور میرے دائیں، بائیں اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں زمین میں دھنسائے جانے سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔

عطائے خداوندی

حضرت سَیِّدُنا بُرَیْدَہ اَسْلَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحْر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے بُرَیْدَہ! کیا میں تمہیں چند کلمات نہ سکھا دوں کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جسے اپنی خیر و

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۷۴، ص ۱۵۹۴

سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب مایدعو بہ الرجل، الحدیث: ۳۸۷۱، ص ۲۷۰۸

بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے اسے ہی یہ کلمات سکھاتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ ان کلمات کو کبھی نہیں بھولتا۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیوں نہیں ضرور سکھائیں۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ پڑھا کرو:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ، وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ، وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَایَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَاَغْنِنِیْ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں کمزور ہوں میرے ضُعْف کو اپنی رِضا میں قوت عطا فرما، میری پیشانی کو خیر وبھلائی کی جانب کر دے اور اسلام کو میری رضامندی کی انتہا بنا دے، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں کمزور ہوں مجھے قُوَّت عطا فرما، میں ذلیل ہوں مجھے عِزَّت عطا فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! میں فقیر ہوں مجھے اپنی رحمت سے غنی بنا دے۔

دنیا وآخرت کی جامع الخیر دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو مالک اَشْجَعِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد نے مجھے بتایا کہ ہم صبح کے وقت محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بےکس پناہ میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک مرد یا ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں صبح کے وقت کیا دعا مانگوں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ دعا مانگا کرو، دنیا وآخرت کی خیر وبرکت تمہارے لئے جمع کر دی جائے گی:

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاجْبُرْنِیْ﴾[2]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سَیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت اور رزق عطا فرما اور مجھے عافِیَّت دے اور میرے حال کو دُرُست فرما۔

شیطان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دعا

حضرت سَیِّدُنا ابو زُرْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے میرے ایک

---

[1] ......الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۲۸۸۲، ص ۱۷۲ بتغیر قلیل

[2] ......صحیح ابنِ خزیمہ، کتاب الصلاۃ، باب جامع الدعاء بعد الصلاۃ، الحدیث: ۷۳۳، ج ۱، ص ۳۶۶

خط کے جواب میں مکتوب بھیجا اور دورانِ ملاقات بھی آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ بتایا کہ شیطان اس شخص کے قریب نہیں جاتا جو صبح وشام یہ دعا تین۳ تین۳ مرتبہ پڑھ لیا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِاِسۡمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنۡ شَرِّ السَّآمَّةِ وَالۡھَآمَّةِ وَاَعُوۡذُ بِاِسۡمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنۡ شَرِّ عَذَابِكَ وَشَرِّ عِبَادِكَ وَاَعُوۡذُ بِاِسۡمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ مِنۡ شَرِّ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ بِاَسۡمَآئِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ اَنۡ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَسۡئَلُكَ مِنۡ خَیۡرِ مَّا تُعۡطٰی وَمَا تُسۡئَلُ وَمِنۡ خَیۡرِ مَّا تُخۡفِیۡ وَخَیۡرِ مَّا تُبۡدِیۡ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِاِسۡمِكَ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ ﴿مِنۡ شَرِّ مَا یَجۡرِیۡ بِهِ النَّھَارُ﴾ اِنَّ رَبِّیَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَھُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ﴾ [1]

ترجمہ: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! ہر زہریلے جانور اور تمام تکلیف دینے والے کیڑے مکوڑوں کے شر سے میں تیرے بابرکت نام اور تیرے کامل کلمہ کی پناہ طلب کرتا ہوں ...... اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے بابرکت نام اور تیرے کامل کلمات کی تیرے عذاب اور تیرے بندوں کے شر سے ...... اور میں پناہ مانگتا ہوں تیرے بابرکت نام کی اور تیرے کامل کلمات کی شیطان مردود کے شر سے۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! بے شک میں تیرے بابرکت نام اور تیرے مکمل کلمات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج ...... اور میں تجھ سے یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ جو خیر و بھلائی کسی کو عطا کی جاسکتی ہے یا کسی سے مانگی جاسکتی ہے اور جو مخفی و ظاہر ہو وہ خیر و بھلائی مجھے عطا فرما۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے بابرکت نام کی اور تیرے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ﴿اس شر سے جو دن کے وقت آتا ہے﴾ بے شک میرا پَرْوَرْدگار وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہے جس کے سوا کوئی مَعْبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا بھی ربّ ہے۔

شام کے وقت ﴿مِنۡ شَرِّ مَا یَجۡرِیۡ بِهِ النَّھَارُ﴾ کے بجائے ﴿مِنۡ شَرِّ مَا جَآءَ بِهِ اللَّیۡلُ﴾ پڑھیں۔

آفات سے بچنے کی دعا

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ العَزِیز نے حضرت سیِّدُنا محمد بن عُبَید **اللّٰہ** رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے روایت بیان کی کہ حضرت سیِّدُنا ابو الدرداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه تشریف لائے، انہیں بتایا گیا کہ ان کا گھر جل گیا ہے تو فرمانے لگے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ایسا نہیں ہونے دے گا۔'' پھر ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی: ''اے ابو درداء! آگ

[1] ......المطالب العالية، كتاب الاذكار، باب الاستعاذة، الحديث: ۳۴۳۵، ج۸، ص۷۰ مختصراً

آپ کے گھر کے قریب پہنچ چکی تھی کہ خود بخود بجھ گئی۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں جانتا تھا۔'' ان سے عرض کی گئی: ''ہم نہیں جانتے کہ آپ کی ان دونوں باتوں میں زیادہ عجیب کونسی ہے؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''میں نے رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سن رکھا ہے کہ جو شخص دن یا رات میں یہ کلمات کہے کوئی شے اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی اور میں نے ان کلمات کو پڑھ لیا تھا اور وہ یہ ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ، عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. مَا شَآءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رَبِّیْ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ. اَعْلَمُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا. اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی میرا پَرْوَرْدگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے تجھ پر ہی بھروسا کیا ہے اور تو ہی عرشِ عظیم کا ربّ ہے، بُزُرگ و بَرتَر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی کوئی قدرت، میرا پَرْوَرْدگار اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ کبھی نہیں ہوتا، میں جانتا ہوں بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے اور بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم ہر شے کو مُحیط ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس اور ہر اس جاندار کے شر سے جس کی پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، بیشک میرا ربّ سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

اَہم اُمورِ آخرت سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت سیِّدُنا ابو الدرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہی مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جس نے روزانہ سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں درپیش تمام اُمور میں کافی ہوگا خواہ وہ ان کلمات میں سچّا ہو یا جھوٹا اور وہ کلمات یہ ہیں: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾[2]

ترجمہ: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو: مجھے اللہ کافی ہے اسکے سوا کوئی مَعْبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

غم کو خوشی سے بدلنے والی دعا

رسولِ بے مثال، پیکرِ حسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جو کوئی کسی قسم کے غم

[1] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند الصباح والمساء، الحدیث: ۳۴۳، ص ۱۲۸

[2] ......عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی، مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۷۱، ص ۳۱ بتغیر قلیل

اور پریشانی میں مبتلا ہو اور یہ کلمات کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے غم اور پریشانی کو دور فرما کر خوشی و مَسَرَّت سے بدل دے گا۔" دعا یہ ہے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ اَمَتِكَ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُكَ، اَسْئَلُكَ اَللّٰھُمَّ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اِسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ وَغَمِّیْ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میرے متعلق تیرا ہی حکم نافذ ہے، میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عَدل ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس بابرکت نام کے واسطہ سے جو تو نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا کسی کو سکھایا یا علمِ غیب کے ساتھ خاص رکھا، سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی اور حبیب محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما اور یہ کہ قرآنِ کریم کو میرے دل کی بہار اور سینے کا نور اور میری تکلیف ختم کرنے والا اور فکر و غم دور کرنے والا بنا دے۔

راوی فرماتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: "یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ان کلمات کو سیکھ لیا جائے؟" تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو بھی ان کلمات کو سنے اسے چاہئے کہ انہیں سیکھ لے۔" [1]

دن اور رات کا شکر ادا کرنا

حضرت سیّدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ وہ صبح کے وقت یہ دعا مانگا کرتے: ﴿اَللّٰھُمَّ ھٰذَا خَلْقٌ جَدِیْدٌ فَافْتَحْهُ عَلَیَّ بِطَاعَتِكَ وَاخْتِمْهُ لِیْ بِمَغْفِرَتِكَ وَرِضْوَانِكَ وَارْزُقْنِیْ فِیْهِ حَسَنَةً تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَزَكِّهَا وَضَعِّفْهَا لِیْ وَمَا عَمِلْتُ فِیْهِ مِنْ سَیِّئَةٍ فَاغْفِرْهَا لِیْ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَّدُوْدٌ كَرِیْمٌ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ ایک نئی تخلیق ہے، پس اس کا آغاز مجھ پر اپنی اطاعت و فرمانبرداری سے فرما اور اختتام اپنی مَغْفِرت و رضامندی سے فرما اور مجھے اس میں ایسی بھلائی و نیکی کرنے کی توفیق عطا فرما جسے تو مجھ سے قبول بھی فرما لے اور اسے پاک فرما کر میرے لئے اس کے اجر کو دگنا کر دے اور میں نے اس میں جس بھی گناہ کا ارتکاب کیا اسے معاف فرما دے کیونکہ تو ہی مغفرت فرمانے

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۷۱۲، ج ۲، ص ۱۴ دون قولہ "ان تصلی...الی...والہ

والا ، رحم فرمانے والا ، محبت کرنے والا اور کرم فرمانے والا ہے۔

پس جو صبح وشام یہ دعا پڑھ لے اس نے دن رات کا شکر ادا کرلیا۔ ①

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندے کو راضی کرنا

ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جو شخص صبح اور شام تین تین مرتبہ یہ کلمات کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن راضی کردے:

﴿رَضِیْتُ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِيًّا﴾ ②

ترجمہ: میں اللہ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سَیِّدُنا محمد مصطفٰے

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا

حضرت سَیِّدُنا مُعْمَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا جَعْفَر بن بُرْقان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا عیسٰی بن مریم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام یوں دعا مانگا کرتے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ لَا اَسْتَطِیْعُ دَفْعَ مَا اَکْرَہُ وَلَا اَمْلِکُ نَفْعَ مَا اَرْجُوْ وَاَصْبَحَ الْاَمْرُ بِیَدِکَ لَا بِیَدِ غَیْرِکَ وَاَصْبَحْتُ مُرْتَھِنًا بِعَمَلِیْ فَلَا فَقِیْرَ اَفْقَرُ مِنِّیْ. اَللّٰھُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَدُوِّیْ وَلَا تُسِیْءُ بِیْ صَدِیْقِیْ وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّیْ وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِیْ وَلَا غَایَۃَ اَمَلِیْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ مَنْ لَّا یَرْحَمُنِیْ﴾ ③

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اس حال میں صُبح کی ہے کہ اپنی ناپسندیدہ اشیاء کو دور نہیں کرسکتا اور نہ کسی ایسی شے کے نفع کا مالک ہوں جس کی اُمّید رکھتا ہوں، بلکہ ہر قسم کا مُعاملہ تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، میری جان اپنے عمل میں گروی رکھی ہے، مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی (تیری رحمت وبخشش کا) محتاج نہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھ پر میرے دشمنوں کو نہ تو خوشیاں عطا فرما اور نہ ہی میرے دوست کو میری

---

① ......اتحاف السادة المتقين، كتاب الاذكار، دعاء الخليل ابراهيم، ج ۵، ص ۳۰۸

② ......سنن ابی داود، كتاب الادب، باب مايقول اذا اصبح، الحديث: ۵۰۷۲، ص ۱۵۹۴

المستدرك، كتاب الدعاء والتكبير، باب من قال رضيت ......الخ، الحديث: ۱۹۴۸، ج ۲، ص ۲۰۱

③ ......كتاب الجامع لمعمر مع المصنف لعبد الرزاق، باب القول حين يمسى......الخ، الحديث: ۲۰۰۵، ج ۱۰، ص ۹۳

طرف سے دکھ پہنچا، میرے دین کے مُعاملے میں نہ تو مجھے کسی مُصیبت میں مُبتلا فرما اور نہ ہی دنیا کو میرا سب سے بڑا مقصد بنا کر اسے میرے علم و اُمّید کی اِنتہا بنا اور نہ ہی مجھ پر اس شخص کو مُسلّط فرما جو مجھ پر رحم نہ کرے۔

جلنے، ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ ہر موسم میں حضرت سیِّدُنا خِضر اور حضرت سیِّدُنا الیاس عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام آپس میں ملاقات فرماتے ہیں اور جب ایک دوسرے سے جدا ہونے لگتے ہیں تو یہ کلمات کہتے ہیں: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، اَلْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا يُصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

ترجمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بابرکت نام سے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے نہ بُرائی سے بچنے کی کوئی قُوّت، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر نعمت اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر قسم کی خیر و بھلائی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت میں ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، سوائے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی بُرائی دور نہیں کر سکتا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی قوت بجز اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے۔

فائدہ: جو کوئی صبح کے وقت یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے جلنے، ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہے گا۔ [1]

استغفارِ حضرت سیِّدُنا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام کا اِستغفار یہ ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ تُبْتُ اِلَيْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُّ فِيْهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ عَقْدٍ عَقَدْتُّهُ لَكَ ثُمَّ لَمْ اَفِ لَكَ بِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَیَّ فَقَوَّيْتُ بِهَا عَلٰی مَعْصِيَتِكَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ عَمَلٍ عَمِلْتُهُ لِوَجْهِكَ خَالَطَهُ مَا لَيْسَ لَكَ﴾ [2]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس گناہ کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے توبہ کے بعد کیا، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس عہد

---

[1] ...... کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ۲۷۳ الحسن بن رزین، ج ۱، ص ۲۴۴ بتغیر قلیل

[2] ...... شعب الایمان للبیهقی، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبة، الحدیث: ۷۱۴۸، ج ۵، ص ۲۳۳ بتغیر

کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے تجھ سے کیا لیکن پورا نہ کر سکا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس نعمت کی مُعافی چاہتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی لیکن میں نے اس نعمت سے تیری نافرمانی پر قوت حاصل کی، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر اس عمل کی مُعافی چاہتا ہوں جو میں نے خالص تیری رِضا کے لئے کیا لیکن اس میں ایسی شے شامل ہوگئی جو تیری بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہ تھی۔

ڈر اور خوف دور کرنے کی دعا

حضرت سَیِّدُ نا سعید بن ابی رَوحا جَمال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رات کے وقت میں ایک ویران جگہ تنہا رہ گیا، مجھے وحشت وتنہائی محسوس ہوئی تو گھبرا گیا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا، اسے دیکھ کر میری گھبراہٹ اور زیادہ ہوگئی اور جب میں نے اس کی آواز سنی تو اسے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پایا، پھر اس شخص نے مجھ سے کہا: ''کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتاؤں کہ ❁ جب تم خوف محسوس کرو تو تمہاری گھبراہٹ جاتی رہے ❁ جب راستہ سے بھٹک جاؤ تو راستہ پالو اور ❁ جب بے خوابی کا شِکار ہو تو نیند آجائے۔'' میں نے عرض کی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے حال پر رحم فرمائے مجھے ضَرور ایسی دعا سکھایئے۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس نیک بندے نے کہا: ''یہ دعا پڑھا کرو:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ ذِی الشَّاْنِ عَظِیْمِ الْبُرْهَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾[1]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جو شان والا، عظیم برہان والا، شدید سلطنت والا ہے، جسے ہر دن ایک کام ہے، اس بُزُرگ و برتر ذات کی مدد کے علاوہ نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قوت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی پانے کے دس کلمات

حضرت سَیِّدُ نا یعقوب بن عبدُ الرحمن عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حسّان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے حضرت سَیِّدُ نا مَعروف کَرخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں دس ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جن میں سے پانچ دنیا اور پانچ آخرت کے لئے ہیں، جو بھی ان کلمات سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے انعاماتِ باری تعالیٰ پاتا ہے۔'' میں نے عرض کی کہ انہیں تحریر فرمادیں تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! میں تحریر نہیں کروں گا بلکہ میں بھی اسی طرح بار بار تمہیں پڑھ کر سناؤں گا جیسا کہ حضرت سَیِّدُ نا بکر بن

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الھواتف، باب ھواتف الدعاء، الحدیث: ۶۴، ج ۲، ص ۴۶۹

حُبَیْش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے سنائے تھے۔'' وہ کلمات یہ ہیں:

﴿ حَسْبِیَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لِدِیْنِیْ، حَسْبِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِدُنْیَایَ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ لِمَا اَھَمَّنِیْ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَکِیْمُ الْقَوِیُّ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الشَّدِیْدُ لِمَنْ کَادَنِیْ بِسُوْٓءٍ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الرَّحِیْمُ عِنْدَ الْمَوْتِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الرَّؤُوْفُ عِنْدَ الْمَسْئَلَۃِ فِی الْقَبْرِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْکَرِیْمُ عِنْدَ الْحِسَابِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ اللَّطِیْفُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ الْقَدِیْرُ عِنْدَ الصِّرَاطِ ۞ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴾[1]

ترجمہ: مجھے میرے دین کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھے میری دنیا کے معاملات میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جن باتوں نے مجھے غم زدہ کر دیا ہے ان میں بھی مجھے کریم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھ پر سَرکشی اختیار کرنے والے کے معاملہ میں بھی مجھے حکمت و قوت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جو مجھے دھوکا وفریب دینا چاہے اس کے معاملہ میں بھی مجھے شِدَّت وطاقت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، موت کے وقت بھی مجھے رحم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، قبر میں سوال جواب کے وقت بھی مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے جو کہ رَءوف ہے، حساب کے وقت بھی مجھے کرم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، میزان کے پاس بھی مجھے لطف وکرم فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، پل صراط سے گزرتے وقت بھی مجھے قدرت والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

اور اس کے بعد یوں دعا کرے:

﴿اَللّٰھُمَّ یَا ھَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ وَرَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَمُقِیْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِیْمِ الْمُسْلِمِیْنَ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْاَحْیَآءِ الْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ!﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے گمراہوں کو ہدایت دینے والے! اور اے گناہگاروں پر رحم فرمانے والے! اے خطا کاروں کی خطائیں معاف فرمانے والے! اے عظیم قدر ومنزلت کے مالک! اپنے (اس) بندے اور تمام مسلمانوں پر رحم فرما اور ہمیں ان رزق دیئے گئے زندوں میں سے بنا دے جن پر تو نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں میں سے۔ آمین! یاربّ العالمین!

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم، الاصل الخامس والسبعون والمائۃ، باب فی سر الکلمات......الخ، ج ۲، ص ۲۷۴ بتغیر قلیل

مَنقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عُتْبہ غُلام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کوخواب میں دیکھا گیا تو انہوں نے (دخولِ جنّت کا سبب پوچھنے پر) بتایا کہ میں انہی دعاؤں کی برکت سے جنّت میں داخل ہوا ہوں۔[1]

مذکورہ دعا کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿اَللّٰھُمَّ عَالِمَ الْخَفِیَّاتِ، رَفِیْعَ الدَّرَجَاتِ، ذَا الْعَرْشِ، تُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِكَ عَلٰی مَنْ تَشَآءُ مِنْ عِبَادِكَ، غَافِرَ الذَّنْبِ وَقَابِلَ التَّوْبِ، شَدِیْدَ الْعِقَابِ، ذَا الطَّوْلِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ﴾[2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے مخفی و پوشیدہ اشیاء کو جاننے والے! اے درجات کو بلند کرنے والے! اے عرش کے مالک! روح تیرے حکم سے تیری مَنشاو مرضی کے مطابق تیرے بندوں میں ڈالی جاتی ہے، اے گناہ معاف کرنے والے! اور اے توبہ قبول فرمانے والی ذاتِ بابرکات! اے سخت عذاب کے مالک! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم صائغ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''آپ کو کس شے کے سبب نجات ملی؟'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا کہ یہی مذکورہ دعائیں میری نجات کا سبب ہیں۔

دعائے مولا مشکل کُشا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم

مَنقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا خضر عَلَیْہِ السَّلَام نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو یہ دعا سکھائی، الفاظ یہ ہیں:

﴿یَا مَنْ لَّا یُشْغِلُهٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَّلَا تَشْتَبِهُ عَلَیْهِ الْاَصْوَاتُ، یَا مَنْ لَّا تُغَلِّطُهُ الْمَسَآئِلُ وَلَا تَخْتَلِفُ عَلَیْهِ اللُّغَاتُ، یَا مَنْ لَّا یَتَبَرَّمُ بِاِلْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ، اَذِقْنِیْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ﴾[3]

ترجمہ: اے وہ ہستی جسے کسی ایک کا سننا دوسرے کو سننے سے غافل نہیں کرتا اور نہ ہی جس پر آوازیں مشتبہ ہوتی ہیں! اے وہ بابرکت ذات کہ جس پر سوالات خَلْط مَلْط نہیں ہوتے اور نہ ہی زبانوں کا اختلاف اس پر اثر انداز ہوتا ہے! اے آہ وزاری کرنے والوں کی آہ و زاری سے نہ اکتانے والے! مجھے اپنے عَفْو و دَرگُزر کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی حلاوت عطا فرما۔

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۶۷ عتبۃ الغلام، الحدیث: ۸۵۱۶، ج ۶، ص ۲۵۶

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القران، فصل فی فضائل السورۃ، الحدیث: ۲۴۸۱، ج ۲، ص ۴۶۸

[3] ......المجالسۃ وجواھر العلم، الحدیث: ۱۰۳، ج ۱، ص ۶۱ بدون بعض الالفاظ

تسبیحاتِ ابی المُعْتَمِر

یہ تسبیحات حضرت سَیِّدُ نا ابو مُعْتَمِر سلیمان تَیْمِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہیں، جن کی فضیلت کے متعلق مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُ نا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بلادِ روم میں شہید ہونے والے ایک شخص کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''تو نے وہاں (جنَّت میں) سب سے بہتر کس عمل کو پایا ہے؟'' تو اس نے جواب دیا: ''تسبیحاتِ ابو مُعْتَمِر کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بڑا مقام و مرتبہ ہے۔''

حضرت سَیِّدُ نا مُعْتَمِر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالملک بن خالد کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: ''تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟'' اس نے بتایا کہ بہت اچھا۔ میں نے کہا: ''ہمیں تو گناہگار کے حق میں سزا کا خطرہ تھا۔'' تو بولا: ''تسبیحاتِ ابو مُعْتَمِر سے محبت کرو، کیونکہ وہ بہت ہی اچھی ہیں۔''

تسبیحات حضرت سَیِّدُ نا ابو مُعْتَمِر یہ ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، عَدَدَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَزِنَةَ مَا خَلَقَ وَزِنَةَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَمِلْءَ مَا خَلَقَ وَمِلْءَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَمِلْءَ سَمٰوَاتِهٖ وَمِلْءَ اَرْضِهٖ، وَمِثْلَ ذٰلِكَ وَاَضْعَافَ ذٰلِكَ، وَعَدَدَ خَلْقِهٖ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ، وَمُنْتَهٰى رَحْمَتِهٖ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، وَمَبْلَغَ عِلْمِهٖ وَرِضَاهُ، وَحَتّٰى يَرْضٰى وَاِذَا رَضِيَ، وَعَدَدَ مَا ذَكَرَهٗ بِهٖ خَلْقُهٗ فِيْ جَمِيْعِ مَا مَضٰى وَعَدَدَ مَا هُمْ ذَاكِرُوْهُ فِيْمَا بَقِيَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ وَّشَهْرٍ وَّجُمُعَةٍ وَّيَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّسَاعَةٍ مِّنَ السَّاعَاتِ وَنَسَمَةٍ وَّشَمٍّ وَّنَفَسٍ وَّلَمْحَةٍ وَّطَرْفَةٍ، مِنَ الْاَبَدِ اِلَى الْاَبَدِ، اَبَدِ الدُّنْيَا وَاَبَدِ الْاٰخِرَةِ، وَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، لَا يَنْقَطِعُ اَوَّلُهٗ وَلَا يَنْفَدُ اٰخِرُهٗ﴾[1]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے ❁ اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں ❁ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں ❁ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سب سے بڑا ہے ❁ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نیکی کرنے کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی قوت۔ ❁ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تحمید ہو) اس نے جو مخلوق پیدا کی اور جو پیدا کرے گا سب کی تعداد کے برابر ❁ اور اس کی وہ مخلوق جو اس نے پیدا کی اور جو پیدا کرے گا اس کے وزن کے برابر ❁ اور جو اس نے پیدا کیا اور جو پیدا کرے گا اس کے بھرنے کے برابر ❁ اور آسمانوں کے اور زمینوں کے

---

[1] ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب ما روی من الشعر فی المنام، الحدیث: ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ج۳، ص ۱۰۲

بھرنے کی مقدار اور ان کی مثل مزید ❁ بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ ❁ اور اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کے عرش کے وزن کے برابر ❁ اور اس کی رحمت کی انتہا اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر ❁ اور اس کے علم و رضا کی حد کے برابر ❁ اور یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے ❁ اور جب وہ راضی ہو جائے اس کے برابر ❁ ماضی میں اس کی مخلوق نے جس قدر اس کا ذکر کیا اور آئندہ زمانہ میں جو کرے گی اس کے برابر ❁ ہر سال میں، ہر مہینے، ہر جمعہ، ہر دن، ہر رات اور ہر گھڑی میں سب گھڑیوں سے اور ہر ذات، ہر سونگھنے میں اور ہر سانس میں اور ہر لمحہ اور پلک جھپکنے میں، ابتدائے زمانہ سے لے کر آخر زمانہ تک، دنیا کی ابتدا سے لے کر آخرت کی ہمیشگی تک اور اس سے بھی بڑھ کر، نہ تو اس کی ابتدا منقطع ہو اور نہ ہی اس کی انتہا کا اختتام ہو۔

دعائے توبہ و حاجت

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی توبہ قبول کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں **بیتُ اللّٰہ** شریف کے طواف کے سات چکروں کی توفیق عطا کی، اس وقت وہاں کوئی عمارت نہ تھی بلکہ سرخ رنگ کا ایک ٹیلا تھا۔ طواف کے بعد انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا مانگی:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ، وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰۤی اَعْلَمَ اِنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْۤ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَالرِّضَا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾

ترجمہ: اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! بیشک تو میرا ظاہر و باطن جانتا ہے پس میری مَعْذِرَت قبول فرما اور تو میری حاجت و ضرورت بھی جانتا ہے پس میرا سوال پورا فرما دے اور تو وہ بھی جانتا ہے جو میرے دل میں ہے پس میری لَغْزِشوں کو معاف فرما دے۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں گھر کر جائے اور ایسے یقین کا سوال کرتا ہوں جو سچّا ہو یہاں تک کہ مجھے یہ یقین ہو جائے کہ کوئی مصیبت مجھے نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو تو نے میری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور میں تجھ سے تیری اس رضا کا سوال کرتا ہوں جو تو نے میری قسمت میں لکھ دی ہے، اے عظمت و بزرگی والے!

اس کے بعد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''میں نے تمہاری توبہ قبول فرما لی ہے اور تمہاری اولاد میں سے جو تمہاری طرح ان الفاظ سے مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی بھی مغفرت فرما دوں گا، اس کی تکالیف دور کر

کے اس کی آنے والی محتاجی دور کر دوں گا اور اسے ہر تاجِر سے زیادہ نَفْع دوں گا، دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آئے گی اگرچہ وہ اس کا خواہش مند نہ ہو۔"[1]

اسمِ اعظم

مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد ذیل کی دعا بھی پڑھ لی جائے کیونکہ اس میں وہ تمام اَسمائے حُسنٰی موجود ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ وہ اسمِ اعظم ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ بِاَنَّ الۡحَمۡدَ لَكَ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ الۡحَنَّانُ الۡمَنَّانُ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ذُو الۡجَلَالِ وَالۡاِكۡرَامِ . اَنۡتَ الۡاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیۡ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ﴾[2] یَا حَیُّ! حِیۡنَ لَا حَیَّ فِیۡ دَیۡمُوۡمِیَّةِ مُلۡكِهٖ وَبَقَآئِهٖ . یَا حَیُّ! مُحۡیِیَ الۡمَوۡتٰی. یَا حَیُّ! مُمِیۡتَ الۡاَحۡیَآءِ ، وَارِثَ اَهۡلِ الۡاَرۡضِ وَالسَّمَآءِ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ بِاِسۡمِكَ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَبِاِسۡمِكَ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ﴾[3] ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ بِاِسۡمِكَ الۡاَعۡظَمِ الۡاَجَلِّ الۡاَعَزِّ الۡاَكۡرَمِ الَّذِیۡ اِذَا دُعِیۡتَ بِهٖ اَجَبۡتَ، وَاِذَا سُئِلۡتَ بِهٖ اَعۡطَیۡتَ﴾[4] یَا نُوۡرَ النُّوۡرِ یَا مُدَبِّرَ الۡاُمُوۡرِ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ یَا سَمِیۡعُ یَا قَرِیۡبُ یَا مُجِیۡبَ الدُّعَآءِ یَا لَطِیۡفًا لِّمَا یَشَآءُ یَا رَؤُوۡفُ یَا رَحِیۡمُ یَا كَبِیۡرُ یَا عَظِیۡمُ یَاۤ اَللّٰهُ یَا رَحۡمٰنُ یَا ذَا الۡجَلَالِ وَالۡاِكۡرَامِ . اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَعَنَتِ الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَیِّ الۡقَیُّوۡمِ . یَاۤ اِلٰهِیۡ وَاِلٰـهَ كُلِّ شَیۡءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّاۤ اِلٰـهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ بِاِسۡمِكَ اللّٰهِ. اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ . فَتَعَالَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ. لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِیۡمِ . اَنۡتَ الۡاَوَّلُ الۡاٰخِرُ الظَّاهِرُ الۡبَاطِنُ وَسِعۡتَ كُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا۔

---

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۷۸ ادم نبی اللہ، ج۷، ص ۴۳۱

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب الدعاء، الحدیث:۱۴۹۵، ۱۴۹۳، ص ۱۳۳۳

الترغیب والترھیب للمنذری، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی کلمات ......الخ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۳۱۸

[3] ......اللمعۃ فی خصائص یوم الجمعۃ للسیوطی، التسعون، دعاء الحاجۃ، ص ۱۴

[4] ......سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب اسم اللہ الاعظم، الحدیث: ۳۸۵۹، ص۲۷۰۷ "الاعظم، الاجل، الاعز، الاکرم" بدله "الطاهر، الطیب، المبارک، الاحب"

كٓهٰيٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ الٓرٰ حٰمٓ نٓ، يَا وَاحِدُ، يَا قَهَّارُ، يَا عَزِيْزُ، يَا جَبَّارُ، يَآ اَحَدُ، يَا صَمَدُ، يَا وَدُوْدُ، يَا غَفُوْرُ، هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَدْعُوْكَ بِاِسْمِكَ الْمَكْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ الْمُنَزَّلِ السَّلَامِ، الطُّهْرِ الطَّاهِرِ، اَلْقُدُّسِ الْمُقَدَّسِ﴾[1] يَا دَهْرُ، يَا دَيْهُوْرُ، يَا دَيْهَارُ، يَا اَبَدُ يَا اَزَلُ، يَا مَنْ لَّمْ يَزَلْ، وَلَا يَزُوْلُ، هُوَ يَا هُوَ، لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، يَا مَنْ لَّا هُوَ اِلَّا هُوَ، يَا مَنْ لَّا يَعْلَمُ مَا هُوَ اِلَّا هُوَ، يَا كَانَ! يَا كَيْنَانُ! يَا رُوْحُ! يَا كَائِنُ قَبْلَ كُلِّ كَوْنٍ! يَا كَائِنُ بَعْدَ كُلِّ كَوْنٍ! يَا مَكْنُوْنُ لِكُلِّ كَوْنٍ، اِهْيًا اَشَرْ اِهْيًا اَدْنَایَ اَصْبَاؤُتَ يَا مُجَلِّی عَظَآئِمِ الْاُمُوْرِ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾[2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، بے شک ہر قسم کی حمد تیرے لئے ہے، تیرے سوا کوئی مَعْبُود نہیں، تو بہت مہربان، حد درجہ احسان فرمانے والا، آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والا، صاحبِ جلال واکرام ہے، تو یکتا و بے نیاز ہے، نہ تو نے کسی کو جنا اور نہ ہی کسی سے جنا گیا اور نہ ہی کوئی تیرا ہمسر ہے، اے زندہ، اے قائم رکھنے والے! اے اس وقت سے زندہ جب تیری سلطنت کے دوام و بقا میں کوئی زندہ نہ تھا!، اے زندہ! مُردوں کو زندگی عطا فرمانے والے! اے زندہ! زندوں کو موت دینے والے! اور اے زمین و آسمان کے مالک! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے بابرکت نام یعنی (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے اس بابرکت نام (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا، نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند) کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے اسمِ اعظم کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو انتہائی عظمت وجلالت اور عزّت وکرامت والا ہے کہ جب بھی تجھے اس کے وسیلے سے پکارا جائے تو تُو پکار کو قبول کرتا ہے اور جب بھی تجھ سے اس کے ذریعے سوال کیا جائے تُو عطا فرماتا ہے۔ اے نور کے نور! اے اُمور کی تدبیر فرمانے والے! اے دلوں کی باتیں جاننے والے! اے سمیع! اے قریب! اے دعاؤں کے

[1] ......كتاب الدعاء للطبرانی، باب الدعاء لحفظ القران، الحديث: ۱۳۳۴، ص ۳۹۷

[2] ......صحيح البخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالی واتخذ ابرهيم خليلا، الحديث: ۳۳۷۰، ص ۲۷۴

قبول فرمانے والے! اے جس پر چاہے لطف فرمانے والے! اے رؤوف! اے رحیم! اے کبیر! اے عظیم! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے رحمن! اے صاحبِ جلال واکرام! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، تمام چہرے جھک گئے اسی زندہ وقائم رکھنے والے کی خاطر، اے میرے اور ہر شے کے مَعْبود! اے تنہا و یکتا معبود! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے بابَرَکت نام اللہ اللہ اللہ کے توسُّل سے سوال کرتا ہوں، وہ اللہ کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرشِ عظیم کا ربّ ہے، بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ، کوئی معبود نہیں سوا اس کے، عزت والے عرش کا مالک، تو ہی اوّل وآخر، ظاہر و باطن ہے، تیری رحمت اور علم میں ہر شے سمائی ہے، کٓهٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ اَلرّٰحٰمٰنٓ، اے واحد! اے زبردست! اے غالب! اے جبّار! اے یکتا! اے بے نیاز! اے بے حد محبّت رکھنے والے! اے بخشنے والے! وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا ہے، وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا، کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بے شک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھے پکارتا ہوں تیرے اس بابرکت نام سے جو مخفی، مخزون اور نازل شدہ ہے یعنی اَلسَّلَام، اَلطُّھر، اَلطَّاھِر، اَلْقُدُس، اَلْمُقَدَّس کے واسطے سے۔ اے دَھْر، اے دَیْھُوْر، اے دَیْھَار، اے ابد، اے ازل، اے وہ ہستی جو نہ تو کبھی فنا ہوئی اور نہ ہی کبھی ہوگی، اے ذاتِ حق! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اے وہ کہ جس کی مثل کوئی نہیں، اے وہ ہستی وذات! جس کے سوا کوئی اس کی ذات کی حقیقت نہیں جانتا، اے کان! (ہستی ووجود)، اے کینان! اے روح! اے ساری کائنات سے پہلے موجود! اور اے تمام کائنات کے بعد بھی موجود رہنے والے! اے ہر کائنات کی ہر شے سے پوشیدہ! اِھْیًا اَشَرْ اِھْیًا (عبرانی لفظ ہیں مراد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ہے) اَدُنَایَ اَصْبَاؤُتَ اے امورِ عظیمہ کے ظاہر فرمانے والے! پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے۔ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! سَیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور انکی آل پر رحمتیں بھیج جیسا کہ تو نے حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام پر اور ان کی آل پر بھیجیں اور حضرت سَیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت سَیِّدُ نا ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام پر اور انکی آل پر نازل فرمائیں، بیشک تو ہی ہے سب خوبیوں والا عزت والا۔

نمازِ فجر کے بعد کی مسنون دعائیں

یہ سب دعائیں مختلف احادیثِ مبارکہ میں مروی ہیں:

﴿1﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ اللّٰھُمَّ یَا رَبِّ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ

وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ فَاِنَّكَ تَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾[1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ہر معاملے میں ثابت قدمی اور رُشد و ہدایت پر پختہ مزاجی کا سوال کرتا ہوں ❁ اور میں تجھ سے تیری نعمت کا شکر ادا کرنے اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں ❁ اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے قلبِ سلیم، سچی زبان اور مقبول عمل کی بھیک مانگتا ہوں ❁ اور اس خیر و بھلائی کا طالب ہوں جو تو جانتا ہے اور اس برائی و شر سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جسے تو جانتا ہے ❁ اور مغفرت چاہتا ہوں ہر اس گناہ سے جس کو تو جانتا ہے، بے شک تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی تمام غیبوں کو جاننے والا ہے۔

﴿2﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِيْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَعَلٰى كُلِّ غَيْبٍ شَهِيْدٌ﴾[2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور معاف فرما دے میرے اگلے پچھلے گناہ اور جو علانیہ و چھپ کر کئے، اس لئے کہ تو ہی اَلْمُقَدِّم اور اَلْمُؤَخِّر ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے اور ہر غیب کی بات کا شاہد و گواہ ہے۔

﴿3﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَقُرَّةَ عَيْنِ الْاَبَدِ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْٓ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ﴾[3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسا ایمان چاہتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو اور ایسی نعمتیں چاہتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور دائمی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ابدی اعلیٰ جنّت میں تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِفاقت کا طالب ہوں۔

﴿4﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الطَّيِّبَاتِ وَفِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ۔ اَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ يَا رَبِّ الصَّلَاةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَاَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ اِلٰى حُبِّكَ وَاَنْ تَتُوْبَ عَلَيَّ وَتَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ، وَاِذَآ اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ يَّآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ﴾[4] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے پاک چیزوں، نیک کام کرنے، برائیاں چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں ❁ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے پَروَردگار! میں تجھ سے حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب منہ، الحدیث: ۳۴۰۷، ص ۲۰۰۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی......الخ، الحدیث: ۶۳۹۸، ص ۵۳۸ دون قولہ "وعلی کل غیب شھید"

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۲۵۵، ج ۲، ص ۱۵۵

[4] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القران، باب سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۳، ۳۲۳۵، ص ۱۹۸۲

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۶۶۲۱، ج ۵، ص ۵۸۵

ساری آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں ﷺ اور میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری مَحَبَّت اور ہر اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دینے والا ہو اور یہ کہ تو میری توبہ قبول فرما اور میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما ﷺ اور جب تو کسی قوم کو کسی فتنے میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے اس میں مبتلا کئے بغیر اپنی بارگاہ میں بُلا لینا۔ اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

﴿5﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ اَسْئَلُكَ اللّٰھُمَّ يَا رَبِّ! خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ الْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدَ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَرَّآءٍ مَّضَرَّةٍ وَّفِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ۔ اَللّٰھُمَّ يَا رَبِّ! زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ﴾[1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے علمِ غیب اور اپنی مخلوق پر قادر ہونے کے واسطے مجھے اس وقت تک زندگی کی دولت عطا فرما جب تک یہ میرے لئے بہتر ہو اور جب موت میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میں تجھ سے غیب وحاضر میں تیری خَشیَّت، رِضا وعدمِ رضا میں کلمۂ عدل، غَنا وفَقْر میں راہِ اِعتدال (درمیانی راہ)، تیری رحمت وذات کی جانب دیکھنے کی لَذَّت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر قسم کے تکلیف دِہ دُکھ اور گمراہ کر دینے والے فتنے سے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! ہمیں زینتِ ایمان سے مُزَیَّن فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا۔

﴿6﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُدْخِلُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَآئِبَ الدُّنْيَا﴾[2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمیں ایسی خَشیَّت عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اَطاعت شِعاری عطا فرما جس کی وجہ سے تو ہمیں اپنی جنَّت میں داخل فرما دے اور ایسا یقین عطا فرما جس کی وجہ سے ہم پر دنیا کے مصائب آسان ہو جائیں۔

﴿7﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْنَا حُزْنَ خَوْفِ الْوَعِيْدِ وَسُرُوْرَ رَجَآءِ الْمَوْعُوْدِ حَتّٰى نَجِدَ لَذَّةَ مَا نَطْلُبُ وَغَمَّ مَا مِنْهُ نَهْرُبُ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب صفة الصلاة، باب ۹۴، نوع اٰخر، الحدیث: ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ج۱، ص۳۸۸

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء اللھم اقسم......الخ، الحدیث: ۳۵۰۲، ۲۰۱۲ بتغیر قلیل

وَالْاٰخِرِيْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْبِسْ وُجُوْهَنَا مِنْكَ الْحَيَآءَ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا بِكَ فَرَحًا. وَّاَسْكِنْ فِيْ نُفُوْسِنَا مِنْ عَظَمَتِكَ. وَذَلِّلْ جَوَارِحَنَا لِخِدْمَتِكَ وَاجْعَلْكَ اَحَبَّ اِلَيْنَا مِمَّا سِوَاكَ وَاجْعَلْنَآ اَخْشٰى لَكَ مِمَّا سِوَاكَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اوران کی آل پر درود بھیج اور ہمیں وعید کے ڈر کا غم اور جن انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے ان کی امید کا لُطف وسُرور عطا فرما یہاں تک کہ ہم اپنی مطلوب شے کی لَذّت اور اس شے کا غم پالیں جس سے بھاگتے ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! سید الاوّلین والآخرین حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی تمام آل پر درود بھیج اور ہمارے چہروں کو حیا کا لبادہ اوڑھا دے، ہمارے دلوں کو خوشی سے لبریز فرما دے، ہماری سانسوں میں اپنی عظمت بسا دے اور ہمارے اعضاء کو اپنی خدمت کی خاطر عجز وانکسار کا پیکر بنا دے اور خود کو اپنے ماسوا سے بڑھ کر ہمارا محبوب بنا دے اور ہمیں اپنے ماسوا سے بڑھ کر خود سے ڈرنے والا بنا دے۔

﴿8﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ﴾ [1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے تیرے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت پر مدد مانگتا ہوں۔

﴿9﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ تَمَامَ النِّعْمَةِ بِتَمَامِ التَّوْبَةِ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ بِدَوَامِ الْعِصْمَةِ وَاَدَآءَ الشُّكْرِ بِحُسْنِ الْعِبَادَةِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے کامل توبہ کے ذریعے کامل نعمت اور دائمی پرہیزگاری کے ذریعے دائمی عافیت اور حسنِ عبادت کے ذریعے اَدائے شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔

﴿10﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَفِتْنَةِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضَيْقِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ﴾ [2] ﴿وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غِنًى مُّطْغٍ وَّمِنْ فَقْرٍ مُّنْسٍ وَّمِنْ هَوًى مُّرْدٍ وَّقَرِيْنٍ مُّغْوٍ﴾ [3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں فَقْر وغِنا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں دل کی تنگی، امور کی پراگندگی اور عذابِ قبر سے۔ میں

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۲۲، ص ۱۳۳۵

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء عرفۃ......الخ، الحدیث: ۳۵۲۰، ۳۴۹۵، ص ۲۰۱۴، ۲۰۱۱

[3] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب دعاء داود النبی علیہ السلام، الحدیث: ۱، ج۷، ص ۵۹

سرکش بنانے والی دولت مندی، بھلانے والے فقر، ہلاکت آفرین نفسانی خواہش اور گمراہ کن دوست سے پناہ مانگتا ہوں۔

﴿11﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الصَّلَاۃَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَسْئَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی﴾ [1] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور غنا مانگتا ہوں۔

﴿12﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّكَ وَصَفِیِّكَ وَلَا تُقَدِّمْنِیْ لِعَذَابٍ وَّلَا تُؤَخِّرْنِیْ لِسَیِّیِٔ الْفِتَنِ﴾ [2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی اور صفی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج اور مجھے نہ تو عذاب کی خاطر آگے بڑھا اور نہ ہی فتنوں کے برا ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ۔

﴿13﴾... ﴿اَعُوْذُبِكَ یَا اَللّٰہُ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ [3] وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمِحَنِ مَا خَفِیَ مِنْھَا وَمَا عَلَنَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان فتنوں سے جو ظاہر ہو چکے ہیں اور ان سے بھی جو ابھی پوشیدہ ہیں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں ان تکالیف سے جو ابھی پوشیدہ و مخفی ہیں اور جو ظاہر ہو چکی ہیں۔

﴿14﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الصَّلَاۃَ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَخَیْرَ مَا فِیْہِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا فِیْہِ﴾ [4] ﴿وَاَعُوْذُبِكَ اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ! مِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ بَغْتَاتِ الْاُمُوْرِ وَفَجَاۃِ الْاَقْدَارِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ یَّطْرُقُ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ مِنْكَ بِخَیْرٍ۔ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا!﴾ [5] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور آج کے اِس دن کی اور اس میں موجود خیر و برکت مانگتا ہوں اور اِس دن کے اور اس میں موجود شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میں پناہ مانگتا ہوں دن اور رات کے وقت آنے والوں کے شر سے اور بے خبری میں آنے والے اُمور سے اور اچانک پیش آمدہ تقدیر سے اور رات کے وقت ہر آنے والے کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں سوائے اس آنے والے کے جو تیری جانب سے خیر و برکت لے کر آئے اے دنیا و آخرت کے مہربان اور دونوں جہانوں پر رحم فرمانے والے!

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، الحدیث: ۲۹۰۴، ص ۱۱۵۰

[2] ......الدر المنثور، البقرۃ، تحت الایۃ: ۱۵۸، ج ۱، ص ۳۸۹

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت، الحدیث: ۷۲۱۳، ص ۱۱۷۵

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۸۴، ص ۱۵۹۵

المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۷۰، ج ۲، ص ۲۴ بتغیر قلیل

[5] ......کتاب الجامع لمعمر مع المصنف لعبد الرزاق، باب القول حین یمسی، الحدیث: ۲۰۰۰۱، ج ۱۰، ص ۹۲ دون قولہ "بغتات الامور وفجاۃ الاقدار الدنیا...الخ"

﴿15﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاجْعَلْ یَوْمَنَا ھٰذَا اَوَّلَہٗ صَلَاحًا وَّاَوْسَطَہٗ فَلَاحًا وَّاٰخِرَہٗ نَجَاحًا﴾[1] ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْ اَوَّلَہٗ رَحْمَۃً وَّاَوْسَطَہٗ نِعْمَۃً وَّاٰخِرَہٗ تَکْرِمَۃً﴾ یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور آج کے دن کے آغاز کو بے عیب، درمیان کو کامیابی اور اختتام کو کامرانی بنادے۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور اس دن کی ابتدا کو رحمت، وَسْط کو نعمت اور آخر کو قابلِ عزّت بنادے۔

﴿16﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّکَ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَضِلَّ اَوْ اُضِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَآؤُکَ وَتَبَارَکَ اَسْمَآؤُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ﴾[2] یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں خود پھسلوں یا کسی کو پھسلاؤں، خود گمراہ ہوں یا کسی کو گمراہ کروں، کسی پر ظُلم کروں یا مجھ پر ظُلم کیا جائے، جہالت کا مُظاہرہ کروں یا مجھ سے جاہلانہ برتاؤ کیا جائے، تیری پناہ غالب ہے اور تیری حمد وثنا بُزُرگ و برتر ہے اور تیرے اسمائے حسنیٰ برکت والے ہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿17﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال﴾[3] ﴿وَاِذَآ اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اَوْ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مُبَدَّلٍ وَّلَا مَفْتُوْنٍ﴾[4] یعنی اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُ نا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنّم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی وموت کے فتنہ سے اور مَسِیْح دجّال کے فتنہ سے اور جب تو کسی قوم کے متعلق سزا یا کسی آزمائش کا ارادہ فرمائے تو مجھے اپنی بارگاہ میں اس حال میں بلا لینا کہ نہ تو میری صورت تبدیل کی گئی ہو اور نہ ہی میں آزمایا گیا ہوں۔

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، الحدیث: ۱۰۸۵، ص ۳۸۴ بتغیر قلیل

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا خرج من بیتہ، الحدیث: ۵۰۹۴، ص ۱۵۹۶

جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء دفع الارق، الحدیث: ۳۵۲۳، ص ۲۰۱۴ دون قولہ "وتبارک اسماء ک"

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، الحدیث: ۱۳۷۷، ص ۱۰۷

[4] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القران، باب من سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۳، ص ۱۹۸۲ مفھوماً

﴿18﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ﴾[1] ﴿وَاَسْئَلُكَ خَيْرَ الْحَيَاةِ وَبَرَكَةَ الْحَيَاةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْوَفَاةِ وَاَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا بَيْنَهُمَا وَخَيْرَ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ. اَحْيِنِيْ حَيَاةَ السُّعَدَآءِ حَيَاةَ مَنْ تُحِبُّ بَقَآءَهٗ وَتَوَفَّنِيْ وَفَاةَ الشُّهَدَآءِ وَفَاةَ مَنْ تُحِبُّ لِقَآءَهٗ. يَاخَيْرَ الرَّازِقِيْنَ! وَيَآ اَحْسَنَ التَّوَّابِيْنَ! وَيَآ اَحْكَمَ الْحَاكِمِيْنَ! وَيَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! وَيَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ!﴾ ﴿اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾[2] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج ۔ یا اللہ! جب تک زندگی میرے لئے خیر و برکت والی ہو مجھے زندگی عطا فرما اور جب موت میرے لئے خیر والی ہو تو مجھے موت عطا فرما اور میں تجھ سے زندگی کی بھلائیاں اور موت کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ان دونوں (یعنی زندگی وموت) کے درمیان کی خیر و بھلائی کا اور زندگی کے بعد کی بھلائی کا، مجھے ان سعادتمندوں جیسی زندگی عطا فرما جن کی بقا تجھے محبوب ہے اور مجھے شہیدوں کی موت عطا فرما کہ جن کی ملاقات تجھے محبوب ہے، اے سب سے اچھا رزق عطا فرمانے والے! اے بہترین توبہ قبول فرمانے والے! اے سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے! اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اے تمام جہانوں کے ربّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جو زمین میں داخل ہو اور اس سے جو زمین سے خارج ہو اور اس کے شر سے جو آسمان سے نازل ہو اور جو آسمان کی طرف بلند ہو۔

﴿19﴾... ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ تَوَاضَعَ كُلُّ شَيْئٍ لِّعَظَمَتِهٖ وَذَلَّ كُلُّ شَيْئٍ لِّعِزَّتِهٖ وَخَضَعَ كُلُّ شَيْئٍ لِّمُلْكِهٖ وَاسْتَسْلَمَ كُلُّ شَيْئٍ لِّقُدْرَتِهٖ﴾[3] ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَكَنَ كُلُّ شَيْئٍ لِّهَيْبَتِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَ كُلَّ شَيْئٍ بِحِكْمَتِهٖ وَتَصَاغَرَ كُلُّ شَيْئٍ لِّكِبْرِيَآئِهٖ﴾ یعنی تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی عظمت کے سامنے ہر شے عاجز ہے اور جس کی طاقت کے سامنے ہر شے حقیر ہے اور جس کی سلطنت کے سامنے ہر شے سرنگوں (سَر۔نِ۔گُوں یعنی مطیع وفرمانبردار) ہے اور جس کی قدرت کے آگے ہر شے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس کی ہیبت سے ہر شے ساکت ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہر شے کو اپنی حکمت سے ظاہر فرمایا ہے اور جس کی کبریائی کے سامنے ہر شے حقیر ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، الحدیث: ۵۶۷۱، ص ۴۸۶

[2] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب مکاید الشیطان، الباب الثانی، الحدیث: ۲۹، ج ۴، ص ۵۴۸

[3] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵۶۲، ج ۱۲، ص ۳۲۴

﴿20﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ كَرِيْمٌ﴾ ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الرَّسُوْلِ الْاَمِيْنِ وَاعْطِهِ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اوران کی آل، ازواجِ مُطَہَّرات اور ذُرِّیّت پر تمام جہانوں میں درود بھیج، بے شک تو خوبیوں والا بُزُرگی والا، کرم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے، نبی اور رسول حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج جو کہ اُمِّی نبی اور امین رسول ہیں اور انہیں روزِ جزا مقامِ محمود پر فائز فرما۔

﴿21﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ حِدَّةِ الْحِرْصِ وَشِدَّةِ الطَّمْعِ وَسُوْرَةِ الْغَضَبِ وَسِنَةِ الْغَفْلَةِ وَتَعَاطِي الذِّلَّةِ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُّبَاهَاةِ الْمُكْثِرِيْنَ وَالْاِزْرَآءِ عَلَى الْمُقِلِّيْنَ وَاَنْ اَنْصُرَ ظَالِمًا اَوْ اَخْذُلَ مَظْلُوْمًا وَاَنْ اَقُوْلَ فِي الْعِلْمِ بِغَيْرِ الْعِلْمِ وَاَعْمَلَ فِي الدِّيْنِ بِغَيْرِ يَقِيْنٍ﴾ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ﴾[1] ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنِ اتِّبَاعِ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَقَبُوْلِ اَمْرِهٖ فِي السُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں پناہ مانگتا ہوں حرص کی تیزی، طمع کی شدّت، جوشِ غضب، غفلت کی اونگھ اور ذِلّت سے۔ دولت مندوں کی آپس کی مُباہات (یعنی فخر کرنا) اور غریبوں پر عیب لگانے سے بھی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ میں کسی ظالم کی مدد کروں یا کسی مظلوم کو ذلیل کروں اور اس سے بھی کہ میں بغیر علم کے کوئی بات کہوں اور بغیر یقین کے دین پر عمل کروں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بیشک میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں جان بوجھ کر تیرے ساتھ شریک ٹھہراؤں اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں ہر اس بات سے جس کا مجھے علم نہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور مال اور اہل وعیال میں اس کے شریک ہونے سے اور بُرائی اور بے حیائی کے کاموں میں اس کی بات ماننے سے پناہ چاہتا ہوں۔

﴿22﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ الْاِخْتِيَارِ وَصِحَّةَ الْاِعْتِبَارِ وَصِدْقَ الْاِفْتِقَارِ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور تجھ سے بہترین رِضا، اچھی سمجھ اور سچا فَقر مانگتا ہوں۔

﴿23﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ بِخَيْرٍ وَّاخْتِمْ بِخَيْرٍ وَّاَنْتَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور خیر وبھلائی سے آغاز فرما اور خیر وبھلائی کے ساتھ ہی اختتام فرما اور تو ہی بہت فیصلہ فرمانے والا، جاننے والا ہے۔

---

[1] ......مسند ابی یعلی، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۵۶، ج ۱، ص ۴۷

﴿24﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مَا خَلَقْتَ وَاغْفِرْ مَا قَدَّرْتَ وَطَیِّبْ مَارَزَقْتَ وَتَمِّمْ مَآ اَنْعَمْتَ وَتَقَبَّلْ مَا اسْتَعْمَلْتَ وَاحْفَظْ مَا اسْتَحْفَظْتَ وَلَا تَهْتِكْ مَا سَتَرْتَ فَاِنَّهٗ لَآ اِلٰهَ لَنَآ اِلَّآ اَنْتَ۔ اَسْتَغْفِرُكَ مِنْ كُلِّ لَذَّةٍ بِغَیْرِ ذِكْرِكَ وَمِنْ كُلِّ رَاحَةٍ بِغَیْرِ خِدْمَتِكَ وَمِنْ كُلِّ سُرُوْرٍ بِغَیْرِ قُرْبِكَ وَمِنْ كُلِّ فَرْحٍ بِغَیْرِ مَجَالِسَتِكَ وَمِنْ كُلِّ شُغْلٍ بِغَیْرِ مُعَامَلَتِكَ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور رحم فرما اپنی مخلوق پر اور جو مقدر کیا ہے اسے معاف فرمادے اور جو رزق دیا ہے اسے پاک کر دے اور جو انعامات دیئے ہیں انہیں مکمل کر دے اور جس عمل کی توفیق دے اسے قبول بھی فرمالے اور جسے (گناہوں سے) محفوظ رکھا ہے اس کی حفاظت فرما اور جس کی پردہ پوشی فرمارکھی ہے اس کا پردہ چاک نہ فرمانا، کیونکہ ہمارا سوائے تیرے کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ہر اس لذّت سے جو تیرے ذکر کے بغیر ہو اور ہر اس راحت سے جو تیری خدمت کے بغیر ہو اور ہر اس سرور سے جو تیرے قُرب کے بغیر ہو اور ہر اس خوشی سے جو تیری ہم نشینی کے بغیر ہو اور ہر اس کام سے جو تیرے معاملہ کے بغیر ہو۔

﴿25﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْعَلْنَا مِنْ اَوْلِیَآئِكَ الْمُتَّقِیْنَ وَحِزْبِكَ الْمُفْلِحِیْنَ وَعِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاسْتَعْمِلْنَا بِمَرْضَاتِكَ عَنَّا وَوَفِّقْنَا لِمَحَابِكَ مِنَّا وَصَرِّفْنَا بِحُسْنِ اِخْتِیَارِكَ لَنَا﴾ ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِهٖ. وَنَسْئَلُكَ جَوَامِعَ الْخَیْرِ وَفَوَاتِحَهٗ وَخَوَاتِمَهٗ﴾ [1] ﴿وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَوَامِعِ الشَّرِّ وَفَوَاتِحِهٖ وَخَوَاتِمِهٖ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمیں بنادے اپنے متقی و پرہیز گار اولیائے کرام، فلاح پانے والے گروہ اور نیک بندوں میں سے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہم سے اپنی مرضی ومنشا کے مُوافق کام لے، ہمیں اپنی محبت کی توفیق عطا فرما اور ہمارے رُخ اپنی رضا کی طرف موڑ دے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہم تجھ سے مانگتے ہیں جامع خیر و بھلائی اور اس بھلائی کا آغاز وانجام اور پناہ مانگتے ہیں جامع شر و برائی سے اور اس کے آغاز وانجام سے۔

﴿26﴾... ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاحْفَظْنَا فِیْمَآ اَمَرْتَنَا وَاحْفَظْنَا عَمَّا نَهَیْتَنَا وَاحْفَظْ

---

[1] ...... کتاب الدعاء للطبرانی، باب ما کان النبی یدعو به فی سائر نهاره، الحدیث: ۱۴۲۲، ص ۴۲۱

لَنَا مَآ اَعْطَيْتَنَا يَا حَافِظَ الْحَافِظِيْنَ! وَيَا ذَاكِرَ الذَّاكِرِيْنَ! وَيَا شَاكِرَ الشَّاكِرِيْنَ! بِحِفْظِكَ حُفِظُوْا وَبِذِكْرِكَ ذُكِرُوْا وَبِفَضْلِكَ شُكِرُوْا. يَا غَوْثُ! يَا مُغِيْثُ! يَا مُسْتَغَاثُ! يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ! لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ يَا رَبِّ! طَرْفَةَ عَيْنٍ فَاَهْلِكَ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى الْخَلْقِ فَاَضِيْعَ. اِكْلَانِيْ كِلَآءَةَ الْوَلِيْدِ وَلَا تَخِلَّ عَنِّيْ وَتَوَلَّنِيْ بِمَا تَتَوَلّٰى بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہماری حفاظت فرما ان اُمور میں جن کا تو نے ہمیں حکم دیا ہے اور ہماری حفاظت فرما ان اُمور سے جن سے تو نے ہمیں منع فرمایا ہے اور ہمارے لئے ان انعامات کی حفاظت فرما جو تو نے ہمیں عطا فرمائے ہیں، اے حفاظت کرنے والوں کی حفاظت کرنے والے! اور اے یاد کرنے والوں کا چرچا کرنے والے! اور اے شکر کرنے والوں کا شکر قبول فرمانے والے! تیری ہی حفاظت سے وہ محفوظ ہوئے اور تیرے ذکر کی وجہ سے ان کا ذکر کیا گیا اور تیرے فضل وکرم کی بنا پر ان کا شکر قبول ہوا۔ اے مددگار! اے فریادرس! اے وہ ذات جس سے مدد طلب کی جاتی ہے! اے فریادیوں کے فریادرس! اے میرے پَرْوَرْدگار! مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرمانا کہ میں ہلاک ہوجاؤں اور نہ ہی مجھے مخلوق کے حوالے کرنا کہ میں برباد ہوجاؤں، بلکہ ایک نوزائیدہ بچے کی طرح میری حفاظت فرما اور مجھے تنہا نہ چھوڑ اور مجھ سے اسی طرح محبت فرما جس طرح تو اپنے نیک وصالح بندوں سے فرماتا ہے۔

﴿27﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَبِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ تُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. وَبِحِلْمِكَ عَنِّيْ اُعْفُ عَنِّيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفَّارُ وَبِعِلْمِكَ بِيْ اُرْفُقْ بِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَبِمِلْكِكَ لِيْ مَلِّكْنِيْ نَفْسِيْ وَلَا تُسَلِّطْهَا عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ الْمَلِكُ الْجَبَّارُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور اپنی قدرت کے واسطہ سے میری توبہ قبول فرما کیونکہ تو ہی حددرجہ توبہ قبول فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔ اپنے حِلْم وبُرْدباری کے صدقے مجھے معاف فرمادے کیونکہ تو ہی بخشنے والا ہے اور اپنے علم کے وسیلہ سے مجھ پر شفقت ومہربانی فرما کہ تو ہی مہربان رحم فرمانے والا ہے اور تو میرا مالک ہے اس کے صدقے مجھے اپنے نفس کا مالک بنادے اور اسے مجھ پر غلبہ نہ عطا فرما اس لئے کہ تو ہی جبّار بادشاہ ہے۔

﴿28﴾... ﴿سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ. عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ

رَبِّیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ، اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ﴾[1]

ترجمہ: پاک ہے تو اپنی حمد کے ساتھ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے برا عمل کیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس میرا گناہ معاف فرما دے کہ تو ہی میرا ربّ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔

﴿29﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ﴾[2]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور مجھے رُشد و ہدایت عطا فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ فرما۔

﴿30﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْزُقْنِیْ حَلَالًا لَّا تُعَاقِبْنِیْ عَلَیْهِ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِهٖ صَالِحًا تُقَبِّلُهٗ مِنِّیْ﴾[3] ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَحُسْنَ الْیَقِیْنِ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾[4]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور مجھے ایسا حلال رزق عطا فرما کہ تو جس پر مجھے سرزنش نہ فرمائے اور مجھے اپنی عطا کردہ روزی پر قناعت عطا فرما اور مجھ سے ایسے نیک کام لے جنہیں تو قبول بھی فرما لے۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے دنیا و آخرت میں مُعافی، عافیَت، حسنِ یقین اور بخشش مانگتا ہوں۔

﴿31﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ﴾[5] ﴿اَبُوْٓءُ بِنِعْمَتِكَ

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلة، باب کفارة مایکون فی المجلس، الحدیث: ۱۰۲۶۰، ج۶، ص۱۱۳ دون قوله "ذنبی انک انت ربّی لا اله الا انت"

[2] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب قصة تعلیم الدعاء، الحدیث: ۳۴۸۳، ص۲۰۱۰ "وقنی" بدله "اعذبنی"

[3] ......المستدرک، کتاب التفسیر، باب اجمع اٰیة فی القراٰن للخیر والشر، الحدیث: ۳۴۱۱، ج۳، ص۱۰۲ مختصراً

[4] ......سنن ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب مایدعو به الرجل، الحدیث: ۳۸۷۱، ص۲۷۰۸

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۶، ج۱، ص۱۸

[5] ......سنن النسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة برضاء الله، الحدیث: ۵۵۳۴، ص۲۴۴۱

صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب مایقال فی الرکوع والسجود، الحدیث: ۱۰۹۰، ص۷۵۴

اِلَيْكَ وَاَبُوْءُ بِذُنُوْبِيْ اِلَيْكَ، هٰذِهٖ يَدَايَ بِمَا كَسَبْتُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تیرے عفو کی پناہ طلب کرتا ہوں تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ طلب کرتا ہوں تیری ناراضی سے اور تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تیری حمد و ثنا شُمار نہیں کرسکتا، تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے۔ میں تیری بارگاہ میں تیری نعمتوں کا اِعْتِراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، یہ ہیں میرے دونوں ہاتھ جن سے میں نے یہ اعمال سرانجام دیئے۔

﴿32﴾... ﴿اَنَا عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، جَارٍ فِيَّ حُكْمُكَ، نَافِذٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ﴾[1] ﴿عَدْلٌ فِيْ مَشِيْٓـئَتِكَ، اِنْ تُعَذِّبْ فَاَهْلُ ذٰلِكَ اَنَا، وَاِنْ تَرْحَمْ فَاَهْلُ ذٰلِكَ اَنْتَ فَافْعَلْ﴾ ﴿اَللّٰهُمَّ يَا مَوْلَايَ! يَآ اَللّٰهُ! يَا رَبِّ! افْعَلْ بِيْ مَآ اَنْتَ لَهٗٓ اَهْلٌ وَّلَا تَفْعَلْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! بِيْ مَآ اَنَا لَهٗٓ اَهْلٌ فَاِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ﴿يَا مَنْ لَّا تُضِرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا تُنْقِصُهُ الْمَغْفِرَةُ، هَبْ لِيْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! مَا لَا يَضُرُّكَ وَاَعْطِنِيْ مَا لَا يَنْقُصُكَ﴾[2]

ترجمہ: (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ!) میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میرے متعلق تیرا حکم جاری ہے، مجھ پر تیری قضا نافذ ہے۔ تیری مَشِیَّت میں عدل ہے، اگر تو مجھے عذاب دے تو میں اس کا اہل ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو تو اسی شان کے لائق ہے۔ پس میرے ساتھ (اپنے شایانِ شان) سُلوک فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے مولا! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! میرے ساتھ ایسا سلوک فرما جو تیرے شایانِ شان ہے اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے ساتھ ایسا سلوک نہ فرمانا جس کا میں اہل ہوں، کیونکہ تو ہی تقویٰ و مغفرت کا مالک ہے۔ اے وہ ذات! جس کی رحمت کو گناہ نقصان نہیں دیتے اور نہ ہی بخشش و مغفرت اسے کوئی نقصان پہنچاتی ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ! مجھے ایسی نعمتیں عطا فرما جو تیری رحمت کو مُضِر نہ ہوں اور ایسی برکتیں بھی عطا فرما جو تیری رحمت میں کمی کا باعث نہ بنیں۔

﴿33﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ! اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اِنَّا هُدْنَآ

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۳۱۸، ج ۲، ص ۱۶۸ بتغیر قلیل

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۱۹۱۳، ج ۱، ص ۴۷۰...... المجالسة وجواهر العلم، الجزء السابع عشر، الحدیث: ۲۴۲۱، ج ۲، ص ۳۸۴

اِلَيۡكَ ، رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ! ہم کو صبر عطا فرما اور ہمیں مسلمان اٹھا اور ہمیں نیک و صالحین لوگوں کے ساتھ ملا دے، تو ہی ہمارا مولا ہے ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بھی، بیشک ہم تیری ہی طرف رجوع لائے، اے ہمارے ربّ! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا، تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

﴿34﴾... ﴿رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡ لَنَا رَبَّنَآ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے ربّ! بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔

﴿35﴾... ﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں کافر لوگوں پر مدد دے۔

﴿36﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں عطا فرما اپنے پاس سے رحمت اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر۔

﴿37﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔

﴿38﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ اَنۡ تُصَلِّیَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسۡئَلُكَ الصِّيَانَةَ وَالۡعَوۡنَ عَلَى الطَّاعَةِ وَالۡعِصۡمَةَ مِنَ الۡمَعۡصِيَةِ وَاِفۡرَاغَ الصَّبۡرِ فِی الۡخِدۡمَةِ وَاِيۡزَاعَ الشُّكۡرِ عَلَى النِّعۡمَةِ وَاَسۡئَلُكَ يَا مَوۡلَایَ! يَآ اَللّٰهُ! يَا رَبِّ! الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّحُسۡنَ الۡخَاتِمَةِ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تَحَفُّظ کا، اطاعت و فرمانبرداری پر مدد کا، گناہوں سے محفوظ رہنے کا، عبادت میں خوب صَبْر کرنے کا اور نعمت پر شکر ادا کرنے کا اور اے اللہ عَزَّوَجَلَّ ! اے میرے مولا! اے میرے ربّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں حضرت محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا اور اچھے خاتمہ کا۔

﴿39﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُكَ اَنۡ تُصَلِّیَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَسۡئَلُكَ الۡيَقِيۡنَ وَحُسۡنَ

الْمَعْرِفَةِ بِكَ وَاَسْئَلُكَ الْمَحَبَّةَ وَحُسْنَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَا وَحُسْنَ الْمُنْقَلَبِ اِلَيْكَ﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور میں مانگتا ہوں تجھ سے یقین اور تیری بہترین معرفت اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی مَحَبَّت اور حُسْنِ تَوَکُّل عطا فرما اور میں تجھ سے تیری رِضا اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

﴿40﴾... ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! ہم نے ایک مُنادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، اے ربّ ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری بُرائیاں ختم فرما دے اور ہماری موت اچھّوں کے ساتھ فرما۔

﴿41﴾... ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿42﴾... ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اے ربّ ہمارے! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے ربّ ہمارے! اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر مِہر (رحم) کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔ تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔

﴿43﴾... ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّطَهِّرْ قُلُوْبَنَا فِيْ قُلُوْبِ الْاَبْرَارِ، وَزَكِّ اَعْمَالَنَا فِيْ عَمَلِ الْاَخْيَارِ وَصَلِّ عَلٰى اَرْوَاحِنَا فِيْ اَرْوَاحِ الشُّهَدَآءِ يَآ اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ! وَيَآ اَجْوَدَ الْاَجْوَدِيْنَ! وَيَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ!﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور ہمارے دلوں اور اعمال کو نیک لوگوں

کے دلوں اور اعمال کے ساتھ پاک فرما اور ہماری روحوں پر شُہدائے کرام کی ارواح کے ساتھ رحم فرما۔ اے سب سے زیادہ کرم فرمانے والے! اور اے سب سے زیادہ عطا فرمانے والے! اور اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

﴿44﴾... ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّعِلْمًا وَّزُھْدًا وَّعِبَادَةً وَّاَمْنًا وَّرِزْقًا مِّنْ حَلَالٍ وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّرِضْوَانَكَ وَالْجَنَّةَ. وَقِنَا بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ. وَقِنَا سَخَطَكَ وَغَضَبَكَ وَعَذَابَكَ وَاَھْوَالَهٗ عَاجِلًا وَّاٰجِلًا فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ﴾

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی، علم، زہد، عبادت، امن اور رزقِ حلال اور آخرت میں اپنی رضا اور جنّت عطا فرما اور ہمیں اپنی رحمت کے سہارے جہنّم اور قبر کے عذاب سے بچا اور ہمیں اپنی ناراضی وغَضَب اور اپنے عذاب اور اس کی ہولناکیوں سے خواہ جلدی ہوں یا دیر سے محض اپنی رحمت کے صدقے دین و دنیا اور آخرت میں محفوظ فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

تسبیحاتِ باری تعالیٰ

صبح وشام اُن کلماتِ طیبات سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرنا چاہئے جن سے باری تعالیٰ نے خود اپنی حمد بیان فرمائی ہے۔ ان تسبیحات کا جو ثواب مروی ہے وہ راہِ حق کے ہر طالب کا مقصود ہے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ روزانہ ان الفاظ سے اپنی بُزُرگی کا اظہار فرماتا ہے:

﴿اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا مُبْدِئُ كُلِّ شَیْئٍ وَّاِلَیَّ یَعُوْدُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا مَالِكُ یَوْمِ الدِّیْنِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا خَالِقُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْفَرْدُ الْوَتْرُ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ. اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا الْمَلِكُ

الْقُدُّوسُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْخَالِقُ الْبَارِئُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْاَحَدُ الْمُصَوِّرُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْمُقْتَدِرُ الْقَهَّارُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْحَكِیْمُ الْكَبِیْرُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْقَادِرُ الرَّزَّاقُ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا اَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَوْقَ الْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ. اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾

ضروری وضاحت:

ان کلمات سے دعا مانگنے والے کو چاہئے کہ وہ مُتَکَلِّم کے بجائے حاضر کی ضمائر استعمال کرے یعنی: ﴿اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ﴾ کے بجائے ﴿اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ﴾ اور ﴿اِلَّآ اَنَا﴾ کے بجائے ﴿اِلَّآ اَنْتَ﴾ کہے۔

یعنی مذکورہ دعا اس طرح پڑھے: ﴿اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ مُبْدِئُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْكَ یَعُوْدُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوْلَدْ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ مَالِكُ یَوْمِ الدِّیْنِ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ خَالِقُ الْخَیْرِ وَالشَّرِّ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ خَالِقُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْفَرْدُ الْوَتْرُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْخَالِقُ الْبَارِئُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الْمُصَوِّرُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْمُقْتَدِرُ الْقَهَّارُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْحَكِیْمُ الْكَبِیْرُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ الْقَادِرُ الرَّزَّاقُ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ تَعْلَمُ السِرَّ وَتَخْفِيْ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ فَوْقَ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ. اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾

ترجمہ: بیشک تو ہی معبود ہے، تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو آپ زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی بُزُرگ و برتر ہے، بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی معاف فرمانے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہر شے کا آغاز فرمانے والا ہے اور ہر شے کو تیری ہی جانب لوٹنا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، نہ تو تُو نے کسی کو جَنا اور نہ ہی کسی سے جَنا گیا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، غالب حکمت والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، روزِ جزا کا مالک ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی رحمٰن و رحیم ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی جنَّت و دوزخ کا پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو واحد و یکتا و تنہا ہے، تو بے نیاز ہے، تو نے کوئی بیوی بنائی نہ ہی کوئی بیٹا۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا و طاق ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو عالِمُ الْغَیب وَالشَّہادۃ ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بادشاہ و قُدُّوس ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی سلامت رکھنے والا، امن دینے والا، نگہبان ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی عزَّت والا، عظمت والا، تکبُّر والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی بنانے والا، پیدا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو یکتا اور ہر ایک کو صورت دینے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی سب سے بڑا، سب سے بلند ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی عظیم قدرت والا سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی دانا و سب سے بڑا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی قدرت والا، رزق دینے والا ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی حمد و ستائش اور بُزُرگی کے لائق ہے۔ بیشک تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو جانتا ہے مخفی اور مخفی ترین کو۔ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو مخلوق سے برتر و بلند ہے۔ تو ہی معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی جبَّار و مُتکبِّر ہے۔

اس کے بعد یہ پڑھ کر دعا ختم کر دے:

﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ ترجمہ: پس عرشِ عظیم کا مالک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے۔

فائدہ وثواب

جو شخص مذکورہ اسمائے مبارکہ کے ساتھ دعا کرے اسے ایسے شکر گزار، سجدہ کرنے والوں اور صالحین میں لکھا جائے گا جو دارِ جلال میں صاحبِ جُودونَوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا موسیٰ، حضرت سیِّدُنا عیسیٰ اور دیگر اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا پڑوسی ہوگا اور اسے آسمانوں اور زمینوں کے تمام عبادت گزاروں کا ثواب ملے گا۔[1]

اختتام

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَآءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَآءً. وَاعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ، وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ، وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ، وَاجْزِہٖ اَفْضَلَ مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ، وَاعْطِہِ الشَّرَفَ وَالشَّفَاعَۃَ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدِ الْاُمَّۃِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہِ النَّبِیِّیْنَ وَصَلِّ عَلٰٓی اَبِیْنَا اٰدَمَ وَاُمِّنَا حَوَّآءَ وَمَنْ وُّلِدَا بَیْنَھُمَا مِنَ الصَّالِحِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ، وَصَلِّ عَلٰی مَلٰٓئِکَتِکَ اَجْمَعِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ، وَصَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! وَاغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَمَا تَوَالَدَا. وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا، وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ، وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ وَخَیْرُ الْغَافِرِیْنَ، وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر ایسا درود بھیج جو نہ صرف تیری رضا کا باعث ہو بلکہ ان کا حق بھی ادا ہو جائے اور انہیں وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا

---

[1] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الاذکار، دعاء علی بن ابی طالب، ج۵، ص ۳۱۴

حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۵۰ وھب بن منبہ، الحدیث: ۴۶۷۳، ج۴، ص ۳۷ مفہوماً

ہے اور انہیں ہماری جانب سے ایسی جزا عطا فرما جو ان کے شایانِ شان ہو اور انہیں ہر اس جزا سے افضل جزا عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو اس کی اُمَّت کی طرف سے عطا فرمائی ہے اور روزِ قیامت انہیں شَرَف وشفاعت عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ، سَیِّدُ الاُمَّۃِ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور تمام اَنْبِیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر درود بھیج اور ہمارے باپ حضرت سیِّدُنا آدم اور ہماری ماں حضرت سیِّدَتُنا حوا عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر اور ان سے پیدا ہونے والے ہر نیک اور مسلمان پر رحم فرما اور اپنی رحمت کے صَدْقے آسمانوں اور زمینوں کے تمام فرشتوں پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اور میری اور میرے والدین کی اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما اور ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی اور تمام زندہ ومُردہ مومن مَردوں وعورتوں اور مسلمان مَردوں وعورتوں کو معاف فرما دے۔ اے میرے رب! مغفرت فرما اور رحم فرما اور جو تو جانتا ہے اس سے درگزر فرما اور تو ہی سب سے زیادہ عزَّت والا، کرم والا ہے اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے اور ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور نہیں کوئی طاقت اور کوئی قدرت سوائے بزرگ وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے اور ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے اور ہمیں یکتا وتنہا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

یہ مجموعہ ان سب دعاؤں پر مشتمل ہے جو شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور آئمۂ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے مروی ہیں اور ہم نے اختصار کے پیشِ نظر ان کے فضائل کا تذکرہ نہیں کیا۔ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد روزانہ ان دعاؤں کو پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی ہر فرض نماز کے بعد انہیں پڑھ لیا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت سے اس پر کامل فضل وکرم ہوگا۔

جدائی قربت میں بدل جائے

جس کے عزیز واقارِب جُدا ہو گئے ہوں، وہ چاشت کے وقت غسل کر کے آسمان کی طرف منہ کر کے 10 بار یَاجَامِعُ پڑھے اور ہر بار میں ایک انگلی بند کرتا جائے پھر اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تھوڑے عرصہ میں سب جمع ہو جائیں گے۔ (مدنی پنج سورہ، ص ۲۵۸)

فصل 6

نمازِ فجر کے بعد کے معمولات

نمازِ فجر کے بعد کے معمولات یہ ہیں:

- ......بندہ تلاوتِ قرآنِ کریم کرتا رہے۔
- ......مختلف قسم کے اَذکار میں مشغول رہے یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح اور حمد وثنا کرتا رہے۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت، اس کی نعمتوں، مسلسل احسانوں اور نوازشوں کے متعلق غور وفکر کرے خواہ انہیں شُمار کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو اور اس کی کرم نوازیوں کے متعلق بھی سوچے خواہ ان سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔
- ......ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر بجالانے سے قاصر ہونے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جس اطاعت کا اور نعمتوں کے دائمی شکر بجالانے کا حکم دیا ہے اسے کماحقُّہٗ بجالانے سے عاجز ہونے کے متعلق بھی غور وفکر کرے۔
- ......مستقبل میں پیش آنے والے فرائض ومستحبات کے متعلق سوچے۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مخفی لُطف وکرم کے متعلق بھی سوچے اور اس حجاب کی کَثافت (موٹائی) پر غور کرے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے عُیوب پر ڈالا ہوا ہے۔
- ......کوتاہیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہونے کے متعلق فکر کرے۔
- ......ان اوقات کو بھی یاد کرے جو نیک اعمال سے خالی رہ گئے ہوں۔
- ...... یاد رکھے کہ عالَمِ ظاہر میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم نافذ ہے اور عالَمِ غیب میں بھی اسی کی قدرت کارفرما ہے اور ان دونوں جہانوں میں اسی کی نشانیاں اور نعمتیں جلوہ گر ہیں۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عُقوبات اور ظاہری و باطنی آزمائشوں کے متعلق فکر میں مبتلا رہے۔ چنانچہ، اس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۳، ابراھیم:۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اللّٰہ کے دن یاد دِلا۔

مَنْقول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ایّام سے اسکی نعمتیں مُراد ہیں اور ایک قول کے مطابق اس کی سزائیں مُراد ہیں۔

ایک مقام پر ہے:

فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہے:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے جن وانس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی اے جن واِنس کے گروہ! کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ کاش! تم اس کی قدرت رکھتے۔

ذکروفکراور عبادت ومشاہدہ

غوروفکر کی جو صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہیں۔ کیونکہ ذکر کو عبادت بھی کہتے ہیں اور عبادت سے مُراد ہر وہ شے ہے جو بندے کو فکر کی جانب لے جائے اور پھر فکر خوفِ الٰہی میں داخل کر دے۔ یاد رکھئے کہ ذکر قوِی ہو کر مُشاہدہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ ذکر کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اولاً یہ ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (پ۴، آل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

اس کے بعد فرمایا:

وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ (پ۴، آل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

لیکن مُشاہدہ یقین کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یقین ایمان کی روح، اس کی زیادتی اور مومن کے کمال کا نام ہے۔

لمحہ بھر غور وفکر کا ثواب

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''لمحہ بھر کا غور وفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔'' [1]

تفکر سے مراد

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے مذکورہ حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہاں ایسا تَفَکُّر مُراد ہے جو بندے کو ناپسندیدگی سے نکال کر پسندیدگی کی جانب اور رغبت وحرص سے نکال کر قناعت وزُہد کی جانب لے جائے اور ایک قول کے مُطابق ایسا تَفَکُّر مُراد ہے جس کا اظہار مُشاہدہ اور تقویٰ کے ذریعے ہو اور زبان پر ذکر اور ہدایت بن کر جاری ہو۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق تین مختلف مقامات پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿۱﴾ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱، البقرۃ: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿۲﴾ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے۔

﴿۳﴾ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۱۹، ۲۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

یعنی وہ دنیا وآخرت میں باقی رہنے والے اعمال بجا لائیں اور ہمیشہ رہنے والے اعمال کی ادائیگی میں رغبت رکھیں اور فانی اعمال کی بجا آوری سے کنارہ کش رہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے البیان (یعنی قرآنِ کریم) کے ذریعے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اس کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......کتاب العظمۃ لابی الشیخ، باب ما ذکر من الفضل فی المتفکر فی ذلک، الحدیث: ۲/۴۴، ص ۳۳ عبادۃ سنۃ بدلہ عبادۃ ستین سنۃ

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۷، المائدۃ: ۸۹)
ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ (پ۱، البقرۃ: ۶۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اور اس کے بعد اس نے اپنے دشمنوں کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے:

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۱)
ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

سیدنا ابو دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور فکر آخرت

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو دَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی سب سے بڑی عبادت تفکر تھی۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ روزانہ تین سو درہم راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ملنے والی راحت مجھے آخرت کے معاملہ میں تَفَکُّر سے زیادہ خوش نہیں کرسکتی۔ وجہ پوچھی گئی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ راہِ خدا میں خرچ کرنا کہیں مجھے تفکر سے غافل نہ کردے۔

نمازِ فجر کے بعد کے مزید معمولات

- ......(نمازِ فجر کے بعد) اچھی اچھی نیتیں کرے اور اپنے اور خالقِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کے مابین، نیز اپنے اور مخلوق کے مابین تعلقات و معاملات کی (دُرُستی میں) بھی اچھی اچھی نیتیں کرے۔
- ......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا رہے اور گزشتہ عمر میں ہونے والی کوتاہیوں پر روزانہ توبہ کرے اور آئندہ گناہوں سے باز رہے۔

---

[1] ......کتاب العظمۃ لابی الشیخ، باب ماذکر من الفضل فی المتفکر فی ذلک، الحدیث: ۴۷/۵، ص ۳۴

۞......عاجزی وانکساری اور خُشوع وخُضوع سے پُرخُلوص دُعا مانگے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے تمام ممنوع کاموں سے بچائے اور نیک اعمال بجالانے کی توفیق دے اور اس پر اپنا خاص فضل وکرم فرمائے۔ دعا کرتے ہوئے اسکی حالت یہ ہو کہ دل ہر شے سے خالی ہو، دعا کی قبولیت کا یقین ہو اور ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی عطا پر راضی ہو۔

۞......خیر وبھلائی کی باتیں کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب بلائے، اپنی باتوں سے اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے اور کم علم کو علمِ دین سکھائے۔

مُتقدِّمِیْن کے اَذکار اور بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے غور وفکر کا یہی انداز رہا ہے۔ ذکر وفکر عابدین کی عبادت سے افضل ہے اور یہی وہ مختصر راستہ ہے جو ربُّ العالمین کی بارگاہ تک لے جاتا ہے۔ پس بندہ مذکورہ طریقوں میں سے کوئی بھی اختیار کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والا ہی کہلائے گا۔

ذکر وفکر کی کیفیت

ذکر وفکر میں مشغول ہونے کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ بندہ جہاں نماز پڑھے اسی جگہ قبلہ رخ بیٹھا رہے اور مُسْتَحَب یہ ہے کہ کسی سے بات نہ کرے یا مذکور اذکار واعمال کے علاوہ دیگر اعمال ووظائف میں مگن رہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک خیر وبھلائی کے علاوہ کلام کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے اور ان میں سے بعض تو ان اوقات میں خیر وبھلائی کی باتوں کے علاوہ ہر قسم کی گفتگو کو بھی بہت مذموم خیال کرتے تھے، یہ ایک سُنَّت ہے جو چھوڑ دی گئی ہے، پس جس نے اس پر عمل کیا اس نے اسے یاد رکھا۔

۞......۞......۞

نافرمان، فرمانبردار بن جائے

صبح (طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے) نافرمان بچے یا بچی کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آسمان کی طرف منہ کرکے جو 21 بار **یَاشَهِیْدُ** پڑھے **اِنْ شَآءَ اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اُس کا وہ بچہ یا بچی نیک بنے۔

(مدنی پنج سورہ، ص ۲۵۳)

دن کے معمولات سات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا وظیفہ

پہلے وظیفے کا وقت طُلوعِ فجر سے طُلوعِ آفتاب تک ہے اور اس سے مُراد وہی اذکار ہیں جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اور صبح سے مُراد وہ وقت ہے جس کے متعلق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے قسم ارشاد فرمائی:

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (پ۳۰، التکویر:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور (قسم ہے) صبح کی جب دم لے۔

صبح کے سانس لینے سے مُراد طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک کا وقت ہے یہی وہ وقت ہے جس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لئے سایہ پھیلایا، پھر اس پر روشنی پھیلا کر اسے سمیٹ دیا اور اس کے ظُہور کو اپنی نشانی قرار دیا اور سورج کو اس کا ظاہر کرنے والا اور اس پر دلیل بنا دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ۔ (پ۱۹، الفرقان:۴۵)

مراد یہ ہے کہ اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر ساکت و جامد بنا دیتا کہ وہ حرکت ہی نہ کر پاتا۔

ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡہِ دَلِیۡلًا ﴿۴۵﴾ (پ۱۹، الفرقان:۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے سورج کے ذریعے سائے کو واضح کیا، جو اس بات پر دلیل ہے کہ وہی مشکل سے پردہ ہٹاتا ہے اور شبہات دور فرماتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

ثُمَّ قَبَضۡنٰہُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا ﴿۴۶﴾ ترجمۂ کنز الایمان: پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹا۔ (پ۱۹، الفرقان:۴۶)

یعنی سایہ سورج کے نیچے ہلکا سا سمٹا ہوا ہے جو نہ تو عقل و فہم میں آتا ہے اور نہ ہی دیکھا جاتا ہے، پس سایہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت سے سورج میں اس طرح شامل ہے جیسے اندھیرا اُس وقت روشنی کے پردے میں چھپ جاتا ہے جب اُس

پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت داخل ہوتی ہے اور اسے ہی صبح اور فلق کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے صبح کے ساتھ اپنی حمد بیان کی کہ وہ ہی اسے پیدا کرنے والا ہے اور ہمیں اس وقت اپنی پاکی بیان کرنے اور ان اوقات میں پیدا کردہ تمام مخلوقات کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ (پ۷، الانعام:۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، الروم:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

یعنی ان دو اوقات میں نماز کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کیا کرو۔

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، الفلق: ۱، ۲) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے۔

بندہ جب فتنے، لایعنی (فضول) گفتگو اور شبہات میں مبتلا کرنے والے اقوال سننے سے محفوظ ہو اور ناپسندیدہ اشیاء، ذِکْرُ اللہ سے غافل کر دینے والی یا دنیا کے تذکرے میں مبتلا کر دینے والی اشیاء کی جانب متوجہ ہونے سے بھی محفوظ ہو تو وہ بناوٹی و مصنوعی آرائش و زیبائش جیسی آفات و بَلِیّات میں مبتلا ہونے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اپنے مولا کی خدمت میں مصروف ہونے اور غَیْرُ اللہ سے منہ موڑ کر خالص اسی کا ہونے کا شَرَف پاتا ہے۔

ہم نے جن اذکار کے مصلے (یعنی جائے نماز) پر پڑھنے کا تذکرہ کیا ہے ان کا اس مسجد میں پڑھنا زیادہ افضل ہے جہاں نماز باجماعت کا اہتمام بھی ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں مساجد کے بلند کرنے کا حکم دیا ہے:

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ (پ۱۸، النور:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے۔

اور اگر فتنے سے محفوظ نہ ہو اور ناپسندیدہ کام میں مبتلا ہو جانے یا کسی کے تَقِیَّہ (ڈر کی وجہ سے حق پوشی کرنے) پر مجبور کر دینے یا لایعنی (فضول) گفتگو میں مبتلا ہو جانے کا خوف لاحق ہو یا ایسا کلام سننے کا اندیشہ ہو جسے سننا پسند نہ ہو تو نمازِ فجر کے بعد مسجد سے گھر یا کسی دوسری خلوت گاہ میں چلا جائے۔

نمازِ فجر کے بعد گھر جانے سے پہلے دو مسنون عمل

❁......اپنی جگہ سے کھڑے ہونے سے پہلے حالتِ تشہد میں بیٹھے بیٹھے دس۱۰ مرتبہ پہلے یہ پڑھے:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے ہی ہے ساری بادشاہی اور اسی کے لئے ہے ہر قسم کی حمد، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے جبکہ خود ایسا زندہ ہے جسے موت نہیں، اسی کے دستِ قدرت میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

❁......اور اس کے بعد گفتگو کرنے سے پہلے دس۱۰ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

یہ دونوں وظائف پڑھنے کے متعلق د۲و احادیثِ مبارکہ مروی ہیں، لیکن ان میں ترکِ کلام شرط ہے۔ چنانچہ اس کے بعد گھر یا کسی مقامِ خَلْوَت میں قبلہ رو ہو کر بقیہ معمولات ادا کرے اور یہ حالت نہ صرف افضل ہے بلکہ اس کی یکسوئی کے لئے بھی زیادہ بہتر ہے۔[1]

طلوعِ آفتاب سے پہلے تسبیح و ذکر کی دو صورتیں

نمازِ فجر کے بعد اور طُلوعِ آفتاب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنے اور ذکر کرنے کی د۲و صورتیں ہیں: اگر نیکی و پرہیز گاری پر مُعاوَنَت مقصود ہو تو ایسا کرنا اس پر لازم ہوگا یا پھر مُسْتَحَب، اس کی بھی د۲و صورتیں ہیں: اس سے مقصود خاص اپنی ذات کا نفع ہوگا یا پھر اس کے نفع کا تعلق کسی دوسرے سے ہوگا۔ یہ معمولات بھی انہی معمولات سے تعلق رکھتے ہیں جن کے وقت کے ختم ہو جانے کے بعد ان کے نفع کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب فی ثواب کلمة......الخ، الحدیث: ۳۴۸۵، ص ۲۰۰۹......المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۳۲، ج ۲۲، ص ۹۲

دوسری صورت یہ ہے کہ علم حاصل کرے یا دین وآخرت کی بہتری کی کوئی ایسی بات سُنے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے رغبتی بھی دِلائے۔ اس طرح ان عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے مَحَبَّت پیدا ہوگی جن کے علم پر بھروسا کیا جاتا ہے، جو عُلمائے آخرت بھی ہیں اور صاحبِ یقین و ہدایت بھی اور دنیا کی فُضولیات سے دور رہنے والے بھی۔ جو بندہ نمازِ فجر کے بعد مسجد سے اٹھ کر جائے تو راستے میں دو میں سے کوئی ایک کام کرے: ۞ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے ۞ یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت کے بارے میں دانشمندوں کے ذکر کردہ اقوال میں تفکر کرتا رہے۔ اگر یہ دونوں باتیں اکٹھی ہوجائیں تو ان کی جانب جانا مصلّے پر بیٹھے رہنے سے افضل ہے کیونکہ یہ دونوں باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر بھی ہیں اور اس پر عمل بھی اور ایک مخصوص صفَت پر اس کی جانب جانے کا ایک بہترین ذریعہ بھی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ (پ۷، الانعام: ۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام۔

یعنی وہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے طالب ہیں۔

علم کی فضیلت

سیّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ”جو شخص اپنے گھر سے علم حاصل کرنے کی نیّت سے نکلے تو واپس لوٹنے تک وہ راہِ خدا میں ہوتا ہے۔“ [1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مَسْعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ”عالِم بنو یا اس سے علم حاصل کرنے والا بنو یا اس کی بات سننے والا بنو اور چوتھا مت بنو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔“ [2]

فرشتے پر بچھا دیتے ہیں

سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”جو شخص گھر سے علم حاصل کرنے

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، الحدیث: ۲۶۴۷، ص ۱۹۱۸ بدون سن بیته وغدا بدله خرج

[2] ......سنن الدارمی، المقدمة، باب فی ذهاب العلم، الحدیث: ۲۴۸، ج ۱، ص ۹۱

کے لئے نکلے واپس لوٹنے تک راہِ خدا میں ہوتا ہے اور جو اپنے گھر سے علم کی جُستجو میں نکلتا ہے فرشتے اُس کے اِس فعل سے راضی ہو کر اُس کے پاؤں تلے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں اور زمین کے چوپائے، آسمان کے فرشتے، ہوا کے پرندے اور پانی کی مچھلیاں سب اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔'' [1]

مجلسِ علم کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ذَر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروِی ایک روایت میں ہے کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نَفْل پڑھنے، ہزار جنازوں میں شرکت کرنے اور ہزار مریضوں کی عیادت کرنے سے بہتر ہے۔ عرض کی گئی: ''اور کیا قرآنِ کریم کی تلاوت سے بھی افضل ہے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''کیا قرآنِ کریم کا بغیر علم کے پڑھنا بھی فائدہ دے سکتا ہے؟'' [2]

پس اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو بندے کا مذکورہ ذکر وفکر کی صورتوں میں سے کسی صورت پر عمل کرتے ہوئے اپنے مصلّے پر ہی بیٹھے رہنا یا ایسی مسجد میں جہاں باجماعت نماز پڑھی ہو یا اپنے گھر میں یا کسی خَلْوَت گاہ میں بیٹھ جانا سب سے زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''نمازِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک مسجد میں ہی بیٹھ کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہنا مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔'' [3]

حُسنِ اَخلاق کے پیکر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب نمازِ فجر ادا فرما لیتے تو نماز کی جگہ پر ہی تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ سورج طُلوع ہو جاتا۔ [4]

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلب العلم، الحدیث: ۲۶۴۷، ص ۱۹۱۸ بدون من بیتہ

سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث: ۲۲۳، ۲۲۱، ص ۲۴۹۱ مفھوماً وبتغیر وبدون الطیر الھواء

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۵۰

[3] ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث: ۳۶۶۷، ص ۱۴۹۵

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب بدر، الحدیث: ۱۵۸۹۹، ص ۳۸۶

[4] ......صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد، الحدیث: ۱۵۲۶، ص ۷۸۲

ایک روایت میں ہے کہ (اس کے بعد) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دو رکعت نمازادا فرمایا کرتے۔[1]

پس یہ مُسْتَحَب ہے اور نمازِ فجر کے بعد طُلوعِ آفتاب تک بیٹھے رہنے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرنے کی بہت بڑی فضیلت مروی ہے، ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے ابنِ آدم! نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد کی ساعتوں میں میرا ذکر کیا کر، میں ان دونوں اوقات میں تیرے لئے کافی ہوں گا۔''[2]

دن کا دوسرا وظیفہ

جب سورج بلند ہو کر خوب روشن ہو جائے تو نمازِ چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرنا چاہئے اور یہی وہ وقت ہے جس کا تذکرہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا ہے:

یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ (پ۲۳، ص:۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے۔

طلوعِ آفتاب کے بعد افضل امور

نمازِ چاشت کے بعد یہ کام کرنے کی کوشش کرے:

- ......اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ مریض ہے تو اس کی عیادت کرے۔
- ......اگر کوئی جنازہ آجائے تو اس میں شرکت کرے۔
- ......اگر کوئی نیکی و پرہیزگاری کے کام پر مُعاوَنت چاہے تو اس میں کوشش کرے۔
- ......اگر کسی بھائی کو کوئی حاجت وضَرورت ہو تو اسے پورا کرے۔
- ......اگر کسی فَرِیْضہ کی ادائیگی لازم ہو تو فوراً اسے سرانجام دے۔
- ......اگر اسے کسی مُسْتَحَب کام کی فضیلت معلوم ہو تو اس کے رہ جانے سے پہلے پہلے اسے ادا کرلے۔

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب السفر، باب ما ذکر مایستحب من......الخ، الحدیث: ۵۸۶، ص۱۷۰۳

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۰۱ محمد بن صبیح، الحدیث: ۱۱۹۸۹، ج۸، ص۲۳۳

صبح کے وقت ذکر وفکر کے بعد سب سے افضل اعمال یہی ہیں۔نمازِ فجر سے فَراغت کے بعد جب سورج طُلوع ہوجائے اور مذکورہ اُمور میں سے کسی پرعمل کرنا ممکن نہ ہوتو پھراُمورِ ذیل میں سے کسی پرعمل کرے:

- ……نَفْل نماز میں مشغول ہوجائے۔
- ……تلاوتِ قرآنِ کریم کرنے لگے۔
- ……مختلف مروی اذکار میں مشغول رہے،خواہ وہ فرض ہوں یا مُسْتَحَب۔
- ……اعمالِ گزشتہ میں اپنے نفس کا مُحاسبہ کرے۔
- ……نفس کو آئندہ درپیش مشکلات سے باہر نکالنے کی کوشش کرے۔
- ……ہر حال میں اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی جانب متوجہ رہے۔

ان اُمور میں مصروف رہے یہاں تک کہ سورج کی روشنی خوب پھیل جائے یعنی خوب دن چڑھ آئے۔یہی دن کا دوسرا وظیفہ ہے اور یہی وہ چاشت کا وقت ہے جس کی قسم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان الفاظ میں یاد فرمائی ہے:

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰،الضحی:۱) ترجمۂ کنزالایمان: چاشت کی قسم۔

یعنی چاشت کے وقت سے مُراد وہ وقت ہے جب سورج کی گرمی وتپش سے پاؤں جلنے لگیں۔

جب بندے نے اس بات پرعمل کیا تو اس نے یقینی طور پر ان احکام کی پیروی کی جو اس کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے اس کی جانب نازل فرمائے ہیں۔کیونکہ اس نے کہا تھا:

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا (پ۲۰،النمل:۹۱) ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے یہ حکم دیا:

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۸،الاعراف:۳) ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا۔

اور پھر بندے نے یہ کہا:

وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ (پ۲۰، النمل: ۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں۔

تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ ارشاد فرمایا:

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۴۵) ترجمۂ کنز الایمان: اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

پس اس وقت نمازِ چاشت ادا کرنا افضل ہے اور اس کا حقیقی وقت وہی ہے جو اس کے نام یعنی ضُحٰی سے سمجھ میں آتا ہے۔ چنانچہ سیِّد عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: ''نمازِ چاشت کا وقت وہ ہے جب اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' [1]

ایک بار سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے پاس تشریف لائے تو وہ نمازِ اِشراق ادا کر رہے تھے، پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا: ''خبردار! نمازِ اَوَّابین (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہر وقت توبہ کرنے والوں کی نماز) کا وقت وہ ہے جب اونٹنی کے بچوں کے پاؤں جلنے لگیں۔'' [2]

دن کا تیسرا وظیفہ

نمازِ چاشت کے بعد بندے کو چاہئے کہ یہ کام کرنے کی کوشش کرے:

۞...... مُستحَب کاموں میں یا ۞...... مُباح روزی کمانے میں لگ جائے اور سچائی کے ساتھ تجارت کرے ۞...... یا خُلوص کے ساتھ کسی صَنْعَت کاری میں مصروف ہو جائے بشرطیکہ اسے اس کی ضَرورت ہو اور اتنا ہی کمائے جتنا اسے کافی ہو ۞...... اور سب سے کم تر کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے ۞...... یا سو جائے کہ ان دونوں میں گناہوں سے اور لوگوں سے میل جول سے مُحافَظَت پائی جاتی ہے۔

---

[1] ......مسند ابی عوانة، باب الترغیب فی الصلاة......الخ، الحدیث: ۲۱۳۳، ص۱۳ الضحی بدله الاوابین

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۵۱۱۳، ج۵، ص۲۰۷ دون قوله فنادی باعلی صوته

فتنہ کے زمانے میں نیند کی فضیلت

مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں افضل ترین علم خاموشی اور افضل ترین عمل نیند ہوگا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے لئے سو جانا ہی سب سے بہتر ہے اور کاش کہ بندہ حالتِ بیداری میں بھی سونے والے کی طرح ہو جائے کیونکہ نیند میں بندہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جبکہ حالتِ بیداری میں مَعاصی سے محفوظ رہنا ایک مشکل اَمر ہے اور فضیلت صرف انہی صاحبِ فضل لوگوں کا حق ہے جو گناہوں سے محفوظ و مامون ہونے اور احسان اور فضل وکرم کے باعث عدل کرنے میں دوسروں سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس کا سبب کلام میں غلطیاں شامل ہونا، احوال میں آفات کا پایا جانا اور اعمال کا اخلاص سے خالی ہونا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو فارغ ہوں تو سلامتی حاصل کرنے کے لئے سو جائیں۔ [1]

بعض لوگوں کا سونا ہی سب سے بہتر کام ہوتا ہے اور کاش کہ بندے کی حالت بیداری میں بھی نیند جیسی ہو جائے کیونکہ وہ نیند میں گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس حالت میں اس کا سب سے افضل عمل بھی یہی ہے (یعنی گناہوں سے محفوظ رہنا) اور فضیلت کا حق بھی صرف انہی صاحبِ فضل لوگوں کو ہے جن کا مقام ومرتبہ گناہوں سے محفوظ وسالم رہنے اور احسان وکرم کا حق ادا کرنے سے مزید زیادہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر کوئی بندہ اس وقت سو جائے تو یہ قیلولہ کرنے والے شخص کی سی نیند ہوگی اور اس وقت یعنی چاشت سے لے کر زوالِ شمس تک روزی کمانے کے اسباب پر بھی عمل کر سکتا ہے۔ پس یہ دن کا تیسرا عمل ہے۔

دن کا چوتھا وظیفہ

ہمیشہ نمازِ ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو کر لیا کرے۔ اگر دن کے اوقات میں اس وقت تک اس دن کی روزی وغیرہ بقدرِ ضرورت حاصل کر چکا ہو تو بازار چھوڑ دے اور گھر چلا جائے یا پھر اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر (یعنی مسجد میں) بیٹھ جائے اور آخرت کا زادِ راہ تیار کرنے کی خاطر عبادت میں مشغول ہو جائے۔ سَلَف صالحین کا یہی طریقہ

[1] ……عوارف المعارف، الباب الخمسون، ص ۲۳۰

رہا ہے۔ **مَنقول ہے** مومن صرف تین ۳ جگہوں میں پایا جانا چاہئے: (۱) ایسی مسجد میں جسے آباد کر رہا ہو (۲) ایسے گھر میں جو اسے پردہ مُہیّا کرنے والا ہو (۳) کسی ایسے کام اور ضَرورت میں مگن ہو جسکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔[1]

زوال کے بعد چار رکعتی نماز

زوال (یعنی نمازِ ظہر کا وقت شروع ہونے) کے بعد آسمان کے دروازے نمازیوں اور ذاکرین کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور مومنین کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یہ دن کا چوتھا وظیفہ ہے۔ لہٰذا زوال کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے جن میں سورۂ بقرہ یا دو سو آیتوں والی دو سورتیں یا پھر مَثانی[2] میں سے چار سورتیں پڑھے۔ ان میں طویل قِراءَت کرے اور بڑی خوبی سے ادا کرے اور دن کے اوقات میں ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جانے والی چار رکعتی نماز کی طرح اس نماز کو بھی ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کرے۔

اس وظیفہ کا وقت وہی دوپہر ہے کہ جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حمد کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ ۲۱، الروم: ۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

مکروہ اوقات

جب سورج عین سر کے اوپر ہو تو بندے کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی سے بچے، یہ زوالِ شمس سے پہلے کا وہ وقت ہے جب ہر شے کا سایہ سِمَٹ کر اس کے پاؤں تلے ہوتا ہے۔ پس جب سایہ ڈھلنے لگتا ہے تو زوالِ شمس بھی شروع ہو جاتا ہے۔ استواءِ شمس موسمِ سرما میں دن کے چھوٹے ہونے اور سورج کے آسمان کے وَسْط سے ہٹ کر چلنے کی وجہ سے انتہائی کم ہوتا ہے، بلکہ سورج اس موسم میں اُفُق میں عرضاً چلتا ہے اور غُروب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس موسم میں استواءِ شمس کا اندازہ اسی حساب سے لگایا جا سکتا ہے جتنی مقدار میں قرآنِ کریم کے ایک پارے کی یا اس کے برابر

---

[1] ……مسند ابی الجعد، احیاء ابی الخطاب……الخ، الحدیث: ۱۰۵۱، ص ۱۶۳

[2] ……مُفَسِّرِ شَہیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان ''مِرْاٰۃُ الْمَنَاجِیح'' جلد 3 صفحہ 288 پر فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اوّل قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مِئِین، پھر تواں یا توابع پھر مفصّل، سورۂ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے، مثانی سورت فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی۔

قِراءَت سے چار رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ دن کے تیسرے وظیفہ کے اختتام کا اصل وقت استواءِ شمس ہی ہے۔

اوقاتِ مکروہہ اور ان میں مستحب عمل

جب سورج عین سر کے اوپر ہو تو تلاوت کرنا،[1] اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنا اور فکرِ آخرت کرنا مُسْتَحَب ہے۔

یہ وقت ان پانچ اوقاتِ مکروہہ [2] میں سے ایک ہے جن میں سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ باقی چار اوقات یہ ہیں: (۱) طُلوعِ شمس کا وقت۔ یہاں تک کہ سورج دو نیزوں کی مقدار دیکھنے والے کی نظر میں بلند ہو جائے (۲) غُروب کے قریب ہونے کا وقت۔ یہاں تک کہ سورج چھپ جائے (۳) نمازِ فجر کے بعد اور (۴) نمازِ عصر کے بعد۔

بہترین وقتِ عمل

بندے کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیانی وقت کو نماز سے زندہ رکھے کیونکہ اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اعمال کا تزکیہ ہوتا ہے۔

نفل نماز میں پڑھی جانے والی آیاتِ مبارکہ

دن کے اوقات میں سب سے بہتر اوقات وہ ہیں جن میں فرائض ادا کئے جائیں۔ اگر کسی نے دونوں اذانوں کے درمیان تلاوتِ قرآن نہیں کی تو اس کے لئے مُسْتَحَب یہ ہے کہ وہ نَفْل نماز میں ان آیاتِ کریمہ کی تلاوت کرے جن میں دعا ہے جیسا کہ سورۂ بَقَرہ، سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں اور مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ ہیں:

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 455 پر ہے ان (مکروہ) اوقات میں تلاوتِ قرآنِ مجید بہتر نہیں، بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔

[2] ......''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 454 پر حضرتِ علّامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: طلوع و غروب و نصف النہار ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ نفل نہ ادا نہ قضا، یوہیں سجدۂ تلاوت و سجدۂ سَہْو بھی ناجائز ہے البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے حدیث میں اسکو منافق کی نماز فرمایا۔

﴿۱﴾ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر (رحم وکرم) کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

﴿۲﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا (پ۳، ال عمران: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

﴿۳﴾ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۴﴾ (پ۲۸، الممتحنة: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

اگر ایسی آیاتِ کریمہ کی قِراءَت کرے جن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عظمت، تسبیح اور اَسمائے حُسنٰی ہیں تو یہ زیادہ اچھا ہے، مثلاً سورۂ حَدِید کی ابتدائی اور سورۂ حشر کی آخری آیات، آیتُ الکرسی اور سورۂ اِخلاص کی تلاوت کرے تاکہ تلاوت اور دعا دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور نماز کے ساتھ ساتھ اَسمائے حُسنٰی کے ذریعے حمد وثنا بھی ہو جائے۔ پھر نمازِ ظہر باجماعت ادا کرے اور نماز سے قبل چار۴ اور بعد میں دو۲ رکعت کے بعد پھر چار۴ رکعت کبھی بھی ترک نہ کرے۔ یہ عمل دن کے چوتھے وظیفہ کی انتہا ہے اور تمام اوراد ووظائف میں سب سے زیادہ مختصر اور سب سے افضل ہے۔

دن کا پانچواں وظیفہ

اگر کوئی زوال سے قبل سو چکا ہو تو اب نہ سوئے، کیونکہ دن میں دو۲ بار سونا ایسے ہی مکروہ ہے جیسا کہ شب بیداری نہ کرنے والے کے لئے دن میں سونا مکروہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے تین اسباب

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تین۳ باتوں کی بنا پر ناراض ہوتا ہے: (۱) بغیر وجہ کے ہنسنا (۲) بغیر بھوک کے کھانا (۳) بغیر شب بیداری کئے دن کے وقت سونا۔[1]

[1] ……الزهد للامام احمد بن حنبل، اخبار معاذ بن جبل، الحديث: ۱۰۲۲، ص ۲۰۲

آٹھ گھنٹے سونا مستحب ہے

اگر کوئی ظہر سے پہلے نہ سوئے تو بہتر یہ ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان سو جائے تا کہ اس سے شب بیداری پر قوت حاصل کر سکے کیونکہ ظہر کے بعد کی نیند آنے والی رات کے لئے ہوگی اور ظہر سے قبل کی گزشتہ رات کے لئے تھی اور اگر ہمیشہ شب بیداری کرتا ہو اور دن کے اوراد و وظائف بھی اس سے مُتَّصِل ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ظہر سے قبل سو جایا کرے تا کہ گزشتہ رات کی نیند پوری ہو جائے اور ظہر کے بعد بھی سوئے تا کہ آنے والی رات آسانی سے بسر ہو سکے۔ لیکن مُسْتَحَب یہ ہے کہ دن اور رات میں ۸ آٹھ گھنٹوں سے زائد نہ سوئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر دن اور رات میں اتنے گھنٹے آرام نہ کیا تو اس کا بدن کمزور ہو جائے گا کیونکہ نیند جسم کی غذا اور اس کی راحت ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾ (پ۳۰، النبا: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری نیند کو آرام کیا۔

جس طرح کہ یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ (پ۳۰، النبا: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کو روزگار کے لئے بنایا۔

لیکن اگر بیدار رہنا کسی کی عادت ہو تو پھر جاگتے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ عادت فطرت جیسا کام کرتی ہے اور عُرف سے خارج ہوتی ہے، لہٰذا کسی کی عادت پر قیاس نہ کیا جائے گا۔

ظہر و عصر کے درمیان اَسلاف کا طریقہ

ظہر و عصر کے درمیان نَفْل نماز پڑھنا رات کو نوافِل پڑھنے کی طرح ہے اور اسے **صلٰوۃُ الْغَفْلَة** کہتے ہیں۔ ظہر اور عصر کے درمیان مسجد میں اعتکاف مُسْتَحَب ہے اور بُزُرگانِ دین اس وقت ذکر میں اس لئے مشغول رہتے کہ اعتکاف اور نمازِ عصر کے انتظار میں بیٹھنا دونوں عمل ایک ساتھ ہو جائیں۔ چنانچہ **مَنْقول** ہے کہ ظہر و عصر کے درمیان کوئی مسجد میں داخل ہوتا تو شہد کی مکھیوں کی بِھنبِھناہٹ کی طرح نمازیوں کی تلاوت کی ہلکی ہلکی آوازیں سنتا۔

اگر کسی کا گھر عبادت اور دل جمعی کے لئے زیادہ محفوظ ہو تو وہاں آ جائے کیونکہ جو جگہ زیادہ محفوظ و سالم ہو وہی عبادت کے لئے افضل ہوتی ہے۔ تیسرا وظیفہ (جو چاشت سے لے کر زوال تک ہے) اس پانچویں سے بہتر ہے، کیونکہ

بندہ اس میں رات کے رہ جانے والے معمولات سرانجام دے سکتا ہے۔ ان دونوں اوقات کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں لوگ عام طور پر طلبِ دنیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے حُصول میں مگن ہوتے ہیں اور بیدار دل کا مالک اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی حاضری کے لئے ان دونوں اوقات میں فارغ ہوتا ہے اور راحت وسکون پاتا ہے اور عامل اپنے عمل، توجہ اور فَراغت کی حلاوت ولذّت حاصل کرتا ہے۔ نیز مخلوق سے کنارہ کش ہونے اور اپنے خالق عَزَّوَجَلَّ سے لَو لگانے کے سبب برکت اور فضل بھی پاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں سے ایک کا ذکر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

وظائف کے اوقاتِ قضا

مذکورہ آیتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا قائم مَقام بنایا ہے، دونوں فضیلت میں ایک دوسرے کے نائب ہیں، پس اگر رات کے کچھ معمولات رہ جائیں تو دن کے اِن دو۲ اوقات میں اُن کی قضا کی جاسکتی ہے: یعنی پہلا وقت چاشت تا زوال اور دوسرا ظہر تا عصر ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ دن چونکہ رات کا قائم مقام ہوتا ہے لہٰذا جس کے رات کے کچھ معمولات رہ جائیں وہ دن کے کسی بھی وقت ان کی قضا کر لے اور جس کے دن کے کچھ معمولات رہ جائیں وہ رات میں ان کی قضا کر لیا کرے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے نائب ہیں۔ الغرض جو عمل کسی ایک وقت میں نہ ہو سکے دوسرے وقت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

ذکر اور شکر

ذِکر، دل کے تمام اعمال کا ایک جامع نام ہے مثلاً مقاماتِ یقین، عُلومِ غیبیہ کا مُشاہَدہ وغیرہ اور شکر کا اطلاق شریعتِ اسلامیہ کے ان تمام اعمال پر ہوتا ہے جو ظاہری اعضاء کے ذریعے سرانجام پاتے ہیں اور یہ دونوں یعنی ذکر و شکر مکمل طور پر بندے کا عمل اور اس کی عبادت کی حقیقت ہیں۔ انہی دونوں کا اظہار حضرت سیدنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ربِّ جَلیل عَزَّوَجَلَّ سے کیا تھا جسے ان آیاتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے:

كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کہ ہم بکثرت تیری پاکی بولیں اور بکثرت تیری یاد کریں۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۳۳، ۳۴)

اس آیتِ مبارکہ میں ظاہر و باطن سے ادا ہونے والے ذکر و تسبیح کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔

یہ پانچواں وظیفہ ظہر و عصر کے درمیان کا ہے جو اوقاتِ دن میں سب سے زیادہ طویل ہے اور عبادت کے لئے اس کا وقت بھی سب سے زیادہ کارآمد ہے، نیز یہ وقت تیسرے وظیفہ سے بھی طَوالت میں زائد ہے اور یہی دن کا اَصِیل (شام کا وقت) بھی ہے۔

یہ وقت شام کے ان اوقات میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کیا ہے کہ اس وقت ہر شے سجدہ ریز ہوتی ہے، نیز اس وقت کو صبح کے اوقات کے ساتھ ذکر کیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰه ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام۔ (پ۱۳، الرعد: ۱۵)

یہ بات کتنی بری ہے کہ بے جان و مُردہ اشیاء تو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں اور اس کے ذکر میں مشغول ہوں لیکن جیتا جاگتا انسان اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہو۔

دن کا چھٹا وظیفہ

اس کے بعد نمازِ عصر سے قبل چار رکعت ادا کرے اور اَذان و اِقامت کے درمیان نماز کو غنیمت جانے جیسا کہ ابھی پانچویں وظیفہ میں تذکرہ ہوا کہ اس میں ایک مقبول ساعت ہے۔ پس جب وقتِ عصر شروع ہوتا ہے تو دن کے چھٹے وظیفے کا وقت بھی شروع ہو جاتا ہے۔ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کا تذکرہ پارہ 30 سورۂ عصر کی پہلی آیتِ مبارکہ ﴿وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾﴾ میں قسم کے ساتھ فرمایا ہے۔ آیتِ کریمہ کی ایک تفسیر کے مطابق یہاں وقتِ عصر مُراد ہے اور قرآنِ کریم میں ﴿اصال﴾ کے متعلق مروی ایک قول میں یہی وقت مراد ہے، نیز اس وقت کو عَشِیّ کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے کہ جس میں اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح و تنزیہ اور حمد بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ ۲۱، الروم:۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

اس وظیفہ میں اَذان و اِقامت کے مابین چار رکعت (سُنَّتِ غیر مُؤَکّدہ) کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہے، البتہ نمازِ عصر کے بعد جو چاہے ظاہری و باطنی عبادت کرے، خواہ ایسا کرنا اس پر فرض ہو یا مُستحب۔ افضل یہ ہے کہ غور و فکر اور ترتیل کے ساتھ (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر) قرآنِ کریم کی تلاوت کرے اور مُتشابہ آیات میں مَنقول تاویلات کو پیشِ نظر رکھے۔

دن کا ساتواں وظیفہ

جب سورج زردی مائل ہو جائے اور اس کی حرارت ختم ہو جائے اور وہ دیواروں کے اَطراف اور درختوں کے سَروں کی مقدار بلند رہ جائے یعنی اس کی حالت طُلوع جیسی ہو جائے تو یہ وقت دن کے ساتویں وظیفے کے آغاز کا ہے۔ اس وقت ذکر و تسبیح اور تلاوت و اِستغفار وغیرہ کرے یہاں تک کہ سورج غُروب ہو جائے۔

طلوع و غروبِ آفتاب کے وقت افضل عمل

اس وقت اور اس جیسے یعنی ابتدائے دن کے وقت سب سے افضل عمل یہ کہنا ہے:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذَنْبِیْ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بِحَمْدِ رَبِّیْ﴾

ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ۔

یہ اس لئے پڑھے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا) اور اِستِغفار (مَغْفِرت چاہنا) دونوں ایک ہی کلمے میں جمع ہو جائیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ (پ ۲۴، المومن:۵۵) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

اور اگر یہ استغفار پڑھے تو بھی بہتر ہے کیونکہ اس کی فضیلت آثار میں مروی ہے: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ وَاَسْاَلُهُ التَّوْبَةَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو خود زندہ اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور اس سے توبہ کا سوال کرتا ہوں، پاک ہے عظمتوں والا اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ۔

سب سے بہتر استغفار وہ ہے جو اسمائے حسنیٰ پر مشتمل ہو جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس کی مثالیں موجود ہیں:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ التَّوَّابَ الرَّحِيْمَ. رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ. فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا. وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ﴾

ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کیونکہ وہی غفار ہے، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں کیونکہ وہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی چاہتا ہوں کیونکہ وہی غفور ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت چاہتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے، اے میرے پَرْوَرْدگار! مغفرت فرما اور رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے، پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

اس وظیفہ کی فضیلت بھی وہی ہے جو طُلوعِ فجر سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک کے وظیفہ کی ہے۔ یہی شام کا وہ وقت ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی پاکی بیان کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ ۲۱، الروم: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

یہاں فعل (سَبِّحُوْا یعنی پاکی بولو) کی جگہ اسم (سُبْحَان یعنی پاک) ذکر فرمایا گیا ہے اور یہی وقت دن کا دوسرا کنارہ ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پاکی بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ، ارشاد فرمایا:

فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

غروب آفتاب سے پہلے کے مستحب معمولات

سورج غروب ہونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھنا مُسْتَحَب ہے:

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا﴾، ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ اور مُعَوَّذَتَيْن (یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس)۔

جب سورج غُروب ہو رہا ہو تو استغفار پڑھنا چاہئے کہ اس وقت یہی ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر وہ تسبیح وحمد اور دعا و ذکر جو دن کی ابتدا میں طُلوعِ آفتاب کے وقت مُسْتَحَب ہے اسے غُروبِ آفتاب سے قبل پڑھنا بھی مُسْتَحَب ہے

کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں اوقات کا تذکرہ ایک ساتھ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے۔

﴿2﴾ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

﴿3﴾ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

﴿4﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ (پ۳۰، الفلق: ۱ تا ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی سب مخلوق کے شر سے اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بہتر یہ ہے کہ بندہ اس وقت دوبارہ وہی اوراد و وظائف پڑھ لے جن کا تذکرہ ہم نے پہلے وظیفے میں کیا ہے۔

اذانِ مغرب و فجر کے بعد کی دعا

مغرب کی اذان کے بعد یہ پڑھئے:

﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ وَحُضُوْرُ صَلَاتِكَ وَشُهُوْدُ مَلٰٓئِكَتِكَ، صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ﴾

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے آنے اور دن کے جانے کا ہے اور تیری دعوت دینے والوں کی آوازوں (یعنی اذانوں)، نماز اور فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے، پس اے میرے پَروَرْدگار! حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج اور انہیں وسیلہ و فضیلت کا مقام عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد تین مرتبہ یہ پڑھئے جیسا کہ حدیثِ پاک میں مروی ہے: ﴿رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا

وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا﴾ [1] ترجمہ: میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوا۔

اذانِ فجر کے بعد وہی الفاظ پڑھیے جو اذانِ مغرب کے بعد پڑھے جاتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ﴾ کے بجائے یہ پڑھا جائے: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِدْبَارُ لَيْلِكَ وَاِقْبَالُ نَهَارِكَ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے جانے اور دن کے آنے کا ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مذکورہ دعا صرف نمازِ مغرب کے متعلق مروی ہے۔

معمولاتِ اسلاف کی کیفیت

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِين شام کے وظائف میں انتہائی شِدّت سے کام لیتے اور بعض دن کے ابتدائی وظائف میں سختی کرتے تھے اور بعض کے متعلق مَنْقول ہے کہ وہ دن کے ابتدائی حصّے کو دنیاوی معاملات کے لئے اور آخری حصّے کو آخرت کے لئے مقرّر فرماتے۔ [2]

پس جب سورج چُھپ جائے تو دن کے سات اوراد و وظائف کا وقت بھی ختم ہو گیا۔

مقامِ فکر

اے بندۂ مسکین! ذرا غور کر کہ تو نے اس دن میں کیا پایا؟ کیا کھویا؟ اور نجانے تیرے متعلق کیا فیصلہ ہوا؟ تیری عمرِ عزیز کا ایک حصّہ ختم ہو گیا اور تیری زندگی کے اَیّام میں سے ایک دن خَتْم ہو گیا۔ (اب سوچ کہ) تو نے کتنا سفر طے کر لیا؟ اور جو دن کم ہو گیا ہے اس میں اگلے دن کے لئے کیا بچایا؟

سرکارِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ''لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو (نارِ دوزخ سے) آزاد کر دیتے ہیں یا پھر اسے گروی رکھ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔'' [3]

---

[1] ......کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول عند الاذان، الحدیث: ۴۳۵، ص ۱۵۴
سنن النسائی، کتاب الاذان، باب الدعاء عند الاذان، الحدیث: ۶۸۱، ۶۸۰، ص ۲۱۳۰

[2] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اعداد الاوراد، ج ۵، ص ۴۵۳

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، الحدیث: ۱۴۴۴۸، ج ۵، ص ۶۴ مفهوماً

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قول کی تصدیق میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰىؕ۝۴ (پ۳۰، اللیل:۴) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے۔

اسی قسم کا مفہوم اس فرمانِ عالیشان میں بھی ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌۙ۝۳۸ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِؕ۝۳۹ (پ۲۹، المدثر:۳۸، ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔ مگر دہنی طرف والے۔

رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: ''میرے اس دن میں کوئی برکت نہیں جس دن مَیں خیر و بھلائی کے امور میں زیادتی نہ کروں۔'' [1]

ایک روایت میں تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس کے دو دن ایک جیسے ہوں تو وہ دھوکا کھایا ہوا شخص ہے اور جس کا آج گزشتہ دن سے بُرا ہو تو وہ محروم ہے۔'' [2]

اس کے بعد رات کے پانچ اوراد و وظائف شروع ہو جائیں گے، لہٰذا اے بندۂ خدا! دن کے اوقات میں اگر کوئی وظیفہ رہ گیا ہے تو رات کے اوقات میں ادا کر لے۔

حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر موٹے بہت زیادہ کھانے والے، مغرور بخیل، بازاروں میں شور کرنے والے، رات کے مردار (یعنی عبادت نہ کرنے والے)، دن کے گدھے (یعنی گدھے کی طرح دنیا میں لگے رہنے والے)، اُمورِ دنیا سے باخبر اور اُمورِ آخرت سے بے خبر بندے کو ناپسند فرماتا ہے۔'' [3]

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم، الاصل الثامن والخمسون، فی اخلاق المعرفة، ج۴، ص۶ خیر أبدله علماً

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۹۱۰، ج۳، ص۶۱۱

[3] ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الشهادات، باب مکارم الاخلاق، الحدیث: ۲۰۸۰۴، ج۱۰، ص۳۲۷

فصل 8

رات کے معمولات

رات میں کل پانچ وظائف ہیں۔

رات کا پہلا وظیفہ

رات کے پہلے وظیفے اور عمل کی ابتدا نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کرنے سے ہوتی ہے۔ مُستَحَب یہ ہے کہ ان کی ادائیگی سے قبل کسی سے بات نہ کی جائے۔ پہلی دو رکعتوں میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور نمازِ مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے قبل ان دو رکعتوں کی ادائیگی میں جلدی کرے۔

نمازِ مغرب کی دو سنتوں میں جلدی کرنا

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''مغرب کے بعد دو رکعتوں کی ادائیگی میں جلدی کیا کرو، اس لئے کہ یہ دو بھی نمازِ مغرب کے ساتھ ہی بلند ہوتی ہیں۔''[1]

مغرب کی سنتیں گھر میں ادا کرنا

اگر کسی کا گھر قریب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دو رکعتوں کو گھر میں ادا کرے اور بقیہ چار رکعت طویل پڑھے۔ البتہ! حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں: ''مُستَحَب ہے کہ بندہ یہ دو رکعت گھر میں ادا کرے۔'' وہ خود بھی ایسا ہی کیا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ سُنَّت ہے۔[2]

مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دو رکعت مسجد کے ایک طرف واقع اپنے کاشانۂ اقدس (یعنی گھر) میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ رکعتیں مسجد میں بھی ادا فرمائی ہیں۔

---

[1] ......مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب السنن وفضلھا، الحدیث: ۱۱۸۵، ج ۱، ص ۲۳۴

[2] ......سنن النسائی، کتاب الامامة، باب الصلاة بعد الظھر، الحدیث: ۸۷۴، ص ۲۱۴۳

شفق ثانی سے مراد

اس کے بعد مغرب اور عشا کے درمیان شَفَقِ ثانی ① غُروب ہونے تک جس قدر ممکن ہو نَفْل نماز پڑھتا رہے اور یہی عشا کا وقت ہے۔

مذکورہ وقت کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

یہ رات کے وظائف میں سے پہلے وظیفہ کا اختتامی وقت ہے اور اس وقت نماز پڑھنا رات کی ساعتوں ہی میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ یہ رات کی ان ساعتوں میں سے پہلی ساعت ہے جن کا تذکرہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے یوں فرمایا ہے:

﴿1﴾ **وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ** (پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی گھڑیوں میں اسکی پاکی بولو۔

﴿2﴾ **فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾** (پ۳۰، الانشقاق:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

یہاں مغرب وعشا کا درمیانی وقت مُراد ہے، یہ صَلَاۃُ الْاَوَّابِیْن کا وقت ہے اور اسے صَلَاۃُ الْغَفْلَۃ بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** (پ۲۱، السجدۃ:۱۶)﴾ ② سے مراد مغرب اور عشا کی درمیانی نماز ہے۔

نمازِ مغرب وعشا کے درمیان سونا

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جب مغرب اور عشا کے درمیان سو جانے والے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسی ساعت ہے جس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے قیام کرنے کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿**تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ**

---

① ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 55 پر ہے: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

② ......ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

اَلْمَضَاجِعِ (پ۲۱، السجدة:۱٦) ﴾یعنی وہ مغرب وعشا کے درمیان نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

صلاةُ الاَوَّابِین کی فضیلت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ﴿ **تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** ﴾ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے مُراد مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھنا ہے۔'' [1] اور ایک روایت میں ارشاد فرمایا: ''تم پر مغرب اور عشا کی درمیانی نماز کی حفاظت لازِم ہے، کیونکہ یہ نماز اوّل دن کی لَغْویات کو ختم کرتی ہے اور آخر دن کو مُہَذَّب بناتی ہے۔'' [2]

مُراد یہ ہے کہ یہ نماز بندے سے باطِل اور لَہْو ولَعِب دور کر دیتی ہے اور بندے کے باطِن کو پاکیزہ بناتی ہے۔ اس وقت میں یعنی مغرب وعشا کے دوران مسجد میں نماز اور تلاوتِ قرآنِ کریم کی غرض سے اعتکاف کرنا مُسْتَحَب ہے کہ اس کی فضیلت بھی مروی ہے، ہاں اگر مسجد میں کسی لغو کام میں مُبْتَلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کا گھر ان اُمور سے بچنے کے لئے زیادہ محفوظ ہو تو جو جگہ زیادہ محفوظ ہو وہی زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے۔

رات کا دوسرا وظیفہ

اس کے بعد نمازِ عشا سے قبل چار رکعت اور اس کے بعد پہلے دو پھر چار رکعت ادا کرے۔

عشا کے بعد گھر میں چار رکعت پڑھنے کی فضیلت

مَنْقول ہے کہ نمازِ عشا کے بعد گھر میں چار رکعت ادا کرنا شبِ قَدْر میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے چار رکعت ادا فرمایا کرتے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا **عبدُ اللّٰہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ ہر فرض نماز کے بعد اتنی ہی تعداد میں رکعتیں ادا کرنے کو ناپسند جانتے۔ چنانچہ بُزُرگانِ دین اس بات کو مُسْتَحَب خیال کرتے کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت ادا کرنے کے بعد پھر

---

[1] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب التهجد وقیام اللیل، الحدیث: ۱۹۴، ج۱، ص ۳۴۵

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۰۲۹، ج۳، ص۱۸ تهذب بدله مهدنة

[3] ......عوارف المعارف، الباب السابع والاربعون فی ادب الانتباه من النوم والعمل باللیل، ص ۲۱٦

چاؔر رکعت ادا کی جائیں۔[1]

اگر کوئی ان چاؔر رکعتوں میں درج ذیل آیاتِ کریمہ پڑھے تو یہ زیادہ بہتر ہے:

(۱)......پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور اس کے بعد والی دوؔ آیات (۲)......دوسری رکعت میں سورۂ بَقَرہ کی آخری آیت سے پہلی دوؔ آیتیں (۳)......تیسری رکعت میں سورۂ حَدِید کی ابتدائی چھؔ آیات اور (۴)......چوتھی رکعت میں سورۂ حشر کی آخری تینؔ آیتیں۔

صلاۃ اللیل کی رکعات کی تعداد

اگر ان چاؔر رکعتوں کے بعد مزید تیرہؔ رکعتیں بشُمول وتر ادا کرے تو زیادہ پسندیدہ بات ہے کیونکہ اکثر روایات میں ہے کہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت اتنی مقدار میں نماز ادا فرمایا کرتے، ہاں ایک روایت میں ستؔرہ رکعتیں بھی مروی ہیں۔ مگر مشہور یہی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گیارؔہ یا تیرہ رکعت ادا فرمایا کرتے تھے، ہوسکتا ہے کہ بعض نے فجر کی دوؔ رکعت سُنّتوں کو بھی ساتھ میں شُمار کرلیا ہو (اور اس طرح تعداد تیرؔہ ہوگئی ہو)۔

صلاۃ اللیل میں مستحب قراءت

صلاۃُ اللَّیل میں درج ذیل تین سو یا اس سے زائد آیات تلاوت کرنا مُستَحَب ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو غافلین میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کا شمار عابدین میں ہوگا۔ چنانچہ **مَنْقول** ہے کہ عقل مند و دانا افراد رات کے ابتدائی اوقات اختیار کرتے ہیں اور قوی و توانا افراد اپنے اوراد و وظائف رات کے آخری حصّے میں ادا کرتے ہیں۔[2]

۞......اگر کوئی سورۂ فُرقان اور سورۂ شُعَراء تلاوت کرے تو بہتر ہے کیونکہ ان کی آیات 300 ہیں۔

۞......اگر ان آیاتِ مبارکہ کی تلاوت نہ ہو سکے تو طوال مُفَصَّل[3] میں سے ایسی پاؔنچ سورتیں پڑھ لے جن کی آیات

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع الامامۃ، باب من کرہ ان یصلی......الخ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۱۱۱

[2] ......المطالب العالیۃ، کتاب النوافل، باب الوتر، الحدیث: ۶۴۸، ج ۲، ص ۲۶۸ مفہوماً

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 546 پر حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تینؔ حصّے ہیں، سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل۔

300 ہوں یعنی سورۂ واقعہ، سورۂ نون، سورۂ حاقّہ، سورۂ مُدثّر اور سورۂ سَاَلَ سَآئِلٌ (یعنی سورۂ معارج)۔

۞......اگر یہ بھی نہ ہوتو پھر سورۂ طارق سے لے کر سورۂ ناس تک پڑھ لے کیونکہ یہ بھی تقریباً 300 آیات ہیں۔

۞...... یہ مناسب نہیں کہ بندۂ مومن نمازِ عشا کے بعد مذکورہ رکعات میں اتنی مقدار تلاوت کرنے سے قبل سو جائے اور اگر کوئی نمازِ عشا کے بعد سونے سے قبل ایک ہزار آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرے تو وہ کامل فضیلت پانے والا ہوگا اور اس کے لئے ایک قِنطار (ایک وزن ہے جو مختلف ملکوں میں مختلف ہوتا ہے) اجر لکھا جائے گا۔ نیز اسے قَانِتِین (اطاعت گزاروں) میں شمار کیا جائے گا۔

۞......حروف کی زیادتی کی وجہ سے لمبی آیات کی تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے اور اگر کوئی سُستی کی وجہ سے چھوٹی آیات پر اِکتفا کرلے تو بھی ہزار کی تعداد پوری ہونے کی وجہ سے فضیلت حاصل کرلے گا۔ سورۂ مُلک سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہزار آیات بن جاتی ہیں۔

۞......اگر یہ تلاوت نہ کر سکے تو پھر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ دو سو پچاس (۲۵۰) مرتبہ تیرہ ۱۳ رکعتوں میں پڑھ لے۔ کیونکہ اس طرح بھی ایک ہزار آیات مکمل ہو جائیں گی، اس کی بھی بہت فضیلت مروی ہے۔ چنانچہ،

حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے کہ جو سورۂ اخلاص دس ۱۰ مرتبہ پڑھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔

رات کے وقت تلاوتِ قرآنِ کریم میں سنت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روزانہ تلاوت کی جانے والی سورتوں کے بارے میں تین ۳ احادیث مروی ہیں: (۱)......سب سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ سوتے یہاں تک کہ سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک تلاوت فرما لیا کرتے۔ [1] (۲)......اس کے بعد جو روایت زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمَر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ [2] اور

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب فضائل القران، باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک، الحدیث: ۲۸۹۲، ص ۱۹۴۲

[2] ......المرجع السابق، باب قراءۃ سورۃ بنی اسرآئیل......الخ، الحدیث: ۲۹۲۰، ص ۱۹۴۵

(۳)......تیسری روایت جو اسی قدر مشہور ہے اس میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر رات **مُسَبِّحَات**[1] سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ ان سورتوں کی تلاوت کرنا ایک ہزار آیات کی تلاوت سے بہتر ہے۔[2]

ایک قول کے مُطابِق عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے ان کو چھ شمار کیا ہے اور ان میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ کو پسند فرمایا کرتے تھے جو اس بات پر دلیل ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر اس کی قراءت فرمایا کرتے۔[3]

پس بندے کو چاہئے کہ رات کو ان چار سورتوں کی قراءت کبھی بھی ترک نہ کرے: (۱) سورۂ یٰس (۲) سورۂ لقمان (۳) سورۂ دخان اور (۴) سورۂ ملک۔ اگر ان کے ساتھ سورۂ واقعہ، سورۂ صف، سورۂ حاقّہ اور سورۂ زُمَر بھی ملا لے تو بہت ہی اچھا اور مُستَحسَن ہوگا۔

نمازِ وتر

اب اگر کوئی شخص نمازِ تہجد کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت کی بنا پر وتر ادا کر لے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ **سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے وصیت کی کہ میں وتر پڑھے بغیر نہ سویا کروں۔[4]

---

[1]......مفسرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان "مراۃ المناجیح" جلد 3 صفحہ 247 پر **مُسَبِّحَات** کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جن سورتوں کے اول میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ یا سُبْحٰنَ ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں سورۂ اسراء، حدید، حشر، صف، جمعہ، تغابن، اعلیٰ۔

[2]......جامع الترمذی، ابواب فضائل القران، باب سورۃ بنی اسرآئیل......الخ، الحدیث: ۲۹۲۱، ص ۱۹۴۵

[3]......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی، الحدیث: ۷۴۲، ج ۱، ص ۲۰۶

[4]......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام البیض......الخ، الحدیث: ۱۹۸۱، ص ۱۵۵ مفہوماً

اگر نمازِ تہجد کا عادی ہو تو نمازِ تہجد کے آخر تک وتر مؤخر کرنا افضل ہے یا پھر وقتِ سحر تک بھی مؤخر کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ صلاۃُ اللَّیل دو دو رکعت ہے اور جب صبح ہونے میں وقت تھوڑا رہ گیا ہو تو دو رکعتوں میں مزید ایک رکعت ملا کر وتر بنا دے۔ ①

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کے ابتدائی، درمیانی اور آخری حصّے (یعنی تینوں اوقات) میں وتر پڑھے ہیں یعنی وتر کا آخری وقت سحر تک ہے۔ ②

اگر وتر پڑھ کر سو گیا تھا اور پھر نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہوا تو اب دوبارہ وتر نہ پڑھے بلکہ وہی پہلے وتر ہی حدیثِ پاک کی وجہ سے اس کے لئے کافی ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ ''ایک رات میں دو وتر نہیں۔'' ③

وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وتر کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر ادا فرمایا کرتے تھے۔ ④

پس چاہئے کہ ان دو رکعتوں میں بیٹھ کر سورۂ زِلْزال اور سورۂ تکاثُر پڑھے، اس بارے میں دو احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دو رکعتوں میں یہی دو سورتیں تلاوت فرمایا کرتے کیونکہ ان سورتوں میں خوفِ الٰہی اور وعظ و نصیحت ہے اور دوسری روایت میں (سورۂ تکاثر کی جگہ) ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھنا مروی ہے کیونکہ سورۂ کافرون میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ سے براءت اور عبادت کا صرف اللہ وَحْدَہٗ لاشَرِیک کے لئے ثابت ہونا ہے۔ ⑤

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوتے وقت سورۂ کافرون پڑھا کرتے اور آپ

---

۱ ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الوتر، الحدیث: ۹۹۰، ص ۷۸

۲ ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات......الخ، الحدیث: ۱۷۳۷، ص ۷۹۴

۳ ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی نقض الوتر، الحدیث: ۱۴۳۹، ص ۱۳۳۰

۴ ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۱۳۴، ج ۶، ص ۹۷

۵ ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۴۶۷

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو سوتے وقت اس کے پڑھنے کی وَصِیَّت بھی فرمائی۔[1]

جو صلوۃُ اللَّیل کا عادی نہ ہو اور جس پر نیند غالب آجاتی ہو اس کے لئے ضَروری ہے کہ سونے سے قبل وتر پڑھ لے اور جو طلوعِ فجر سے قبل نمازِ تہجد کا عادی ہو تو بہتر ہے کہ وتر مؤخر کردے۔ وتر کے سلام کے بعد یہ دعا تین۳ مرتبہ مانگنی چاہئے:

﴿سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، رَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ، جَلَّلْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْعَظَمَةِ وَالْجَبَرُوْتِ وَتَعَزَّزْتَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرْتَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ﴾[2]

ترجمہ: پاک ہے بادشاہ جو فرشتوں اور روح کا پَرْوَرْدگار ہے، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے آسمانوں اور زمین کو اپنی عظمت و جَبَروت کے ساتھ ڈھانپ لیا اور تو اپنی قدرت سے غالب ہوا اور بندوں پر تو نے ہی موت مُسَلَّط فرمائی۔

یہ رات کا دوسرا وظیفہ ہے جس کا وقت نمازِ عشا کے بعد لوگوں کے سونے تک ہے، جس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں قسم کے ساتھ کچھ یوں فرمایا ہے:

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور (مجھے قسم ہے) رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: رات کی اندھیری تک۔

رات کی نیند کی اہمیت

اس کے بعد اگر چاہے تو سو جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ باوضو ذکر کرتا ہوا سوئے۔ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے متعلق مروی ہے کہ جب نیند غالب آتی تب ہی سوتے اور جان بوجھ کر سونے کو یعنی عادت بنا لینے کو ناپسند خیال کرتے اور بعض اس لئے سوتے تاکہ نیند سے رات کے درمیانی اور آخری حِصّہ میں نماز پڑھنے پر قوت و توانائی حاصِل کرسکیں کیونکہ اس کی فضیلت مروی ہے اور بعض اس وقت سوتے جب نیند کے غَلَبہ کی بِنا پر نماز اور ذکر سے عاجز آجاتے۔

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۷۰۸، ج۴، ص۸۱

السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، باب قراءۃ قل یایھا الکافرون، الحدیث: ۱۰۶۳۶، ج۲، ص۲۰۰ مفھوماً

[2] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الھمزۃ، الحدیث: ۳۸۳۴، ج۲، ص۵۳ ......المحاسبۃ، الجزء الثانی عشر، الحدیث: ۱۶۴۸، ج۲، ص۱۵۴

اَلبتّہ! سُنَّت یہ ہے کہ اس وقت سو یا جائے جب کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔حضرت سیِّدُ نا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیٹھ کر سونے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ (1)

ایک مرتبہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "رات کو مشقت میں مبتلا نہ ہوا کرو۔" (2)

ایک بار رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ فُلاں عورت رات کے وقت نماز پڑھتی رہتی ہے اور جب اس پر نیند غالب آتی ہے تو خود کو رسی سے باندھ لیتی ہے۔پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''رات کے وقت تم میں سے ہر ایک کو اپنی طاقت کے مطابق نماز پڑھنی چاہئے اور جب اس پر نیند غالب آرہی ہو تو اسے چاہئے کہ سو جائے۔'' (3)

نیز سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتنا ہی بوجھ اٹھایا کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنا فضل نہیں روکتا جب تک کہ تم اکتا نہ جاؤ۔ (4)

ایک بار حضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ فُلاں شخص بغیر سوئے رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور ہمیشہ روزے سے رہتا ہے کبھی بغیر روزہ نہیں رہتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِس دین کی سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے آسان ہو۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزہ بھی رہتا ہوں، پس یہی میری سنّت ہے۔جس نے میری سنّت کو ترک کیا وہ مجھ سے نہیں۔'' (5) ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس دین میں سختی مت پیدا کرو، یہ پختہ و پائیدار ہے، لہٰذا جو اس میں سختی کرے گا یہ اس پر غالب آجائے گا، نیز خود کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت

---

1 ......تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایۃ ۲، ج ۱۰، ص ۲۲۰

2 ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۷۲۶۰، ج ۵، ص ۶۰

3 ......صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب مایکرہ من التشدید فی العبادۃ، الحدیث: ۱۱۵۰، ص ۸۹ مفہوماً

4 ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب مایومر بہ من القصد فی الصلاۃ، الحدیث: ۱۳۶۸، ص ۱۳۲۵

5 ......صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، الحدیث: ۵۰۶۳، ص ۴۳۸

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث محجن بن الادرع، الحدیث: ۱۸۹۹۸، ج ۷، ص ۱۴

سے مُتَنَفِّر نہ کرو۔“ [1]

رات کا تیسرا وظیفہ

تیسرے وظیفے کا وقت لوگوں کے سوکر اٹھنے کے بعد ہے یعنی تہجد کا وقت، اس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے:

وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ ترجمۂ کنز الایمان: اور رات کے کچھ حصّہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۷۹)

تہجد کا وقت نیند کے بعد ہی ہوتا ہے اور اس نیند سے مُراد وہی ھُجوع ہے جس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے اوقات میں نماز پڑھنے والوں کے متعلق ان الفاظ میں کیا:

كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے۔

(پ۲۶، الذاریات: ۱۷)

یہ وظیفہ رات کے تمام وظائف میں وسط کی حیثیّت رکھتا ہے جس طرح دن کے وظائف میں درمیانی وظیفہ سب سے افضل ہے اسی طرح یہ بھی رات کے وظائف میں سب سے افضل ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس وقت کی قسم یاد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ﴿۲﴾ (پ۳۰، الضحی: ۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی (قسم) جب پردہ ڈالے۔

ایک قول کے مطابق رات کے پردہ ڈالنے سے مُراد اس کا ٹھہر جانا ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا باقی ہر شے رات کے وقت سو جاتی اور غافل ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ پَرْوَرْدگار ایسا زندہ ہے کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

قبولیت دعا کا وقت

نبیوں کے تاجور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ رات کے کس حصّے میں دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ تو

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصیام، القصد فی العبادۃ، الحدیث: ۳۸۸۵، ۳۸۸۲، ج۳، ص ۴۰۱

صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الدین، الحدیث: ۳۹، ص ۵

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کے درمیانی (یعنی آدھی رات کے بعد والے) حصے میں۔'' ①

حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عرض کی: ''اے میرے پَرْوَرْدگار! مجھے تیری عبادت پسند ہے، تو کس وقت قبول فرماتا ہے؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی: ''اے داود! رات کے ابتدائی حصّے میں عبادت کرو نہ آخری حصّے میں، کیونکہ جو رات کی ابتدا میں سو جائے وہ آخر میں بھی سویا ہی رہے گا اور جو آخری حصّے میں قیام کرے وہ ابتدائی حصّے میں قیام نہ کرے گا، بلکہ رات کے درمیانی حصّے میں قیام کیا کرو یہاں تک کہ تم خَلْوَت میں اپنی حاجات میری بارگاہ میں پیش کیا کرو۔'' ②

رات کا چوتھا وظیفہ

رات کے چوتھے وظیفے کا وقت دو صبحوں کے درمیان ہے، ایک صُبْح سے مُراد صبح کاذب ہے کہ جب سورج کی کرنوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور سُفیدی آسمان کے وسط میں پھیل جاتی ہے، یہ سفیدی صبحِ کاذِب کے طُلُوع ہونے کی مقدار تک اپنا سفر طے کرنے کے بعد غُروب ہو جاتی ہے۔ پس اس وقت وہ سفیدی نہ صرف ختم ہو جاتی ہے بلکہ رات کی تاریکی دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ یہ رات کی تیسری تہائی ہے۔ اسی وقت کے متعلق مروی ہے کہ عرش حرکت کرتا ہے، جنّتِ عدن سے ہوائیں چلتی ہیں، جبّار عَزَّوَجَلَّ آسمانِ دنیا پر تجلّی فرماتا ہے۔

اسی وقت کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ جب محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ رات کا کون سا حصّہ افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کا بقیہ آدھا حصّہ۔'' ③

رات کا پانچواں وظیفہ

اس کا وقت صبح صادق سے کچھ دیر پہلے ہے کہ جس میں سحری کرنا مُسْتَحَب ہے۔ جس نے صبحِ کاذِب میں سحری نہ

---

① ……سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب من رخص فیھما……الخ، الحدیث: ١٢٧٧، ص ١٣١٨
المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ٢١٢١١، ج٨، ص ١٣٣

② ……اتحاف السادة المتقین، کتاب ترتیب الاوراد، بیان اوراد اللیل، ج ٥، ص ٢٨٢

③ ……المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ٢١٢١١، ج٨، ص ١٣٣

کی تو اس پر صبحِ صادق اچانک کسی لمحہ بھی طُلوع ہو سکتی ہے، اس وقت کی مقدار قرآنِ کریم کا ایک پارہ پڑھنے کے برابر ہے۔اس پانچویں وظیفے میں اِسْتِغْفار اور تلاوتِ قرآنِ کریم مُسْتَحَب ہے۔ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور صبح کا قرآن بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۷۸)

مَنقول ہے کہ اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس صلاۃ الْوُسْطٰی کی مُحافَظَت کی تلقین اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے فرمائی ہے، اس کی عظمت و شرافت کا اعتبار کرتے ہوئے اہلِ حجاز اس سے نمازِ فجر مراد لیتے ہیں کیونکہ یہ وقت رات کے اختتام اور دن کی ابتدا کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ وظیفہ رات کے وظائف میں انتہائی مختصر لیکن بہت زیادہ فضیلت والا ہے، اس کا وقت صبحِ کاذِب کے بعد صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے کا ہے۔ البتہ! رات کی عبادت میں نصف رات کی نماز سے بہتر کوئی شے نہیں جو کہ رات کے وظائف میں تیسرا وظیفہ ہے۔ جو شخص رات کے اس حصّے میں بیدار ہو تو اس کے لئے نماز پڑھنا بہتر ہے کہ اس میں نماز پڑھنا فضل و شرف ہے جو رات کی ابتدا میں مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھنے کے مُشابہ ہے۔

ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بھائی حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جس رات ملاقات کی تو انہیں اِسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے آخر میں ہے کہ جب رات کے وقت حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز کے لئے جانے لگے تو حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''سوئے رہیں۔'' وہ سو گئے اور جب دوبارہ جانے لگے تو پھر ارشاد فرمایا: ''سوئے رہیں۔'' وہ پھر سو گئے اور جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ اب اُٹھ جائیں، پھر دونوں نے نماز پڑھی، اس کے بعد حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''اے ابودرداء! یقیناً آپ پر آپ کے نفس کا، آپ کی بیوی کا، آپ کے ربّ کا اور آپ کے مہمان کا یعنی سب کا حق لازم ہے، پس ہر ایک حقدار کا حق اسے دیا کریں۔'' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت سیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی زوجۂ محترمہ نے حضرت سیِّدُنا سلمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو بتایا تھا کہ وہ رات بھر آرام نہیں فرماتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ صبح دونوں تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا ہے۔ [1]

پانچواں وظیفہ یعنی صبح صادق سے قبل کا یہ وقت فضیلت میں غروبِ آفتاب سے قبل دن کے ساتویں وظیفے سے مُشابہ ہے اور صبح صادق [2] سے مُراد سورج کی اس سفید روشنی کا ظاہر ہونا ہے جس کے بعد سُرخی ہوتی ہے اور اسے شَفَق ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ پس یہ وقت رات کے پانچویں وظیفے کے اختتام کا ہے۔ اس وَقت وِتر ادا کرنے چاہئیں۔ جب فجر طُلوع ہوجائے تو رات کے پانچوں وظائف کا وقت ختم ہو کر دن کے وظائف کا آغاز ہوجاتا ہے۔

محاسبۂ نفس

اے بندۂ مسکین! ذرا غور تو کر کہ جب رات آئی تو تیرا شُمار عابدین میں ہوا یا رات گزر جانے پر پھر غافلین میں شامل ہو گیا اور فکر کر کہ تو نے اس رات میں کیسا لباس زیبِ تن کیا؟ کیونکہ رات کو بھی ایک لباس بنایا گیا ہے، تو کیا تو نے اس میں بیدار رہ کر نورانی لباس پہنا کہ جس سے تجھے کبھی ختم نہ ہونے والا نفع حاصل ہوتا؟ یا پھر تجھے اس رات نے تاریکی کا لباس پہنا دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو تیری غفلت کی وجہ سے تیرا شُمار ان لوگوں میں ہونے لگا ہے جن کے جسم مُردہ ہونے کی وجہ سے دل بھی مُردہ ہوچکے ہیں۔

رات کے وظائف ختم ہونے کے بعد کا وقت

بندے کو چاہئے کہ رات کے وظائف ختم ہونے کے بعد دُو رکعت نمازِ فجر ادا کرے اور یہی مفہوم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کیا گیا ہے:

وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَ اِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔ (پ۲۷، الطور: ۴۹)

---

[1] ……جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب فی اعطاء حق النفس، الحدیث: ۲۴۱۳، ص ۱۸۹۴

[2] ……دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 55 پر ہے: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ مشرق کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں جنوباً شمالاً دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا ہوجاتا ہے۔

یہاں تسبیح سے مراد فجر کی دو رکعتیں ادا کرنا ہے، اس کے بعد یہ پڑھے: ﴿نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سَخَطِكَ﴾[1] اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

اس کے بعد یہ دعا مانگے: ﴿اَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ لِنَفْسِهٖ وَشَهِدَتْ بِهٖ مَلٰٓئِكَتُهٗ وَاُولُو الْعِلْمِ مِنْ خَلْقِهٖ، وَاسْتَوْدِعُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيْعَةٌ حَتّٰى يُؤَدِّيْهَا وَاَسْاَلُهٗ حِفْظَهَا حَتّٰى يَتَوَفَّانِيَ اللّٰهُ عَلَيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ احْطُطْ بِهَا عَنِّيْ وِزْرًا، وَاجْعَلْ لِّيْ بِهَا عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَاحْفَظْنِيْ بِهَا وَاحْفَظْهَا عَلَيَّ، وَتَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا حَتّٰى اَلْقَاكَ بِهَا غَيْرَ مُبَدِّلٍ تَبْدِيْلًا﴾

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی جس کی گواہی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بذاتِ خود دی اور اس کے فرشتوں نے اور اس کی مخلوق میں سے صاحبِ علم لوگوں نے دی ہے، میں اس گواہی کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جو عظمتوں والا ہے کی بارگاہ میں بطورِ امانت پیش کرتا ہوں کہ یہ گواہی اس کی بارگاہ میں میری امانت ہو یہاں تک کہ وہ اسے ادا کردے اور میں اس سے اس گواہی کی حفاظت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ مجھے اسی گواہی پر موت عطا فرمائے۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس گواہی کی وجہ سے میرے گناہوں کا بوجھ مجھ سے دور فرما دے، اسے میرے لئے اپنی بارگاہ میں ذخیرہ بنا، اس کی اور اس کے صدقے میری حفاظت فرما اور مجھے اسی گواہی پر موت عطا فرما یہاں تک کہ میں تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

رات اور دن کے وظائف میں سے سب سے افضل کام اپنے ذمہ واجبُ الاَدا فرائض کی بجا آوری اور اپنے کسی مومن بھائی کی ضرورت پوری کرنا ہے، نماز قرآنِ کریم میں غور وفکر کرنے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا مشاہدہ کرنے میں بندے کی معاون ہوتی ہے کیونکہ یہ جملہ عبادات کا مجموعہ ہے۔

اس کے بعد حاضر دماغی اور دل سے ہر چیز کو نکال کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرے۔ پھر اس کے بعد ذکر وفکر میں سے جس کی بھی توفیق ہو تو خشوع وخضوع اور مشاہدۂ غیب کے ساتھ کرے، کیونکہ یہ تمام اعمال سے افضل ہے۔

❁……❁……❁

[1] ……ترجمہ: ہم اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اس کی ناراضی سے۔

فصل 9

سُنَّتِ فجر اور وِتر کی اَدا و قضا کے اَحکام

اس فصل میں نمازِ فجر کا وقت، اس کی سنتوں کے ادا و قضا اور وتر اور اس کی ادا و قضا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

وقتِ فجر کی پہچان

ماہِ قمری میں دو راتیں ایسی ہیں جن میں وقتِ فجر[1] معلوم ہوسکتا ہے:

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 447 پر ہے: وقتِ فجر طلوعِ صبحِ صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ صبحِ صادِق ایک روشنی ہے کہ پُورب (مشرق) کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اسکے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہوجاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے، جسکے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے، صبحِ صادق اسکے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہوجاتی ہے، اسکو صبحِ کاذب کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبحِ کاذب کی سپیدی جا کر بعد کو تاریکی ہوجاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مختار یہ ہے کہ نمازِ فجر میں صبحِ صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔ صبحِ صادق چمکنے سے طلوعِ آفتاب تک ان بلاد (یعنی بریلی شریف) میں کم از کم ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا پینتیس[۳۵] منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ، اکیس مارچ کو ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ جون کو پورا ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوجاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ ستمبر کو ایک گھنٹا ۱۸ منٹ ہوجاتا ہے، پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹا ۲۴ منٹ ہوتا ہے، پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹا اٹھارہ[۱۸] منٹ ہوجاتا ہے، جو شخص وقتِ صحیح نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹا رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹا چوبیس[۲۴] منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اَذان کہی جائے تا کہ سحری اور اَذان دونوں طرف احتیاط رہے، بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے اَذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، نہ یہ اَذان ہو نہ نماز، بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں ماہِ جون و جولائی میں جب کہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس[۱۰] گھنٹے کی ہوتی ہے، ان دنوں تو البتہ وقتِ صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہوجاتا ہے، مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ[۱۴] گھنٹے کی ہوتی ہے، اسوقت فجر کا وقت نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہوجاتا ہے۔ ابتدائے وقتِ فجر کی شناخت دشوار ہے، خصوصاً جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوعِ آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا دوسرے دن اسی حساب سے وقتِ متذکرۂ بالا کے اندر اندر اَذان و نمازِ فجر ادا کی جائے۔ (از افاداتِ رضویہ)

۞......جس رات چاند صبحِ کاذِب کے وقت طُلوع ہوتا ہے، یہ مہینے کی چھبیسویں رات ہے۔

۞......اور جس رات چاند صبحِ صادِق کے وقت غائب ہوتا ہے، یہ مہینہ کی بارہویں رات ہوتی ہے۔

نمازِ وِتر کی ادا اور قضا کا وقت

نمازِ وتر کی ادائیگی کا وقت نمازِ عشا کے بعد سے لے کر صبحِ صادِق کے طُلوع ہونے تک ہے۔ صبحِ صادق کے طُلوع ہونے کے بعد وتر کی ادائیگی کا وقت ختم ہوجاتا ہے مگر قضا کا وقت اب بھی باقی ہے، جس نے ابھی تک وتر ادا نہ کئے ہوں اسے چاہئے کہ نمازِ فجر سے پہلے پہلے ادا کر لے کہ اگر اس نے صبح کی نماز یعنی نمازِ فجر پڑھ لی تو وتروں کی قضا کا وقت بھی نہ رہے گا۔[1]

سنّت فجر کی ادا اور قضا کا وقت

سُنَّتِ فجر کی ادائیگی کا وقت طُلوعِ صبحِ صادِق ہے۔ مُسْتَحَب یہ ہے کہ نمازی فجر کی دُو سُنَّتیں اپنے گھر میں اور فرضوں سے پہلے ادا کرے، ان میں چھوٹی سورتیں پڑھنا مَسْنون ہے۔ اگر کوئی فجر کے فرض ادا کر لے اور اس نے ابھی تک سنتیں ادا نہ کی ہوں تو ان کی ادائیگی کا وقت تو ختم ہو گیا مگر قضا کا وقت باقی ہے، پس وہ ٹھہرا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے اور نماز پڑھنا جائز ہوجائے کیونکہ نمازِ اِشراق سے لے کر نمازِ ظہر تک کا وقت سنتِ فجر کی قضا کا ہے۔ اگر کسی نے ظہر کی نماز ادا کر لی لیکن ابھی تک سنتِ فجر ادا نہ کی تھیں تو اب ان کی قضا کا وقت بھی ختم ہو گیا۔[2]

---

[1] ......عِنْدَ الْاَحْناف: وتر کی نماز قضاء ہوگئی تو قضا پڑھنی واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہوگیا ہو، قصداً قضا کی ہو یا بھولے سے قضا ہوگئی اور جب قضا پڑھے، تو اس میں قنوت بھی پڑھے۔ البتہ قضا میں تکبیرِ قنوت کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تَقْصِیر پر مُطَّلِع ہوں گے۔ (بہارِ شریعت، ج۱،ص۷۵۶)

[2] ......عِنْدَ الْاَحْناف: فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں علاوہ فجر کے اور سنتیں قضا ہوگئیں تو انکی قضا نہیں۔ فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لئے تو اب سنتوں کی قضا نہیں۔ البتہ امام محمد رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ (غنیۃ) اور طلوع سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ آج کل اکثر عوام بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔ قبل طلوعِ آفتاب سُنَّتِ فجر قضا پڑھنے کیلئے یہ حیلہ کرنا کہ شروع کر کے توڑ دے پھر ادا کرے یہ ناجائز ہے۔ سنتِ فجر پڑھ لی اور فرض قضا ہو گئے قضا پڑھنے میں سُنَّت کا اِعادہ نہ کرے۔ (بہارِ شریعت، ج۱،ص۶۶۴)

وظیفہ کی قضا

جس کا کوئی وظیفہ رہ جائے تو مُستَحَب یہ ہے کہ یاد آنے پر اسی کی مثل کوئی وِرْد اسی وقت یا اس کے بعد والے وقت میں ادا کر لے مگر یاد رکھے کہ یہ قضا نہ ہو گی کیونکہ قضا صرف فرائض کی ہوتی ہے اور ان وظائف کی ادائیگی کا سبب عبادت اور وظیفہ رہ جانے کے نقصان کی تلافی کرنا ہے تا کہ بندے کے پختہ عزم کی وجہ سے نفس تاخیر اور گنجائش کا عادی نہ ہو جائے اور اس لئے بھی کہ سرکارِ دو جہان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک افضل اعمال وہ ہیں جن پر ہمیشگی اختیار کی جائے اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔'' [1]

معمولات میں سستی پر وعید

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا عبادت ترک کر دینے کے متعلق روایت فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہو پھر سستی کے باعث اسے ترک کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔'' [2]

مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جب نیند یا کسی مرض کے عارضے کی وجہ سے رات کو عبادت نہ کر سکتے تو دن کے وقت بارہ ۱۲ رکعت ادا فرما لیا کرتے۔ [3]

تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد

جو شخص نمازِ فجر کے لئے مسجد میں داخل ہوا اور اس نے سنتِ فجر گھر میں ادا نہ کی ہوں تو اب ادا کر لے، یہ سنتیں اس کے لئے تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے قائم مقام ہو جائیں گی اور جو شخص انہیں گھر میں ادا کر کے آئے تو اس کا مسئلہ محلِ نظر ہے۔ مثلاً اگر وہ مسجد میں داخل ہوا جبکہ فجر طلوع ہونے والی ہی تھی اور ستارے آپس میں گڈ مڈ تھے تو تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا کر لے اور اگر اس کے داخل ہونے کے وقت ستارے ختم ہو چکے تھے اور اقامت کا وقت ہو چکا ہو تو

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، الحدیث: ۶۴۶۴، ص ۵۴۳

[2] ......طبقات الشافعیة الکبری، الطبقة الخامسة، ج ۶، ص ۲۸۹

[3] ......صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل، الحدیث: ۱۷۳۴، ص ۷۹۵

اب بیٹھ جائے اور تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا نہ کرے تا کہ وہ نمازِ فجر اور نمازِ تہجد کے درمیان کوئی اور دوسری نماز پڑھنے والا نہ بن جائے۔ ①

طُلوعِ صُبحِ صادِق کے بعد سوائے سُنَّتِ فَجْر کے کوئی نماز نہیں اور جس نے ابھی تک سُنَّتِ فجر ادا نہ کی ہوں تو اگر اِقامت سے قبل وقت ہو تو انہیں ادا کر لے اور اگر وقتِ اِقامت ہو چکا ہو اور امام نماز شروع کر چکا ہو تو اب انہیں ادا نہ کرے بلکہ فرض نماز ادا کرے کیونکہ یہی افضل ہے اور دوسرا اس لئے بھی کہ ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، شَفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں ②۔'' ③

تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد نہ پڑھنے کی صورت

جو شخص مسجد میں تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد ادا کئے بغیر بیٹھے اسے چاہئے کہ یہ کلمات چار مرتبہ پڑھ لیا کرے:

---

① ......ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکروہ ہے مثلاً بعد طلوع فجر یا بعد نماز عصر وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح وتہلیل و درود شریف میں مشغول ہو حق مسجد ادا ہو جائے گا۔ فرض یا سنت یا کوئی نماز مسجد میں پڑھ لی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کی نیّت نہ کی ہو۔ اس نماز کا حکم اسکے لیے ہے جو بہ نیت نماز نہ گیا بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لیے گیا ہو۔ اگر فرض یا اقتدا کی نیّت سے مسجد میں گیا تو یہی قائم مقام تحیۃ المسجد ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر عرصہ کے بعد پڑھے گا تو تحیۃ المسجد پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر پڑھے بیٹھ گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے۔ ہر روز ایک بار تحیۃ المسجد کافی ہے ہر بار ضرورت نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۶۷۴)

② ......جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوا سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے مگر صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں، بلکہ اپنے گھر پڑھے یا بیرون مسجد کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں پڑھے، باہر کے حصہ میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی ممنوع ہے اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ بُرا ہے۔ آج کل اکثر عوام اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے اور اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے خواہ کوئی سنت ہو۔ مگر جانتا ہو کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اُس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہوگا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہو۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا تو سنت ترک کرے اور مل جائے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۶۷۴)

③ ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ، الحدیث: ۱۶۴۴، ص ۷۸۹

﴿سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ﴾ کیونکہ یہ کلمات فضیلت میں دو رکعتوں کے برابر ہیں۔ [1]

اسی طرح جو مسجد میں بے وضو داخل ہو یا مسجد میں سے گزرے تو وہ بھی مذکورہ کلمات چار مرتبہ پڑھ لیا کرے اور جو مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت ادا نہ کر لے اور (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے کسی کا بے وُضو مسجد میں داخل ہونا اور بیٹھنا ناپسند ہے۔

تین پیسے کا وبال

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب ''**فیضانِ سنّت**'' **صَفْحَہ 900** پر شیخِ طریقت، امیرِاہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّار** قادری دَامَتۡ بَرَکَاتُہُمُ الۡعَالِیَہ فرماتے ہیں: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن سے قرضے کی ادائیگی میں سستی اور جھوٹے **حِیَل** (حِ۔یَ۔لْ) وحجت کرنے والے شخص زید کے بارے میں اِستفسار ہوا تو آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے ارشاد فرمایا: ''زید فاسِق وفاجِر، مرتکِبِ کبائِر، کَذّاب، مُسْتَحِقِّ عذاب ہے، اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اس حالت میں مرگیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اس پر باقی رہا، اس کی نیکیاں ان (قرض خواہوں) کے مطالبہ میں دی جائیں گی ۔ کیونکر دی جائیں گی (یعنی کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سن لیجئے!) تقریباً ''**تین پیسہ**'' دَین (قرض) کے عِوَض (یعنی بدلے) **سات سو نمازیں باجماعت** (دینی پڑیں گی)۔ جب اس (قرض دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرض خواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۵، ص ۶۹، ملخصا)

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب تحیۃ المسجد، الحدیث: ۱۶۵۴، ص ۲۹۰ مفہوماً

فصل 10

زوالِ شمس اور سایہ کی کمی بیشی کا بیان

اس فصل[1] میں سورج کے زوال، سایہ کی کمی وبیشی اور موسمِ سرما وگرما میں اس کے مختلف ہونے کا بیان ہے۔

چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق اپنی قدرت کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۙ﴿۴۵﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب کیا تم نے اپنے ربّ کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل کیا۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴿۵﴾ (پ۲۷، الرحمٰن: ۵)

ترجمۂ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء اور حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس امّت کے اوصاف کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز قائم کرنے کی خاطر سایوں کا خیال رکھیں گے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندے وہ ہوں گے جو ذکر کرنے کے لئے سورج، چاند اور سایوں کا خیال رکھیں گے۔[2]

---

[1] ……یہ فصل صاحبِ قوت حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے علم ہیئت وتوقیت میں کمال پر دلالت کرتی ہے، چونکہ یہ فصل خالص علمی ابحاث پر مشتمل ہے، اس لیے عوام الناس کی معلومات کے لیے صرف اس فصل کے مفید اور چیدہ چیدہ مقامات کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے، اہلِ علم حضرات اصل کتاب کی عربی عبارات کتاب ہذا کے آخر میں مُلاحظہ فرما سکتے ہیں۔

[2] ……السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب مراعاۃ ادلۃ المواقیت، الحدیث: ۱۷۸۲، ج۱، ص۵۵۸

نمازوں کے اوقات

نمازوں کے اوقات میں سے ایک وقت وہ ہے جب سورج زوال سے کچھ دیر قبل سر کے اوپر ٹھہر جاتا ہے، اس کے بعد جب تھوڑی سی مقدار بھی ڈھلنا شروع کرتا ہے تو ظہر کا ابتدائی وقت شروع ہو جاتا ہے اور پھر جب ہر شے کا سایہ زوال کے بعد سات قدموں سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ عصر کی ابتدا اور ظہر کی انتہا کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سورج جب ایک تسمہ کی مقدار ڈھل جائے تو وہ ظہر کا وقت ہے یہاں تک کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو جائے، پس یہ وقت ظہر کے ختم ہونے اور عصر کے شروع ہونے کا ہے۔[1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے دن اسی وقت نماز ادا فرمائی اور دوسرے دن ظہر اس وقت ادا فرمائی جب ہر شے کا سایہ اس کی مثل ہو گیا،[2] جس سے معلوم ہوا کہ یہ وقت ظہر کی انتہا اور عصر کی ابتدا کا ہے، پھر اس کے بعد نمازِ عصر اس وقت ادا فرمائی جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو گیا اور ارشاد فرمایا کہ ان نمازوں کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔[3]

---

[1] ......مسائل احمد بن حنبل، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، الحدیث: ۱۸۰، ص ۵۲

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب فی المواقیت، الحدیث: ۳۹۳، ص ۱۲۵۲

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 449 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وقتِ ظہر آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے دو چند ہو جائے اور ہر دن کا سایۂ اصلی وہ سایہ ہے، کہ اس دن آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے، دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خطِ استوا کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں جب آفتاب بالکل سمت راس پر ہوتا ہے، چنانچہ موسم سرما ماہِ دسمبر میں ہمارے ملک کے عرض البلد پر کہ ۲۸ درجہ کے قریب پر واقع ہے، ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایۂ اصلی ہو جاتا ہے اور مکۂ معظّمہ میں جو ۲۱ (ساڑھے اکیس) درجہ پر واقع ہے، ان دنوں میں سات قدم سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے، اس سے زائد پھر نہیں ہوتا اسی طرح موسم گرما میں مکۂ معظّمہ میں ۲۷ مئی سے ۳۰ مئی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا، اس کے بعد پھر وہ سایہ الٹا ظاہر ہوتا ہے، یعنی سایہ جو شمال کو پڑتا تھا، اب مکۂ معظّمہ میں جنوب کو ہوتا ہے اور ۲۲ جون تک پاؤ قدم تک بڑھ کر پھر گھٹتا ہے، یہاں تک کہ پندرہ جولائی سے اٹھارہ جولائی تک پھر معدوم ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر شمال کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے، نہ کبھی معدوم ہوتا بلکہ سب سے کم سایہ ۲۲ جون کو نصف قدم باقی رہتا ہے۔ (از افاداتِ رضویہ) اور وقتِ عصر بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایۂ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے، آفتاب ڈوبنے تک ہے۔

زوال کی مکمل معلومات حاصل کرنا فرض نہیں بلکہ جب سورج کے زوال کا یقین ہو جائے تو نمازِ ظہر فرض ہو جاتی ہے پس اب آپ نمازِ ظہر اس وقت تک ادا کر سکتے ہیں جب تک کہ ہر شے کا سایہ اس کی مثل نہ ہو جائے، کہ یہ ظہر کا آخری اور عصر کا ابتدائی وقت ہے، اس کے بعد نمازِ عصر ادا کریں یہاں تک کہ ہر شے کا سایہ اس کے سایہ کا دو مثل ہو جائے، پس یہ عصر کا آخری مُسْتَحَب وقت ہے، اس کے بعد بھی عصر کا وقت رہتا ہے یہاں تک کہ سورج زردی مائل ہو جائے اور غُروب کے لئے جھک جائے، یہ وقت ضَروریات ہے جس میں نماز ادا کرنا مریض یا معذور شخص کے علاوہ سب کے لئے مکروہ ہے۔ چنانچہ،

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جس نے سورج کے غُروب ہونے سے قبل عصر کی ایک رکعت بھی پالی اس نے نماز پالی اور جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت سورج کے طُلوع ہونے سے قبل پالی [1] اس نے نماز پالی۔ [2]

فرائض کی قبولیت میں یقین ضروری ہے

فرائض صرف یقین کی وجہ سے قبول ہوتے ہیں پس وقت شروع ہونے کا یقین ہو جانے پر نماز کی ادائیگی اس بات سے افضل ہے کہ اسے مشکوک وقت میں ادا کیا جائے۔ کیا آپ نے صاحبِ جُود و نَوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللہ

---

[1] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع وغروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا، لہٰذا قیاسِ شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے، قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہو گی اور فجر فاسد ہو جائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقتِ مکروہ بھی آتا ہے یعنی سورج کا پیلا پڑنا، لہٰذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص۔ لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے، اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص۔ لہٰذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر، اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو غرضکہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔'' (مرأۃ المناجیح، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلاۃ، ج ۱، ص ۳۸۳ تا ۳۸۴)

اور دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 107 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: وقت میں اگر تحریمہ باندھ لیا تو نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہے۔ (درمختار) مگر نمازِ فجر و جمعہ و عیدین کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا نماز جاتی رہی۔

[2] ......صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من ادرک رکعۃ من......الخ، الحدیث: ۱۳۷۷، ص ۲۷۷

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا: ''اگر تم پر بادل چھائے ہوئے ہوں تو شعبان کے 30 دن پورے کرو۔'' [1]

پس جو شخص نماز ادا کرے اور اس کا یہ خیال ہو کہ وہ وقت میں ادا کر رہا ہے یا پھر اس نے قبلہ مجہول ہونے کی صورت میں کسی طرف کو قبلہ جان کر نماز ادا کی، بعد میں واضح ہوا کہ اس نے وقت سے پہلے یا قبلہ سے ہٹ کر نماز ادا کی تھی تو ایسے شخص کو چاہئے کہ ذرا غور کرلے (کیونکہ وقت سے پہلے پڑھی گئی نماز ہوتی ہی نہیں اور) اگر وقت ابھی باقی ہو یا اسے گزرے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو تو احتیاطاً دوبارہ ادا کرلے اور اگر وقت کافی گزر چکا ہو تو اب اس پر کچھ بھی لازم نہیں بلکہ اسکی خطا معاف ہے، البتہ! بہتر یہ ہے کہ جب بھی یہ نماز یاد آ جائے تو دُہرا لے۔ [2]

سورج کے سات زوال

سورج کے سات زوال ہیں۔ ان میں تین۳ ایسے ہیں جنہیں کوئی انسان نہیں جانتا:

(۱)......سورج کے پہلے زوال کا وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۲)......دوسرے زوال کا وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے صرف وہ فرشتے جانتے ہیں جو سورج کے نگہبان ہیں۔

(۳)......تیسرے زوال کے وقت کو زمین کے فرشتے جانتے ہیں۔

(۴)...... چوتھا زوال وہ ہے جسے اہلِ نُجوم فلک کی پیمائش اور افلاک کی ترکیب سے پہچانتے ہیں۔

(۵)...... پانچویں زوال کو حساب دان اور تقوِیم کے ماہرین آلات وغیرہ کے ذریعے جان لیتے ہیں۔

(۶)...... چھٹے زوال کا علم مؤذنوں اور وقت کا دھیان رکھنے والے افراد کو ہوتا ہے۔

(۷)......اور ساتویں زوال کے وقت کو تمام لوگ پہچانتے ہیں۔ اس وقت میں نماز پڑھی جاتی ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی......الخ، الحدیث: ۱۹۰۹، ۱۹۰۷، ص ۱۴۹

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 489 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: تحری کر کے نماز پڑھی، بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی، ہوگئی، اِعادہ کی حاجت نہیں۔

سورج کی رفتار

مروی ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا: ''کیا زوالِ شمس کا وقت ہوگیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''نہیں، ہاں۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ''میرے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے صرف ''نہیں، ہاں'' کہنے کے دوران سورج نے فلک میں پچاس ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کرلیا تھا۔''[1]

نمازوں کی ادائیگی کے افضل اوقات

نمازِ مغرب کا افضل وقت

نمازِ مغرب کا افضل وقت یہ ہے کہ جب سورج کی ٹکیہ آنکھوں سے غائب ہوتو فوراً نماز ادا کرلی جائے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک بار نمازِ مغرب تاخیر سے ادا کی حتی کہ ایک ستارہ طُلوع ہوگیا تو آپ نے ایک غلام آزاد کیا اور حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے ایک بار نمازِ مغرب تاخیر سے ادا کی یہاں تک کہ دوستارے طُلوع ہوگئے تو انہوں نے دوغلام آزاد کئے۔[2]

نمازِ عشا کا افضل وقت

نمازِ عشا کی ادائیگی کا بہتر وقت اگرچہ شَفَقِ ثانی یعنی مغرب کی جانب نظر آنے والی سفیدی کے ختم ہوجانے اور اس کی جگہ تاریکی کے چھا جانے کے بعد ہے لیکن اسے رات کے چوتھائی حصّے[3] تک مؤخر کرنا زیادہ افضل ہے

---

[1] ......ارشاد الساری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظھر عند الزوال، تحت الحدیث: ۵۴۰، ج ۲، ص ۲۱۸ خمسین الف فرسخ بدلہ بسیرۃ خمس مائۃ عام

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الاول، ج ۳، ص ۵۸۲

[3] ......عشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے، کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔ نمازِ عشا سے پہلے سونا اور بعد نمازِ عشا دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے، ضروری باتیں اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اور مہمان سے بات چیت کرنے میں حرج نہیں۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۴۵۳)

بشرطیکہ نیند نہ آئے۔مگر اس کی ادائیگی سے قبل سوجانا انتہائی مکروہ ہے۔نمازِ عشا کی ادائیگی کا مسنون وقت یہ ہے کہ تیسری رات کا چاند جس وقت غائب ہوتا ہے اس وقت پڑھی جائے، یہ تقریباً رات کا ساڑھے ساتواں حصّہ بنتا ہے، چنانچہ، مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ عشا اس وقت ادا فرمائی جب تیسری رات کا چاند غائب ہوگیا تھا۔ [1]

نمازِ فجر کا افضل وقت

نمازِ فجر کی ادائیگی میں افضل وقت وہ ہے جب صبحِ صادق طُلوع ہوجائے [2] اور نمازِ فجر میں مسنون یہ ہے کہ طِوالِ مُفَصَّل [3] یا مَثانی [4] میں سے کوئی سُورت تِلاوت کی جائے، اس لئے کہ یہ (تعدادِ رکعات میں) چھوٹی ہے اور اس میں طویل قیام کرنا اس کے چھوٹے ہونے کا عوض بن جائے گا۔ جب فجر کا وقت مُتوَسِّط ہو اور نمازیوں کی کثرتِ تعداد مقصود ہو تو ستارے ڈوبنے سے پہلے یہ نماز پڑھنا بہتر ہے، لیکن نمازیوں کی کثرت کا لحاظ کرتے ہوئے اتنی تاخیر کرنا کہ سُرخی کے نیچے روشنی پھیلنے لگے صحیح نہیں، البتہ نمازی تھوڑے ہوں تو منہ اندھیرے نماز ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔

اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی کے فضائل

تمام نمازوں کے ابتدائی اوقات کی حفاظت کرنا سب سے بہتر عمل ہے اور اس کے متعلق صاحبِ جُودو نَوال،

---

[1] ...... سنن ابي داود، كتاب الصلاة، باب وقت العشاء الاخرة، الحديث: ۴۱۹، ص ۱۲۵۴ دون قوله ليلة

[2] ...... فجر میں تاخیر مستحب ہے، یعنی اسفار میں (جب خوب اجالا ہو یعنی زمین روشن ہوجائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے، کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کہ بعد اتنا وقت باقی رہے، کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طُلوعِ آفتاب کا شک ہوجائے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۴۵۱)

[3] ...... حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین حصّے ہیں، سورۂ حجرات سے بروج تک طوال مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصار مفصل۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۵۴۶)

[4] ...... مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ''مراۃ المناجیح'' جلد 3 صفحہ 288 پر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اوّل قرآن کا نام مثانی ہے اس کے بعد مئین، پھر طوال یا طوابع پھر مفصّل، سورہ حجرات سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے مثانی سورت فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی۔

رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ ابتدائی وقت میں ادا کی گئی نماز کو آخر وقت میں ادا کی گئی نماز پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو آخرت کو دنیا پر ہے۔[1] ایک روایت میں ہے کہ بندہ آخری وقت میں نماز ادا کرتا ہے حالانکہ ابتدائی وقت اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[2]

ایک مشہور روایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نماز کو وقت پر ادا کرنا۔''[3]

ایک روایت میں ہے کہ نماز کا وقتِ اوّل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی کی علامت ہے اور وقتِ اخیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عفو و کرم کی علامت ہے۔[4]

مَنْقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا نیکوکاروں کے لئے ہے اور اس کا عفو و کرم گناہ گاروں کے لئے ہے۔[5]

پس نماز کا ابتدائی وقت دین کی عَزِیْمت اور نماز کی حفاظت کرنے والوں اور اسے قائم کرنے والوں کا طریقہ ہے اور وقتِ ثانی دین میں رخصت، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وسعت اور غافلین کے لئے رحمت ہے۔

قیامت کا سب سے پہلا سوال

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے: قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، اگر وہ درست ہوئی تو اس نے کامیابی پائی اور اگر اس میں کمی ہوئی تو وہ رسوا ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔ (کنز العمال، الحدیث: ۱۸۸۸۳، ج۷، ص۱۱۵)

---

[1] ......اخبار اصبهان لابی نعیم، باب العین من اسمه علی، الحدیث: ۴۰۰۸۰، ج۵، ص۳۸۷

[2] ......سنن دار قطنی، کتاب الصلاة، باب النهی عن الصلاة......الخ، الحدیث: ۹۶۸، ج۱، ص۳۴۱ مفهوماً

[3] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب سمی النبی......الخ، الحدیث: ۷۵۳۴، ص۶۲۹

[4] ......السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الصلاة، باب الترغیب فی التعجیل......الخ، الحدیث: ۲۰۴۸، ج۱، ص۶۳۹

[5] ......شرح السنة للبغوی، کتاب الصلاة، باب تعجیل الصلوات، ج۲، ص۱۶

فصل 11

رات اور دن کی نمازوں کی فضیلت

گھر آتے جاتے نفل پڑھنے کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابوسلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، آپ دونوں فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جب تم اپنے گھر سے باہر نکلنے لگو تو دو رکعت ادا کرلیا کرو، وہ تمہیں باہر کی بُرائی سے محفوظ رکھیں گی اور جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بھی دو رکعت ادا کرلیا کرو کہ یہ تمہیں گھر کے اندر کی بُرائی سے محفوظ رکھیں گی۔'' [1]

حج اور عمرہ کا ثواب

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نمازِ فجر کے متعلق ارشاد فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر اس مسجد کی جانب چلا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو ہر قدم کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، جبکہ نیکی کا اجر دس گنا ہوتا ہے اور جب وہ نماز ادا کرکے طُلوعِ آفتاب کے وقت واپس لوٹتا ہے تو اس کے جسم پر موجود ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور وہ ایک مَبْرور حج کا ثواب پا کر لوٹتا ہے، لیکن اگر وہ وہیں بیٹھ جائے اور نفل پڑھتا رہے تو اس کے ہر جلسہ کے عوض دس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو نمازِ عشا ادا کرے اس کے لئے بھی اسی قدر نیکیاں لکھی جاتی ہیں لیکن وہ عمرہ اور حجِ مَبْرور کا ثواب لے کر لوٹتا ہے۔'' [2]

ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ معطر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جو زوال کے بعد چار رکعت ادا کرے اور ان میں خوب عمدگی سے قِراءَت اور رکوع و سجود کرے تو 70 ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فصل الاذان......الخ، الحدیث: ۳۰۷۸، ج۳، ص ۱۲۴

[2] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۲۴۶۷ سعید، الحدیث: ۴۷۱۳، ج ۲۱، ص ۴۷

ہیں جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔"[1]

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

سرکارِ مدینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی زوال کے بعد کی چار رکعت ترک نہ فرمائیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان میں طویل قراءت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے کہ اس ساعت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت بھی میرا عمل بلند ہو۔ پس عرض کی گئی: "**یا رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ان چار رکعتوں میں سلامِ فاصِل (یعنی دو رکعت کے بعد سلام) بھی ہے۔" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "نہیں۔"[2]

عصر کی سنتوں کی فضیلت

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔[3]

اتوار کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: "جس نے اتوار کے دن چار رکعت ادا کیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ ایک مرتبہ آخر تک پڑھی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر نصرانی مرد و عورت کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اسے ایک نبی جیسا ثواب عطا فرماتا ہے اور ایک حج اور عمرہ کا اور ہر رکعت کے بدلے ایک ہزار نمازوں کا ثواب بھی عطا فرماتا ہے، نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہر حرف کے بدلے جنت میں مُشکِ اَذْفَر کا (یعنی انتہائی تیز خوشبو والا) ایک شہر بھی عطا فرمائے گا۔"[4]

---

[1] ......طبقات الشافعية الكبرى، الطبقة الخامسة، ج ٦، ص ٢٩٦

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ابی ايوب انصاری، الحديث: ٢٣٥٩١، ج ٩، ص ١٣٨ مفهوماً

[3] ......سنن ابی داود، كتاب التطوع، باب الصلاة قبل العصر، الحديث: ١٢٧١، ص ١٣١٧ "عبدا" بدله "امرئ"

[4] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانی، ج ٣، ص ٦١٧

حالتِ نصاریٰ سے چھٹکارے کی نماز

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''اتوار کے روز کثرتِ نماز کے ذریعے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانیّت کا تذکرہ کیا کرو، کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ پس جو اتوار کے دن نمازِ ظہر کے فرض ادا کرنے کے بعد چار رکعت نفل ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ سجدہ اور دوسری میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے، پھر تشہّد پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر کھڑا ہو کر دوسری دو رکعتیں ادا کرے جن میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ جمعہ پڑھے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ وہ اس کی حاجت پوری فرمائے اور نصاریٰ جس حالت پر ہیں اسے اس سے بَری فرما دے۔'' [1]

پیر کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مہرِ رسالت، منبعِ جودوسخاوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے: ''جو شخص پیر کو دن چڑھے دو رکعت نفل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی، ایک مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ایک ایک مرتبہ سورۂ فَلَق اور سورۂ ناس پڑھے، جب سلام پھیرے تو دس مرتبہ اِسْتِغْفار اور دس مرتبہ درودِ پاک پڑھے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔'' [2]

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: جو پیر کے دن بارہ رکعت نوافل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی پڑھے، پھر نماز کے بعد بارہ مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص) اور بارہ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه پڑھے تو قیامت کے دن ندا دی جائے گی: ''فُلاں بن فُلاں کہاں ہے؟'' تاکہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنا ثواب حاصل کر لے اور جو سب سے پہلا ثواب اسے دیا جائے گا وہ ایک ہزار حلّے ہوں گے اور اسے تاج پہنایا جائے گا اور کہا جائے گا جنّت میں

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثانى، ج٣، ص ٦١٩

[2] ......المرجع السابق، ص٦١٧

داخل ہوجا، جہاں ایک لاکھ فرشتے اس کا استقبال کریں گے جن میں سے ہر ایک کے پاس ہدیہ ہوگا، وہ اسے پیش کریں گے یہاں تک کہ وہ روشن نور والے ایک ہزار محلّات کی سیر کرے گا۔ [1]

منگل کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیّدنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبی مُکرم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''جو منگل کے دن دوپہر کے وقت دس ۱۰ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور تین ۳ مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے تو 70 دن تک اسکی کوئی خطا نہیں لکھی جائے گی، اگر وہ ان 70 دنوں میں فوت ہوجائے تو اسے شہید لکھا جائے گا اور اسکے 70 سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔'' [2]

بدھ کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیّدنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سُلْطَانُ الْمُتَوَكِّلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: جو بدھ کو دن چڑھے بارہ ۱۲ رکعت نفل ادا کرے جن میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین ۳ بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور تین ۳ تین ۳ بار سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے تو عرش سے ایک فرشتہ پکارتا ہے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے! نئے سرے سے اپنے عمل شروع کردے کہ تیرے گزشتہ تمام گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔'' اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے قبر کا عذاب، اس کی تنگی و تاریکی دور فرمادیتا ہے اور اس سے قیامت کی سختیاں بھی دور فرمادی جاتی ہیں، نیز اس کے لئے اس روز کا ثواب ایک نبی کے عمل کی مقدار اٹھایا جاتا ہے۔ [3]

جمعرات کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیّدنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: ''جو جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو ۲ رکعتیں ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے

---

[1] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج ۳، ص ۲۲۱

[2] ……المرجع السابق، ص ۲۲۲

[3] ……المرجع السابق، ص ۲۲۳

بعد (100) مرتبہ آیت الکرسی اور دوسری میں (100) مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے اور پھر (100) مرتبہ درود پاک پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شخص کے برابر ثواب دیتا ہے جس نے رجب، شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اس کے لئے بَیْتُ اللہ شریف کا حج کرنے والے کی مثل ثواب ہے، نیز اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والوں اور اس پر بھروسا کرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب بھی لکھا جاتا ہے۔'' [1]

جمعہ کے دن نماز کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: جمعہ کا پورا دن نماز کا ہے، جو بھی سورج کے نیزہ بھر یا اس سے زائد بلند ہونے کے بعد کامل وُضو کرے، پھر ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے دو۲ رکعت نمازِ چاشت ادا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 200 نیکیاں لکھتا ہے اور اس کی 200 بُرائیاں مٹا دیتا ہے اور جو چار۴ رکعتیں ادا کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ جنّت میں اس کے 400 درجات بلند کرتا ہے اور جو آٹھ۸ رکعت ادا کرے اس کے 800 درجات بلند فرماتا ہے اور ساتھ ہی اس کے تمام گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے اور جو بارہ۱۲ رکعت ادا کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے 1200 نیکیاں لکھتا ہے اور 1200 گناہ مٹا دیتا ہے نیز جنّت میں اس کے 1200 درجات بلند فرماتا ہے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پیکرِ حُسن و جمال، دافِعِ رنج و ملال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو شخص جمعہ کو نمازِ فجر با جماعت ادا کرے، پھر مسجد میں بیٹھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج طُلوع ہو جائے تو اس کے لئے جَنّتُ الْفِرْدوس میں ایسے 70 درجے ہوں گے کہ ہر دو۲ درجوں کے درمیان ایک تیز رفتار گھوڑے کے 70 سال دوڑنے کی مقدار کے برابر فاصلہ ہوگا اور جو نمازِ جمعہ با جماعت ادا کرے تو اس کے لئے جَنّتُ الْفِرْدوس میں 50 ایسے درجات ہوں گے کہ ہر دو۲ درجوں کے درمیان ایک تیز رفتار گھوڑے کے 50 سال دوڑنے کی مقدار کے برابر فاصلہ ہوگا اور جو نمازِ عصر با جماعت ادا کرے تو گویا اس نے

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج۳، ص ۶۲۴

[2] ......المرجع السابق

حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی تمام اولاد میں سے آٹھ افراد کو آزاد کیا اور جس نے نمازِ مغرب باجماعت ادا کی گویا اس نے ایک مقبول حج و عمرہ کیا۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سراپا رحمت، شافعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ''جو جمعہ کے دن جامع مسجد جائے اور نمازِ جمعہ سے قبل چار رکعت نَفل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد 50 مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے یا اسے دکھا نہ دیا جائے۔'' [2]

ہفتہ کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ مَخْزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جس نے ہفتہ کے دن چار رکعتیں ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ تین مرتبہ پڑھی، پھر سلام کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک حج اور عمرے کا ثواب لکھے گا اور اسے ہر حرف کے عوض سال بھر میں دن کے اوقات میں روزوں اور رات میں نوافل پڑھنے کے برابر اجر دیا جائے گا اور اسے ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب بھی عطا ہو گا، نیز وہ انبیا اور شُہدا کے ساتھ عرش کے سائے تلے ہو گا۔'' [3]

نمازِ باجماعت کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حُضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ''جو 40 دن اس طرح باجماعت نماز ادا کرے کہ اس کی تکبیرِ اُولیٰ فوت نہ ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کیلئے دو براءتیں لکھ دیتا ہے: ایک آگ سے اور دوسری نِفاق سے۔'' [4]

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فصل فی الجماعۃ، الحدیث: ۲۸۷۰، ج ۳، ص ۶۰ صلاۃ الجمعۃ بدلہ صلاۃ العصر وعن انس

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج ۳، ص ۶۲۵

[3] ......المرجع السابق، ص ۶۲۶

[4] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصلوات، فصل فی الجماعۃ، الحدیث: ۲۸۸۲، ج ۳، ص ۶۱ عن انس

رات کی نمازوں کی فضیلت کا تذکرہ

شبِ اتوار نماز کی فضیلت

حضرت سیّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا: ''جو اتوار کی رات بیس۲۰ رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس۵۰ مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ایک ایک مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ پھر سو مرتبہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرے، پھر سو مرتبہ اپنے اور اپنے والدین کے لئے اِسْتِغْفار کرے اور سو مرتبہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھے اور اپنی قدرت و طاقت سے براءت کا اظہار کر کے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت و طاقت سے مدد مانگے (یعنی لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے) اور یہ کہے:

﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ اٰدَمَ صَفْوَةُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَفِطْرَتُهٗ وَاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَمُوْسٰی كَلِيْمُ اللّٰهِ وَعِيْسٰی رُوْحُ اللّٰهِ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبِيْبُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی﴾ ①

تو اس کے لئے ان تمام لوگوں کی تعداد کے برابر ثواب ہو گا جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں اور ان کے برابر بھی جو دعا نہیں کرتے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے قیامت کے دن ان لوگوں کے ہمراہ اٹھائے گا جو محفوظ و مامون ہوں گے اور قیامت کے دن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہو گا کہ وہ اسے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ جنّت میں داخل کرے۔''②

شبِ پیر نماز کی فضیلت

حضرت سیّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا

---

① ......ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں......اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت سیّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے چنے ہوئے اور اس کے بنائے ہوئے ہیں......اور حضرت سیّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خلیل ہیں......اور حضرت سیّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلیم ہیں......اور حضرت سیّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام **روح اللّٰہ** ہیں......اور حضرت سیّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب ہیں۔

② ......اتحاف السادة المتقين، كتاب اسرار الصلاة، الباب السابع، القسم الثاني، ج ٣، ص ٢٢٨

فرمانِ خوشبودار ہے: جو پیر کی شب چار رکعت ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ 10 مرتبہ، دوسری میں 20 مرتبہ، تیسری میں 30 مرتبہ اور چوتھی میں 40 مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد تَشَہُّد پڑھے اور سلام پھیر دے۔ پھر قُل شریف 75 مرتبہ، اپنے اور اپنے والدین کے لئے اِسْتِغْفار (یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ) 75 مرتبہ اور درودِ پاک بھی 75 مرتبہ پڑھے۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجت کا سوال کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اس کی مانگی ہوئی شے اسے عطا فرمائے۔ اسے صَلاۃُ الحاجۃ بھی کہتے ہیں۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو پیر کی شب دو۲ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پندرہ۱۵ پندرہ مرتبہ پڑھے۔ پھر سلام کے بعد آیتُ الکُرسی اور اِسْتِغْفار بھی پندرہ۱۵ پندرہ مرتبہ پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جنّتیوں میں شامل کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ جہنّمیوں میں سے ہو اور اسکے مخفی وعَلانیہ سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسکی پڑھی گئی ہر آیت کے بدلے ایک حج اور عمرے کا ثواب لکھا جاتا ہے اور ایک پیر سے دوسرے پیر کے درمیان اسکی موت واقع ہو جائے تو وہ شہید کی موت مرے گا۔[2]

شبِ منگل نماز کی فضیلت

مروی ہے کہ جس نے شبِ منگل بارہ۱۲ رکعت ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پندرہ۱۵ مرتبہ سورہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ پڑھی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنا دے گا جس کی لمبائی اور چوڑائی دنیا کی وسعت سے سات گنا زیادہ ہوگی۔[3]

شبِ بدھ نماز کی فضیلت

مروی ہے کہ جو شبِ بدھ دو۲ رکعت ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ دس۱۰ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دس۱۰ مرتبہ پڑھے تو ہر آسمان سے 70

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، القسم الثانی، ج ۳، ص ۶۲۹

[2] ......المرجع السابق، ص ۶۳۰ [3] ......المرجع السابق، ص ۶۳۱ [4] ......المرجع السابق

ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قیامت تک اس نماز کا ثواب لکھتے رہتے ہیں۔ ④

شبِ جمعرات نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے کہ جو شبِ جمعرات مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ پانچ مرتبہ آیتُ الکرسی، قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار اِسْتِغْفار پڑھ کر اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دے تو اس نے ان کا حق ادا کر دیا اگرچہ وہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے صدیقین اور شہدا جیسا مرتبہ عطا فرمائے گا۔ ①

شبِ جمعہ نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ”جو شبِ جمعہ نمازِ مغرب وعشا کے درمیان بارہ رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے تو گویا اس نے بارہ سال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کی کہ دن بھر روزہ رکھا اور رات بھر قیام کیا۔“

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے کہ جس نے شبِ جمعہ نمازِ عشا با جماعت ادا کی اور دو رکعت سنّت بھی ادا کیں، پھر اس کے بعد دس رکعات ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی، پھر تین وتر ادا کئے اور اس کے بعد دائیں پہلو کے بل قبلہ رو ہو کر سو گیا تو گویا اس نے شبِ قدر میں عبادت کی۔

شبِ جمعہ درودِ پاک کی کثرت کیا کرو

سُلْطَانُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دل نشین ہے: ”شبِ جمعہ اور

---

① ...... تفسیر روح البیان، پ ۲۱، لقمان، تحت الایة ۱۴، ج ۷، ص ۷۹

روزِ جمعہ مجھ پر درودِ پاک کی کثرت کیا کرو۔“ ①

شبِ ہفتہ نماز کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے کہ جس نے ہفتہ کی رات نمازِ مغرب اور عشا کے درمیان بارہ۱۲ رکعتیں ادا کیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا اور گویا اس نے ہر مومن مرد وعورت پر صدقہ کیا اور یہودی عورت (کے شر) سے بَری ہو گیا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے۔

صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْن کی فضیلت

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَوْلاک، سیّاحِ اَفلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک آزاد کردہ غلام سے پوچھا گیا کہ کیا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرض نماز کے علاوہ بھی کسی نماز کا حکم دیا کرتے تھے؟ تو اس نے بتایا کہ مغرب اور عشا کے درمیان کی نماز کا۔ ② اور حضرت سیِّدُ نا محمد بن مُنکَدِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ راحت نشان ہے: ”جس نے مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھی تو اس کی یہ نماز صَلٰوۃُ الْاَوَّابِیْن (یعنی توبہ کرنے والوں کی نماز) ہوگی۔“ ③

ساعتِ غفلت

حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن اَسْوَد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد اپنے والدِ محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب بھی حضرت سیِّدُ نا عبدُ **اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس ان اوقات میں آتا تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے پاتا، لہٰذا میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: یہ (مغرب وعشا کا درمیانی وقت) غفلت کی ساعت ہے۔ ④

---

① ……شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوات، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۰۳۴، ج۳، ص ۱۱۱

② ……الزهد لابن مبارک، باب استعنت باللہ، الحدیث: ۱۲۵۸، ص ۴۴۴

③ ……جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف المیم، الحدیث: ۲۰۸۴۴، ج۷، ص ۴۷

④ ……المصنف لابن ابی شیبة، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۱۰۲

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک آزاد کردہ غلام سے دریافت کیا گیا کہ مغرب وعشا کے درمیان جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر تشریف لاتے تو رضائے الٰہی کے لئے کیا کرتے تھے؟ تو اس نے بتایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا ثابِت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ مغرب وعشا کے درمیان نماز ادا کیا کرتے اور فرماتے کہ یہ نَاشِئَةُ الَّيْل (یعنی شب بیداری کا آغاز) ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا اَبان بن اَبِی عَیّاش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے نمازِ عشا سے پہلے سوجانے کے متعلق پوچھا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ آیتِ کریمہ ﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶) [2] اسی وقت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن اَبی حَوَاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے عرض کی: ”میں دن کے اوقات میں روزہ رکھوں اور مغرب وعشا کے درمیان بیٹھ کر کھانا کھاتا رہوں یہ آپ کو زیادہ پسند ہے یا دن کو روزہ نہ رکھوں اور اس وقت نماز پڑھتا رہوں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”اگر تم ان دونوں باتوں کو جمع کرلو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔“ میں نے عرض کی کہ اگر میں اس کی طاقت نہ رکھوں تو پھر کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: ”تب پھر دن کے وقت بھلے روزہ نہ بھی رکھو، مگر مغرب وعشا کے درمیان نماز ضرور پڑھا کرو۔“

سونے یا چاندی کے دو محل

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحبِ معراج صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک نمازِ مغرب سب نمازوں سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ اس نے نہ تو اس نماز میں کسی مسافر سے کوئی کمی کی اور نہ ہی کسی مُقیم سے، بلکہ اس نماز کے ذریعے رات کی نماز کا افتتاح فرمایا اور دن کی نماز کا اختتام فرمایا، پس جو نمازِ مغرب ادا کرے اور اس کے بعد دو۲ رکعت ادا

---

[1] ......الزھد لابن مبارک، باب استعنت باللہ، الحدیث: ۱۲۶۳، ص ۴۴۶

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے۔

کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّت میں دو۲ محل بنائے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ سونے کے ہوں گے یا چاندی کے اور جو نمازِ مغرب کے بعد چار۴ رکعت ادا فرمائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے بیس۲۰ سال کے گناہ بخش دے گا یا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ چالیس۴۰ سال کے گناہ بخش دے گا۔'' [1]

ایک سال کی عبادت کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ مدینے کے تاجدار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرب نشان ہے: ''جو نمازِ مغرب کے بعد چھ۶ رکعت ادا کرے تو وہ اس کے لئے ایک سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔'' یا پھر یہ ارشاد فرمایا: ''گویا اس نے شبِ قدر میں نماز ادا کی۔'' [2]

مغرب وعشا کے درمیان اعتکاف کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ثَوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جو مغرب وعشا کے درمیان باجماعت نماز ادا کر کے مسجد میں ہی اعتکاف کرے اور نماز پڑھنے یا قرآنِ کریم کی تلاوت کے علاوہ کسی سے کلام نہ کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنّت میں دو۲ ایسے محل بنائے جن کا آپس میں فاصلہ ایک سو سال کی مَسافت کے برابر ہو اور ان کے درمیان ایک ایسا درخت لگائے کہ اگر تمام دنیا والے اس کے گرد چکر لگائیں تو وہ ان سب کو کافی ہو۔'' [3]

نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو مغرب وعشا کے درمیان دس۱۰ رکعتیں ادا کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کیلئے جنّت میں ایک محل بنائے گا۔'' حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! تب تو ہمارے محل کثرت سے ہوں گے۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ بہت بڑا اور فضیلت والا ہے۔'' یا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بہت پاک ہے۔ [4]

---

[1] ......تفسیر القرطبی، البقرۃ، تحت الایۃ ۲۳۸، ج ۲، ص ۱۵۹

[2] ......سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء، الحدیث: ۱۳۷۴، ص ۲۵۵۸ دون قولہ او کانہ . . . الخ

[3] ......الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاھین، فضل صلاۃ المغرب، الحدیث: ۵۷، ج ۱، ص ۸۳

[4] ......الزھد لابن مبارک، باب استعنت باللہ، الحدیث: ۱۲۶۴، ص ۴۴۶

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے: ''جو باجماعت نمازِ مغرب کے بعد کسی سے کوئی بات نہ کرے، پھر دو۲ رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرہ کی ابتدا سے دس۱۰ آیات اور درمیان سے ﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۟﴾ سے لے کر دو۲ آیتیں، اس کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پندرہ۱۵ مرتبہ پڑھے، پھر رُکوع وسُجود کرے اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیتُ الکُرسی اور اس کے بعد کی دو۲ آیتیں ﴿هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۟﴾ تک اور سورۂ بقرہ کی آخری تین۳ آیتیں یعنی ﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ﴾ سے لے کر آخر تک اور پھر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پندرہ۱۵ مرتبہ پڑھے تو ❁...... اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جنّتِ عدن میں موتی اور یاقوت کے ہزار شہر بنا دے گا۔

❁...... ہر شہر میں ہزار محل ہوں گے۔ ❁...... ہر محل میں ہزار گھر ہوں گے

❁...... ہر گھر میں ہزار کمرے ہوں گے ❁...... ہر کمرے میں ہزار قطاریں ہوں گی

❁...... ہر قطار میں ہزار خیمے ہوں گے ❁...... ہر خیمے میں مختلف قسم کے جواہر سے بنی ہوئی ہزار چارپائیاں ہوں گی

❁...... ہر چارپائی پر ہزار بستر ہوں گے، جو اندر سے اِسْتَبْرَق (ریشم کی ایک قسم) کے اور باہر سے نور کے ہوں گے، نیز ہر چارپائی پر ہزار تکیے ایک طرف اور ہزار تکیے دوسری طرف ہوں گے۔

❁...... ہر بستر پر حورِ عین میں سے ایک بیوی ہوگی، جس کے اوصاف ناقابلِ بیان ہیں، بلکہ اوصاف بیان کرنے سے اس کے حسن وکمال میں زیادتی ہوتی ہے، اسے کسی مُقَرَّب فرشتے نے دیکھا ہوگا نہ کسی نبی مُرْسَل نے، وہ بھی دیکھ لیں تو اس کے حسن کو پسند فرمائیں۔

❁...... ان میں سے ہر بیوی پر ایک ہزار ایسے لباس ہوں گے کہ کوئی لباس دوسرے کو نہیں چُھپائے گا اور نہ ہی تمام لباس مل کر جسم کی رنگت کو چھپائیں گے بلکہ وہ ایک دوسرے کے نیچے سے ایسے دکھائی دیں گے جیسے یاقوت میں ریشمی دھاگہ دکھائی دیتا ہے اور جس طرح شَفّاف شیشے کے جام میں سُرخ شراب دکھائی دیتی ہے۔

❁...... ہر بیوی کے ایک لاکھ غلام، ایک لاکھ لونڈیاں اور ایک لاکھ دربان ہوں گے، جو ان کے مَحلّات اور سامان پر

مُتعَیَّن ہوں گےاور یہ سب خُدّام خاص انہی کے ہوں گے، ان کے شوہروں کے خُدّام ان کے علاوہ ہوں گے۔

﴿...... ہر خیمہ میں ایک نہر تسْنِیم کی اور ایک کوثر کی ہوگی اور ایک ایک چشمہ کافور، زَنْجَبِیْل اور سَلْسَبِیْل کا ہوگا اور ایک ایک ٹہنی شَجرِ طُوبیٰ اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کی ہوگی۔

﴿...... ہر خیمہ میں موتی و یاقوت کے ایک ہزار دسترخوان ہوں گے جن میں سب سے چھوٹا دسترخوان بھی بَقدْرِ دنیا ہوگا

﴿...... ہر دسترخوان پر ایک ہزار جَواہرات سے آراستہ سونے کی پلیٹیں ہوں گی۔

﴿...... ہر پلیٹ میں ہزار قسم کے کھانے ہوں گے جن کے ذائقے، رنگ اور خوشبو مختلف ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مومن ولی کو قُوَّت عطا فرمائے گا کہ وہ یہ سب کھانے اور ان کی مِثْل پینے والی اشیاء کھا پی سکے، نیز تمام بیویوں سے دنیا کے دنوں میں سے ایک دن کی مقدار کے برابر مُجامَعَت کر سکے۔ پاک ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو بادشاہ ہے، حد درجہ عطا کرنے والا اور ہر کام پر قدرت رکھنے والا ہے جو چاہے، وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔''

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کا وظیفہ

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا وبرہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جو کہ ابدال تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا خِضر عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کی: ''مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو میں رات کو کیا کروں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد کسی سے کوئی بات نہ کریں اور پھر نمازِ عشاء عام مَعْمول کے مطابق ادا کریں، اس کے بعد دو رکعت پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھیں۔ جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنے گھر جائیں اور کسی سے بات نہ کریں، دو رکعت ادا کریں، ان میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھیں، پھر سلام کے بعد سجدہ کریں اور سات مرتبہ اِسْتِغْفار پڑھیں، سات مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھیں اور سات مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھائیں اور سیدھے بیٹھ کر اپنے ہاتھ بلند کر لیں اور یہ دعا مانگیں:

يَا حَيُّ، يَا قَيُّوْمُ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَآ اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ، يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَرَحِيْمَهُمَا، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰه!

ترجمہ: اے بذاتِ خود زندہ! اے دوسروں کو قائم رکھنے والے! اے عزت و بزرگی والے! اے اَوَّلِین وآخرین کے معبود! اے دنیا وآخرت کے رَحمٰن اور رحیم! اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب! یااللہ! یااللہ! یااللہ!

پھر اسی طرح ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے کھڑے ہو کر یہی کلمات کہیں، اس کے بعد جہاں جی چاہے قبلہ کی جانب دائیں کروٹ لیٹ کر درودِ پاک پڑھتے ہوئے سو جائیں۔'' حضرت سیِّدُ نا وَبْرہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا: ''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ بھی بتائیں کہ آپ نے یہ دعا کس سے سیکھی؟'' تو انہوں نے بتایا: ''جب تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ دعا بتائی گئی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانب وحی کی گئی تو اس وقت میں بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا اور یہ سب کچھ میری موجودگی میں ہوا، پس میں نے بھی اس سے یہ دعا یاد کر لی جسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سکھائی۔''[1]

پس مَنْقول ہے کہ جو اس نماز اور کلمات کو ہمیشہ حُسنِ یقین اور صدقِ نیَّت سے پڑھے تو وہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل خواب میں شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت سے مُشَرَّف ہو گا اور بعض افراد نے یہ عمل کیا تو دیکھا کہ وہ جنّت میں داخل ہو چکے ہیں اور اس میں اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیکھا اور سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی، ان سے کلام کیا اور علم بھی حاصل کیا۔ اس کے فضائل بہت زیادہ ہیں ہم نے انہیں مختصراً ذکر کیا ہے۔

❁......❁......❁

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ١٩٦٥ الخضر، ج١٦، ص٤٣٠ مفہوماً

نمازِ وتر کا بیان

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور نمازِ وتر

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ فرماتے ہیں کہ عقل مند و دانا لوگ رات کے ابتدائی اوقات میں اور قَوی و توانا رات کے آخری حصّے میں نمازِ وتر ادا کرتے ہیں اور یہی افضل ہے۔ [1]

ایک بار صاحبِ جُودونَوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَمِیۡرُ الۡمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے دریافت فرمایا کہ وہ وتر کس وقت ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: ''سونے سے قبل رات کے ابتدائی حصے میں۔'' اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے دریافت فرمایا کہ وتر کب ادا کرتے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: ''رات کے آخری حصّے میں۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے ارشاد فرمایا کہ اس احتیاط پر ثابت قدم رہو اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے ارشاد فرمایا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔ [2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی چاہے تو رات کی ابتدا میں نمازِ وتر ادا کرلے اور پھر ۲دو ۲دو رکعت نفل پڑھتا رہے اور اگر کوئی چاہے تو نمازِ وتر میں تاخیر کرے یہاں تک کہ یہی اس کی رات کی آخری نماز ہو۔ [3]

حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡوَاحِد حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ ''نمازِ عشا کے بعد چا۴ر رکعت ادا کرنے کا اجر و ثواب شبِ قَدر میں نماز ادا کرنے جیسا ہے۔'' [4]

---

[1] ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب النوافل، باب الوتر فی اول اللیل، الحدیث: ۲۴۰۶، ج۳، ص۱۴۶

[2] ......معرفۃ السنن والاثار للبیھقی، کتاب الصلوۃ، باب الوتر فی اول اللیل ووسطی واٰخرہ، الحدیث: ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ج۲، ص۳۲۵

[3] ......السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب من قال لا ینقض القائم......الخ، الحدیث: ۴۸۵۰، ج۳، ص۵۴

[4] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی اربع رکعات بعد العشاء، الحدیث: ۱، ج۲، ص۲۳۹ کعدلھن بدلہ کقدرھن

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، مَحبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تقرُّب نشان ہے: ''اے اہلِ قرآن! ہر رات کے وتر ادا کیا کرو۔'' ①

اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ارشاد فرماتی ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رات کی ابتدا، وَسْط اور انتہائے سحر تک (تینوں اوقات میں) وتر ادا کئے ہیں۔ ②

ایک روایت میں ہے کہ پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس وقت وتر پڑھتے جب اذان کا وقت قریب ہوتا، پھر اقامت کے قریب ۲دو رکعت (سنّتِ فجر) ادا فرمایا کرتے تھے۔ ③

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے ایک شخص نے نمازِ وتر کے وقت کے متعلق پوچھا تو آپ خاموش رہے، اس کے بعد جب اذانِ فجر کے قریب تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ وتر کے متعلق پوچھنے والا شخص کہاں ہے؟ وہ جان لے کہ وتر کا سب سے بہتر وقت یہی ہے۔ ④

ذکر اور دعا کا بہترین وقت

حضرت سیِّدُنا عمرو بن عَنْبَسَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے مُحْسِنِ انسانیت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کے سب سے زیادہ قریب آدھی رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے، اگر تو طاقت رکھے کہ تیرا شمار بھی اس وقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں میں ہو جائے تو ایسا ہی کیا کر۔'' ⑤

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! رات کے کس حصے میں نماز پڑھنا افضل ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رات کے دوسرے نصف حصہ میں۔'' ⑥

---

① ……جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی الوتر بسبع، الحدیث: ۴۵۷، ص ۱۶۸۸

② ……سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلاة، باب ماجاء فی الوتر أخر اللیل، الحدیث: ۱۱۸۵، ص ۲۵۴۶

③ ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی، الحدیث: ۶۵۹، ج ۱، ص ۱۸۹

④ ……المرجع السابق، الحدیث: ۹۸۷، ص ۲۵۸

⑤ ……سنن النسائی، کتاب مواقیت الصلاة، باب النھی عن الصلاة بعد العصر، الحدیث: ۵۷۳، ص ۲۱۲۳

⑥ ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انصار، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۶۱۱، ج ۸، ص ۱۳۳

مَروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا کہ رات کے کس حصّے میں زیادہ دعائیں سُنی جاتی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ''عرش سحری کے وقت حرکت کر رہا ہوتا ہے۔''[1]

مَروی ہے کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں بندۂ مُسلِم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خیر و بھلائی کا سوال کرے تو وہ ضَرور عطا فرماتا ہے۔[2] ایک روایت میں ہے کہ اس ساعت میں نماز پڑھتا ہے اور دعا مانگتا ہے تو وہ قبول کر لی جاتی ہے اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔[3]

مَنقول ہے کہ رات میں ایک ایسا وقت آتا ہے جس میں ہر ذی روح کی آنکھ غافل یا سو جاتی ہے سوائے اس زندہ کے جسے موت نہیں، ہوسکتا ہے یہی وہ قبولیت کی ساعت ہو۔

صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس ساعت کے متعلق مروی ہے کہ یہ وقت نصف رات گزر جانے کے بعد ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں کہ جب رات کا آخری تہائی حصّہ باقی رہ جائے تو جبّار عَزَّوَجَلَّ آسمانِ دنیا پر تجلّی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ''میرا بندہ میرے سوا کسی سے کچھ نہیں مانگتا، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں، ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسے عطا کروں۔'' ایسا فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر طُلوع ہوجاتی ہے۔[4]

حضرت سیِّدُنا عَمْرو بن عَنْبَسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت میں ہے کہ تجھ پر رات کے آخری حصّے کی نماز لازِم ہے، کیونکہ یہ نماز مَشْہود و مَحْضور ہے۔ یعنی اس وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ۳، ال عمران، تحت الآیۃ ۱۷، ج ۲، ص ۳۰

[2] ......صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب فی اللیل ساعۃ، الحدیث: ۱۷۷۱، ص ۷۹۷

[3] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۷۹۳۷ نوف بن فضالۃ، ج ۶۲، ص ۳۰۵

[4] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۵۵۴، ج ۵، ص ۵۱ ......مسند ابی یعلٰی، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۵۹۱۱، ۵۹۱۰، ج ۵، ص ۲۶۶
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۷۵۱۲، ج ۳، ص ۱۷

فصل 13

مسنون دعاؤں کا بیان

دعائے صبح

صبح سویرے بیدار ہو کر یہ دعا کرنی چاہئے:

﴿اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْعَظَمَةُ لِلّٰهِ، وَالسُّلْطَانُ لِلّٰهِ، وَالْبَهَآءُ لِلّٰهِ، وَالْقُدْرَةُ لِلّٰهِ، وَالْعِزَّةُ لِلّٰهِ، وَالتَّسْبِيْحُ لِلّٰهِ، اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ، وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا، وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ اَنْ تَبْعَثَنَا فِیْ يَوْمِنَا هٰذَا اِلٰى كُلِّ خَيْرٍ، وَنَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَجْتَرِحَ فِيْهِ سُوْٓءًا اَوْ نَجُرَّهٗ اِلٰى مُسْلِمٍ، فَاِنَّكَ قُلْتَ: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ، وَجَاعِلَ الَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا، اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا فِيْهِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا فِيْهِ، بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ، لَا يَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَبًّا، وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

ترجمہ: ہم نے اور تمام ملک نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے صبح کی، تمام عظمت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر سلطنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر قسم کی رونق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، تمام قدرت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، تمام عزّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہر قسم کی تسبیح بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہے، ہم نے فِطرتِ اسلام پر اور کلمۂ اخلاص پر ثابت قدم رہتے ہوئے اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دینِ حَنِیف پر صبح کی جو مُشرکین میں سے نہ تھے۔ تمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو آج ہمیں ہر قسم کی بھلائی کی توفیق عطا فرما اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ آج کوئی برائی کرنے کی جرأت کریں، یا اس بُرائی کا رُخ کسی مسلمان بھائی کی جانب کر دیں، پس یہ تیرا ہی فرمان ہے: ''اور وہی ہے جو

رات کوتمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے کہ ٹھہری ہوئی میعاد پوری ہو۔“

اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! اے تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والے! اور اے رات کو باعثِ سُکون بنانے والے! اور سورج اور چاند کو حساب کے ذرائع بنانے والے! میں تجھ سے اس دن کی اور اس میں موجود ہر خیر و بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس دن کی اور اس میں موجود ہر بُرائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر کوئی قُوَّت نہیں، جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے، ہر نعمت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے، جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے، ہر طرح کی خیر و بھلائی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، بُرائی کو کوئی بھی دور نہیں کرسکتا سوائے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے، میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوا، اے ہمارے ربّ! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔

اس کے بعد سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھنا چاہئے۔

شام کے وقت کی دعائیں

شام کے وقت بھی یہی دعا کرنی چاہئے لیکن اس میں ﴿اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ﴾ کے بجائے: ﴿اَمْسَیْنَا. وَاَمْسَی الْمُلْكُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ﴾ کہنا چاہئے اور ﴿اَسْاَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ﴾ کے بجائے یہ کہئے: ﴿اَسْاَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ﴾ یعنی جہاں ﴿اَلْیَوْم﴾ کے الفاظ ہیں وہاں ﴿اَللَّیْلَة﴾ کہئے۔

نیز کبھی بھی رات کے وقت اس دعا کا ناغہ نہ کرے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ، وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ، وَاَسْمَآئِهٖ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ وَبَرَاَ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ، وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ. اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا، اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے کہ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سمیع و علیم ہے اور میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پورے اور کامل کلمات اور اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کے وسیلہ سے پناہ مانگتا ہوں ہر پیدا کردہ مخلوق کے شر سے اور ہر شر والی چیز کے شر سے اور ہر چوپائے کے شر سے، اے میرے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! سب کچھ تیرے قبضے میں ہے، بے شک میرا پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ صراطِ مستقیم پر ملتا ہے۔

اگر یہ دعا سحری کے وقت بیتُ الْخَلا میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ ذکر سے غافل نہ ہو، اکثر صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اس دعا کو دن کے آخری حصّے میں یا رات کے ابتدائی حصّے میں پڑھا کرتے اور یہی بہتر ہے۔ صبح کے وقت بیتُ الْخَلا جانا طبّی لحاظ سے بھی جسم کے لئے بہت مفید ہے اور طہارت کے لئے بھی زیادہ بہتر ہے۔ خاص طور پر ان افراد کے لئے جو دن کے وقت کھانا کھاتے ہیں۔

سوتے وقت کی دعائیں

...... جب بندہ سونے کے لئے بستر پر جائے تو اسے چاہئے کہ یہ دعا پڑھے:

﴿بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ. اَللّٰهُمَّ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاعْصِمْهَا وَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ﴾

ترجمہ: اے میرے پَرْوَرْدگار! تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور اسی کے سہارے اسے اٹھاؤں گا۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اگر تو میری جان لے لے تو اس کی مغفرت فرمانا اور اس پر رحم فرمانا اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو اسے محفوظ رکھنا اور ان چیزوں سے اس کی حفاظت فرمانا جن سے تو نے اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی ہے۔

...... تاجدارِ رِسالت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بَراء بن عازِب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه سے ارشاد فرمایا کہ جب وہ رات کے وقت بستر پر جائیں تو یہ دعا مانگا کریں:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَهْبَةً وَّرَغْبَةً اِلَيْكَ. لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ، وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا اور اپنا معاملہ تیرے سپُرد کر دیا اور ڈرتے ہوئے اور تیری بارگاہ میں رغبت رکھتے ہوئے اپنی پُشت تیری پناہ میں دی کہ تیرے سوا کوئی ٹھکانا ہے نہ پناہ گاہ، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے اس رسول پر بھی ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔

...... مَروی ہے کہ سرکارِ والا تبار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سوتے وقت یہ پڑھا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ قِنِيْ

---

[1] ...... صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قولہ ''انزلہ بعلمہ...... الخ، الحدیث: ۷۴۸۸، ص ۶۲۴

عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ﴾[1] ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس دن کے عذاب سے بچا جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

......پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و مَلال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ کلمات پڑھنے کا حکم دیا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا فَقَهَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَطَنَ فَجَبَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَلَكَ فَقَدَرَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[2]

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو بلند شان اور قدرت والا ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو الباطِن اور الجبّار ہے۔ تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو مالک و قادر ہے، تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو مُردوں کو زندگی دیتا ہے اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

......اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ الرَّاحَةَ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَسُوْٓءِ عِقَابِكَ وَشَرِّ عِبَادِكَ وَشَرِّ الشَّيٰطِيْنِ وَشِرْكِهِمْ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں موت کے بعد راحت کا اور حساب کے وقت عفو و درگزر کا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے، تیری سخت سزا سے، تیرے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے شر سے اور ان کے شرک سے۔

قرآنِ کریم حفظ کرنے کا نسخہ

......اس کے بعد قرآنِ کریم کی یہ آیاتِ مبارکہ پڑھے: سورۂ بقرہ کی پانچ ابتدائی اور تین آخری آیات، آیۃُ الکُرسی اور اس کے بعد والی دو آیات۔ اس کے بعد یہ دو آیاتِ مبارکہ پڑھے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما یقول عند النوم، الحدیث: ۵۰۴۵، ص ۱۵۹۲ مفهومًا

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی تعدید نعم الله......الخ، فصل فی النوم وادابه، الحدیث: ۴۷۱۴، ج ۴، ص ۱۷۱

السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۶۳، ۱۶۴)

نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

منقول ہے کہ جو یہ آیاتِ مبارکہ سوتے وقت پڑھے اسے قرآنِ کریم یاد ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔

فرشتہ حفاظت کرتا ہے

......جو سورۂ بنی اسرائیل کی آخری دو آیات یعنی ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ﴾ سے لے کر آخر تک پڑھنا نہ بھولے اور سورۂ اعراف کی یہ آیتِ مبارکہ ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ...... الخ (پ۸، الاعراف:۵۴)﴾ بھی پڑھے اس پر ایک فرشتہ مُقرّر کر دیا جاتا ہے جو اسکی حفاظت کرتا ہے اور اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہتا ہے۔

......سورۂ حدید کی ابتدائی پانچ آیات اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات بھی پڑھے۔

......نیز چاروں قل یعنی ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر انہیں اپنے چہرے اور پورے جسم پر پھیر لے۔ جیسا کہ سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے قولاً اور فعلاً ثابت ہے۔

......سورۂ کہف کی پہلی اور آخری دس دس آیات پڑھنی چاہئیں، یہ آیات رات کے نوافل کے لئے ہیں۔[1]

......سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سوتے وقت ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھنے کا حکم دیا۔[2]

......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمایا کرتے کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کی عقل کامل ہو اور وہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ سے لے کر آخر تک﴾ پڑھے بغیر سو جائے۔[3]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل سورۃ الکہف، الحدیث: ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ص ۴۰۵ مفہوماً

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ما یقول عند النوم، الحدیث: ۵۰۵۵، ص ۱۵۹۲ مفہوماً

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۴۷۸

فرشتوں کی عبادت کا ثواب

...... سوتے وقت کی ایک دعا یہ بھی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اَيْقِظْنِيْ فِيْٓ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ وَاسْتَعْمِلْنِيْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَيْكَ الَّتِيْ تُقَرِّبُنِيْٓ اِلَيْكَ زُلْفٰى وَتُبْعِدُنِيْ مِنْ سَخَطِكَ بُعْدًا. اَسْاَلُكَ فَتُعْطِيْنِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ فَتَغْفِرَ لِيْ وَاَدْعُوْكَ فَتَسْتَجِيْبَ لِيْ. اَللّٰهُمَّ لَا تُؤْمِنِّيْ مَكْرَكَ وَلَا تُوَلِّنِيْ غَيْرَكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّيْ سِتْرَكَ وَلَا تُنْسِنِيْ ذِكْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی محبوب ساعتوں میں بیدار فرما اور ایسے پسندیدہ اعمال کی توفیق دے جو مجھے تیرے قریب کرکے تیری ناراضی سے انتہائی دور کردیں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پس تو مجھے عطا فرما اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اور تجھ سے دعا کرتا ہوں میری دعا قبول فرما۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنی خُفیہ تدبیر سے مجھے بے خوف نہ کرنا اور نہ ہی اپنے سوا کسی کو میرا والی بنانا، نہ مجھ پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹانا، نہ ہی مجھے اپنا ذکر بھلانا اور نہ ہی مجھے غافلین میں سے کرنا۔

مَنقول ہے کہ جو سوتے وقت یہ کلمات کہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تین۳ فرشتے زمین پر اتارتا ہے جو اسے نماز کے لئے بیدار کردیتے ہیں، اب اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور دعا مانگتا ہے تو وہ اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ قیام نہ کرے تو فرشتے فضا میں عبادت کرتے ہیں اور ان کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔

...... اس کے بعد 33، 33 بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ 25 بار یہ کلمات پڑھ لے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ یہ کلمہ پڑھنے سے مذکورہ کلمات مل کر پورے سو (100) ہوجائیں گے اور اس کو ہمیشہ پڑھنا بھی آسان ہے۔ سرورِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اس کا حکم دیا ہے اور پانچوں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت انہیں پڑھنا مُستَحَب ہے۔ [2]

---

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، بیان اوراد اللیل، ج ۵، ص ۴۷۸

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب التسبیح بالحصی، الحدیث: ۱۵۰۴، ص ۱۳۳۴

کتاب الخراج......الخ، باب فی بیان مواضع......الخ، الحدیث: ۲۹۸۸، ص ۱۴۴۷

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سوتے وقت دعا

…… اُمُّ الْمُؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوتے وقت سب سے آخر میں یہ کلمات پڑھا کرتے جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دایاں ہاتھ رُخِ اَنْوَر تلے ہوتا اور حالت یہ ہوتی گویا اسی رات رُوحِ اَقْدَس پرواز کرجائے گی:

﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْئٍ، مُنَزِّلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالزَّبُوْرِ وَالْفُرْقَانِ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْئٌ، وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْئٌ، وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْئٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْئٌ، اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اے ساتوں آسمانوں کے رب! اور اے عرشِ عظیم کے پَرْوَرْدگار! اے ہمارے اور ہر شے کے رب! اے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ کریم نازل فرمانے والے! اے دانے اور گُٹھلی کو پھاڑنے والے! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر جاندار کے شر سے، جس کی پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو ایسا اوّل ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد بھی کچھ نہ ہوگا، تو ہی ظاہر ہے کہ کچھ بھی تجھ سے بڑھ کر نہیں، تو ہی باطن ہے کہ ہر چیز تیرے بغیر کچھ نہیں، میرا قرض اتار دے اور مجھے فَقْر کے خوف سے بے پروا کردے۔

پس یہ تمام دعائیں اور آیاتِ مبارکہ سوتے وقت پڑھنا مُسْتَحَب ہیں۔

نیند کے آداب

سونے سے پہلے درج ذیل اُمور مُسْتَحَب ہیں:

…… کامل وُضو کرکے سوئے، ورنہ پانی کے ساتھ اعضائے وُضو تَر کرلے۔

…… بُزُرگانِ دین سوتے وقت مِسْواک کرنا پسند فرمایا کرتے تھے اور محبوبِ ربِّ داوَر، شَفِیعِ روزِ مَحْشَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بھی یہی مَعْمول تھا۔ [2]

---

[1] ……صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم، الحدیث: ۶۸۸۹، ص ۱۱۴۹

[2] ……معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، الرقم ۲۷۶۷ محرز، الحدیث: ۲۲۸۷، ج ۴، ص ۲۸۰

بعض بُزُرگ سوتے وقت سرہانے مِسْواک اور وُضو کا پانی رکھ لیا کرتے تھے، جب رات کو بیدار ہوتے تو مِسْواک کرتے اور اعضاء کو پانی سے تر کر لیتے اور بستر پر لیٹے لیٹے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرتے رہتے اور تلاوتِ قرآنِ کریم کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مَشْغول رہتے اور اسے قِیامُ اللّیل کے برابر خیال کرتے۔ چنانچہ امیرالمومنین حضرت سیّدنا عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے علاوہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایسا ہی مَروی ہے، نیز آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت جب بھی نیند سے بیدار ہوتے ہر بار مِسْواک فرمایا کرتے۔ [1]

پس بندے کو بھی چاہئے کہ مِسْواک اور وُضو کا پانی اپنے سرہانے رکھا کرے اور نمازِ تہجد کی نیّت کر کے سویا کرے اور جب بھی بیدار ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھے یا بیٹھا تلاوت کرتا رہے یا دعا میں مَشْغول رہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے، اس سے بخشش کا سوال کرے یا پھر اس کی نعمتوں، عظمتوں اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کرے، پس ان میں سے کوئی بھی کام کیا تو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا مَعْمول بنا لے کہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا حُصول ہے، نیز یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خاص کرم اور اس کی رحمت بھی ہے۔

سونے سے قبل وصیت کرنا

اگر کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس میں وَصِیَّت کرنا ضَروری ہو تو اسے چاہئے کہ رات سونے سے قبل وَصِیَّت لکھ کر سوئے کیونکہ موت کا بھروسا نہیں اور اس لئے بھی کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کو مُسْتَحَب قرار دیا ہے۔ چنانچہ،

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی بندے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ دُو راتیں اس حالت میں بسر کر دے کہ اس کے پاس کوئی قابلِ وَصِیَّت شے ہو اور اس کی وَصِیَّت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔'' [2]

مَنْقول ہے کہ جو بغیر وَصِیَّت کے جہانِ فانی سے چلا جائے گا قیامت تک عالَمِ بَرْزَخ میں اسے کلام کرنے کی

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب السواک لمن قام باللیل، الحدیث: ۵۶، ۵۷، ص۱۲۲۶ مفھوماً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الحث علی الوصیۃ، الحدیث: ۹۷۴، ص۱۷۴۴

اجازت نہ دی جائے گی۔[1] یہ بھی **مَنْقُول** ہے کہ وہ دوسرے مُردوں کو باتیں کرتا ہوا دیکھے گا لیکن قیامت تک خود ان سے بات نہ کر پائے گا اور وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: ''یہ بیچارہ بغیر وَصِیَّت کے مر گیا تھا۔'' تو ان کی یہ بات اس کے لئے حسرت بن جائے گی۔

اچانک موت اس مومن فقیر کے لئے راحت کا باعث ہوتی ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی قرض ہو لیکن ثواب کی نِیَّت سے اس کے لئے وَصِیَّت کرنا بھی مُسْتَحَب ہے اور جو قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا اور اس کے پاس مال بھی ہو یا پھر وہ قرض اتارنے میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہو تو اس کے لئے اچانک موت ایک سزا اور ناپسندیدہ شے ہے۔ بندے کو اس حال میں سونا چاہئے کہ وہ ہر گناہ سے توبہ کرنے والا ہو، تمام مسلمانوں کے لئے اس کا دل صاف ہو، اس کے دل میں کسی پر بھی ظلم کا ارادہ پیدا نہ ہو اور نہ ہی بیداری کے بعد کسی گناہ کا خیال ہو۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ جو بستر پر لیٹے اور کسی پر ظُلم کرنے کی نیت کرے نہ کسی کے خلاف کینہ کو دل میں جگہ دے تو اس کی تمام غلطیاں بخش دی جائیں گی۔[2]

سونے کا طریقہ

سوتے وقت قبلہ رو ہوں اور قبلہ رو ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں کروٹ سوئیں اور یہ یاد رکھیں کہ موت کے وقت ایسی ہی حالت ہوگی اور قبر میں لیٹنے کا یہی انداز ہوگا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ (پ ۲۹، المرسلات: ۲۵، ۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ کیا۔ تمہارے زندوں اور مُردوں کی۔

مُفَسِّرِینِ کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ زمین کے زندوں اور مُردوں کو جمع کرنے سے مُراد یہ ہے کہ زندہ لوگ زمین کی سطح پر ہیں اور مُردہ زمین کے اندر۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت سونے اور دن کے وقت فضل تلاش کرنے کو ماننے والوں کے لئے بَطورِ دلیل اپنی نشانیوں میں سے قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحديث: ۶۶۵۵، ج۳، ص۵۰۵ دون قوله فی البرزخ

[2] ......تاريخ مدينة دمشق، الرقم ۶۴۶۲ محمد بن صالح، ج۵۳، ص۲۷۳ مفهوماً

وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۲۱، الروم:۲۳)
اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔

صُفَّہ کے فُقَرا اور تابعین میں سے بعض زاہد جب سویا کرتے تو زمین پر کچھ نہ بچھاتے۔ بلکہ ان میں سے بعض تو مٹی پر ہی لیٹ جاتے اور اپنے اوپر کپڑا اوڑھ لیتے اور یہ آیتِ مبارکہ پڑھا کرتے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ (پ۱۶، طه:۵۵)
ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے۔

گویا وہ زمین سے دور ہونا اور مٹی سے بچنا پسند نہ کرتے بلکہ زمین پر لیٹنے سے دلوں کی نرمی اور عاجزی وانکساری میں زیادتی محسوس کرتے۔

نینداور برزخ میں مماثلت

اہلِ حقیقت کے نزدیک نیند کی مثال بَرزَخ کی سی ہے۔ جس طرح بَرزَخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک مقام کا نام ہے اسی طرح نیند بھی زندگی وموت کے درمیان کی ایک حالت کا نام ہے۔ جب نیند کا حجاب دور ہوتا ہے تو دنیا اپنی حکمتوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے اور جب حجابِ دنیا ہٹتا ہے تو آخرت اپنی قدرت کے ساتھ عیاں دکھائی دیتی ہے اور اس وقت دنیا کی حیثیت نیند میں نظر آنے والے خواب جیسی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ (پ۷، الانعام:۶۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔

بُزُرگانِ دین فرمایا کرتے کہ اس شخص پر تعجب ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرتا ہے اور پھر اس کے بعد سو جاتا ہے۔ بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے نقل کیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اگر تم میری نافرمانی کرتے ہو تو پھر میری سلطنت وقدرت سے باہر نکل جاؤ اور میرے قبضۂ اختیار میں مت سوؤ۔''

حضرت سیّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نصیحت

حضرت سیّدُنا لقمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے صاحبزادے سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! اگر تمہیں موت میں کوئی شک ہو تو مت سونا، کیونکہ جس طرح تو سوتا ہے اسی طرح تجھے مرنا بھی ہے اور اگر تجھے دوبارہ زندہ ہونے میں کوئی شک ہو تو جب سوئے تو پھر کبھی بیدار نہ ہونا کیونکہ جس طرح تو سونے کے بعد بیدار ہو جاتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد زندہ بھی ہو جائے گا۔''[1]

سونے سے پہلے فکرِ مدینہ

⦿...... بندے کو چاہئے کہ سوتے وقت موت کو یاد کیا کرے اور یہ یقین رکھے کہ سونے سے قبل اس کا جو تعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے قائم تھا مرنے کے بعد بھی ویسا ہی ہوگا۔ ⦿...... اس بات پر بھی غور و فکر کر لینا چاہئے کہ سوتے وقت کس حالت پر قائم ہے؟ اور جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہمیشہ کی نیند (یعنی موت) عطا فرمائے گا تو کس غم میں مبتلا ہوگا؟

⦿...... اور یہ بھی یاد رکھے کہ قیامت کے دن اسی حالت پر دوبارہ زندہ ہونا ہے کیونکہ بندہ مرتے وقت دنیا میں جس حالت و کیفیّت پر ہوگا اسی حالت و کیفیّت پر دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کا حشر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگا جیسا کہ ایک سونے والا شخص کسی کی محبّت میں سوتا ہے اور پھر اُسی کی محبّت کا دم بھرتے ہوئے بیدار ہوتا ہے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اس کی جزا بھی اس کے اپنے گمان کے مطابق ہی ہوگی۔[2]

باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروِی ہے کہ جو شخص جس مرتبہ پر مرے گا اسی مرتبے پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوگا۔[3]

حضرت سیّدُنا کَعْبُ الْاَحْبَار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ جب سوؤ تو دائیں پہلو کے بل لیٹا کرو اور اپنے چہرے کو قبلہ رو کر لو کہ یہ بھی موت (کی ایک صورت) ہے۔

---

[1] ......تفسیر البحر المدید، پ ۲۰، النمل، تحت الآیۃ ۸۶، ج ۵، ص ۳۶۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء ان المرء مع من احب، الحدیث: ۲۳۸۶، ص ۱۸۹۱ ما احتسب بدلہ ما اکتسب

[3] ......التذکرۃ للقرطبی، الفصل السادس، باب منہ فی صفۃ البعث......الخ، ص ۲۱۰

بندے کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ قبر سے اٹھنے کے بعد اس کے ساتھ اسی کیفیت کے مطابق سُلوک فرمائے گا جو اس کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس حالت پر زندہ کیا جائے گا؟ چنانچہ، اگر بندہ اپنے مولا عَزَّوَجَلَّ کو مکرم جاننے والا ہو، اس کو عظیمُ الشّان ماننے والا ہو اور اس کی حُرمت کو بڑا سمجھتا ہو، اپنے محبوب کی جانب متوجّہ رہتا ہو اور اس کی رضا کی دائمی نعمتوں کے حُصول میں جلدی کرتا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی آخرت میں اسے اپنی رضا سے عزّت عطا فرمائے گا اور اگر بندہ اپنے مولا عَزَّوَجَلَّ کے حق میں سُستی کرنے والا، اس کے احکام کو ہلکا جاننے والا اور اس کے شَعائر کو حقیر سمجھنے والا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اسے اس کی حیثیّت کے مُطابق ذلیل و رسوا کرے گا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ﴿۱۹﴾ (پ۲۲، فاطر:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا۔

اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ اور گناہ گار افراد ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ایک جگہ انہیں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۸، الاعراف:۳) ترجمۂ کنزالایمان: بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ (پ۲۹، القلم:۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں سا کر دیں۔

اور اس کے بعد ان کے حکم کی مَذَمَّت اور عیب بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ (پ۲۹، القلم:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

پس زندگی میں اور موت کے بعد اس کے ہاں اِن کے متعلق جو فیصلہ ہو چکا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اِن کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔'' یعنی جس طرح وہ دنیاوی زندگی میں تھے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوں گے۔ چنانچہ اسکے فوراً بعد اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کے متعلق اپنے عدل کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللّٰه نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور اس لئے کہ ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یہ کلام عقل مندوں کے لئے نصیحت ہے اور ایک مقام پر تَدَبُّر کرنے، اہلِ عقل و دانش کو اسے یاد رکھنے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ (پ ۲۳، ص: ۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تا کہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں۔

کیا وہ تَدَبُّر کرتے ہیں اور پاتے ہیں کہ ہم مُفْسِدِین کو مُصْلِحِین کی طرح کریں گے یا مُتَّقِین کو فاسِقِین کی طرح بنا دیں گے؟ چنانچہ، اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘-اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (پ ۲۳، ص: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیز گاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

پس تَدَبُّر سوجھ بوجھ اور فہم و دانش کا نام ہے اور تَذَكُّر تقویٰ و عمل کا نام ہے۔

بندے کے مقام و مرتبہ کی پہچان

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دِل نشین ہے کہ جسے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنا مقام و مرتبہ معلوم کرنا پسند ہو اسے اپنے دل میں اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے مقام کے متعلق غور کرنا چاہئے، کیونکہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ بندے کو وہی

مقام ومرتبہ عطا فرماتا ہے جو بندے کے دل میں پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا ہوتا ہے۔[1]

باوضو سونے کی فضیلت

بندہ جب باوُضو ہو کر ذکر کرتے ہوئے مُشاہدہ وتَفَکُّر میں مَشغول سوتا ہے تو اس کا بستر ہی اس کی مسجِد (یعنی محلِ عبادت) بن جاتا ہے اور بیدار ہونے تک نمازی لکھا جاتا ہے اور (حالتِ نیند میں) ایک فرشتہ اس کے لباس میں داخل ہو جاتا ہے، اگر بندہ نیند میں حرکت کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے۔ چنانچہ، ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ''بندہ جب باوُضو سوتا ہے تو اس کی روح عرش کی جانب پرواز کر جاتی ہے اور اس حالت میں اس کے خواب سچّے ہوتے ہیں۔''[2] اور اگر وہ وُضو کر کے نہ سوئے تو اس کی روح وہاں تک نہیں پہنچ پاتی اور اس صورت میں اس کے خواب بھی نا قابلِ تعبیر ہوتے ہیں جو سچے نہیں ہوتے۔

اگر (باوضو سونے والے) بندے پر نیند غالب آجائے یہاں تک کہ وہ صبح تک سوتا رہے تو اس کے لئے رات بھر کا قیام لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر ایک زائد نعمت شمار ہوتی ہے اور جس کی سوتے وقت یہی حالت ہو تو وہ ان کثیر بندوں سے سبقت لے جاتا ہے جو غفلت کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔

عالم کی نیند

ایک حدیثِ پاک میں مَروِی ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔[3]

وقتِ تہجد کے اذکار اور دعائیں

❁...... جب رات کو تہجد کے وقت بیدار ہو تو یہ دعا پڑھے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانِیْ بَعْدَ اِذْ تَوَفَّانِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾[4] ترجمہ: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۵۰۱، ج۲، ص۵۷

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۲۲۰، ج۴، ص۶۳

[3] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۶۷۳۱، ج۴، ص۲۴۷

[4] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حذیفۃ بن یمان، الحدیث: ۲۳۳۳۱، ج۹، ص۷۹

۞......پھر سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیاتِ مبارکہ پڑھے۔ مسواک کرے اور وضو کرے اس کے بعد یہ دعا مانگے:

﴿سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ، وَاَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ، اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا، وَاجْعَلْنِيْ اَذْكُرُكَ كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾[1]

ترجمہ: تُو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور طہارت حاصل کرنے والوں سے بنادے اور بہت زیادہ صبر وشکر کرنے والا بنادے اور مجھے اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنادے اور مجھے ایسا بنادے کہ میں صبح وشام تیری ہی پاکی بیان کرتا رہوں۔

۞......اس کے بعد سر آسمان کی جانب اٹھا کر یہ دعا کرے:

﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ، وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ، لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَنَا عَبْدُكَ اِبْنُ عَبْدِكَ، نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، جَارٍ فِيَّ حُكْمُكَ، نَافِذٌ فِيَّ قَضَآؤُكَ، عَدْلٌ فِيْ مَشِيْٓئَتِكَ، هٰذِهٖ يَدَایَ بِمَا كَسَبَتْ، هٰذِهٖ نَفْسِيْ بِمَآ اِجْتَرَحَتْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْٓ اِنَّكَ اَنْتَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ﴾[2]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے، وہ یکتا وتنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عفو ودرگزر کی تیری سزا سے اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیری ناراضی سے اور تیری پناہ طلب کرتا ہوں تجھی سے، میں تیری حمد وثنا اس طرح شمار نہیں کرسکتا جس طرح تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے، میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے قبضۂ قدرت میں ہے، مجھ پر تیرا حکم جاری ہے، تیری قضا مجھ پر نافذ

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب مایقال بعد الوضوء، الحدیث: ۵۵، ص ۱۶۳۲

[2] ......المرجع السابق

ہے، تیری مَشِیَّت میں عدل ہے، یہ ہیں میرے ہاتھ جن سے میں نے کمایا اور یہ ہے میرا جسم جس سے میں نے جُرموں کا اِرتِکاب کیا، کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو پاک ہے، میں ظُلم کرنے والوں سے ہوں، میں نے بُرا عمل کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے پس میرا گناہ بخش دے، بے شک تو ہی میرا رب ہے، یقیناً تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔

۞......اس کے بعد جب نمازِ تہجد کے لئے کھڑا ہو تو یہ دعا کرے:

﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا﴾ [1]

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہی کثیر حمد ہے اور تسبیح ہے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی صبح وشام۔

۞......اس کے بعد دس دس بار یہ کلمات پڑھے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ﴾

۞......پھر یہ کہے: ﴿اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَلَالِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ﴾

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، ملکوت وجبروت کا مالک ہے، کبریائی وجلال اور عظمت وقدرت والا ہے۔

۞......اس کے بعد یہ کلمات پڑھے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں تہجد کی نماز میں پڑھا کرتے:

﴿اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ، اَنْتَ بَھَآءُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَیْنُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیَّامُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَنْ عَلَیْھِنَّ. اَنْتَ الْحَقُّ، وَمِنْکَ الْحَقُّ، وَلِقَآؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ، وَبِکَ اٰمَنْتُ، وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَبِکَ خَاصَمْتُ، وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ! لِیْ مَا قَدَّمْتُ، وَمَآ اَخَّرْتُ، وَمَآ اَسْرَرْتُ، وَمَآ اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ، اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا، اَللّٰھُمَّ زَکِّھَا، اَنْتَ خَیْرُ مَّنْ زَکَّاھَا، اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا، اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ، لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَآ اِلَّآ اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا، لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَآ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْبَآئِسِ الْمِسْکِیْنِ وَاَدْعُوْکَ دُعَآءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِیْلِ فَلَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء، الحدیث: ٧٦٤، ص ١٢٧٩

شَقِيًّا، وَكُنْ بِيْ رَؤُوْفًا رَّحِيْمًا، يَا خَيْرَ الْمَسْؤُوْلِيْنَ! وَيَآ اَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کی رونق ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین کی زینت ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے تو ہی قائم کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے اوپر ہے، تو حق ہے اور تجھ سے ہی حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنّت حق ہے، دوزخ حق ہے، اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق ہیں، حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حق ہیں، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تیرے لئے اسلام لایا اور تجھ پر ہی ایمان لایا، تجھ پر ہی بھروسا کیا اور تیرے ہی لئے جھگڑا کیا، تیری بارگاہ میں معاملہ پیش کیا، پس اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے پَرْوَرْدگار! بخش دے میرے وہ تمام گناہ جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے، جو پوشیدہ کئے اور جو عَلانیہ کئے، تو اَلْمُقَدِّم اور اَلْمُؤَخِّر ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس کا تزکیہ فرما، تو ہی سب سے بہتر اس کا تزکیہ فرمانے والا ہے، تو ہی اس کا ولی ہے اور تو ہی اس کا آقا و مولا ہے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے حسنِ عمل کی توفیق دے، کہ تیرے سوا کوئی بھی اچھے اعمال پر نہیں چلا سکتا اور مجھ سے نفس کی بُرائی دور فرما کہ تیرے سوا کوئی بھی اس کی بُرائی دور نہیں کر سکتا۔ میں تجھ سے مسکین و مجبور کے سوال کرنے کی طرح سوال کرتا ہوں اور فقیر و حقیر شخص کی طرح دعا کرتا ہوں پس اے میرے رب! اس دعا کے ساتھ مجھے بدبخت نہ بنا بلکہ مجھ پر رحم و کرم فرما، اے سب سے بہتر مَسْؤُول (یعنی جس سے سوال کیا جائے) ! اور اے سب سے بہتر و زیادہ عطا فرمانے والے!

مُسْتَحَب یہ ہے کہ نمازِ تہجد کی ابتداءً دو مختصر رکعتوں سے کرے۔ نیز یہ بھی مستحب ہے کہ کچھ نہ کھائے پیئے یہاں تک کہ نماز پڑھنے سے فارغ ہو جائے۔ کیونکہ بندہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کا دل ہر قسم کی خواہشات سے خالی ہوتا ہے، پس جب وہ کچھ کھائے پیئے گا تو اس کی کیفیت تبدیل ہو جائے گی۔ لہٰذا کھانا نہ کھائے یہاں تک کہ فجر کے طُلوع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے، اگر اس نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو اس وقت فوراً شروع کر دے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر نہ تو نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی قدرت۔

❁……❁……❁

[1] ……صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل، الحدیث: ۱۱۲۰، ص۸۷

فصل 14

رات کی تقسیم اور عابدین کے فضائل

عابدین کے فضائل

اس فصل میں رات کے وقت عبادت کرنے، سونے کے اوقات کی تقسیم، عبادت کرنے اور تہجد پڑھنے والوں کے فضائل مذکور ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت عابدین اور شکر ادا کرنے اور بہترین جزا دینے میں ان کا تذکرہ رسولوں کے سالار، شہنشاہِ ابرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذکر کے ساتھ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں خبر دی ہے کہ رات کے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا دل کے لئے انتہائی مؤثر ہے اور اس وقت قرآنِ پاک کو سمجھنے اور یاد کرنے میں دل زبان کا ساتھ دیتا ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کے وقت عبادت کرنے والوں کو علما کے نام سے یاد فرمایا اور انہیں اہلِ خوف و رجا میں سے شُمار کرنے کے علاوہ ان کے لئے بہترین جزا مخفی رکھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجود میں اور قیام میں آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے۔

اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (پ ۲۳، الزمر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

یعنی جو شخص عالم ہو اور فرمانبردار و اطاعت گزار ہو کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو غافل ہو اور رات بھر سویا

رہتا ہو؟ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اسے کس بات سے ڈرایا جارہا ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کس شے کی امید رکھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے دنیاوی واُخروی اوصاف بیان کئے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں ان کے اوصاف کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ (پ۱۹، الفرقان: ۶۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے ربّ کے لئے سجدے اور قیام میں۔

﴿۲﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (پ۲۱، السجدة: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

یعنی وہ بستروں سے جدا ہوجاتے ہیں، انہیں ڈر اور ثواب کی امید کی وجہ سے کسی پل چین نہیں آتا۔

اور آخرت میں جو ان کے لئے نعمتیں تیار کی ہیں ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدة: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مَنْقول ہے کہ ''یَعْمَلُوْنَ'' سے ان کا رات بھر عبادت کرنا مُراد ہے اور یہ بھی مَنْقول ہے کہ اس سے مُراد اہلِ خوف و رَجا ہیں۔ خوف و رَجا دل کے دو ایسے عمل ہیں جن سے مُشاہدۂ غیب حاصل ہوتا ہے۔ جب عُلَمائے رَبّانِیِّین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر چُھپ کر اعمال بجالاتے ہیں تو ان کا ربّ عَزَّوَجَلَّ بھی ان کے لئے بہترین جزا کے ذخائر ظاہری آنکھوں سے چھپا دیتا ہے اور جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والوں کا کوئی بھی عمل اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح ان کی آنکھیں بھی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے بغیر کسی چیز سے ٹھنڈی نہیں ہوتیں۔

نمازِ تہجد

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (پ۱، البقرة: ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

بعض عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں نماز سے مُراد صلاۃُ اللَّیل ہے کہ جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے مُجاہدۂ نفس اور دشمن کی اذیتوں پر صَبر حاصِل کرنے کے لئے مدد طلب کرتے ہیں۔ ①

اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿٤٥﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ (پ۱، البقرۃ:۴۵)

یہاں ''**خٰشِعِيْن**'' سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے اور عاجزی وانکساری کرنے والے لوگ ہیں یعنی ان لوگوں پر نماز بوجھ ہوتی ہے نہ وہ اس سے منہ موڑتے ہیں بلکہ نماز تو ان کے لئے آسان ہے اور وہ اس سے لَذَّت پاتے ہیں۔

مَروی ہے کہ عرض کی گئی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! فُلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرنے لگتا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو تم کہہ رہے ہو عنقریب اس کی نماز وہ (بُرائی) چُھڑا دے گی۔'' ②

مدینے کے تاجدار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ تَقَرُّب نشان ہے: ''نماز (یعنی تہجد) ضرور ادا کیا کرو! کیونکہ یہ تمہارے ربّ کی رضا کا باعث ہے...... تمہارے گناہوں کو مٹانے والی ہے...... تم سے پہلے نیک بندوں کا یہی طرزِ عمل رہا ہے...... گناہوں کو دور کرنے والی...... بوجھ اتارنے والی...... شیطان کے مکر وفریب کو ختم کرنے والی اور...... جسم سے بیماریوں کو بھگانے والی ہے۔'' ③

نمازِ تہجد صالحین کی صفت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رات کی نماز کو صالحین کا وصف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور پچھلے دن پر

---

① ...... عوارف المعارف، الباب الثامن والاربعون فی تقسیم قیام اللیل، ص ۲۱۹

② ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث: ۹۷۸۵، ج۳، ص۴۵۷

③ ...... جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من فتح لکم باب الدعاء، الحدیث: ۳۵۴۹، ص۲۰۱۷

الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۱۱۴) (پ۴،ال عمران: ۱۱۳، ۱۱۴)

ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں۔

نمازِ تہجد کا مستحب وقت

نمازِ تہجد کا مُسْتَحَب وقت رات کا دو تہائی حصّہ ہے اور کم از کم مُسْتَحَب وقت چھٹا حصّہ ہے کیونکہ ماہِ نُبُوَّت، مہرِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی اتنی رات گئے تک قیام نہ کیا کہ صبح ہوگئی ہو بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کا کچھ حصّہ آرام بھی فرمایا کرتے اور کوئی ایسی رات نہیں گزری کہ جس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صبح تک آرام نہ کیا ہو بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کا کچھ حصّہ ضرور قیام فرمایا کرتے۔[1]

مَنْقُول ہے کہ رات کے ابتدائی حصّے میں نماز پڑھنا تہجد گزاروں کا......نصف شب میں قیام کرنا فرمانبرداروں کا ......آخر شب میں قیام کرنا نمازیوں کا......اور فجر کے وقت قیام کرنا غافلوں کا طریقہ ہے۔

فرشتہ لوگوں کو بیدار کرتا ہے

حضرت سیِّدُنا **عبدُ اللہ** بن عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت سیِّدُنا یوسف بن مِہران رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بتایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے جس کی صورت مُرغ جیسی ہے، اس کے پنجے موتیوں کے اور دونوں خار (مُرغ کی ٹانگ پر وہ کانٹے جو ٹخنے کے اوپر ہوتے ہیں) سبز زَبَرجَد کے ہیں، جب رات کا پہلا آدھا حصّہ گزرتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''رات کے وقت نماز پڑھنے والوں کو اٹھ جانا چاہیے۔'' جب رات کا آدھا حصّہ گزر جاتا ہے تو وہ اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''تہجد پڑھنے والے کھڑے ہو جائیں۔'' اور جب تیسرا تہائی حصہ بھی گزر جاتا ہے تو پھر اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''نماز پڑھنے والے کھڑے ہو جائیں۔'' اور جب طُلوعِ فجر کا وقت ہوتا ہے تو اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے: ''غافلین بھی اٹھ جائیں کہ ان

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب من نام......الخ، الحدیث: ۱۱۴۶، ص ۸۹ مفہوماً

کے بوجھ انہی پر ہیں۔''[1]

عبادت کرنے والوں کی اقسام

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ رات کے وقت عبادت کرنے والے تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......ایک تو وہ لوگ ہیں جنہیں رات سفر طے کرتے ہوئے پیچھے چھوڑ کر خود آگے بڑھ جاتی ہے، یہ مُریدین اور وظائف کرنے والے لوگ ہیں جنہوں نے رات کے ابتدائی حصّے میں عبادت شروع کی لیکن رات ان پر غالِب آ گئی اور وہ سو گئے۔(۲)......دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے رات کو پچھاڑ دیا، یہ صَبْر کرنے والے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا گروہ ہے جنہوں نے صبر کیا اور غالب آ گئے۔

(۳)......تیسرے وہ لوگ ہیں جن کے سبب رات اپنا سفر طے کرتی ہے۔یعنی وہ مُحِبّین اور اہل فکر و دانش ہیں، اَنِیس و ہم نشین ہیں، ذکر و مُناجات والے ہیں، عاجزی و انکساری کے پیکر اور حُضوری والے ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو وہ پریشان حال ہو جاتے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی نعمتیں انہیں رات کی کمی کا احساس دلاتی ہیں، دیدارِ حبیب ان سے نیند ختم کر دیتا ہے اور فہم و ادراک ان پر قیام کا بوجھ آسان کر دیتا ہے، بارگاہِ قدس سے مخصوص تعلق ان سے تھکاوٹ دور کر دیتا ہے اور عتاب کی وَعِید انہیں بیدار رکھتی ہے۔

بزرگانِ دین کی راتیں

......**مَنقول** ہے کہ کسی شب بیدار سے پوچھا گیا کہ رات کے ساتھ آپ کا تعلق کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''میں نے کبھی خیال ہی نہیں کیا، بس رات اپنا چہرہ دکھا کر لوٹ جاتی ہے اور میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔''

......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے کا فرمان ہے کہ میں اور رات ایک دوسرے سے سبقت لے جانے والے دو گھوڑوں کی طرح ہیں، کبھی تو وہ فجر تک میرا ساتھ دیتی ہے اور کبھی مجھے غور و فکر سے بھی غافل کر دیتی ہے۔

......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے سے پوچھا گیا کہ آپ کی رات کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''اس وقت میری دو۲ حالتیں ہوتی ہیں: یعنی جب رات آتی ہے تو میں اس کی ظلمت و تاریکی سے خوش ہو جاتا

---

[1] ......الحبائک فی اخبار الملائک، باب ماجاء فی الدیک، ص ۲۴

ہوں مگر جب فجر طُلوع ہوتی ہے تو میں غم میں مبتلا ہو جاتا ہوں، نہ تو کبھی میری خوشی مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی میں نے کبھی اس غم سے شِفا پائی ہے۔''

- ......ایک عاشقِ حقیقی سے جب پوچھا گیا کہ آپ کی رات کیسی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میری اس وقت کیفیت کیسی ہوتی ہے، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں بس دیکھنے اور لمحہ بھر ٹھہر جانے کی کیفیَّت کے درمیان ہوتا ہوں، یعنی رات جب اپنی تاریکی کے ساتھ آتی ہے اور میں اس کی تاریکی میں داخل ہوتا ہوں تو اس سے پہلے کہ میں اس کا لبادہ پہنوں وہ چل دیتی ہے۔''
- ......ایک مُرید نے اپنے شیخ سے رات کے وقت دیر تک جاگتے رہنے کی شکایت کی کہ شب بیداری نے اسے مار ڈالا ہے اور پھر عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے مجھے نیند آ جایا کرے تو اس کے شیخ نے فرمایا: ''اے میرے بیٹے! دن اور رات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا و بخشش کے ایسے تحَائف ہیں جو صرف بیدار دلوں کو نصیب ہوتے ہیں اور سوئے ہوئے دل ان سے محروم رہتے ہیں، پس ان تحَائف کا سامنا کیا کرو کہ انہی میں خیر و بھلائی ہے۔'' یہ سن کر وہ مرید بولا: ''اے شیخ! آپ نے تو میرا یہ حال کر دیا ہے کہ اب رات کو سو سکوں گا نہ دن کو۔''
- ......چند لوگ بیٹھے رات کے چھوٹا ہونے کا ذکر کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میری حالت یہ ہے کہ رات میرے پاس حالتِ قیام میں آتی ہے لیکن میرے بیٹھنے (یعنی قعدہ کرنے) سے پہلے ہی چلی جاتی ہے۔''
- ......حضرت سیِّدُنا علی بن بَکّار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفّار کا قول ہے کہ 40 سال تک سوائے طُلوعِ فجر کے کسی شے نے مجھے غم میں مبتلا نہ کیا۔ [1]
- ......حضرت سیِّدُنا فُضَیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ سورج غروب ہونے پر اندھیرا چھا جانے سے خوش ہوتا ہوں کہ اپنے ربّ کے ساتھ خلوَت میں رہوں گا مگر جب فجر طلوع ہوتی ہے تو افسوس ہوتا ہے کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ [2]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد......الخ، الباب الثانی، ج ۱، ص ۴۷۱

[2] ......المرجع السابق

✿......حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''شب بیدار نیک بندے رات کے وقت لَہو ولَعِب میں مُبتَلا افراد سے زیادہ لذّت پاتے ہیں اور اگر رات نہ ہوتی تو مَیں دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔''①

✿......ایک بار ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ رات کے وقت قیام کرنے والوں کو اگر دنیا ہی میں ان کے اعمال کا بدلہ یعنی ثواب عطا فرمادے تو وہ اپنے دلوں میں ایسی لذت پائیں گے جو ان کے اعمال سے بھی بڑھ کر ہوگی۔''

✿......عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں جو جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہو سوائے اس وقت کے جس میں اہلِ مُناجات رات کو اپنے دلوں میں مناجات کی حلاوت پاتے ہیں۔

✿......کسی کا قول ہے کہ دنیا میں رات کے وقت قیام کرنا، حبیب سے باتیں کرنا اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ذات سے مناجات کرنا دنیا کے اعمال نہیں ہیں بلکہ یہ تو جنت کے کام ہیں جنہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں اپنے خاص بندوں کے لئے ظاہر فرمایا ہے، نیز ان کے سوا ان اعمال کی مَعْرِفَت کسی کو نہیں اور نہ ہی ان اعمال کی بجا آوری سے ان کے سوا کسی کے دل کو راحت ملتی ہے۔

✿......حضرت سیِّدُ نا عُتْبہ غُلام رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں 20 سال تک رات میں مَشَقَّت اٹھاتا رہا اور پھر 20 سال سے اس کی نعمتوں سے لُطف اَندوز ہو رہا ہوں۔②

✿......حضرت سیِّدُ نا یوسف بن اَسْباط رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میرے لئے رات کا قیام کرنا ایک ٹوکرا بنانے سے زیادہ آسان ہے۔ جبکہ ان کے بارے میں مروی ہے کہ وہ روزانہ دس ٹوکرے بنایا کرتے تھے۔

✿......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایک نیک بندے کا قول ہے کہ میں نے رات سے بڑھ کر کوئی عجیب شے نہیں دیکھی کہ جب آپ اسکے متعلق مُضْطَرِب ہوں تو یہ آپ پر غالب آجاتی ہے اور اگر آپ اسکے سامنے ڈٹ جائیں تو یہ ٹھہرتی نہیں۔

✿......حضرت سیِّدُ نا عامر بن **عبد اللّٰہ** رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، جب وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں مزید زندہ رہنے کی خواہش میں نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو موسمِ گرما کی سخت دوپہر میں (روزے کی حالت میں) پیاسا رہنا اور موسمِ سرما میں راتوں کا قیام کرنا یاد آرہا ہے۔''③

---

①......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۴۶ ابوسلیمان الدارانی، الحدیث: ۱۳۹۴۰، ج ۹، ص ۲۸۸

②......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۵۵ احمد بن ابی الحواری، الحدیث: ۱۴۳۰۵، ج ۱۰، ص ۹

③......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۶۳ عامر بن قیس، الحدیث: ۱۵۸۰، ج ۲، ص ۱۰۴

......حضرت سیّدُ نا ابنِ مُنکَدِر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے کہ دنیا کی صرف تین لذّتیں باقی رہ گئیں ہیں: (۱) رات کو قیام کرنا (۲) بھائیوں سے ملاقات کرنا اور (۳) با جماعت نماز ادا کرنا۔

......کسی عارف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سحری کے وقت شب بیداروں کے قُلوب پر نظرِ کرم فرماتا ہے تو انہیں انوار و تجلّیات سے بھر دیتا ہے، جب ان انوار و تجلّیات کے فوائد وثمرات ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ روشن ہو جاتے ہیں اور اسکے بعد بقیہ انوار وتجلیات کی کرنیں انکے دلوں سے غافلین کے دلوں کی جانب پھیل جاتی ہے۔

......علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کسی کا قول ہے کہ سحری کے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جنّت پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو وہ روشن ہو کر چمک اٹھتی ہے اور وجد میں آ جاتی ہے اور اس کا حسن و جمال ہر طرح سے پہلے کی نسبت دس لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، جنت کہتی ہے: مومنین فَلاح پا گئے۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ''اے شاہوں کے ٹھکانے تجھے مبارک ہو! میری عزّت وجلال اور بلند شان کی قسم! میں تجھ میں کسی ظالم، بخیل، مُتکبِّر اور فخر کرنے والے شخص کو نہیں رہنے دوں گا۔'' اسکے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عرش پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو وہ دس لاکھ گنا وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی یہ فراخی و کشادگی دس لاکھ ایسے جہانوں سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے جن میں سے ہر جہان کی وُسعت کا علم سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی کو نہیں۔ پھر عرش (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ہیبت سے) کانپنے لگتا ہے جس سے حاملینِ عرش پر بوجھ زیادہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ان میں اِضْطِراب پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو دھکیلنے لگتے ہیں حالانکہ ان کی تعداد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق کی تعداد کے برابر بلکہ اس سے بھی کئی گنا ہے، پس عرش عرض کرتا ہے: ''پاک ہے تو، جہاں بھی ہے اور جہاں بھی ہو۔'' تو عرش اٹھانے والے فرشتے پکارتے ہیں: ﴿سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْلَمُ اَیْنَ ھُوَ اِلَّا ھُوْ ، سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْلَمُ مَا ھُوَ اِلَّا ھُوْ﴾ ترجمہ: یعنی پاک ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے اور پاک ہے وہ ہستی جس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔

مُحِبّین کی علامات

عُلَمائے مُتقدّمین سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک صِدّیق کو یہ بات اِلہام فرمائی: ''بیشک میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے مَحبّت رکھتے ہیں اور میں ان سے محبت رکھتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں، میں ان کا مشتاق

ہوں، وہ میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کا چرچا کرتا ہوں، وہ میری رحمت کی جانب دیکھتے ہیں، میں ان پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں، اگر تو بھی ان کے طریقے پر چلے گا تو میں تجھے بھی اپنا محبوب بنالوں گا اور اگر تو ان کے طریقے سے ہٹ جائے گا تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا۔'' تو اس صدیق نے عرض کی: ''اے میرے ربّ! ان بندوں کی علامات کیا ہیں؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دن کے وقت بھی اندھیرے کا اس طرح خیال رکھتے ہیں جس طرح ایک مہربان چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کا خیال رکھتا ہے اور غُروبِ آفتاب کے اس طرح دلدادہ ہوتے ہیں جس طرح پرندے غُروب کے وقت اپنے گھونسلوں کی جانب جانا پسند کرتے ہیں، جب رات آتی اور اندھیرا چھا جاتا ہے، بستر بچھ جاتے ہیں، قیدی قید کر دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو چاہنے والے خَلوَت اختیار کر لیتے ہیں تو وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنے چہروں کو میری بارگاہ میں بچھا دیتے ہیں، مجھ سے فریاد کرنے لگتے ہیں اور میرے انعامات و اکرامات کی خاطر میری بارگاہ سے لَو لگا لیتے ہیں، اس وقت ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کبھی زور زور سے چلا کر روتے ہیں اور کبھی آہستہ آواز سے، کبھی تو آہیں بھرتے ہیں اور کبھی (محبت بھری) التجائیں کرتے ہیں، کبھی حالتِ قیام میں ہوتے ہیں تو کبھی حالتِ قعدہ میں اور کبھی رکوع میں تو کبھی سجدے میں، میری خاطر جو مصائب برداشت کرتے ہیں وہ سب میرے سامنے ہوتے ہیں اور میری محبت میں مبتلا ہونے کی جو التجائیں کرتے ہیں میں وہ بھی سنتا ہوں۔ پس میں سب سے پہلے انہیں اس انعام سے نوازتا ہوں کہ ان کے دلوں میں اپنا خاص نور ڈالتا ہوں جس سے وہ میری خبریں دینے لگتے ہیں جس طرح میں ان کی باتیں بتاتا ہوں۔ دوسرا انعام یہ کرتا ہوں کہ ساتوں آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کے وزن کو ان کے مقابلے میں کم سمجھتا ہوں اور تیسرا انعام یہ ہے کہ میں انکی طرف خاص توجہ کرتا ہوں اور تیرا کیا خیال ہے کہ میں جس کی جانب یوں متوجہ ہوں اسے کیا کچھ عطا کروں گا۔''

قرآنِ کریم کی تلاوت اور شب بیداری

حضرت سیِّدُنا مالِک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ بندہ جب رات کے وقت نمازِ تہجد ادا کرتے ہوئے ترتیل سے قرآنِ کریم پڑھتا ہے جس طرح کہ حکم دیا گیا ہے تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان کے دل کے قریب ہونے کی وجہ سے (ایسا کرنے والے) محسوس کرتے ہیں کہ ان کے

دلوں میں رِقَّت، حلاوت اور انوار وتجلّیات مَوجزَن ہیں۔

حدیثِ قدسی میں ہے: ''اے میرے بندے! میں اللہ ہوں، تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرے نور کو دیکھتا ہے۔''[1]

محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِمحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی شے کا حکم (اس طرح) نہیں دیا جس طرح قرآنِ پاک کو اچھی آواز سے پڑھنے کا دیا ہے۔''[2]

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کوئی کلام اس قدر توجہ سے سماعت نہیں فرماتا جس طرح کہ قرآنِ کریم سماعت فرماتا ہے۔ چنانچہ، مَروِی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گیت گانے والی لونڈی کے گانے کی طرف کوئی اس قدر متوجہ نہیں ہوتا جس قدر اللہ عَزَّوَجَلَّ اچھی و بلند آواز سے قرآن پڑھنے والے کی طرف ہوتا ہے۔''[3]

لَہو ولَعِب میں مبتلا لوگ ان اعمال سے غافل ہیں جن میں اہلِ آخرت مشغول ہیں بلکہ ان مقامات کو دیکھنے سے بھی قاصر ہیں جہاں اہلِ آخرت موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ (پ۱۳، یوسف:۱۰۵)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا (پ۱۸، المؤمنون:۶۳) ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ انکے دل اس سے غفلت میں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لہو ولعب میں مبتلا افراد کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کے سبب وہ کچھ نہیں سنتے۔

رات بھر جاگنے والے بزرگانِ دین

حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے 30 سال تک زمین

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۲۰۰ مالک بن دینار، الحدیث: ۲۷۵۱، ج۲، ص۴۰۸

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۷۵۴۴، ص ۶۳۰

[3] ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب فی حسن الصوت، الحدیث: ۱۳۴۰، ص ۲۵۵۲

پر اپنا پہلو نہیں رکھا، ان کے پاس چمڑے کا تکیہ تھا جب نیند غالب آتی تو اس پر اپنا سینہ رکھ دیتے، پھر چند سانس لیتے اور گھبرا کر کھڑے ہو جاتے اور کہا کرتے کہ میرے نزدیک اپنے گھر میں شیطان کو دیکھنے سے زیادہ اچھا یہ ہے کہ میں اپنے گھر میں تکیہ دیکھوں کیونکہ تکیہ نیند کو دعوت دیتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا **رَقَبہ بِنْ مَصْقَلہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نیند میں **اللہ** ربُّ العزّت (کی تجلیات) کو دیکھا تو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''میری عزت وجلال کی قسم! میں سلیمان تیمی کی آرامگاہ کو عزت بخشوں گا، اس نے 40 سال تک عشا کے وُضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔''[1]

مَنْقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا مذہب ہی یہ تھا کہ نیند جب دل پر چھا جائے تو وُضو واجب ہو جاتا ہے۔

عشا کے وضو سے نمازِ فجر پڑھنے والے بزرگانِ دین

وہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے اور 30 یا 40 سال تک عشا کے وُضو سے نمازِ فجر ادا کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد صرف تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے تقریباً 40 ہے۔ جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ......مدینہ منورہ سے حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب اور حضرت سیِّدُنا صَفوان بن سُلَیم۔
- ......مکہ مکرمہ سے حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض اور حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرد۔
- ......یمن سے حضرت سیِّدُنا طاؤس اور حضرت سیِّدُنا وَہب بن **مُنَبِّہ**۔
- ......کوفہ سے حضرت سیِّدُنا رَبِیْع بن خُثَیْم اور حضرت سیِّدُنا **حَکَم بن عُیَیْنَہ**۔
- ......شام سے حضرت سیِّدُنا ابو سلیمان دارانی اور حضرت سیِّدُنا علی بن **بَکّار**۔
- ......عبادسے حضرت سیِّدُنا **ابو عبد اللہ** خَوّاص اور حضرت سیِّدُنا ابو عاصم۔
- ......ایران سے حضرت سیِّدُنا حَبیب ابو محمد اور حضرت سیِّدُنا ابو جابر سَلْمانی۔

---

[1] ......جامع الاصول فی احادیث الرسول للجزری، حرف السین، القسم الاول فی الرجال، الفرع الثانی فی التابعین، الرقم۷ ۱۱۱ سلیمان التیمی، ج ۱۳، ص ۱۵۰

۞ ...... بصرہ سے حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار، حضرت سیِّدُنا سلیمان تیمی، حضرت سیِّدُنا یزید رَقاشی، حضرت سیِّدُنا حبیب بن ابی ثابت اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بَکّاء رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن۔

حضرت سیِّدُنا **کَہْمَس بن مِنْہَال** رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے متعلق مروی ہے کہ وہ ایک مہینہ میں 90 قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے اور جس آیتِ مبارکہ کی سمجھ نہ آتی اسے دوبارہ پڑھا کرتے۔[1]

اہلِ مدینہ میں سے ایک کثیر تعداد ایسے ہی افراد کی تھی جن میں سے سب سے زیادہ شہرت انہی کی ہے اور حضرت سیِّدُنا ابو حازم عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْحَاكِم اور حضرت سیِّدُنا محمد بن **مُنْکَدِر** عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْمُقْتَدِر بھی انہی افراد میں سے ہیں۔

رات کے اوقات کی تقسیم

رات کی پہلی تہائی میں مُرید چاہے تو سوجائے اور نصف رات کے وقت نماز پڑھے اور اس کے بعد دوبارہ آخری چھٹے حصّے میں سوجائے اور اگر چاہے تو نصف رات تک سویا رہے اور پھر ایک تہائی کی مقدار قیام کرے، پھر آخری چھٹے حصے میں سوجائے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ یہی افضل قیام ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت سیِّدُنا داود عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بھی اسی طرح قیام فرماتے تھے۔ اس لئے کہ آپ عَلَيْهِ السَّلَام کے قیام کے متعلق دُو روایتیں مروی ہیں اور اگر چاہے تو دونوں صورتوں میں قیام پہلے کر لے مگر نمازِ وتر وقتِ سحر تک مُؤَخَّر کر دے۔ اب اگر نصف رات میں قیام کیا تو رات کی ابتدا اور آخر میں سوئے، اگر تہائی رات قیام کیا تو آخری چھٹے حصّے میں سوئے اور اگر چاہے تو ابتدائے شب میں نیند غالب آنے تک قیام کرے پھر سوجائے اور جب بیدار ہو تو دوبارہ قیام کرے یہاں تک کہ نیند غالب آجائے، پھر سوجائے، اس کے بعد رات کے آخری حصّے میں بیدار ہو تو اس طرح ایک رات میں اس کی دُو نیندیں اور دُو قیام ہو جائیں گے، یہ رات کے وقت ایک مُشَقَّت طلب کام ہے اور یہی طریقہ حُضوری والے، شب بیدار اور ذاکرین کا ہے۔ نیز مکی مَدَنی سلطان، رحمتِ عالمیان صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا بھی یہی معمول تھا۔[2]

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ اگر تم سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ

---

[1] ...... تفسیر روح البیان، پ ۲۹، المزمل، تحت الایۃ ۴، ج ۱۰، ص ۲۰۶

[2] ...... صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب احب الصلاۃ الی اللہ...... الخ، الحدیث: ۳۴۲۰، ص ۲۷۹ مفهوماً

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو (رات کے وقت) حالتِ نیند میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے اور اگر حالتِ قیام میں دیکھنے کی خواہش ہوتی تب بھی دیکھ لیتے۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور اُولوالْعَزْم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی طرزِ عمل تھا اور بعد میں تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے بھی ایک جماعت کا یہی طریقۂ کار رہا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص رات کے وقت کئی مرتبہ سوتا اور پھر قیام کرتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ نیند اور قیام کا یکساں اور مناسب و مُعتدِل ہونا صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی نبی کے لئے ہی ممکن ہے کہ جن کا دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے اور ان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے۔

راہِ سلوک کا زادِ راہ

اس راستے پر چلنا یعنی شب میں قیام کرنا زادِ راہ کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ ہر سفر زادِ راہ کے ساتھ طے ہوتا ہے۔ پس راہِ سُلوک کا بھی ایک زادِ راہ ہے، جو اس راہ پر چلنا چاہے اسے چاہئے کہ کچھ ذخیرہ بطورِ زادِ راہ جمع کر کے ساتھ لے لے۔ اس راستے کا زادِ راہ یہ اشیاء ہیں:

- ......ایسا غم جو ہمیشہ دل میں رہے اور ایسا حُزن و مَلال جس کا بسیرا ہی دل میں ہو۔
- ......ایسی دائمی بیداری جس سے دل زندہ رہے۔
- ......ملکوت میں (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی سلطنت میں) کھو جائے۔
- ......کھانے سے معدہ خالی ہو۔
- ......پانی کم پئے۔
- ......دن کے وقت قَیْلولہ کرے اور
- ......اُمورِ دنیا میں مَشغول ہو کر اعضاء و جوارح کو حد سے زیادہ نہ تھکائے۔

یہ ایک ریاضت و عبادت ہے جو راہِ سلوک پر چلنے والے کو کرنی چاہئے یہاں تک کہ وہ قیامِ شب سے مانوس ہو جائے اور یہی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جائے، پس جب اس کے دل میں خوف و رجا ٹھکانا بنا لیتے ہیں تو اس کا پہلو ہمیشہ بستر سے جدا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ ''بیشک میرا حقیقی بندہ وہی ہے جو قیام کرنے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باللیل......الخ، الحدیث: ۱۱۴۱، ص ۸۹ مفہوماً

کے لئے مُرغ کی اذان کا انتظار نہیں کرتا۔'' اس روایت میں وقتِ سحر سے قبل قیام پر ابھارنا پایا جاتا ہے۔

رات کے آخری حصّے میں سونے کے مُسْتَحَب ہونے کی دو ۲ وجہیں ہیں:

﴿1﴾...... صبح کے وقت کی اونگھ ختم کر دیتا ہے کہ بُزُرگانِ دین صبح کے اونگھنے کو بہت زیادہ ناپسند فرمایا کرتے بلکہ اونگھنے والے کو نمازِ فجر کے بعد سونے کا حکم دیتے ﴿2﴾...... چہرے کی زردی تھوڑی کم ہو جائے، کیونکہ اگر بندہ رات کا اکثر حصّہ حالتِ قیام میں گزارے اور سحر کے وقت سو جائے تو صبح کے وقت آنے والی اونگھ سے بھی نَجات مل جائے گی اور چہرے کی زردی بھی کم ہو جائے گی، اگر وہ رات کا اکثر حصّہ سویا رہے پھر سحری کے وقت بیدار ہو تو صبح کے وقت نہ صرف وہ اونگھتا رہے گا بلکہ چہرے کی زردی بھی واضح ہو گی۔ لہٰذا بندے کو اس سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ شہرت اور مخفی شہوت کا دروازہ ہے۔ اس کے علاوہ رات کے وقت بہت کم پانی پیا کرے کہ اس سے بھی چہرے پر زردی چھا جاتی ہے بِالْخُصوص رات کے آخری حصّے میں اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد۔

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قیامِ شب میں معمول

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ شہنشاہِ خوش خِصال، رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب رات کے آخری حصّے میں وتر ادا فرماتے، اب اگر ازواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ سے حاجت ہوتی تو ان کے قریب جاتے ورنہ مصلّے پر ہی لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بِلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضر ہو کر نماز کی اطلاع کرتے۔[1]

ایک روایت میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے حُضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سحر کے وقت اکثر آرام کرتے ہوئے پایا۔[2] ایک روایت میں ہے کہ جب محبوبِ رحمٰن، سرورِ کون ومکان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے آخری حصّے میں وتر ادا فرما لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حاضر ہوتے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے ساتھ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔[3]

---

[1] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب الوتر، باب وقت الوتر، الحدیث: ۱۳۸۹، ج ۱، ص ۴۳۷

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۸۹ مسعر بن کدام، الحدیث: ۱۰۵۲۶، ج ۷، ص ۲۸۰

[3] ......صحیح ابن خزیمة، کتاب الصلاة، باب ذکر خبر روی فی وتر النبی صلی اللہ علیہ وسلم......الخ، الحدیث: ۱۰۹۳، ج ۲، ص ۱۴۹

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن وتر کی ادائیگی کے بعد اور نمازِ فَجْر سے پہلے اتنی مقدار میں آرام کرنے کو مُستحَب سمجھتے اور بعض مثلاً حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور مَروان نے اسے سنّت قرار دیا ہے۔

فجر اور عصر کے بعد نفل نہ پڑھنے کی ایک حکمت

رات کے آخری حصّے میں اور آخری تہائی میں سونا صاحبِ مُشاہدہ اور حُضوری والے افراد کے لئے (مشاہدہ و حُضوری میں) زیادتی کا باعث بنتا ہے کیونکہ ان اوقات میں ان سے ملکوتی حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور انہیں جبروتی عُلوم (یعنی عُلومِ الٰہیہ) حاصِل ہوتے ہیں۔ نیز یہ وقت مجاہدۂ نفس کرنے والوں اور رات بھر عبادت کرنے والوں کے لئے راحت وسکون کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر عمل کرنے والوں اور دن اور رات میں مختلف اوراد و وظائف کرنے والوں کو ان اوقات میں وقفہ مل جائے۔ رات کے آخری حصے میں سونا غافلین کے لئے نقصان دہ ہے اس اعتبار سے کہ یہ وقت شب بیدار اور اہلِ مُشاہدہ کے لئے درجات کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت ان کی اختتامی عبادت کا ہوتا ہے اور وہ اس میں راحت وسکون پاتے ہیں جبکہ طویل وقت سوئے رہنا غافلین کا نقصان دہ طرزِ عمل ہے۔

ہر دو نفل کے بعد بیٹھ کر ایک سو مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح پڑھنا چاہئے کہ یہ اس کے لئے نہ صرف آرام کا سبب ہوگا بلکہ مزید نماز پر مُعاوِن بھی ہوگا۔ یہ طریقہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان ﴿ وَمِنَ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاَدۡبَارَ السُّجُوۡدِ ﴿۴۰﴾ (پ۲۶، ق: ۴۰)﴾[1] میں بھی مذکور ہے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہاں نماز کے فوراً بعد تسبیح پڑھنا مُراد ہے۔

اگر مزید وظائف کرنا چاہتا ہو تو وہ دو وظیفے کر لیا کرے جن میں سے ایک ابتدائے شب میں یعنی مغرب وعشا کے بعد اور دوسرا عام لوگوں کے سونے سے پہلے کیا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں وظیفے بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک دن کا روزہ رکھنے سے افضل ہیں۔ اس کے بعد فجرِ اوّل (یعنی صُبحِ کاذِب) اور فجرِ ثانی (یعنی صُبحِ صادق) کے درمیان کا چوتھا وظیفہ کر لیا کرے جو رات کا آخری تہائی حصّہ بھی ہے یا صُبحِ صادِق کے طُلوع ہونے سے کچھ دیر قبل پانچواں وظیفہ کیا کرے یعنی اِسْتِغْفار پڑھے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرے بشرطیکہ وہ ابھی تک رات کے وسط میں قیام کا عادی نہ ہوا ہو۔

---

[1] ……ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ رات گئے اسکی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد۔

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک بار دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ آپ شب میں قیام کیسے کرتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: ''میں ساری رات قیام کرتا ہوں اور بالکل نہیں سوتا اور قرآنِ کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں۔'' تو حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بتایا: ''لیکن میں سوتا ہوں، پھر قیام کرتا ہوں اور حالتِ نیند میں بھی اسی اجر وثواب کی امید رکھتا ہوں جو حالتِ قیام میں رکھتا ہوں۔'' پس دونوں نے اس بات کا تذکرہ سراپا رَحمت، شافِعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''مُعاذ تم سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔'' [1]

بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نیند غالب آنے تک نہ سوتے۔ ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ یہ سونا پہلی مرتبہ ہے اگر میں بیدار ہوگیا تو پھر دوسری بار جب نیند آئے گی تو اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے کبھی نہ سلائے گا۔ [2]

ابدالوں کے اوصاف

حضرت سیِّدُنا فَزارہ شامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ابدال اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب ان سے ابدالوں کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے بتایا:

- ......ان کا کھانا فاقہ (یعنی بھوک) کے وقت ہوتا ہے۔
- ......ان کی نیند غَلَبہ (کے وقت) ہوتی ہے۔
- ......ان کا کلام بوقتِ ضَرورت ہوتا ہے۔
- ......ان کی خاموشی باعثِ حکمت ہے
- ......ان کے علم کا سبب قدرت ہے۔ [3]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن......الخ، الحدیث: ۴۳۴۱، ص ۳۵۵

المصنف لعبدالرزاق، کتاب فضائل القران، باب اذا سمعت السجدۃ، الحدیث: ۵۹۷۸، ج ۳، ص ۲۱۶ مفهوماً

[2] ......مسند ابن الجعد، الحدیث: ۱۳۹۶، ص ۲۱۱

[3] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۷۲۹، ج ۵، ص ۴۷ بتغیر

ایک اور بُزُرگ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والوں کی علامت پوچھی گئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ان کا کھانا مریضوں کے کھانے کی طرح اوران کا سونا ایسے ہے جیسے کوئی پانی میں ڈوب رہا ہو۔[1]

بندے کو چاہئے کہ رات کے پانچویں یا چھٹے حصّہ کی مقدار ہمیشہ قیام کیا کرے خواہ اس کا یہ قیام لگاتار ہو یا رات کے مختلف حصّوں میں۔ الغرض بندہ رات کے وقت کوئی بھی وظیفہ کرے خواہ وہ ذکر کی کوئی بھی صورت ہو تو وہ شب بیدار افراد میں شامل ہوجاتا ہے اوراس کا بھی ان کے ساتھ حصہ ہوتا ہے۔

کامل شب بیداری کا ثواب

جو بندہ رات کا اکثر حصہ یا نصف حصہ بیدار رہ کر عبادت کرے تو اس کے لئے پوری رات کی بیداری کا ثواب لکھا جاتا ہے اوراس سے زائد باقی وقت اس کے لئے بطورِ صدقہ ہوتا ہے۔

جو رات کے وقت 20 رکعت ادا کرے، پھر تین۳ وتر پڑھے تو امید ہے گویا اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت سے ساری رات شب بیداری کی۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی تو نصف رات تک قیام فرمایا کرتے اور کبھی رات کا ایک تہائی اور کبھی دو تہائی قیام فرماتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ (پ ۲۹، المزمل: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ نبیوں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نمازِ تہجُّد فرض تھی۔[2]

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو اس وقت قیام فرماتے جب مُرغ کی آواز سنتے تھے۔[3]

---

[1] ……شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاکل، الحدیث: ۵۶۹۰، ج۵، ص ۳۹

[2] ……تفسیر روح البیان، پ ۲۹، الدھر، تحت الایۃ ۲۶، ج ۱۰، ص ۲۷۸

[3] ……صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم……الخ، الحدیث: ۱۷۳۰، ص ۳۹۴

اس سے معلوم ہوا کہ یہ وقت صرف سحر کا ہی ہو سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ''رات کی نماز پڑھو! اگرچہ بکری کا دودھ دوہنے کی مقدار ہی ہو۔'' اور اتنے وقت میں کبھی تو چار۴ رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور کبھی صرف دو۲۔ ①

حضرت سیّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ جو دن کے وقت کوئی نیکی کرے تو وہ اسے رات کے وقت کافی ہے اور جو رات کے وقت کوئی نیکی کرے تو وہ اسے دن کے وقت کفایت کرے گی۔ ②

شب بیداروں کی اقسام

حضرت سیّدُنا ابو سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرمایا کرتے: ''شب بیدار تین۳ قسم کے ہوتے ہیں: (۱) بعض غور و فکر سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو آنسو بہانے لگتے ہیں (۲) بعض تَفَکُّر کرتے ہیں تو گریہ وزاری کرنے لگتے ہیں کیونکہ ان کا سکون اسی گریہ وزاری میں ہوتا ہے (۳) اور بعض تدبر و تَفَکُّر سے تلاوت کرتے ہیں تو مَبہوت ہو جاتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں نہ گریہ وزاری کرتے ہیں۔'' راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''فُلاں کی آہ و بُکا کا سبب کیا تھا اور فُلاں کو کس شے نے مَبہوت کر دیا؟'' تو وہ بولے: ''میں اس کی وضاحت پر قدرت نہیں رکھتا۔''

شب بیداری میں رُکاوٹ

ایک شخص نے حضرت سیّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عرض کی: اے ابو سعید! میں قیامِ شب سے محروم حالت میں رات گزارتا ہوں حالانکہ سامانِ وُضو تیار رکھا ہوتا ہے لیکن پھر بھی بیدار نہیں ہو سکتا؟ تو آپ نے فرمایا: ''اے میرے بھائی! تیرے گناہوں نے تجھے باندھ رکھا ہے۔'' ③

حضرت سیّدُنا حسن رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ جب بازار میں داخل ہوتے تو بازار والوں کا شور و غوغا اور لغو باتیں سن کر فرماتے: ''میرا خیال ہے کہ ان کی رات بری ہوتی ہے کیونکہ یہ دن کو سوتے نہیں ہیں۔'' ④

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِین میں سے کسی کا قول ہے: ''بُرا تاجر حساب و کتاب سے کیسے نجات پائے گا؟ جبکہ وہ

---

① ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب من کان یامر بقیام اللیل، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۷۳

② ......الرسالۃ القشیریۃ، ابو سلیمان عبد الرحمن بن عطیۃ الدارانی، ص ۴۰

③ ......عوارف المعارف، الباب الثامن والاربعون فی تقسیم قیام اللیل، ص ۲۲۱

④ ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۳۵، ص ۲۸۰

دن کے اوقات میں لَغوِیات میں مَشغول ہوتا ہے اور رات کے وقت سویا رہتا ہے۔‘‘

بدگمانی کا وبال

حضرت سیِّدُ نا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ مہینوں تک قیامِ شب سے محروم رہا۔ عرض کی گئی: وہ گناہ کیا تھا؟ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا: ’’میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں کہا یہ رِیا کاری و دِکھاوا ہے۔‘‘[1]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُ نا کُرز بن وَبْرَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے، میں نے عرض کی: ’’جناب کیا ہوا؟ کیا آپ کے کسی عزیز کے مرنے کی اطلاع آئی ہے؟‘‘ تو وہ بولے: ’’اس سے بھی بڑی سخت بات ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: ’’کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟‘‘ تو وہ بولے: ’’اس سے بھی سخت بات ہے۔‘‘ میں نے عرض کی: ’’آپ کو کیا ہوا ہے؟‘‘ بولے: ’’میرا دروازہ بند تھا اور پردہ لٹک رہا تھا، لہٰذا (صبح ہوجانے کی وجہ سے) میں گزشتہ رات اپنا وظیفہ نہ پڑھ سکا، جس کا سبب میرا ایک ناروا عمل ہے۔‘‘[2]

نمازِ عشا باجماعت نہ پڑھنے والے آوارہ گرد

حضرت سیِّدُ نا ابن صافی بدینور رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں تقریباً 30 سال تک جیل کا نگران رہا، رات کے وقت آوارہ گردی کرتے ہوئے جو بھی پکڑا جاتا اور جیل بھیجا جاتا میں اس سے پوچھتا کیا تو نے نمازِ عشا باجماعت پڑھی تھی؟ تو جواب ملتا: نہیں۔

حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے کہ نماز باجماعت فوت ہونے کا سبب کوئی نہ کوئی گناہ ہوتا ہے اور فرمایا کرتے کہ رات کے وقت احتلام ہوجانا ایک سزا ہے اور جنابت ایک دوری ہے گویا کہ وہ نماز، تلاوت اور قُربِ خداوندی سے دور ہو گیا اور حضرت سیِّدُ نا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ بندے کا کسی گناہ کا ارتکاب کرنا اسے رات کے وقت قیام کرنے اور دن کے وقت روزہ رکھنے سے محروم کر دیتا ہے۔[3]

---

[1] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۷۴، ج۷، ص ۱۸ مختصراً

[2] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرۃ الحارثی، الحدیث: ۶۴۴۳، ج۵، ص ۹۲

[3] ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التہجد وقیام اللیل، الحدیث: ۲۶۲، ج ۱، ص ۳۲۱ بدون وصیام النہار

رزق اور قلبی تغیرات

عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے کسی کا فرمان ہے کہ اے بندۂ مسکین! جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس اِفطار کر رہا ہے اور کس شے سے افطار کر رہا ہے؟ کیونکہ بندہ بعض اوقات کھانا کھاتا ہے تو اس کا دل جس حالت وکیفیت پر ہوتا ہے اس سے بدل جاتا ہے اور پھر پہلی حالت پر واپَس نہیں لوٹتا۔ چنانچہ،

ایک بُزُرگ کا فرمان ہے کہ ”کتنے ہی کھانے ایسے ہیں جو قیامِ شب سے روک دیتے ہیں اور کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو ایک سورت کی تلاوت تک سے محروم کر دیتی ہیں، بندہ بعض اوقات کچھ کھاتا ہے یا کوئی ایسا کام کرتا ہے تو اس کے سبب ایک سال تک قیامِ شب سے محروم ہو جاتا ہے۔“

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اچھی طرح غور وفکر کرنے سے مزید نقصان جانے جا سکتے ہیں اور گناہوں کی کمی سے اس غور وفکر میں مزید راہنمائی مل سکتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا فُضَیل رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ جس فہمِ قرآن اور قیامِ شب کی مجھے اب توفیق ملی ہے اگر ابتدا میں مل گئی ہوتی تو میں کبھی بھی کوئی حدیثِ پاک نہ لکھ پاتا بلکہ قرآنِ کریم کے علاوہ کسی کام میں مَشغول نہ ہوتا اور یہ بھی **منقول** ہے کہ طویل قیام کرنا قیامت کے دن راحت وآرام اور رات کی نماز گناہوں کا کفّارہ ہوگی اور ایک قول کے مطابق فرض نمازوں میں رہ جانے والی کمی رات کی (نَفْل) نماز سے پوری کر لی جائے گی۔

پس بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن دن کے وقت نماز پڑھنے میں رُکُوع وسُجود کی کثرت پسند کرتے اور رات کی نماز میں طویل قیام کرنا پسند کرتے۔

فجر میں نہ اُٹھنے کے متعلق تین فرامینِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلَّم

﴿1﴾...... بندہ جب سوتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگا دیتا ہے، لہٰذا جب صبح کے وقت وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ دُو رکعت نماز پڑھ لے تو ساری کی ساری گرہیں کھل جاتی ہیں۔ پس وہ ہَشّاش بَشّاش اور پاکیزہ دل ہو کر صبح کرتا ہے اور

اگر ایسا نہ کرے تو وہ سُستی و کاہلی سے اور بددل ہو کر صبح کرتا ہے۔ [1]

﴿2﴾...... بندہ جب سویا رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ [2]

﴿3﴾......شیطان کے پاس ایک سَعُوْط (سُنگھانے والی کوئی شے)، ایک لَعُوق (چٹانے والی کوئی چیز) اور ایک ذَرُوْر (چھڑکنے والی کوئی چیز) ہے، جب وہ بندے کو سنگھاتا ہے تو اس کے اَخلاق بُرے ہو جاتے ہیں، جب چٹاتا ہے تو اس کی زبان بُرائی و شر سے آلودہ ہو جاتی ہے اور جب کچھ چھڑکتا ہے تو بندہ رات بھر سویا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ [3]

قیام شب پر معاون اور اس سے غافل کرنے والی اشیاء

قیامِ شب پر تین۳ چیزوں سے مدد لی جاسکتی ہے: (۱) حلال کھانا (۲) توبہ پر اِسْتِقامَت (۳) وعید کے خوف کا غم یا پھر جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی امید کا شوق۔

قیامِ شب سے بندے کو جو اشیاء محروم کر دیتی ہیں یا پھر اس کی طویل غفلت کا باعث بنتی ہیں وہ بھی تین۳ ہیں: (۱) شبے والی اشیاء کھانا (۲) گناہوں پر اصرار کرنا (۳) دل پر دنیاوی محبت کا غالب ہونا۔

شب بیداری سے محرومی کا سبب

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ایک گناہ کی وجہ سے میں پانچ۵ مہینے قیامِ شب سے محروم رہا۔ عرض کی گئی: وہ گناہ کیا تھا؟ ارشاد فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو اپنے دل میں کہا یہ رِیاکاری و دِکھاوا ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۷۴، ج۷، ص۱۸ مختصراً)

---

[1] ......سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النہار، باب الترغیب فی قیام اللیل، الحدیث: ۱۶۰۸، ص ۲۱۹۵

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب اذا نام ولم یصل......الخ، الحدیث: ۱۱۴۴، ص ۸۹

[3] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند سمرۃ بن جندب، الحدیث: ۴۵۸۳، ج۱۰، ص ۴۳۱ بدون سعوطاً و ذروراً

فصل 15

دن اور رات کے اَذکار و تسبیحات

اس فصل میں رات اور دن میں پڑھے جانے والے اَذکار اور تسبیحات کے علاوہ باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت، دعاؤں کی قبولیت کے افضل اوقات اور صلوۃ التسبیح کا بیان ہے۔ پس شب و روز بندے کا یہ مَعْمول ہونا چاہئے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کو اپنا وِرْدِ زبان رکھے۔ احادیثِ مبارکہ میں جو مختلف قسم کے اَذکار مَروی ہیں ان کی کم از کم تعداد 900 ہے۔ چند اذکار درج ذیل ہیں:

﴿1﴾...... 100 مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا و تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، خود زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی، اسی کے قبضۂ اختیار میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

اگر کوئی اس کلمہ کو 200 مرتبہ پڑھے تو اس دن کسی شخص کا عمل اس کے عمل سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ یہ فضیلت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ایک روایت میں مذکور ہے۔[1]

﴿2﴾...... 100 مرتبہ یہ پڑھیں: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ﴾[2]

﴿3﴾...... 100 مرتبہ یہ درودِ پاک پڑھیں:

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾[3]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندے، نبی اور رسول حضرت سیّدنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیج جو کہ اُمّی نبی ہیں۔

---

[1] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضائل سبحان اللہ وبحمدہ، الحدیث: ۳۴۶۸، ص ۲۰۰۸ بدون وھو حی لا یموت بیدہ الخیر

کتاب الدعاء للطبرانی، باب القول فی ایام العشر، الحدیث: ۸۷۲، ص ۲۷۲ بدون وحی لا یموت

[2] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی ثواب التسبیح ......الخ، الحدیث: ۳۴۷۱، ص ۲۰۰۹ بدون تبارک اللہ

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۶۳۵۸، ص ۵۳۴ بدون "ونبیک، النبی الامی، مائۃ مرۃ

﴿4﴾……100 مرتبہ یہ اِسْتِغْفار پڑھیں:﴿ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ وَاَسْئَلُہُ التَّوْبَۃَ﴾[1]

ترجمہ: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بخشش چاہتا ہوں جو خود زندہ ہے، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اس سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔

﴿5﴾……100 مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں:﴿ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ﴾[2]

ترجمہ: عظمتوں والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔

﴿6﴾……100 مرتبہ یہ پڑھیں:﴿ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ﴾[3]

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ سچا روشن بادشاہ ہے۔

﴿7﴾……100 مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں:﴿ مَا شَآءَ اللّٰہُ، وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾[4]

چاہئے کہ مذکورہ تمام اوراد و کلمات کو روزانہ پڑھے، اگر اس مخصوص تعداد سے زائد کی توفیق ہو تو یہ فضل و کرم ہوگا، ورنہ اس قَدر تو ہر صورت پڑھے۔

صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی تسبیحات

کثیر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے متعلق مروی ہے کہ وہ ہر روز 12 ہزار مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعض تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ ان کا روزانہ کا ورد اور وظیفہ 30 ہزار تسبیحات ہوا کرتا تھا۔

مرنے سے پہلے جنت میں مقام دیکھنا

﴿8﴾……حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم ایک ابدال سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک رات سَمُنْدر کے کنارے عبادت کر رہے تھے، اچانک انہوں نے کسی کی آواز سُنی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح بیان کر رہا تھا مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔ تو فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ''کون ہے؟ مجھے صرف آواز آرہی ہے مگر کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔'' تو

---

[1] ……سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۵۱۷، ص ۱۳۳۵ بدون مائۃ مرۃ
عوارف المعارف، الباب الخمسون فی ذکر عمل جمیع النہار، ص ۲۳۴ بتغیر قلیل

[2] ……سنن ابی داود، کتاب الادب، باب مایقول اذا اصبح، الحدیث: ۵۰۹۱، ص ۱۵۹۶

[3] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۱۰ سالم الخواص، الحدیث: ۱۲۳۱۲، ج۸، ص ۳۰۹

[4] ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الشکر للہ عزوجل، الحدیث: ۱، ج۱، ص ۴۶۴ بدون مائۃ مرۃ

آواز آئی: ''میں اس سمندر پر مُتَعَیَّن ایک فرشتہ ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب سے مجھے پیدا کیا ہے میں یہی کلمات پڑھ رہا ہوں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس فرشتے سے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے؟'' تو اس نے بتایا: ''مُهَيْهَيَائِيْل'' میں نے اس سے پوچھا: ''ان کلمات کی فضیلت کیا ہے؟'' تو وہ بولا: ''جو انہیں 100 مرتبہ پڑھے گا جنّت میں اپنا مقام وٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہ مرے گا یا یہ کہ وہ اسے دکھا دیا جائے گا۔'' اور وہ کلمات یہ ہیں:

﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الدَّيَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ شَدِيْدِ الْاَرْكَانِ، سُبْحَانَ مَنْ يَّذْهَبُ بِاللَّيْلِ وَيَأْتِيْ بِالنَّهَارِ، سُبْحَانَ مَنْ لَّا يُشْغِلُهٗ شَانٌ عَنْ شَانٍ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمُسَبَّحِ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ [1]

ترجمہ: پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو بلند، بدلہ دینے والا ہے، پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو مضبوط ارکان والا ہے، پاک ہے وہ ذات جو رات کو لے جاتی ہے اور دن کو لاتی ہے، پاک ہے وہ ہستی جسے ایک کام دوسرے کام سے نہیں پھیرتا، پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جو مشفق، احسان فرمانے والا ہے، پاک ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کی تسبیح ہر جگہ بیان کی جاتی ہے۔

نوافل کی کثرت

﴿9﴾...... اگر کسی بندے کے مَعْمول میں نوافل ادا کرنا ہو تو بہت بہتر ہے۔ چند تابعینِ عِظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ وہ روزانہ 300 سے 400 تک نوافل ادا کیا کرتے اور کچھ تو ایسے تھے جو 600 سے لے کر 1000 تک نوافل پڑھا کرتے تھے۔ نوافل کی جو کم از کم تعداد مَنْقول ہے وہ بھی ایک سو (100) ہے۔

حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه مکّہ مکرّمہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا میں قیام پذیر تھے، آپ روزانہ رات اور دن میں 70،70 طواف کرتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب ہم نے مَسافت کا حساب لگایا تو یہ 10 فَرسَخ بنی اور ان طوافوں کے بعد ادا کردہ نوافل کی تعداد 280 تھی۔ [2]

تلاوتِ قرآنِ کریم

﴿10﴾...... حضرت سیِّدُنا کُرز بن وَبْرہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے متعلق مزید مروی ہے کہ وہ مکّہ میں قیام کے دوران

---

[1] ...... عوارف المعارف، الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النهار وتوزیع الاوقات، ص ۲۳۴

[2] ...... حلیة الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرة، الحدیث: ۷۲۵۴، ۷۲۵۵، ج ۵، ص ۹۴، ۹۵ کرز بن وبرة بدله محمد بن طارق مختصراً

طواف کے ساتھ ساتھ روزانہ دن اور رات میں دو مرتبہ قرآنِ کریم بھی ختم کیا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُنا ہشام بن عُروہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ محترم اپنے اوراد و وظائف ہمیشہ اسی طرح پڑھا کرتے جیسا کہ وہ قرآنِ کریم کی تلاوت ہمیشہ کیا کرتے تھے اور ایک قول میں ہے کہ وہ ہمیشہ دعائیں اسی طرح پڑھا کرتے جس طرح ہمیشہ تلاوتِ قرآنِ کریم کیا کرتے۔

﴿11﴾......100 مرتبہ پڑھی جانے والی تسبیحات سوتے ہوئے اور ہر فرض نماز کے بعد بھی پڑھنا چاہئے۔

چھ خصلتوں کا حصول

﴿12﴾......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (پ۲۴، الزمر: ۶۳) ﴾ کی تفسیر میں جو کچھ مروی ہے اسے بھی صبح و شام پڑھنا چاہئے کہ اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ہے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر مکّی مَدَنی سلطان صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کی تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے مجھ سے جس شے کے متعلق پوچھا ہے اس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا اور اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ وَالظَّاهِرَ وَالْبَاطِنَ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ﴾

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، عظمتوں والا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی کوئی قوّت اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، اسی کے قبضۂ اختیار میں خیر و بھلائی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

جو یہ کلمات صبح و شام 10 مرتبہ پڑھے اسے 6 فضیلتوں سے نوازا جاتا ہے: (۱)......اسے شیطان اور اس کے لشکریوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (۲)......اسے ایک قِنطار (ایک مخصوص مقدار) اجر دیا جاتا ہے (۳)......جنّت میں اس کا ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے (۴)...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا نکاح حورِ عین سے کر دیتا ہے (۵)......اس کے پاس

بارہ۱۲ فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور (۶)......اسے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔[1]

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ایک اور روایت بھی مروی ہے جس میں جنّتیوں کے خزانے کا تذکرہ ہے، اگر اس روایت کو بھی اس کے ساتھ ملا دیں تو دو۲ فضیلتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے چند مسائل دریافت کئے جن کے جواب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بتا دیئے، پھر امیرُ المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کا معنیٰ دریافت کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مُراد یہ کلمہ ہے: ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ اور جنَّت کا خزانہ یہ کلمہ ہے: ﴿سُبْحَانَ مَنْ فِي السَّمَآءِ عَرْشُهٗ. سُبْحَانَ مَنْ فِي السَّمَآءِ مَوْضِعُ اَثَرِهٖ. سُبْحَانَ مَنْ سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَهٗ. سُبْحَانَ مَنْ لَّا مَلْجَاَ وَلَا مَهْرَبَ اِلَّآ اِلَيْهِ﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش آسمان پر ہے، پاک ہے وہ جس کے جلوے آسمان میں ہیں، پاک ہے وہ جس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی، پاک ہے وہ جس کے سوا کوئی پناہ گاہ ہے نہ کوئی جائے فرار۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد فرمایا: اے عثمان! جو یہ کلمات صبح و شام 10 بار پڑھے اس کے لئے 6 اچھی باتیں لکھی جاتی ہیں: ❁......اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شیطان اور اس کے لشکریوں سے نجات دیتا ہے ❁......اگر وہ اس دن مر جائے تو شہید کی موت مرے گا ❁......جنّت میں اس کے لئے ایک محل بنا دیا جاتا ہے ❁......گویا اس نے تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ کریم کی تلاوت کی ❁......گویا اس نے حضرت اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد میں سے آٹھ۸ افراد (جنہیں غلام بنالیا گیا ہو) کو خرید کر آزاد کیا۔"[2]

ابدال کے برابر ثواب

﴿13﴾......ہر نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا نفل ذیل کی چھ آیات ضرور پڑھا کریں، ان کا ثواب بہت زیادہ ہے:

---

[1] ......کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ۱۸۲۹ مخلد ابو الهذیل، ج۴، ص ۱۳۷۵ بتغیر قلیل

[2] ......المرجع السابق مختصراً

﴿۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۸۰ تا ۱۸۲)

ترجمۂ کنز الایمان: پاکی ہے تمہارے ربّ کو عزّت والے ربّ کو ان کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

﴿۲﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱، الروم: ۱۷ تا ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے اور مردے کو نکالتا ہے زندہ سے اور زمین کو جلاتا (سرسبز وشاداب کرتا) ہے اس کے مرے پیچھے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔

﴿14﴾...... جو روزانہ 50 مرتبہ تمام مومن مَردوں اور عورتوں کے لئے مَغفِرت طلب کرے یعنی صبح و شام 25،25 مرتبہ اِسْتِغْفار پڑھے۔ اسے ابدالوں میں لکھ لیا جاتا ہے، کہ اس کی فضیلت حدیثِ پاک میں آئی ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں مروی الفاظ یہ ہیں: ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، حَیِّھِمْ وَمَیِّتِھِمْ، شَاھِدِھِمْ وَغَآئِبِھِمْ، قَرِیْبِھِمْ وَبَعِیْدِھِمْ، اِنَّكَ تَعْلَمُ مُنْقَلَبَھُمْ وَمَثْوَاھُمْ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بخش دے تمام مومن مَردوں اور عورتوں کو، تمام مسلمان مَردوں اور عورتوں کو، ان کے زندوں اور مُردوں کو، ان کے حاضر اور غائب افراد کو، ان کے قریبی اور دور کے عزیزوں کو، بے شک تو ان کے انجام اور ٹھکانے سے آگاہ ہے۔

﴿15﴾...... یہ اِسْتِغْفار ہر 10 بار پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت کی اصلاح فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت پر رحم فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت سے مصیبتیں دور فرما۔

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الدعاء، باب مایدعی به فی الصلاة علی الجنائز، الحدیث: ۱۱، ج۷، ص۱۲۶ مختصراً

منقول ہے کہ جو روزانہ یہ کلمات پڑھا کرے اس کے لئے ایک ابدال کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ [1]

شکرانۂ نعمت

﴿16﴾......جو صبح وشام یہ کلمات تین تین مرتبہ پڑھے اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنْتَ ھَدَیْتَنِیْ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِیْ وَاَنْتَ تَسْقِیْنِیْ وَاَنْتَ تُمِیْتُنِیْ وَاَنْتَ تُحْیِیْنِیْ وَاَنْتَ رَبِّیْ لَا رَبَّ لِیْ سِوَاكَ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ﴾ [2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے مجھے پیدا کیا اور تو نے ہی مجھے ہدایت دی، تو ہی مجھے کھلاتا ہے اور تو ہی مجھے پلاتا ہے، تو ہی مجھے مارے گا اور تو ہی زندہ کرے گا اور تو ہی میرا ربّ ہے تیرے سوا میرا کوئی ربّ نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود بھی نہیں، تو اکیلا ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

شیطان سے حفاظت کی دعا

﴿17﴾...﴿بِسْمِ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، كُلُّ نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، اَلْخَيْرُ كُلُّهُ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا يُصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [3]

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اسمِ مبارک سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بغیر نیکی کرنے کی قوت نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر نعمت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، ہر قسم کی خیر و بھلائی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی بھی برائی دور نہیں کرسکتا۔

جو کوئی ہمیشہ بیدار ہوتے اور سوتے وقت یہ کلمات پڑھتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جو کوئی یہ کلمات عَرفہ کے دن 100 مرتبہ سورج غُروب ہونے سے پہلے پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عرش سے ندا دیتا ہے: ''تو نے مجھے راضی کر دیا ہے اور میرے ذمۂ کرم پر تیری رضا ہے،

---

[1] ......ذیل تاریخ بغداد لابن النجار، الحدیث: ٤٩٨، ج١٨، ص٢٢٣ بتغیر
حلیۃ الاولیاء، الرقم ٤٣٨ معروف الکرخی، الحدیث: ١٢٧١٦، ج٨، ص٤١٠

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ١٠٢٨، ج١، ص٢٩١ بدون ''وانت ربی لا ربّ لی......الخ''

[3] ......کتاب الضعفاء للعقیلی، الرقم ٢٧٣ الحسن بن رزین بصری، ج١، ص٢٤٤

مجھ سے جو چاہے مانگ، میں تجھے عطا کروں گا۔'' [1]

صبح وشام کی دعا

﴿18﴾......روزانہ صبح وشام سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو کہ مجھے اللہ کافی ہے، اسکے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

اذان کے بعد کی ایک دعا

﴿19﴾......سات مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جنّت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں اور جب بھی اذان سنیں تو ویسا ہی کہیں جیسا مؤذّن کہتا ہے، پھر اذان کے بعد یہ دعا پڑھیں:

﴿رَضِیْتُ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا اَللّٰھُمَّ بِھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالْکَلِمَۃِ الصَّادِقَۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَآئِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ، وَاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ﴾ [2]

ترجمہ: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوں، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اس مکمل دعوت اور سچے کلمے اور کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے حضرت سیّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج اور انہیں وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر فائز فرما کہ جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

اگر فجر کی اذان ہو تو یہ الفاظ بھی کہیں: ﴿اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِدْبَارُ لَیْلِکَ وَاِقْبَالُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ وَحُضُوْرُ صَلَاتِکَ وَشُھُوْدُ مَلٰٓئِکَتِکَ. صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ﴾ [3]

---

[1] ......المتفق والمفترق للخطیب، الحدیث: ۷۷، ج ۱، ص ۱۵۸ ...... الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۴۶۲ الحسن بن رزین، ج ۳، ص ۱۷۵

[2] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل......الخ، الحدیث: ۱۸۵، ص ۲۹۷ مختصراً

[3] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایقول عند اذان المغرب، الحدیث: ۵۳۰، ص ۱۲۶۳ مختصراً

جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف القاف، الحدیث: ۱۵۴۰۵، ج ۵، ص ۳۲۴ بدون شھود ملائکتک

ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! یہ وقت تیری رات کے جانے اور دن کے آنے کا ہے اور تیری دعوت دینے والوں کی آوازوں، نماز اور فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے، پس اے میرے ربّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود بھیج۔

اور مغرب کے بعد ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِدْبَارُ لَيْلِكَ وَاِقْبَالُ نَهَارِكَ﴾ کے بجائے یہ کہیں: ﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ﴾ اس کے بعد جو چاہیں دعا مانگیں اور اذان و اقامت کے درمیانی لمحات کو غنیمت جانیں کہ دعا کا بہتر وقت یہی ہے۔

ابدالوں کی دعا

﴿20﴾...... بندے کو چاہئے کہ ذیل کے کلمات ہر وقت پڑھا کرے کہ یہ ابدالوں کی دعا ہے جو وہ ہمیشہ کرتے ہیں:

﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَلْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ، يَا سَلَامُ! سَلِّمْ، يَارَبِّ! يَارَبِّ! يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ! اِفْتَحْ بِخَيْرٍ وَّاخْتِمْ بِخَيْرٍ، فَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، سُبْحَانَ رَبِّنَآ اَنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا، يَارَبِّ! يَارَبِّ! يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَا عَزِيْزُ! يَا عَزِيْزُ! يَا قَرِيْبُ! يَا قَرِيْبُ! يَا حَلِيْمُ! يَا سَتَّارُ! سُبْحَانَ رَبِّنَآ اَنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا، يَآ اَللّٰهُ! يَآ اَللّٰهُ! يَا عَزِيْزُ! يَا عَزِيْزُ! يَا قَرِيْبُ! يَا قَرِيْبُ! يَا كَرِيْمُ! يَا غَفَّارُ! يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ! اِغْفِرْ لِيْ، عَافِنَا، وَاعْفُ عَنَّا، نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ، يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ!﴾

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جو چاہے، کوئی قوت نہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا، وہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے، اے سلام! سلامتی عطا فرما، اے میرے ربّ! اے میرے ربّ! اے عظمت و بزرگی والے! خیر و بھلائی کے ساتھ آغاز فرما اور خیر و بھلائی کے ساتھ ہی اختتام فرما، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اوروں کو قائم رکھنے والا ہے، پاک ہے ہمارا ربّ، ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اے میرے ربّ! اے میرے ربّ! اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے غالب! اے غالب! اے قریب! اے قریب! اے بردبار! اے پردہ پوشی فرمانے والے! پاک ہے ہمارا ربّ، ہمارے ربّ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے غالب! اے غالب! اے قریب! اے قریب! اے کریم! اے غفار! اے وسیع مغفرت والے! میری بخشش فرما دے، ہمیں عافیت دے اور ہمیں معاف فرما دے، ہم تجھ سے معافی و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس۔

مذکورہ جتنی دعائیں یا اذکار ہم نے ذکر کئے ہیں وہ سب شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مَروی ہیں۔ ہم نے ان اذکار کے تذکرے میں تفصیل کے بجائے اِخْتِصار سے کام لیا ہے کیونکہ ہمارا مقصود اعمال کے فضائل کا تذکرہ کرنا نہیں بلکہ ان اوراد کی تشریح کرنا ہے۔

(۱)......مسواک کرنا

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے اچھے اخلاق میں سے ہے کہ وہ رات یا دن کے وقت جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے۔ اس کی فضیلت احادیثِ مبارکہ میں بھی مروی ہے۔ چنانچہ،

مسواک کی فضیلت کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(1)......مسواک سے اپنے منہ صاف کرلیا کرو کہ یہ قرآنِ کریم (کی تلاوت) کے راستے ہیں۔ [1]

(2)......مسواک منہ کی طہارت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا باعث ہے۔ [2]

(3)......مسواک کرکے نماز پڑھنا بغیر مسواک کے نماز پڑھنے سے 70 گنا افضل ہے۔ [3]

مسواک کے اوقات

چار اوقات میں مسواک کرنے کی تاکید مروی ہے: (۱) روزہ دار کے لئے زوالِ آفتاب سے پہلے (۲) جمعہ کے دن غُسل کے ساتھ (۳) رات کے قیام سے پہلے (۴) صبح نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

(۲)......صدقہ کرنا

بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن اس بات کو مُسْتَحَب سمجھتے کہ روزانہ دن اور رات کے وقت کوئی چیز صدقہ کی جائے، خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو جیسے ایک لقمہ یا کوئی پھل۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض پیاز اور دھاگہ تک صدقہ کر دیا

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القران، فصل فی لبس الحسن، الحدیث: ۲۱۱۹، ج۲، ص۳۸۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب السواک الرطب، ص ۱۵۱

[3] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الطہارات، الحدیث: ۲۷۷۳، ج۳، ص۲۶

کرتے تھے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مُحْسِنِ کائنات، فَخْرِ موجُودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ رحمت نشان ہے: ''قیامت کے دن ہر بندہ اپنے صدقہ کے سائے تلے ہوگا۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس صَدقہ کو قبول فرماتا ہے جو اگرچہ قلیل ہو مگر مستقل و دائمی ہو اور وہ ایسے صَدقے کو اس صَدقہ سے زیادہ پسند فرماتا ہے جو کثیر تو ہو مگر دائمی و مستقل نہ ہو۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمان میں اس شخص کی کیسے مَذمَّت فرمائی ہے جو پہلے تو کچھ دیتا ہے لیکن پھر چھوڑ دیتا ہے:

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ (پ۲۷، النجم: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ تھوڑا اسا دیا اور روک رکھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنّت کے پھلوں کی تعریف اس حسن وخوبی سے بیان فرمائی کہ دنیا کے پھلوں کا عیب دار ہونا خود بخود ثابت ہوگیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ (پ۲۷، الواقعہ: ۳۲، ۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت سے میووں میں۔ جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے جائیں۔

یعنی اس دائمی نعمت کے حُصول میں رغبت رکھتے ہوئے دنیا کے پھلوں سے دور رہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والے ہیں اور ان سے انہیں بعض اوقات روک بھی دیا جاتا ہے۔

﴿۳﴾......سائل کو عطا کرنا

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ وہ سائل کو بغیر کچھ دیئے واپس نہ لوٹاتے خواہ دی جانے والی چیز قلیل ہی کیوں نہ ہوتی۔

سائل کو کچھ دینے کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾......آگ سے بچو! خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے بدلے۔[2]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۹ عبداللہ بن مبارک، الحدیث: ۱۱۸۵۶، ج۸، ص۱۹۳

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار......الخ، الحدیث: ۱۴۱۷، ص۱۱۱

﴾2﴿......سائل کا حق ہے اگر چہ وہ ایسے گھوڑے پر آئے جس کی لگام چاندی کی ہو۔ [1]

﴾3﴿......سائل کو واپس نہ لوٹاؤ اگر چہ جلا ہوا بکری کا کُھر ہی دو۔ [2]

اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک مرتبہ ایک سائل کو انگور کا ایک دانہ دیا، راوی فرماتے ہیں ہم ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیوں تعجب ہو رہا ہے؟ اس میں بہت سے ذرّات ہیں۔''

﴾۴﴿......کسی کے کچھ مانگنے پر ''نہیں'' نہ کہنا

سلف صالحین کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ ان سے کچھ بھی مانگا جاتا یا کسی اَمرِ مُباح کی خواہش کی جاتی تو وہ جواب میں ''نہیں'' نہ کہتے۔ کیونکہ انہیں خلافِ سُنَّت کام کرنا ناپسند تھا اور وہ سنت پر عمل کرنا ہی پسند کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ کریمانہ میں سے ایک خُلْق یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب بھی کوئی شے مانگی جاتی تو جواب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ''لا'' (یعنی نہیں) نہ کہتے۔ [3] بلکہ اگر وہ شے پاس نہ ہوتی تو خاموش رہتے۔

﴾۵﴿......باہمی اتفاق کا ہونا

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر معاملے پر مُتَّفِق ہو جاتے اور کوئی بھی کسی کو حقیر نہ جانتا بلکہ ہر ایک اپنے بھائی کو خود پر تَرجیح دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ (۲۵، شوریٰ: ۳۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

یعنی ان کے اُمور و مُعاملات آپس میں مُشتَرَک اور غیر مُنقسِم ہیں اور وہ سب ان میں مُساوی ہیں۔

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزکاة، باب ماجاء فی الحث علی الصدقة، الحدیث: ۲۲، ۲۳، ج۳، ص۷

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابن نجاد، الحدیث: ۱۶۶۴۸، ج۵، ص ۵۹۲ ''لا ترد'' بدله ''ردوا''

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه صلی الله علیه وسلم، الحدیث: ۲۰۱۸، ص ۱۰۸۶

﴿۶﴾……دن کے چار اعمال کی بجا آوری

سالِک (یعنی قُربِ خداوندی چاہنے والے) کے لئے مُسْتَحَب یہ ہے کہ وہ روزانہ یہ چارؔ اعمال بھی سرانجام دیا کرے:

(۱) روزہ رکھے (۲) صَدَقہ کرے (۳) مریض کی عیادت کرے اور (۴) جنازے میں شریک ہو۔

سالکینِ راہِ طریقت ان کاموں کی بجا آوری میں جلدی کیا کرتے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''جس نے یہ چاروں کام ایک دن میں جمع کئے اسے بخش دیا جائے گا۔'' [1] ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [2]

اگر کوئی ان اُمور میں سے تینؔ یا دوؔ پر عمل کرے اور باقی پر عمل نہ کرسکے تو امید ہے کہ اچھی نیّت کی بنا پر اسے سب پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔

﴿۷﴾……نمازِ باجماعت

مُرید کے لئے لازم ہے کہ وہ نمازِ باجماعت کبھی بھی ترک نہ کرے خاص طور پر اس وقت جب وہ اذان کی آواز سنتا ہو یا پھر مسجد کے قریب ہو۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ قریب ترین مسجد میں نماز ادا کرے، ہاں اگر دور کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے مقصود یہ ہو کہ زیادہ قدم چلنے پر ثواب ملے گا تو کوئی حرج نہیں، یا دور کی مسجد کے امام کی فضیلت کی وجہ سے جائے تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ ایک عالِم امام کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے۔ یا اگر مقصود **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی گھر کو آباد کرنا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہو۔

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جس نے پانچوں نمازیں باجماعت پڑھیں تو اس نے دوؔ زمینیں اور دوؔ سمندر عبادت سے بھر دیئے۔ [3] اور نمازی کو چاہئے کہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی وُضو کرلیا کرے کیونکہ اس میں نماز کی مُحافظت اور ایک اچھا طرزِ عمل ہے۔

---

[1] ……صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابوبکر الصدیق، الحدیث: ۲۱۸۲، ص۱۰۹۸ مفھوماً

[2] ……المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۳۰۰، ج۱۱، ص۱۱۶ بدون صدقۃ

[3] ……تفسیر روح البیان، پ۲۹، القلم، تحت الآیۃ ۴۳، ج۱۰، ص۱۲۴ بتغیر قلیل

حضرت سیِّدُ نا ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھاتے ہوئے ارشادفرمایا: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تین۳ اُمور پسندیدہ ہیں: (۱) صَدَقہ کا حکم دینا (۲) نمازِ باجماعت کی خاطر پیدل چلنا اور (۳) لوگوں میں صلح کرنا۔

﴿۸﴾......گھر سے نکلنے اور داخل ہونے کا طریقہ

مُسْتَحَب یہ ہے کہ جب بھی مسجد یا گھر میں داخل ہو تو دو۲ رکعت نَفْل ادا کیا کرے کیونکہ سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کا یہی طریقہ ہے۔ اسی طرح جب بھی باہر نکلے تب بھی دو رکعت نماز ادا کر کے نکلے کیونکہ مروی ہے کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن دو۲ رکعت ادا کئے بغیر گھر سے باہر نہ نکلا کرتے تھے اور وہ باوضو رہتے۔ پس یہ بھی مستحب ہے کہ جب بھی وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر لے اور جب وضو کرے تو تَحِیَّۃُ الْوُضو بھی پڑھا کرے کہ یہ نیک لوگوں کا عمل ہے۔ اگر اس حالت میں اسے موت آ گئی تو شہادت کی موت مرے گا اور جب گھر سے باہر نکلے تو یہ دعا پڑھے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ حَسْبِیَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ خَرَجْتُ وَاَنْتَ اَخْرَجْتَنِیْ، اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِیْ وَسَلِّمْ مِنِّیْ فِیْ دِيْنِیْ كَمَآ اَخْرَجْتَنِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَیَّ، عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَتَبَارَكَ اَسْمَآؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ [1]

ترجمہ: **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام سے، جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے، مجھے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے، میں نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسا کیا، کوئی قُوَّت نہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری جانب ہی نکلا ہوں اور تو نے ہی مجھے باہر نکالا ہے، اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے محفوظ رکھ اور میرے دین کی بھی حفاظت فرما جیسا کہ تو نے مجھے باہر نکالا ہے۔ اے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس بات سے کہ میں پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں، ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، جہالت کا مظاہرہ کروں یا مجھ سے جاہلانہ برتاؤ ہو، تیری پناہ غالب ہے اور تیری حمد وثنا شاندار ہے اور تیرے اسمائے حُسنیٰ برکت والے ہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور پھر اس کے بعد الحمد شریف، سورۂ فَلَق اور سورۂ ناس بھی ایک ایک مرتبہ پڑھنی چاہئے۔

نمازِ چاشت

﴿21﴾......نمازِ چاشت کی چار۴ رکعتیں بھی روزانہ بِلا ناغہ ادا کرے اور ہو سکے تو آٹھ۸ سے بارہ۱۲ رکعت پڑھے اور ان

---

[1] ......وفاء الوفاء للسمهودی، الباب الثامن، الفصل الرابع فی اداب الزیارة والمجاورة، ج ۲، ص ۱۳۸۹ بدون ما شآء الله حسبی الله

سے زائد نہ پڑھے۔ اگر ہشّاش بشّاش ہو تو طویل قراءت کرے ورنہ چھوٹی سورتیں پڑھ لے۔ نمازِ چاشت میں سورۂ وَالشَّمْسِ، وَالضُّحٰی اور سورۂ بقرہ اور سورۂ حشر کی آخری آیات پڑھے۔ اس کے بعد چاشت کے ورد اور وظیفے کے علاوہ جتنے چاہے نوافل پڑھے لیکن انہیں ہمیشہ ادا کیا کرے۔ چنانچہ،

اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چاشت کے وقت چار رکعتیں ادا فرماتے اور پھر اس سے زائد جتنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ادا فرماتے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ مغفرت نشان ہے کہ ''اے ابنِ آدم! دن کے ابتدائی حصے میں تو میری خاطر چار رکعت ادا کرے گا تو میں دن کے آخری حصے میں تجھے کافی ہوں گا۔''[2]

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ ہانی بنت ابی طالب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ نبیٔ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چاشت کی آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔[3]

ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر صَدَقہ لازم ہوتا ہے، جبکہ اس کے جسم میں 360 جوڑ ہیں، پس ﷽...... اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف اور نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر صَدَقہ ہے ﷽...... کمزور کا بوجھ ہلکا کرنا بھی صَدَقہ ہے ﷽...... کسی کو راستہ بتانا اور راستے میں پڑی ہوئی تکلیف دہ شے ہٹانا بھی صَدَقہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تسبیح و تہلیل کا بھی تذکرہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ نمازِ چاشت کی دو رکعتیں ان سب اعمال پر حاوی ہیں یا ارشاد فرمایا کہ یہ دو رکعتیں ان تمام کاموں کی جامع ہیں۔[4]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، الحدیث: ۱۶۶۵، ص ۴۹۰

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث نعیم بن ھماء، الحدیث: ۲۲۵۳۶، ج ۸، ص ۳۴۳

[3] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب کم یصلی من رکعۃ، الحدیث: ۴، ج ۲، ص ۳۰۰

[4] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحی، الحدیث: ۱۶۷۱، ص ۴۹۱

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب اماطۃ الاذی عن الطریق، الحدیث: ۵۲۴۲، ص ۱۶۰۶

شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، التحریض علی الصدقۃ، الحدیث: ۳۳۲۸، ج ۳، ص ۲۰۴

صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، ذکر کتبۃ اللہ جل وعلا......الخ، الحدیث: ۲۹۹، ج ۱، ص ۵۳۴

وقتِ سحر مسجد جانے کی فضیلت

مُتقدِّمین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے پہلے مسجد تشریف لاتے اور نمازِ فجر تک وہیں بیٹھے رہتے اور ایسا کرنا افضل سمجھتے۔ چنانچہ ایک تابعی کا قول ہے کہ میں صبحِ صادق کے طُلوع ہونے سے پہلے مسجد گیا تو میں نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کو پایا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے تشریف لا چکے ہیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''اے میرے بھتیجے! اس وقت تجھے کس شے نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا؟'' میں نے عرض کی: ''صبح کی نماز نے۔'' تو آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ ہم اس وقت گھروں سے نکل کر مسجد میں آکر بیٹھنے اور پھر نمازِ فجر کا انتظار کرنے کو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا سمجھتے یا ارشاد فرمایا کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ساتھ مل کر جہاد کرنا شمار کرتے تھے۔''[1]

قبولیتِ دعا کے اوقات

دُعا کی قبولیت کے افضل اوقات چار ہیں: (۱) سحر کے وقت (۲) طُلوعِ آفتاب کے وقت (۳) غُروبِ آفتاب کے وقت اور (۴) اذان و اقامت کے درمیان۔ رات دن میں سب سے بہتر اور افضل اوقات فرض نمازوں کی ادائیگی کے اوقات ہیں۔

اسمائے حسنیٰ سے دعا کرنا

جب کوئی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرے تو اس کے اَسمائے حُسنیٰ کے مَعانی کے وسیلہ سے کرے کہ یہ اس کی صفات ہیں اور وہ اس طرح دعا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور اس نے ان اسمائے حُسنیٰ کو ظاہر بھی اسی لئے فرمایا تاکہ دعا مانگنے والا ان کے وسیلہ سے دعا مانگا کرے۔ مثلاً اس طرح دعا مانگی جائے: ﴿ یَا جَبَّارُ! اُجْبُرْ قَلْبِیْ، یَا غَفَّارُ! اِغْفِرْ ذَنْبِیْ، یَا رَحْمٰنُ! اَصْلِحْنِیْ، یَا رَحِیْمُ! اِرْحَمْنِیْ، یَا تَوَّابُ! تُبْ عَلَیَّ، یَا سَلَامُ! سَلِّمْنِیْ ﴾

ترجمہ: اے جبار! میرے دل کی کمی پوری کر دے، اے غفار! میرے گناہ بخش دے، اے رحمٰن! میری اصلاح فرما دے، اے رحیم! مجھ پر رحم فرما، اے توبہ قبول فرمانے والے! میری توبہ قبول فرما، اے سلام! مجھے سلامتی عطا فرما۔

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الاوراد و تفصیل احیاء اللیل، ج ۱، ص ۴۳۹

مُسْتَحَب یہ ہے کہ بندہ روزانہ ایک بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے 99 اَسمائے حُسنٰی کے وسیلہ سے دعا کیا کرے کیونکہ شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ جو انہیں شمار کرے گا جنّت میں داخل ہوگا۔ [1]

اسمائے حسنیٰ یاد کرنے کا طریقہ

اَسمائے حُسنٰی قرآنِ کریم میں مُتفرِّق مقامات پر مذکور ہیں۔ پس جو یقین رکھتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ان کے وسیلہ سے دعا کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے پورا قرآنِ کریم ختم کیا۔ چونکہ اَسمائے حُسنٰی قرآنِ کریم میں بغیر ترتیب کے مذکور ہیں لہٰذا اگر (کسی کے لئے) انہیں زبانی یاد کرنا مشکل ہو تو حُروفِ تہجّی کے اعتبار سے انہیں شمار کر لے اور ہر حرف سے شروع ہونے والے اَسمائے حُسنٰی یاد کر لے مثلاً پہلے "الف" سے شروع کرے اور دیکھے کہ اس حرف سے کون سے اسمائے حسنیٰ آتے ہیں مثلاً اَللّٰہُ، اَوَّلُ، اٰخِرُ وغیرہ۔ اسی طرح "ب" اور پھر "ت" سے جیسا کہ بَارِئُ، بَاطِنُ اور تَوَّاب۔ البتہ! بعض حُروف سے اَسمائے حُسنٰی کا پایا جانا مشکل ہو گا لہٰذا جن حُروف سے ممکن ہو ان سے اَسمائے ظاہِرہ نکال کر انہیں شمار کر لے اور جب وہ 99 ہو جائیں تو یہی کافی ہے کیونکہ ایک حرف سے کم و بیش دس اَسمائے حُسنٰی مل جائیں تو بھی حرج نہیں۔ اگر کسی حرف سے کوئی اسم نہ ملے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ تعداد پوری ہو گئی ہو تو حدیثِ پاک میں مروی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

صلاۃُ التَّسْبِیْح

(22)...... بندے کو چاہئے کہ ہفتہ میں دو بار صَلَاۃُ التَّسْبِیْح پڑھا کرے ایک مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ رات میں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ چار رکعت نماز میں 300 مرتبہ تسبیح پڑھی جائے۔ سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن یہ نماز پڑھا کرتے اور اس کی برکتیں خوب جانتے تھے اور اس کی فضیلت کا بھی تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے صَلَاۃُ التَّسْبِیْح کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ ❁ ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ 15 مرتبہ پڑھیں ❁ پھر ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہ، بِسْمِ اللّٰہ﴾، سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنے کے بعد ❁ 10 مرتبہ مذکورہ تسبیح ❁ اس کے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط، الحدیث: ۲۷۳٦، ص ۲۱۹

بعد رکوع اور (رُکوع کی تسبیحات کے بعد) پھر ۞ 10 بار مذکورہ تسبیح پڑھیں ۞ پھر رُکوع سے سر اٹھانے کے بعد سجدہ میں جانے سے پہلے 10 مرتبہ ۞ پھر سجدہ میں (تسبیحاتِ سجدہ کے بعد) 10 مرتبہ پڑھیں ۞ سجدہ سے سر اٹھائیں تو 10 مرتبہ ۞ اور پھر دوسرے سجدہ میں بھی (تسبیحات کے بعد) 10 مرتبہ پڑھیں اور مزید ارشاد فرمایا کہ اس طرح تسبیحات کی کل تعداد 75 ہو جائے گی، چار رکعت اسی ترتیب سے پڑھیں، اگر رات کے وقت پڑھیں تو دو رکعت پر سلام پھیر دیں اور اگر دن کے وقت پڑھیں تو ایک ہی سلام سے چاروں رکعت پڑھیں لیکن اگر چاہیں تو دن کے وقت بھی دو دو رکعت کر کے پڑھ سکتے ہیں۔[1] جب رُکوع میں تسبیح کی تعداد شمار کرنا ہو تو گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں سے شمار کریں اور سجدہ میں زمین پر رکھی ہوئی انگلیوں کی مدد سے شمار کریں۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن جابر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے نمازِ تسبیح کے متعلق پوچھا کہ جب میں دونوں سجدوں کے بعد قیام کی خاطر زمین سے سر اٹھاتا ہوں تو کیا کھڑے ہونے سے پہلے تسبیح پڑھوں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں! یہ قعدہ نماز کی سنّت نہیں ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن ابی رِزْمَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا: ''کیا تین تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم﴾ اور ﴿سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی﴾ بھی پڑھوں؟'' تو انہوں نے فرمایا کہ ''ہاں پڑھا کرو۔'' میں نے دوبارہ عرض کی: ''اگر مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہو جائے تو کیا سجدۂ سہو میں بھی 10 بار تسبیح پڑھوں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''نہیں، کیونکہ یہ تسبیحات صرف 300 مرتبہ ہی ہیں[2] اور میں سورۂ فاتحہ کے بعد صَلَاۃُ التَّسْبِیح میں 20 سے زائد آیات پڑھنا پسند کرتا ہوں۔''

۞......۞......۞

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح، الحدیث: ۴۸۱، ص ۱۶۹۱

[2] ......المرجع السابق

فصل 16

تلاوت اور آدابِ تلاوت کا بیان

ختمِ قرآنِ کریم کی مدت

مُرید کے لئے مُستحب یہ ہے کہ ہر ہفتے میں ۲ دو قرآنِ کریم ختم کیا کرے، ایک ختم دن کے وقت اور ایک رات کے وقت۔ دن کا ختم پیر کے روز نمازِ فجر کی ۲ دو رَکعتوں میں یا ان کے بعد کرے اور رات کا ختم شبِ جمعہ مغرب یا اس کے بعد کرے تاکہ اس کا قرآنِ کریم ختم کرنا دن یا رات کے ابتدائی حصّے میں ہو کیونکہ اگر وہ رات کے وقت قرآن کریم ختم کرے گا تو فرشتے اس کے لئے صبح تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر دن کے وقت کرے گا تو رات تک اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ پس یہ ۲ دو ایسے وقت ہیں جو مکمّل طور پر رات اور دن کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ،

تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اس شخص نے قرآنِ کریم سمجھا ہی نہیں جس نے تین ۳ دنوں سے کم میں ختم کیا۔'' [1]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا **عبدُ اللّٰہ** بِن عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو حکم دیا کہ وہ سات دنوں میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کریں۔ [2] صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت اسی طرح ہر جمعہ میں ایک قرآنِ کریم ختم کیا کرتی تھی۔

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عثمان بِن عفّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ شبِ جمعہ قرآنِ کریم کا آغاز فرماتے اور سورۂ بَقَرہ سے لے کر سورۂ مائدہ تک پڑھتے، شبِ ہفتہ سورۂ اَنْعام سے لے کر سورۂ ھود تک تلاوت فرماتے، شبِ اتوار سورۂ یوسُف سے لے کر سورۂ مریم تک قراءت کرتے، شبِ پیر سورۂ طٰہٰ سے لے کر سورۂ طٰسٓمٓ. موسٰی و فرعون تک تلاوت فرماتے، شبِ منگل سورۂ عنکبوت سے لے کر سورۂ صٓ تک اور شبِ بدھ سورۂ تَنْزِیل سے لے کر سورۂ رحمٰن تک، پھر شبِ جمعرات آخر تک پڑھ کر قرآنِ کریم ختم کیا کرتے۔ [3]

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب القراءات، باب فی کم اقرا القران؟، الحدیث: ۲۹۴۹، ص۱۹۴۸

[2] ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القران، باب فی کم یقرا القران، الحدیث: ۵۰۵۴، ص۴۳۷

[3] ......فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل، من فضائل عثمان، الحدیث: ۸۵۰، ج۱، ص۵۱۷ ......المستطرف، الباب الثالث، ج۱، ص۳۳

حضرت سیِّدُ نا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُ نا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اسی طرح سات دنوں میں ایک ختمِ قرآن کیا کرتے تھے۔ حضرت سیِّدُ نا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مَروی ہے کہ وہ بھی سات دنوں میں قرآنِ کریم ختم کیا کرتے اور ہر رات میں قرآنِ کریم کا ساتواں حصّہ تلاوت فرماتے۔ [1]

ایک جماعت کا روزانہ ختمِ قرآن کرنا بھی مَروی ہے لیکن ایک گروہ نے تین۳ سے کم دنوں میں ختمِ قرآن کو مکروہ کہا ہے اور مُعْتَدِل راستہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ ہر تین دن میں خَتْمِ قرآن کیا جائے۔

قرآنِ کریم کی منزلیں اور صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

اگر قرآنِ کریم کی ایک منزل روزانہ پڑھی جائے تو یہ بہت بہتر ہے اور یہ سنّت بھی ہے۔ نیز یہ دل کے مُوافق، ترتیب کے لئے زیادہ بہتر اور فہم واِدْراک کے زیادہ قریب ہے اور اگر چاہے تو ہر رکعت میں قرآنِ کریم کا تیرھواں یا چھبیسواں حصّہ پڑھے۔ اس طرح قرآنِ کریم کے 30 پاروں میں سے ایک پارہ ہر ایک یا دو رَکعتوں میں ہو جائے گا۔

قرآنِ کریم پر نقطوں اور رموزِ اوقاف کی ابتدا

مَنْقول ہے کہ حَجّاج بن یوسف نے بَصْرہ و کوفہ کے قاریوں کو جمع کر کے قرآنِ کریم پر نقطوں اور رموزِ اَوقاف لگانے کا حکم دیا تھا، ان قاریوں میں حضرت سیِّدُ نا عاصم جَحْدَری، حضرت سیِّدُ نا مَطَر وَرّاق اور حضرت سیِّدُ نا شہاب بن شریفہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی شامل تھے۔

حضرت سیِّدُ نا یحییٰ بن ابی کثیر عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْکَبِیْر سے مَنْقول ہے کہ قرآنِ کریم مَصاحِف میں (نقطوں اور رموزِ اوقاف وغیرہ سے) خالی تھا، پس سب سے پہلے "ب" اور "ت" پر نقطے لگائے گئے تو عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں، یہ تو قرآنِ کریم کا نور ہے۔ پھر آیاتِ مبارکہ کے ختم ہونے کے مقام پر علامات لگائی گئیں تو انھوں نے کہا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے آیات کی ابتدا کی پہچان ہوتی ہے۔ پھر آغاز و اختتام کی علامات کا اضافہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ان کی پہچان کی علامت ہیں۔ [2]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع، باب فی القران کم یختم، الحدیث: ۱۳، ج ۲، ص ۳۸۵ مفہوماً

[2] ......تفسیر القرطبی، باب ماجاء فی سور ترتیب القران، فصل فی وضع الاعشار، ج ۱، ص ۲۲

"فہمِ قرآنِ کریم" کے 11 حروف کی نسبت سے
قرآنِ کریم کے فہم وادراک سے دور کرنے والی 11 باتیں

جس شخص میں ذیل کی باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے اسے قرآنِ کریم کا وہ فہم واِدْراک حاصل نہیں ہوسکتا جو اس کی قُوَّتِ مُشاہدہ سے حجاب دور کردے اور ملکوت میں اس کی قَدْر ومَنْزِلَت ظاہر کردے اور وہ باتیں یہ ہیں:

(۱)...... ادنیٰ درجے کی بِدعت (۲)...... گناہوں پر اصرار (۳)...... دل کا تکبُّر اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہونا (۴)...... دنیا کی مَحبَّت (۵)...... ایمان کی ناپائیداری (۶)...... یقین کی کمزوری (۷)...... اپنے علم کو کافی جاننا (۸)...... ظاہر معنٰی کی پیروی کرنا (۹)...... ظاہری عمل پر ڈٹ جانے والے مُفَسِّر کی تفسیر دیکھنا (۱۰)...... محض عقل کا استعمال اور (۱۱)...... قرآنِ کریم کے باطنی مَعانی اور حُروفِ مُقَطَّعات کے راز کے بارے میں اہلِ عرب اور اہلِ زبان کے مذاہب کے ذریعے فیصلہ کرنا۔

یہ سب ایسے لوگ ہیں جن کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، ان کے وہ عُلوم مَردود ہیں جن میں یہ مَشْغول ہیں، ان کی عقلوں میں جو سما چکا ہے اسے ہی کافی جانتے ہیں اور اپنے علم وعقل کے سبب مزید خرابیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے والوں کے نزدیک ایسے لوگ علم وعقل کے شرک میں مبتلا ہیں۔ پس یہ اس پوشیدہ شرک ہی کی ایک صورت ہے جو انتہائی آہستگی سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ تاریک رات میں کسی ٹیلے پر چیونٹی چڑھتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا محمد بن علی بن سنانہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی علمی وعقلی بات غیر کامل عقل کا نتیجہ ہے کیونکہ عقلِ کامل وہ ہوتی ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہو اور اس کے حکم وکلام کا فہم وادراک رکھتی ہو اور اس کے ذریعے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو سمجھا جاسکتا ہو۔ چنانچہ،

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے حاصل ہونے والی عقل یہ ہے کہ اس کے اَمر ونَہی معلوم ہوجائیں۔'' [1]

---

[1] ...... تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۲۴۴ زرافۃ، ج۱۸، ص ۴۵۰

ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کے منافقین کی بہت بڑی تعداد قاری ہوگی۔'' (1)

اس نِفاق سے غیرُاللہ کی معیّت کو کافی جاننا اور اس کی جانب دیکھنا مُراد ہے اور اس سے شرک اور قدرتِ باری تعالیٰ کا منکر ہونے والا نفاق مراد نہیں۔ ایسا بندہ عقیدۂ توحید سے الگ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ مزید مقام ومرتبہ کے حُصول کی جانب بڑھتا ہے۔ لہٰذا جب بندے کی کیفیّت یہ ہو کہ ❁ وہ کانوں کو بارگاہِ ربوبیت میں لگانے والا ❁ اس کے کلام کے راز کو غور سے سننے والا ❁ صفات کے مَعانی میں غور کرنے کے لئے دل سے حاضر ❁ اس کی قدرت پر نگاہ جمانے والا ❁ عقلی قِیاسات اور علمی مَباحِث کو ترک کرنے والا ❁ اپنی قوت وطاقت سے بَراءَت کا اظہار کرنے والا ❁ کلام کرنے والے کی عظمتِ شان کو پیشِ نظر رکھنے والا ❁ اس کی بارگاہ میں ہر وقت حاضر رہنے والا اور ❁ حالِ مُستَقیم، قلبِ سلیم، پاکیزہ یقین اور علم کی قوت کے ساتھ فہم واِدْراک کی حاجت رکھنے والا ہو تو یقیناً کلام سنے گا اور غیب کا مُشاہَدہ بھی کرے گا۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کے آداب

﴿1﴾ ......ترتیل سے پڑھنا

سب سے بہتر قراءت قرآنِ کریم کو تَرتیل سے (یعنی ٹھہر ٹھہر کر) پڑھنا ہے کیونکہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا حکمِ باری تعالیٰ پر عمل کرنا ہے اور یہ مستحب بھی ہے، نیز اس میں تَدَبُّر وتَفَکُّر کا بھی موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ،

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ اُس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور اس قِراءَت میں بھی کوئی خیر نہیں جس میں تَدَبُّر نہ ہو۔ (2)

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرا ترتیل سے اور غور وفکر کرتے ہوئے سورۂ بقرہ اور آلِ عمران پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں پورا قرآنِ کریم ھَذْر سے (یعنی معانی پر غور کیے بغیر

---

(1) ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۶۴۴، ج ۲، ص ۵۸۷

(2) ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴ علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۳۸، ج ۱، ص ۱۱۸

جلدی جلدی) پڑھوں۔[1] اور ایک قول میں ہے کہ مجھے سورۂ بَقَرہ اور آلِ عمران ھَذْر سے پڑھنے کے بجائے سوچ سمجھ کر اِذَا زُلْزِلَت اور اَلْقَارِعَة پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔

حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے عرض کی گئی کہ دو بندے نماز شروع کریں، دونوں کے قیام کی مقدار برابر ہو لیکن ان میں سے ایک سورۂ بَقَرہ پڑھے اور دوسرا پورا قرآنِ کریم (توکس کا ثواب زیادہ ہوگا)؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''وہ دونوں اجر وثواب میں برابر ہیں کیونکہ ان کے قیام کی مقدار ایک جیسی ہے۔''[2]

قرآنِ کریم میں بہترین تَدَبُّر و ترتیل وہ ہے جو نماز میں ہو۔ لہٰذا منقول ہے کہ نماز میں تَفَکُّر کرنا نماز کے علاوہ تفکر کرنے سے افضل ہے کیونکہ نماز اور تفکر دو الگ الگ عمل ہیں اور تدبر و تفکر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمتِ شان اور بزرگی کی وجہ سے اس کے وعدہ و وعید اور اَمر و نَہی وغیرہ کے احکام میں غور و فکر کرنا مُراد ہے۔

رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی کہ کون سی نماز افضل ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نماز میں قیام طویل ہو۔''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر سجدہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔[4]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خادم حضرت سیِّدُنا ابو فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جنّت میں ساتھ رہنے کا سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کثرتِ سجود سے میری مُعاوَنت کرو۔''[5]

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ دن کے وقت سجدوں کی کثرت اور رات کے وقت

---

[1] ......السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب مقدار ما یستحب، الحدیث: ۴۰۶۰، ج ۲، ص ۵۵۵ دون قولہ اٰل عمران مفھوماً

[2] ......الزھد لابن مبارک، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث: ۱۲۷۸، ص ۴۵۳ مفھوماً

[3] ......صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب افضل الصلاۃ طول القنوت، الحدیث: ۱۷۶۹، ص ۷۹۶

[4] ......سنن النسائی، کتاب التطبیق، باب من سجد للہ سجدۃ، الحدیث: ۱۱۴۰، ص ۲۱۶۰

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، الحدیث: ۱۰۹۴، ص ۷۵۴

سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ما جاء فی کثرۃ السجود، الحدیث: ۱۴۲۲، ص ۲۵۶۲

قیام طویل ہوتا ہے۔ [1]

نماز اور قبر کی راحت

مَنقول ہے کہ بندے کی قبر میں ویسی ہی اطمینان وسکون والی کیفیت وحالت ہوگی جو اس کی نماز میں ہوا کرتی تھی اور وہ اپنی اس آرام گاہ میں ویسی ہی راحت پائے گا جیسی حالتِ نماز میں پایا کرتا تھا۔

اسی مفہوم کا ایک قول حضرت سیِّدُنا ابو ہُرَیْرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی مروی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نماز کے ذریعے ہمیں راحت دو۔'' [2]

﴿2﴾......خشوع وخضوع سے پڑھنا

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں (نماز میں) ایک سورت شروع کرتا ہوں اور (دورانِ تلاوت) مشاہدۂ حق میں ایسا کھوجاتا ہوں کہ صبح ہوجاتی ہے اور میں کبھی (لذّتِ تلاوت یا مُشاہدۂ حق سے) سیر نہیں ہو پاتا۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن ابی سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ایک بھائی حضرت سیِّدُنا ابنِ ثوبان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان کے پاس رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا لیکن انہیں دیر ہوگئی یہاں تک کہ طُلوعِ فجر کا وقت ہوگیا، صبح کے وقت ان کے بھائی ملے تو عرض کی: ''آپ نے میرے پاس رات کا کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن پورا نہیں کیا۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں کبھی نہ بتاتا کہ مجھے کیا مجبوری تھی، میں نے نمازِ عشا ادا کی تو خود سے کہا: جانے سے قبل وتر بھی ادا کرلوں کیونکہ موت کا کوئی بھروسا نہیں۔ جب میں وتر کی دعا میں تھا میں نے اپنے سامنے ایک سرسبز باغ دیکھا جس میں رنگارنگ جنّت کے پھول تھے، میں انہیں ہی دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔'' [3]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ، باب الرکوع والسجود افضل ام القیام، الحدیث:۷، ج۲، ص۳۶ بتغیر

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، احادیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۱۴۹، ج۹، ص۳۹

[3] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۳۷۷۳ عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، ج۳۴، ص۲۵۷

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (پ۲۸، المجادلۃ: ۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مَنْقول ہے کہ قرآنِ کریم اہلِ ایمان کے ایمان کو اپنے عُلوم سے قوی اور طاقتور بناتا ہے کیونکہ یہ ایمان کی روح ہے اور اہلِ ایمان کے قوی ہونے سے مُراد ان کا اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔

کسی بُزُرگ سے پوچھا گیا: ''جب آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو کیا آپ کے دل میں کسی شے کا خیال آتا ہے؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''کیا میرے نزدیک قرآنِ کریم سے بڑھ کر بھی کوئی شے محبوب ہوسکتی ہے کہ جس کا خیال میرے دل میں آئے؟''

ایک قول کے مطابق قرآنِ کریم میں میدان، باغات، مَحَلّات، دُلہنیں، دِیباج (ریشمی لباس)، باغیچے اور آرام گاہیں (سرائے وہوٹل) ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں موجود میمات (یعنی حرفِ میم) اس کے میدان ہیں، حرفِ ''ر'' قرآنِ کریم کے باغات ہیں اور ''ح'' اس کے محل ہیں، مُسَبِّحات (یعنی وہ کلمات جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح پر دلالت کرتے ہیں) قرآنِ کریم کی دُلہنیں ہیں اور لفظ ''حٰم'' قرآنِ کریم کے دیباج ہیں، مُفَصَّل سورتیں اس کے باغیچے ہیں اور اس کے سوا باقی سب کچھ اس کی سَرائیں ہیں۔ جب راہِ سُلوک پر چلنے والا میدانوں میں گھومتا ہے باغوں سے پھل چنتا ہے، مَحَلّات میں داخل ہوتا ہے، دُلہنیں دیکھتا ہے، ریشمی لباس زیبِ تن کرتا ہے، باغیچوں کی سیر کرتا ہے اور سَرائے میں سُکونت اختیار کرتا ہے تو ان تمام اشیاء کا مُشاہَدہ اس کا تعلق بقیہ جہان سے توڑ دیتا ہے اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے بس اسی پر ٹھہر جاتا ہے اور اسے مَا بَقِیَ کی کچھ خبر نہیں رہتی۔[1]

(3)......غور وفکر کرتے ہوئے پڑھنا

شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کو 20 بار پڑھا اور ہر بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو

---

[1] ......الاتقان فی علوم القران للسیوطی، النوع السابع عشر، فائدۃ فی اعراب اسماء السور، ج ۱، ص ۱۸ بدون خانات

البرھان فی علوم القران للزرکشی، النوع التاسع والعشرون، ج ۱، ص ۵۳۶

ایک نئی فہم حاصل ہوئی اور ہر کلمے سے ایک نیا علم حاصل ہوا۔ [1]

بہتر یہ ہے کہ ہر ہر کلمہ کو دُرُست مخارِج کے ساتھ پڑھتے وقت تلاوت کرنے والے کا دل اس کے مَعْنٰی پر غور وفکر کرتا جائے یہاں تک کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کلمات سے وابستگی کے سبب اس پر مزید حَقائق کھول دے۔ اس کے ساتھ ساتھ بندے کو چاہئے کہ مزید باتوں میں بھی غور وفکر کرے اور ان کا مشاہدہ کرتا رہے۔ ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ جس آیتِ مبارکہ کی مَیں تلاوت کروں لیکن اسے سمجھ نہ سکوں اور نہ ہی میرا دل اس میں مَشْغول ہو سکے تو میں اسے اپنے لئے قابلِ ثواب نہیں سمجھتا۔

جیسا کلام ویسا عمل

بعض سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن جب کوئی سورت تلاوت فرماتے اور ان کا دل اس میں مَشْغول نہ ہوتا تو وہ دوبارہ اس سورت کو دہرایا کرتے اور جب آیتِ کریمہ میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی بیان کرنے اور بڑائی بیان کرنے کا تذکرہ آتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پاکی و بڑائی بیان کرتے، اگر دعا واِسْتِغْفار کا تذکرہ ہو رہا ہوتا تو دعا واستغفار کرنے لگتے اور اگر خوف اور امید کا تذکرہ ہوتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے اور خیر وبھلائی کا سوال کرتے۔ پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا یہی مفہوم ہے:

یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ (پ ۱، البقرة: ۱۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جیسی چاہیے اسکی تلاوت کرتے ہیں۔

سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم بھی دورانِ تلاوت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو قرآنِ کریم کو اسی طرح تر وتازہ پڑھنا چاہے جیسا یہ نازل ہوا تو اِبنِ اُمِّ عَبد کے پڑھنے کی طرح پڑھا کرے۔'' [2]

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حاضر دلی، بھرپور سَماعت اور باریک بینی سے قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے گویا کہ

---

[1] ......اخلاق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی الشیخ، ذکر شدۃ اجتهادہ......الخ، الحدیث: ۵۵۱، ص ۱۱۱ بتغیر

[2] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۱۳۸، ص ۲۴۸۵

المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۴۰۴، ج ۲، ص ۳۳

مَعانی ومَفاہیم کے مطابق اور مُتَکَلِّم عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف کا مشاہدہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے ہوں، یعنی وہ دورانِ تلاوت تذکرۂ وعید پر غمزدہ ہوجاتے، وعدہ کی نوید پر شوق کا اظہار کرتے، خوف والی آیاتِ بَیِّنات سے نصیحت حاصل کرتے، سختی کا اظہار کرنے والی آیات سے ڈرتے، نرمی پر کھل جاتے اور توفیق سے خوش ہوتے کیونکہ وہ مُتَکَلِّم عَزَّوَجَلَّ کی صِفات سے آگاہ تھے اور کلمات کی ادائیگی کا بہترین لطف اٹھاتے تھے۔

﴿4﴾......تلاوت کرتے وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا

بندے کو چاہئے کہ قرآنِ کریم کو اچھی آواز سے پڑھے۔ چنانچہ،

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ فضیلت نشان ہے: ''لوگوں میں آواز کے لحاظ سے قرآنِ کریم کو سب سے بہتر پڑھنے والا وہ ہے کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت کرے تو تم اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوا پاؤ۔''[1]

﴿5﴾......دورانِ تلاوت رونا یا رونے جیسی صورت بنانا

مَنْقول ہے: ''جب قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرو تو رویا کرو اور رَو نہ سکو تو رونے جیسی صورت بنالیا کرو۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ قرآنِ کریم غم کے ساتھ نازل ہوا، پس جب تم اس کی تلاوت کیا کرو تو غمزدہ ہوجایا کرو کیونکہ قرآنِ کریم میں وعدہ ووعید اور اس قسم کی سزاؤں کا تذکرہ ہے جن پر آہ وبُکا کرنا لازم ہے۔ اگر وِجدانی کیفیات کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوسکو اور نہ ہی دل سے رونا آئے تو محض تصدیقِ قلبی اور اقرار کی خاطر ظاہری طور پر غمزدہ بن جاؤ اور رونے جیسی صورت بنالو۔[3]

تلاوتِ قرآنِ کریم میں غم اور رونے والی صورت بنانے پر ابھارنا اس لیے ہے کہ بندہ تلاوت میں مگن ہونے کے سبب تدَبُّر وتَفَکُّر کرے گا تو ممکن ہے اس کا دل بھی حقیقت میں ایسا ہی ہوجائے۔ پس اس صورت میں یہ رونے وغم والی صورت بنالینا ہی دل میں یادِ الٰہی کو بسانے اور غَیرُ اللہ سے اس کو خالی کرنے کا سبب بن جائے گا کیونکہ حقیقی رونے

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب فی حسن الصوت بالقران، الحديث: ١٣٣٩، ص٢٥٥٦

[2] ......المرجع السابق، الحديث: ١٣٣٧، ص٢٥٥٦

[3] ......المرجع السابق المعجم الكبير، الحديث: ١٠٨٥٢، ج١١، ص٦ مفهوماً

جیسی صورت بنانے والا اپنے اس دکھ کا اظہار کرتا ہے جس کے سبب وہ رو رہا ہوتا ہے اور غم میں مبتلا شخص دل کے حاضر ہونے اور فکر کے مجتمع ہونے کے سبب رلانے والی شے کے سوا بقیہ ہر شے سے غافل ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مَروی ہے کہ جب سجدۂ سبحان پڑھو تو سجدے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ رولو۔ اگر کسی کی آنکھ نہ روئے تو اس کا دل رونا چاہئے [1] اور دل کے رونے سے مراد اس کا غم اور خوف کی کیفیّت میں مبتلا ہونا ہے۔ یعنی اگر تمہیں عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے فہمِ قرآن کی وجہ سے رونے کی طرح رونا نہ آئے تو اس پر دل میں دکھ اور درد محسوس کرو اور اس بات سے ڈرو کہ تمہارے دلوں میں اہلِ علم جیسے اوصاف کیوں نہیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُؕ (پ۱، بقرة: ۷۴)﴾ [2] کی تفسیر میں مَنقول ہے کہ یہاں زیادہ رونے والی آنکھ مُراد ہے اور ﴿وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُؕ (پ۱، بقرة: ۷۴)﴾ [3] سے مراد کم رونے والی آنکھ ہے اور ﴿وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ (پ۱، بقرة: ۷۴)﴾ [4] سے مُراد دل کا رونا ہے کہ جس میں آنکھ سے آنسو نہیں بہتے۔ [5]

رونا کہاں ہے؟

حضرت سیِّدُنا ثابت بُنانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوں اور قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہا ہوں، جب میں پڑھنے سے فارغ ہوا تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِستِفسار فرمایا: "یہ تو محض قرآنِ کریم کی تلاوت تھی، رونا کہاں ہے؟" [6]

---

[1] ......التفسیر الکبیر للرازی، مریم، تحت الایة ۵۸، ج۷، ص ۵۵۱

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے۔

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

[5] ......تفسیر القران العظیم لابن کثیر، البقرة، تحت الایة ۷۴، ج۱، ص ۱۹۹

[6] ......تاریخ مدینة دمشق، الرقم ۸۲۳۵ یزید بن ابان الرقاشی، ج ۶۵، ص ۸۴ قول یزید الرقاشی

حضرت سیِّدُ نا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والا جو بندہ صبح کے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اس کا غم زیادہ اور خوشی کم ہوجاتی ہے، اس کا رونا کثیر اور ہنسنا قلیل ہوجاتا ہے، اس کی مُشقَّت و مصروفیات بڑھ جاتی ہیں اور اس کی راحت اور فارغُ البالی کم ہوجاتی ہے۔[1]

قاریوں کے درجات

تلاوت کرنے والے تین (۳) طرح کے ہیں:

(۱)......اَلْعَارِفِیْنَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْن: سب سے بلند مقام و مرتبہ انہی کا ہے، یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی صفات کا اس کے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کے اوصاف کو اس کے خطاب کے مَعانی و مَفاہیم سے پہچان لیتے ہیں۔ یہ مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُقرَّبین یعنی عارفین کا ہے۔

(۲)......اَلْاَبْرَار مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْن: بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کے مشاہدے میں مصروف رہتے ہیں، اسی کے لطف و کرم سے مُناجات کرتے ہیں اور اسی کے انعامات و احسانات سے اس سے کلام کرتے ہیں، ان کا مقام حیا و تعظیم اور حالت کلامِ باری تعالیٰ کو سننا اور سمجھنا ہے۔ یہ مرتبہ اصحابِ یمین یعنی نیک لوگوں کا ہے۔

(۳)......اَلْمُعْتَرِفِیْن وَ الْمُرِیْدِیْن مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْن: بعض لوگ خود کو ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کرتے ہوئے پاتے ہیں، ان کا مقام اور حالت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگتے رہنا، اس کی حمد و ثنا کرتے رہنا اور اس کی بارگاہ سے چمٹے رہنا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ مُعتَرِفین اور مُریدین کا ہے، یہ لوگ اصحابِ یمین میں سے خاص ہیں۔

(6)......مشاہدۂ حق بذریعہ قرآنِ کریم

تلاوت کے دوران بندے کو چاہئے کہ اس بات کا مشاہدہ کرے کہ اس کا ربّ عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنے کلام (یعنی قرآنِ کریم) کے ذریعے مُخاطب ہے کیونکہ قرآنِ مجید **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے اور بندے کی یہ مجال نہیں کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کے مُوافق کوئی بات کرے بلکہ اس کا کام تو صرف زبان کو حرکت دینا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی بندے کی زبان پر اپنے کلام کو ایک خاص حد تک آسان فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک درخت

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۴۵۳، ص ۲۶۹ بتغیر و بالاختصار

اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ (پ ١٠، التوبة: ٣٤)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اَحْبار سے مراد علما اور رُہْبان سے مراد زاہدین ہیں۔[1]

طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تُسْتَری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ طالب علم تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

﴿۱﴾......ایک طالب علم علمِ وَرَع وتقویٰ اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ شُبہات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے، پھر حرام کے خدشہ کے پیشِ نظر حلال کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ ایسا شخص مُتَّقی اور زاہد ہے۔

﴿۲﴾......دوسرا طالب علم علمائے کرام رحمہم اللہ السلام کے اختلاف اور مختلف اقوال سیکھتا ہے، جو بات اس پر مشکل ہو وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس قول کو اختیار کر لیتا ہے جسے اللہ عزوجل نے مُباح قرار دیا ہے، اس طرح وہ رخصت پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

﴿۳﴾......اور ایک طالب علم ایسا ہے جو ایک شے کے متعلق سوال کرتا ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں تو وہ کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتا ہے جس سے یہ جائز ہو جائے۔ لہٰذا علمائے کرام رحمہم اللہ السلام سے اس کے متعلق پوچھنے لگتا ہے تو وہ اسے ہر قسم کے اختلاف اور شبہ میں مبتلا کرنے والی باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں (اور یہ اپنے مطلب کی بات کو چن لیتا ہے)۔ پس یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں مخلوق ہلاک ہو گی اور وہ خود بھی ہلاک ہو گا۔ ایسے طالب علموں کو ہی علمائے سوء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے! ہر وہ بندہ جو دنیا کا چاہنے والا اور علمی گفتگو کرنے والا ہو وہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھاتا ہے اور جو بندہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتا ہے یقیناً وہ انہیں راہِ خدا سے بھی روکنے والا ہوتا ہے اگرچہ اس کا اظہار اس کی باتوں سے نہ بھی ہو لیکن اس کے

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ٣٩٧ الفضیل بن عیاض، الحدیث: ١١٤٢٥، ج ٨، ص ٩٥ بتغیر قلیل

کے ذریعے اس کا شُعور حاصل کرے کیونکہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اپنی شان کے مطابق ایسا کلام کرتا جس کا اِدْراک کان کر سکتے تو عرش اپنی جگہ برقرار رہتا نہ فرش، بلکہ عرش وفرش کے مابین تمام اشیاء اس کی قدرت کی عظمت اور انوار کی تَجَلِّیات سے فنا ہو جاتیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عقلوں سے چُھپا دیا اور دلوں پر پردہ ڈال دیا۔ البتّہ! دلوں کی خاطر عقلی عُلوم ظاہر فرما دیئے اور عقلوں کو اپنے لطف وکرم اور رحمت واحسان سے عقلی باتوں کی پہچان عطا فرما دی۔

نیکی کی دعوت دینے کا منفرد انداز

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کے واقعات میں سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے صِدِّیْقِین اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے ایک ولی کو زمانۂ فَتْرَت (دونبیوں کے درمیان کا زمانہ) میں ایک جابر بادشاہ کی جانب بھیجا گیا تاکہ وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانِیَّت اور اَنْبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی شریعت کی دعوت دیں۔ بادشاہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس بَرگُزیدہ بندے سے توحید کے متعلق کئی سوال کئے اور وہ بادشاہ کی سوجھ بوجھ کے مطابق جواب دیتے رہے اور ایسی ضَرْبُ الْاَمْثال بیان کرتے رہے جو عام طور پر لوگوں میں معروف تھیں تاکہ بادشاہ ان امثال کو سمجھ سکے یہاں تک کہ بادشاہ نے ان سے عرض کی: ''آپ کا اپنے اس دعویٰ کے متعلق کیا خیال ہے کہ انبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام جو کلام لے کر مَبْعُوث ہوئے وہ نہ تو لوگوں کا کلام ہے اور نہ ہی ان کی آرا کا اس میں کوئی عمل دخل ہے، تو کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے؟'' تو اس حکیم ودانا شخص نے فرمایا کہ ''ہاں! وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہی کلام ہے۔''

بادشاہ نے عرض کی: ''(اگر یہ اس قدر عظمتوں والے ربّ کا کلام ہے) تو پھر لوگوں کے لئے اس کلام کو اٹھانا کیسے ممکن ہے؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی نے بادشاہ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دی کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں، جب وہ جانوروں اور پرندوں کو کوئی بات سمجھانا چاہتے ہیں: مثلاً چاہتے ہیں کہ وہ آگے آئیں یا پیچھے ہوں یا اِدھر اُدھر ہوں تو جانور اور پرندے چونکہ لوگوں کی زبان نہیں سمجھتے، لہٰذا لوگوں نے اِنہیں سمجھانے کے لیے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں جنہیں وہ سمجھتے ہیں مثلاً چٹکی وسیٹی بجانا اور ڈانٹنا وغیرہ۔ پس وہ فوراً اس آواز کو سمجھ جاتے ہیں۔ یہی حالت لوگوں کی بھی ہے کہ ان کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کو اس کے کمال واوصاف کی حقیقت کے ساتھ اٹھانا ممکن نہیں بلکہ انہوں نے بھی کلام کی خاطر ایسی آوازیں مُقرَّر کر رکھی ہیں جن کے ذریعے وہ حکمت سے بھرپور کلام کو سن سکیں جیسا کہ جانور لوگوں کی ڈانٹ ڈپٹ

اورسیٹی وغیرہ کی آوازیں سنتے ہیں، یہ بات ان آوازوں میں پوشیدہ حکمت کے مَعانی ومَفاہیم کے مانع نہیں کیونکہ اس کلام کی عظمت وشرافت اسی حکمت کے سبب ہے۔لہٰذا آوازیں حکمت کے لئے ایک جسم اورمکان کی حیثیت رکھتی ہیں اورحکمت آواز کے لئے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔جس طرح انسانی اجسام کی عزّت وتکریم ان میں موجودروح کی وجہ سے ہےاسی طرح کلام کی اَصْوات وآوازوں کی عزت وتکریم ان میں موجودحکمت کی وجہ سے ہے۔کلام کا مقام و مرتبہ انتہائی بلند ہے، وہ بادشاہ کے غَلَبہ کی حَیثیّت رکھتا ہےاورحق وباطل میں حکم کا نافذکرنے والا ہےاور یہ عادل قاضی بھی ہے اور شاہد بھی، جونیکی کا حکم دیتااور بُرائی سے منع کرتا ہے۔باطل کی مجال نہیں کہ حکمت سے بھرپور کلام کے سامنےٹھہرسکےجیسا کہ سایہ سورج کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتااورکسی انسان کے بس میں بھی نہیں کہ وہ حکمت کی گہرائی تک رسائی حاصل کرسکےجیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ کسی کی آنکھیں سورج کی جانب دیکھ سکیں۔البتہ! آنکھیں سورج کی شعاعوں سے حیات بخش قدرت ضرور حاصل کرتی ہیں اورلوگ اپنی حاجات بھی اس کی روشنی میں ہی پوری کرتے ہیں۔پس کلام کی مثال اس بادشاہ جیسی ہے جو پردے کے پیچھے ہواس کا چہرہ تو چُھپا ہوا ہولیکن اس کے حکم کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہوجیسا کہ سورج کی حرارت تو ظاہر ہوتی ہےلیکن اس کا مَحَل اورعُنْصر چھپا ہوا ہوتا ہےاورجیسا کہ روشن ستارے جن سے وہ شخص راہنمائی حاصل نہیں کرسکتا جوان کے راز سے آگاہ نہیں۔پس کلام اس سےبھی بڑھ کراشرف واعلیٰ ہے، یہ توعمدہ خزائن کی چابی، بلندوبالامَحَلّات کا دروازہ اوراعلیٰ درجات کے حُصول کی سیڑھی ہے،آبِ حیات ہے جس نے ایک بار پیا پھراسے موت نہ آئی، بیماریوں کی ایسی دوا ہے کہ جس نے کچھ دوابھی پی لی کبھی بیمار نہ ہوا،اگر حقیقت سے ناآشنا کوئی شخص کلامِ باری تعالیٰ کواپنا حقیقی لباس بنالےتو وہ اس میں پوشیدہ بھید ظاہر کرسکتا ہےاوراگر کوئی شخص اس کا لَبادہ تواوڑھ لےمگراس کا اہل نہ ہوتو وہ بھی اہل بن جاتا ہے۔''

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمتوں سے آگاہ اس شخص نے کہ جس سے بادشاہ مُخاطب تھا، بادشاہ کو یہ جواب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے دیااوردرحقیقت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا یہی وصف ہے جسے اس نے ہمارے لئے نشانی،عبرت،نعمت اوررحمت مُقرَّر کررکھا ہے۔غورکریں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس ولی نے کلامِ باری تعالیٰ کوسمجھنے میں کیسے انسانی عقلوں کوجانوروں اور پرندوں کے سیٹی وغیرہ کے ذریعے سمجھنے کے ہم پلّہ قرار دیا۔سیٹی وغیرہ کے ذریعے چوپایوں اور پرندوں کوانسان کا

سمجھانا ایک مثال ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی انسانوں کو اِلہام کے ذریعے اپنے جَلِیْلُ الْقَدْر کلام کے معانی اسی طرح سمجھاتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبِّیۡ لَطِیۡفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۰۰﴾ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔

لطیف ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک لامتناہی قدرت اور اس کی بے شمار حکمتوں میں سے ایک پُختہ ومحکم حکمت ہے۔ یقیناً وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ پس بندے کو دیکھنا چاہئے کہ سورۂ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک سب کا مقصود ایک ہی ہے جس کو سمجھانے کی خاطر مثالیں بیان کی گئی ہیں، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تمام اوصاف کا تذکرہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم کے نازل کرنے میں اہلِ ایمان اور حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ایک معنیٰ کے اعتبار سے مُساوی خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ الۡكِتٰبِ وَالۡحِكۡمَةِ يَعِظُكُمۡ بِهٖ ؕ (پ۲، البقرۃ: ۲۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو۔

﴿۲﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ (پ۱۷، الأنبیاء: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب اتاری جس میں تمہاری ناموری ہے۔

﴿۳﴾ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (پ۱۴، النحل: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

﴿۴﴾ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَهُمۡ ﴿۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ لوگوں سے ان کے احوال یونہی بیان فرماتا ہے۔

﴿۵﴾ وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ (پ۱۸، النور: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے اتاریں تمہاری طرف روشن آیتیں۔

﴿۶﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍۚ (پ۱، البقرۃ:۹۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں۔

﴿۷﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۸، الاعراف:۳) ترجمۂ کنز الایمان: اے لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اُترا۔

﴿۸﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ (پ۱۲، ھود:۱۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کلام کو عام لوگوں کے لئے بَصائر اور بیان قرار دیا اور اپنے برگُزیدہ و پرہیز گاروں کو ہدایت اور رحمت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۝۲۰ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۰) ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت۔

﴿۲﴾ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۝۱۳۸ (پ۴، اٰل عمران:۱۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہے۔

پس یقین رکھنے والے ہی مُتَّقِین ہیں اور ہدایت یافتہ افراد پر ہی رحمت برسائی جاتی ہے۔ ہمیں قرآنِ کریم کو سمجھنے کا اسی طرح حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اس کی تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ،

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''قرآنِ کریم پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں جو اَوَّلین و آخرین کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کا بغور مُطالَعہ کیا کرے۔[2]

اَمِیْرُالْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب فضائل القران، باب ماجاء فی اعراب القران، الحدیث: ۱، ج۷، ص ۱۵۰ اقرؤوا بدلہ اعربوا

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، فی فضل ابی ھریرۃ، الحدیث: ۸۵۶، ص ۱۷۹

کا فرمانِ باقرینہ ہے کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مَبْعُوث فرمایا! یقیناً میری اُمَّت بہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی، ہر فرقہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہوگا، آگ کی طرف بلائے گا، جب یہ حالت و کیفیت پیدا ہو جائے تو تم پر لازم ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کو تھام لو کیونکہ اس میں تم سے پہلوں اور بعد والوں کی خبریں ہیں۔ یہ کتاب فیصلہ کرنے والی ہے تمہارے اور اس مخالف کے درمیان جو جابر و ظالم ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ہلاک فرمائے اور جس نے اس کے علاوہ کہیں سے علم حاصل کرنا چاہا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے گمراہ کر دے گا، یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مضبوط رسی، اس کا نورِ مبین اور نفع بخش شفا ہے، جو اسے پکڑ لے اس کے لئے باعثِ حفاظت ہے اور جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے باعثِ نَجات ہے، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں کہ جسے سیدھا کیا جائے اور کوئی دھوکا نہیں کہ جسے دُرُست کیا جائے، اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں اور نہ ہی کثرت سے پڑھنا اسے بوسیدہ و پُرانا کرے گا، یہ وہی کتاب ہے جسے جِنّات سن کر اپنی قوم کے پاس ڈرانے کی غرض سے گئے تو ان سے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کی طرف بلاتا ہے، جس نے اسے پڑھا اس نے اس کی تصدیق کی اور جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر دیا جائے گا اور جو اسے مضبوطی سے تھام لے اسے صراطِ مستقیم پر چلایا جائے گا۔ [1]

حضرت سیِّدُنا حُذَیْفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت مروی ہے کہ جب سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اس اختلاف و گروہ بندی کی خبر دی، تو (آپ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اگر میں اس وقت کو پالوں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ اس میں اس سے نکلنے کا راستہ ہے۔'' آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دوبارہ یہی عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ اسی میں اس سے نکلنے کا راستہ ہے۔'' میں نے پھر عرض کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی

---

[1] ...... سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب افتراق الامم، الحديث: ۳۹۹۲، ص۲۷۱۶ عن عوف بن مالک مختصراً

مسند ابي يعلى الموصلي، مسند علي بن ابي طالب، الحديث: ۳۶۲، ج۱، ص۱۸۹ مفهوماً

جامع الترمذی، ابواب فضائل القران، باب ماجاء في فضل القران، الحديث: ۲۹۰۶، ص۱۹۴۳ مختصراً

تعلیمات پر عمل کرو کہ اسی میں نجات ہے۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ [1]

اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے کوئی ایسی شے نہیں بتائی جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں سے چھپائی ہو مگر یہ کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرما دے۔ [2]

آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ قول بھی مروی ہے کہ جو فہم واِدْراک رکھے وہی مُجْمَل باتوں کی تفسیر کرے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿**وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا**ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹)﴾ [4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں خیر کثیر سے مُراد **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا سمجھنا ہے۔ [5]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فرمانِ عالیشان ﴿**فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا**ؗ (پ۱۷، الانبیاء: ۷۹)﴾ [6] میں فہم کو حکم اور علم سے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور اسے خاص کرنے کے لئے اس کی نسبت اپنی جانب فرمائی۔ پس جب بندہ کلام سمجھنے لگے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس کا عامل بھی بنا دے تو وہ جو کہے گا واقع ہو جائے گا بشرطیکہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے ہو اور محض اس کے قول کی حکایت کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً قرآنِ مجید سے جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿**اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ**۝۱۵ (پ۱۱، یونس: ۱۵)﴾ [7] تو یقیناً اس عظیم دن سے ڈرنے والا بھی ہوگا اور جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿**عَلَیْكَ**

---

[1] ......المستدرک، کتاب الفتن والملاحم، باب تکون فتن علی ابوابھا دعاۃ الی النار، الحدیث: ۸۳۷۹، ج۵، ص۶۱۲ مختصراً

[2] ......صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح، الحدیث: ۱۹۷۸، ص ۱۰۳۱

سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب سقوط القود، الحدیث: ۴۷۴۸، ص ۲۳۹۵

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۴، ج۱، ص ۲۰

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

[5] ......سنن الدارمی، کتاب فضائل القران، باب فضل من قرا القران، الحدیث: ۳۳۳۳، ج۲، ص ۵۲۸ عن ابراھیم

[6] ......ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

[7] ......ترجمۂ کنز الایمان: میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا (پ۲۸، الممتحنۃ:۴)﴾ [1] تو توبہ کرنے والا اور توکُّل کرنے والا بھی ہو گا اور جب یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کرے گا: ﴿وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَاۤ اٰذَیْتُمُوْنَاؕ (پ۱۳، إبراهيم:۱۲)﴾ [2] تو بے شک مصیبت وتکلیف پر صبر کرنے والا بھی ہو گا اور اگر وہ اس قول کے قائل یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعرفت سے آگاہ نہ ہو گا تو نہ تلاوت کی حلاوت پائے گا اور نہ ہی اس کی میراث اور اگر وہ آگاہ ہو گا تو تلاوت کی حلاوت بھی پائے گا اور مرتبۂ ولایت پر بھی فائز ہو گا۔

اسی طرح اگر ایسی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرے جن میں کسی کی مَذمَّت مذکور ہو یا ناراضی کا اظہار ہو مثلاً:

﴿۱﴾ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۟ (پ۱۷، الانبیاء:۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔

﴿۲﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۟ؕ (پ۲۷، النجم:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

﴿۳﴾ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۟ (پ۲۶، الحجرات:۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

وہ بندہ کتنا برا ہو گا جو ان برائیوں سے مُتَّصِف ہو اور اِس پڑھنے والے کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہو اور یہ بات کتنی عظیم ہے کہ قرآنِ کریم میں ایسے برے اوصاف رکھنے والوں کی مَذمَّت بیان کی گئی ہے اور یہ پڑھنے والا بھی انہی میں سے ہے۔ پس قرآنِ کریم کی یہ آیاتِ مبارکہ اس قاری کے خلاف حُجَّت ہیں اور وہ ان عُیوب کی موجودگی میں نہ تو مُناجات کی حلاوت پاتا ہے اور نہ ہی جس ہستی سے مُناجات کی جاتی ہیں اس کا خطاب سنتا ہے کیونکہ اس کی مذموم صِفات نے اس پر حجاب ڈال رکھا ہے ❁ اس کی تباہ کن خواہشِ نفس نے اسے فہم کی حقیقت سے محروم کر دیا ہے ❁ اس کی قَساوَتِ قلبی نے اس کا رُخ قرآن فہمی سے موڑ دیا ہے اور ❁ اس کو اپنی حالت کے متعلق کِذب بیانی نے بیان سے دور کر کے اس کا منہ بند کر دیا ہے۔ پس جب وہ بیدار دل اور بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہو گا تو سچے دل سے توبہ کرنے والا بھی ہو گا اور واضح خطاب بھی سنے گا اور اس کی دعا بھی قبول کی جائیگی۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے۔

توبہ کی شرائط

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں توبہ کے لئے عقل مندی و دانائی کو اور نصیحت قبول کرنے کے لئے حُضُورِ قلب کو شرط ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾ (پ۲۶، ق:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: سوجھ اور سمجھ ہر رجوع والے بندے کے لئے۔

﴿۲﴾ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۴، المؤمن:۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے۔

﴿۳﴾ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ (پ۲۳، الزمر:۹)

ترجمۂ کنزالایمان: نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

﴿۴﴾ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ (پ۱۳، الرعد:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر (وعدہ کرتے) پھرتے نہیں۔

توبہ پر اِسْتِقامت عہد پورا کرنا اور حُدود سے تجاوُز کرنا عہد توڑنا اور سچائی کی کمی ہے، انابت سے مراد توبہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب متوجہ ہونا ہے اور الالباب سے مُراد پاکیزہ عقلیں اور صاف ستھرے دل ہیں۔

قاری کے اوصاف

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ ﴿۞﴾...... ڈرتا رہے، خود کو اور ساری مخلوق کو نصیحت کرے ﴿۞﴾...... سلیمُ القلب ہو ﴿۞﴾...... جب ایسی آیاتِ مبارکہ تلاوت کرے جن میں وعدہ، مدح، عمدہ اوصاف اور مُقَرَّبِین کے درجات کا ذکر ہو تو خود کو اس مقام پر فائز تصور نہ کرے اور نہ ہی خود کو اس قابل خیال کرے بلکہ دوسرے مومنین کو اس مقام و مرتبہ پر دیکھے اور صدیقین کو سلامتی کے مقام پر تَصَوُّر کرے اور ﴿۞﴾...... جب ایسی آیات کی تلاوت کرے جن میں لوگوں پر ناراضی کا اظہار ہو، ان کی مذموم صِفات کا تذکرہ ہو اور غافلین کے مقامات اور گناہگاروں کے حالات بیان کئے گئے ہوں تو خود کو اس مقام پر سمجھے اور جانے کہ وہی ان آیاتِ مبارکہ کا مُخاطَب ہے۔

پس تلاوت کرنے والا اس مشاہدہ سے مخلوق کے لئے تو بھلائی کی امید رکھے گا مگر اپنے نفس پر خوف محسوس کرے گا اور اس تصور اور خیال سے اس کا دل بندوں کے لئے خالص ہو جائے گا۔

امیر المومنین حضرت سیّدُنا عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے متعلق مَروی ہے کہ آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡتَغۡفِرُكَ لِظُلۡمِیۡ وَ كُفۡرِیۡ﴾ [1] راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کی: ''اے امیر المومنین! یہ ظلم تو سمجھ میں آتا ہے لیکن کفر کیا ہے؟'' تو انہوں نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: [2]

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک آدمی بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے۔

اگر کسی بندے پر معاملہ اس کے برعکس ہو، یوں کہ وہ خود کو مقامِ مدح و تعریف پر فائز سمجھے اور دوسروں کو مقامِ ذَم و ناراضی پر تَصَوُّر کرے تو جان لے کہ اس کا دل صادقین اور خائفین کے راستے سے بھٹک چکا ہے، خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی برباد کرے گا کیونکہ جو قُرب میں بُعد محسوس کرے خوف کے وقت محفوظ رہے گا اور جو بُعد میں قُرب محسوس کرے بے خوف ہو کر خود کو دھوکا دے گا۔

سلف صالحین کا شوقِ تلاوت

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتا مگر اس کی حلاوت نہ پاتا، پھر ایک وقت آیا اور میری کیفیت یہ ہوگئی گویا یوں محسوس ہوتا کہ میں سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے سامنے تلاوت کرتے ہوئے سن رہا ہوں، اس کے بعد ایک درجہ مزید بلند ہوا، پھر جب مَیں تلاوت کرتا تو یوں لگتا کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر نزولِ وحی کے وقت حضرت سیّدُنا جبرائیل امین عَلَیْهِ السَّلَام سے قرآنِ کریم سن رہا ہوں، اس کے بعد **الله** عَزَّوَجَلَّ نے ایسا مقام عطا فرمایا کہ اب میں تلاوت کرتا ہوں تو لگتا ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ سے قرآن سن رہا ہوں، پس اس مقام پر میں نے جو نعمت و لذّت پائی ہے اس کے لئے ہر دم بے قرار رہتا ہوں۔ [3]

---

[1] ......ترجمہ: اے **الله** عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے اپنے بے جا عمل اور ناشکری کی بخشش چاہتا ہوں۔

[2] ......الدر المنثور، پ۱۳، ابراھیم، تحت الایة ۳۴، ج۵، ص۴۵

[3] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۴۱۰ سالم الخواص، الحدیث: ۱۲۳۰۹، ج۸، ص۳۰۸ مفھوماً

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یا حضرت سیِّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ اگر دل پاک ہو جائیں تو لوگ تلاوتِ قرآنِ کریم سے کبھی سیر نہ ہوں۔[1] حضرت سیِّدُ نا ثابِت بُنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ میں نے 20 سال تک قرآنِ کریم میں مُشَقَّت اٹھائی اور اب 20 سال ہوئے اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔[2] علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ہر آیت کے 60 ہزار مَعانی ہیں جو عقل وفہم میں آنے والے ہیں اور جو عقل و سمجھ سے بالاتر ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔[3]

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے مروی ہے کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے 70 اونٹ بھر دوں۔[4] حضرت سیِّدُ نا ابوسلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جب میں ایک آیتِ مبارکہ پڑھتا ہوں تو مسلسل چار پانچ راتوں تک اسی آیتِ مبارکہ میں ذکر وفکر کرتا رہتا ہوں اور اگر خود غور وفکر ترک نہ کروں تو راتیں اس سے بھی بڑھ جائیں۔[5]

معرفت کلام باری تعالٰی

ایک بُزُرگ کے متعلق مَروی ہے کہ وہ سورۂ ھود کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ چھ مہینے تک اس کی قراءت سے فارغ نہ ہوئے۔[6] اور عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ میں ایک قرآنِ کریم ہر ہفتے ختم کرتا ہوں، ایک ہر مہینے اور ایک ہر سال۔ ایک قرآنِ کریم کا آغاز 30 سال پہلے ہوا اور ابھی تک اس سے فارغ نہیں ہوا[7] یعنی یہ ختم مشاہدے اور فہم کا ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے خود کو مقامِ عُبودِیَّت میں ایک مقام پر کھڑا کر رکھا ہے کہ میں

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عثمان بن عفان، الحدیث: ۶۸۰، ص ۱۵۴ عن عثمان بن عفان

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۱۹۷ ثابت البنانی، الحدیث: ۲۵۷۴، ج ۲، ص ۳۶۴ القران بدله الصلاة

[3] ......البرھان فی علوم القران، النوع الھادی والاربعون، ج ۲، ص ۱۷۱

[4] ......الاتقان فی علوم القران، النوع الثامن والسبعون، ج ۲، ص ۵۶۳

[5] ......التبصرة لابن الجوزی، المجلس السادس والعشرون، ج ۱، ص ۳۷۱

[6] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعظیم القران، فصل فی احضار......الخ، الحدیث: ۲۰۴۶، ج ۲، ص ۱۲۶ فیه ذکر امرأة

[7] ......التبصرة لابن الجوزی، المجلس السادس والعشرون، ج ۱، ص ۳۷۱

روزانہ کے حساب سے، ہفتہ، مہینہ اور سال کے حساب سے عمل کرتا ہوں۔

بے شک مخلوق پر حجاب ڈال دیا گیا ہے کہ وہ کلامِ باری تعالیٰ کی حقیقت سمجھے اور اس کی مُراد کے راز کی معرفت حاصل کرے کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی معرفت کی حقیقت لوگوں سے چُھپا رکھی ہے اور انہیں اسی قدر اپنے کلام کی مَعْرِفت عطا فرمائی ہے جس قدر انہیں اپنی ذات کی معرفت عطا فرمائی ہے، اس لئے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے اس کی صِفات، افعال اور احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا کلام درحقیقت اس کی صِفات کا ہی ایک حصّہ ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں آسانی بھی ہے اور سختی بھی، امید بھی ہے اور خوف بھی کیونکہ رحمت اور لطف، انتقام و گرفت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے اوصاف ہیں۔ پس اگر کسی کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اس طرح نصیب نہ ہو جیسے کوئی خود کو جانتا ہے تو سوائے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے کوئی بھی اس کے کلام اور اوصاف کی حقیقت نہ جان سکتا۔

عارِفِ قرآن

مخلوق میں جو سب سے زیادہ کلامِ باری تعالیٰ کے مَعانی جانتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کی صِفات کے مَعانی کا عارِف ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اوصاف، اخلاق اور احکام کا مفہوم جاننے والا ہوتا ہے وہی خِطاب کے رازوں، حُروف کی شکل اور کلام کے باطنی مفہوم کا عارِف ہوتا ہے اور سب سے زیادہ وہی اس کا حقدار ہے جو سب سے زیادہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہو اور جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ اس کے قریب ہوتا ہے اور سب سے زیادہ قریب وہی ہوتا ہے جسے وہ اپنے کرم سے ترجیح دے کر خاص کر لیتا ہے۔ چنانچہ،

حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لوگوں میں سب سے اچھی آواز سے قرآنِ کریم پڑھنے والا وہ ہے کہ جب پڑھے تو تم دیکھو کہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر رہا ہے۔'' [1]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی ڈرتا ہے اسے معرفت حاصل ہوتی ہے اور جسے معرفت نصیب ہو وہی اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جس کا تعلق ہوتا ہے وہی قریب بھی ہوتا ہے اور جو قریب ہوتا ہے وہی اس کی جانب متوجہ ہوتا اور دیکھتا ہے۔ پس اس وقت وہ خطاب کے راز اور کتاب کے باطن سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب في حسن الصوت بالقران، الحديث: ١٣٣٩، ص ٢٥٥٦

سجودِ تلاوت کی دعائیں

بندہ جب سجدۂ تلاوت کرے[1] تو اسے سجدے میں آیتِ کریمہ کے مفہوم کے مطابق خیر و بھلائی کی دعا کرنا چاہیے۔ مثلاً شر وغیرہ کا تذکرہ ہو تو پناہ مانگے کیونکہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بھی یہی پسند ہے اور ان مَعانی و مَفاہیم کی بنا پر وہ سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سجدہ کرنے والا شمار ہوگا، مثلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۩ ﴾ (پ ۲۱، سجدہ: ۱۵)[2] کے بعد سجدۂ تلاوت میں یہ کہے: ﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ لِوَجْهِكَ الْمُسَبِّحِیْنَ بِحَمْدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ عَنْ اَمْرِكَ اَوْ عَلٰۤی اَوْلِیَآئِكَ ﴾ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی رضا کی خاطر سجدہ کرنے والوں اور اپنی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے والوں میں سے بنادے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تیرے حکم سے یا تیرے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام پر تکبر کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔

اسی طرح اس آیتِ مبارکہ ﴿ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۩ ﴾ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۰۹)[3] کے بعد سجدۂ تلاوت میں یہ دعا کیا کرے: ﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْبَاكِیْنَ اِلَیْكَ الْخَاشِعِیْنَ لَكَ ﴾ ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اپنی بارگاہ میں رونے والوں اور ڈرنے والوں میں سے بنادے۔

اسی طرح باقی آیاتِ مبارکہ کے مفہوم کے مطابق سجدۂ تلاوت میں دعا کیا کرے۔

بندے کو چاہئے کہ اس کا علم و عمل اور ذکر و دعا، ارادہ و مَشْغَلہ سب کچھ قرآن ہی ہو، اسی کے متعلق سوال کیا جائے، اس پر ہی ثواب دیا جائے، اس سے ہی اس کے مقام کا تعین ہو، اس کا ذکر بھی قرآن ہو اور اس کی سب حالتیں قرآنِ کریم کے مطابق ہوں۔ عارفین نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام سے ہی اس کی معرفت حاصل کی اور اس کے خطاب سے

---

[1] ......عندالاحناف: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سُن سکے، سننے والے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ بالقصد سُنی ہو بلا قصد سُننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۷۲۸)

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔

ہی اہلِ یقین نے اس کے اوصاف کا مشاہدہ کیا، ان کے عُلوم اس کے کلام کا حصّہ ہیں اور ان کی وِجدانی کیفیات ان کے عُلوم کا سبب ہیں، ان کا مُشاہدہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی صِفات کے مَعانی سے ہے اور ان کا کلام ان کے مشاہدے سے ہے کیونکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کی مختلف اقسام اس کی صفات کے مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً رضامندی، ناراضی، نعمتوں کا اظہار کرنے والا، انتقام پر دلالت کرنے والا اور مہربانی وشفقت فرمانے والا کلام سب اسی کی صفات پر دلالت کرتا ہے۔ جب بندہ عالمِ ربّانی ہو اور اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے فہم وسماعت اور مشاہدہ کی دولت نصیب ہو تو وہ ایسی چیزوں کا بھی مُشاہدہ کرتا ہے جو دوسروں سے غائب ہوتی ہیں اور ان چیزوں کو بھی دیکھتا ہے جن کو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ (پ ۲۹، الحاقة: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

ایک مقام پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾ (پ ۲۸، الحشر: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

یعنی میری جانب بڑھو کیونکہ تم اصحابِ بصیرت ہو۔ پس جب اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ہاتھ اور آنکھیں عطا فرمائیں تو وہ صرف اسی طرف بڑھے جو انہیں صحیح نظر آیا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس کی مخلوق میں غور وفکر کیا تو اس سے منہ موڑ کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے، انہوں نے آزمائشوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کیا تو یہ مصیبتیں ان میں کچھ نقص پیدا نہ کر سکیں اور وہ ثابت قدم رہے جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ان کے متعلق خبر دی گئی ہے:

وَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ (پ ۲۷، الذاریات: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔ تو اللّٰہ کی طرف بھاگو۔

پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ (پ ۲۷، الذاریات: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ بصیرت مُوَحِّدِین و مُخْلِصِین ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ یکتا و تنہا اور انہیں اخلاص عطا فرمانے والا ہے۔ پس جب وہ اشیاء کے ذکر سے ہٹ کر اس کی جانب مُتَوَجِّہ ہوئے اور بارگاہِ رَبُوبِیَّت میں حاضر ہو کر انہوں نے یہ ذکر کیا یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہا تو تمام مخلوق سے منہ موڑ کر اس یکتا و تنہا کی جانب متوجہ ہوئے اور پھر کبھی بھی اس کے سوا کسی کو معبود بنایا نہ ہی کسی کی عبادت کی۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ بے شک قرآنِ کریم کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ایک حد اور ایک مطلع ہے۔"[1] اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا ظاہر اہلِ عرب (یعنی عربی زبان جاننے والوں) کے لئے، باطن اہلِ یقین کے لئے، حد اہلِ ظاہر کے لئے اور مطلع اہلِ اشراف یعنی مُحِبِّین اور ڈرنے والے عارفین کے لئے ہے اور رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔"[2]

پس جو حاضر ہو وہی دیکھتا ہے اور جو دیکھے وہی پاتا ہے اور جو پائے وہ مُنْفَرِد ہوتا ہے اور جو منفرد ہو مُعَزَّز ہوتا ہے اور جو غائب ہو اندھا ہوتا ہے اور جو اندھا ہو ہوش سے بیگانہ ہوتا ہے اور جسے ہوش نہ ہو وہ بھول جاتا ہے اور جو بھول جائے سو وہ بھول ہی جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۶، طٰہٰ:۱۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: فرمائے گا یونہی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

یعنی تو نے ہماری آیات کو ترک کر دیا، ان کی پروا نہ کی اور ان کی جانب دیکھا تک نہیں، اسی طرح آج تو بھی چھوڑ دیا جائے گا کہ تیری جانب نہ نظرِ رحمت کی جائے گی، نہ تجھ سے لطف و کرم کا کوئی کلام کیا جائے گا اور نہ ہی قرب سے نوازا جائے گا۔

[1] ......شرح السنة للبغوی، کتاب العلم، باب الخصومة في القران، الحدیث: ۱۲۲، ج ۱، ص ۲۱۴
الزهد لابن مبارک فی نسخة الزائد، باب فی لزوم السنة، الحدیث: ۹۳، ص ۲۳

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علي بن ابي طالب، الحدیث: ۶۲۸، ج ۱، ص ۱۸۰

فصل 17

کلامِ مفصّل اور موصل کا بیان

فصل کا تعارف

(اس فصل کی ابتدا میں حضرت سَیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی نے قرآنِ مجید میں مذکور علمِ بلاغت کی روشنی میں ایجاز واختصار وغیرہ کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں، اہلِ علم حضرات ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لیے کتاب ہٰذا کے آخر میں دی گئی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔عوام النّاس کا چونکہ ان ابحاث وامثلہ سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان امثلہ کا ترجمہ یہاں نہیں کیا گیا، البتہ! ان کے لیے اس فصل میں موجود دیگر مفید مدنی پھول درج ذیل مذکور ہیں۔ چنانچہ، حضرت سَیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں:)

ہم نے قرآنِ کریم میں سے چند مثالیں ذکر کی ہیں حالانکہ یہ بہت زیادہ ہیں اور ہم نے ان مثالوں کا تذکرہ کر کے ایک بہت بڑے علم کے ذخیرے کی جانب رہنمائی کی ہے تاکہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس سے اِسْتِدلال کیا جا سکے اور مزید مثالوں تک رسائی کی راہ کھل سکے۔

قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب اہلِ عرب کو انہی کی زبان میں خطاب فرمایا تو ان کی عقلوں اور روزمَرّہ معمولات کے اعتبار سے انہیں سمجھایا تاکہ وہ کلام ان کے نزدیک حسین ہو اور ان کے سمجھ جانے کی وجہ سے ان پر حجت بھی بن سکے کیونکہ اس نے اپنی حکمت اور لطف وکرم سے انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا جسے وہ جانتے تھے اور اچھا خیال کرتے تھے۔ ان معانی کی بنا پر اہلِ عرب کا خاص اور اعلیٰ مقام ومرتبہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے مرتبہ کی بلندی کے مطابق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں علم وعقل سے نوازا۔ پس جس طرح علم وعقل میں لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں اسی طرح مشاہدات اور فہم وادراک میں بھی لوگوں کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ چونکہ، قرآنِ کریم میں عُموم، خُصوص، محکم، متشابہ، ظاہر اور باطن ہر قسم کے احکام ہیں۔ لہٰذا قرآنِ کریم کا عُموم عام مخلوق کے لئے، خُصوص خاص افراد کے لئے، ظاہر اہلِ ظاہر کے لئے اور باطن اہلِ باطن کے لئے ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی وُسْعَت والا اور علم والا ہے۔

تلاوت کا حق ادا کرنے والے

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو راہِ ہدایت بخشی۔ لہٰذا جب دل نورِ یقین سے پاکیزہ وصاف ہو، عقل کو توفیق ورسائی سے تائید حاصل ہو، خیال کا مخلوق کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو، باطن خالق کی بارگاہ میں ہر وقت ٹھہرنے کو عبادت بنالے، نفس خواہشات سے کنارہ کش ہو جائے تو روح سیر کرنے لگتی ہے اور جب وہ ملکوتِ اعلیٰ میں گھومتی ہے تو ملکوتِ عرش تک رسائی پانے والے نورِ یقین کے ذریعے دل سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور بندہ صفات کے معانی، خالق کے احکام، معروف اسمائے حُسنیٰ کے باطن اور رحیم ورؤوف عَزَّوَجَلَّ کے عُلوم کے غرائب کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور جب حجاب اٹھنے کے سبب ایسے اوصاف کا مشاہدہ کرتا ہے جن کی معرفت اسے نصیب نہ تھی تو جس قدر معرفت پاتا ہے وہیں ٹھہر جاتا ہے اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگتا ہے جن کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۱)

انعاماتِ خداوندی

تلاوت کا حق صرف ایمان والے ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب بندۂ مومن کو حقیقتِ ایمان کی دولت سے نوازتا ہے تو اسے اس کی مثل ایسے مَعانی ومَفاہیم بھی عطا فرماتا ہے جن کا سرچشمہ حقیقتِ مشاہدہ ہے۔ اس طرح بندے کی تلاوت تو مشاہدہ سے ہوتی ہے مگر اس کے ایمان میں زیادتی تلاوت کے مَعانی ومَفاہیم سمجھنے سے ہوتی ہے اور یہی حقیقتِ ایمان کا معیار ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ترجمۂ کنز الایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے۔ (پ ۹، الانفال: ۲)

اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ (پ۹، الانفال:۴) ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں۔

پس بندۂ مومن کو اس وقت حُضوری کا شَرَف ملتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں اس کا شُمار ہونے لگتا ہے، خاص طور پر ایمان کی زیادتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی بشارتیں دینا اس کے حصّے میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حُضوری و اِنذار کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔

اور ایمان کی زیادتی اور اِستبشار (یعنی خوش ہونے) کا تذکرہ ان آیاتِ بینات میں کیا:

فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔

بندۂ مومن کی یہ بھی تعریف ذکر کی کہ وہ علم والا، رجا والا اور خوف رکھنے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ (پ۲۳، الزمر:۹) ترجمۂ کنزالایمان: آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

﴿۲﴾ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ٘ (پ۲۱، السجدۃ:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

قرآنِ کریم اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت

دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ قرآن والے ہی اللہ والے اور اس کی مخلوق میں اس کے خاص بندے ہیں۔ [1]

[1] ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل من تعلم القران وعلمہ، الحدیث: ۲۱۵، ص ۲۴۹۰

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کے متعلق ہی کسی سے سوال کیا کرے، اگر وہ قرآن کریم سے مَحبَّت کرے گا تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بھی محبت کرنے والا ہوگا اور اگر قرآنِ کریم سے مَحبَّت نہ ہوگی تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بھی مَحبَّت نہ ہوگی۔ [1]

حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کیونکہ جب آپ کسی بات کرنے والے کو محبوب جانیں گے تو یقیناً اس کے کلام کو بھی پسند فرمائیں گے اور اگر اسے ناپسند کرتے ہوں گے تو یقیناً اس کی باتوں کو بھی ناپسند کریں گے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی علامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَحبَّت ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے محبت کی علامت قرآنِ کریم کی مَحبَّت ہے اور قرآنِ کریم سے مَحبَّت کی علامت رسولِ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت ہے اور حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَحبَّت کی علامت آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی واِتّباع ہے اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کی علامت دنیا میں زہد اختیار کرنا ہے۔ [3]

کسی مُرید (راہِ حق کے سالک) کا قول ہے کہ میں جدہ میں تھا اور ہر وقت تلاوتِ قرآنِ کریم میں مگن رہتا، پھر میں سستی کا شکار ہو گیا اور چند دنوں تک قرآنِ کریم کی تلاوت نہ کر سکا۔ اچانک ایک دن ہاتفِ غیبی کی آواز آئی: ''اگر تو مجھ سے محبت کرتا تھا تو میری کتاب سے منہ کیوں پھیرا؟ کیا تو نے اس میں میری ناراضی نہیں پائی؟'' [4]

ایک عارف کا قول ہے کہ کوئی بھی حقیقی مرید نہیں بن سکتا یہاں تک کہ قرآنِ کریم میں اپنی ہر مراد پالے اور اسے نفع ونقصان کی پہچان حاصل ہو جائے اور وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں مگن ہو کر باقی مخلوق سے دور ہو جائے۔

قرآنِ کریم کے علوم

قرآنِ کریم جن ظاہری مَعانی کے عُلوم پر مشتمل ہے ان کی کم از کم مقدار کے متعلق مروی ہے کہ وہ چوبیس ہزار

---

[1] ......سنن سعید بن منصور، فضائل القران، الحدیث: ۲، ج۱، ص۱۰ بتغیر وبدون ''وان لم یکن یحب القران......الخ''

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ ''یریدون ان یبدلوا کلام اللہ''، الحدیث: ۷۵۰۴، ص۶۲۵ مفهوماً

[3] ......تفسیر القرطبی، پ۳، ال عمران، تحت الایۃ ۳۱، ج۱، الجزء الثانی، ص۴۷

[4] ......جامع العلوم والحکم، تحت الحدیث الثامن والثلاثون، ص۴۵۲

آٹھ سو (24800) علوم ہیں کیونکہ قرآنِ کریم کی ہر آیتِ مبارکہ چار علوم پر مشتمل ہے: ظاہر، باطن، حد اور مَطلَع۔

ایک قول کے مطابق قرآنِ کریم ستتر ہزار دو سو (77,200) علوم پر مشتمل ہے کیونکہ ہر کلمہ ایک علم ہے اور ہر علم ایک وصف ہے، پس ہر کلمہ ایک صِفَت کا تقاضا کرتا ہے اور ہر صِفَت کئی افعالِ حَسَنہ اور ان کے علاوہ دوسرے کئی معانی کی موجب ہے۔

تمام مومنین کی مائیں

پیارے اسلامی بھائیو! ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی **ازواجِ مُطَہَّرات** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کی تعداد 11 تھی اور یہ سب امہات المومنین یعنی مومنین کی مائیں کہلاتی ہیں، ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا خدیجہ بنتِ خُوَیْلِد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿2﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا سَوْدَہ بنتِ زَمْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿3﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ بنتِ ابوبکر صدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿4﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا حَفْصہ بنتِ عُمَر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿5﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿6﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ حبیبہ بنتِ ابوسُفْیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿7﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب بنتِ جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿8﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب بنتِ خُزَیْمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿9﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا مَیْمُونہ بنتِ حارث بن حَزْن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿10﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا جُوَیْرِیہ بنتِ حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

﴿11﴾......ام المومنین حضرت سَیِّدَتُنا صَفِیّہ بنتِ حُیَیّ بن اَخْطَب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

(المواہب اللدنیہ، مع شرح الزرقانی، باب ازواجہ الطاہرات......الخ، ج ۴، ص ۳۵۹ تا ۳۶۲)

فصل 18

غافلین کے ناپسندیدہ اوصاف کا بیان

جب تلاوت کرنے والا ان اوصاف کی مخالفت کرے جن کا تذکرہ گزشتہ فصل میں ہوا ہے یا ان کے برعکس کوئی کام کرے تو وہ سہو وغفلت کا شکار ہے اور اندھا و حیران ہے، اپنے نفس کی جانب مُتوجّہ اور خواہشاتِ نفسانیہ اور اپنے دشمن (یعنی شیطان) کے وسوسوں کو بغور سننے والا ہے، وہم وگمان میں مبتلا ہے، جھوٹی امیدوں کے در پر کھڑا ہے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۷۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں کچھ اَن پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ صرف قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا جانتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا:

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ (پ ۲۵، الجاثیۃ: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بے خبر رہتے ہیں۔

پس قرآنِ کریم زمین وآسمان کی نشانیوں میں سے ایک ایسی نشانی ہے، جو زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اور قرآنِ کریم کے نازل کرنے والے پر دلیل ہے۔ غافلین کا ایک وَصف یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے کہ وہ اس کے کلام کو ہلکا جانتے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى (پ۱۵، بنی إسرائیل:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم خوب جانتے ہیں جس لئے وہ سنتے ہیں جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

اسی کی مثل وہ شخص بھی ہے جو قرآنِ کریم تو سنے مگر اس کا دل آیاتِ بیِّنات کی تلاوت سننے کے بجائے نقصان دہ اُمور میں مشغول ہو کر نَفْع بخش اُمور سے غافِل ہو جائے یہاں تک کہ جب کلام ختم ہو اور وہاں دل سے حاضر کوئی شخص اس سے پوچھے کہ اس نے خِطاب سے کیا سمجھا؟ تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جسمانی طور پر تو موجود تھا مگر ذہنی طور پر وہاں سے غائب تھا، پس اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد حُجَّت ہے:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ان میں سے بعض تمہارے ارشاد سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جائیں علم والوں سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا فرمایا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: یہ ہیں وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کر دی۔

مُراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے اب وہ اس کا خطاب نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے دلوں نے نہ تو خطاب سنا اور نہ ہی اس کی پروا کی بلکہ اپنی خواہشات یعنی اپنے جھوٹے و من گھڑت خیالات کی پیروی کی۔

مَنْقول ہے کہ بندہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اس پر ثابِت قدم رہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی جانب نظرِ رحمت فرماتا ہے اور جب قرآنِ کریم کی تلاوت دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے نِدا دیتا ہے: ''تیرا اور میرے کلام کا کیا تعلق؟ جبکہ تو مجھ سے اعراض کرنے والا ہے، پس اگر تو نے میری بارگاہ میں توبہ نہ کی تو میرے کلام کو بھی چھوڑ دے۔'' [1]

[1] ......تفسیر روح البیان، پ۱۳، یوسف، تحت الایۃ ۱۰۵، ج۴، ص۳۲۹ مختصراً

منقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی حضرت سیِّدُ نا موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت سیِّدُ نا داود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب وحی فرمائی: ''بنی اسرائیل کے گناہگاروں کو حکم دو کہ میرا ذکر نہ کیا کریں کیونکہ میں نے اپنے ذمۂ کرم پر لیا ہے کہ میں اسی کا چرچا کروں گا جو میرا ذکر کرے گا جبکہ میں ان گناہگاروں کا ذکر لعنت کے ساتھ کرتا ہوں۔''[1]

غافلین کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخَلَف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے تو لے لیں کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا اور بے شک پچھلا گھر (آخرت) بہتر ہے پرہیزگاروں کو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں غافلین کے دو وَصْف ذکر کئے گئے ہیں یعنی بے کار اُمّیدیں باندھنا اور جھوٹے گمان رکھنا۔ یہ دونوں ایسے اوصاف ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے کہ ڈر اور خوف نے ان کی جگہ لے لی ہو۔ یعنی انہوں نے دنیا میں اپنے خالق کی نافرمانی کی اور آخرت میں اس سے مغفرت کی امید رکھی، جس کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حکمت سے جاہل ہونا اور اس کے احکام سے منہ موڑنا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق۔" اس کے بعد ان کے علم کے متعلق آگاہ فرمایا کہ ان کا علم محض قول وخبر کا ہے نہ کہ یقین ومشاہدہ کا۔ نیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان "اور انہوں نے اسے پڑھا" سے مراد ہے کہ انہوں نے کلامِ باری تعالیٰ کو پڑھ کر علم حاصل کیا مگر عمل نہ کیا تو انہیں اس سے کچھ نَفْع حاصل نہ ہوا۔ پس یہ فرمان ان کے لئے زَجْر وتوبیخ

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الفضائل، باب ما ذکر من امر داود وتواضعه علیه السلام، الحدیث: ۹، ج۷، ص۴۶۲

المجالسة وجواهر العلم للدینوری، الحدیث: ۹۶۸، ج۱، ص۳۷۴

(یعنی ڈانٹ ڈپٹ) کی حیثیت رکھتا ہے۔جیسا کہ اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ عالیشان ہیں:

﴿۱﴾ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱،البقرۃ:۹۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۲﴾ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ (پ۱،البقرۃ:۱۰۱،۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کتاب والوں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب اپنے پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا وہ کچھ علم ہی نہیں رکھتے اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے۔

﴿۳﴾ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ۴،اٰل عمران:۱۸۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بری خریداری ہے۔

یہاں قرآنِ کریم پر عمل نہ کرنے کو ہر حالت میں پسِ پُشت ڈالنے اور چھوڑ دینے کا نام دیا گیا ہے، نیز اس کی نفی کرنا اور دنیا کے عوض بیچنا بھی قرار دیا گیا ہے۔ وعدہ و وعید کی ہر آیتِ مبارکہ خائفین کے لئے نصیحت اور خوف دلانے والی ہے اور انہی آیاتِ مبارکہ سے غافلین کی پہچان ہوتی ہے۔ اس راز کو اسی نے جانا جس نے جانا۔ چنانچہ،

جہنَّم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ (پ۲۳،الزمر:۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

ایک مقام پر جہنَّم کے متعلق ارشاد فرمایا:

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ (پ۴،اٰل عمران:۱۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

فہم قرآنِ کریم

ایک بُزُرگ سے مروی ہے کہ بندہ ایک سورت کا آغاز کرتا ہے تو فرشتے اس کے فارغ ہونے تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جب کسی سورت کا آغاز کرتا ہے تو وہ اس کے فارغ ہونے تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ جب ان سے دریافت عرض کی گئی کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ بندہ جب قرآنِ کریم کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو اس پر لعنت کرتے ہیں۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام سے منقول ہے کہ بندہ بعض اوقات قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوئے لاعلمی میں خود پر لعنت کر رہا ہوتا ہے، مثلاً وہ پڑھتا ہے: ﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۸)﴾ [1] تو وہ خود ظلم کرنے والا ہوتا ہے اور جب وہ پڑھتا ہے: ﴿ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۳، ال عمران: ۶۱)﴾ [2] تو اس کا شمار بھی انہی جھوٹوں میں ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثوری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۴۶)﴾ [3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ متکبرین فہمِ قرآن کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ [4]

اسلام کی ہیبت ختم ہو جائے گی

رسولِ بے مثال صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''جب میری امت دُنیا اور درہم (یعنی دولت) کی تعظیم کرنے لگے گی تو اس سے اسلام کی ہیبت ختم کر دی جائے گی اور جب اَمْرٌ بِالْمَعْرُوف اور نَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَر

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: جھوٹوں پر اللّٰہ کی لعنت۔

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

[4] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۳۲۲، ج۵، ص۱۴۷

ترک کرے گی تو وحی کی برکت سے بھی محروم ہو جائے گی۔‘‘ [1]

حضرت سیِّدُنا فُضَیل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ لوگ فہمِ قرآن سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ [2]

قرآن اور اس پر عمل

غافل قُرّاء کی حد درجہ مَذمَّت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’میری اُمَّت کے اکثر قراء منافق ہوں گے۔‘‘ [3]

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ تم نے تو قرآنِ کریم کی قراءت کو منزلیں اور رات کو سواری بنا ڈالا ہے اور سوار ہو کر بس منزلیں طے کرتے جاتے ہو حالانکہ تم سے پہلے لوگ قرآنِ کریم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام جانتے اور رات بھر اس میں تَدَبُّر و تَفَکُّر کرتے اور دن کے اوقات میں اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ [4]

حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے قبل حضرت سیِّدُنا ابن مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر قرآنِ کریم نازل کیا گیا تا کہ علم حاصل کریں مگر انہوں نے اسے پڑھنا ہی عمل بنا لیا، ان میں ایک قرآنِ کریم سورۂ فاتحہ سے لے کر اختتام تک تلاوت کرتا ہے کہ کوئی بھی حرف درمیان سے نہیں چھوڑتا مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اس نے اس پر عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے۔

پہلے ایمان، پھر قرآن تھا مگر اب!!

حضرت سیِّدُنا اِبنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور حضرت سیِّدُنا جُنْدُب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ ہم نے زمانے کا ایک حصّہ اس حالت میں بسر کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو قرآنِ کریم سے قبل ایمان دیا جاتا، پھر شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم اس کے حلال وحرام اور اَمر و نَہی اور جن احکام کا ہمارے لئے جاننا ضروری ہوتا سیکھتے جیسا کہ تم قرآنِ کریم سیکھا کرتے ہو، اس کے بعد میں نے ایسے افراد

---

[1] ……موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۳۲۲، ج۵، ص۱۴۷

[2] ……المرجع السابق، بتغیر

[3] ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۴۸، ج۲، ص۵۸۸

[4] ……التبیان فی حملة القرآن للنووی، الباب الخامس فی آداب حامل القرآن، ص۵۴ عن حسن بن علی مختصراً

دیکھے جنہیں ایمان سے قبل قرآنِ کریم دیا جاتا ہے، وہ شخص سورۂ فاتحہ سے لے کر اختتامِ قرآن تک مکمل تلاوت کر دیتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کے اَمر و نَہی کیا ہیں؟ اور نہ ہی جن احکام کا جاننا اس پر لازم ہے وہ جانتا ہے بلکہ وہ اوراقِ قرآن اس طرح بکھیرتا ہے جیسے ردّی کھجوریں بکھیری جاتی ہیں۔[1]

حفظِ قرآن فرض نہیں

قرآنِ کریم کا مقصود اَوامر کی بَجا آوری اور نَواہی سے اِجْتِناب ہے کیونکہ اس کی حُدود کی حفاظت کرنا فرض ہے اور بندے سے اس کے متعلق سوال ہوگا اور اس پر سزا و جزا بھی مُرتَّب ہوگی مگر اس کے تمام حروف زبانی یاد کرنا فرض نہیں اور اگر کسی نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ قدرت کے مطابق پورا قرآنِ کریم حفظ نہ کیا تو اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ (پ ۲۹، المزمل: ۵)

یعنی قرآنِ کریم پر عمل کرنا ایک مشکل امر ہے ورنہ اسے یاد کرنے کے لئے تو سہل و آسان بنا دیا گیا ہے۔

زبان و دل کی موافقت

شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''قرآنِ کریم پڑھتے رہو جب تک تمہارا دل (زبان کے) مُوافِق رہے اور جب تک تمہارے بدن نرم رہیں، جب (زبان اور دل) آپس میں مُوافِق نہ ہوں تو تم پڑھنے والے شمار نہ ہوگے۔'' اور بعض روایات میں ہے کہ جب موافق نہ ہو تو چھوڑ دو۔[2]

قرآنِ کریم پر عمل کرنا لازم ہے

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:) میں نے ایک شیخ فاضل کے سامنے قرآنِ کریم کی

---

[1] ......السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انہ انما قیل یؤمھم اقرؤھم، الحدیث: ۵۲۹۰، ج۳، ص ۱۷۰

[2] ......صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اقرؤوا القرآن، الحدیث: ۵۰۶۱، ص ۴۳۸

تلاوت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا میں نے بھی ایک شیخ کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کی تھی اور جب میں نے قرآنِ کریم کی تلاوت ختم کی تو انہوں نے مجھے یہ کہتے ہوئے جھڑک دیا کہ تو نے مجھ پر قرآنِ کریم پر عمل کرنا لازم بنا دیا ہے، جاؤ اور جا کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پڑھو! پھر دیکھو کہ وہ تمہیں اس میں سے کیا سناتا ہے اور کیا سمجھاتا ہے؟

تلاوت اور استغفار

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسْباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی کہ آپ ختمِ قرآنِ کریم کے وقت کیا دعا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "میں کس چیز کی دعا کروں؟ میں تو اپنی تلاوت (کی کوتاہیوں) سے 100 مرتبہ اِسْتِغْفار کرتا ہوں۔" اور یہ بھی فرماتے کہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا خوب اہتمام کرتا ہوں اور جب ایسی آیات پڑھتا ہوں جن سے مجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا اندیشہ ہو تو تسبیح واِسْتِغْفار کرنے لگتا ہوں۔

جیسی تعظیم ویسا مرتبہ!

جان لیجئے کہ قرآنِ کریم کی قراءت میں بندہ اسی مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس قدر وہ قرآنِ کریم کی تعظیم بجالاتا، اس کا فہم رکھتا، اس کی زیارت کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ قرآنِ کریم زمین پر موجود اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی تمام مخلوق میں اس کی وَحْدانیّت پر دلالت کرنے والی سب سے عظیم نشانی ہے اور یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی کامل نعمتوں میں سے ایک نعمت بھی ہے۔ بندے کی تعظیم اس کی پرہیز گاری کے مطابق ہوتی ہے اور اسے خطاب کا فہم اور کلام کی تعظیم کرنے کی توفیق اسی قدر ملتی ہے جس قدر اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفَت وہَیْبَت اور بُزُرگی کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عظمت اپنے دل میں بسا لیتا ہے اور اپنے فہم میں اس کی بڑائی وبُزُرگی کو جگہ دیتا ہے تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے کلام میں تدبُّر کی نعمت سے نوازتا ہے اور جب وہ اس کے خطاب میں طویل تفکُّر کرتا ہے اور بار بار دل میں اسے دہراتا ہے اور ہر نازل ہونے والی مصیبت کے وقت اسے یاد کرتا ہے اور اسی کا محتاج ہوتا ہے تو تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ وَاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۶۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کے مضمون یاد کرو اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۷)
ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿۳﴾ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۲۱﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۱)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

کلام کی تعظیم قائل کے مطابق ہوتی ہے

ہر کلام چونکہ اپنے قائل پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا کلام کی تعظیم اس کے قائل کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے اور دل میں بھی اس کا بلند مرتبہ اسی کی بلند شان کی بنا پر ہوتا ہے اور قائل کی شان کم ہو تو اس کے کلام کی بھی دل میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ (۲۵، الشوریٰ: ۱۱)
ترجمۂ کنزالایمان: اس جیسا کوئی نہیں۔

یعنی عظمت وسلطنت میں اس جیسا کوئی نہیں اور نہ ہی احکام وبیان میں اس کے کلام کی طرح کسی کا کلام ہے۔

اے بندۂ خدا سوچ ذرا!

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) میں نے تورات کی سورۂ حُنَین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان پڑھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے سے ارشاد فرماتا ہے: "اے میرے بندے! کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی؟ اگر تو پیدل چل رہا ہو اور تیرے پاس کسی دوست یا بھائی کا خط آجائے تو تو اسے پڑھنے کے لئے راستے سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر اس کے ایک ایک حرف کو بغور پڑھتا ہے کہ کہیں کوئی شے رہ نہ جائے اور یہ میری کتاب ہے، میں نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، ذرا دیکھ تو سہی! میں نے تجھے اس کتاب میں کتنے احکام عطا کئے ہیں اور انہیں بار بار ذکر کیا ہے تاکہ تو ان میں غور وفکر کرے؟ پھر بھی تو اعراض کئے ہوئے ہے۔ کیا میری حیثیت تیرے نزدیک اپنے ان بھائیوں سے بھی کم ہے؟ اے میرے بندے! جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس بیٹھتا ہے تو تُو اس کی جانب مکمل

طور پر مُتَوَجِّہ ہو جاتا ہے اور اس کی بات دل سے سنتا ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے بات کرے یا کسی دوسرے کام میں مَشغول کرنے کی کوشش کرے تو اسے اشارے سے چپ کرا دیتا ہے اور ادھر میں تجھ پر نظرِ رحمت فرماتا ہوں اور تجھ سے خطاب کرتا ہوں لیکن تو ہے کہ مجھ سے اپنے دل کو موڑے ہوئے ہے، پس تو نے مجھے اپنے بھائی سے بھی کم مرتبہ سمجھ رکھا ہے۔ (اَوْ کَمَا قَالَ)

رات بھر عبادت کرنے والوں کو خطاب کی سوجھ بوجھ کے باعث رات بھر کا قیام بھی ہلکا محسوس ہوتا ہے جبکہ سونے والوں پر قیام بھاری ہوتا ہے اس لئے کہ ان کے دل سمجھنے سے دور ہوتے ہیں اور ان پر حجاب ہوتا ہے۔

❀......❀......❀

سرکار کے شہزادے اور شہزادیاں

شہزادے: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تین شہزادے تھے جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......حضرت سَیِّدُنا قاسم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔

﴿2﴾......حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ۔

﴿3﴾......حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ، **انہی کا لقب طَیِّب و طاہر ہے۔**

شہزادیاں: آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چار شہزادیاں تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾......حضرت سَیِّدَتُنا زَیْنَب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿2﴾......حضرت سَیِّدَتُنا رُقَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿3﴾......حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ کُلْثُوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

﴿4﴾......حضرت سَیِّدَتُنا فاطِمَۃُ الزَّہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا۔

(المواھب اللدنیۃ، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام، ج ۴، ص ۳۱۳)

سری قراءت کے متعلق 5 فرامین مصطفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

﴿1﴾......سِرّی (آہستہ آواز سے) قراءت ① کی فضیلت جَہْری (بلند آواز سے) قِراءَت پر ایسے ہے جیسے اِعْلانیہ صَدَقہ کرنے سے پوشیدہ صدقہ کرنا افضل ہے۔ ②

﴿2﴾...... بلند آواز سے تلاوت کرنے والا عَلانیہ صَدَقہ کرنے والے کی طرح ہے اور آہستہ آواز میں تلاوت کرنے والا پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔ ③

﴿3﴾...... پوشیدہ عمل علانیہ عمل سے 70 گنا افضل ہوتا ہے۔ ④

﴿4﴾......بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو اور بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو۔ ⑤

---

① ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفْحہ 206 تا 207 پر شیخِ طریقت امیر اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: (۱) قراءَت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مَخارِج سے ادا کئے جائیں کہ ہر حرف غیر سے صحیح طور پر ممتاز (نمایاں) ہو جائے۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۹) (۲) آہستہ پڑھنے میں بھی یہ ضروری ہے کہ خود سُن لے۔ (غنیۃ المتملی، ص ۲۷۱) (۳) اگر حروف تو صحیح ادا کئے مگر اتنے آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی رُکاوٹ مثلاً شور وغل یا ثِقل سماعت (یعنی اُونچا سننے کا مرض) بھی نہیں تو نماز نہ ہوئی۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۶۹) (۴) اگرچہ خود سننا ضروری ہے مگر یہ بھی احتیاط رہے کہ سِرّی (یعنی آہستہ قراءت والی) نمازوں میں قراءَت کی آواز دوسروں تک نہ پہنچے، اسی طرح تسبیحات وغیرہ میں بھی خیال رکھئے۔ (۵) نماز کے علاوہ بھی جہاں کچھ کہنا پڑھنا مقرر کیا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ کم از کم اِتنی آواز ہو کہ خود سُن سکے۔ مثلاً طلاق دینے، آزاد کرنے یا جانور ذبح کرنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لینے میں اتنی آواز ضروری ہے کہ خُود سن سکے۔ (ایضاً) درود شریف وغیرہ اَوراد پڑھتے ہوئے بھی کم از کم اتنی آواز ہونی چاہئے کہ خود سُن سکے جبھی پڑھنا کہلائے گا۔

② ......السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب قیام اللیل، باب فضل السر علی الجھر، الحدیث: ۱۳۷۴، ج ۱، ص ۴۳۲

③ ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءت، الحدیث: ۱۳۳۳، ص ۱۳۲۲

④ ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب الحاء، الحدیث: ۳۰۰۵، ج ۳، ص ۳۰

⑤ ......مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۷۲۷، ج ۱، ص ۳۱۱

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۱۴۷۷، ج ۱، ص ۳۶۴

﴿5﴾……نمازِ مغرب اور عشا کے درمیان تم ایک دوسرے پر بلند آواز سے قراءت نہ کیا کرو۔[1]

رَبّ کی رضا مقصود ہے یا بندوں کی؟

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک رات حضرت سیِّدُنا عُمَر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کو مَسْجِدِ نبوی میں حالتِ نماز میں بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھتے سنا حالانکہ وہ بہت اچھے قاری تھے اس کے باوجود اپنے غلام سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نمازی کو کہو کہ اپنی آواز پست رکھے۔ لیکن غلام نے عرض کی: ''مسجد ہماری ملکیت نہیں ہے، اس شخص کا بھی اس میں حق ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا سعید بن مسیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے خود ہی بلند آواز سے کہا: ''اے نماز پڑھنے والے! اگر نماز کے ذریعے تیرا مقصود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے تو اپنی آواز پست کر لے اور اگر تیرا مقصود لوگوں کی رضا ہے تو وہ تجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بچا نہ پائیں گے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس پر حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز خاموش ہو گئے اور اپنی رکعت کو مختصر کر دیا، جب سلام پھیرا تو اپنے جوتے اٹھا کر چل دیئے حالانکہ وہ اس وقت مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کے امیر تھے۔[2]

جہری قراءت کے متعلق فرامینِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم

﴿1﴾……جب تم میں سے کوئی رات کے وقت اٹھ کر نماز پڑھے تو بلند آواز سے قراءت کیا کرے کیونکہ فرشتے اور جِنّات اس کی قراءت سنتے ہیں اور اس کی نماز کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔[3]

﴿2﴾……حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کے وقت تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس سے گزرے، ان میں سے ہر ایک کی (قرآنِ کریم پڑھنے کی) حالت مختلف تھی، ان میں سے پست آواز سے قراءت کرنے والے اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں جس سے مُناجات کرتا ہوں وہ مجھے سنتا ہے۔'' اور بلند آواز سے پڑھنے

---

[1] ……سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءۃ، الحدیث: ۱۳۳۲، ص ۱۳۲۲ بدون ذکر المغرب والعشاء
السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب فضائل القرآن، باب ذکر قول النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یجھر……الخ، الحدیث: ۸۰۹۱، ج ۵، ص ۳۲

[2] ……المدخل لابن الحاج، فصل فی النھی عما احدثوہ باللیل من غیر السنۃ، ج ۱، ص ۲۱۳ بتغیر قلیل

[3] ……البحر الزخار بمسند البزار، مسند معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۶۵۵، ج ۷، ص ۹۷

والے امیرُ المؤمنین حضرت سیِّدُنا عُمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کی: ''میں سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔'' ان میں سے تیسرے جو کچھ آیات ایک سورت سے تو کچھ دوسری سورت سے پڑھ رہے تھے وہ حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ تھے، جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی: ''میں پاک کو پاک سے ملاتا ہوں۔'' پس آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نے اچھا اور درست کیا۔''[1]

سری (پست آواز سے) قراءت افضل ہے یا جہری (بلند آواز سے)؟

قِراءتِ خَفی افضل ہے۔[2] اگر بندے کی جَہر میں نیّت درست ہو تو پھر جَہری قراءت افضل ہے۔ لیکن جہری قراءت سے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو کر ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق ختم کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو تو سِرّی قراءت افضل ہے کیونکہ سِرّی قراءت سلامتی کے زیادہ قریب اور کسی آفت میں مبتلا ہونے سے حد درجہ دور ہے اور جَہری قراءت اس بندے کے لئے افضل ہے جس کی بلند آواز سے پڑھنے میں نیّت درست ہو اور اس کا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق بھی برقرار رہے کیونکہ اس نے رات کی نماز میں قراءت کی سنّت پر عمل کیا ہے۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سِرّی قراءت سے صرف اپنی ذات کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ جَہری قراءت سے دوسروں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور بہتر لوگ وہی ہوتے ہیں جو دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا نفع سب سے زیادہ ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی جہری قراءت افضل ہے کہ بندہ دوہرا عمل کرتا ہے اور اپنے پہلے عمل پر دوہری عبادت کے ثواب کی امید رکھتا ہے، پس اس اعتبار سے بھی یہ افضل ہے۔

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلاۃ اللیل، الحدیث: ۱۳۳۰/۱۳۲۹، ص ۱۳۲۱
المصنف لعبدالرزاق، کتاب الصلاۃ، باب قراءۃ اللیل، الحدیث: ۴۲۲۹، ج ۲، ص ۳۲۸

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 545 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: دن کے نوافل میں آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اختیار ہے اگر تنہا پڑھے اور جماعت سے رات کے نفل پڑھے تو جہر واجب ہے۔

قراءت کی ابتدا و انتہا کا طریقہ

قراءت شروع کرنے سے پہلے یہ پڑھنا چاہئے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

ترجمہ: سننے اور جاننے والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی میں پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس﴾ سورت بھی پڑھ لینا چاہئے لیکن اس سے بھی پہلے الحمد شریف پڑھنا چاہئے اور پھر کسی بھی سورت کے پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد یہ کہنا چاہئے: ﴿صَدَقَ اللّٰهُ. وَبَلَّغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِهٖ. وَبَارِكْ لَنَا فِيْهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْحَيَّ الْقَيُّوْمَ﴾

ترجمہ: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سچ فرمایا اور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم تک پہنچایا، اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اس سے نفع دے اور اس میں ہمارے لئے برکت ڈال، تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، مَیں بخشش چاہتا ہوں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو آپ زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

جس نے اپنے اَعضاء اور دل کو مَنْہِیّات سے بچایا گویا اس نے پورے قرآنِ کریم پر یعنی ابتدا سے لے کر انتہا تک سب پر عمل کیا کیونکہ یہ بندے کے مکمل اعضاء وجَوارِح سے انصاف کرنے والا ہے۔

جہری قراءت کی سات نیتیں

جَہری قراءَت میں بہتر یہ ہے کہ درج ذیل سات نیّتیں کر لی جائیں:

(۱)......ترتیل سے پڑھے گا کہ جس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

(۲)......حُسنِ صَوت کا لحاظ رکھے گا کہ قرآن کریم کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا مُسْتَحَب ہے۔ جیسا کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قرآنِ کریم کو اپنی آوازوں سے مُزَیَّن کرو۔''[1] اور ایک روایت میں یہ ارشاد فرمایا: ''جو خوش اِلْحانی سے قرآنِ کریم نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔''[2]

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الوتر، باب کیف یستحب الترتیل، الحدیث: ۱۴۶۸، ص ۱۳۳۲

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی واسروا......الخ، الحدیث: ۷۵۲۷، ص ۶۲۸

(۳)......اپنے کانوں کو اپنی آواز سنائے گا اور دل کو بیدار رکھے گا تاکہ کلام میں غور و فکر کر سکے اور اس کے مَعانی سمجھ سکے اور ایسا صرف جہری قراءت میں ہی ہوسکتا ہے۔

(۴)......شیطان اور نیند کو بلند آواز سے پڑھتے ہوئے خود سے دور رکھے گا۔

(۵)......جہری قراءت سے امید رکھے گا کہ سونے والا بیدار ہو جائے گا۔[1] پس اگر اس نے (بیدار ہو کر) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا تو جہری قراءت کرنے والا ہی اس کی شب بیداری کا باعث ہوگا۔

(۶)......کوئی غافل اسے دیکھے تو قیام پر ہوشیار ہو جائے اور اسے بھی عبادت کا شوق پیدا ہو، پس اس طرح جہری قراءت کرنے والا اس کے حق میں نیکی وتقویٰ کے کام پر مُعاوَنَت کرنے والا شُمار ہوگا۔

(۷)...... جہری قراءت کے سبب کثرت سے تلاوت کرے گا اور جہری قراءت کی عادت کے سبب ہمیشہ شب بیداری کرے گا۔ پس اس میں اس کے عمل کی کثرت ہے۔

نِیَّت اور ثواب

❁ جب بندہ ان نیتوں کا اعتقاد رکھے ❁ ثواب کا طالب ہو ❁ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب چاہتا ہو ❁ اپنی حیثیت جانتا ہو ❁ اس کا مقصود بھی صحیح ہو اور ❁ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب نظریں جمائے ہوئے ہو کہ جس نے اسے اپنی رضامندی کے کام کی توفیق دی ہے تو اس کا بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ جہری قراءت میں کئی اَعمال جمع ہو جاتے ہیں اور عمل کی فضیلت اس میں کی گئی نیتوں کی کثرت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام بلند مرتبہ ہوتے ہیں اور ان کے اعمال کے افضل ہونے کا سبب ان کا اپنے اعمال کی اچھی اچھی نیتوں سے آگاہ ہونا اور ان کا اعتقاد رکھنا ہے۔ بعض اوقات ایک ہی عمل میں دَس نیتیں بھی ہوسکتی ہیں، جو علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام اس بات کو جانتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں تو انہیں دَس گنا اجر عطا فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا کسی ایک ہی عمل میں شریک لوگوں میں سے بہترین لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی اس عمل میں نیتیں زیادہ ہوں اور ان کا مقصود اچھا اور اَدَب والا ہو۔

---

[1] ......قرآنِ مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص ۵۵۳)

سماعت وتلاوتِ قرآنِ کریم کی فضیلت

﴿1﴾ ......جس نے کتابُ اللہ کی ایک آیت غور سے سنی وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔[1]

﴿2﴾ ......ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔[2] اور تلاوت کرنے والا بھی سماعت کرنے والے کے ساتھ اجر میں شریک ہوتا ہے کیونکہ اسی نے اسے ثواب کمانے کا موقع دیا۔

﴿3﴾ ...... پڑھنے والے کے لئے ایک اجر اور سننے والے کے لئے دو اجر ہیں اور ایک قول کے مطابق سننے والے کے لئے نو اجر ہیں۔ بہر حال دونوں قول صحیح ہیں۔ کیونکہ پڑھنے اور سننے والے دونوں افراد میں سے ہر ایک کو اس کے خاموش رہنے اور نیت کے مطابق ثواب ملتا ہے۔ جب تلاوت کرنے والا دوسرے کو اجر کمانے کا موقع دیتا ہے تو یقیناً اس کے لئے وہ تمام اجر ہوگا جو سننے والا حاصل کرے گا دافعِ رنج و مَلال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کی وجہ سے کہ ”نیکی پر راہنمائی کرنے والا اس پر عمل کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔“[3] خصوصاً جب تلاوت کرنے والا قرآنِ کریم کا عالم اور فقیہ بھی ہو تو اس کی قراءت اور وقوف سامع کے لئے حجت ہوں گے۔

رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور سماعتِ قرآنِ کریم

ایک مرتبہ رسولِ بے مثال، صاحبِ جُودو نوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ام المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا انتظار فرما رہے تھے، جب وہ دیر سے حاضرِ خدمت ہوئیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ”آپ کو کس شے نے روکے رکھا؟“ عرض کی: ”یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ایک شخص کی قراءت سن رہی تھی، اس سے بڑھ کر خوبصورت آواز میں نے کسی کی نہیں سنی۔“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی کھڑے ہو کر کافی دیر تک تلاوت سنتے رہے اور پھر واپس لوٹ کر ارشاد فرمایا: ”یہ ابوحُذَیفہ کا آزاد کردہ

---

[1] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب فضائل القرآن، باب تعلیم القرآن وفضله، الحدیث: ۶۰۳۲، ج۳، ص ۲۲۹ قول ابن عباس

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باقی تعظیم القرآن، فصل فی استحباب التکبیر، الحدیث: ۲۰۸۵، ج ۲، ص ۳۷۳

الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۵۰۹ حفص بن عمر الحکیم، ج ۳، ص ۲۸۴

[3] ......جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ان الدال علی الخیر، الحدیث: ۲۶۷۰، ص ۱۹۲۱

غلام سالم ہے، تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے میری اُمَّت میں اس جیسے قاری پیدا فرمائے ہیں۔"[1]

ایک بار رات کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ ناعبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی قراءت سماعت فرمائی جبکہ امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے۔ سب کافی دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو قرآنِ کریم کو اس طرح پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ یہ ابھی ابھی نازل ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اِبْنِ اُمِّ عَبْد (یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود) کے پڑھنے کی طرح پڑھا کرے۔"[2]

ایک مرتبہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: "قرآنِ کریم پڑھو۔" انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا میں (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے) قراءت کروں حالانکہ قرآنِ کریم تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر نازل ہوا ہے؟" تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں کسی دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔" تو حضرت سیِّدُ نا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (۴۱) (پ۵، النساء: ۴۱)﴾[3] تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چشمانِ مبارک نم ہو گئیں۔[4]

تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی تِلاوت سماعت فرمائی تو ارشاد فرمایا: "انہیں لَحْنِ داودی عطا فرمایا گیا ہے۔" جب حضرت سیِّدُ نا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے عرض کی: "یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سماعت فرما رہے ہیں تو میں خوب آراستہ کر کے تلاوت کرتا۔"[5]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوات، باب في حسن الصوت بالقرأن، الحديث: ۱۳۳۸، ص ۲۵۵۲

[2] ......المعجم الاوسط، الحديث: ۲۴۰۴، ج ۲، ص ۳۳

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

[4] ......صحيح البخاری، كتاب فضائل القرأن، باب البكاء عند قراءة القرأن، الحديث: ۵۰۵۵، ص ۴۳۷

[5] ......المرجع السابق، باب حسن الصوت بالقراءة للقرأن، الحديث: ۵۰۴۸، ص ۴۳۷

السنن الكبرى للنسائی، كتاب فضائل القرأن، باب تحبير القرأن، الحديث: ۸۰۵۸، ج ۵، ص ۲۳

صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور سماعتِ قرآنِ کریم

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ حضرت سیِّدُنا عَلْقَمہ بن قیس رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کو حکم دیا کرتے کہ وہ ان کے سامنے قرآنِ کریم پڑھیں اور پھر ان سے ارشاد فرماتے: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! ترتیل سے پڑھیں۔'' حالانکہ وہ قرآنِ کریم بہت خوبصورت آواز سے پڑھا کرتے تھے۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان جب آپس میں جمع ہوتے تو ایک کو قرآنِ کریم کی کوئی سورت پڑھنے کا کہا کرتے۔[2]

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ حضرت سیِّدُنا ابو مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ سے فرماتے: ''ہمیں ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر سنائیں۔'' تو وہ ان کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کر دیتے یہاں تک کہ نماز کا درمیانی وقت قریب ہو جاتا تو وہ عرض کرتے: ''اے امیر المؤمنین! نماز، نماز۔'' تو امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ فرماتے کہ کیا ہم نماز میں نہیں ہیں؟[3] گویا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۴۵)﴾[4] کی تاویل کیا کرتے۔[5]

قرآنِ کریم اور ریا

بصرہ کے ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں رات کو پیدل چلتا تو تہجد گزاروں کے رونے کی آوازیں سنا کرتا تھا گویا کہ وہ پرنالوں کے بہنے کی آوازیں ہوں، ان میں محبَّت، نماز اور تلاوتِ قرآنِ کریم کا شوق ہوتا مگر جب اہلِ بغداد نے ریاکاری اور مخفی آفات کے متعلّق ایک کتاب لکھی تو تہجد گزار خاموش ہو گئے۔ یہ سلسلہ آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا یہاں تک کہ ختم ہی ہو گیا ہے۔

اگر تلاوت کرنے والے کی مذکورہ اُمور میں سے کچھ بھی نیّت نہ ہو بلکہ وہ ان اُمور سے غافل ہو اور آفات میں

---

[1] ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۱۹۸۲ علقمۃ بن قیس، ج۶، ص ۱۴۹

[2] ......الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع، ج۵، ص ۳۱۶

[3] ......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کا مقصود نماز سے منع کرنا نہ تھا بلکہ ذکرِ الٰہی کی اہمیت کو اجاگر کرنا تھا۔

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔

[5] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب حسن الصوت، الحدیث: ۴۱۹۲، ج۲، ص ۳۲۱۔ ''لابی مسعود'' بدلہ ''لابی موسیٰ'' وبدون ''حتی یکاد......الخ''

سے کسی شے سے آگاہ ہو یا اس کے دل میں سرسری طور پر کسی شخص کا خیال یا نفسانی خواہشات پیدا ہوں اس طرح کہ وہ انہی میں کھو جائے تو اس پر لازم ہے کہ جہری قراءت سے پرہیز کرے، اگر اس نے دل کے بوجھ کے باوجود جہری قراءت کی تو اس کا عمل فاسد ہو گا کیونکہ اس کے دل میں بیماری قرار پکڑ چکی ہے جو نقصان کے زیادہ قریب اور اخلاص سے دوری کا سبب ہے۔ پس اس پر لازم ہے کہ اخلاص اختیار کرے جو کہ ریاکاری کا علاج ہے اور جس سے اس کی حالت کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ اخلاص، دل کے لئے بہت مفید، عمل کے لئے زیادہ محفوظ اور آخرت کے لئے زیادہ قابلِ تعریف ہے۔

اخلاص اور اس کی حلاوت

بعض اوقات بندہ نماز اور تلاوت میں نفسانی خواہشات کی حلاوت پاتا ہے اور اسے اخلاص کی حلاوت ولذت گمان کرتا ہے جبکہ یہ ایک مخفی شہوت اور انتہائی باریک نقص ہے، کمزور لوگ ہی اس کا شکار ہوتے ہیں اور عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے علاوہ اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اخلاص کی حلاوت وہی لوگ پاتے ہیں جو دنیا اور لوگوں کی مدح سرائی میں رَغْبَت نہ رکھتے ہوں اور جو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ سے مَحَبَّت کرنے والے اور اس سے ڈرنے والے ہوں وہی اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تَعَلُّقات کی مَضبوطی اور صِدْقِ عبادت کے سَبَبِ اِخلاص کی لَذّت پاتے ہیں۔

اس کے نہ ہونے کا اعتبار دو میں سے ایک صورتوں میں ہو سکتا ہے: (۱) نفس کے نزدیک مدح وذم برابر ہو۔ یہ مقامِ زہد کی ایک حالت ہے (۲) یا شہادتِ یقین کے باعث دل ان سے خالی ہو۔ یہ مقامِ معرفت ہے۔

یہ دونوں مقامات ایسے ہیں جہاں ظاہری و باطنی اعمال ایک جیسے ہوتے ہیں۔ البتہ متقی وعادل اماموں کے علانیہ وظاہری اعمال بعض اوقات افضل ہوتے ہیں۔

دورانِ تلاوت غیر کی جانب متوجہ ہونے کا انجام

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے سحری کے وقت اپنے حجرۂ خاص میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی، جب میں نے اسے ختم کیا تو مجھ پر اونگھ طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اترا جس کے ہاتھ میں ایک سفید رنگ کا صحیفہ (رجسٹر) تھا، اس نے وہ میرے سامنے رکھ دیا، میں نے اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی پائی اور سوائے ایک کلمہ کے

تمام کلمات کے نیچے دَس دَس نیکیوں کا ثواب لکھا ہوا دیکھا، میں نے اس کلمے کی جگہ لکھ کر مٹا دینے کے اثرات دیکھے تو مجھے دکھ ہوا، لہٰذا میں نے اس شخص سے کہا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے اس کلمہ کو بھی پڑھا تھا، لیکن میں اس کا ثواب لکھا ہوا پا رہا ہوں نہ ہی اس کلمے کو۔'' تو اس شخص نے جواب دیا: ''آپ سچ کہہ رہے ہیں، آپ نے واقعی اسے پڑھا تھا اور ہم نے بھی اسے لکھ لیا تھا مگر ہم نے ایک ندا دینے والے کو یہ کہتے سنا کہ اسے مٹا دو اور اس کا اجر وثواب بھی کم کر دو، پس ہم نے اسے مٹا دیا۔'' یہ سن کر مَیں خواب میں رونے لگا اور عرض کی: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' تو وہ بولا: ''ایک شخص دورانِ تلاوت آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اس کی خاطر اپنی آواز بلند کر لی تھی، پس ہم نے اسے مٹا دیا۔''

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو بلند آواز سے قراءت کرتے سنا تو ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سُناؤ ہمیں نہ سناؤ۔'' [1]

ریاکاری

شہرت (جو دوسروں کو کلام سنا کر حاصل ہو) کا تعلّق ریاکاری کے ساتھ ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو ریاکاری کا ہے یعنی عمل فاسد ہو جاتا ہے اور عمل کرنے والے کے اجر وثواب میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ بندہ اپنے عمل کے سبب غَیْرُ اللہ کو اپنی آواز سناتا ہے اور چاہتا ہے کہ مخلوق اسے سنے تاکہ اس کے سبب اس کی خواہشاتِ نفسانیہ کے غلبے اور نفس کی کمزوری کی وجہ سے وہ اس کی مدح سرائی کرے۔ اس کے اپنے عمل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق کو شریک کرنے کی وجہ سے اس کا عمل توحید سے ناواقفیت کی وجہ سے باطل ہو گیا کیونکہ اگر وہ یہ یقین رکھتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نفع دینے والا ہے نہ ہی نقصان پہنچانے والا، کوئی عطا فرمانے والا ہے نہ ہی اس کے سوا کوئی روکنے والا، تو توحید کو شرک (یعنی ریاکاری) سے خالص کر لیتا، پس اس طرح اس کا عمل بھی ریاکاری سے خالص ہو جاتا۔ ریاکاری سے مراد چونکہ آنکھوں کا دیکھنا ہے لہٰذا آواز کے ذریعے شہرت حاصل کرنا ریاکاری کے مفہوم ہی میں داخل ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ نبیوں کے تاجور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی شہرت چاہنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی ریاکار کا۔'' [2]

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۲۰۰، ج۲، ص۲۸۸

[2] ......الزھد لابن مبارک فی نسخۃ الزائد، باب فی الاخلاص فی الدعاء، الحدیث: ۸۳، ص۲۰

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ ابدقرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شہرت کے لئے کوئی عمل کیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے رُسوا کرے گا اور جو ریا کاری کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے عذاب دے گا۔'' پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے عمل کو کم اور حقیر قرار دیا۔ [1]

جس شخص کی اپنے بھائی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کلام سنانے میں نیّت اچھی ہوتا کہ اسے نصیحت کرے اور غور وفکر کی ترغیب دلائے یا اسے سن کر وہ نَفْع حاصل کر سکے اور اس کے سبب نصیحت حاصل ہو تو اچھی نیت کے پائے جانے اور مقصود کے صحیح ہونے کی وجہ سے یہ ریا کاری وشہرت میں شامل نہیں، نیز اس میں مدح سرائی یا کوئی دوسری دنیاوی غرض بھی موجود نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ عرض کی کہ ''اگر مجھے معلوم ہوتا تو مزید نکھار اور سنوار کر قراءت کرتا۔'' [2] آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا کیونکہ اس میں نیّت اچھی تھی اور مقصود بہتر تھا۔ جبکہ ایک دوسرے شخص سے جو آیاتِ کریمہ بلند آواز سے پڑھ رہا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سناؤ ہمیں مت سناؤ۔'' [3] پس اس کے اس عمل پر اظہارِ ناپسندیدگی کی وجہ شہرت وریا کاری کا پایا جانا تھا۔

مروی ہے کہ مُحْسِنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک مرتبہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو (خشیتِ الٰہی سے) آہیں بھر رہا تھا اور ڈر سے کانپ رہا تھا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ موجود ایک صحابی نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ اسے ریا کاری کرنے والا خیال کریں گے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ یہ تو ﴿**اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ**﴾ ہے۔'' یعنی بہت آہیں کرنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب رُجُوع کرنے والا ہے۔ [4]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء، الحدیث: ۷۴۷۶، ص ۱۱۹۵ مختصراً
المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، الحدیث: ۶۵۱۹، ج ۲، ص ۵۵۸ بدون ذکر الریاء

[2] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب فضائل القرآن، باب تحبیر القرآن، الحدیث: ۸۰۵۸، ج ۵، ص ۲۳

[3] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۲۰۰، ج ۲، ص ۲۸۸

[4] ......السنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ ھود، باب قولہ تعالیٰ ''منیب''، الحدیث: ۱۱۲۴۴، ج ۶، ص ۳۶۵ مفھوماً

مخلوق کی خاطر معمولی سی تَصَنُّع اور بناوٹ کی بنا پر رات بھر عبادت کرنے اور دن بھر روزہ رکھنے سے حالت میں افضل، مقام میں ارفع اور انجام میں قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ بندہ سلامتی وصدق کی حالت پر رات بھر سویا رہے اور دن کے وقت کھاتا رہے۔ معرفتِ الٰہی حاصل کرنا اور اسے بجالانا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہی کا کام ہے۔

تین امور میں حلاوت مفقود ہوتی ہے

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ تین۳ اُمور میں حَلاوَت مَفقود ہوتی ہے، اگر تو اسے پائے تو خوشی محسوس کر اور اپنے مقصود کی جانب بڑھتا جا اور اگر حلاوت نہ پائے تو جان لے کہ تیرا دروازہ بند ہے: (۱) قرآنِ کریم کی تلاوت کے وَقْت (۲) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے وقت اور (۳) سجود کے وقت۔ [1] اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن نے ان اُمور میں مزید یہ زِیادَتی کی ہے کہ (۴) صدقہ کرتے وقت اور (۵) سحری کے وقت۔

قرآنِ کریم کی زِیارَت اور تلاوت

قرآنِ کریم دیکھ کر تلاوت کرنا زبانی تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ سات میں سے ایک منزل پڑھنا پورا قرآنِ کریم پڑھنا ہی ہے کیونکہ قرآنِ کریم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ [2]

صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے اکثر قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور اس بات کو مستحب قرار دیتے کہ ان کا کوئی دن ایسا نہ جائے جس میں انہوں نے قرآنِ کریم کی زیارت نہ کی ہو اور امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے متعلق تو یہاں تک مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے کثرت سے دیکھ کر تلاوت کرنے (اور کثرتِ ورق گردانی) کے باعث دو۲ عدد قرآنِ پاک شہید ہوگئے۔

---

[1] ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، فصل فی الطبع علی القلب، الحدیث: ۷۲۲۶، ج۵، ص۴۴۷ مفہوماً

[2] ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی القراءۃ من المصحف، الحدیث: ۲۲۳۸، ج۲، ص۴۱۱

فصل 20

افضل دنوں اور راتوں کا بیان

اس فَصل میں افضل راتوں اوران میں شب بیداری کا مستحب ہونا نیز افضل دنوں میں اَوْرَاد و وَظائف وغیرہ پڑھنے کاذکر ہے۔

فضیلت والی راتیں

سال بھر میں پندرہ۱۵ راتیں ایسی ہیں جن میں شب بیداری مُستَحَب ہے۔ان میں سے 5 راتیں رمضانُ المبارک میں ہیں: یعنی آخری عشرے کی طاق راتیں اورچھٹی رات رمضان المبارک کی سترہویں رات ہے یعنی جس کی صبح حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا واقعۂ بدر رُونُما ہوا۔حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مذہب تھا کہ یہی لیلۃ القدر ہے اور باقی 9 راتیں یہ ہیں: (۱) محرام الحرام کی پہلی رات (۲) عاشورا کی رات (۳) رجب کی پہلی (۴) پندرہویں اور (۵) ستائیسویں رات،اس میں حضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کومعراج ہوئی تھی (۶) عَرَفہ کی رات (۷،۸) عیدَین (عیدالفطر اور عیدالضحیٰ) کی راتیں اور (۹) شعبانُ المُعَظَّم کی پندرہویں رات۔

صلوٰۃ الخیر

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن شعبانُ المُعَظَّم کی پندرہویں رات کو 100 رکعت نوافل اس طرح پڑھتے کہ ان میں 1000 مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ یعنی سورۂ اِخلاص پڑھتے۔اس طرح کہ ہر رکعت میں دس۱۰ مرتبہ پڑھتے اور اس نماز کو صَلٰوۃُ الْخَیْر کہتے۔وہ سب اس کی برکتوں سے اچھی طرح آگاہ تھے اور اس رات سب اکٹھے ہوجاتے اور بعض اوقات سب مل کر جماعت سے نماز پڑھتے۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مجھے 30 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بتایا کہ جو اس رات صَلٰوۃُ الْخَیْر پڑھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی جانب 70 مرتبہ نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ہر مرتبہ اس کی 70 حاجتیں پوری فرماتا ہے جن میں سب سے چھوٹی حاجت اس کی مَغْفِرت ہوتی ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد وہی رات ہے جس کا تذکرہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے: [1]

[1] ......تفسیر البغوی، پ ۲۵، الدخان، تحت الایۃ ۴، ج ۴، ص ۱۳۳ ...... الکشاف، پ ۲۵، الدخان، تحت الایۃ ۴، ج ۴، ص ۲۶۹، ۲۷۰

فِیۡہَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ۙ﴿۴﴾ (پ۲۵،الدخان:۴) ترجمۂ کنزالایمان: اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

یہی وہ رات ہے جس میں سال بھر کے اُمور اور آئندہ پیش آنے والے احکام کی تدبیر لکھی جاتی ہے۔ اس کی حقیقت کے مُتعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے مگر (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اُمور وغیرہ کی تدبیر لیلۃ القدر میں ہوتی ہے، اسی لئے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ قرآنِ کریم خود اس کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ (پ۲۵،الدخان:۳)﴾[1] اس کے بعد اس رات کے اوصاف ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ﴾[2] قرآنِ کریم چونکہ لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوا لہٰذا یہ آیتِ مبارکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے مُوافق ہے:

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ (پ۳۰،القدر:۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔

فضیلت والے اَیّام

فضیلت والے اَیّام 19 ہیں جن میں اوراد و وظائف اور عبادت مستحب ہے: (۱) یومِ عاشورا (۲) یومِ عرفہ (۳) ستائیس ۲۷ رَجَب کا دن (۴) سترہ ۱۷ رمضان المبارک کا دن (۵) پندرہ ۱۵ شعبانُ المُعَظَّم کا دن (۶) یوم جمعہ (۷) یومِ عید (۸ تا ۱۷) ایامِ معلومات یعنی ذی الحج کے پہلے دس ۱۰ دن اور (۱۸، ۱۹) ایام معدودات[3] جو ایام تشریق بھی ہیں۔

یومِ عرفہ و عاشورا کے روزے کی فضیلت

نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یومِ عرفہ کا روزہ دو ۲ سال کے گناہوں کا کفّارہ ہے، ایک گزشتہ سال کا اور دوسرے آنے والے سال کا اور عاشورا کے دن روزہ رکھنا سال بھر کا کفارہ ہے۔''[4]

یومِ جمعہ و ماہِ رمضان میں گناہوں سے محفوظ رہنے کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ نبیوں کے سَرۡوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔

[3] ......بقر عید کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد والے تین ۳ دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح،ج۴،ص۱۷۱)

[4] ......النسنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصیام، باب صوم یوم عرفۃ، الحدیث: ۲۸۰۰،ج۲،ص۱۵۱

فرمانِ عالیشان ہے: ''جب یومِ جُمُعہ (گناہوں سے) محفوظ رہا تو بقیہ اَیَّام بھی محفوظ رہیں گے اور جب ماہِ رمضان (نافرمانیوں سے) سلامت رہا تو پورا سال سلامت رہے گا۔'' (1)

دنیا میں پانچ ایام کی قدر و منزلت

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں رہ کر ان پانچ اَیَّام میں اپنی من پسند اشیاء حاصل کیں وہ آخرت میں اپنی من پسند اشیاء سے محروم رہے گا۔ مزید فرماتے ہیں کہ ان اَیَّام میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور زیادتی کی امید کی جاتی ہے، پس جب تو ان ایام میں اپنی خواہشات اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہو گا تو کب اس کے فضل و زیادتی کی امید رکھ پائے گا؟ اور وہ پانچ ایام یہ ہیں: دو دن عیدین کے، جمعہ، عرفہ اور عاشورا کے دن۔

افضل دن

مذکورہ ایام کے بعد افضل دن دو ہیں یعنی پیر اور جمعرات کا دن۔ ان دنوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

حرمت والے مہینے

فضیلت والے مہینوں میں سے جن کی حرمت بیان کی گئی ہے وہ چار ہیں: (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم الحرام اور (۴) رجب المرجب۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان مہینوں کی حرمت کی وجہ سے ان میں ظُلْم نہ کرنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان مہینوں میں کئے گئے اعمال بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ فضیلت ماہِ ذی الحج کی ہے کیونکہ اس میں حج ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ اسی میں **اَیَّامِ مَعْلُومَات** اور **اَیَّامِ مَعْدُوْدَات** ہیں۔ اس کے بعد ذی القعدہ افضل ہے کیونکہ اس میں دو وصف جمع ہیں، یعنی اس کا شمار حرمت والے مہینوں کے علاوہ حج کے مہینوں میں بھی ہوتا ہے جبکہ محرم الحرام اور رجبُ المُرَجَّب حج کے مہینے نہیں ہیں۔ شَوَّال اگرچہ حرمت والے مہینوں میں سے نہیں لیکن اس کا شُمار حج کے مہینوں میں ہوتا ہے۔

---

(1) ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۴۲۵ عبدالعزیز بن ابان، ج ۶، ص ۵۰۴۔ عن عائشۃ۔ بتقدم و تاخر

افضل عشرے

عشرہ کے اعتبار سے افضل دو۲ عشرے ہیں: یعنی ذی الحج کا پہلا اور آخری عشرہ۔ان دونوں عشروں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت محرم الحرام کے پہلے عشرے کی ہے۔پس ان ایام میں اعمال کی بجا آوری بقیہ مہینوں میں اعمال بجا لانے سے افضل ہے۔

دنوں کی فضیلت کے متعلق ﴿5﴾ احادیثِ مبارکہ

﴿1﴾......جس نے ماہِ حرام کے تین۳ روزے رکھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے آگ سے سات سو سال دور فرما دے گا یعنی جمعرات، جُمُعہ اور ہفتہ کے دن کا روزہ۔[1]

﴿2﴾......ماہِ حرام میں ایک دن کا روزہ رکھنا عام دنوں میں 30 روزے رکھنے کے برابر ہے اور ماہِ رمضان المبارک میں ایک روزہ رکھنا ماہِ حرام میں تیس۳۰ روزے رکھنے کے برابر ہے۔[2]

﴿3﴾......جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو سرورِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بستر لپیٹ دیتے اور چادر کس لیتے۔[3]

﴿4﴾......جب آخری عشرہ آتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود بھی محنت وکوشش سے عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی تندہی سے عبادت میں لگا دیتے یعنی خود بھی عبادت میں مصروف ہو کر خوب تھکتے اور انہیں بھی خوب تھکاتے۔[4]

﴿5﴾......ذی الحج کے دس۱۰ دنوں سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عمل کرنا افضل اور محبوب ہو[5] کیونکہ اس کے ایک دن کا روزہ رکھنا سال بھر کے روزے رکھنے کے برابر ہے اور اس میں ایک رات قیام کرنا **لیلۃُ القدر** میں قیام کرنے کے برابر ہے۔عرض کی گئی: ''اور کیا راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی (اس سے افضل

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحديث: ۱۷۸۹، ج ۱، ص ۴۸۴۔ ''بعدہ...الی عام'' بدلہ ''کتب لہ عبادۃ سنتین''

[2] ......المعجم الصغیر، الحدیث: ۹۲۰، ج ۲، ص ۷۱ بدون ذکر الصیام رمضان

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتھاد فی......الخ، الحدیث: ۲۷۸۷، ص ۸۶۸ بتغییر قلیل

[4] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۸۲۸، ج ۳، ص ۳۵۴

[5] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۲۹۶، ج ۵، ص ۹۶

یا برابر) نہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''راہِ خدا میں جہاد کرنا بھی (اس سے افضل) نہیں سوائے اس شخص کے جو جان اور مال کے ساتھ نکلے لیکن کوئی شے واپس لے کر نہ لوٹے۔''[1] ایک روایت میں ہے کہ ''سوائے اس شخص کے جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالی جائیں اور اس کا خون بہایا جائے۔''

توفیق یا تذلیل

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے افضل اوقات میں افضل ترین اعمال کی توفیق دیتا ہے تاکہ اسے بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے اور جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو اسے افضل اوقات میں بدترین اعمال کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ شعائر کی حُرمَت پامال کرنے اور حرام ٹھہرائی گئی اشیاء کی حرمت کا خیال نہ رکھنے کے باعث اس کی برائیوں میں کئی گنا اضافہ کر دیا جائے۔

توفیق و ذلت کی علامات

منقول ہے کہ توفیق کی تین علامات ہیں: (۱)......نیکی کے کاموں میں بلا ارادہ مشغول ہو جانا (۲)......گناہوں کی خواہش کے باوجود ان سے دوری کا پیدا ہونا اور (۳)......تنگی و آسانی کی حالت میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی جانب محتاجی و ضرورت کے دروازے کا کھلا ہوا ہونا۔[2] ذِلّت و رُسوائی کی بھی تین علامات ہیں: (۱)......نیکی کی خواہش کے باوجود اس پر عمل کا مشکل ہونا (۲)......خوفِ مَعْصِیَت کے باوجود اس پر عمل کا آسان ہونا (۳)......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی جانب کھلنے والے اِحْتِیاج و فَقْر کے دروازے کا بند ہو جانا۔[3]

ہم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم کے صدقہ ہر حالت میں بہترین توفیق کا سوال کرتے اور بری قضا و قدر سے پناہ مانگتے ہیں۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق، الحدیث: ۹۶۹، ص۷۶
المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۲۹۶، ج۵، ص۹۶

[2] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی ان القدر خیرہ وشرہ من اللہ، الحدیث: ۱۹۲، ج۱، ص۲۱۵ بتغیر قلیل

[3] ......المرجع السابق

فصل 21

جُمُعَہ کا بیان

اس فصل میں نمازِ جمعہ، اس کی کیفیت وآداب اور روزِ جمعہ وشبِ جمعہ کے اَوراد ووَظائف کا تذکرہ ہوگا۔

جمعہ واجب ہونے کی صورتیں

نمازِ جمعہ بعض صورتوں میں واجب اور بعض میں واجِب نہیں۔ واجب ہونے کی صورتیں یہ ہیں: مُقیم ہونا، تندرست ہونا، وقتِ ظہر ہونا اور 40 آزاد مردوں کا موجود ہونا۔ [1]

جمعہ واجب نہ ہونے کی صورتیں

نمازِ جمعہ واجب نہ ہونے کی صورتیں یہ ہیں: مُسافر ہونا......نمازِ عصر کا وَقْت ہوجانا...... مذکورہ تعداد پوری نہ ہونا ......کوئی شرعی عذر پایا جانا۔

جمعہ حکمرانوں کے اعمال میں سے ہے اور اس کا قائم کرنا بھی انہی کا کام ہے مگر (صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب کسی بدمذہب بدعتی کے پیچھے نمازِ جمعہ ادا کرنا پڑ جائے تو اس کے بعد نمازِ ظہر بھی پڑھ لی جائے۔

جامع مسجد کا انتخاب

اگر بہت بڑے شہر میں دو جامع مساجد ہوں تو نمازِ جمعہ اس مسجد کے امام کی اقتدا میں ادا کی جائے جو زیادہ افضل ہو۔ اگر فضیلت میں دونوں برابر ہوں تو جو مسجد زیادہ قدیم اور پرانی ہو وہاں ادا کی جائے، اگر دونوں ایک جیسی ہوں تو جو زیادہ قریب ہو وہاں نماز ادا کی جائے۔ ہاں اگر دور جانے میں علمی باتوں کے سننے یا علم سیکھنے سکھانے کی نیت ہو تو کوئی حرج نہیں اور سب سے بڑی جامع مسجد میں نماز ادا کی جائے کیونکہ جہاں مسلمان کثرت سے ہوں وہاں نماز ادا

---

[1] ......اَحْناف کے نزدیک جمعہ میں افراد کی تعداد امام کے علاوہ تین ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحَہ 769 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اگر تین غلام یا مسافر یا بیمار یا گونگے یا ان پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہوجائے گا اور صرف عورتیں یا بچے ہوں تو نہیں۔

کرنا افضل ہے۔ جو شخص ان دونوں مَساجِد میں سے جس سے زیادہ محبّت کرتا ہو وہاں نماز پڑھے تو اس کے اس طرح نماز پڑھنے سے (زیادہ) اجر وثواب کی امید ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا جُرَیج رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا عطا عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الفَتَّاح سے عرض کی: ”جب کسی شہر میں دو۲ یا تین۳ مساجد ہوں تو میں نماز کہاں پڑھوں؟“ انہوں نے ارشاد فرمایا: ”وہاں نماز ادا کرو جہاں سب مسلمان جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہ جمعہ ہے اور یہ ایسا دن ہے جس کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسلام کو عظمتیں عطا فرمائیں، اسے مُزَیّن کیا اور مسلمانوں کو شرف وفضیلت سے نوازا۔“

اذانِ جُمُعہ کے بعد خرید وفروخت کی حرمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَؕ (پ۲۸، الجمعۃ: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں حُکمِ اِمتِناعی کے عام ہونے کی وجہ سے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت کے نزدیک اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔[1] اور بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اگر خرید وفروخت کی تو فاسد ہوگی اور شے واپس کر دی جائے گی۔[2]

نمازِ جُمُعہ کے بعد تلاشِ فضل کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ……المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ، الحدیث: ۵۲۳۹، ج۳، ص۷۷

[2] ……دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1182 صفحات پر مشتمل کتاب، ”بہارِ شریعت“ جلد دوم صفحہ 723 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اذانِ جمعہ کے شروع سے ختمِ نماز تک بیع مکروہ تحریمی ہے اور اذان سے مراد پہلی اذان ہے کہ اسی وقت سعی واجب ہو جاتی ہے مگر وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں مثلاً عورتیں یا مریض ان کی بیع میں کراہت نہیں۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۲۸، الجمعۃ:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس کا ذکر کریں، خرید وفروخت سے باز رہیں اور اس کا فضل تلاش کریں، اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے خیر وفلاح کا وعدہ فرمایا ہے۔ خیر اور فلاح دونوں ایسے الفاظ ہیں جو دنیا وآخرت کی نعمتوں کے جامع ہیں چنانچہ،

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بھی جمعہ کی فَرضِیَّت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر جمعہ اس دن میں اور اس جگہ فرض کیا ہے۔"[1]

جمعہ چھوڑ دینے کی وعیدیں

{1}......جو بغیر کسی عُذر کے (مسلسل) تین (نمازِ) جمعہ ترک کر دے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔"[2]

{2}......ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس نے اسلام کو پسِ پشت پھینک دیا۔[3]

{3}......ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے ایک ایسے شخص کے متعلّق سوال کیا جو نمازِ جمعہ پڑھتا ہے نہ ہی نماز باجماعت میں موجود ہوتا ہے تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنّمی ہے۔ وہ شخص لگاتار مہینہ بھر یہ سوال دُہراتا رہا لیکن ہر بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه اسے یہی فرماتے کہ وہ جہنّمی ہے۔[4]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب فی فرض الجمعة، الحدیث: ۱۰۸۱، ص ۲۵۴۰

[2] ......المرجع السابق۔ باب فیمن ترک الجمعة من غیر عذر، الحدیث: ۱۱۲۶، ص ۲۵۴۲۔ المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۷۳، ج ۱، ص ۹۱

[3] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجمعة، باب من لم یشهد الجمعة، الحدیث: ۵۱۸۳، ج ۳، ص ۶۹
مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابن عباس، الحدیث: ۲۷۰۴، ج ۲، ص ۵۵۳

[4] ......جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجیب، الحدیث: ۲۱۸، ص ۱۶۵۸
المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الصلاة، باب من قال اذا سمع المنادی فلیجب، الحدیث: ۱۴، ج ۱، ص ۳۸۱

پانچ قسم کے افراد پر جمعہ فرض نہیں

نمازِ جمعہ پانچ قسم کے افراد پر فرض نہیں[1] : بچے پر، غلام، عورت، مسافر اور مریض پر۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی نمازِ جمعہ ادا کرلے تو اس کے لئے جائز ہے اور وہ اپنے فرض کو ادا کرنے والا ہوگا۔[2]

جمعہ کے متعلق ﴿9﴾ احادیثِ مبارکہ

﴿1﴾...... بے شک دونوں اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کو یومِ جمعہ دیا گیا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا اور منہ پھیر لیا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت سے اس کی جانب ہماری راہنمائی فرمائی اور اس اُمّت کے لئے اسے ذخیرہ کر دیا، پھر اسے اس امت کے لئے عید بھی بنا دیا تو اس دن کی بَرَکت سے یہ امت سب لوگوں سے سَبقت لے گئی اور دونوں کتابوں والے (یعنی تورات وانجیل والے) ان کے تابع ہو گئے۔''[3]

﴿2﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس آئے، ان کی ہتھیلی میں ایک سفید وشَفّاف شیشہ تھا اور عرض کی: یہ جُمُعہ ہے، اسے آپ کے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر فرض کیا ہے تا کہ یہ دن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اُمّت کے لئے عید ہو۔ چنانچہ میں نے پوچھا کہ ''ہمارے لئے اس میں کیا (اجر وثواب) ہے؟'' بولے: ''اس میں ایک ساعت خیر کی ہے، جو شخص اس میں اپنی تقدیر میں لکھی ہوئی خیر و بھلائی مانگے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے یا تو وہی خیر و بھلائی عطا فرما دے گا یا پھر اس سے بہتر اس کے لئے ذخیرہ کر دے گا۔ یا اگر کوئی شخص اپنی تقدیر میں لکھی گئی کسی برائی سے پناہ مانگے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بھی بڑی آفت سے اسے پناہ عطا فرمائے گا، یہ دن ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور ہم اسے آخرت میں یَوْمُ الْمَزِیْد پکاریں گے۔'' میں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو بولے: ''آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفحہ 426 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: ''جن پر نماز فرض ہے مگر کسی شرعی عذر کے سبب جمعہ فرض نہیں، ان کو جمعہ کے روز ظہر معاف نہیں ہے وہ تو پڑھنی ہی ہوگی۔''

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۰۲، ج ۱، ص ۷۳

[3] ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۸۳، ص ۲۵۴۰ مختصراً

کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے جنّت میں ایک وادی بنا رکھی ہے جو سفید مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے، جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مقامِ علیین سے اپنی شان کے مطابق کرسی پر جلوہ افروز ہوگا۔'' پھر راوی نے ایک طویل حدیث ذکر کی جس میں ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جنّتیوں پر تجلّی فرمائے گا یہاں تک کہ وہ دیدارِ باری تعالٰی سے مُشرَّف ہوں گے۔'' (1)

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے اس طویل حدیثِ پاک کو مسند الالف میں مکمل طور پر ذکر کیا ہے۔

﴿3﴾......بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی روز انہیں زمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں یہ دن ''یوم المزید'' ہے، آسمان میں فرشتے اس دن کو اسی نام سے جانتے ہیں اور روزِ قیامت دیدارِ باری تعالٰی کا دن بھی یہی ہوگا۔ (2)

﴿4﴾...... ہر جاندار جمعہ کے دن اپنی ساق یعنی پنڈلی پر کھڑے ہو کر (صُور پھونکے جانے کی آواز سننے کے لیے) کان لگائے ہوتا ہے کہیں (آج ہی) قیامت قائم نہ ہو جائے سوائے شیطانوں اور انسانوں کے۔ (3)

﴿5﴾...... جمعہ کے دن پرندے اور دوسرے حشرات وغیرہ ایک دوسرے سے مل کر کہتے ہیں: ''سَلَامٌ سَلَامٌ یَوْمٌ صَالِحٌ'' یعنی نیک بخت دن سلامتی و حفاظت والا ہے۔ (4)

﴿6﴾......بے شک اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر جمعہ کو چھ لاکھ جہنّمیوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے۔ (5)

﴿7﴾......اگر جمعہ کا دن سلامتی کے ساتھ گزرے تو باقی دن بھی سلامتی کے ساتھ گزرتے ہیں۔ (6)

﴿8﴾......حضرت سیِّدُنا کعب رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق کی ہر جنس میں سے ایک کو

---

1 ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۲۰۸۴، ج ۱، ص ۵۶۲۔ والحدیث: ۶۷۱۷، ج ۵، ص ۹۹

2 ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التی یستجاب......الخ، الحدیث: ۱۴۳۱، ص ۲۱۸۱ دون ذکر یوم المزید

3 ......المرجع السابق۔ دون ذکر الشیاطین

4 ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزهد، مطرف بن الشخیر، الحدیث: ۲۵، ج ۸، ص ۲۴۷ بدون ''الھوام''

5 ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۲۳۱ ازور بن غالب، ج ۲، ص ۱۲۳

6 ......المرجع السابق، الرقم ۱۴۲۵ عبد العزیز بن ابان، ج ۶، ص ۵۰۴

بقیہ پر فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ شہروں میں سے مکہ مکرمہ زَادَھَااللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا کو، مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور دنوں میں سے جمعہ کو فضیلت بخشی۔'' [1]

《9》...... بیشک ہر زوال سے پہلے سورج کے آسمان پر ٹھہرنے کے وقت جَہَنَّم کو خُوب بھڑکایا جاتا ہے، لہٰذا اس وقت نماز نہ پڑھو، البتہ جمعہ کے دن پڑھ سکتے ہو [2] کیونکہ یہ تمام وقت نماز کا ہے اور اس دن جہنم کو بھی نہیں بھڑکایا جاتا۔ [3]

نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت

جمعہ کے دن بندے کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ وہ پہلی ساعت میں جامع مسجد جائے، اگر ایسا نہ کر سکے تو دوسری ساعت میں چلا جائے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو تیسری ساعت میں چلا جائے۔ چنانچہ،

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ مشکبار ہے: ''جو نمازِ جمعہ کے لئے پہلی ساعت میں جائے گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری ساعت میں جائے گویا اس نے گائے قربان کی، جو تیسری ساعت میں جائے گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی، جو چوتھی ساعت میں جائے گویا اس نے ایک مرغی قربان کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے گویا اس نے ایک انڈا ہدیہ کیا، پس جب امام باہر نکلے تو اعمال کے صحیفے (یعنی رجسٹر) لپیٹ دیئے جاتے ہیں اور قلمیں اٹھا دی جاتی ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر سننے لگتے ہیں، جو اس کے

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۲، ص ۲۱۹۔ بدون مکۃ۔ وعن انس مفهوماً

الثقات لابن حبان، السيرة النبوية، الاستخلاف علی بن ابی طالب، ج ۱، ص ۲۱۵ عن قول الزبير مفهوماً

[2] ......مُفَسّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مُنْقَطِع اس سے دلیل نہیں پکڑ سکتے اور مَذْہَبِ اَحْنَاف بہت قوی ہے کہ جمعہ کے دن بھی دوپہری میں نماز ناجائز ہے اور جمعہ کی نماز زوال سے پہلے نہیں پڑھ سکتے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۶۵) کیونکہ زوال کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''ہمیں سورج کے طُلُوع وغُروب اور نصف النہار کے اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا۔'' (مسند ابی یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ۴۹۵۶، ج ۴، ص ۳۱۱) اور حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ صُنَابِحی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت میں ہے: ''آفتاب شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع کرتا ہے، جب بلند ہو جاتا ہے، تو جدا ہو جاتا ہے پھر جب سر کی سیدھ پر آتا ہے، تو شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈھل جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے پھر جب غروب ہونا چاہتا ہے شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈوب جاتا ہے جُدا ہو جاتا ہے، تو ان تین۳ وقتوں میں نماز نہ پڑھو۔'' (کنز العمال، کتاب الصلاۃ الاوقات المکروھۃ، الحدیث: ۱۹۵۸۵، ج ۷، ص ۱۷۱)

[3] ......السنن الکبری للبیہقی، کتاب الجمعۃ، باب الصلاۃ یوم الجمعۃ......الخ، الحدیث: ۵۶۸۸، ج ۳، ص ۲۷۴

بعد آیا گویا کہ وہ فرض نماز ادا کرنے آیا ہے اور اس کے لئے کوئی فضیلت والی شے نہیں۔'' ①

یومِ جمعہ کی مختلف ساعتیں

پہلی ساعت: نمازِ فجر کے بعد (طُلُوعِ آفتاب تک) کا وقت...... **دوسری ساعت:** (طلوعِ آفتاب کے بعد) سورج کے کچھ بُلَند ہو جانے کا وقت...... **تیسری ساعت:** سورج کے خوب روشن ہو جانے کا وقت یعنی چاشتِ اعلیٰ کا وقت کہ جب پاؤں سورج کی گرمی و تپش سے جلنے لگتے ہیں...... **چوتھی ساعت:** سورج کے زوال سے پہلے کا وقت......اور **پانچویں ساعت:** جب سورج زوال پذیر ہو یا ٹھیک سر کے اوپر ہو۔

چوتھی اور پانچویں ساعت جلدی آنے کے لئے مستحب نہیں ہے اور پانچویں ساعت کے بعد تو کوئی فضیلت ہی نہیں کیونکہ اس کے آخری وقت میں امام نماز کے لئے نکل آتا ہے اور اب سوائے فرض کی ادائیگی کے کوئی فضیلت باقی نہیں رہی۔

''المسجد'' کے چھ حروف کی نسبت سے جامع مسجد جانے کے متعلق چھ احادیثِ مبارکہ

{1}......**منقول** ہے کہ دیدارِ باری تعالیٰ کے وقت لوگوں کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کا اعتبار ان کے نمازِ جمعہ کی خاطر جلد جامع مَسْجِد جانے سے ہوگا۔

{2}......حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کے دن صُبْح سویرے جامع مسجد میں داخل ہوئے تو تین۳ افراد کو دیکھا کہ وہ جلد آنے میں ان سے بھی سَبْقَت لے گئے ہیں تو انہیں دکھ ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ تو چار۴ میں سے چوتھا ہے۔ حالانکہ چوتھا آدمی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب سے بعید (دور) نہیں ہوتا۔ ② نیز ان کا یہ کہنا اس یقین کی وجہ سے تھا جو انہیں حدیثِ پاک کے مشاہدہ سے حاصل تھا۔

---

① ......صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الجمعۃ، الحدیث: ۸۸۱، ص ۶۹ مختصراً

صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل التھجیر یوم الحدیث، الحدیث: ۱۹۸۴، ص ۸۱۲ مختصراً

سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی التھجیر الی الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۹۲، ص ۲۵۴۱ مختصراً

صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الجمعۃ، باب ذکر دعاء الملائکۃ للمتخلفین......الخ، الحدیث: ۱۷۷۱، ج ۳، ص ۱۳۴ مختصراً

② ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی التھجیر الی الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۹۴، ص ۲۵۴۱

﴿3﴾......فِرِشتے ایک شخص کو تلاش کرتے ہیں جب وہ اسے جمعہ کے دن اپنے وقت سے مُؤَخر پاتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں: "فلاں نے کیا کیا؟ اور کس وجہ سے اسے دیر ہوگئی۔" پھر وہ کہتے ہیں: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر محتاجی کی وجہ سے اسے تاخیر ہوگئی ہے تو اسے غنی کردے اور اگر بیماری کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے تو اسے شفا عطا فرما اور اگر کوئی دوسری مَشْغُولِیّت ہے تو اسے اپنی عبادت کے لئے فارِغ کر دے اور (اگر یہ تاخیر) محض کھیل کود کی وجہ سے ہے تو اس کے دل کو اپنی اطاعت کی طرف متوجہ کر دے۔"[1]

﴿4﴾......تین کام ایسے ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہ اس کی تلاش میں اونٹوں کی طرح دوڑ پڑیں: اذان، پہلی صف اور نمازِ جمعہ کے لئے صبح سویرے جانا۔[2]

امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل اس حدیثِ پاک کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان تینوں کاموں میں سب سے زیادہ فضیلت والا کام صُبح سویرے جمعہ کے لئے جانا ہے۔

﴿5﴾...... جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فِرِشتے[3] مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں چاندی کے رجسٹر اور سونے کی قلمیں ہوتی ہیں، وہ بالترتیب پہلے آنے والے لوگوں کے نام ان کے مَراتب کے اعتبار سے لکھتے ہیں۔[4]

﴿6﴾......آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے مَنْع فرمایا[5]، سوائے اس

---

[1] ......المصنف لعبدالرزاق، کتاب الجمعۃ، باب عظم یوم الجمعۃ، الحدیث: ۵۵۸۱، ج۳، ص۱۴۰ مختصراً

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الاستفھام فی الاذان، الحدیث: ۶۱۵، ص۵۰۔ بدون الغدو الی الجمعۃ

[3] ......مُفَسِّرِ شہیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مسجد کے دروازے پر بیٹھنے والے فرشتوں کے مُتعلّق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں، بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طُلوعِ فجر سے کھڑے ہوتے ہیں بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں خیال رہے کہ اگر اولاً سَو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اوّل ہیں یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظّمہ اونٹ کی ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج۲، ص۳۳۵)

[4] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب استماع الی الخطبۃ، الحدیث: ۹۲۹، ص۷۳ مختصراً

الکشاف، پ۲۸، الجمعۃ، تحت الایۃ ۹، ج۴، ص۵۳۳

[5] ......سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلاۃ، الحدیث: ۱۰۷۹، ص۱۳۰۳

شخص کے جو عالِم باللہ ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَیّام کا ذکر کرتا ہو اور اس کے دین کی باتیں سمجھاتا ہو، جو صُبح کے وقت سے لے کر نمازِ جُمُعہ تک جامع مسجد میں بیٹھا دین کی باتیں کرتا رہے وہ نمازِ جمعہ کی جانب جلد آنے اور علم کی باتیں سننے جیسے دونوں امور کو جمع کرنے والا ہے۔

جمعہ کے دن غسل

بلاضرورت جمعہ کے دن غُسل ترک نہ کرے کیونکہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک غسلِ جمعہ فرض ہے۔[1] اور گھر میں غسل کرنا افضل ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ پاک صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جمعہ کا غُسل ہر بالغ پر واجب (یعنی سُنَّت) ہے۔''[2] اور حضرت سیِّدُنا نافع رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه سے مروی ایک مشہور حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ''جو جمعہ کو آئے اسے چاہئے کہ غسل کرلیا کرے۔''[3]

اہلِ مدینہ کا اندازِ ناراضی

اہلِ مدینہ کبھی کسی سے ناراض ہوتے تو اسے صرف یہ کہا کرتے کہ تو اس شخص سے بھی برا ہے جو جُمُعہ کے دن غُسل نہیں کرتا۔[4]

---

[1] ......حضرت علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْه فرماتے ہیں: نمازِ جمعہ کے لئے غسل کرنا سننِ زوائد سے ہے، اس کے ترک پر عتاب (یعنی ملامت) نہیں۔ (درمختار مع رد المحتار، ج ۱، ص ۳۰۸) دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 496 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''نماز کے احکام'' صَفحہ 426 تا 427 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه فرماتے ہیں: مفسر شہیر، حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْحَنَّان فرماتے ہیں، بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ غسلِ جمعہ نماز کے لئے مسنون ہے نہ کہ جمعہ کے دن کے لئے۔ جن پر جمعہ کی نماز نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت نہیں، بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جمعہ کا غسل نمازِ جمعہ سے قریب کرو حتی کہ اس کے وضو سے جمعہ پڑھو مگر حق یہ ہے کہ غسل جمعہ کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہوجاتا ہے۔ (مراۃ، ج ۲، ص ۳۳۴) معلوم ہوا عورت اور مسافر وغیرہ جن پر جمعہ واجب نہیں ہے ان کے لئے غسلِ جمعہ بھی سنت نہیں۔

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ......الخ، الحدیث: ۸۷۹، ص ۶۹

[3] ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعۃ، الحدیث: ۱۰۸۸، ص ۲۵۴۰

[4] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، الحدیث: ۲۱، ج ۲، ص ۵ مفہوماً

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه خطبہ دے رہے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا: ''کیا یہ آنے کا وَقت ہے؟'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے عَرض کی: ''اذان سننے کے بعد میں نے صرف وُضو کیا اور چلا آیا۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: ''کیا صرف وُضو؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہمیں غُسل کا حکم دیا کرتے تھے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے غُسل نہ کرنے اور صرف وُضو کرنے سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے، اس کی تائید سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے بھی ہوتی ہے: ''جو جمعہ کے دن وُضو کرے تو بھی ٹھیک ہے اور اچھا ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔'' [2]

صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم سے مروی ہے کہ ہمیں گرمیوں میں جمعہ کے دن غُسل کرنے کا حکم دیا گیا لیکن جب موسمِ سرما آیا تو جو چاہتا غسل کرتا اور جو چاہتا نہ کرتا۔ [3]

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''مردوں اور عورتوں میں سے جو بھی نمازِ جمعہ پڑھنے آئے اسے چاہئے کہ غسل کرلے۔'' [4]

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں کہ عورتیں جب جمعہ کو مسجد میں حاضِر ہوں تو غُسل کرلیا کریں۔ [5]

جو شخص جُمُعہ کے دن غسلِ جَنابَت کرے اس کے لئے یہ جمعہ کا بھی غسل ہوگا بشرطیکہ وہ اسی میں غسلِ جمعہ کی بھی

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الغسل یوم الجمعة......الخ، الحدیث: ۸۷۸، ص ۶۹ مفهوماً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی الوضوء یوم الجمعة، الحدیث: ۴۹۷، ص ۱۶۹۳

[3] ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الطهارة، باب الدلالة علی ان الغسل یوم الجمعة سنة اختیار، الحدیث: ۱۴۱۵، ج ۱، ص ۴۴۳

[4] ......السنن الکبری للبیهقی، کتاب الجمعة، باب السنة لمن اراد الجمعة ان یغتسل، الحدیث: ۵۶۹۰، ج ۳، ص ۲۶۷

[5] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فی النساء یغتسلن یوم الجمعة، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۹ قول ابن عمر

نِیَّت کر لے، غسلِ جنابت میں جمعہ کی نیت کا ہونا ضروری ہے کہ یہی افضل ہے اور جمعہ کا غسل غسلِ جَنابَت میں ہی شامل ہوگا، یعنی جب غسلِ جنابت کے بعد جمعہ کے لئے دوبارہ جسم پر پانی بہائے تو یہ افضل ہے۔

ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جمعہ کے دن اپنے بیٹے کے پاس گئے، وہ غسل کر رہا تھا تو اس سے پوچھا: ''کیا یہ جمعہ کا غسل ہے؟'' اس نے عرض کی: ''نہیں بلکہ یہ غسلِ جنابت ہے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''دوبارہ غسل کرو کیونکہ میں نے حُضُورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ'' ہر مسلمان پر جمعہ کے دن غسل کرنا لازم (یعنی سنت) ہے۔'' [1]

جو غسلِ جمعہ طلوعِ فجر کے بعد کرلے تو یہ بھی کافی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جامع مسجد جاتے وقت غسل کیا جائے اور مزید پسندیدہ بات یہ ہے کہ غسل کے بعد نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے تک نئے سرے سے وُضُو نہ کیا جائے کہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اسے ناپسند کیا ہے۔ صبح سویرے جامع مسجد چلا جائے اور وقت کے طویل ہونے کی وجہ سے اگر کسی سَبَب سے بے وُضُو ہو جائے تو وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں وہ اب بھی غسلِ جمعہ پر ہی ہے۔

جمعہ کے دن مستحب امور

(۱) مِسْواک کرنا اور (۲) اچھے کپڑے پہننا مُسْتَحَب ہے، لیکن لباسِ شُہْرَت سے اِجْتِناب کرے اور افضل یہ ہے کہ سفید لباس زیبِ تن کرے یا پھر دو یمنی چادریں اوڑھے، جمعہ کے دن کالا لباس پہننا نہ تو سُنَّت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فضیلت ہے کہ ایسا لباس پہننے والے کو لوگ دیکھتے رہتے ہیں (۳) مونچھیں چھوٹی کرنا بھی مُسْتَحَب ہے کہ ان کی فضیلت صاحبِ جُود و نَوال، رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فعل اور حکم سے ثابت ہے اور (۴) ناخُن کاٹنا بھی مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دوسرے کئی صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن سے مروی ہے کہ ''جو جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے ہر قسم کی بیماری نکال دیتا ہے اور ان میں شفا داخل فرما دیتا ہے۔'' [2]

---

[1] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب الرجل یغتسل للجنابة یوم الجمعة، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۰

[2] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فی تنقیة الاظفار وغیرها یوم الجمعة، الحدیث: ۲، ج ۲، ص ۶۵

(۵) ایسی عُمدہ خُوشبو لگانا بھی مُستَحب ہے جس کی بُو ظَاہِر اور رنگ مخفی ہو کیونکہ مَردوں کے لئے ایسی ہی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور عورتوں کے لئے عمدہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو مخفی ہو۔

(۶) جمعہ کے دن عمامہ پہننا بھی مستحب ہے، جیسا کہ مروی ہے کہ ''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے فِرِشتے جمعہ کے دن عمامے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔'' [1]

اگر کسی کو گرمی ستائے تو نماز سے پہلے اور بعد میں عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جب گھر سے نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد کی طرف جا رہا ہو تو اس کے سر پر عمامہ بندھا ہو، جب نماز پڑھے تو بھی عمامہ پہنے ہوئے ہو تا کہ عمامہ کی فضیلت حاصل ہو سکے۔ اگر اسے اتار دیا تھا تو امام کے مِنبر پر چڑھنے کے وقت دوبارہ پہن لے، پھر اسے پہننے کی حالت میں نماز ادا کرے، ہاں اگر نماز کے بعد چاہے تو اتار دے۔

جامع مسجد جانے کے آداب

چاہئے کہ جب کوئی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِری کے لئے گھر سے نکلے تو ❁ خُشُوع وخُضُوع سے نکلے ❁ پُرسکون و پُروَقار ہو ❁ عجز و انکسار کا پیکر ہو اور ❁ کَثرت سے اِسْتِغفار اور دُعا میں مشغول ہو۔

''اَلْجُمُعَة'' کے 6 حروف کی نسبت سے نمازِ جمعہ کی چھ نیتیں

نمازِ جمعہ کے لیے گھر سے نکلتے ہوئے یہ چھ نیتیں کرلیں:

(۱)......پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے گھر کی زِیارت کروں گا۔

(۲)......فرض ادا کروں گا۔

(۳)......واپس لوٹنے تک مسجد میں اعتکاف کے ذریعے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کروں گا۔

(۴)......اعضاء و جوارح کو لَہْو ولَعِب اور دوسرے لَغْو کاموں سے بچاؤں گا۔

(۵)......پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مشغول ہو کر بقیہ مشاغل سے بچوں گا۔

(۶)......عِبادت کی بجا آوری میں دنیاوی لَذّتوں اور آرام و سُکون کو ترک کردوں گا۔

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۸۰ ایوب بن مدرک الحنفی، ج ۲، ص ۵

جُمعہ کے دن اوقات کی تقسیم

جمعہ کے دن لگاتار عبادت میں مَصروف رہے، یعنی دن کی ابتدا سے لے کر نماز تک نوافل وغیرہ پڑھتا رہے اور دن کے درمیانی حصے میں نمازِ عَصر تک عِلم کی سماعت اور مجالسِ ذِکر میں مشغول رہے اور دن کے آخری حصّے میں نمازِ مغرب تک تسبیح واِستِغفار میں مصروف رہے۔ عُلَمائے مُتقدّمین نے یومِ جمعہ کے اسی طرح تین حصّے بنا رکھے تھے۔

جمعہ کے دن روزہ رکھنا

اگر جمعہ کے دن روزہ رکھ سکتا ہو تو اچھا ہے لیکن جمعرات یا ہفتہ کے دن کا روزہ بھی ساتھ ملا لے، صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور جو روزہ نہ رکھے اگرچہ صلاحیت ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس دن (اپنی بیوی سے) جماع کرلے کہ اس کی بھی فضیلت مروی ہے اور بعض بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ، مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو جمعہ کے دن غسل کرے اور (بیوی کو) غسل کرائے [1] بہت جلدی جا کر امام کے قریب بیٹھے اور کوئی لَغْو کام نہ کرے تو اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور رات کے قیام کا ثواب ہے۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے کہ ''جو امام کے قریب بیٹھے اور اس کی باتیں سنے تو اس کا یہ عمل اس کے لئے دو جمعوں کے درمیانی اعمال کا کفّارہ ہوگا اور تین دن مزید کا۔'' [3]

ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں: ''اس کی دوسرے جمعہ تک مَغْفِرت فرما دی جائے گی۔'' اور بعض روایات میں یہ شرط مذکور ہے کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ [4]

---

[1] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، ج2، ص337 پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے بیوی سے صُحبت کرے تاکہ وہ بھی نہائے اور یہ بھی نہائے اور جمعہ کے وقت دل میں سکون رہے، نگاہیں نیچی رہیں، بعض نے فرمایا ان دو لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے دھوئے اور خود نہائے بعض کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ خطمی وغیرہ سے سر دھوئے اور نہائے۔

[2] ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب فضل غسل یوم الجمعة، الحدیث: ۱۳۸۲، ص ۲۱۷۸

[3] ......سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة، الحدیث: ۳۴۳/۳۴۵، ص ۱۲۴۹

[4] ......سنن ابن ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الرخصة فی ذلک، الحدیث: ۱۰۹۰، ص ۲۵۴۰

سنن ابی داود، کتاب الطهارة، باب فی الغسل للجمعة، الحدیث: ۳۴۷، ص ۱۲۴۹

لوگوں کی گردنیں پھلانگنے کا حکم

لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے بچے کہ یہ حد درجہ مکروہ ہے اور اس کے مُتعلِّق سخت وعید مروی ہے کہ ''جس نے ایسا کیا اسے قیامت کے دن جہنّم پر پُل بنا دیا جائے گا اور لوگ اس پر پیدل چلیں گے۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا ابن جریج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ایک مُرسَل حدیثِ پاک منقول ہے کہ مَخزنِ جُود و سخاوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے دن خُطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ وہ آگے آ کر بیٹھ گیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ جمعہ ادا فرما کر اس شخص کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! تجھے آج ہمارے ساتھ جمع ہونے سے کس چیز نے مَنْع فرمایا؟'' اس نے عَرْض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں تو آپ کے ساتھ ہی تھا۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا میں نے تجھے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس شے نے مَنْع کیا؟'' تو اس نے عرض کی: ''**یا رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ نے مجھے نہیں دیکھا؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے دیر کی اور تکلیف پہنچائی۔'' [3] یعنی تاخیر سے مسجد آیا اور پہلے سے موجود لوگوں کو تکلیف پہنچائی۔

جمعہ کے دن قصاص نہ لیا جائے کہ یہ مکروہ ہے اور نہ ہی نماز سے قَبْل حلقہ بنا کر بیٹھا جائے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمْرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز سے قبل جمعہ کے دن حلقہ بنا کر بیٹھنے سے مَنْع فرمایا۔ [4] مگر ﴿۱﴾...... جو **عالِم باللہ** ہو ﴿۲﴾...... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ایام کا ذکر کرتا ہو اور ﴿۳﴾...... اس کے دین کی باتیں سمجھاتا ہو اس کے لئے حلقہ بنانے میں کوئی حَرَج نہیں۔ پس جو

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی کراھیة التخطی یوم الجمعة، الحدیث: ۵۱۳، ص ۱۶۹۵

[2] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب فی تخطی رقاب الناس یوم الجمعة، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۵۲ بتغیر قلیل

[3] ......المرجع السابق

[4] ......سنن ابی داود، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة، الحدیث: ۱۰۷۹، ص ۱۳۰۳

صُبح کے وَقْت سے لے کر نمازِ جمعہ تک جامع مسجد میں بیٹھا دین کی باتیں کرتا رہے تو وہ نمازِ جمعہ کی جانب جلد آنے اور علم کی باتیں سننے جیسے دونوں اُمُور کو جمع کرنے والا ہے۔

قبولیت کی گھڑی

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندوں کو ان کے رِزْق کے علاوہ ایک خاص رزق اس وقت عطا فرماتا ہے جب ان میں سے کوئی شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ اس خاص فضل کا سوال کرے۔

مروی ہے کہ نبیوں کے تاجور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے جو کسی مسلم بندے کو حاصل ہو جائے اور وہ اس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی مانگے وہ اسے عطا فرماتا ہے۔'' [1]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ کسی بندے کے موافق ہو جائے اور وہ اس میں نماز پڑھے۔'' [2]

اس ساعت میں اختلاف ہے اور اس بارے میں مُخْتَلِف اقوال مروی ہیں:

(۱)...... یہ طُلُوعِ آفتاب کا وقت ہے۔ (۲)...... یہ وہ وقت ہے جب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ [3]

(۳)...... زوال کا وقت ہے۔ [4] (۴)...... یہ اذان کی ساعت ہے۔ [5]

(۵)...... یہ وہ ساعت ہے جب امام منبر پر جا کر خُطْبہ شروع کر دیتا ہے۔ [6]

(۶)...... نمازِ عَصْر کے بعد سے لے کر آخر وقت تک۔ [7]

(۷)...... غُروبِ آفتاب کا وقت کہ جب سورج جھک جاتا ہے۔ [8]

---

[1] ...... صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الساعة التی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۹۳۵، ص ۷۳

[2] ...... سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، الحدیث: ۱۰۴۶، ص ۱۳۰۰

[3] ...... احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاة ومهماتها، ج ۱، ص ۲۵۱

[4] ...... المصنف لعبد الرزاق، کتاب الجمعة، باب الساعة فی یوم الجمعة، الحدیث: ۵۵۹۳، ج ۳، ص ۱۴۳

[5] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الجمعة، باب الساعة التی ترجی یوم الجمعة، الحدیث: ۱۲، ج ۲، ص ۵۲

[6] ...... سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب الاجابة ایة ساعة هی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۱۰۴۹، ص ۱۳۰۱ مفهوماً

[7] ...... المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۴۸ مفهوماً

[8] ...... جامع الترمذی، ابواب الجمعة، باب ما جاء فی الساعة التی ترجی فی یوم الجمعة، الحدیث: ۴۸۹، ص ۱۶۹۲

حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃُ الزَّہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس ساعت کا خاص طور پر خیال رکھا کرتیں اور اپنی خادِمہ سے ارشاد فرماتیں کہ وہ سورج کی طرف دیکھتی رہے اور اس کے جھکنے کی اطلاع دے۔ پس وہ دُعا واِسْتِغْفار میں مَصروف ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج غُروب ہوجاتا۔ آپ فرمایا کرتیں کہ یہی وہ ساعت ہے جس کا اِنتظار کیا جاتا ہے اور اس قول کو اپنے والدِ محترم، نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نقل فرماتیں۔ [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس ساعت کے متعلق جو مختلف اقوال مروی ہیں وہ ہم نے اِخْتِصار سے ذکر کر دیئے ہیں، پس ان تمام اوقات کو غنیمت جاننا چاہئے اور ان میں دعا اور نماز وغیرہ جو بھی ممکن ہو بجالانا چاہئے۔ [2]

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے منقول ہے کہ مَقْبولیَّت کی یہ ساعت تمام اَیّام میں پوشیدہ ہے جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا گویا کہ یہ ماہِ رمضان المبارک میں پوشیدہ شبِ قدر یا صلوٰۃُ الوسطٰی کی مِثْل ہے۔ [3]

ایک قول ہے کہ یہ ساعت جمعہ کے دن بدلتی رہتی ہے جیسا کہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ شبِ قدر پورے مہینے میں بدلتی رہتی ہے تا کہ بندہ اس دن مکمل طور پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا طالِب رہے اور خُشُوع و خُضُوع اور عجز و انکساری سے اس کی جانب مُتَوَجِّہ رہے۔ [4]

پس جو بندہ سارا دن مختلف اوراد و وظائف میں مصروف رہے اور ہر گھڑی و ساعت کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکْر سے معمور رکھے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِذْن سے اس ساعت کو یقیناً پالیتا ہے، اگر تمام اوقات میں لگاتار اور مُسَلْسَل ذِکْر نہ کر سکے تو مختلف جمعوں میں بِالتَّرتیب ہر اگلے جمعہ کو اگلی ساعت میں ذکر کرلیا کرے اور اس طرح بھی یقیناً تمام اوقات میں اس

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، فضل الجمعۃ، الحدیث: ۲۹۷۷، ج۳، ص۹۳

[2] ......ساعتِ جمعہ کے بارے میں اگرچہ اَقوالِ علما چالیس سے زائد ہیں مگر وہ قول جسے اکابِر محققین علما اور کثیر ائمہ کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اختیار فرمایا دو ہیں: (۱) ساعتِ اَخیرہ یعنی غروبِ آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ (۲) جب امام منبر پر بیٹھے اس وقت سے فرضِ جمعہ کے سلام تک ساعتِ مَوعُودَہ ہے۔ (یعنی یہ وہ ساعت ہے جس میں دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے) (ماخوذ از فضائلِ دعا، ص۱۱۶، ۱۱۷)

[3] ......عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، تحت الحدیث: ۹۳۵، ج۵، ص۱۱۷

[4] ......المرجع السابق

کا ذکر کرنا واقع ہو جائے گا۔

دو اوقات میں خاص طور پر دُعا اور گریہ وزاری کی کثرت کیا کرے یعنی امام کے منبر پر چڑھتے وقت یہاں تک کہ نماز شروع ہو جائے اور دوسرے غُروبِ آفتاب کے آخری لمحات کے وقت۔ یہ جمعہ کے افضل ترین اوقات ہیں اور دل میں اس بات کا یقین رکھے کہ انہی دو اوقات میں سے کسی ایک وقت میں مقبولیت کی وہ ساعت موجود ہے۔

حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبار عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ آپس میں ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت سیِّدُنا کَعْب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اس ساعت کے متعلق فرمایا کہ یہ جمعہ کے دن آخری ساعت ہے اور حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''یہ آخری ساعت کیونکر ہو سکتی ہے؟ حالانکہ میں نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ وہ ساعت ایسے بندے کے مُوافق ہوتی ہے جو نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز کا وقت نہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا کہ کیا سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا: ''جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔'' تو وہ بولے: ''ہاں یہ تو فرمایا ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا کعب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا کہ ''یہی تو نماز ہے۔'' پس حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے، گویا کہ انہوں نے ان کی بات سے اِتّفاق کر لیا۔ [1]

فضائل درودِ پاک

روزِ جمعہ اور شبِ جمعہ دُرُودِ پاک کی کَثْرت کی جائے اور اس کثرت کی کم از کم تعداد 300 مرتبہ ہے۔

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس نے جمعہ کے دن مجھ پر 80 مرتبہ دُرُود بھیجا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے 80 سال کے گناہ بخش دے گا۔'' عرض کی گئی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ پر دُرُود شریف کیسے پڑھیں؟'' ارشاد فرمایا: ''یوں پڑھو: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ﴾ [2] اور اس کو ایک شُمار کرو۔'' [3]

---

[1] ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التی یستجاب فیها الدعاء یوم الجمعة، الحدیث: ۱۴۳۱، ص ۲۱۸۱ کعب الاحبار بدله عبدالله بن سلام

[2] ......ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اپنے خاص بندے اور اپنے نبی اور اپنے رسول امی نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر درود بھیج۔

[3] ......تاریخ بغداد، الرقم ۷۳۲۶ وهب بن داود، ج ۱۳، ص ۴۶۴

شفاعت واجب ہوگئی

یہ درودِ پاک پڑھیں: ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَآءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَآءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ اَفْضَلَ مَاجَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾[1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کی آل پر ایسا درود بھیج جو تیری رضا کا باعث اور سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حق کی ادائیگی کا سبب ہو اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ مقامِ محمود عطا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا فرما جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شایانِ شان ہے اور اس سے افضل بدلہ عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو ان کی اُمَّت کی طرف سے عطا فرمایا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور آپ کے تمام بھائیوں یعنی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صالحین پر رحمت فرما، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے!

سات مرتبہ مذکورہ درود پاک پڑھے، اس کی بڑی فضیلت مروی ہے۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک اس طرح پڑھے کہ ہر جمعہ میں سات بار پڑھے اس کے لئے شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت واجب ہوگئی۔

اگر اس میں مزید اضافہ کرنا چاہے تو یہ درودِ پاک بھی ساتھ ملا لے: ﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فَضَآئِلَ صَلَوَاتِكَ وَشَرَآئِفَ زَکَوَاتِكَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِكَ وَرَاْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَتَحِیَّتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قَآئِدِ الْخَیْرِ وَفَاتِحِ الْبِرِّ وَنَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدِ الْاُمَّۃِ۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تُزْلِفُ بِہٖ قُرْبَہٗ وَتَقِرُّ بِہٖ عَیْنَہٗ یَغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ﴾[2] ﴿اَللّٰھُمَّ اَعْطِہِ الْفَضْلَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالْوَسِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالْمَنْزِلَۃَ الشَّامِخَۃَ الْمُنِیْفَۃَ. اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَہٗ وَبَلِّغْہُ مَاْمُوْلَہٗ وَاجْعَلْہُ اَوَّلَ شَافِعٍ وَّاَوَّلَ مُشَفَّعٍ. اَللّٰھُمَّ عَظِّمْ بُرْھَانَہٗ وَثَقِّلْ مِیْزَانَہٗ

---

[1] ......دلائل الخیرات، الحزب الرابع فی یوم الخمیس، ص ۷٦

[2] ......سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۹۰٦، ص ۲۵۳۰ مختصراً وملتقطاً

وَابۡلِجۡ حُجَّتَهٗ وَارۡفَعۡ فِيۡ اَعۡلَى الۡمُقَرَّبِيۡنَ دَرَجَتَهٗ، اَللّٰهُمَّ احۡشُرۡنَا فِيۡ زُمۡرَتِهٖ وَاجۡعَلۡنَا مِنۡ اَهۡلِ شَفَاعَتِهٖ وَاحۡيِنَا عَلٰى سُنَّتِهٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَوۡرِدۡنَا حَوۡضَهٗ وَاسۡقِنَا بِكَاۡسِهٖ غَيۡرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيۡنَ وَلَاشَآكِّيۡنَ وَلَا مُبَدِّلِيۡنَ وَلَا فَتَّانِيۡنَ وَلَا مَفۡتُوۡنِيۡنَ، اٰمِيۡنَ، رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنی رحمت کی فضیلتیں، اپنی پاکیزگی وطہارت کی شرافت، اپنی برکات، بخشش اور رحمت وسلامتی میں زیادتی فرما حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جو تمام رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام، آخری نبی اور تمام جہانوں کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے رسول، بھلائی کی طرف لے جانے والے، نیکی کے دروازے کو کھولنے والے، رحمت والے نبی اور امت کے سردار ہیں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان کو مقامِ محمود پر فائز فرما اور ان کے قُرب کو مزید قریب کر دے، اس کے سبب ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے کہ ان پر پہلے اور پچھلے رشک کریں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فضل، فضیلت، بزرگی، وسیلہ، بلند درجہ اور بلند مرتبہ عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوال کو پورا فرما، انہیں ان کی امید تک پہنچا، انہیں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبولِ شفاعت بنا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان کی دلیل کو بزرگی عطا فرما، ان کے ترازو کو بھاری کر دے، ان کی دلیل کو روشن بنا دے، مُقَرَّبین میں ان کے درجات بلند فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ان کے زمرۂ جماعت میں اٹھانا اور ہمیں ان کی شفاعت پانے والوں میں شامل فرما دے، ان کی سنّت پر زندہ رکھ اور ان کی مِلّت پر موت دے، ہمیں ان کے حوض پر حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمانا اور ان کے جام سے سیراب کرنا اس حال میں کہ ہم رسوا ہوں نہ نادم، نہ شک کرنے والے، نہ تبدیلی کرنے والے، نہ بدلنے والے، نہ گمراہ کرنے والے اور نہ گمراہ کئے گئے۔ اے تمام جہانوں کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! ہماری دعا قبول فرما۔

جمعہ کے دن استغفار کی کثرت

جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ کثرت سے اِسْتِغْفار پڑھے، ہر وہ دعا جس میں مغفرت کا سوال ہو اس سے دعا مانگنا مغفرت چاہنا ہی ہے لیکن اگر ذیل کی کوئی دعا پڑھے تو بہتر ہے:

(۱)......﴿اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِيۡ وَتُبۡ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾ [2]

ترجمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا رحم فرمانے والا ہے۔

---

[1] ......دلائل الخیرات، الحزب الرابع فی یوم الخمیس، ص۷۷تا۷۸

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن خطاب، الحدیث: ۵۳۵۴، ج۲، ص۳۴۸

(۲)......﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ﴾ [1]

ترجمہ: اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، میرا ہر وہ گناہ جو تیرے علم میں ہے اس سے درگزر فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

جمعہ اور قرآنِ کریم کا ختم

بندے کے لئے مُستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن ایک قرآنِ کریم ختم کرے [2] اور اگر وقت تنگ ہو تو ساتھ میں شبِ جمعہ بھی ملالے تاکہ قرآنِ کریم کی ابتدا شبِ جمعہ سے ہو۔ اگر قرآنِ کریم کا ختم جمعہ کے دن فجر کی رَکعتوں میں ہو یا نمازِ مغرب میں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ رات اور دن کا سارا وقت شامل ہو جائے اور اگر کوئی جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان قرآنِ کریم ختم کرے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔

معمولاتِ جمعہ

﴿1﴾......نمازِ جمعہ سے قبل بارہ۱۲ اور بعد میں چھ۶ رکعت پڑھنا مُستَحَب ہے۔ جب کوئی شخص جامع مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ چار۴ رکعت نماز میں 200 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے یعنی ہر رکعت میں 50 مرتبہ پڑھے۔ چنانچہ، اس کی فضیلت میں مَروی ہے کہ جو اس طرح کرے وہ مرنے سے پہلے جنّت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے گا یا اسے

---

[1] ......جامع الاصول فی احادیث الرسول للجزری، کتاب الصلاۃ، فی النوافل، الفصل السابع فی صلاۃ الغرائب، الحدیث: ۴۲۶۸، ج۶، ص۷۰ بدون وانت خیر الراحمین

[2] ......حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کتاب ہٰذا کی سولھویں فصل کی ابتداء میں (صفحہ نمبر 256 پر) جمعہ کے دن ختم قرآنِ کریم کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے مستحب یہ ہے کہ ہر ہفتے میں دو۲ قرآنِ کریم ختم کیا کرے، ایک ختم دن کے وقت اور ایک رات کے وقت۔ دن کا ختم پیر کے روز نمازِ فجر کی دو۲ رکعتوں میں یا ان کے بعد کرے اور رات کا ختم شبِ جمعہ مغرب یا اس کے بعد کرے تاکہ اس کا قرآنِ کریم ختم کرنا دن یا رات کے ابتدائی حصّے میں ہو کیونکہ اگر وہ رات کے وقت قرآن کریم ختم کرے گا تو فرشتے اس کے لئے صبح تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر دن کے وقت کرے گا تو رات تک اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ پس یہ دو۲ ایسے وقت ہیں جو مکمل طور پر رات اور دن کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''اس شخص نے قرآنِ کریم سمجھا ہی نہیں جس نے تین۳ دنوں سے کم میں ختم کیا۔'' (جامع الترمذی، ابواب القراءات، باب فی کم اقرا القران؟، الحدیث: ۲۹۴۹، ص۱۹۴۸) مزید تفصیلات کے لیے متعلقہ صفحات کا مطالعہ فرمائیے۔

دکھا دیا جائے گا۔[1]

﴿2﴾...... جب جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو۲ رکعت (تَحِيَّةُ الْمسجد) ضرور ادا کرے اور اگر مسجد میں داخل ہو اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دونوں رکعتیں مختصر ادا کرے اگرچہ امام کی آواز سن رہا ہو[2] کیونکہ ان دو رَکعتوں کے پڑھنے کا حکم حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیا ہے۔

﴿3﴾......شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ سورۂ کہف پڑھے اسے اس مقام سے لے کر جہاں وہ پڑھ رہا ہو مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًاوَّ تَعْظِیْمًا تک نور عطا کیا جاتا ہے اور آیندہ جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں بلکہ تین۳ دن زائد کے بھی، 70 ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اسے بیماری سے، پیٹ کے پھوڑے سے، پہلو کے درد، برص اور کوڑھ کے مرض سے، نیز دجال کے فتنہ سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔''[3]

﴿4﴾...... جمعہ کے دن یہ نماز پڑھنا مُستحَب ہے: یعنی چار۴ رکعتوں میں چار سورتیں پڑھے: سورۂ اَنْعام، سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس۔ اگر یہ سب سورتیں نہ پڑھ سکتا ہو تو سورۂ یٰس، سورۂ لقمان، سورۂ دُخان اور سورۂ ملک پڑھے۔

﴿5﴾...... ہر شبِ جمعہ مذکورہ سورتوں میں سے کسی سورت کو پڑھنا ہرگز نہ چھوڑے۔ اس کے متعلق ایک روایت بھی مروی ہے جس میں بڑی فضیلت مذکور ہے۔

﴿6﴾...... اگر سارا قرآنِ کریم صحیح طور پر نہ پڑھ سکتا ہو تو جس قدر اچھا پڑھنا اس کے لئے ممکن ہو پڑھے، اس کے لئے یہی ختمِ قرآنِ کریم ہوگا۔ ایک قول میں ہے کہ ایسے شخص کا ختم اس کے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

﴿7﴾...... عابدین جمعہ کے دن 1000 بار سورۂ اخلاص پڑھنے کو مُستحَب قرار دیتے ہیں، اگر کوئی 10 یا 20 رکعتوں میں اتنی تعداد میں پڑھے تو ایک قرآنِ کریم ختم کرنے سے افضل ہے۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ ۳۰، الاخلاص، الجزء العشرون، ج ۱۰، ص ۱۸۳

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 774 پر ہے: جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے، البتہ صاحبِ ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے، یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہو جلد جلد پوری کر لے۔

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب الخامس، ج ۳، ص ۴۷۸

﴿8﴾......1000 مرتبہ دُرُودِ پاک پڑھا کرتے۔

﴿9﴾......1000 بار ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ﴾ بھی پڑھتے۔

پس یہ تینوں اوراد و وظائف جمعہ کے دن پڑھنا بہت اچھا ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہ کرے کیونکہ اس دن کے اعمال میں یہ سب سے فضیلت والا عمل ہے۔

﴿10﴾......اگر زوال سے قبل جمعہ کے دن صلٰوۃ التسبیح پڑھے تو انتہائی عمدہ اور کثیر عمل ہے۔ چنانچہ،

سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ''ہر جمعہ ایک مرتبہ صلٰوۃُ التّسبیح ادا کیا کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ روزانہ بلاناغہ زوال کے بعد یہ نماز ادا کیا کرتے اور اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت بتاتے۔

﴿11﴾......اگر مُسبّحاتِ سِتّہ[2] شبِ جمعہ یا روزِ جمعہ پڑھے تو یہ بھی بہتر ہیں۔

شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ کے علاوہ کسی دوسرے دن مُتعیّن سورتیں پڑھنا مروی نہیں ہے۔ چنانچہ،

﴿12﴾......آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شبِ جمعہ نمازِ مغرب میں ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھتے۔[3]

﴿13﴾......نمازِ عشا میں سورۂ جمعہ اور سورۂ مُنافقون پڑھتے۔[4]

﴿14﴾......ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ دونوں سورتیں نمازِ جمعہ میں پڑھتے تھے۔[5]

﴿15﴾......جمعہ کے دن نمازِ فجر میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر پڑھتے۔[6]

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب التطوع، باب صلاۃ التسبیح، الحدیث: ۱۲۹۷، ص ۱۳۱۹

[2] ......اس سے مراد وہ چھ سورتیں ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح سے شروع ہوتی ہیں یعنی سورۂ الحدید، الحشر، الصّف، الجمعہ، التغابن اور الاعلیٰ۔

[3] ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، الحدیث: ۱۸۳۸، ج ۳، ص ۱۵۸

[4] ......المرجع السابق

[5] ......صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب مایقرأ فی یوم الجمعۃ، الحدیث: ۲۰۳۱، ص ۸۱۵

[6] ......المرجع السابق

مجالس علم میں شرکت کی فضیلت

یقین ومَعْرِفت کی باتیں سننے کی خاطر علم کی محافِل میں شریک ہونا اور ذکر کی محفلوں میں حاضر ہونا نوافل پڑھنے سے افضل ہے اور نوافل پڑھنا قِصّہ گو کی محفل میں جانے سے بہتر ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ علم کی مجلس میں حاضر ہونا 1000 نَفْل پڑھنے سے افضل ہے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی علم کا ایک باب سیکھے یا سکھائے تو یہ 1000 نَفْل پڑھنے سے بہتر ہے۔'' [2] ایک روایت میں ہے کہ عرض کی گئی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قرآنِ کریم کی قراءت سے بھی (افضل ہے)؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا قرآنِ کریم علم کے بغیر نَفْع دے سکتا ہے؟'' [3]

قصہ گوئی کی محافل کا حکم

جمعہ کے دن جب کوئی شخص علم کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کا نوافل پڑھتے رہنا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں غور وفکر کرنا قِصّہ گوئی کی محفل میں جانے اور قِصّے کہانیاں سننے سے زیادہ پاکیزہ ہے کیونکہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک قِصّہ گوئی ایک بِدعَت ہے اور وہ قصّہ گو افراد کو جامع مسجد سے نکال باہر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ ایک دن حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد میں اپنی مخصوص نشست کے پاس آئے تو وہاں ایک قصہ گو کو قصے سناتے پایا، پس اس سے ارشاد فرمایا: میرے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھ جاؤ۔ وہ بولا: ''میں نہیں اٹھوں گا، میں اس جگہ بیٹھ چکا ہوں۔'' یا پھر اس نے یہ کہا کہ میں آپ سے پہلے بیٹھ چکا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سپاہی بُلا کر اسے اس جگہ سے اٹھا دیا۔ [4]

---

[1] ......تفسیر روح البیان، پ ٢٩، المزمل، تحت الایة ٢٠، ج ١٠، ص ٢٢١

[2] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة باب فضل من تعلم القرآن، الحدیث: ٢١٩، ص ٢٤٩٠

[3] ......تفسیر روح البیان، پ ٢٩، المزمل، تحت الایة ٢٠، ج ١٠، ص ٢٢١

[4] ......شرح السنة للبغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج ١، ص ٢٤١ ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعة، ج ١، ص ٣٣٣

اگر قصّہ گوئی سُنَّت ہوتی تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اس قصّہ گو کو کبھی اس جگہ پر بیٹھنے کے بعد اٹھانا جائز نہ سمجھتے بِالخُصوص اس صورت میں کہ وہ آپ سے پہلے اس جگہ بیٹھ چکا تھا اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہی تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھے، بلکہ وُسعت اور کشادگی اختیار کرلیا کرو۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے متعلق ہی مروی ہے کہ وہ کبھی بھی اپنی جگہ سے اٹھنے والے شخص کی جگہ پر نہ بیٹھتے یہاں تک کہ وہ خود لوٹ کر اپنی جگہ پر آ بیٹھتا۔ [2]

مَنْقول ہے کہ اُمُّ الْمؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا کے حُجرۂ اقدس کے پاس ایک قصہ گو آ کر قصے سنایا کرتا، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا نے حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کو پیغام بھیجا کہ یہ شخص اپنی قصہ گوئی کے باعث مجھے اذیت دیتا ہے اور میری تسبیحات میں رکاوٹ بنتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے اس قصہ گو کی اتنی پٹائی کی کہ اس کی پُشت پر مار مار کر اپنا عصا توڑ ڈالا، پھر اسے ایسے ہی پھینک دیا۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم

نمازی کے آگے سے گزرنے سے بچنا چاہئے [3] اگرچہ گزرنے سے نماز مُنْقَطِع نہیں ہوتی۔ مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''40 سال تک کھڑے رہنا نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔'' [4] اور ایک روایت میں شدید وعید کا ذکر ہے۔ چنانچہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے کہ آدمی راکھ ہو اور ہوائیں اسے اڑاتی پھریں۔'' [5]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان......الخ، الحدیث: ۵۶۸۴، ص۱۰۶۵

[2] ......المرجع السابق، الحدیث: ۵۶۸۶ بدون حتی یعود الیہ

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صفحہ 615 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میدان اور بڑی مسجد میں مصلی کے قدم سے موضع سجود تک گزرنا ناجائز ہے، موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ کی طرف نظر کرے تو جتنی دور تک نگاہ پھیلے وہ موضع سجود ہے اس کے درمیان سے گزرنا ناجائز ہے، مکان اور چھوٹی مسجد میں قدم سے دیوارِ قبلہ تک کہیں سے گزرنا جائز نہیں اگر سُترہ نہ ہو۔

[4] ......صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب اثم المار بین یدی المصلی، الحدیث: ۵۱۰، ص۴۲

[5] ......التمہید لابن عبد البر، تحت الحدیث: ۵۹۶، ج۸، ص۴۷۸ بدون الریاح

ایک روایت میں آگے سے گزرنے اور نماز پڑھنے والے دونوں کو حکم میں مُساوی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ،
حضرت سیِّدُنا زید بن خالد جُہَنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا شخص اور نمازی جانتے [1] کہ ان پر کیا (گناہ) ہے تو گزرنے والے کا 40 (سال یا دن) تک کھڑے رہنا سامنے سے گزرنے کے بجائے بہتر ہوتا۔'' [2]

نمازی کو چاہئے کہ کسی سُتون یا دیوار کے قریب نماز ادا کرے، جب وہ ایسا کرے گا تو کسی کو بھی اپنے سامنے سے ہرگز گزرنے نہ دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اسے روکے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر گزرنے والا بات نہ مانے تو اس سے قِتال کرو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ [4] بلکہ حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اپنے سامنے سے گزرنے والے شخص کو

---

[1] ......حضرت سیِّدُنا امام محمد بن عبد الباقی بن یوسف زُرقانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی ''شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک'' جلد اوّل صفحہ 464 پر اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ نمازی اور گزرنے والے دونوں کے گناہگار ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نمازی گزرنے والے کو روکنے میں زبردستی کرے یا پھر وہ شارعِ عام میں نماز ادا کرے۔

[2] ......شرح الزرقانی علی الموطأ للامام مالک، کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب التشدید فی أن یمر احد بین یدی المصلی، ج ۱، ص ۴۶۴

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفْحہ 617 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے، خواہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہے یا جہر کے ساتھ قراءت کرے یا ہاتھ، یا سَر، یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا، بلکہ اگر عملِ کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہی۔

[4] ......مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الامّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی سختی سے اسے روکے، یہاں لڑنا بھڑنا اور قتل کرنا مراد نہیں۔ مرقات نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جاہل نمازی اسے قتل کردے تو عمداً قتل میں قصاص واجب ہوگا اور خطا میں دیت۔ خیال رہے کہ اگر نمازی بغیر سترے راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے تو اسے گزرنے والے کو روکنے کا حق نہ ہوگا کہ اس میں قصور نمازی کا ہے اسی لیے یہاں سترے کی قید لگائی شیطان سے مراد یا تو اصطلاحی شیطان ہے یعنی جِنّات کا مُورِثِ اعلیٰ۔ تب تو یہ مطلب ہوگا کہ اسے شیطان بہکا کر ادھر لا رہا ہے اور اس پر شیطان سوار ہے اور یا شیطان سے انسانوں کا شیطان مراد ہے جو شیطانوں کا سا کام کرے وہ شیطان ہی ہوتا ہے قرآن کریم نے بھی شیطانی کام کرنے والے انسانوں کو خَنَّاس فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا **اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ۠** اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ دینی کاموں میں خلل ڈالنے والا سخت مجرم ہے لہٰذا جو لوگ مسجدوں کے پاس شور مچائیں، ریڈیو کے گانے لگائیں وہ اس سے عبرت پکڑیں کہ نمازی سے آگے گزرنے والا اس لیے مجرم ہے کہ نمازی کا دھیان بانٹتا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجرم نرمی سے نہ مانے تو اسے سختی سے روکا جائے یہ سختی بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۵)

روکتے یہاں تک کہ اسے زمین پر گرا دیتے اور بعض اوقات تو اس سے چمٹ ہی جاتے اور وہ (امیرِ شہر) مروان سے مدد طلب کرتا۔ تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اسے بتاتے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اگر نمازی کے قریب سُتون نہ ہو تو اپنے سامنے کسی بھی ایسی شے کو رکھ لے جس کی لمبائی ایک گز ہو اور ایک قول کے مطابق اگر لمبی رسی بھی رکھ دے تو وہ بھی نمازی اور گزرنے والے کے درمیان آڑ ہوگی۔ [1]

مَنقول ہے کہ چار چیزیں جَفا سے ہیں: (۱) مرد کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (۲) دوسری صف میں نماز ادا کرنا اور پہلی صف میں موجود جگہ کو خالی چھوڑ دینا (۳) دورانِ نماز پیشانی کا مسح کرنا (۴) شارع عام میں نماز ادا کرنا۔ [2]

جامع مسجد کے دروازے پر بیٹھے افراد محترم نہیں

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''جمعہ کے دن جامع مسجد کے دروازوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ لیا کرو کہ ان کے لئے کوئی حرمت نہیں۔'' [3]

آدابِ خطبہ

چاہئے کہ امام کے قریب ہو جائے، خاموش ہو کر اسے سنے اور اس کی جانب اپنا منہ کر لے کہ یہی مسنون ہے۔ ہاں اگر امام سے کوئی ناپسندیدہ بات سننے یا دیکھنے کا خدشہ ہو۔ مثلاً اس نے سیاہ لباس زیبِ تن کیا ہو، یا ریشم وغیرہ پہنا

---

[1] ......سُترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور ردالمحتار میں ہے: سنت یہ ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان فاصلہ زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ ہو۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا، ج ۲، ص ۴۸۴) نیز امام ومنفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں، جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سُترہ گاڑیں اور سُترہ نزدیک ہونا چاہیے، سُترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر نصب کرنا ناممکن ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی مثل۔ اگر سُترہ کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے، تو اسی کو سامنے رکھ لے۔ (مگر یاد رکھیے! ان دونوں صورتوں سے یہ مقصود نہیں کہ گزرنا جائز ہو جائیگا بلکہ اس لیے ہیں کہ نمازی کا خیال نہ بٹے۔) (بہارِ شریعت، ج ۱، ص ۶۱۶)

[2] ......السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الصلاۃ، باب لا یمسح وجھہ......الخ، الحدیث: ۳۵۵۲، ج ۲، ص ۴۰۵ بدون یصلّی فی الصف الثانی......الخ

[3] ......المغنی لابن قدامہ، کتاب صلاۃ الجمعۃ، فصل فان رای فرجۃ، ج ۳، ص ۲۳۱

ہو یا بھاری وخوبصورت اسلحہ لئے ہو اور وہ شخص امام کی حالت بدلنے کی صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو تو چاہئے کہ دور ہی بیٹھا رہے کہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ ہے۔

دورانِ خطبہ کسی فُضول کام [1] میں مشغول ہو نہ کسی سے کوئی بات کرے اگرچہ امام سے دور بیٹھا ہو، باتیں کرنے والوں کے پاس بیٹھے نہ ہی کسی کو یہ کہے: ''خاموش ہوجاؤ۔'' بلکہ اسے اشارے سے سمجھائے اگر اس نے امام کے خطبہ دیتے وقت کوئی لَغْو کام کیا تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا (یعنی اس کا کامل ثواب نہیں پائے گا)، نیز دورانِ خطبہ کوئی علمی بات بھی نہ کرے، نیز جو شخص نہ تو امام کے قریب ہو اور نہ ہی اسے اس کی آواز سنائی دے تو اسے بھی چاہئے کہ خاموش رہے اگرچہ کتنا ہی دور ہو کہ یہی مُستَحَب ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ جس نے (خطبہ) سنا اور خاموش رہا اس کے لئے دو۲ اجر ہیں اور جس نے نہ سنا لیکن خاموش رہا اس کے لئے ایک اجر ہے اور جس نے سنا لیکن لَغْو کاموں میں مشغول رہا اس پر دو۲ بوجھ ہیں اور جس نے نہیں سنا اور فضول کاموں میں مصروف رہا تو اس پر صرف ایک ہی گناہ ہے۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبہ دینے کے دوران حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا کہ فُلاں سورت کب نازل ہوئی؟ تو انہوں نے اشارے سے خاموش ہونے کا کہا۔ جب حُضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر سے نیچے تشریف لائے تو سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ''آپ جائیں، آپ کا جمعہ نہیں ہوا۔'' سیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بات کی شکایت کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل صَفحہ 774 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام وجوابِ سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں یہاں تک کہ امر بالمعروف، ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے، جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۷۱۹، ج۱، ص۲۰۱ بتغیر

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ارشاد فرمایا کہ اُبَیّ نے سچ کہا ہے۔ [1]

شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''خطبہ کے دوران جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ چپ رہے یا ٹھہر جائے تو اس نے لَغْو کام کیا اور جس نے امام کے خطبہ کے دوران کوئی لغو کام کیا اسے جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا۔'' [2]

اذانِ ثانی کے وقت نماز کا حکم

بندے کو چاہیے کہ جب مؤذن امام کے سامنے اذان کے لئے کھڑا ہو تو نماز ترک کر دے۔ چنانچہ،

اَمیرُ الْمُومِنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ چار اوقات میں نماز مکروہ ہے: نمازِ فجر اور عصر کے بعد، نِصْفُ النَّہار کے وقت اور جب امام خطبہ دے رہا ہو۔ [3] اور ایک روایت میں ہے کہ امام کے خطبہ کی خاطر نکلنے سے نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اس کا کلام ہر قسم کی گفتگو ختم کر دیتا ہے۔ [4]

جب مؤذن خطبہ سے پہلے اذان کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس وقت عام لوگوں کا سجدہ کرنا مسنون نہیں ہے، اگر اس کا یہ سجدہ نماز یا تلاوت کا ہو تو طویل دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ فضیلت والا وقت ہے۔ (صاحب کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک یہ مُباح ہے کیونکہ مجھے اس کی ممانعت کے متعلق کوئی روایت معلوم نہیں ہوئی۔

جمعہ کے دن صدقہ

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن خاص طور پر صَدَقہ کرنا مُستحَب اور باعثِ فضیلت ہے کیونکہ اس کا اجر کئی گنا ہوتا ہے، ہاں جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت کسی مانگنے والے کو نہ دے کیونکہ

---

[1] ......سنن ابنِ ماجه، ابواب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی الا ستمتاع ......الخ، الحديث: ١١١١، ص ٢٥٤٢

[2] ......سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة يوم الجمعة، الحديث: ١٤٠٢، ص ٢١٧٩

[3] ......المصنف لعبد الرزاق، کتاب الصلاة، باب الساعة التی يكره فيها الصلاة، الحديث: ٣٩٦٩، ج ٢، ص ٢٨٤ عن ابن سيرين
المصنف لابن ابی شيبة، کتاب الجمعة، باب کان يقول اذا خطب الامام فلا تصل، الحديث: ١، ج ٢، ص ٢٠ عن عطاء مختصراً

[4] ......المؤطا للامام مالک، کتاب الجمعة، باب ماجاء فی الانصات يوم الجمعة والامام يخطب، الحديث: ٢٣٦، ج ١، ص ١١١

دورانِ خطبہ بات کرنا مکروہ ہے۔

مسجد میں کسی سائل کو دینے کا حکم

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مسجد میں سوال کرے تو حق یہ ہے کہ اسے کچھ نہ دیا جائے اور جب قرآنِ کریم پر کچھ مانگے تب بھی اسے کچھ مت دو اور بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے جامع مسجد میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرنے والوں پر صدقہ کرنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے، ہاں اگر وہ گردنیں نہ پھلانگیں بلکہ کسی جگہ کھڑے رہیں یا بیٹھیں رہیں تو پھر انہیں دینے میں کوئی حرج نہیں۔

نمازِ جمعہ کے بعد کی دعائیں اور وظائف

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا کَعْبُ الْاَحْبَار رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جو نمازِ جمعہ میں حاضر ہو، پھر لوٹ کر دو مختلف چیزیں صدقہ کرے، اس کے بعد دوبارہ جامع مسجد آجائے اور دو رکعت نماز خُشُوع وخُضُوع سے پڑھے، ان کے رُکوع و سُجود کامل طریقے سے ادا کرے اور پھر اس طرح دعا مانگے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ بِاِسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاِسْمِكَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ [1] تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے جو بھی سوال کرے گا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمائے گا۔

﴿2﴾......سَلَف صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے ایک دوسرا طریقہ بھی مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جو جمعہ کے دن کسی مسکین کو کھانا کھلائے پھر بہت جلد جامع مسجد چلا جائے اور کسی کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس طرح کہے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تُعَافِیَنِیْ مِنَ النَّارِ﴾ [2] اور اس کے بعد جو بھی دعا مانگے قبول کی جائے گی۔

---

[1] ......ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نام "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اور "اَلَّذِیْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

[2] ......ترجمہ: اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیِّ الْقَیُّوْم" کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور آگ سے نجات عطا فرما۔

(3)......جب نمازِ جمعہ کا سلام پھیرے تو حالتِ تَشَہُّد میں ہی کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ الحمد شریف، سات مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور سات سات مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ چنانچہ بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن سے مَروی ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ ہو جائے گا اور یہ وظیفہ اس کے لئے شیطان سے آڑ ہو گا۔

(4)......نمازِ جمعہ کے بعد اس طرح دعا کرنا مُستحب ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ یَا غَنِیُّ! یَاحَمِیْدُ! یَا مُبْدِئُ! یَا مُعِیْدُ! یَا رَحِیْمُ! یَاوَدُوْدُ! اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ﴾

ترجمہ: اے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ! اے غنی! اے حمید! اے پہلی مرتبہ پیدا کرنے والے! اے دوبارہ لوٹانے والے! اے رحم فرمانے والے! اے بہت مَحبّت فرمانے والے! مجھے اپنے حلال کے ذریعے حرام سے اور اپنے فضل وکرم کے سہارے اپنے غیر سے غنی و بے پروا کر دے۔

مَنْقول ہے کہ جو شخص ہمیشہ اسی طرح دعا کیا کرے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اسے مخلوق سے بے پروا کر دیتا ہے اور اسے بے شُمار رزق عطا فرماتا ہے۔

تلاشِ فضل سے مراد

نمازِ جمعہ کے بعد **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کا فضل تلاش کرنے کی خاطر پھیل جانا چاہئے اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے مُراد علم حاصل کرنا اور اس کی سماعت کرنا ہے۔ چنانچہ،

مَنْقول ہے کہ عَالِم اور مُتَعَلِّم کے لئے اس دن کو **یوم المزید** کہا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں بھی فضل سے مراد علم ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

(1) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۵، النساء: ۱۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللّٰہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(2) وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ (پ۲۲، سبا: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے داود کو اپنا بڑا فضل دیا۔

یہاں فضل سے مراد علم ہے جس کی دلیل **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں موجود ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًاۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا (پ۱۹، النمل:۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے داود اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں فضیلت بخشی۔

حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ:۱۰)﴾ [1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں طلبِ دنیا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے: مریض کی عِیادت کرنا، جنازے میں شرکت کرنا، علم حاصل کرنا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کسی مسلمان بھائی کی زیارت کرنا۔ [2]

جمعہ کے دن علم حاصل کرنا اور لوگوں کو سکھانا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا اور اس کی دعوت دینا، بقیہ ایّام میں مذکورہ اعمال بجالانے سے افضل ہے۔ کیونکہ یہ یَومُ الْمَزِید ہے۔ اس دن قُلوب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب زیادہ مُتَوَجِّہ ہوتے ہیں، اسی طرح وہ زیادہ کوشش کرتے ہیں اور توجہ سے سنتے ہیں۔ باقی دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن مجالسِ ذکر میں شرکت کرنا افضل ہے نہ کہ قصّہ گوئی کی محافل میں شریک ہونا۔ اجر وثواب میں ذکر سننے والا ذکر کرنے والے کا شریک ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق رحمت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے جمعہ کے دن خاص طور پر قصہ گوئی کی محفلوں میں شریک ہونے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ وہ پہلی اور دوسری ساعت میں جامع مسجد جانے میں باعثِ رکاوٹ ہوتی ہیں حالانکہ ان دونوں اوقات کی فضیلت مروی ہے۔

جمعہ کے دن علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی زیارت

جس کے لئے جمعہ کے دن صبح کی نماز سے پہلے یا بعد میں جامع مسجد میں کسی ایسے عالِم بِاللّٰہ کی ملاقات ممکن ہو جس کی زیارت اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد دلائے یا پھر تارکُ الدّنیا علمائے آخرت میں سے کسی کی زیارت ممکن ہو تو ضرور

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ۲۸، الجمعۃ، تحت الایۃ ۱۰، الحدیث: ۳۴۱۳۳، ج۱۲، ص۹۷ بدون طلب العلم

ان کے پاس بیٹھے اوران کے پندونصائح سنے۔ اگر کسی علمِ دین کی باتیں کرنے والے مفتی کی خدمت میں حاضر ہو اور مسائل سمجھنے کی اسے ضرورت بھی ہو تو اس کے پاس بیٹھنا سب سے بہتر ہے کیونکہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی محافل میں بیٹھنا باعثِ زینت اور جمعہ کی فضیلت کے کامل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا سوائے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی مجالس کے ظلمت وتاریکی کی جگہ ہے۔ [1]

پس اگر کسی کے لئے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی مجلس میں حاضری دینا ممکن نہ ہو تو دونوں نمازوں کے مابین دن کا پانچواں وظیفہ [2] پڑھتا رہے۔

جمعہ کے دن حج وعمرہ کا ثواب

جامع مسجد میں نمازِ عصر تک موجود رہنا مُستَحَب ہے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو اٹھ کر جا سکتا ہے اور اگر غروبِ آفتاب تک بیٹھے یعنی دن کی آخری ساعت تک تو یہ بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے بشرطیکہ فتنے، تَصَنُّع و بناوٹ اور فُضول گفتگو کرنے سے محفوظ ہو۔ چنانچہ منقول ہے کہ جو (نمازِ جمعہ کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ کر ذکر واذکار میں مصروف رہے اور) نمازِ عصر جامع مسجد میں ہی پڑھے اس کے لئے ایک حج کا اور جس نے نمازِ مغرب بھی وہیں ادا کی اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب بھی ہے۔ [3]

اگر کسی کو آفت میں مبتلا ہو جانے یا تَصَنُّع و بناوٹ اور فُضولیات میں مگن ہونے کا خدشہ ہو تو گھر جا کر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی نعمتوں میں غور وفکر کرتا رہے اور غُروبِ آفتاب کے وقت گھر یا محلّے کی مسجد میں بیٹھ کر ذکر و تسبیح اور اِسْتِغْفار کا خیال رکھے تو اس کے لئے ایسا کرنا جامع مسجد میں بیٹھے رہنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

جمعہ کے دن سب سے زیادہ خوش نصیب اور بدنصیب

بعض بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو جمعہ کا خیال

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۳۷، ص ۷۶

[2] ......یہ وظیفہ اسی کتاب کی فصل نمبر ۷ میں صفحہ نمبر ۱۴۷ پر مذکور ہے۔

[3] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصلوات، الحدیث: ۳۰۴۲، ج ۳، ص ۱۱۵ بتغیر

رکھے اور ایک دن قبل ہی اس کا انتظار کرنے لگے جبکہ بدنصیب ہے وہ جو جمعہ کے دن صبح اٹھے اور یہ پوچھے کہ آج کونسا دن ہے؟

نمازِ جمعہ اور سلف صالحین

بعض بُزُرگ نمازِ جمعہ کے لئے شبِ جمعہ جامع مسجد میں بسر کیا کرتے اور کچھ تو ایسے بھی تھے جو ہفتے کی رات بھی جامع مسجد ہی میں بسر کیا کرتے تا کہ جمعہ کی مزید برکتیں نصیب ہوں۔ اکثر اَسلاف جمعہ کے دن نمازِ فجر جامع مسجد میں ادا کرتے اور وہیں بیٹھ کر نمازِ جمعہ کا انتظار کرتے رہتے تا کہ جلدی آنے کے سبب پہلی ساعت پانے کا اجر و ثواب حاصل کرسکیں اور اس لئے بھی کہ قرآنِ کریم ختم کرسکیں جبکہ عوامُ النّاس اپنے محلے کی مساجد میں نمازِ فجر ادا کرتے، پھر جامع مساجد کا رُخ کرتے۔ چنانچہ،

جامع مسجد میں جلدی نہ جانا بدعت ہے

مَنْقول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی بدعت یہ پیدا ہوئی کہ جامع مسجد میں جلدی جانا چھوڑ دیا گیا۔ [1]

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن سحری کے وقت اور نمازِ فجر کے بعد دیکھا کرتے تھے کہ تمام راستے بھرے ہوتے، لوگ گلیوں میں پیدل چل رہے ہوتے اور جامع مسجد کی جانب جانے والے راستوں میں اچھی خاصی بھیڑ ہوتی جیسا کہ آج کل عید کے دنوں میں ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ عمل کم ہوتا گیا اور گویا کہ لوگ اسے جانتے ہی نہ ہوں اور آخر کار اسے مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا۔ [2]

کیا تمہیں حیا نہیں آتی!

کیا تمہیں اس بات سے حیا نہیں آتی کہ غیر مسلم تمہارے جامع مسجد جانے سے پہلے صبح سویرے اپنے عبادت خانوں کا رخ کرتے ہیں؟ اور کیا تم جامع مسجد کے ساتھ موجود کھلی جگہوں میں چیزیں بیچنے والے تاجروں کو بھی نہیں دیکھتے کہ وہ دنیا کمانے کی خاطر صبح سویرے ان میدانوں کا رخ کرتے ہیں اور لوگوں کے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی

---

[1] ......الکشاف، پ ٢٨، الجمعة، تحت الآیة ٩، ج ٤، ص ٥٣٤

[2] ......تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان، پ ٢٨، تفسیر سورۃ الجمعة، ج ٦، ص ٣٠١ باختصار مفهوماً

جانب جانے اور آخرت کا سرمایہ اکٹھا کرنے کی خاطر جانے سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں؟ پس بہتر ہے کہ نمازی ایسے لوگوں سے قبل اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہونے میں سبقت لے جائے اور جلدی کرے۔

مومن پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ اورادووظائف اور اعمالِ خیر کیا کرے اور خود کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے فارغ رکھے اور سمجھے کہ اگر ہفتے کا دن نصیب نہ ہوا تو یہی دن آخری ہوگا۔ جمعہ کے دن مسلسل اوراد واذکار کی زیادتی ہونی چاہئے نہ کہ جمعہ کا دن تجارت اور اس کے اسباب میں مشغولیت کے اعتبار سے ہفتے کے دن جیسا ہو۔ نیز جمعہ کے دن سرانجام دینے والے دنیاوی کاموں کی تیاری جمعرات کے دن ہی سے شروع نہ کردے مثلاً کھانے پینے وغیرہ جیسی آسائشوں کا اہتمام جمعرات کے دن ہی نہ کرلے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ ماہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمّت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ اپنے جمعہ کے دن کے امورِ دنیا کا اہتمام شبِ جمعہ ہی سے کرنے لگیں گے جیسا کہ یہود جمعہ کے دن شام کے وقت ہفتے کے دن کے امور کا اہتمام کر لیتے ہیں۔''

یقیناً مومنین اس دن بہترین اوراد کے ذریعے آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور مسلسل اوراد کے سبب اسے **یومُ المَزید** بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''جس نے ایامِ دنیا میں فرحت حاصل کی وہ آخرت میں فرحت وتازگی نہ پائے گا اور انہی ایام میں جمعہ کا دن بھی ہے۔'' مزید فرماتے ہیں کہ ''جمعہ کا دن آخرت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ دنیا سے۔''

کسی بُزُرگ سے منقول ہے کہ ''اگر جمعہ کا دن نہ ہوتا تو میں دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔''

جمعہ خواص کے ہاں علوم وانوار اور عبادت واذکار کا دن ہے کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں جنت میں دیدارِ باری تعالیٰ کے اعتبار سے یہ **یومُ المَزید** ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ذی وقار ہے: ''جمعہ کے دن اپنے تمام مشاغل ترک کردو کہ یہ دن نماز اور تہجد کا ہے۔'' اور حضرت سیِّدُنا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''جمعہ کا دن **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہے اس میں کوئی سفر نہیں۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

رضائے خداوندی کی علامت

جمعہ کے دن پڑھی جانے والی نمازیں، سورتیں، رسولِ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک اور دوسرے تمام اذکار وغیرہ جو ہم نے ذکر کئے ہیں ان سب کو شبِ جمعہ پڑھنا بھی مُستحب ہے کیونکہ یہ رات باقی ایامِ ہفتہ سے افضل ہے۔ پس جسے توفیق نصیب ہو وہ قطعاً یہ اعمال ترک نہ کرے کیونکہ ایک مریدِ صادق ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فضل اور مزید احسانات کے حُصول میں مگن رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے افضل اوقات میں افضل اعمال بجالانے کی توفیق دیتا ہے اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو افضل اوقات میں اسے برے اعمال کے حوالے کر دیتا ہے تا کہ اس کی سزا زیادہ ہو اور اس پر ناراضی میں بھی اضافہ ہو کیونکہ وہ برکتِ وقت سے محروم رہا اور اس نے حُرمتِ وقت کا بھی خیال نہ رکھا۔

چار قسم کے اوراد و وظائف

جمعہ کے دن مخصوص ذکر کی چار قسمیں ہیں:

﴿1﴾......وہ چالیس اسمائے حُسنیٰ پڑھنا جن کے ذریعے حضرت سیِّدُنا ادریس عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یہ خاص کلمات سکھائے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصری عَلَیْهِ رَحۡمَةُ اللهِ الْقَوِی سے منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ان کلمات کے ذریعے دعا کی اور یہ کلمات شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی دعامیں سے بھی ہیں۔

﴿2﴾......حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْهِ رَحۡمَةُ اللهِ الْاَکْرَم بہت بڑے زاہد تھے، وہ ہر جمعہ کو صبح وشام دس مرتبہ ان کلمات کے ذریعے دعا کیا کرتے تھے، یہی ان کا معمول تھا۔

﴿3﴾......(وہ کلمات پڑھنا جو اس روایت میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ) اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی

وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر دن اور رات اپنی عظمت و بزرگی خود بیان فرماتا ہے۔'' [1]

﴿4﴾......**تسبیحاتِ ابی المُعْتَمِر** [2] پڑھنا، یعنی وہ تسبیحات جو حضرت سیِّدُنا سلیمان تَیْمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو شہادت کے بعد خواب میں دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا: ''تو نے وہاں اعمال میں سے کیا دیکھا؟'' تو اس نے بتایا کہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں **تسبیحاتِ ابی المُعْتَمِر** کا بڑا مقام و مرتبہ دیکھا ہے۔ [3]

تیسری اور چوتھی قسم میں مذکور تسبیحات اسی کتاب کی ابتدا میں نمازِ فجر کے بعد اور روزانہ غُروبِ آفتاب سے قبل پڑھی جانے والی دعاؤں میں بیان ہو چکی ہیں، لہٰذا یہاں ان کا اعادہ باعثِ ثِقَل ہوگا اور باقی دو قسمیں یہ ہیں۔

دعائے ادریس عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا ادریس عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی قوم کی جانب مَبعوث فرمایا تو انہیں یہ اسمائے حُسنٰی سکھائے اور وحی فرمائی: ''ان اسمائے حُسنٰی کو دل میں آہستگی سے پڑھا کرو اور اپنی قوم پر ان کا اظہار مت کرنا ورنہ وہ بھی مجھ سے انہی الفاظ کے ذریعے دعا کیا کریں گے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ انہوں نے انہی کلمات سے دعا کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ایک بلند مقام پر فائز فرما دیا۔ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ کلمات حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سکھائے اور اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سکھائے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ احزاب میں انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کی۔

حضرت سیِّدُنا امام حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں حَجّاج بن یوسف سے چُھپتا پھر رہا تھا، پس میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے مجھ سے دور فرما دیا حالانکہ وہ میرے پاس

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۵۶۱۲، ج ۲، ص ۳۹۳ بدون کل یوم ولیلۃ

[2] ......ان تسبیحات کا تذکرہ پانچویں فصل میں صفحہ ۱۰۸ پر ہو چکا ہے۔

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب ما روی من الشعر فی المنام، الحدیث: ۱۸۲، ج ۳، ص ۱۰۳ بتغیر

(مجھے گرفتار کرنے) چھ مرتبہ آیا لیکن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے انہی کلمات کے وسیلہ سے دعا کرتا تو وہ مجھے دیکھ نہ پاتا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی بینائی زائل فرما دیتا تھا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ان کلمات کے سبب دعا کرو اور اس سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہو، پھر اپنی اُخروی و دنیاوی حاجات کا سوال کرو، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ تمہیں ضرور عطا فرمائے گا، یہ 40 اسمائے حُسنیٰ ہیں جو ایّامِ توبہ کی تعداد کے برابر ہیں:

﴿سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ. يَا رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ ، وَوَارِثَهٗ. وَرَازِقَهٗ. وَرَاحِمَهٗ. يَآ اِلٰهَ الْاٰلِهَةِ. اَلرَّفِيْعُ جَلَالُهٗ. يَآ اَللّٰهُ! اَلْمَحْمُوْدُ فِيْ كُلِّ فَعَالِهٖ. يَا رَحْمٰنَ كُلِّ شَيْءٍ! وَرَاحِمَهٗ. يَا حَيُّ! حِيْنَ لَا حَيَّ فِيْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَآئِهٖ. يَا قَيُّوْمُ! فَلَا يَفُوْتُ شَيْءٌ مِّنْ عِلْمِهٖ وَلَا يَـئُوْدُهٗ. يَا وَاحِدُ! اَلْبَاقِيْ فِيْ اَوَّلِ كُلِّ شَيْءٍ وَّاٰخِرِهٖ. يَا دَآئِمُ ! فَلَا فَنَآءَ وَلَا زَوَالَ لِمُلْكِهٖ. يَا صَمَدُ مِنْ غَيْرِ شَبِيْهٍ ! وَلَا شَيْءَ كَمِثْلِهٖ. يَا بَارِئُ! فَلَا شَيْءَ كُفُؤَهٗ وَلَا مَكَانَ لِوَصْفِهٖ. يَا كَبِيْرُ! اَنْتَ الَّذِيْ لَا تَهْتَدِي الْقُلُوْبُ لِوَصْفِ عَظَمَتِهٖ. يَا بَارِئَ النُّفُوْسِ بِلَا مِثَالٍ! خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ. يَا زَاكِيْ! اَلطَّاهِرُ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ تَقَدَّسَهٗ. يَا كَافِيْ! اَلْمُوْسِعُ لِمَا خَلَقَ مِنْ عَطَايَا فَضْلِهٖ. يَا نَقِيًّا مِّنْ كُلِّ جَوْرٍ! لَمْ يَرْضَهٗ وَلَمْ يُخَالِطْهُ فَعَالُهٗ. يَا حَنَّانُ! اَنْتَ الَّذِيْ وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا. يَا ذَا الْاِحْسَانِ! قَدْ عَمَّ كُلَّ الْخَلَآئِقِ مِنْهُ. يَا دَيَّانَ الْعِبَادِ! كُلٌّ يَّقُوْمُ خَاضِعًا لِّرَهْبَتِهٖ. يَا خَالِقَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ! وَّكُلٌّ اِلَيْهِ مَعَادُهٗ. يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْخٍ وَّمَكْرُوْبٍ! وَغِيَاثَهٗ وَمَعَادَهٗ. يَا تَآمُّ! فَلَا تَصِفُ الْاَلْسِنُ كُلَّ جَلَالِ مُلْكِهٖ وَعِزِّهٖ. يَا مُبْدِعَ الْبَدَآئِعِ! لَمْ يَبْلُغْ فِيْ اِنْشَآئِهَا عَوْناً مِّنْ خَلْقِهٖ. يَا عَلَّامَ الْغُيُوْبِ! فَلَا يَفُوْتُهٗ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهٖ وَلَا يَـئُوْدُهٗ. يَا حَلِيْمُ ! ذَا الْاَنَاةِ! فَلَا يُعَادِلُهٗ شَيْءٌ مِّنْ خَلْقِهٖ. يَا مُعِيْدُ! مَآ اَفْنَاهُ اِذَا بَرَزَ الْخَلَآئِقُ لِدَعْوَتِهٖ مِنْ مَّخَافَتِهٖ. يَا حَمِيْدَ الْفَعَّالِ! ذَا الْمَنِّ عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِهٖ بِلُطْفِهٖ! يَا عَزِيْزُ! اَلْمَنِيْعُ! اَلْغَالِبُ عَلٰٓى اَمْرِهٖ فَلَا شَيْءَ يُعَادِلُهٗ. يَا قَاهِرُ! ذَا الْبَطْشِ الشَّدِيْدِ! اَنْتَ الَّذِيْ لَا يُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ. يَا قَرِيْبُ! اَلْمُتَعَالِيْ! فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ عُلُوُّ اِرْتِفَاعِهٖ. يَا مُذِلَّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ بِقَهْرِ عَزِيْزِ سُلْطَانِهٖ! يَا نُوْرَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدَاهُ! اَنْتَ الَّذِيْ فَلَقَ الظُّلُمَاتِ بِنُوْرِهٖ. يَا عَالِيَ الشَّامِخُ! فَوْقَ

كُلِّ شَيْئٍ عُلُوَّ اِرْتِفَاعِهٖ، يَا قُدُّوْسُ! اَلطَّاهِرُ مِنْ كُلِّ سُوْٓءٍ فَلَا شَيْئَ يُعَادِلُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ، يَا مُبْدِئَ الْبَرَايَا وَمُعِيْدَهَا بَعْدَ فَنَآئِهَا بِقُدْرَتِهٖ، يَا جَلِيْلُ! اَلْمُتَكَبِّرُ عَنْ كُلِّ شَيْئٍ فَالْعَدْلُ اَمْرُهٗ وَالصِّدْقُ وَعْدُهٗ، يَا مَحْمُوْدُ! فَلَا تَبْلُغُ الْاَوْهَامُ كُنْهَ ثَنَآئِهٖ وَمَجْدِهٖ، يَا كَرِيْمَ الْعَفْوِ! ذَا الْعَدْلِ! اَنْتَ الَّذِیْ مَلَاَ كُلَّ شَيْئٍ عَدْلُهٗ، يَا عَظِيْمُ! ذَا الثَّنَآءِ الْفَاخِرِ! وَذَا الْعِزِّ وَالْمَجْدِ وَالْكِبْرِيَآءِ! فَلَا يَذِلُّ عِزُّهٗ، يَا عَجِيْبُ! فَلَا تَنْطِقُ الْاَلْسِنُ بِكُنْهِ اٰلَآئِهٖ وَثَنَآئِهٖ، يَا غِيَاثِیْ عِنْدَ كُلِّ كُرْبَةٍ! وَيَا مُجِيْبِیْ عِنْدَ كُلِّ دَعْوَةٍ! اَسْاَلُكَ اللّٰهُمَّ يَا رَبِّ الصَّلَاةَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَانًا مِّنْ عُقُوْبَاتِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَنْ تَحْبِسَ عَنِّیْ اَبْصَارَ الظَّالِمِيْنَ الْمُرِيْدِيْنَ بِیَ السُّوْٓءِ وَاَنْ تَصْرِفَ قُلُوْبَهُمْ عَنْ شَرِّ مَا يُضْمِرُوْنَ بِیْٓ اِلٰى خَيْرِ مَا لَا يَمْلِكُهٗ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَآءُ وَمِنْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ [1]

ترجمہ: تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ۞......اے ہر چیز کے پَرْوَرْدگار! اور وارث اور رزق دینے والے اور رحم فرمانے والے! اے معبودانِ باطلہ کے بھی معبود کہ جس کا جلال سب سے بلند ہے، ۞......اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو اپنے افعال میں محمود ہے، ۞......اے ہر شے کے رحمن! اور رحیم! ۞......اے اس وقت سے آپ زندہ جب اس کی سلطنت اور بقا کے دوام میں کوئی زندہ نہ تھا! ۞......اے دوسروں کو زندہ وقائم رکھنے والے کہ جس کے علم سے کوئی شے نہ تو فوت ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر بھاری ہے، ۞......اے واحد! اے ہر شے کی ابتدا و انتہا میں باقی رہنے والے! ۞......اے دائم! جس کی سلطنت کو فنا ہے نہ زوال، ۞......اے بلاتشبیہ بے نیاز ذات! اور کوئی شے جس کی مثل نہیں، ۞......اے پیدا کرنے والے! جس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ ہی اوصاف میں کوئی اس کے ہم پلہ ہے، ۞......اے کبیر! تو نے ہی دلوں کو اپنی عظمت کے اوصاف بیان کرنے کی توفیق دی ہے، ۞......اے جانوں کو بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والے! تو اپنے غیر سے پاک ہے، ۞......اے پاک کرنے والے! جس کا تقدس ہر آفت سے پاک ہے، ۞......اے کافی کہ جو اپنی مخلوق کو اپنے فضل وکرم سے عطیات میں وسعت فرمانے والا ہے، ۞......اے ہر قسم کے جَور وستم سے پاک! جو کبھی ظلم پر راضی ہوا نہ ہی جس کے افعال کبھی ظلم سے خلط ملط ہوئے، ۞......اے شفقت فرمانے والے! تو ہر شے پر رحمت اور علم

---

[1] ......الحاوی للفتاویٰ للسیوطی، کتاب الادب، باب القول الجلی فی حدیث الولی، ج ۱، ص ۴۴۰ ملتقطاً

کے لحاظ سے وسعت رکھتا ہے، ......اے احسان کرنے والے کہ جس کا احسان تمام مخلوق پر عام ہے، ......اے بندوں کے معاملات کا حساب لینے والے کہ جس کے ڈر کی وجہ سے ہر ایک جھکا ہوا ہے، ......اے زمین وآسمان میں موجود ہر شے کے پیدا کرنے والے! جس کے سپُرد ہر شے کے واپَس لوٹنے کا معاملہ ہے، ......اے ہر پکارنے والے اور مصیبت زدہ پر رحم فرمانے والے اور اس کے فریادرس اور اس کے لوٹنے کی جگہ! ......اے کامل! زبانیں جس کی سلطنت کی عظمت وجلالت کے بیان سے قاصِر ہیں، ......اے عجائبات کے پیدا کرنے والے! جن کی تخلیق میں اس کی مخلوق میں سے کسی کی کوئی مدد شامل نہیں، ......اے غیبوں کے جاننے والے! کوئی بھی شے اس کے علم سے مفقود ہے نہ بھاری ہے، ......اے حلم والے! اور اے وقار وتمکنت والے! جس کی مخلوق میں سے کوئی شے اس کی برابری نہیں کرسکتی، ......اے واپس لوٹانے والے! جب مخلوق اس کے خوف سے اس کی پکار سن کر دوبارہ ظاہر ہوگی تو وہ اسے فنا نہیں کرے گا، ......اے قابلِ صد تعریف افعال سرانجام دینے والے! اور اے اپنی تمام مخلوق پر اپنے لطف وکرم سے احسان فرمانے والے! ......اے عزیز! اے طاقتور! اور اے اپنے اُمور پر غلبہ رکھنے والے! کوئی شے جس کے برابر نہیں ہوسکتی، ......اے غالب! اے سخت گرفت والے! تو ہی ہے وہ ذات کہ جس کا انتقام ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، ......اے قریب وبلند کہ جس کی رِفْعت کی بلندی ہر شے پر فوقیت رکھتی ہے، ......اے ہر جابر وسرکش کو اپنے قہرِ سلطانی سے ذلیل کرنے والے! ......اے ہر شے کے نور اور اس کی ہدایت! تو ہی ہے جس نے تاریکیوں کو اپنے نور کی روشنی سے دور فرمایا، ......اے بلندی ورفعت والے کہ جس کی رفعت کی بلندی ہر شے سے فوق ہے، ......اے قدوس! اے ہر بُرائی سے پاک! اس کی کوئی مخلوق پاکی میں اس کی برابری نہیں کرسکتی، ......اے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والے اور اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کے فنا ہونے کے بعد اسے دوبارہ پیدا کرنے والے! ......اے صاحبِ جلال! ہر شے سے زیادہ عظمت واقتدار والے کہ عدل جس کا امر اور صدق جس کا وعدہ ہے، ......اے محمود کہ جس کی حمد وثنا کی حقیقت تک عقلوں کی رسائی نہیں، ......اے معافی وبخشش میں کرم فرمانے والے! اے عدل والے! تو ہی ہے جس کے عدل نے ہر شے کو بھر دیا، ......اے عظمتوں والے! اے ثنا وفخر والے اور اے عزت وبزرگی اور کبریائی کے مالک کہ جس کی عزت کم نہیں ہوسکتی، ......اے عجب ذات کہ زبانیں جس کی نعمتوں اور حمد وثنا کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں، ......اے ہر دکھ کے وقت میری فریاد رسی کرنے والے! ......اے میری ہر پکار کے وقت میری دعا قبول کرنے والے! اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے تیرے نبی حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیجنے کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے دنیا وآخرت کی عقوبتوں سے امان طلب کرتا ہوں، میری برائی چاہنے

والے ظالموں کی آنکھیں مجھ سے دور فرما دے اور ان کے دلوں میں چھپے ہوئے شر اور بُرائی کا رُخ اس خیر و بھلائی کی جانب موڑ دے جس کا مالک تیرے سوا کوئی نہیں ہے، اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! دعا کرنا (میرا کام) ہے اور اسے قبول کرنا تیرا کام ہے، یہ ایک کوشش ہے لیکن تجھ پر ہی بھروسا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے رکنے کی کوئی قوت اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر درود و سلام بھیجے۔

دعائے ابراہیم بن ادہم

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کے خادم حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن بَشّار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابرہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم جمعہ کے دن صبح اور شام کے وقت یہ دعا مانگتے تھے:

﴿مَرْحَباً بِيَومِ الْمَزِيْدِ وَالصُّبْحِ الْجَدِيْدِ وَالْكَاتِبِ الشَّهِيْدِ يَوْمُنَا هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ، اُكْتُبْ لَنَا مَا نَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الْحَمِيْدِ الْمَجِيْدِ الرَّفِيْعِ الْوَدُوْدِ الْفَعَّالِ فِي خَلْقِهٖ مَا يُرِيْدُ اَصْبَحْتُ بِاللّٰهِ مُؤْمِنًا وَّبِلِقَآئِهٖ مُصَدِّقًا وَّبِحُجَّتِهٖ مُعْتَرِفًا وَّمِنْ ذَنْبِيْ مُسْتَغْفِرًا وَّلِرَبُوْبِيَّةِ اللّٰهِ خَاضِعًا وَّلِسِوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاِلٰهِيَّةِ جَاحِدًا وَّ اِلَى اللّٰهِ فَقِيْرًا وَّعَلَى اللّٰهِ مُتَوَكِّلًا وَّاِلَى اللّٰهِ مُنِيْبًا. اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَنْبِيَآئَهٗ وَرُسُلَهٗ وَحَمَلَةَ عَرْشِهٖ وَمَنْ خُلِقَ وَمَنْ هُوَ خَالِقُهٗ بِاَنَّهٗ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّالْحَوْضَ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةَ حَقٌّ وَّمُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا حَقٌّ وَّلِقَآئَكَ حَقٌّ وَّوَعْدَكَ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ. عَلٰى ذٰلِكَ اَحْيَا وَعَلَيْهِ اَمُوْتُ وَعَلَيْهِ اُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ. اَعُوْذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ. وَاصْرِفْ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّآ اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدَيْكَ اَنَا لَكَ وَاِلَيْكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ. اٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَآ اَرْسَلْتَ مِنْ رَّسُوْلٍ، وَّاٰمَنْتُ اَللّٰهُمَّ بِمَآ اَنْزَلْتَ مِنْ كِتَابٍ وَّصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا

خَاتِمِ كَلَامِيْ وَمِفْتَاحِهٖ وَعَلٰى اَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ مَشْرُوْبًا رَّوِيًّا سَآئِغًا هَنِيْٓئًا لَّا نَظْمَأُ بَعْدَهٗٓ اَبَدًا وَّاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَانَاكِثِيْنَ وَلَا مُرْتَابِيْنَ وَلَامَفْتُوْنِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبًا عَلَيْنَا وَلَا ضَآلِّيْنَ. اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنْ فِتَنِ الدُّنْيَا وَوَفِّقْنِيْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْعَمَلِ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَثَبِّتْنِيْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَاِنْ كُنْتُ ظَالِمًا سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ يَا عَلِيُّ. يَاعَظِيْمُ. يَا بَآرُّ. يَا رَحِيْمُ. يَاعَزِيْزُ. يَا جَبَّارُ. سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ بِاَكْنَافِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْجِبَالُ بِاَصْوَاتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْبِحَارُ بِاَمْوَاجِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الْحِيْتَانُ بِلُغَاتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ النُّجُوْمُ فِي السَّمَآءِ بِاَبْرَاقِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ الشَّجَرُ بِاُصُوْلِهَا وَنَضَارَتِهَا. وَسُبْحَانَ مَنْ سَبَّحَتْ لَهُ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَمَنْ عَلَيْهِنَّ. سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ يَا حَيُّ. يَا حَلِيْمُ. سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ. لَا شَرِيْكَ لَكَ تُحْيِيْ وَتُمِيْتُ وَاَنْتَ حَيٌّ لَّا تَمُوْتُ. بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[1]

ترجمہ:یومُ الْمَزید، نئی صبح اور گواہی دینے والے کاتب کوخوش آمدید! ہمارا یہ دن عید کا دن ہے، اے گواہی دینے والے کاتب! جو ہم بولیں لکھ لے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نام سے شروع جوحمید ومجید، بلندشان، محبت فرمانے والا اوراپنی مخلوق میں اپنی مرضی ومنشا کے مطابق فیصلہ فرمانے والا ہے، میں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے والا، اس کی ملاقات کی تصدیق کرنے والا، اس کی حُجَّت کامُعْتَرِف، اپنے گناہوں کی بخشش چاہنے والا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رَبُوبِیَّت کے حُضور سر جھکانے والا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ماسوا کا انکار کرنے والا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا محتاج، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پر ہی بھروسا کرنے والا اور اسی کی طرف رُجوع کرنے والا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو اس کے فرشتوں، اس کے انبیا ورُسُل کو، حاملینِ عرش اوراس کی پیدا کردہ اور پیدا ہونے والی تمام مخلوق کوکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا وتنہا ہےکوئی اس کا شریک نہیں اور حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے خاص بندے اوررسول ہیں اور یہ بھی کہ جنّت، دوزخ، حوضِ کوثر، شَفاعت، منکرونکیرحق ہیں، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات اوراس کا وعدہ حق ہے، قیامت بلا شبہ آنے والی ہے

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراھیم بن ادھم، الحدیث: ۱۱۳۱۹، ج۸، ص۳۹ بدون لا شریک لک......الخ

اور اس بات پر بھی سب کو گواہ بناتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قبروں میں موجود سب کو دوبارہ زندہ فرمائے گا، اسی عقیدے پر میں زندہ ہوں، اسی پر مروں گا اور اسی پر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی میرا رب ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے ہی عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں ہر برائی اور شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے میرے گناہوں کو معاف فرمادے کہ تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی نہیں اور مجھے حسنِ اخلاق کی دولت عطا فرما کہ تیرے سوا حسنِ اَخلاق دینے والا بھی کوئی نہیں۔ اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! اور اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! مجھے بُرے اَخلاق سے بچا کہ تیرے سوا بد خُلقی سے رُخ موڑنے والا بھی کوئی نہیں۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور تیری عبادت سے موافقت کرتا ہوں، ہر قسم کی خیر و بھلائی تیرے دستِ قدرت میں ہے، میں تیرا ہوں اور تجھ ہی سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے جتنے رسول بھیجے ہیں میں سب پر ایمان لایا اور تیری نازل کردہ کتابوں پر ایمان لایا اللہ عَزَّوَجَلَّ میری گفتگو کے آغاز اور اختتام پر حضرت سیِّدُنا محمد صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر اور ان کی آل پر اور تمام انبیا و رسل پر درود و سلام بھیجے۔ اے ربّ العالمین! میری دعا قبول فرمالے! اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں سید الشاکرین صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے حوض پر وارد کرنا اور آپ صَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے جام سے ایسا مشروب پلانا جو سیراب کردینے والا اور عمدہ ہو کہ اس کے بعد ہم کبھی پیاسے نہ ہوں، ہمارا حشر ان کی جماعت میں اس حال میں فرمانا کہ ہم رسوا ہوں نہ شرمندہ، نہ وعدہ توڑنے والے ہوں اور نہ شک اور فتنے میں مبتلا ہونے والے اور نہ مغضوب و گمراہ ہوں۔ اے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! مجھے دنیا کے فتنوں سے محفوظ فرما اور ایسے اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں اور جن سے تو راضی ہو، میرے تمام معاملات درست فرمادے، مجھے دُنیاوی اور اُخروی زندگی میں قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرما اور مجھے گمراہ نہ کرنا اگرچہ میں ظالم ہی ہوں، اے بلند و برتر! تو پاک ہے تو پاک ہے، اے عظمتوں والے! اے نیک! اے رحیم! اے عزیز! اے جبّار! پاک ہے وہ آسمانوں نے جس کی پاکی اپنے کناروں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ جس کی پاکی پہاڑوں نے اپنی آوازوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی سمندروں نے اپنی موجوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی مچھلیوں نے اپنی مخصوص زبانوں کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی آسمان کے ستاروں نے اپنی چمک دمک کے ساتھ بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی درختوں نے اپنی جڑوں اور تر و تازگی سے بیان کی، پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی سات آسمانوں اور سات زمینوں نے اور جو کچھ ان کے اندر اور اوپر موجود ہے سب نے بیان کی، اے زندہ! تو پاک ہے، تو پاک ہے، اے بردبار! تو پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے

تیرا کوئی شریک نہیں، تو ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، جبکہ تو خود زندہ ہے تجھے کبھی موت نہیں، تیرے دستِ قدرت میں ہر قسم کی خیر و بھلائی ہے اور تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) کوئی شخص یہ چاروں دعائیں جمعہ کے دن پڑھ لے تو یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے عمل کو کمال عطا فرما دے گا اور اس پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے گا، پس جو شخص جمعہ کے دن وہ تمام خیر و بھلائی کے اعمال و اذکار بجالائے جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور ان تمام برے اعمال سے بچے جن کا تذکرہ گزرا ہے تو وہ اہلِ جمعہ میں سے شمار ہوگا، نیز اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے لئے مزید برکتیں ہیں۔ اس کا عملِ خالص اور ذکرِ صادق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قابلِ ستائش ہوگا۔ یہ کتاب الجمعہ اور اس کے آداب کے متعلق آخری کلام تھا۔

❁......❁......❁

عذابات کا نقشہ

شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مشہورِ زمانہ تالیف ''فیضانِ سنّت'' جلد اوّل کے صفحہ 405 پر لکھتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رکھئے! زکوٰۃ ادا کرنے کے جہاں بے شمار ثوابات ہیں نہ دینے والے کیلئے وہاں خوفناک عذابات بھی ہیں۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن قرآن و حدیث میں بیان کردہ عذابات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: خُلاصہ یہ ہے کہ جس سونے چاندی کی زکوٰۃ نہ دی جائے، روزِ قیامت جہنَّم کی آگ میں تپا کر اُس سے اُن کی پیشانیاں، کروٹیں، پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اُن کے سر، پِستان پر جہنَّم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ چھاتی توڑ کر شانے سے نکل جائیگا اور شانے کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینے سے نکل آئے گا، پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا، گُدّی توڑ کر پیشانی سے اُبھرے گا۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی روزِ قیامت پُرانا خبیث خونخوار اَژدہا بن کر اُس کے پیچھے دوڑے گا، یہ ہاتھ سے روکے گا، وہ ہاتھ چبا لے گا، پھر گلے میں طوق بن کر پڑے گا، اس کا مُنہ اپنے مُنہ میں لے کر چبائے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہُوں تیرا خزانہ۔ پھر اسکا سارا بدن چبا ڈالے گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ، ج ۱۰، ص ۱۵۳)

فصل 22

روزہ اور اس کے آداب واحکام کا بیان

اس کتاب میں روزوں، ان کی ترتیب اور روزہ داروں کے اوصاف کے تذکرے کے علاوہ بندے کے لئے جو روزے رکھنا مُستحب ہیں ان کا بیان ہے۔ چنانچہ،

روزہ اور صَبْر

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ** ؕ (پ ۱، البقرۃ: ۴۵)﴾ [1] کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں صبر سے مراد روزہ ہے۔ [2]

صاحبِ لَوْلاک، سَیّاحِ افلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ماہِ رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیتے کیونکہ صبر سے مراد نفس کو خواہشاتِ نفسانیہ سے روکے رکھنا اور اسے اپنے آقا ومولیٰ کے احکام بجالانے پر مجبور کرنا ہے۔ [3]

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ خوشبودار ہے: ''صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔'' [4]

مَنْقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿ **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ** ؕ (پ ۱، البقرۃ: ۴۵)﴾ سے مراد مُجاہَدۂ نفس ہے۔ [5] اور ایک قول کے مطابق یہاں دشمن کے مُقابلہ میں ڈٹے رہنا اور صبر کرنا مراد ہے۔ [6]

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ﴿ **وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ** ﴾ سے مُراد یہ ہے کہ دنیا میں روزہ رکھ کر زاہد بننے پر مدد طلب کرو کیونکہ روزہ دار بھی عابد اور زاہد ہی ہوتا ہے۔ پس روزہ دنیا میں زہد کی چابی اور پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا دروازہ ہے۔ کیونکہ روزہ نفس کو کھانے پینے کی لذّتوں اور شہوات سے روکے رکھتا ہے جیسا

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ ۴۵، ج ۱، ص ۲۹۸

[3] ......المرجع السابق۔ المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من باھلۃ، الحدیث: ۲۰۳۴۴، ج ۷، ص ۲۹۰ مختصراً

[4] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تعدید نعم......الخ، الحدیث: ۴۴۴۸، ج ۴، ص ۱۰۹۔ وباب فی الصیام، الحدیث: ۳۵۷۷، ج ۳، ص ۲۹۲

[5] ......تفسیر القرطبی، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ ۴۵، ج ۱، الجزء الاول، ص ۳۰۵

[6] ......المرجع السابق، ص ۳۰۶

کہ ایک زاہدو عابد شخص زہدو عبادت میں خود کو ان اشیاء سے باز رکھتا ہے۔

روزے کی فضیلت کے متعلق (3) احادیث قدسیہ

(1)...... بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں پر نوجوان عبادت گزار کے سبب فخر کرتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: ''اے اپنی خواہشات کو ترک کرنے والے اور میری رِضا کی خاطر اپنی جوانی صَرف کرنے والے نوجوان! تیرا میرے ہاں وہی مقام ومرتبہ ہے جو بعض فرشتوں کا ہے۔''[1]

(2)......اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو! اس نے محض میری خاطر کھانا پینا اور لذّت وشہوت کو ترک کر دیا ہے۔[2]

(3)......ابنِ آدم کا روزے کے سوا ہر عمل اس کے لئے ہے، روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکی جزا دوں گا۔[3]

روزے کی جزا کی چند وجوہات

روزے میں مجاہدۂ نفس، ترکِ لذّات وعادات پر مدد ملتی ہے اور اس میں نفس کو کمزور کرنا اور اس کی خواہشات کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے محض روزے کی فضیلت بیان کرنے کے لئے اس کی جزا کی نسبت خاص اپنی جانب کی جیسا کہ قرآنِ کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (پ۲۹، الجن:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ (پ۲۰، النمل:۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو جس نے اسے حرمت والا کیا ہے اور سب کچھ اسی کا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے پسندیدہ گھر مساجد ہیں اور مکّۂ مکرّمہ زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا اس کے ہاں سب سے

---

[1] ......الزهد لابن مبارک، باب فخر الارض بعضها، الحديث: ۳۴۶، ص۱۱۷

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنيا، کتاب الجوع، الحديث: ۳۹، ج۴، ص۸۶

[3] ......صحيح البخاری، کتاب الصوم، باب هل يقول انی صائم، الحديث: ۱۹۰۴، ص۱۴۹

زیادہ فضیلت والا شہر ہے، لیکن اس نے ان کی نسبت اپنی جانب فرمائی حالانکہ ہر شے اسی کی ہے۔ اسی طرح روزہ بھی اس کے نزدیک تمام اعمال میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے جس کی وجہ اس میں اخلاقِ صمدیت میں سے ایک خُلق کا پایا جانا (یعنی کھانے پینے سے بے نیاز ہونا) ہے اور اس کا ایک پوشیدہ و مخفی عمل ہونا ہے جس سے سوائے اس کے کوئی آگاہ نہیں۔ پس ان وُجوہات کی بنا پر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے روزے کی نسبت اپنی جانب فرمائی۔

روزے میں قصاص نہیں

مَنقول ہے کہ (بروزِ قیامت) ابنِ آدم کے ہر عمل میں قصاص لیا جائے گا اور اس کا ہر عمل مظالم پورے کرنے کے سبب ختم ہو جائے گا سوائے روزے کے کیونکہ اس میں کسی قسم کا قصاص نہیں۔ بلکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا: ''یہ خاص میرے لئے ہے اور اس میں سے کوئی بھی قصاص نہیں لے سکتا۔'' اور ایک قول میں ہے کہ ''روزے کے سوا ہر عمل کا اجر و ثواب معلوم ہے کیونکہ کوئی بھی انسان نہیں جانتا کہ اس کی جزا کیا ہے؟ بلکہ اس کا اجر بغیر حساب کے عطا کیا جائے گا اور خوب خوب نوازا جائے گا۔'' چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ(۱۷)﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۷)[1] کی تفسیر میں مَنقول ہے کہ ان لوگوں کا عمل روزہ ہوگا اور (سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۲ میں) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿السَّآىٕحُوْنَ﴾ سے بھی ایک قول کے مطابق روزہ دار ہی مراد ہیں۔[2] گویا کہ وہ اپنی بھوک اور پیاس لے کر اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے دنیاوی ساز و سامان یعنی اپنے کھانے پینے جیسی آنکھوں کی ٹھنڈک تک ترک کر دی تو ان کے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مخفی جائے پناہ عطا فرمائی یعنی انہیں ان کے عمل کی جزا کے سبب آنکھوں کی ٹھنڈک جیسی نعمت سے نوازا جو مخفی ہے۔

روزہ صبر اور ذِکر کا نام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصیام، فضائل الصوم، تحت الحدیث: ۳۵۸۲، ج۳، ص۲۹۲

حِسَابٍ ⑩ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) جائے گا بے گنتی۔

ایک قول کے مطابق یہاں بھی صابرین سے مراد روزہ دار ہی ہیں۔ روزے کا ایک نام صبر بھی ہے۔ پس جب بندے نے روزے کا معاملہ اپنے دل میں مخفی رکھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کی جزا اپنے پاس مخفی رکھی۔ [1]

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے کہ جو مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں اسے جی میں یاد کرتا ہوں۔" [2] پس روزہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر ہی ہے مگر یہ ایک سِرّ (یعنی بھید، راز) ہے۔

روزہ رکھنے کے مختلف انداز

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) میں کسی بندے کے لیے اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ قربانی کے چاڑ دنوں سے بڑھ کر روزہ نہ رکھے کیونکہ روزہ نہ رکھنے سے قَساوَتِ قلبی پیدا ہوتی ہے، حالت بدل جاتی ہے، غلط عادات پیدا ہوتی اور شہوات جنم لیتی ہیں، نیز لگاتار چاڑ دن سے زائد روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے نہ اسے مُستحَب قرار دیا گیا ہے اور وہ چاڑ دن یہ ہیں یعنی قربانی کا ایک دن اور تین دن ایامِ تشریق [3] کے۔

البتہ مُستحَب یہ ہے کہ (۱) ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے (۲) یا دو دن لگاتار روزہ رکھ لے اور اگلے دو دن نہ رکھے، اس طرح وہ سال کا نصف حصہ روزہ رکھنے والا شمار ہوگا، لیکن اگر یہ پسند کرے تو (۳) دو دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے، اس صورت میں سال کا دو تہائی حصّہ روزہ دار شمار ہوگا اور (۴) اگر چاہے تو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے، اس صورت میں سال کا ایک تہائی روزہ رکھنے والا شمار ہوگا۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) یہ روزہ داروں کے روزہ رکھنے کے مختلف طریقے ہیں اور ان کے فضائل کے متعلق مروی روایات ہم نے حَذْف کر دی ہیں اور (۵) اگر ہر مہینے کی ابتدا، وسط اور آخر میں تین تین دن روزہ رکھے تو یہ بھی بہتر ہے لیکن (۶) اگر ہر پیر، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھے تو یہ

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الصیام، فضائل الصوم، تحت الحدیث: ۳۵۸۲، ج۳، ص۲۹۶ مفھوماً

[2] ......صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ (ویحذرکم اللہ نفسہ) ال عمران ۲۸، الحدیث: ۷۴۰۵، ص۶۱۲

[3] ......یومِ نَحر (قربانی) یعنی دس ذوالحجہ کے بعد کے تین دن (۱۱و۱۲و۱۳) کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۴۴) ان چار دنوں کے علاوہ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۱، ص۹۶۷)

بہت زیادہ بہتر ہے (۷) اور کم از کم اَیَّامِ بِیض [1] اور ہر ماہ کی ابتدا و انتہا میں ایک ایک روزہ تو ضرور رکھے۔

افضل روزے

حُرمت والے مہینوں میں روزے رکھنا سب سے زیادہ باعثِ فضیلت ہے اور جن روزوں کی فضیلت مروی ہے ان میں محرم الحرام اور ذی الحجۃ الحرام کے ابتدائی عشرے کے روزے ہیں اور اس کے بعد شعبان المعظم کے روزوں کی فضیلت سب سے زیادہ مروی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس مہینے میں مسلسل ماہِ رمضان تک کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ [2]

البتہ ہر مہینے میں کوئی بھی شخص تین دن روزے رکھنا ترک نہ کرے بلکہ پیر اور جمعرات کے روزے تو ہمیشہ رکھا کرے۔ چنانچہ مروی ہے کہ پیکرِ عظمت و شرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مہینے محرم الحرام کے ہیں۔'' [3]

صومِ دہر کا حکم

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی ایک جماعت نے **صومُ الدَّھْر** [4] کو مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن اگر صومِ دہر سے

---

[1] ......اَیّامِ بِیض چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو کہتے ہیں۔ (فیضانِ سنت، ج ۱، ص ۱۴۰۵)

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم شعبان، الحدیث: ۲۴۳۱، ص ۱۴۰۳

[3] ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۲۷۵۵، ص ۸۶۶

[4] ......فقیہِ اعظم ہند، شارحِ بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی (مُتَوَفّٰی ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں: ''صیام ابد۔ اسی کو صیام دہر بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سال بھر تک بلا ناغہ (ممنوع روزوں کے علاوہ) لگاتار روزے رکھے جائیں اور رات میں کھایا پیا جائے اور صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ رات میں بھی کچھ کھایا پیا نہ جائے اگرچہ دو چار روز ہی ہو۔ یہ جو ارشاد فرمایا: جس نے صوم ابد رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہو گی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہو گی۔ تو ایسا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خبر ہے اور اگر اس خبر کو نہی کے معنی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے کہ جنہیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوق واجبہ تو کما حقہ ادا کر لیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنہیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوق واجبہ، مسنونہ، مستحبہ، کما حقہ ادا کر لیں گے ان کے لئے کراہت بھی نہیں۔ بعض صحابۂ کرام جیسے ابوطلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا صوم دہر رکھتے تھے اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیائے کرام (رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام) سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے۔ (نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داود علیہ السلام، ج ۳، ص ۳۸۶)

کسی کا مقصود اپنے دل کی اصلاح اور نفس کو انکسار کا پیکر بنانا اور دُرُستیٔ حالت ہو تو چاہئے کہ ایسا شخص روزے رکھا کرے کہ اس صورت میں اس پر روزے رکھنا لازم ہے بشرطیکہ صومِ دہر میں اسے تقویٰ و اصلاح حاصل ہو۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو موسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ ربِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو صائم الدہر ہو اس پر جہنّم تنگ ہو جاتی ہے۔'' اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انگلیوں سے 90 کا اشارہ کیا (یعنی شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کی جڑ سے ملا دیا)۔ [1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنّم میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ صومِ دہر کی فضیلت پر بہت سی روایات مروی ہیں اور سلف صالحین یعنی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ صائم الدہر تھے۔ ہاں اگر کوئی شخص سنت پر عمل نہ کرے اور افطار کی رخصت کا خیال نہ رکھے تو اس کے لئے صومِ دہر مکروہ ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دین میں وُسعت کا حکم دیا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی آگاہ فرمایا ہے کہ وہ اپنی دی گئی رخصت پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے جیسا کہ وہ عَزِیمت پر عمل کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ [2] اور ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا پسند فرماتا ہے اور نافرمانی پسند نہیں کرتا۔ [3]

صومِ نصف الدہر کی فضیلت

صومِ نصف الدہر یعنی ایک دن روزہ رکھنے اور ایک دن نہ رکھنے کی فضیلت پر کثیر احادیث مروی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ دو حالتوں کے درمیان رہے یعنی حالتِ صبر اور حالتِ شکر۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرورِ دو جہاں، مالکِ کون و مکاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر دنیا کے خزانوں اور زمین کے دفینوں کی چابیاں پیش کی گئیں لیکن میں نے انہیں لوٹا دیا اور عرض کی کہ میں ایک دن بھوکا رہنا اور ایک دن کھانا کھانا پسند کرتا ہوں تاکہ جب شِکَم سیر ہوں تو اے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! تیرا شکر ادا کروں اور جب بھوک محسوس کروں تو تیری بارگاہ میں عاجزی و انکساری کروں۔'' [4]

---

[1] ......صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب فضل صیام الدھر......الخ، الحدیث: ۲۱۵۴، ج۳، ص۳۱۳

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۲۸۲، ج۴، ص۳۷۱

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، الحدیث: ۵۸۷۸، ج۲، ص۳۹۴

[4] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، الحدیث: ۲۳۴۷، ص۱۸۸۷ مفھوماً

صومِ داودی کی فضیلت

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین روزے میرے بھائی حضرت داود (عَلَیْہِ السَّلَام) کے ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔'' [1]

مَنقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ماہِ نُبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب یہ عرض کی کہ میں اس سے بھی زیادہ فضیلت والے روزے رکھنا چاہتا ہوں تو سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔'' تو انہوں نے عرض کی کہ میں اس سے بھی افضل روزے رکھنے چاہتا ہوں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس سے افضل روزے نہیں ہیں۔'' [2]

30 روزوں سے افضل روزہ

صاحبِ مُعَطَّر پسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''**ذُو الْحَجَّةُ الْحَرَام** کا ایک روزہ دوسرے مہینوں کے 30 روزوں سے افضل ہے اور رمضان المبارک کا ایک روزہ ماہِ حرام کے 30 روزوں سے افضل ہے۔'' [3]

700 سال کی عبادت کا اجر و ثواب

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو شخص ماہِ حرام (**ذُو الْحَجَّةُ الْحَرَام**) میں تین۳ دن یعنی جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ہر دن کے بدلے 700 سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔'' [4]

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روزے

سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضان المبارک کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ

---

[1] ……صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، الحدیث: ۱۹۷۶، ص ۱۵۴ مفہوماً

[2] ……المرجع السابق

[3] ……المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث: ۹۶۰، ج ۲، ص ۱۷ مختصراً

[4] ……تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۲۲۹۰ زھیر بن محمد بن یعقوب، الحدیث: ۴۴۰۴، ج ۱۹، ص ۱۱۶

ہر مہینے کچھ دن روزے نہ رکھتے اور ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شعبان المعظم کے روزوں کو رمضان المبارک کے روزوں سے ملا دیا مگر کئی مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضان المبارک کے روزوں کو شعبان المعظم کے روزوں سے جدا ہی رکھا (یعنی آخر ماہ میں روزہ نہ رکھا)۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے روزہ رکھنے کے جو مختلف انداز بیان کئے ہیں وہ سَلَفِ صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی ایک جماعت کا طریقہ رہا ہے اور ان میں سے ہر طریقے کی فضیلت میں کثیر روایات مروی ہیں اور اسی طرح جو کچھ ہم مزید ذکر کریں گے اس کی فضیلت بھی کثیر روایات میں مروی ہے یعنی رات دن میں قلب اور دوسرے اعضائے جسمانی کے اعمال یا ایمان اور اہلِ یقین کے اوصاف وغیرہ۔ ہمارا مقصود ان بہت سی روایات کو بیان کرنا نہیں اور نہ ہی ہمارا طریقہ نیک اعمال کے فضائل بیان کرنا ہے، بلکہ ہم تو اچھے عمل کرنے والوں کے دلوں کو مہذب بنانا چاہتے ہیں تاکہ دلوں کی طہارت اور ایمان کی حقیقت کے ذریعے اعمال پاکیزہ ہوں اور نیک اعمال بجالانے والوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل ہو کیونکہ اس بلند و برتر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے سوا نہ تو کسی میں نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی قدرت۔

اہلِ یقین کا روزہ

روزہ داروں کے ہاں روزے سے مراد جسم کا روزہ ہوتا ہے مگر اہلِ یقین کے روزے سے مراد دل کو دنیاوی افکار اور غلط ارادوں سے روکے رکھنا ہے، اس کے بعد کان، آنکھ اور زبان کا روزہ یہ ہے کہ ان اعضاء کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حدود سے تجاوُز کرنے سے روکا جائے اور ہاتھ اور پاؤں کا روزہ یہ ہے[2] کہ وہ کبھی غلط کاموں سے باز رہیں۔

روزہ دار کی نیند

جس نے مذکورہ اوصاف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے روزہ رکھا اس نے کامل وقت پالیا اور وہ دن کی ہر ساعت میں

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ، الحدیث: ۱۹۷۱، ص ۱۵۴

سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فیمن یصل شعبان برمضان، الحدیث: ۲۳۳۶، ص ۱۳۹۷ - وباب اذا اغمی الشھر، الحدیث: ۲۳۲۵، ص ۱۳۹۶

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''فیضانِ سنّت'' جلد اوّل کے **صَفْحَہ** 969 تا 980 پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے جسمانی اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں اور آنکھ وغیرہ کے روزہ کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔ مزید معلومات کے لیے ان صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

سے کچھ وقت پانے والا ہو گیا اس حال میں کہ اس نے اپنے تمام دن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے معمور کر دیا، پس اس جیسے شخص کے متعلق منقول ہے کہ ''روزہ دار کی نیند عبادت اور اس کی سانس تسبیح ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے باطل کے سننے اور بری باتیں کرنے کا تذکرہ اَکْلِ حَرَام (حرام خوری) کے ساتھ ملا کر کیا ہے، پس اگر سنی جانے والی باتیں سننے والے پر اور کہی جانے والی باتیں کہنے والے پر حرام نہ ہوتیں تو ان دونوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں اَکْلِ حَرَام (حرام خوری) کے ساتھ نہ کیا جاتا جو کہ گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ،

ایک جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِؕ (پ۶، المآئدۃ:۴۲) ترجمۂ کنز الایمان: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَوْ لَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَؕ (پ۶، المآئدۃ:۶۳) ترجمۂ کنز الایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔

روزے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدوں کا لحاظ رکھنے والا کوئی بندہ اگر (کسی عُذر کی وجہ سے) روزہ نہ رکھ پائے کہ جس میں کھانا اور جماع منع ہے تب بھی فضیلت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فرمانبردار و تابعدار ہونے کی وجہ سے روزہ دار ہی شُمار ہو گا لیکن جو شخص روزہ رکھے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تجاوُز کرے اور ان کو ضائع کرے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں روزہ رکھنے والا شمار نہیں ہوتا، بھلے اپنے گمان میں روزہ دار ہی ہو کیونکہ اس نے جو ضائع کر دیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بہت محبوب تھا اور اس سے بھی بڑھ کر تھا جس کی اس نے حفاظت کی۔

اعضاء کا روزہ

جس شخص نے کھانے سے رکنے کا روزہ رکھا لیکن دوسرے اعضائے جسمانی کے ذریعے اُمورِ شرعیہ کی مخالفت کر

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۹۳ کرز بن وبرۃ الحارثی، الحدیث: ۷۴۶۱، ج۵، ص۹۶

کے افطار کر دیا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے وُضو کرتے وقت ہر ہر عُضْو کا تین۳ تین۳ مرتبہ مَسْح کر کے نماز پڑھی۔ یعنی اس نے محض اعضاء کے دھونے کی تعداد پوری کی مگر دھونے کا فرض چھوڑ دیا۔ پس اس کی نماز اس کی جہالت کی وجہ سے مردود ہوگی جبکہ وہ اس دھوکے میں مبتلا ہے کہ اس نے نماز ادا کر لی ہے۔

اسی طرح جو شخص کھانے سے رکنے کا روزہ نہ رکھے لیکن اس کے اعضاء منع کردہ اشیاء سے رکنے کا روزہ رکھے ہوئے ہوں تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے وُضو کرتے وقت ہر ہر عُضْو کو صرف ایک ایک مرتبہ دھویا، پس وہ تعداد پوری نہ کرنے کی فضیلت چھوڑنے والا اور فرض کی تکمیل کرنے والا ہے اور عمل کے اعتبار سے مُحْسِن ہے۔ اس کی نماز اصل کو مضبوط کرنے اور اپنے علم کے مطابق عمل کرنے کی وجہ سے مقبول ہے اور اس شخص کی مثال جس نے کھانے اور جماع سے روزہ رکھا اور اپنے اعضاء کو بھی گناہوں سے محفوظ رکھا اس شخص جیسی ہے جو وضو کرتے وقت ہر ہر عضو کو تین۳ تین۳ مرتبہ کامل دھوئے۔ پس اس نے فرض کو بھی مکمل طور پر ادا کیا اور کامل فضیلت پانے والا بھی شُمار ہوگا۔ چنانچہ،

اسی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ (پ۸، الانعام: ۱۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے۔

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وضو کے متعلق ارشاد فرمایا: ''یہ میرا اور مجھ سے پہلے اَنْبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) اور میرے باپ حضرت ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) کا وضو ہے۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ (پ۱۷، الحج: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

مُراد یہ ہے کہ تم پر ملّتِ ابراہیمی کو تھامے رکھنا لازم ہے پس انہیں اپنا امام بنالو اور ان کی اِقتدا کرو۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شکر ادا کرتے ہوئے کھانے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہوتا ہے۔'' [2]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب الطهارة، باب ماجاء في الوضوء مرة ومرتين وثلاثا، الحديث: ۴۱۹/۴۲۰، ص ۲۵۰۲

[2] ......سنن ابن ماجه، ابواب الصيام، باب فيمن قال الطاعم الشاكر كالصائم الصابر، الحديث: ۱۷۶۴، ص ۲۵۸۲

آدم خور عورتیں

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، دن کے آخری حصّے میں انہیں بھوک اور پیاس کی شدّت نے تھکا دیا یہاں تک کہ وہ ہلاکت کے قریب ہو گئیں تو انہوں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں پیغام بھیجا کہ انہیں اِفطار کی اِجازت عطا فرما دیجئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی طرف ایک پیالہ بھیجا اور ارشاد فرمایا: ''ان دونوں سے کہو کہ اس میں قے کریں جو انہوں نے کھایا ہے۔'' راوی فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک نے تازہ خون اور گوشت کی قے کر کے پیالے کو نصف بھر دیا اور پھر دوسری نے بھی اسی طرح قے کی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا، لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان دونوں نے اس شے سے روزہ رکھا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لئے حلال ٹھہرائی تھی لیکن اس شے سے افطار کر دیا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان پر حرام قرار دی تھی، (ہوا یوں کہ) ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور پھر دونوں لوگوں کی غیبت کرنے لگیں، پس یہ لوگوں کا وہی گوشت ہے جو انہوں نے کھایا تھا۔''[1]

متقین کے ذرّہ برابر عمل کا ثواب

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ عقل مند لوگوں کا رات کو سوتے رہنا اور دن کو روزہ نہ رکھنا کیا خوب ہے اور بے وقوف لوگوں کا دن کو روزہ رکھنا اور رات بھر جاگ کر عبادت کرنا کتنا مَعْیُوب ہے مگر اہلِ یقین اور متقین کا ایک ذرّہ برابر عمل خود فریبی میں مبتلا افراد کی پہاڑوں کی مثل عبادت سے بہتر و افضل ہے۔[2]

جو بات کرنا منع ہے اسے سننا بھی منع ہے

ہر وہ بات جس کا منہ سے نکالنا منع ہے اسے سننا بھی منع ہے اور ہر وہ فعل جس کا کرنا حرام ہے اس کی جانب دیکھنا یا اس کا خیال بھی دل میں آنا مکروہ ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سننے اور کہنے والے دونوں کو ہم پلّہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبید مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۷۱۴، ج ۹، ص ۱۶۵

[2] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۸، ج ۱، ص ۲۳

اِنَّكُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۴۰) ترجمۂ کنزالایمان: ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

روزہ دار اور توبہ

روزہ دار کی مثال توبہ جیسی ہے کیونکہ صبر توبہ کی صِفَت ہے اور توبہ روزہ دار کے اپنی سابقہ بری عادات پر صبر کرنے کے سبب اس کے گزشتہ گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہے، پھر روزہ دار برے کاموں کے راستوں یعنی اپنے اعضاء کی حفاظت کر کے گزشتہ گناہوں کی جانب واپس نہ لوٹنے کا پُختہ ارادہ کر لیتا ہے۔

آگ سے ڈھال

روزہ آگ سے ڈھال اور نیک لوگوں کے درجات تک رسائی کا سبب ہے۔ جب روزہ دار روزے پر صبر کرتا ہے تو اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچاتا ہے مگر جب وہ اپنے اعضاء کو گناہوں میں خوب مگن کر دے تو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو بار بار توبہ کر کے توڑ دیتا ہے۔ پس اس کی توبہ، توبۂ نَصوح [1] نہیں ہے اور نہ ہی اس کا یہ روزہ صحیح ہے، کیا آپ کی نظروں سے رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں گزرا کہ ''روزہ آگ کے سامنے ایک ڈھال ہے جب تک کہ اسے جھوٹ یا غیبت کے ذریعے پھاڑا نہ جائے۔'' [2]

میں روزہ دار ہوں

سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ نصیحت نشان ہے: ''جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو بے حیائی کی بات کرے نہ جہالت کی [3] اور اگر کوئی اسے گالی گلوچ کرے تو بس اتنا کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔'' [4]

---

[1] ......صدرالافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡہَادِی خزائن العرفان میں سورۂ تحریم کی آیت نمبر 8 میں توبۂ نصوح کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اس سے مراد ہے: توبۂ صادقہ جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو اور اس کی زندگی طاعتوں اور عبادتوں سے معمور ہو جائے اور وہ گناہوں سے مجتنب رہے حضرت سیّدُنا عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے اور دوسرے اصحاب نے فرمایا توبۂ نصوح وہ ہے کہ توبہ کے بعد آدمی پھر گناہ کی طرف نہ لوٹے جیسا کہ نکلا ہوا دودھ پھر تھن میں واپس نہیں ہوتا۔

[2] سنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب......الخ، الحدیث: ۲۲۳۷/۲۲۳۶، ص ۲۲۳۳
المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۳۶، ج ۳، ص ۲۶۴

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''فیضانِ سنّت'' جلد اوّل کے **صَفحہ 968** پر ہے: مطلب یہ کہ روزہ دار کو چاہئے کہ وہ روزے میں جہاں کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، وہاں جھوٹ، غیبت، چغلی، بدگمانی، الزام تراشی اور بدزبانی وغیرہ گناہ بھی چھوڑ دے۔

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب الغیبۃ للصائم، الحدیث: ۲۳۶۳، ص ۱۳۹۸

ایک روایت میں ہے کہ ”کوئی شخص اپنے روزے کے دن کو اور افطار کے دن کو مُساوی نہ رہنے دے۔“[1] یعنی وہ روزے کی حُرمت کی وجہ سے اس کی حفاظت کرے۔

روزہ ایک امانت ہے

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”روزہ ایک امانت ہے اس لئے ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنی چاہئے۔“[2]

امانت کی حفاظت اعضاء کو گناہوں سے بچانے سے ہوتی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ جب تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آیتِ مبارکہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (پ۵، النسآء: ۵۸) ﴾[3] تلاوت فرمائی تو اس کے ساتھ ہی اپنا دستِ اقدس کان اور آنکھوں پر رکھ کر ارشاد فرمایا: ”کان اور آنکھ بھی امانت ہیں۔“[4] اس لئے روزہ دار کو (گالی گلوچ کے جواب میں) یہ کہنا جائز ہے کہ ”میں روزہ دار ہوں۔“ یعنی وہ اس امانت کا تذکرہ کرے جو اس نے اٹھا رکھی ہے اور وہ اس کے اہل کو وہ امانت واپس لوٹا دے۔

امانت کی حفاظت یہ بھی ہے کہ اسے چُھپایا جائے، اگر بلاضَرورت اسے ظاہر کیا جائے تو یہ خِیانت ہو گی کیونکہ امانت رکھوانے والا یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی امانت ظاہر کر دی جائے اور کسی مخفی شے کی حقیقی حفاظت یہ ہے کہ اسے (کہیں رکھ کر) بھلا دیا جائے اور اس کا ضِیاع یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی جگہیں بکثرت ہوں۔ پس روزہ دار کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اپنے روزے کو سرے سے بھول ہی جائے اور کسی خاص وقت کا انتظار نہ کرتا رہے کہ جو اسے موجودہ وقت سے غافل کر دے۔

---

[1] ......الزھد لابن المبارک، باب فضل ذکر اللہ، الحدیث: ۱۳۰۸، ص ۴۶۱

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۵۲۷، ج ۱۰، ص ۲۱۹

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللّٰہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپُرد کرو۔

[4] ......الدر المنثور، پ۵، النساء، تحت الآیۃ ۵۸، ج ۲، ص ۵۷۳

فصل 23

محاسبۂ نفس کا بیان

اس فصل میں نفس کا مُحاسبہ کرنے اور وقت کی قدر کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــٴًـا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء:۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم عدل کی ترازوئیں رکھیں گے قیامت کے دن تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو۔

ایک جگہ محاسبۂ نفس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ (پ۳۰، الزلزلۃ:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راہ ہو کر تا کہ اپنا کیا دکھائے جائیں۔

سیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی نصیحت

اَمیرُ المومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے وِصال کے وقت امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''حق اگرچہ بہت بھاری ہے مگر بھاری پن کے باوجود انتہائی خوشگوار ہے اور باطل اگرچہ ہلکا ہے مگر بیماری و آفت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جو حق دن کا ہے رات کو قبول نہیں فرماتا اور جو رات کا ہے دن کے وقت قبول نہیں کرتا، اگر آپ نے تمام لوگوں پر عدل کیا لیکن ان میں سے صرف ایک شخص پر ظُلْم کیا تو آپ کے ظلم کا پلڑا عدل سے وزنی ہو جائے گا، اگر آپ نے میری نصیحت یاد رکھی تو موت سے بڑھ کر کوئی شے آپ کو محبوب نہ ہوگی، وہ یقیناً آنے والی ہے اور اگر آپ نے میری نصیحت کو ضائع کر دیا تو موت سے بڑھ کر کوئی شے آپ کے نزدیک ناپسندیدہ نہ ہوگی، آپ اسے خود سے دور کرنے سے عاجز ہیں۔'' [1]

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب المغازی، باب ما جاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب، الحدیث: ۱، ج۸، ص ۵۷۴

سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اور محاسبۂ نفس

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُ نا عُمر بن خَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا فرمان ہے: ''خود اپنا مُحَاسَبہ کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے اعمال کا وزن کئے جانے سے پہلے خود ہی ان کا وزن کرلو، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حُضور پیش ہونے والے سب سے بڑے دن کے لئے خود کو تیار کرلو کہ جس دن تم پیش کئے جاؤ گے کچھ بھی مخفی نہ رہے گا، بے شک آخرت میں اسی قوم کا حساب آسان ہوگا جس نے دنیا ہی میں اپنا محاسبہ کیا اور اسی قوم کے نامۂ اعمال کے وزن روزِ قیامت وزنی ہوں گے جس نے دنیا میں اپنے نُفُوس کے اعمال کا وزن کیا ہوگا، میزان کا حق یہ ہے کہ اس میں سوائے حق کے کچھ نہ رکھا جائے جو بھاری ہی ہوگا۔ [1]

حقیقی زُہد

مُحاسبۂ نفس وَرَع وتقویٰ سے پیدا ہوتا ہے، اعمال کا وزن کرنے کی صلاحیت مُشاہَدۂ یقین سے حاصِل ہوتی ہے اور روزِ قیامت آراستہ و پیراستہ ہوکر بارگاہِ ربُّ العزّت میں پیش ہونے کی لگن اُس بادشاہِ حقیقی (یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ) کے خوف اور ڈر سے حاصل ہوتی ہے اور یہی حقیقی زہد ہے۔

نیکی، گناہ مٹا دیتی ہے

حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَو لاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُ نا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ''جہاں بھی رہو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا کرو، گناہ کے بعد نیکی کرلیا کرو کہ یہ اسے مٹا دیتی ہے اور لوگوں سے خوش خُلقی سے ملا کرو۔'' [2]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مذکورہ وصیت قرآنِ کریم میں مختلف جگہ نظر آئی۔ چنانچہ،

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث الکیس......الخ، الحدیث: ۲۴۵۹، ص ۱۸۹۹ مختصراً

[2] ......جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی معاشرة الناس، الحدیث: ۱۹۸۷، ص ۱۸۵۱

پہلے قول (جہاں بھی رہو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا کرو) کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

دوسری وصیّت (گناہ کے بعد نیکی کرلیا کرو کہ یہ اسے مٹا دیتی ہے) اس فرمانِ باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (پ۱۳، الرعد: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔

یعنی وہ نیک عمل کر کے برائی دور کرتے ہیں اور بُرائی کے فوراً بعد نیک عمل کرتے ہیں تا کہ وہ اس برائی کا کفّارہ بن جائے اور تیسری وصیّت اس فرمانِ باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (پ۱، البقرۃ: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

نیک بنانے والی تین باتیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نیک بندوں کی تین باتوں اور خصلتوں کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، العصر: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

یعنی انسان اپنے اوقات کے فوت ہوجانے اور نَفْع کے مفقود ہوجانے کی وجہ سے نقصان اور خسارے میں ہے۔
پھر ان لوگوں میں سے چند کو مُسْتَثْنٰی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (پ۳۰، العصر: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

(پس یہاں صالحین کے دو اوصاف یعنی حق اور صبر کی وصیت کرنا بیان کئے گئے) اور تیسرے وَصْف کا تذکرہ اس فرمانِ عالیشان میں کیا:

وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿۱۷﴾ (پ۳۰، البلد:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں مہربانی کی وصیتیں کیں۔

﴿1﴾......نفسانی خواہشات کی مُخالَفت کر کے حق کی پیروی کی جائے تو اس طرح اصلاح ہوتی ہے کیونکہ نفسانی خواہشات کی پیروی واِتّباع میں فساد ہے۔ ﴿2﴾......صَبْر ہی کسی مُعاملہ کی جان اور اصل ہوتا ہے اور جس قدر صبر ہو اسی قدر بندے پر رحم اور مہربانی ہوتی ہے۔ ﴿3﴾......مخلوق پر رحمت وشفقت کرنا نہ صرف خالق کی رحمت کا دروازہ کھلنے کے مُترادِف ہے بلکہ حُسْنِ خُلْق کی چابی وکُنجی بھی ہے جس کے ساتھ حسنِ ظن اور سلامتیٔ قلب وابستہ ہیں، نیز دل میں رحمت کی موجودگی کے باعث حسد اور میل کچیل ختم ہو کر عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُم کا یہی وصف تھا کہ جنہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صُحبَت کے لئے مُنتَخب فرمایا، ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور رحمت وشفقت سے ان کی تائید فرمائی۔ چنانچہ، ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (پ۲۶، الفتح:۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور آپس میں نرم دل۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے (سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے) رحمت کی حقیقت کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَاخۡفِضۡ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ (پ۱۵، بنی اسرآئیل:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے۔

اور صحابۂ کرام عَلَیۡھِمُ الرِّضۡوَان اپنے بھائیوں سے ملتے تو اسی صِفَت سے مُتَّصِف ہوتے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (پ۶، المآئدۃ:۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں پر نرم۔

پس یہ تینوں اوصاف (یعنی حق، صبر اور رحمت) رِقَّتِ قلبی کا دروازہ کھولنے اور قَساوَتِ قلبی کا دروازہ بند کرنے کا ذریعہ ہیں۔

رقتِ قلبی کے فوائد اور قساوتِ قلبی کے نقصانات

رِقَّتِ قلبی سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں:

- ...... بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور دارِ آخرت کی جانب مُتوَجِّہ رہتا ہے۔
- ......احکام کی بجا آوری پر کمر بستہ رہتا ہے۔
- ......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور وعید میں تدبُّر و تفکُّر کرتا ہے۔

قَساوتِ قلبی کے نقصانات یہ ہیں:

- ...... بندہ بارگاہِ خداوندی سے اِعراض کرنے لگتا ہے اور ......طویل غفلت کی وادیوں میں کھو جاتا ہے۔

پس مُحاسبۂ نفس وَرَع وتقویٰ کے ذریعے، مُوازنہ کی دولت عینُ الیقین کے مشاہدے سے اور سب سے بڑی پیشی کی خاطر خود کو نیک اعمال سے مُزیَّن کرنے کی سوچ مالکِ اکبر عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے حاصل ہوتی ہے اور یہی زہد کی حقیقت بھی ہے۔

سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے اقوال

اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے:

- ......بے شک بندہ ایک شے پا کر اس وقت تک خوش ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اسے کھو نہ دے اور اُسے اس شے کا کھو جانا برا محسوس ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اسے پا نہ لے۔
- ......دنیا پانے کے سبب بیحد فرحت وخوشی کا اظہار مت کرو اور دنیا چھن جانے کے سبب اس پر افسوس مت کرو بلکہ آگے بھیجے گئے اعمال پر خوش ہونا چاہئے اور اس بات پر افسوس کرنا چاہئے کہ اعمالِ صالحہ نہ کر سکا اور اُمُورِ آخرت اور موت کے بعد کے معاملات سے غافل رہا۔[1]

اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے:

- ......خواہشِ نفس اندھے پن کی شریک ہوتی ہے۔ ......توفیق یہ ہے کہ حیرت کے وقت بندہ ٹھہر جائے۔
- ......غم کو دور کرنے والی سب سے بہتر شے یقین ہے۔ ......جھوٹ کا انجام ندامت ہے۔
- ......سچائی میں سلامتی ہے۔ ......بسا اوقات دور دکھائی دینے والا قریب سے بھی قریب تر ہوتا ہے۔

---

[1] ......العقد الفرید لابن عبد ربہ الاندلسی، کتاب الزبر جدۃ فی المواعظ والزھد، لابن عباس فی کلام لعلی، ج ۳، ص ۸۴

۞......اجنبی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

۞......دوست وہ ہے جو عدم موجودگی میں بھی دوستی کی تصدیق کرے۔

۞......بدگمانی دوست سے دور کر دیتی ہے۔ ۞......کسی کی عزّت کرنا کتنی بہترین عادت ہے۔

۞......حیا ہر اچھے و نیک کام کا سبب ہے۔ ۞......سب سے مضبوط آڑ، تقویٰ ہے۔

۞......سب سے مضبوط سبب جس سے تم اپنے نفس پر قابو پاسکو وہ تعلق ہے جو تمہارے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے۔

۞......دنیا میں تمہارا حصّہ اسی قدر ہے جو تمہاری آخرت کے لئے بہتر ہو۔

۞......رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو اور دوسرا وہ جو تمہاری تلاش میں ہے، اگر تم اس کے پاس نہ آسکو گے تو وہ تمہارے پاس خود ہی آجائے گا۔

۞......اگر تُو ضائع و برباد ہونے والی اپنی کسی شے پر جَزَع فَزَع کرتا ہے تو پھر اس شے پر ہرگز جزع فزع مت کر جو ابھی تک تجھے ملی نہیں۔

۞......جو بیت چکا اس سے آنے والے معاملات پر استدلال کر کیونکہ اُمور ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ [1]

ہر شے کے لئے آفت ہے

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر شے کے لئے ایک آفت ہے۔ چنانچہ،

۞......علم کی آفت بھول جانا ۞......عبادت کی آفت سُستی و کاہلی

۞......عقل کی آفت خود پسندی ۞......دانائی کی آفت شیخی و بے جا تعریف

۞......تجارت کی آفت جھوٹ ۞......سخاوت کی آفت فضول خرچی

۞......خوبصورتی کی آفت تکبُّر و بڑائی اور اترانا ۞......دین کی آفت ریاکاری

۞......اور اسلام کی آفت خواہشِ نفسانیہ ہے۔ [2]

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۷۳۴۲، ج ۱۳، ص ۳۰۷

[2] ......سنن الدارمی، المقدمۃ، باب مذاکرۃ العلم، الحدیث: ۶۲۳، ج ۱، ص ۱۵۸۔ المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۶۸۸، ج ۳، ص ۶۹ عن علی مختصراً

رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''میری اُمّت کی آفت درہم و دینار ہیں۔'' [1]

سونے چاندی سے زیادہ خوبصورت 5 باتیں

حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے پانچ ایسی وصیتیں فرمائیں جو سونے اور چاندی سے زیادہ خوبصورت ہیں:

﴿1﴾......لایعنی مُعاملہ میں ہرگز گفتگو نہ کرنا کہ یہی سلامتی کے زیادہ قریب ہے اور خطا ولغزش سے بے خوف مت ہونا۔

﴿2﴾......اپنی ضَرورت کے مُعاملہ میں بھی موقع مَحَل دیکھے بغیر ہرگز گفتگو مت کرنا کہ بسا اوقات اپنے فائدے کے معاملے میں موقع ومَحَل کا خیال کئے بغیر گفتگو کرنے والا بھی شرمسار ہوجاتا ہے۔

﴿3﴾......کسی بُرْدْبار سے بَحْث مُباحَثہ کرنا نہ کسی بے وقوف سے کہ بُردبار شخص تجھے خوب تڑپائے گا اور بے وقوف اذیت پہنچائے گا۔

﴿4﴾......جب تیرا کوئی بھائی تیرے پاس موجود نہ ہو تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا ایسا تذکرہ کرنا جیسا تو پسند کرتا ہے کہ وہ تیری عدم موجودگی میں تیرا تذکرہ کرے اور اس کی ہر وہ خطا ولغزش معاف فرما دینا جس پر تم اپنے لئے اس کی جانب سے معافی کو پسند کرتے ہو۔

﴿5﴾......ایسے شخص جیسے اعمال بجالانا جو جانتا ہے کہ اسے احسان کا انعام ملے گا اور بُرائی کی سزا۔ [2]

ہر بات دس ہزار سے بہتر

حضرت سیِّدُنا عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:''اے میرے لختِ جگر! میں ان (یعنی امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) کو دیکھتا ہوں کہ وہ تجھے بزرگوں سے بھی مُقدَّم رکھتے ہیں اور تیری عزَّت کرتے ہیں، پس میری یہ باتیں یاد رکھنا:

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، باب الالف، الحدیث: ۲۱۴، ج ۱، ص ۱۰۱

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت، الحدیث: ۵۰۱۸، ج ۴، ص ۲۶۲ عن وبرۃ بن عبدالرحمن
موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النھی عن الکلام، الحدیث: ۱۱۴، ج ۷، ص ۸۸

﴿1﴾……کبھی تنہائی میں بھی ان کے سامنے کسی کی چغلی نہ کھانا ﴿2﴾……کسی بات میں ان کی نافرمانی نہ کرنا ﴿3﴾…… ان کے پاس بیٹھ کرکسی کی غیبت نہ کرنا ﴿4﴾…… وہ تیری کسی خِیانت سے آگاہ نہ ہونے پائیں ﴿5﴾……اور نہ ہی انہیں خود پر جھوٹ کا تجربہ کرنے دینا۔[1] یہ وصیّت دو روایتوں کا مجموعہ ہے، ایک روایت میں راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''ان میں سے ہرایک وصیّت ایک ہزار سے بہتر ہے۔'' توانہوں نے فرمایا: ''ان میں سے ہرایک دس ہزار سے بہتر ہے۔''[2]

ایمانِ کامل کرنے والی تین باتیں

حضرت سیِّدُنا یوسُف بن اَسْباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: منقول ہے کہ جس میں تین باتیں پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوجاتا ہے:

﴿1﴾……جب راضی ہوتواس کی رضا اسے باطل کام کی طرف نہ لے جائے۔

﴿2﴾……جب ناراض ہوتواس کا غُصّہ اسے حق سے نہ پھیر دے۔

﴿3﴾……جب غَلَبہ حاصِل کرے تو جو شے اس کی نہ ہو اسے کسی سے نہ چھینے۔[3]

تین باتیں حق ظاہر کرتی ہیں

حضرت سیِّدُنا سَرِی بِنْ مُغَلَّس سَقَطِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کے ذریعے حق ظاہر ہوتا ہے: ﴿1﴾……مقامِ ہلاکت میں حق بات پر قائم رہنا ﴿2﴾……مصیبت نازل ہوتو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینا اور ﴿3﴾……نعمت کے زوال کے وقت قضاوقدر پر راضی رہنا۔ (ہم زوالِ نعمت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں)

ایمانِ کامل اور تین باتیں

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس میں تین باتیں

---

[1] ……فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۱۹/۱۹۰۵، ج۲، ص۹۷۰/۹۷۴

[2] ……فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۰۵، ج۲، ص۹۷۰

[3] ……الفردوس بماثور الخطاب، باب الثاء، الحدیث: ۲۲۸۵ ج۲، ص۳۱۳ عن انس بن مالک

پائی جائیں اس کا ایمان کامل ہوتا ہے:

﴿1﴾...... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعاملے میں کسی مَلامت کرنے والے کی مَلامت سے نہ ڈرے۔

﴿2﴾...... اپنے عمل میں دِکھاوے کا اِظہار نہ ہونے دے۔ ﴿3﴾...... جب اس کے سامنے دَو اُمور پیش کئے جائیں، جن میں سے ایک دنیا اور دوسرا آخرت کا ہو تو دنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔" [1]

نجات دینے اور ہلاک کر دینے والی تین چیزیں

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "تین چیزیں نجات دینے والی اور تین ہلاک کر دینے والی ہیں:

نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں:

﴿1﴾...... ظاہر و باطن میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ﴿2﴾...... خوشی و ناراضی ہر حالت میں عدل کی بات کرنا اور ﴿3﴾...... فَقْر و غَنا میں میانہ روی اختیار کرنا۔

ہلاکت و بربادی کا باعث بننے والی اشیاء یہ ہیں:

﴿1﴾...... بُخل جس کی پیروی کی جائے ﴿2﴾...... خواہش جس کا اِتّباع کیا جائے اور ﴿3﴾...... خود پسندی۔" [2]

ایک روایت میں تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "عزّت و تکریم تقویٰ کا نام ہے، شَرَف عاجزی و انکساری میں اور غنا یقین میں ہے۔" [3]

ایمان کا لباس

پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ الْعِزّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ...... زینت حیا اور...... ثمرہ (یعنی پھل) علم ہے۔" [4]

---

[1] ...... الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۲۲۷۴، ج ۲، ص ۱۱۳

[2] ...... المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۷۵۴، ج ۴، ص ۲۱۲

[3] ...... موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۲۲، ج ۱، ص ۳۰

[4] ...... الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۸۰، ج ۱، ص ۷۲

موت کافی ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''موت، بطورِ واعظ ......خَشِیَّت بطورِ علم ...... یقین بطورِ غنا اور......عبادت بطورِ شُغل کافی ہے۔'' [1]

خطبہ حجۃ الوداع کے منفرد کلمات

سیِّدُ الْخُطَبَاء، حکیمُ الْحُکَمَاء، حبیبِ مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حَجۃُ الْوَداع کے موقع پر اپنے وعظ و نصیحت میں زہد و بصارت سے بھرپور ایسے جامع کلمات ارشاد فرمائے جو ان تمام معانی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خطبے کی تشریحات میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

- ......اے لوگو! گویا کہ اس میں ہمارے غیر پر موت لکھی گئی اور گویا کہ اس میں ہمارے غیر پر حق لازم کیا گیا اور گویا کہ ہم جن مرنے والوں کو سفرِ آخرت پر روانہ کرتے ہیں وہ تھوڑی ہی دیر بعد ہماری جانب لوٹ آئیں گے، ہم انہیں ان کی قبروں میں چھوڑ آتے ہیں، ان کا ترکہ و وراثت کھاتے ہیں گویا کہ ہم ان کے بعد ہمیشہ رہیں گے، اس حال میں کہ ہم نے ہر نصیحت بھلا دی ہے اور ہر قسم کی تکلیف سے بے خوف ہو چکے ہیں۔
- ......خوش بختی ہے اس کے لئے جسے اس کے نفس کے عیبوں نے لوگوں کے عُیوب سے غافِل رکھا اور وہ اس مال سے خرچ کرتا رہا جو اس نے بغیر کسی مَعْصِیَت و گناہ کے حاصِل کیا اور جس نے عاجِز و مسکین لوگوں پر رحم کیا اور جو اہلِ فقہ و حکمت کے پاس اٹھتا بیٹھتا رہا۔
- ......خوش خبری ہے اس کے لئے جس نے اپنے نفس کو عاجزی و انکساری کا پیکر بنایا، اپنی عادات کو حسین اور اپنے باطِن کو دُرُست کیا اور لوگوں سے اپنے شر کو دور کیا۔

---

[1] ......المجالسة للدینوری، الجزء الثالث عشر من کتاب المجالسة، الحدیث: ۱۹۲۵، ج ۲، ص ۲۳۳

الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، الحدیث: ۹۸۴، ص ۱۹۲

......مبارک ہو اس شخص کو جس نے اپنے علم پر عمل کیا، اپنا ضَرورت سے زائد مال (راہِ خدا میں) خرچ کر دیا، فُضول باتوں پر قابو رکھا، سنّت پر عمل کیا اور کسی بِدعت کا اِرتکاب نہ کیا۔'' [1]

نصف علم پر مبنی روایت

خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مذکورہ تمام مَعانی کی جامع ایک حدیثِ پاک مروی ہے کہ جس کے الفاظ تو مختصر ہیں لیکن اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ نصف علم ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کسی شخص کے حُسنِ اسلام میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی کام چھوڑ دے۔'' [2]

لایعنی کاموں سے مراد

لایعنی کاموں اور باتوں سے مراد وہ کام یا کلام ہے جس کا نہ تو کسی کو بطورِ فرض حکم دیا گیا ہو، نہ بطورِ نَفْل اس کی ادائیگی کسی کے لئے مُستحَب ہو اور نہ ہی بطورِ مُباح کسی کو اس کے کرنے یا کہنے کی ضرورت ہو۔ ایک روایت میں اسے نصف وَرَع و تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔

رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شک وشبہ والی بات چھوڑ کر اسے اختیار کر جس میں تجھے کوئی شک نہ ہو کیونکہ گناہ دلوں کا پڑوسی ہے۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جس قول یا فعل میں تمہیں شبہ ہو اسے چھوڑ دو کیونکہ اسی میں غنیمت یا سلامتی ہے، مُراد یہ ہے کہ تم یقین کی اس حالت پر فائز ہو جس میں فضیلت پائی جاتی ہے یا جس کا تعلق سلامتی کے ساتھ ہے اور تمہارے دل میں غیر واضح کھٹکا پیدا ہو تو اسے چھوڑ دو کہ یہ گناہ ہے خواہ انتہائی کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومنین کے

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۲۳، ج۷، ص۳۵۵
تاریخ مدینه دمشق، الرقم ۶۷۶۴ محمد بن علی، الحدیث: ۱۱۴۸۰، ج۵۴، ص۲۴۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب من حسن اسلام المرء......الخ، الحدیث: ۲۳۱۷، ص۱۸۸۵

[3] ......صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبھات، ص۱۶۰

اوصاف کی اس قدر وضاحت فرمائی جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی شان بیان کی ہے۔

صفاتِ مومنین

ایک مرتبہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس تشریف فرما تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سجدے میں تشریف لے گئے اور خوب طویل سجدہ کیا، اس کے بعد سرِ انور اٹھایا اور دستِ اقدس اٹھا کر یہ دعا کی: ﴿اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَزِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَعِزَّنَا وَلَا تُذِلَّنَا﴾ [1] ہم نے عرض کی: ''یارسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ کیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر ایسی آیاتِ مبارکہ کا نُزول ہوا ہے کہ جس نے انہیں قائم رکھا جنّت میں داخل ہوگا۔'' اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱)﴾ [2] سے لے کر دس آیات تلاوت فرمائیں۔ [3]

ایک بار ایک شخص نے سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دریافت کیا: ''یارسول **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے کب معلوم ہوگا کہ میں اہلِ جنّت میں سے ہوں؟'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''میں حقیقی مومن ہوں۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم ان اوصاف کے حامل ہو جاؤ گے۔'' اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان آیات: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱، ۲)﴾ [4] سے لے کر وہ سب آیات تلاوت فرمائیں جن میں مومنین کی صفات مذکور ہیں۔

مومنین کی جامع صفت

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مومنین کی صِفات میں سے ایک مختصر لیکن جامع صِفَت اس طرح بیان فرمائی ہے جیسا کہ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ نے توحید وعمل میں اپنے مُخلِص بندوں کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ چنانچہ،

---

[1] ......ترجمہ: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں عزت عطا فرما اور رسوا نہ فرما، ہمیں زیادہ فرما اور کم نہ کر، ہمیں مُعزّز بنا اور ذلیل نہ کر۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

[3] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ المؤمنین، الحدیث: ۳۱۸۳، ص ۱۹۷۴

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر مجھ پر اس آیتِ مبارکہ کے سوا کچھ نازل نہ ہوتا تو یہی کافی تھی۔''[1] پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۂ کہف کی آخری آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ انتہائی فصیح خطاب ہے اور اربابِ عقل و دانش کے لئے بیحد بلیغ کلام ہے، پس عمل صالح عبادت میں اخلاص کو کہتے ہیں اور مخلوق سے شرک کی نفی یہ ہے کہ خالق عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانِیَّت کا یقین ہو۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ڈرنے والے اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۵۷تا۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کا کوئی شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے یہاں سات مختلف آیاتِ مبارکہ میں مومنین کی ایسی جامع صفات ذکر فرمائی ہیں جنہوں نے اہلِ محاسبہ کے مقامات کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور وہ اہلِ مُراقَبہ کے احوال کے معانی پر غالب آ گئی ہیں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان صفات کا آغاز خَشْیَۃ اور اِشْفَاق سے کیا اور اختتام وجل و اِنْفَاق پر کیا اور ان سب کا مُوجِب یقین کو ٹھہرایا جسکے سبب اہلِ تقویٰ کی نیکیوں کے اوزان کو ترجیح دی گئی۔ چنانچہ انکی سب سے آخری صفت ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۱۳۱، ج۲، ص۳۰۳ بتغیر

یعنی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب اپنے لوٹنے کے یقینی ہونے کی وجہ سے اس سے ڈرتے رہے اور خوف میں مبتلا رہے اور انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا اور جان و مال کا نذرانہ پیش کیا جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو۔

پس خائفین کو ملاقات کے وقت خوف سے امن حاصل ہوگا اور ان کا انجام بہتر ہوگا اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قُرب کی بِشارت سے مُستفیض ہوں گے۔

محاسبہ کا طریقہ

مُحاسَبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب دل میں کوئی خیال پیدا ہو تو بندہ لمحہ بھر توَقُّف کرے اور اس کے بعد دل میں پیدا ہونے والے خیال یعنی دل کی حرکت اور اِضْطِراب میں فرق کرنے کی کوشش کرے۔ مراد یہ ہے کہ اپنے جسم میں تَصَرُّف کرے۔ اس طرح کہ اگر دل میں کھٹکنے والی بات ایسی ہو جو کسی نیّت یا عہد یا عزم یا کسی فعل یا ارادے کا تقاضا کرے تو پھر دیکھے کہ اگر وہ خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو اور اس کے قُرب کے مشاہدہ کا سبب ہو، نہ کہ اپنے نفس اور خواہش کے قرب کا سبب ہو، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی رضا کے حُصول کا باعث بھی ہو اور اس کے ہاں وہ کام مُسْتَحَب و مَنْدُوب بھی ہو تو اسے فوراً کر گزرے اور اس کے بجالانے میں جلدی کرے، لیکن اگر وہ خیال کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے یا خواہشِ نفس یا لَہْو و لَعِب اور کسی غفلت کی وجہ سے انسانی طبیعت و جِبِلَّت کے باعِث دل میں سَرایَت کر جائے تو فوراً اس کی نفی کر دے اور اس سے دور ہونے میں جلدی کرے بلکہ دل کو اس کی طرف مُتَوَجِّہ ہی نہ ہونے دے اور اس کا ذکر تک نہ کرے، ورنہ وہ خیال دل میں ایسے خراب ارادے کو جَنَم دے سکتا ہے جسے بعد میں جھٹلنا کافی مشکل ہو جائے گا اور جس کے نتیجہ میں ایسی گھٹیا سوچ پیدا ہو سکتی ہے کہ نفی کرنے کے بعد بھی اس سے چھٹکارا دشوار ہو جائے گا اور وہ دل میں ایسا تاثر چھوڑ سکتا ہے جس کے اثرات عملی جامہ پہنانے کے بعد نمایاں ہوں گے۔

مشتبہ خیال کا حکم

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں) ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ''اگر وہ خیال

خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو اور اس کے مُشاہدۂ قُرب کا باعث ہو نہ کہ اپنے نفس اور خواہشِ نفسانیہ کے قریب کر دینے والا ہو اور یہ کہ وہ خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی رضا حاصل کرنے کا سبب ہو نہ کہ کسی دنیاوی غرض کا باعث ہو۔'' تو ہمارے اس قول کی وجہ سے اگر کسی شخص پر مُعاملہ مُشتَبہ ہو جائے اور واضح نہ ہو پائے کہ وہ خیال اچھا ہے اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے یا نہیں اور بندے کو یہ کام کرنا چاہئے یا یہ مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اس کی بجا آوری میں نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کوئی محبّت ہے اور نہ ہی بندے کو اس کی نفی کرنے میں کوئی قُرب حاصل ہوگا تو اس اِشکال کے پیدا ہونے کا سبب تین اسباب میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے: (۱)......معرفت کی کمی کے باعث بندے کا یقین کمزور ہوگا۔

(۲)......یا باطل حکم کی مراد مخفی و پوشیدہ ہوگی جس سے ناواقف ہونے کے باعث بندہ علم کی کمی کا شکار ہوگا۔

(۳)......فطری محسوسات سے پیدا ہونے والی اور نفس میں پوشیدہ خواہش اس پر غالب ہوگی۔

عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ عالم وہ نہیں جو خیر و شر کی پہچان رکھتا ہے بلکہ اس کی پہچان تو ہر عقل مند انسان کر سکتا ہے۔ البتّہ! عالم حقیقی وہ ہوتا ہے جو دو برائیوں میں سے بہتر برائی کو پہچانتا ہو یعنی اگر کبھی مجبور ہو جائے تو اس پر عمل کرے اور دو بھلائیوں میں سے کون شر کے قریب ہے اس کی بھی پہچان رکھتا ہو کہ کبھی عمل کرنا پڑے تو شر کے زیادہ قریب بھلائی پر عمل کرنے سے اجتناب کرے۔ [1]

مُشتبہ اُمور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم تَوَقُّف کرنا ہے اور یہ کہ اگر وہ امور اعمالِ قُلوب سے تعلق رکھتے ہوں تو ان کے ادا کرنے کا پختہ عزم نہ کرے اور اگر وہ اُمور اعضاء و جَوارح کے اعمال سے متعلق ہوں تو ان پر عمل کرے نہ کوئی کوشش کرے بلکہ ٹھہرا رہے اور توقف کرے یہاں تک کہ وہ واضح ہو جائیں۔ یہی وَرَع وتقویٰ کی صورت ہے کیونکہ ورع سے مراد مشکلات اور مشتبہ امور کی جانب پیش قدمی کرنے کے بجائے تاخیر اور بزدلی کا اظہار کرنا ہے، یعنی مشتبہ امور میں معاملے کے منکشف ہونے تک قول، فعل اور عزم سے شریک نہ ہو۔

مشتبہ امور کی وضاحت ان کے انتہائی مُبْہَم و ناقابلِ فہم ہونے اور غیر واضح ہونے کی وجہ سے مخفی عُلوم سے ہوتی ہے اور ان کے دقیق و مخفی ہونے کی بنا پر ان کی یہ پوشیدگی معرفت حق سے ہی دور ہوتی ہے۔ چنانچہ،

امام العارفین، سیِّدُ الشّاکرین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، الحدیث: ٩٣٢، ص ١٨٨ بتغیر

جائے تو اس وقت ان میں سب سے بڑا عالم وہ ہوگا جسے سب سے زیادہ معرفتِ حق حاصل ہوگی۔“[1]

ایک روایت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ شبہات کے وارد ہونے کے وقت نقد و جرح کرنے والے صاحبِ بصیرت اور شہوات کے ہجوم کے وقت عقلِ کامل رکھنے والے انسان سے محبت کرتا ہے۔“[2]

کثرتِ شبہات کی وضاحت

کثرتِ شبہات کی وضاحت میں حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسْعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ قول مروی ہے کہ آج تم ایک ایسے زمانے میں ہو جس میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو (نیکی کے کاموں میں) جلدی کرنے والا ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے جس میں سب سے بہتر انسان وہ ہوگا جو تَوَقُّف کرنے والا ہوگا۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت نے اہلِ عراق اور اہلِ شام کے ساتھ جنگ کرنے سے توقف کیا کیونکہ ان پر ان کا حال مشتبہ تھا، ان میں حضرت سیِّدُنا سعد، حضرت سیِّدُنا ابن عمر، حضرت سیِّدُنا اسامہ، حضرت سیِّدُنا محمد بن مسلمہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان وغیرہ بھی تھے، پس جو شبہات کے وقت توقف نہ کرے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے تو اس نے خود کو اپنی خواہشِ نفس کے تابع کر دیا اور اپنی رائے پر عمل کرنے کو پسند کیا اور یہی وہ مفہوم ہے جو اس حدیثِ پاک میں مروی ہے جس میں اس قسم کے اوصاف رکھنے والے شخص کی مَذَمَّت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ،

ایک حدیث اور اس کی شرح

حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”جب تم دیکھو کہ بُخْل و لالچ کی حکمرانی ہے اور خواہشِ نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر اتراتا ہے تو (اس وقت) اپنی فکر کرنا۔“[3]

بخل کی مذمت کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بخل کے پائے جانے کی مَذَمَّت بیان نہیں فرمائی کیونکہ یہ تو نفس کی ایک

---

[1] ......مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۳۷۸، ص ۵۰

[2] ......الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث: ۹۵۴، ص ۳۴۶

[3] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورة المائدة، الحدیث: ۳۰۵۸، ص ۱۹۶۰

صِفت ہے بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی مَذمّت بیان کی ہے جو نفس کی اس بات میں پیروی کرے کہ وہ اپنی پسندیدہ اشیاء روک لے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں خرچ کرنے سے گریز کرے۔

اتباعِ خواہش کی مذمت کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِتّباعِ خواہش کو بھی مذموم قرار دیا کیونکہ کوئی نفس خواہش کے وجود سے خالی نہیں، اس لئے کہ یہ تو نفس میں قیام پذیر روح کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو اس روح یعنی خواہش کی پیروی کرنے کو عیب قرار دیا ہے۔

رائے پر اِترانے کے مذموم ہونے کی وجہ

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''ہر صاحبِ رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگے'' سے مراد یہ نہیں کہ کسی بھی معاملے میں رائے کا پایا جانا نقص وعیب ہے کیونکہ رائے تو عقل وفہم کا نتیجہ وثمرہ ہوتی ہے، بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی مَذمّت اس لئے بیان فرمائی کہ کوئی شخص صرف اپنی رائے کو دیکھے اور جو اسے رائے دے اس سے نظریں پھیر لے یا اپنی رائے کو اس شخص کی رائے پر ترجیح دے جو اس سے بڑھ کر ہو یا اپنی رائے پر فخر کرتے ہوئے دوسرے کی رائے ہی کو رَد کردے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (پ۲۷، النجم: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس فرمان میں اولیائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے صائبُ الرّائے ہونے کا وَصْف بیان کیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے۔ (پ۱۴، الحجر: ۷۵)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ (پ۱۳، یوسف: ۱۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مومنین جس بات کو اچھا

خیال کریں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جس بات کو مومنین بُرا جانیں وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بھی بری ہے۔" [1]

ایک روایت میں ہے کہ سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زمین میں اس کے گواہ ہو۔" [2] اور بعض سَلَف صالحین سے مَروی ہے کہ افضل عبادت بہترین رائے ہے۔ [3]

مشتبہ مثالوں میں ترجیح کا طریقہ

جو مُعامَلہ مثالوں کے ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہونے کی وجہ سے مشکل محسوس ہو اور یہ واضح نہ ہو سکے کہ کس مثال کو ترک کیا جائے تو وَرَع وتقویٰ کی علامت یہ ہے کہ اس میں تَوَقُّف کیا جائے اور اس کے واضح ہونے تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی معاملہ علمِ استدلال کی کمی کے باعث مُشتبہ ہو جائے تو اس کی حقیقت جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ حرام وحلال ہونے کی دونوں اصلوں کی پہچان کی جائے اور پھر اس مُعاملے کو دونوں میں سے جس کے زیادہ مشابہ ہو اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔ مثلاً

(۱)......بعض کے نزدیک خوبصورت لڑکے (یعنی اَمْرَد) کو اس کے مُذکّر (یعنی مَرد) ہونے کی وجہ سے دیکھنا جائز ہے۔ [4]

اس مثال کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس مُعامَلہ کے مُشْتَبِہ ہونے کی وجہ سے اسے دونوں اصلوں کے مدِّ مقابل رکھ کر اس میں غور وفکر کیا جائے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ (پ۷، الانعام: ۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: اس کا پھل دیکھو جب پھلے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ......المؤطا امام مالک بروایۃ محمد، ابواب الصلاۃ، باب قیام شهر رمضان، تحت الحدیث: ۲۴۱، ص ۳۴۱

[2] ......صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، الحدیث: ۱۳۶۷، ص ۱۰۷

[3] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب (۲)، الحدیث: ۱۵، ج۷، ص ۲۲۳

[4] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صَفحات پر مشتمل کتاب، "بہارِ شریعت" جلد 3 صَفْحہ 442 پر صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: "لڑکا جب مُراہِق ہو جائے اور وہ خوبصورت نہ ہو تو نظر کے بارے میں اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے اور خوبصورت ہو تو عورت کا جو حکم ہے، وہ اس کے لئے ہے یعنی شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور شہوت نہ ہو تو اس کی طرف بھی نظر کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ تنہائی بھی جائز ہے۔ شہوت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یقین ہو کہ نظر کرنے سے شہوت نہ ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے، بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔ (ردالمحتار) (مزید تفصیلات کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 18 صَفحات پر مشتمل شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَہ کے رسالے "امرد پسندی کی تباہ کاریاں مع برباد جوانی" کا مُطالعہ کیجئے)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ (پ۱۸، النور: ۳۰)

پس ان کے اس قول کی اصل وجودِ جنس کے زیادہ مشابہ ہے۔

(۲)......قصائد یعنی مُباح اَشعار کا سننا بھی مشتبہ کی مثال ہے۔[1] چونکہ قرآنِ کریم کا سننا حلال ہے لیکن غنا کے ساتھ اس کا سننا حرام ہے، پس قصائد کا غنا کے ساتھ سننا ہمارے نزدیک اس شخص کے لئے مکروہ ہے جو اس کا اہل نہ ہو۔

(۳)......قرآنِ کریم لحن کے ساتھ تلاوت کرنے میں مروی قول بھی مشتبہ کی مثال ہے۔ چنانچہ قاری اگر چھوٹی مد کو لمبا کر کے اور بڑی مد کو چھوٹا پڑھے تو اس کا ایسا کرنا غنا کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔[2]

---

[1] ......سیدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ ''جب سامع (قوالی سننے والا) ومسموع (سنا جانے والا کلام) و مُسمِع (قوال) و مِسمع (آلہ سماع) و مَسمع (سماع کی جگہ) وسماع (قوالی سننا) واسماع (قوالی سنانا) سب مفاسد سے پاک ہوں تو سننا سنانا سب جائز ہے اگر چہ بالقصد برعایت قوانین موسیقی ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثنا قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف وہ ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف، کلام جب حسن ہو اوزان عروضیہ پر منظوم کر دینے سے قبیح نہ ہو جائے گا۔ یوہیں الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہو جائے گا۔ حدیث میں فرمایا: **اَلشِّعْرُ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ**۔ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الحج باب لا یضیق علی واحد منھما......الخ، الحدیث: ۹۱۸۱، ج۵، ص۱۱۰) سامع تو وہ چاہئے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا استیلا نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اسی کو اُبھارتا ہے جو دل میں دبی ہو، مسموع میں ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمہ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزّہ زندہ ہوں اور انہیں اس سے عار لاحق ہو، امثال لیلے سلمے سعاد میں حرج نہیں۔ مُسمع بالضم یعنی پڑھنے یا گانے والا مرد بوڑھا یا جوان ہو، امرد یا عورت نہ ہو۔ مِسمع بالکسر یعنی آلہ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے۔ مَسمع بالفتح جائے سماع مجلس فساق نہ ہو اور اگر حمد ونعت ومنقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔ سماع یعنی سننا ایسے وقت نہ ہو کہ اس سے نماز باجماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔ اِسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے اور حُسن وعشق ووصل وہجر وشراب وکباب کا ذکر ہو تو عورات تک آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج۲۴، ص۱۲۵ تا ۱۲۶)

[2] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1250 صفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد اوّل **صفحہ** 557 پر **صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ** حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: لحن کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے اور سُننا بھی حرام، مگر مدولین میں لحن ہوا، تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

(۴)......کپاس اور ریشم سے بُنے ہوئے کپڑے پہننے کا حکم بھی مشتبہ ہے۔ چنانچہ ہم نے **مُلْحَمْ** (یعنی ایسا کپڑا جس کا تانا بانا الگ الگ قسم کا ہو مثلاً ریشم اور سوت ملا کر بُنے ہوئے کپڑے) کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس کپڑے میں ریشم کے تار ہونے کی بنا پر یہ ریشم کے زیادہ مشابہ ہے۔[1]

بدگمانی کی پُرسِش

مخفی اُمور کی طرف مُتَوَجِّہ ہونا ان اُمور سے ہے جن کے متعلق کانوں نے سنا ہو نہ آنکھوں نے کچھ دیکھا ہو کیونکہ قُلوب سے بدگمانی کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کے باعث قطعی ظاہری حکم لگانے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب تک کسی شے کا یقینی علم نہ ہو اس پر حکم لگانے میں تَوَقُّف سے کام لو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ بندے سے اسکے اعضاء کے متعلق پوچھا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

یعنی ان معاملات کی جاسوسی اور ٹوہ میں نہ رہو جن کا تمہارے پاس کوئی علم نہیں کہ تم اس معاملہ پر کچھ سننے، دیکھنے یا پختہ عزم کر لینے کی گواہی دے سکو کیونکہ علم کی حقیقت سننا اور دیکھنا ہی ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (۳۶) (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

---

[1] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1197 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''بہارِ شریعت'' جلد 3 **صَفْحَہ 410** پر ہے: ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔ (ھدایہ، درمختار) تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔ (عالمگیری) بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری وغیرہ نہ پہنی جائے۔

اسی طرح سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''گمان سے بچو! کیونکہ (بعض) گمان بڑے جھوٹے ہوتے ہیں۔'' [1]

بلاتحقیق بات آگے پہنچانا منع ہے

جس پر کوئی معاملہ مشتبہ ہو پھر بھی وہ اس کے قطعی ہونے کا حکم لگا دے تو وہ اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا شُمار ہوگا اور جو شخص کسی ایسے فعل یا امر میں غور وفکر کرے جس کی حقیقت نہ جانتا ہو، پھر اسے (بلاتحقیق) آگے بتا دے اور اپنے کسی ساتھی پر ظاہر کر دے تو اس نے برا کیا اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ اس کے متعلق شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس کی آنکھیں کچھ دیکھیں یا اس کے کان کوئی بات سنیں اور وہ اسے آگے بیان کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ان لوگوں میں لکھ دیتا ہے جو ایمان والوں میں بری باتوں کے عام ہونے کو پسند کرتے ہیں۔'' [2]

اس وعید کا سبب اس پردے کا ہٹا دینا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے عُیُوب پر ڈالا ہوا ہے، نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اپنے بندوں سے محبت بھی اس کی وجہ ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا فَنَتَّبِعَهٗ وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا فَنَجْتَنِبَهٗ وَلَا تَجْعَلْ ذٰلِكَ عَلَيْنَا مُتَشَابِهًا فَنَتَّبِعَ الْهَوٰى﴾ [3] یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں حق کو حق ہی دکھانا تاکہ ہم اس کی پیروی کرنے لگیں اور باطل کو باطل ہی دکھانا تاکہ ہم اس سے اجتناب کر سکیں اور اسے ہم پر مشتبہ نہ بنانا کہ کہیں ہم اس کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

امور کی اقسام

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے مروی ہے کہ تمام اُمور تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......تم پر جس امر کی دانائی ظاہر ہو جائے اس کا اِتّباع کرو (۲)......جس کی سرکشی ظاہر ہو جائے اس سے اِجْتِناب کرو اور (۳)......جس امر کا سمجھنا مشکل ہو اس کو کسی عالمِ دین کے سپرد کر دو۔ [4]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ من بعد......الخ، ص ۲۲۰

[2] ......الزھد لابی حاتم الرازی، الحدیث: ۹۵، ص ۹۶

[3] ......تفسیر قرآن العظیم لابن کثیر، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۱۳، ج ۱، ص ۴۲۷ بتغیر قلیل

[4] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۷۷۴، ج ۱۰، ص ۳۱۸

اَمِیْرُ الْمُوْمِنِیْن حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم دعا فرمایا کرتے: ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الْعِلْمِ بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے بغیر علم کے علمی گفتگو کرنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

اظہارِ حق و باطل

اظہارِ حق اور بیانِ صِدْق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں ہیں اور اسی طرح یہ بھی اس کی نعمت ہے کہ وہ باطل کو بطورِ باطل مُنْکَشِف فرما دے اور گمراہی وضلالت کو بطورِ گمراہی وضلالت واضح کر دے کیونکہ اس کا تعلق یقین سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس نعمت سے اپنے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سرفراز فرمایا اور اسے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں تفصیلِ آیات قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۵۵﴾ (پ۷، الانعام: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصّل بیان فرماتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کا رستہ ظاہر ہو جائے۔

تحقیق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کا مُتَّقِین سے وعدہ فرمایا ہے اور اس کو گناہوں کی تکفیر اور بخشش سے پہلے ذکر کیا اور اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اسے اپنا فضلِ عظیم قرار دیا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (پ۹، الانفال: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کر لو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا۔

یعنی تمہارے دلوں میں ایسا نور پیدا فرما دے گا جس کے سبب تم شبہات وغیرہ میں تفریق کر لو گے۔

اسی کی مثل ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

یعنی ہر اس معاملے سے نکلنے کا راستہ بنائے گا جو لوگوں پر مشکل ہو گا، پھر ارشاد فرمایا:

وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (پ۲۸، الطلاق:۳)

یعنی بن سیکھے علم عطا فرمائے گا اور وہ علم خبیر و علیم عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اِلہام و توفیق ہوگا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ جب عُلَما میں باہمی سرکشی یعنی تکبُّر اور حسد وغیرہ کے سبب اختلاف پیدا ہو جائے گا تو وہ انہیں اس نعمت سے سرفراز فرمائے گا اور اس نے قرآنِ حکیم کی آیاتِ بیّنات، تقدیر اور اُمورِ غیبیّہ کی تصدیق نہ کرنے والے منافقین پر اس نعمت کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ بَغۡيًاۢ بَيۡنَهُمۡ‌ۚ ترجمۂ کنز الایمان: اور کتاب میں اختلاف انہیں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے۔ (پ۲، البقرۃ:۲۱۳)

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایمان والوں کو حق بات میں اپنے اِذن سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہدایت سے نوازا، لہٰذا راہِ حق کی ہدایت پانے کا اُسلوب یہ ٹھہرا کہ جب متقین کو ہدایت کی دولت سے سرفراز کیا جائے تو حق واضح ہو جاتا ہے، اب ابتلا و آزمائش کے لئے باطل کا ظہور ہوگا نہ بندے پر (باطل کے) احکام کا اعادہ ہوگا۔ بعض اوقات باطل سے مراد شیطان ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ نفس کی صِفت بھی واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَمَا يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَمَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ حق آیا اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر (لوٹ) کر آئے۔ (پ۲۲، سبأ:۴۹)

یعنی جب حق آیا تو اس نے باطل کا خاتمہ کر کے اسے لوٹا دیا اور معاملہ کی حقیقت بطورِ ابتدا و انتہا ظاہر کر دی۔

ایک قول کے مطابق یہاں باطل سے مراد ابلیس ہے۔

ایک جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں راہ نہیں دیتا۔ (پ۱۴، النحل:۱۰۴)

اظہارِ بیان

اظہارِ بیان بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نعمت ہے کیونکہ یہ بغیر قدرت کے واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

پس بندے پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا لازم ہے کیونکہ بعض اوقات زبان سے شکر ادا کرنا انعام کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ شکر پر مزید انعامات سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۷، المائدۃ: ۸۹) ترجمۂ کنزالایمان: اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم احسان مانو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شکر کے مُتَحَقِّق ہونے کے بارے میں شکر کرنے والوں پر مزید کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: ہم یونہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو احسان مانیں۔

حکمت و ہدایت بھی ایک نعمت ہے

بندہ جب شبہات پر عمل کرنے سے رک جائے اور دل کے خطرات کو شروع ہی میں روک لے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مزید علم یا قُوَّتِ یقین کے ذریعے یا نفسانی خواہشات سے پردہ اٹھا کر اس پر حقیقتِ حال ظاہر فرما دے تو یوں اسے دُرُستی کی توفیق مل جاتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا بھی یہی مَفہوم ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ (پ۲۳، ص: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

اور یہ اس فرمانِ باری تعالیٰ کے مفہوم میں بھی داخل ہے:

وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡهُدٰی ﴿۱۲﴾ (پ۳۰،اللیل:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا پہلے سے جاری دستور یہی ہے جس میں کوئی تَغَیُّر وتَبَدُّل نہیں۔ کیا آپ نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (پ۱،البقرۃ:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

پس حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام تعلیم کے لئے مُنْتَخَب ہوئے اور انہوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے مخصوص مقام ومرتبہ کے حُصول کے لئے تفہیم کے ذریعے اپنا مخصوص حصّہ وصول کیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ (پ۱،البقرۃ:۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: فرمایا اے آدم بتادے انہیں سب اشیاء کے نام۔

جب حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرشتوں کو سب کے نام بتا دیئے تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کا تذکرہ کیے بغیر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے علم کی نسبت اپنی ذات کی جانب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ (پ۱،البقرۃ:۳۳)﴾[1] تو یہاں یہ نہیں فرمایا ﴿اِنَّ اٰدَمَ یَعۡلَمُ﴾ یعنی بے شک آدم جانتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رازق عَزَّوَجَلَّ سے اپنے مقام ومرتبہ کے مطابق علم حاصل کیا اور فرشتوں نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے مقرر کردہ اپنا اپنا حصّہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے واسطہ سے ان کے حصے سے حاصل کیا، پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ جس طرح ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے اسی طرح صاحبِ قُوْت اور رزّاق بھی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

هَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰهِ یَرۡزُقُکُمۡ (پ۲۲،فاطر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: کیا اللّٰہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ تمہیں روزی دے۔

عام بندے اپنا اپنا حصّہ اپنے مَقام ومرتبہ کے اعتبار سے حاصل کرتے ہیں جو ان کے لئے (حُصولِ علم کے) اسباب اور راستوں کی حَیثیَّت رکھتا ہے۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں۔

مَقامَاتِ تَصَوُّف

مراقبہ

مُحاسَبہ کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے دیدارِ باری تعالیٰ کا مُراقَبہ [1] کیا جائے اور مُراقبہ اہلِ یقین کے ایک حال کا نام ہے۔

معرفت

علمِ یقین [2] علمِ ایمان کی انتہا ہے اور جب علمِ یقین میں سے بندے کے نصیب کی انتہا ہوتی ہے تو عینِ یقین کی ابتدا ہوتی ہے اور یہی مقامِ معرفت ہے۔

مقامِ بُعد

حالتِ قُرب میں بندہ علمِ یقین کے سبب دل کی طہارت کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے اور دل کی پاکیزگی وطہارت اسے ان بلند مقامات پر فائز کر دیتی ہے جن کا تعلق آنکھ کے مُشاہدہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ بندے کے دل میں سوائے حق بات کے کوئی خیال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں اگر وہ دل میں پیدا شدہ ایسے کسی خیال کی نافرمانی کر دے تو گویا اس نے حق کی نافرمانی کی اور اس خیال کو مطلق ترک کر دینے اور اس سے صرفِ نظر کرنے سے دل میں کَدورَت پیدا ہو جاتی ہے اور دل کی کدورت میں ہی اس کی ظُلمَت وتاریکی پوشیدہ ہوتی ہے جو مقامِ قَساوَت ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے بندہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے دور ہونا شروع ہوتا ہے۔

---

[1] ...... بندے کا ہر وقت اس بات کو پیشِ نظر رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے تمام احوال سے آگاہ ہے۔ (التعریفات للجرجانی)

[2] ...... علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین اہلِ تصوف کے ہاں استعمال ہونے والی اصطلاحات ہیں، جن کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سیِّدُنا امام ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اَلرِّسَالَۃُ الْقُشَیْرِیَۃ" کے صفحہ 121 پر فرماتے ہیں: "اہلِ تصوف کی اصطلاح میں علمِ یقین سے مراد وہ علم ہے جس میں برہان ودلیل کی شرط پائی جاتی ہے اور عین الیقین سے مراد وہ علم ہے جس میں وضاحت ہوتی ہے اور حق الیقین سے مراد وہ علم ہوتا ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ علم الیقین اہلِ عقل ودانش کو حاصل ہوتا ہے، عین الیقین اہلِ علم افراد کے پاس ہوتا ہے اور حق الیقین کے مرتبہ پر عارفین فائز ہوتے ہیں۔

نامۂ اعمال کے تین رجسٹر

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ کوئی بھی فعل اگرچہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو اس کے لئے تین (سوالات کے) رجسٹر کھولے جائیں گے: ...... پہلے رجسٹر کا سوال ہو گا: کیوں؟ ...... دوسرے کا: کیسے؟ اور ...... تیسرے کا: کس کے لئے؟

کیوں؟ سے مراد ہے کہ یہ کام کیوں کیا؟ یہ محلِ آزمائش و ابتلا ہے۔ چنانچہ حکمِ عُبودیّت کے باعث بندے سے وصفِ رَبوبیّت کے متعلق پوچھا جائے گا، یعنی کیا اس کام کا کرنا تیرے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے لازم تھا یا تو نے خود اپنی مرضی و خواہش سے یہ کام کیا؟ اگر بندہ پہلے رجسٹر (کے سوال) سے محفوظ رہا یعنی اس طرح جواب دیا کہ اس نے یہ کام ویسے ہی سرانجام دیا جیسا کہ اسے حکم دیا گیا تھا۔

اب اس سے دوسرے رجسٹر کا سوال پوچھا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ **تو نے یہ عمل کیسے کیا؟** یعنی یہ سوال حُصولِ علم کے متعلق ہو گا جو کہ دوسری ابتلا و آزمائش ہو گی، یعنی جیسا تجھ پر اس عمل کا بجالانا لازم تھا تو نے اس پر عمل تو کر لیا اب بتاؤ کہ یہ عمل تم نے کیسے سرانجام دیا؟ کیا علم کے ساتھ یا بغیر علم کے؟ کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کوئی بھی عمل بغیر اس کے صحیح طریقہ کے قبول نہیں کرتا اور اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔

اگر بندہ دوسرے سوال سے بھی بچ گیا تو اب تیسرے رجسٹر کا سوال کھولا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ **تو نے یہ کام کس کے لئے کیا؟** یہ ایسا مقام ہے جہاں بندے سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے یہ کام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ سرانجام دیا؟ یہ تیسری ابتلا و آزمائش ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق میں سے یہی وہ لوگ ہیں جو اس کی مراد ہیں اور جن کے متعلق اس نے ارشاد فرمایا ہے:

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۴۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں۔ (پ۱۴، الحجر: ۴۰)

اے بندۂ غافل! کل بروزِ قیامت کیا کرے گا؟

کلمۂ اخلاص یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ تقاضا کرتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ماسوا کی نفی کی جائے، اخلاص کے بعد دوسرا

وَصْفِ وقتِ ملاقات (یعنی روزِ قیامت) سے ڈرنا ہے۔یعنی (جب پوچھا جائے گا) اے بندے! تو نے علم پر عمل تو کیا لیکن یہ بتا: کس کے لئے کیا؟ کیا خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے کیا تھا؟ اگر ایسا ہی ہے تو اس کا اجر بھی اسی کے ذمۂ کرم پر ہے اور اگر اپنے جیسے کسی انسان کے لئے کیا تھا تو اس کا اجر بھی اسی سے وصول کر، یا تو نے یہ عمل کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے کیا تھا تو دنیا ہی میں تجھے تیرے عمل کا بدلہ عطا فرما دیا گیا تھا اور اگر غفلت وسہولت کے باعث اپنے نفس کے لئے یہ عمل کیا تھا تو جان لے کہ اس کا اجر ختم ہو چکا اور تیرا عمل بھی ضائع ہو چکا ہے کیونکہ تیرا رخ غلط مقصود کی جانب تھا اور اس فعل کی ادائیگی میں بھی تیری نیّت دُرُست نہ تھی۔

(اے بندۂ خدا!) وہ تمام اعمال جن میں تو نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر کی رضا چاہی، ان کی وجہ سے تو نے خود کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے لئے پیش کیا اور واجبات کو چھوڑ دینے اور اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی مرضی سے ناواقف ہونے کے سبب خود پر سزا کو لازم کرلیا کیونکہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن فرمائے گا) بندہ تو تُو میرا تھا لیکن دوست میرے علاوہ دوسروں کو بناتا رہا، رزق میرا کھاتا رہا مگر عمل دوسروں کی رِضا کے لئے سرانجام دیتا رہا۔ دین کو میں نے اپنے لئے خاص کر رکھا تھا اور پھر بھی تو نے میرے غیر کا قصد کیا۔ تو ہلاک و برباد ہو! کیا تو نے میرا یہ قول نہ سنا تھا؟

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ۲۳، الزمر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

ہلاکت و بربادی تیرا مقدر رہو! تو نے میرے اس حکم کو بھی قبول نہ کیا جب میں نے کہا:

وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ﳔ حُنَفَآءَ (پ۳۰، البینۃ:۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نِرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر۔

اور تو تباہ و برباد ہو جائے! کیا تو نے میرا یہ قول بھی نہ سنا؟

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ (پ۲۰، العنکبوت:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو۔

یہ قرآنِ کریم کی مثالیں ہیں جو علمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام بیان کرتے رہتے ہیں، قرآنِ کریم کے خطاب میں غور وفکر کرکے عارفین انہی مثالوں کے ذریعے اپنے اَوْرَاد و وَظائف معلوم کر لیتے ہیں۔ پس یہ آیاتِ مبارکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے کلام کی پختگی اور اس کے خطاب کی سختی کے باعث غافلین کے لئے زَجر وتوبیخ کی حیثیّت رکھتی ہیں، نیز ان پر انتہائی شدید اور دردناک عذاب سے بھی سخت تکلیف دہ ہیں۔

دین کا خالص ہونا

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے دین کو اپنے لئے خالص فرمایا اور اس میں مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ (پ۲۳، الزمر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں خالص اللّٰہ ہی کی بندگی ہے۔

یعنی یہاں دینِ خالِص سے مُراد شرک سے پاک راہِ توحید اور ہر قسم کے گدلے پن سے پاک وصاف راستہ ہے کیونکہ اخلاص سے مراد خواہشِ نفس اور شہوت کی کَدورتوں سے پاک وصاف ہونا ہے۔ اخلاص کی ضد شرک ہے جس سے مراد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے غیر یعنی نفس وناس سے خَلْط مَلْط ہونا ہے۔ جس طرح کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص رزق عطا فرماتے ہوئے اپنی نعمت کو مکمل فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا (پ۱۴، النحل:۶۶) ترجمۂ کنزالایمان: ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ۔

پس اگر دودھ میں گوبر اور خون میں سے کچھ مل جائے تو دودھ جیسی نعمتِ کاملہ ہمیں حاصل نہ ہوگی۔ اسی طرح ہمارے عمل کو خواہش وشہوت سے پاک وصاف ہونا چاہئے تاکہ ہم اپنے واجبات وحُقوق ادا کرکے اجر وثواب کے مستحق ہوسکیں۔ چنانچہ دودھ جیسی نعمت میں اگر ہم گوبر یا خون دیکھ لیں تو ہمارے نُفوس اسے چھوڑ دیتے ہیں اور اسے استعمال نہیں کرتے، اسی طرح حکیم وخبیر عَزَّوَجَلَّ ہمارے عمل میں جب ریاکاری یا شہوت کی آمیزش پاتا ہے تو اسے ہماری جانب لوٹا دیتا ہے اور قبول نہیں فرماتا۔

اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہم پر مزید کرم فرمایا کہ جانوروں کو ہمارے لئے مُسخَّر کردیا، اب ہم ان پر نہ صرف سوار ہوتے ہیں بلکہ ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ اس کا شکر بجالائیں اور اس کے انعامات کھانے کے بعد ہم اسی طرح عملِ صالح کریں جیسا کہ اس نے اپنے انعامات کے حُصول کے بعد ہمیں شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

(پ۱۸، المؤمنون: ۵۱)

لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لئے جو انعامات تیار کر رکھے ہیں اگر کوئی ان سب سے غافل رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنی رضا کا موجب بننے والے جس دینِ خالص کے اپنانے کا حکم دیا ہے اسے بھی ترک کر دے تو وہ شخص اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کو لازم ٹھہرا لے گا اور اس کے احکامات کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سزا و عِقاب کا مُستحق ہو جائے گا۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ "مخلوق سے بھاگا جائے اور لِقائے حق تک نفس پر رویا جائے" تو ہمارے اس قول میں تدبُّر و تفکُّر کی توفیق صرف اسی شخص کو ملے گی جسے دولتِ مُشاہدہ حاصِل ہو اور وہ واقفِ اسرار ہو، نیز بارگاہِ خداوندی میں حُضوری کے آداب بھی جانتا ہو اور کبھی بھی اس نے رُوگردانی نہ کی ہو۔

روشن ضمیر نانبائی

حضرتِ سیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی نے ایک موقع پر فرمایا کہ بصرہ کا فُلاں نانبائی (یعنی روٹیاں پکانے والا) ولیُّ اللہ ہے۔ آپ رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا ایک مُرید شوقِ دیدار میں بصرہ پہنچا اور ڈھونڈتا ہوا اُس نانبائی کی خدمت میں حاضِر ہو گیا، وہ اُس وقت روٹیاں پکا رہے تھے (پہلے عُموماً سبھی مسلمان داڑھی رکھتے تھے لہٰذا اس دور کے نانبائیوں کے دستور کے مطابق) داڑھی کے بالوں کی جلنے سے حفاظت کی خاطر مُنہ کے نچلے حصّے پر نِقاب پہن رکھا تھا۔ اُس مُرید نے دل میں کہا: اگر یہ وَلی ہوتا تو نِقاب نہ بھی پہنتا تو اس کے بال نہ جلتے۔ اِس کے بعد اُس نے نانبائی کو سلام کیا اور گُفتگو کرنا چاہی تو اُس روشن ضمیر نانبائی نے سلام کا جواب دیکر فرمایا: تو نے مجھے حقیر تصوُّر کیا اِس لئے میری باتوں سے نَفع نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے گفتگو کرنے سے انکار فرما دیا۔ (الرِّسالةُ القُشَیریّہ، ص ۳۶۳)

وِرْد کی تعریف

وِرْد رات یا دن کے ایک خاص وقت کا نام ہے جو بندے پر بار بار آتا ہے اور بندہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قُربت و عِبادَت میں بَسَر کر دیتا ہے اور اس وقت جو بھی پسندیدہ و محبوب اعمال بجا لائے گا آخرت میں اس پر وارِد ہوں گے۔

عبادت چونکہ دُو میں سے ایک امر کا نام ہے یعنی بندے پر اس امر کا ادا کرنا فرض ہوگا یا نَفْل کہ جس کی ادائیگی مستحب ہوگی۔ پس بندہ جب دن یا رات میں کوئی بھی عبادت کرے، پھر اس پر ہمیشگی اختیار کرے تو اس کا یہ فعل ایک ایسا وِرْد شمار ہوتا ہے جسے اس نے آگے بھیج دیا ہے اور جب اگلا دن یعنی کل آئے گا تو وہ پھر آجائے گا۔

وِرْد کی کیفیت و ماہیت

سب سے آسان وِرْد چار رکعت نَفْل ادا کرنا یا مثانی میں سے کسی سورت کی تلاوت کرنا یا نیکی و تقویٰ کے کسی کام پر مُعَاوَنَت و مدد کی کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا انس بن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کے ہر رات سات قسم کے اوراد تھے، جب ان میں سے کوئی رہ جاتا تو دن کے وقت اس کی قضا کر لیتے[1] اور اس طرح کے مُقَرَّرہ وقت پر ادا کئے جانے والے عمل کو وِرْد کہا جانے لگا۔

حضرت سیِّدُنا مُعْتَمِر بن سلیمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں موت کے وقت اپنے والدِ محترم کو تلقین کرنے لگا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ مجھے (تلقین مت کرو اور) ایسے ہی رہنے دو کیونکہ میں اپنے چوتھے وِرْد میں مَشْغول ہوں۔[2]

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب التہجد وقیام اللیل، الحدیث: ۲۱۰، ج ۱، ص ۲۸۷

[2] ......المرجع السابق، کتاب المحتضرین، الحدیث: ۱۲۱، ج ۵، ص ۳۴۱ "المعتمر بن سلیمان"، "الرابع" بدلہ "ثابت البنانی"، "السابع"

قرآنِ کریم کے احزاب (یعنی سات منزلوں) میں سے ہر ایک حزب کو مخصوص وقت پر تلاوت کیا جائے تو اس کو بھی وِرْد کا نام دیا جاتا ہے۔ بعض عاملین وسالکین نے قرآنِ کریم کے پاروں کو اپنا وِرْد بنا رکھا تھا اور بعض نے رُکوع شُمار کئے ہوئے تھے۔

عام سالکین سے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا مَرتبہ اعلیٰ ہے جنہوں نے رات اور دن کے مختلف اوقات کو وِرْد بنا رکھا ہے، اگر ان میں سے کسی نے کسی وقت میں ایک آیت کی تلاوت کی یا ایک رکعت ادا کی یا (کسی شرعی مسئلہ کے حل میں) سوچ وبچار کرتے ہوئے یا مُشاہدہ میں کچھ وقت صَرف کیا تو وہی وقت اس کا وِرْد بن گیا۔

عارفین کے اوراد کی کیفیت

عارِفین نے اپنے اوراد کے لئے وقت مُقرَّر کر رکھے ہیں نہ اپنے اوقات کی تقسیم کر رکھی ہے بلکہ انہوں نے تو تمام اوقات کو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے حُصول کے لئے ایک ہی وِرْد بنا رکھا ہے اور وہ تو اپنی دُنیاوی حاجات بھی بقدرِ ضرورت ہی پوری کرتے ہیں اور تمام وقت کو اپنے آقا ومولا عَزَّوَجَلَّ کے لئے یکساں وبرابر خیال کرتے ہیں اور اپنے مَصالح کے لئے درپیش وقت کو بھی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی رضا میں صَرف کر دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی گردنیں عُبودِیَّت کی غلامی میں دے رکھی ہیں اور اپنے قدموں کو خِدمَت وعِبادت بجالانے والوں کی صفوں میں کھڑا کر رکھا ہے۔ پس وہ ہر لمحہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی بجا آوری اور ان اوصاف سے مُتَّصِف ہونے میں لگے رہتے ہیں جن سے مُتَّصِف ہونے کا ان سے مُطالَبہ کیا گیا ہے۔ یہی ان کا وِرْد ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں منتخب فرمایا ہے اور انہیں اس شرفِ وِلایت سے نوازا ہے کہ وہ انہیں ان کے نُفُوس کے حوالے وسُپُرد نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کو ان کا والی بنائے گا بلکہ وہ خود صالحین کو اپنا ولی ودوست رکھتا ہے۔

ان کا مُشاہَدہ ہی ان کا ذکر اور حبیب کا قُرب ہی ان کی مَحبَّت ہے، وہ اپنے محبوب کے علاوہ کسی شے کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ نیکی کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں قُربت کی اُمّید ہی نہیں رکھتے۔ اسی کی مدد سے اس کا قرب چاہتے ہیں، اُس کی وجہ سے ہی اُس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کی خاطر اس پر بھروسا رکھتے ہیں اور اس سے اسی کے سبب ڈرتے ہیں اور صرف اسی سے مَحبَّت کرتے ہیں۔ چنانچہ عارفین اگر توحید سے متعلق اعمال کے علاوہ باقی کوئی

عمل نہ کریں تب بھی ان کے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وَحْدانیّت کا قائل ہونے میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی اور اگر وہ سالکین کے تمام اوراد چھوڑ دیں (اور کسی پر عمل نہ کریں) تب بھی ان کے دلوں میں قَساوَت کا اثر پیدا ہوگا نہ ہی قُرب سے دُوری کا کوئی خدشہ لاحق ہوگا کیونکہ ان (کے مَقام ومَرتبہ) میں کمی بیشی اعمال کے سَبَب نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کمی وبیشی جاننے کی غرض سے اپنے قُلُوب اور احوال کی جانچ پڑتال اوراد کے ذریعے کیا کرتے ہیں، ان کے قلوب کسی سبب سے مُجْتَمِع ہوتے ہیں نہ ان کے نفوس کسی طَلَب وخواہش کے سبب قُوَّت حاصِل کرتے ہیں کہ جب سبب نہ پایا جائے تو وہ مُنْتَشِر ہو جائیں اور ان کا یقین اس طلب وخواہش کی وجہ سے کمزور ہو جائے۔

عام سالک اور عارف کے حال میں تغیر

عام سالکین کے احوال میں تَغَیُّر وتَبَدُّل دوصورتوں میں ہوتا ہے: ۞......اگر خالِق عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے حُصول میں ان پر مُشکِلات آئیں تو بارگاہِ خُداوندی سے راہِ فَرار اختیار کر لیتے ہیں اور ۞......جب مَخلوق سے آسانیاں مُیَسَّر آئیں تو اسی سے راحَت پاتے ہیں۔ اے کاش! ان کا اپنے خالِق سے قُرب دائمی ہوتا تو ان کی راحت بھی دائمی ہو جاتی اور اسی طرح اگر وہ مُشاہدۂ حق پر اِسْتِقامت اختیار کرتے تو پھر اس کے سوا کسی شے کی جانب کبھی نہ دیکھتے۔

البتہ! عارِفین کے قلوب انہی کی جانب مُتَوجِّہ ہوتے ہیں اور بکھرے خیالات بھی ان کی خاطر مُجتمع ہو جاتے ہیں، انہیں اپنی بارگاہ میں قِیام کی قُوَّت دینے والے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ نے انہیں مُشاہدہ کی دولت سے بھی سرفراز کر رکھا ہوتا ہے، ان کے لئے ہر شے میں زِیادَتی ہے، ہر شے میں انہیں وَحْدانیّت کی تَجلّیاں نظر آتی ہیں، ان کے دل میں پیدا ہونے والا ہر خیال انہیں بارگاہِ رَبوبِیَّت کی جانِب لے جاتا ہے اور ہر ظاہِر اور قابلِ نظر شے اسی کے وُجود پر دلالت کرتی دکھائی دیتی ہے۔ الغرض! ہر نظر وحرکت انہیں اس کی بارگاہ تک لے جانے کا راستہ دکھاتی ہے۔ پس ان کی توحید زِیادَتی وتَرَقّی میں اور ان کا یقین اس تجدید وتازگی میں ہے کہ جس میں کوئی تغیر نہیں، وہ سیراب ہوتے ہیں نہ کہیں وقوف کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی حد ہے۔ بعض اوقات ان میں سے کوئی اسباب کو سَبَب بناتا ہے تو ربُّ الارباب عَزَّوَجَلَّ اس کی خواہش کی وجہ سے تمام اسباب مُجتمع فرما دیتا ہے۔

یہ عارِفین کے ایسے مَقامات ہیں جنہیں ان کے سِوا کوئی نہیں جانتا اور جو صرف ان کے لئے ہی مُناسِب وزیبا بھی

ہیں، ان مَقامات پر کسی دوسرے مقام کو قیاس کیا جا سکتا ہے نہ اس بات کا دعویٰ واِنتِظار کیا جا سکتا ہے کہ ان کی خاطر اوراد چھوڑ دیئے جائیں اور نہ ہی ان کی خاطر اِجتِہاد وکوشش میں کمی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ پس عارِفین ہی ہیں جو ان مَقامات کی مُراد ہیں اور ان کے اہل ہیں، وہی ان کا عِلْم رکھنے کی وجہ سے ان کی طرف مُتَوَجِّہ رہتے ہیں، انہیں ہی ان مَقامات کی جانِب جانے والے راستے پر چلایا جاتا ہے اور انہی کا یہ زادِراہ ہیں۔ نیز یہ مقامات انہی کے ساتھ مُقیّد و مَخصوص ہیں اور وہی ان کی جانِب پیش قدمی کرنے میں سَبْقَت لے جانے والے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ہی حقیقت میں اس کے عبادت گزار ہوتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے دلوں سے اس کی عِبادت میں مَشغول رہتے ہیں اور اپنی نگاہوں کو اپنے معبودِ برحق کی جانِب لگائے رکھتے ہیں، جس کے سبب وہ عطا کردہ خِطاب کی وضاحت سمجھ جاتے ہیں اور انہیں اس بات کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے کہ اس کا حکم ہی کِتاب کا حکم ہے، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًاؕ (پ۱۶، طٰہٰ:۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے اُس معْبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسَن مارے (پُوجا کیلئے بیٹھا) رہا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ فرمان غافِلین کے متعلق اپنے اس ارشاد کے بعد ذکر فرمایا کہ وہ کہا کرتے ہیں:

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِیْنَ(۷۱) (پ۱۹، الشعرآء:۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: بولے ہم بُتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کے سامنے آسَن مارے (پُوجا کیلئے جَم کر بیٹھے) رہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ انہیں ارشاد فرمایا:

اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ(۶) (پ۲۳، ص:۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے پاس سے چل دو اور اپنے خداؤں پر صابِر رہو بیشک اس میں اس کا کوئی مطلب ہے۔

یہاں تک کہ ارشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا (پ۲۷، الطور:۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

عارفین کی عبادت

عارِفین نے اس بات کو جان لیا کہ جس اخلاص کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عبادت ہے اور کوئی بھی عِبادت خَواہشِ نَفسانِیہ سے اِجتناب کئے بغیر کامل نہیں ہوسکتی، اس کے بعد پَروَردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانِب رُجوع اور توبہ کرنا چاہئے۔کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰىۚ ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو بتوں کی پُوجا سے بچے اور اللہ کی طرف رُجوع ہوئے انہیں کے لئے خوشخبری ہے۔

(پ۲۳، الزمر:۱۷)

پس انہیں یقین ہو گیا کہ نماز دین کا سُتون ہے اور نماز تو ہے ہی صرف متقین کی اور چونکہ تقویٰ کا حُصول بغیر اِنابَت وتوبہ کے ممکن نہیں ہوتا۔لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ (پ۲۱، الروم:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اُسکی طرف رُجوع لاتے ہوئے اوراس سے ڈرو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَۙ(۳۱) (پ۲۱، الروم:۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اورنماز قائم رکھواور مُشرِکوں سے نہ ہو۔

پس عارِفین کی عِبادت انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے طریقے اور سُنَّت کے مُطابق ہوتی ہے، ان کے رُجوع اور توبہ کا مَحوَر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ ہوتا ہے کہ جس کے ذکر میں وہ مَشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی ضِد کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

(پ۱۶، الکہف:۱۰۱)

عارفین کے ذکر کی کیفیت

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں جن لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں عارفین چونکہ ان کی ضد ہیں، لہٰذا انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے ذکر کا کَشف حاصِل ہوتا ہے اور ان کے ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے علاوہ ہر شے بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کا بھی یہی مَفہوم ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (پ۱۵، الکهف: ۲۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر نے انہیں دُنیا سے بھاگ کر بارگاہِ رَبُوبیّت کی جانِب جاننے کا راستہ دکھایا جیسا کہ انہوں نے اس سے سمجھا۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ (پ۸، الانعام: ۱۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: کہ کہیں تم نصیحت مانو۔

پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بھاگ کر حاضِر ہوئے تو اس نے انہیں اپنے قُرب کی دولت سے سرفراز کیا اور انہیں اپنی مَحبّت کی راہِ ہِدایت دِکھائی، ان کے لئے اپنی رحمت کُشادہ فرمائی اور انہیں اپنی قدرتِ کامِلہ کے قبضہ میں جگہ عطا فرمائی۔ ان کے سِوا نہ تو انہیں کسی نے دیکھا اور نہ ہی ان کے سوا کسی نے انہیں پہچانا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (پ۱۵، الکهف: ۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ کے سِوا پُوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت پھیلا دے گا۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۹) ترجمۂ کنز الایمان: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

اَوراد و وظائف اور ان کے فضائل کا تذکرہ

سالِک مُقرّرہ اوراد اور مخصوص و معلوم اعمال کے تَسلسُل سے نقصان کو زیادتی سے الگ کر سکتا ہے اور اسی طرح عَزم و ارادے کی قُوّت کو معمول کی کمزوری سے پہچان سکتا ہے اور اوراد میں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اگر عامِل کسی مَرَض یا سَفَر کی وجہ سے کسی وِرْد پر عمل نہ کر سکے تو فرشتہ اس کے لئے حالتِ صحّت میں بجالانے والے عمل جیسا ثواب لکھ لیتا ہے۔

عالم اور عابد میں فرق

عارِف کی نیند بعض اوقات جاہل کی نماز سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ یہ سونے والا (گناہوں اور آفات سے) محفوظ ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اس حال میں بھی زاہِد و عالم ہی ہے اور جب بیدار ہوگا تو یہ سب فضیلت پالے گا لیکن یہ روزہ دار و عِبادت گزار شخص آفات سے مَحفوظ نہیں کیونکہ اس حال میں بھی شیطان اس کی عِبادات میں خَلَل ڈالتا رہتا ہے اور وہ جاہِل اپنے ہی دھوکا و فریب میں مُبتَلا جب کوئی فضیلت پاتا ہے تو اسے ضائع کر بیٹھتا ہے۔

عالم کی نیند

مروی ہے کہ رسولِ بے مِثال صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی نیند عبادت اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔'' (1)

ایک عالم شیطان پر بھاری

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ایک عالم شیطان پر ہزار عابِدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔'' (2)

حقیقی عالم علم ترک نہیں کرتا

ایک رِوایت میں ہے کہ اگر یہ اس پر یعنی آسمان زمین پر گر جائے تب بھی عالم کسی شے کی خاطر اپنا عِلْم نہ چھوڑے گا لیکن اگر عابِد پر دنیا کھول دی جائے تو وہ اپنے ربّ کی عِبادت ترک کر دے گا۔ (3)

عالم کو بعض اوقات حالتِ نیند میں آیات اور عِبرتوں کا کَشْف ہوتا ہے اور بعض اوقات ملکوتِ اعلیٰ و اَسْفَل کا کشف بھی ہوتا ہے، وہ عُلوم سے مُخاطب ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قُدرَت کا مُشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ اَنْبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام حالتِ بیداری میں کرتے ہیں، پس عارِف کی نیند بھی بیداری شُمار ہوتی ہے کیونکہ اس کا دل زندہ ہوتا ہے جبکہ غافِل کی

---

(1) ......الفردوس بماثور الخطاب، الحديث: ٦٩٩٩، ج ٢، ص ٣٦٥

(2) ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث، الحديث: ٢٢٢، ص ٢٤٩٠ عالم بدله فقيه

(3) ......الفقيه والمتفقه للخطيب، باب فضل الفقهاء على العباد، الحديث: ٦٠، ج ١، ص ١٠٦

بیداری بھی نیند شُمار ہوتی ہے کیونکہ اس کا دل مُردہ ہوتا ہے۔ چنانچہ عالم کی نیند جاہِل کی بیداری کے برابر ہے اور غافِل و جاہِل کی بیداری عالم کی نیند کے قریب ہے۔

جبلِ اُحد سے زیادہ وزنی اعمال

حضرت سیِّدُنا ابومُوسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جبلِ اُحُد کی جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''یہ جَبَلِ اُحُد ہے، مخلوق اس کا وزن نہیں جانتی، مگر میرے بعض اُمّتی ایسے ہیں کہ ان کی تسبیح وتہلیل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس سے بھی زیادہ وزنی ہے۔''

زمین وآسمان کی ہر شے سے وزنی عمل

حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: ''میں اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ کسی بندے کا عمل ایک ہی دن میں آسمانوں اور زمین میں مَوجود ہر شے سے بھاری ہوسکتا ہے۔'' اس کے بعد انہوں نے اس شخص کے اوصاف بیان کئے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ عَقْل رکھتا ہے اور صاحبِ یقین ہونے کے ساتھ ساتھ **عالِم باللہ** بھی ہے۔

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولات

اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بیان فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رمضانُ المبارک کو دوسرے مہینوں کے مُقابلہ میں کسی شے سے خاص کرتے نہ اس میں سال کے دوسرے مہینوں کی بہ نسبت کسی شے کی زیادتی فرماتے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو رات کے وقت سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے اور اگر یہ چاہتے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حالتِ قِیام میں دیکھو تب بھی دیکھ سکتے تھے۔ [2]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان، الحدیث: ۱۱۴۷، ص ۸۹ مفھوماً

[2] ......المرجع السابق، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل من نومہ، الحدیث: ۱۱۴۱

سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آرام فرماتے اور پھر جس قدر آرام فرماتے اسی قدر قیام کرتے، اس کے بعد پھر بقدرِ قیام سوجاتے، پھر سونے کی مقدار قیام فرما کر دوبارہ آرام فرماتے اور اس کے بعد اٹھ کر نمازِ فجر کے لئے جاتے۔ [1]

ام المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رمضانُ المبارک کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے اور نہ ہی رات کا کچھ حصّہ آرام کئے بغیر صبح تک پوری رات قیام فرمایا۔ [2]

ایک رِوایت میں ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مہینے روزے رکھتے بھی تھے اور نہیں بھی رکھتے تھے اور رات کے وقت قِیام بھی فرماتے اور آرام بھی۔ [3] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مُسَلْسَل روزے رکھتے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتیں کہ اب روزہ نہ چھوڑیں گے اور پھر لگاتار روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتیں کہ اب روزے نہیں رکھیں گے۔ [4]

بعض اوقات صُبح کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزے سے ہوتے مگر پھر افطار کر دیتے اور بعض اوقات صبح کے وقت اِفطار سے ہوتے مگر بعد میں روزہ رکھ لیتے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بعض اوقات چاشْت کے وقت تشریف لاتے اور دَرْیافْت فرماتے کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ [5] پس اگر کوئی شے پیش کی جاتی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تناوُل فرما

---

[1] ……المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۶۶۲۲، ج۱۰، ص۱۹۰ مفهوماً

[2] ……مسند ابی داود الطیالسی، سعد بن هشام عن عائشۃ، الحدیث: ۱۴۹۷، ص۲۰۹

[3] ……المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۲۰۱۲، ج۴، ص۲۰۸ مفهوماً

[4] ……جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی سرد الصوم، الحدیث: ۷۶۹، ص۱۷۲۳ مفهوماً

[5] ……مفسرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور یہ جواب بھی سب کی طرف سے ہوا، یعنی نو ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالکِ کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ‌‌ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فقر وفاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

لیتے ورنہ ارشاد فرماتے: ''میں روزہ دار ہوں۔''[1] اور ایک دن باہر تشریف لے گئے تو فرمایا میں روزے سے ہوں اور جب واپس تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: ''**یارسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں حَیس بطورِ ہدیہ آیا ہے۔''[2] تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تو آج روزے کا اِرادہ کرلیا تھا لیکن اسے میرے قریب لاؤ[3]۔''[4]

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل وہی ہوتا جس کا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم دیا جاتا تھا اور عارِفین کے اعمال اور اوراد و وظائف کا مَنْبَع سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مُبارکہ ہے اور اہلِ یقین کے مُشاہَدے کا سرچشمہ بھی ذاتِ مُصْطَفٰے ہی ہے۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان بندوں کا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے تعلق کسی خاص وقت اور عمل کے سبب نہیں ہوتا جیسا کہ ایک عارِف سے پوچھا گیا: ''آپ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا عرفان کس شے سے حاصِل کیا ہے؟'' تو انہوں نے بتایا: ''پُخْتَہ عَزْم و ارادے توڑ کر اور عہد و پیمان کی گرہیں کھول کر۔''

---

[1] ......یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہٰذا ہم اب اس وقت سے روزہ نَفْلی کی نیت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نَفْلی روزے کی نیَّت ضَحْوَۂ کبریٰ یعنی نصف نہارِ شرعی سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے، رات سے ہونا ضروری نہیں۔

[2] ......یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حُضور مُلاحَظہ فرمائیں، عربی میں حَیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکّھن پنیر کھجور سے یا آٹے، مکّھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے، حریسہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔

[3] ......یہ صُورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیَّت کرلی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نَفْلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا مذہب یہ ہے کہ نَفْلی روزہ یا نماز، شُروع کرنے سے واجِب ہوجاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (پ۲۶، محمد:۳۳) اور فرماتا ہے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ (پ۲۷، الحدید:۲۷) یعنی اہلِ کتاب نے نیک اعمال شروع کیے انہیں نبھایا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی شروع کرکے پوری کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص نَفْلی روزہ شروع کرکے توڑ دے تو اس کی قضا واجِب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بِروایت حضرت عائشہ صِدّیقہ آگے آرہی ہیں اور نَفْلی حج و عمرہ پر قِیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں اِحرام باندھتے ہی واجب ہوجاتی ہیں، کہ اگر انہیں پورا نہ کرسکے تو قضا کرنا واجِب ہے۔ خیال رہے کہ نَفْلی روزہ اور نمازیں بلا عُذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عُذر ہیں، یہ حدیث حَنَفیوں کے خِلاف نہیں کہ یہاں حُضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ روزہ توڑنا عُذراً تھا یعنی کئی روز سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہٰذا یہ حدیث نہ شافِعیّوں کی دلیل ہے نہ مالِکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔ نوٹ: شوافع کے ہاں نَفْلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضا واجِب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضا واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔ (مراۃ المناجیح، ج۳، ص۱۹۷، ۱۹۸)

[4] ......صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز صوم النافلۃ......الخ، الحدیث: ۲۷۱۵، ص ۸۶۳

اورادِ عاملین کا طریقہ ہے اور وَظائف عابِدین کے احوال میں سے ہیں، انہی کے سبب وہ (سالکین میں) داخِل ہوتے ہیں اور پھر یہاں تک رِفعت حاصِل کرتے ہیں کہ خُدائے وَحْدَہٗ لاشَرِیک کی تجلّیات کا مُشاہَدہ کرنے لگتے ہیں۔ (اس وقت) ان کا وِرْد صرف ایک ہی رہ جاتا ہے اور وہ اپنے اپنے مُشاہَدے کے اعتبار سے (بارگاہِ الٰہی میں) کھڑے رہتے ہیں۔

بارگاہِ خداوندی تک رسائی کے راستے

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ''مُرسَلین عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تعداد کے مُطابِق ایمان کے 313 خُلْق ہیں۔ ہر مومن ان میں سے کسی نہ کسی خُلْق پر ہے اور وہی خُلْق اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ اور اس کا نصیب ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک جانے والے ہر راستے میں مومنین کا ایک گروہ کھڑا ہے جن میں سے بعض کا مقام و مرتبہ بعض سے اعلیٰ ہے۔'' اور ایک قول ہے کہ ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک لے جانے والے راستوں کی تعداد مومنین کی تعداد کے برابر ہے۔'' اور کسی عارِف کا قول ہے کہ ''بارگاہِ خداوندی تک پہنچانے والے راستوں کی تعداد مخلوق کی تعداد کے برابر ہے۔'' یعنی مُشاہَدہ کرنے والے کے لئے ہر خُلْق میں ایک راستہ ہے، پس اس صُورَت میں ساری کائِنات ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ تک پہُنچنے کا راستہ ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ مُحْسِنِ اِنسانیّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان کے 333 راستے ہیں، جو بھی ان میں سے کسی راستے کی گواہی دے کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مُلاقات کرے گا جنّت میں داخل ہوگا۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے مقرب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ﴿ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۴) ﴾ [2] اس بات پر دلیل ہے کہ وہ سب کے سب ہِدایت یافتہ ہیں۔ البتہ! ان میں سے بعض، بعض سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں، اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زیادہ قریب اور افضل ہیں

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۳۱۰، ج۵، ص ۲۷۴ بتغیر قلیل

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (انداز) پر کام کرتے ہیں تو تمہارا ربّ خوب جانتا ہے کون زیادہ راہ پر ہے۔

اور تحقیق قُرب حاصل کرنا مُستحب ہے اور اس کے طلب کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُقَرَّبین کے باہم طلبِ قُرب میں مُقابلہ کرنے کو اس طرح بیان کیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (پ٦، المآئدۃ:٣٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

یہاں وسیلہ سے مراد قُرب ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ (پ١٥، بنی اسرآئیل:٥٧)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مُقرَّب ہے۔

پس مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قریب وہ ہے جس کا مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سب سے بلند ہے اور اس کے ہاں سب سے بلند مرتبہ اور فضیلت والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا عرفان رکھتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ ﴿عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ سے مُراد ﴿عَلٰى وَحْدَانِیَّتِهٖ﴾ ہے، یعنی عارفین میں سے ہر شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توحید پر عمل کرنے والا ہے اور اسی کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وَحدانیَّت کا قائل ہے اور اس کی مَعْرِفَت حاصل کرنے والا ہے۔ **شَاكِلَة** سے مُراد طریقہ ہے، یعنی مخلوق کبھی تو اس راستے پر چلتی ہے اور کبھی مُشکِل کا شِکار ہو جاتی ہے۔

ہر عمل کا سردار

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے مروی ہے کہ ہر مومن کے عمل کا ایک سردار یعنی خاص عمل ہوتا ہے اور یہی وہ خاص عمل ہے جس کی وجہ سے مومن نجات کی اُمّید رکھتا ہے اور اسی کے سبب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں فضیلت پاتا ہے۔

چار قسم کے عابد

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ کُوفہ میں چار قسم کے عِبادت گزار تھے، ان میں سے بعض صرف

رات کوعِبادت کرتے اور بعض صرف دن میں۔ بعض ہمیشہ چُھپ کر (نفلی) عبادت کرتے عَلانِیہ نہ کرتے جبکہ بعض صرف عَلانِیہ کرتے چُھپ کر نہ کرتے۔[1]

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے دن کے وقت عبادت کرنے والوں کو رات کے وقت عِبادَت کرنے والوں پر ترجیح دی اور انہیں افضل قرار دیا کیونکہ دن میں مُجاہَدۂ نفس اور اعضاء و جَوارِح کو روک کر رکھنا زیادہ مُشکِل ہے، اس لئے کہ دن غافِلوں کے حرکت کرنے اور جاہلوں کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ پس جب بندہ غافِلین کے حرکت کرنے اور جاہِلین کے ظُہور کے وقت ایک جگہ ٹھہر جائے تو وہ متقی و مُجاہَدۂ نفس کرنے والا اور صاحِبِ فضل عِبادت گزار شُمار ہوگا۔

دن کے وقت افضل عبادت

منقول ہے کہ عِبادَت صِرف نماز روزہ کا نام ہی نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی، مُحرَّمات سے اِجتِناب کرنا اور مال کماتے وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا سب سے افضل عبادَت ہے اور یہ سب کام دن کے اعمال ہیں۔[2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان بھی اس پر دلیل ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ (پ۷، الانعام: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو رات کو تمہاری رُوحیں قَبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ دن میں کماؤ۔

یعنی تمہارے اعضاء جو کمائی کرتے ہیں (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جانتا ہے) اور اس نے کمائی کو دن کے ساتھ مُعلَّق کر دیا ہے، پھر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ (پ۷، الانعام: ۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر تمہیں دن میں اُٹھاتا ہے۔

جب کسی بندے کو دن کے وقت کمائی کا علم ہی نہ ہو اور نہ ہی وقتِ مَعْصِیَت میں اسے بیدار کیا جائے تو اس سے بڑھ کر افضل کون ہوگا؟ اور حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ رات کے قیام پر مُدَاوَمت اختیار کرنا سب سے سخت عمل ہے اور اوراد کو پابندی سے ادا کرنا مومنین کا وَصف اور عابِدین کا طریقہ ہے اور یہی ایمان

---

[1] ......المعرفة والتاريخ، ليث بن ابى سليم، ج ٣، ص ٥٧

[2] ......المصنف لابن ابى شيبة، كتاب الزهد، باب كلام عمر بن عبدالعزيز، الحديث: ١، ج ٨، ص ٢٣٩ مختصراً

کی زِیادتی اور یقین کی علامت ہے۔

عمل پر استقامت کے متعلق سات احادیث و آثار مبارکہ

﴿1﴾……اُمُّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عمل دائمی تھا اور جب بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی عمل کرتے تو بڑی عُمدگی سے ادا کرتے۔[1]

﴿2﴾……جس قدر اعمال کی تم طاقت رکھتے ہو اسی قدر بجالایا کرو کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فضل فرماتا رہتا ہے جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔[2]

﴿3﴾……**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سب سے زیادہ پسندیدہ و محبوب عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔[3]

﴿4﴾……**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس شخص کو عِبادت کا عادی بنادے اور پھر وہ شخص سُستی کی بنا پر اسے ترک کر دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر ناراض ہوجاتا ہے۔[4]

﴿5﴾……ہر وہ دن جس میں مَیں کوئی زائد عَمل نہ کر پاؤں تو اس دن کی صُبح میں میرے لئے کوئی برکت نہ ہو۔[5]

﴿6﴾……جس کے دو دن ایک جیسے ہوں وہ خسارے و نُقصان میں ہے اور جس کا آج گزرے ہوئے کل سے برا ہو تو وہ محروم ہے اور جس کے آج میں گزشتہ کل سے کسی عمل کی زِیادَتی نہ ہو وہ بھی نقصان میں ہے۔[6]

﴿7﴾……جو اپنے نفس کا نقصان تلاش نہیں کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہو اس کے لئے موت بہتر ہے[7] اور میری عمر کی قسم! بیشک مومن شکر کرنے والا ہوتا ہے اور شکر کرنے والا مزید (فضل و کرم) کے حُصُول پر رہتا ہے۔

۞……۞……۞

---

[1]……سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب مایؤمر بہ من القصد فی الصلاۃ، الحدیث: ۱۳۶۸، ص ۱۳۲۵

[2]……المرجع السابق

[3]……صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الامامۃ، باب الرخصۃ فی الاقتداء، الحدیث: ۱۶۲۶، ج ۳، ص ۶۱

[4]……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب اسرار الصلاۃ، الباب السابع، ج ۳، ص ۷۶۳

[5]……المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۶۳۶، ج ۵، ص ۷۹

[6]……الزھد الکبیر للبیھقی، الحدیث: ۹۸۷، ص ۳۶۷

[7]……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراھیم بن ادھم، الحدیث: ۱۱۳۰۵، ج ۸، ص ۳۵

نفس کی ابتلاو آزمائش

نقصان کا آغاز غفلت سے ہوتا ہے اور غفلت آفاتِ نَفس کی پیداوار ہے۔ نفس فطرتاً مُتحرِّک ہے مگر اسے ساکن رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس نفس کی اِبتلا و آزمائش ہے تا کہ یہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانِب مُتوجِّہ رہے اور اپنی قدرَت و طاقَت سے بَرَاءَت کا اِظہار کرے۔ چنانچہ،

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

تا کہ تم اس کی بارگاہ میں آہ وزاری کرو اور یہ کہو:

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ربّ ہمارے ہم پر صَبْر اُنڈیل دے اور ہمیں مُسلمان اٹھا۔

جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان ہے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی بڑا اجَلْد باز ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: آدمی جلد باز بنایا گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا مجھ سے جلدی نہ کرو۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ (پ۱۴، النحل:۱) ترجمۂ کنزالایمان: اب آتا ہے اللّٰہ کا حکم تو اس کی جلدی نہ کرو۔

پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے نَفس کے اوصاف کے مُتعلّق ارشاد فرمایا کہ یہ عُجلَت پسند ہے لیکن اس کے بعد اسے آزمانے کے لئے عُجلَت پسندی چھوڑنے کا حکم دیا۔ لہٰذا اگر ایمان میں زِیادَتی کا سبب بننے والی سکینہ کا نُزول ہو تو نفس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے اپنی خواہشات سے پُرسکون ہو جاتا ہے اور اگر دل پر غَفلَت کا حِجاب طاری ہو جو کہ عاجِزی و اِنکساری اور گِریہ وزاری کی علامت ہے تو نفس اپنی فِطرَت کے اِعْتِبار سے حرکت میں آجاتا ہے، اب اگر یہ اپنی حرکت سے سکون پا جائے تو یہ صِرف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و احسان سے ہی ممکن ہوا ہے اور اگر اپنی کیفیَّت کے اعتبار سے حرکت کرتا رہے تو اس کی وجہ آزمائش و عدل ہے کیونکہ اس آزمائش کی ابتدا نفس کی کیفیَّت کے مختلف ہونے سے ہوتی ہے اور نفسانی کیفیَّت میں اِختِلاف کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اس کی مُخالفَت ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے جس کا سبب کان بنتے ہیں، پھر یہ ارادہ آنکھوں سے دیکھنے اور زبان سے کلام کرنے کا سبب بنتا ہے اور اسی دیکھنے اور کلام کرنے سے خواہشِ نفس پیدا ہوتی ہے جو گناہ کا سبب بنتی ہے اور گناہ کا ٹھکانا تو آگ ہے جس سے نَجات اسی صُورت میں ممکن ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس آگ سے دور کر دے یعنی دنیا میں اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے یا آخِرَت میں مُعاف کر دے۔

عارفین کی معصیت سے نفرت اور عبادت سے محبت

بعض اوقات ایک عارِف پر مُخالَفَت و نافرمانی آگ سے بھی زیادہ سخت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کسی عارِف سے مروی ہے کہ ''مجھے آگ میں داخل کر کے آزمایا جائے یہ مجھے مَعْصِیَت میں مبتلا کر کے آزمائے جانے سے زیادہ پسند ہے۔'' اس عارِف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا: اس لئے کہ مَعْصِیَت میں میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی مخالفت و ناراضی ہے جبکہ آگ میں اس کی قدرت اور انتقام کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی مجھ پر بہت بھاری ہے اور میرے عذاب میں مبتلا ہونے سے عظیم تر ہے۔

اسی قسم کا ایک قول اہلِ یقین میں سے کسی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میرا دُو رَکعت نماز ادا کرنا مجھے جنَّت میں داخل ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا: ''دُو رَکعت نماز کی ادائیگی میں میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رَضا اور مَحبَّت ہے جبکہ جنَّت کے حُصول میں میری رضا اور خواہش ہے، پس میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا مجھے اپنی پسندیدہ شے سے بڑھ کر محبوب ہے۔''

حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے مُتعلّق مروی ہے کہ آپ سے دودھ پینے کا کہا گیا مگر آپ نے نہ پیا کیونکہ جب آپ کو دودھ کی اَصْل معلوم ہوئی (یعنی جہاں سے حاصل ہوتا ہے) تو آپ نے دودھ پینا اچھا خیال نہ کیا تو آپ کی والدہ ماجِدہ نے ان سے فرمایا: ''پی لو مجھے امید ہے کہ اگر تم اسے پی لو گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہاری مَغْفِرَت فرما دے گا۔'' تو آپ نے عرض کی: ''میں اس شے کو پینا پسند نہیں کرتا جس کے سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ میری مَغْفِرَت فرمائے۔'' والدہ ماجدہ نے پوچھا: ''وہ کیوں؟'' تو آپ نے عرض کی: ''میں نہیں چاہتا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مَعْصِیَت میں مبتلا ہو کر اس سے مغفرت طلب کروں۔''

جملہ اوصافِ نفس کی اَصل

نفس کے تمام اوصاف میں دُو مَفہوم پائے جاتے ہیں: غُصَّہ اور لالچ۔ غُصَّہ، جَہالَت سے پیدا ہوتا ہے اور لالچ، حِرص کی پیداوار ہے۔ یہ دونوں نفس کی فِطْرَت میں شامل ہیں۔ حالتِ غضب میں نفس ہموار زمین پر پڑے ہوئے اَخروٹ یا گیند کی مِثْل ہوتا ہے، اگر آپ اسے تھوڑی سی حرکت دیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے کیونکہ اس کا وزن کم ہوتا ہے اور اس کی فِطْرَت میں گھوم جانا شامل ہے۔ نفس کی حِرص کے سبب پیدا ہونے والے لالچ کی مِثال آگ میں گر جانے والے پَروانے و پتنگے جیسی ہے۔ جس کا سبب اس کا جاہِل ہونا اور اس بات کا حریص ہونا ہے کہ وہ اپنی جَہالت کے سبب روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے حالانکہ اس میں اس کی ہلاکت ہے۔ جب تمہیں کوئی شے ملے اور نفس کے لالچ کی وجہ سے اس شے کی تھوڑی مقدار پر قناعَت نہ کر سکو بلکہ مزید کی حِرص رکھو اور مزید روشنی طلب کرو جبکہ وہ شے نفسِ چراغ ہو تو جَل جاؤ گے۔ اگر دور ہی سے تھوڑی سی روشنی پر قناعَت کر لو گے تو محفوظ رہو گے۔ حالتِ غَضَب میں نفس کی کیفیَّت عُجلت سے پیدا ہوتی ہے اور لالچ میں نفس کی کیفیَّت طَمَع و حِرص سے پیدا ہوتی ہے۔

مقامِ فکر

مَعْصِیَت دنیا کی آبادی کا سبب ہے اور طاعَت آخرَت کی آبادی کا۔ چنانچہ منقول ہے کہ دنیا کی محبَّت ہر غَلَطی و کوتاہی کی اور زہد ہر طاعت کی اصل ہے۔ ①

غور کریں کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی ایک لَغزِش کی وجہ سے جنَّت سے نکالا گیا اور تم ہو کہ اس میں داخِل ہونا چاہتے ہو جبکہ تم بہت زیادہ گناہوں کی وجہ سے اس کی جانب دیکھنے تک کی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ،

ایک رِوایت میں ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان بے لباس ہے، اس کا لِباس تقویٰ، اس کی زِینت حَیا اور اس کا ثَمرہ علم ہے۔'' ②

اسی وجہ سے منقول ہے کہ ''جنَّت پاکیزہ ہے اور پاک افراد کے علاوہ اس میں کوئی نہیں رہے گا، پس جب تم پاک ہو جاؤ گے تو اس میں داخِل بھی ہو جاؤ گے۔'' کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُۙ (پ۱۴، النحل: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فِرِشتے سُتھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر۔

مزید ارشاد فرمایا:

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ﴿۷۳﴾ (پ۲۴، الزمر: ۷۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر تم خوب رہے تو جنّت میں جاؤ ہمیشہ رہنے۔

کیونکہ اس کا فرمان ہے:

وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پاکیزہ مکانوں کا بَسنے کے باغوں میں۔

چونکہ گُناہ ناپاک ہوتے ہیں اس لئے فرمایا:

وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ (پ۹، الاعراف: ۱۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا۔

---

① ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب ذم الدنیا، الحدیث: ۹، ج۵، ص ۲۲

② ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۸۰، ج۱، ص ۷۲

پس جب ان گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے تو جنَّت بھی تمہارے لئے پاک ہو جائے گی اور اس مَفہوم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں کتنی خوبصورتی سے اس طرح ذکر فرمایا ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ (پ۱۸، النور:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لیے اور سُتھریاں سُتھروں کیلئے اور سُتھرے ستھریوں کے لئے۔

نفس کے لالچ کی مثال

بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے نفس کے لالچ کو اس مکھّی کی مِثْل قرار دیا ہے جو شہد لگی ہوئی روٹی کے پاس سے گزرے اور سارا شہد حاصل کرنے کی خاطر اس میں گر جائے اور اس کے پَر شہد سے چپک جائیں جس کے سبب وہ مر جائے۔ جبکہ ایک دوسری مکھّی اسی روٹی کے پاس سے گزرے تو شہد کے تھوڑا سا قریب جائے، اپنی ضرورت پوری کرے اور محفوظ و سالم حالت میں پیچھے ہٹ جائے۔

انسان ریشم کے کیڑے کی مثل ہے

حُکَماء نے انسان کو ریشم کے کیڑے کی مِثْل قرار دیا ہے کیونکہ وہ اپنی جَہالت کی وجہ سے اپنے ہی اِرد گرد ریشم بُنتا رہتا ہے یہاں تک کہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں بچتا، اس طرح وہ خود کو ہی ہلاک کر ڈالتا ہے اور ریشم کسی دوسرے کا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات لوگ اسے مار ڈالتے ہیں یعنی جب وہ ریشم بُننے سے فارغ ہوتا ہے اور ریشم اس کے اوپر لپٹے ہونے کی وجہ سے جب وہ باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اسے دھوپ میں ڈال دیتے ہیں اور بسا اوقات ہاتھوں سے مَسل دیتے ہیں تا کہ وہ ریشم نہ کاٹ ڈالے اور ریشم صحیح و سالم حاصل ہو سکے۔

پس یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی جاہِل کمانے والا ہو اور اسے اس کا مال اور اہل و عیال ہی مار ڈالیں اور اس کے وارث اس کے مال سے عیش کریں کہ جسے کمانے کی خاطر اس نے مَشَقَّت اٹھائی تھی۔ اب اگر انہوں نے اس مال کے سبب اطاعت کی تو اس کا اجر نہیں ملے گا لیکن اس مال کا حِساب اسی پر ہوگا اور اگر وہ اس مال کی وجہ سے کسی نافرمانی کے مُرتکِب ہوئے تو وہ مَعْصِیَت میں ان کا شریک مُتَصَوّر ہوگا کیونکہ اس نے انہیں یہ مال کما کر دیا ہے۔ لہٰذا اسے نہیں معلوم

کہ دونوں میں سے کون سی حَسرت اس کے لئے زیادہ بڑی ہوگی: یعنی (۱)......دوسروں کی خاطر اپنی زندگی برباد کرنا (۲)...... یاپھر دوسروں کے میزان میں اپنے مال کا اجروثواب دیکھنا۔

نفس کے لالچ کی حکایت

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے ایک ساتھی سے نفس کے لالچ وحرص میں مُبتلا ہونے کے مُتعلّق یہ حِکایت سنی، اس نے بتایا کہ ایک بُزُرگ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے اپنے ایک پڑوسی سے ایک بُھنا ہوا اونٹ خریدا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کی دعوت کی۔ جب انہوں نے اپنا ہاتھ کھانے کے لئے بڑھایا اور ایک لُقْمہ اٹھا کر منہ میں رکھا تو فوراً ہی باہر پھینک دیا اور اس کے بعد کھانے سے الگ ہوتے ہوئے کہنے لگے کہ ''تم سب کھاؤ، مجھے ایک ایسی تکلیف ہے جو مجھے کھانے سے روک رہی ہے۔'' ہم نے عرض کی: ''اگر آپ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''تم بہتر جانتے ہو، بہرحال میں نہیں کھاؤں گا۔'' اس کے بعد وہ وہاں سے چل دیئے اور ہم نے ان کے بغیر کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمیں اُونٹ بُھوننے والے کو بلا کر اس اُونٹ کی حقیقت کے مُتعلّق پوچھنا چاہئے ممکن ہے ناپسندیدگی کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ ہم نے بُھوننے والے کو بلایا اور اس سے مُسَلْسَل اور بار بار پوچھتے رہے تو آخر اس نے اِقرار کرتے ہوئے بتایا: ''یہ اُونٹ مُردہ تھا اور میرا نفس اس مُردہ اونٹ کو بیچ کر قیمت حاصل کرنے کے لالچ میں مبتلا ہوگیا، پس میں نے اسے بُھون لیا اور اِتّفاق سے تم لوگوں نے اسے خرید لیا۔''

یہ سن کر ہم نے وہ اونٹ ٹکڑے ٹکڑے کر کے کُتّوں کو کِھلا دیا۔ پھر جب میں کافی دنوں کے بعد اس بزرگ سے ملا تو عرض کی: ''کس وجہ سے آپ نے اُونٹ کا گوشت کھانا چھوڑا تھا اور کیا عارضہ لاحق ہوا تھا؟'' تو انہوں نے بتایا: ''20 سال تک میرے نفس نے کسی کھانے کا لالچ نہ کیا لیکن جب تم لوگوں نے کھانا پیش کیا تو میرا نفس اس کھانے کی ایسی حرص میں مُبتلا ہوگیا کہ اس سے پہلے کبھی اُس نے ایسا نہ کیا تھا۔ چنانچہ میں نے جان لیا کہ کھانے میں کچھ خرابی ہے، لہٰذا میں نے نفس کے حرص کی وجہ سے کھانا چھوڑ دیا۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے، ذرا دیکھیں تو سہی کہ کس طرح دُو قسم کے لوگ نُفوس کے لالچ میں شریک ہوئے

یعنی دونوں کا مَقصود ایک ہی تھا مگر توفیق و تذلیل میں دونوں مختلف تھے۔ عالم اپنے وَرَع و تقوٰی اور مُحاسَبۂ نفس کے سَبَب مُردار کھانے سے محفوظ رہا اور جاہِل یعنی اونٹ بیچنے والے نے نفسانی حِرص کی مَوجودگی میں حِرص کے سبب تقوٰی و مُحاسَبۂ نفس نظر انداز کر دیا اور اس بات کو بھی پیشِ نظر نہ رکھا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دیکھ رہا ہے اور باقی لوگ حُسْنِ اَدَب کے باعِث بچ گئے۔ یعنی جب ان کے رفیق نے کھانے سے ہاتھ کھینچا تو انہوں نے بھی نفسانی حِرص کو ختم کر دیا اور پھر بیچنے والے نے خریدار کی سچّائی اور حُسْنِ نیّت کی وجہ سے آخر کار حقیقت بتا دی۔

نفس کی فطری و جِبلّی چار صفات

نفس کی فِطری و جِبلّی چار صِفات ہیں، جو نفسانی خواہشات کی اصل اور ان فِطری اُمور کا تقاضا کرنے والی ہیں جن پر ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اسے پیدا کیا ہے: (۱)...... ان میں سب سے پہلی صِفَت ضُعف و کمزوری ہے، جو خشک مٹّی جیسی فِطرت کی مُتَقاضِی ہے (۲)...... بُخل، یہ نرم مٹّی جیسی فِطرت کا تقاضا کرتا ہے (۳)...... شَہوت، اس کا مُوجِب کیچڑ ہے اور (۴)...... جہالَت، اس کا موجِب بجتی و کھنکتی ہوئی مٹّی ہے۔

آزمائش میں مبتلا کرنے والی چار صفات

نفس چار اَوصاف کی وجہ سے ابتلا و آزمائش کا شِکار ہوتا ہے:

(۱)......سب سے پہلا وصف صِفاتِ رَبُوبیّت کے مَعانی سے متعلق ہے یعنی کِبْر، جبر، مَدح کی مَحبّت، عزّت اور غِنا۔

(۲)...... پھر اخلاقِ شیاطین کی آزمائش کا شِکار ہونا یعنی دھوکا، حیلہ، حَسد اور بدگمانی جیسی صِفات سے مُتَّصِف ہونا۔

(۳)...... نفس کا جانوروں جیسی فطری ضروریات سے آزمایا جانا یعنی کھانے پینے اور جماع وغیرہ کی مَحبّت کا ہونا۔

(۴)...... مَذکورہ صِفات میں سے ہر ایک صِفَت اوصافِ عُبُودِیّت کا مُطالَبہ کرتی ہے، مثلاً خوف، تواضُع اور عاجِزی۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کا مَفہوم وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، یعنی نفس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے پیدا تو مُتَحرِّک کیا گیا مگر اسے حکم ساکن رہنے کا دیا گیا۔ چنانچہ اب نفس کیسے حرکت کر سکتا ہے؟ جب تک کہ مالِک عَزَّوَجَلَّ اسے قدرت نہ دے اور اسے سُکون کی دولت بھی اسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے کہ اسے حرکت دینے والا خیر و بھلائی کے ساتھ اسے ساکن کر دے۔

نفسانی آزمائش سے نجات کا ذریعہ

بندہ اس وقت تک اِخلاص کا پیکر نہیں بن سکتا جب تک کہ مذکورہ پہلی تینوں صِفات سے چھٹکارا حاصل نہ کرلے اور جب چوتھی صِفَت ثابِت ہو جائے یعنی اوصافِ عُبُودِیَّت پائے جائیں تو وہ مذکورہ صفاتِ رَبُوبِیَّت کی اِبتِلا سے نَجات حاصِل کرلیتا ہے۔ پس عُلَمائے دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن کے نزدیک خدائے واحد کی بندگی بجالانے میں مُخلِص ہونا عاملین کے نزدیک مُعاملات میں مُخلِص ہونے سے زیادہ سخت ہے۔ اسی وجہ سے وہ مَقاماتِ قُرب کی بلندیوں پر فائز ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ایک شخص اس وقت عابد کہلاتا ہے جب وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے سے بَری ہوجاتا ہے۔ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ربّ عَزَّوَجَلَّ کا بھی بندہ ہو اور اس کے بندے کا بھی بندہ ہو کیونکہ جو ہستی اسے اپنی بارگاہ کی جانِب کھینچ کرلے جائے وہی اس کی معبود بھی ہوگی اور جس کے اثرات اس پر مُرتّب ہوں گے وہی اس کا ربّ ہوگا اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے عِبادت گزار بندوں اور عُلَمائے ربَّانیِّین کے نزدیک یہ اُلُوہِیَّت و رَبُوبِیَّت میں شرک ہے۔ چنانچہ یہی وہ بندہ ہے جس کی ہلاکت و بربادی کے متعلق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہلاک ہو جائے دِرہم و دینار کا بندہ، ہلاک ہوجائے بیوی کا غلام اور ہلاک ہوجائے لباس (فاخرہ) کا بندہ۔''[1]

پس یہی وہ بندے ہیں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے شُمار میں ہیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ (پ ۱۶، مریم: ۹۳، ۹۴)

ترجمۂ کنز الایمان: آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حُضور بندے ہو کر حاضِر ہوں گے۔ بیشک وہ ان کا شُمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گِن رکھا ہے۔

نفسِ اَمّارہ والے لوگ (شیطان کی) فریب کاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور خواہشِ نفسانیہ کے مُوافِق اور اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے مُخالف ہوتے ہیں جبکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی شان یہ ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پ ۱۹، الفرقان: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنۃ المال، الحدیث: ۶۴۳۵، ص ۵۴۰ دون قولہ ''عبد الزوجۃ''

قرآنِ کریم میں ان بندوں کی مزید شان بھی بیان کی گئی ہے یعنی وہ نفسِ **مَرْحُومَه**، **مُطْمَئِنَّه** اور **مَرْضِيَّه** کے مالک ہوتے ہیں۔ نیز رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے بندے اہلِ علم وحکمت ہیں، ان کا علم ،علمِ لَدُنِّی ہے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔

مرتبۂ ابدال پر فائز ہونا

مُرید اَبدال کے مرتبہ پر اس وقت ہی فائز ہوسکتا ہے جب وہ صِفاتِ عُبُودِیَّت کو صِفاتِ رَبُوبِیَّت کے ساتھ، اخلاق وصفاتِ شیاطین کو صفاتِ مومنین کے ساتھ اور جانوروں کی فطری خُصوصیات کو اوصافِ رُوحانِیّین یعنی اذکار و عُلوم کے ساتھ بدل دے۔ ایسا کر لینے سے وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مُقَرَّب اَبدالوں میں سے ایک اَبدال شُمار ہوگا۔

نفس پر غلبہ حاصل کرنے کا طریقہ

(صاحبِ کتاب حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس وصف کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا مالِک بن جائے۔ بندہ جب نفس کا مالِک بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے نفس کو مُسَخَّر کردیا جاتا ہے اور بالآخر وہ اس پر غالِب آجاتا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے نفس کا مالِک بننا چاہتے ہیں تو جلدی نہ کریں بلکہ پہلے اس پر سختی کریں اور اسے کوئی بھی آسانی فراہم نہ کریں، اگر اس طرح آپ نے اس پر غَلَبہ حاصل کرنے کی کوشش کی تو یقیناً اس پر غالب آجائیں گے اور اگر اس پر سختی نہ کی تو وہ آپ پر غالِب آجائے گا۔ اگر کامیابی چاہتے ہیں تو اس کی خواہشات پوری نہ کریں بلکہ اس کا ہر طرف سے مُحاسَبہ کریں کیونکہ اگر آپ نے اسے نہ روکا تو یہ آپ کو بھی اپنے ساتھ ہی بہالے جائے گا۔ لہٰذا اگر اس پر قدرت چاہتے ہیں تو اس کی خواہشات کے اسباب کا خاتمہ کرکے پہلے اسے کمزور کریں اور اس کی شَہوات کے سامان کو روک کر رکھیں ورنہ وہ آپ پر قابو پا کر آپ کو پچھاڑ دے گا۔ نفس پر قابو پانے کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ہر ساعَت اور ہر گھڑی اس کا مُحاسَبہ کیا کریں بلکہ ہر لمحہ اس کی کڑی نگرانی کریں اور دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال پر عمل کرنے کے بجائے پہلے تَوَقُّف کریں اور سوچیں کہ اگر یہ خیال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے ہو تو اس سے پہلے کہ یہ فوت ہوجائے اس پر فوراً عمل کرگزریں اور اگر وہ خیال **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے نہ ہو تو فوراً اسے دل سے نکال دیں تاکہ وہ پختہ نہ ہونے پائے بلکہ اس خیالِ غیر کو خیالِ یار سے بدل دیں تاکہ وہ آپ کو نہ بدل سکے۔

عمر میں برکت کا مفہوم

ایک حدیثِ پاک کی تاویل میں مروی ہے کہ "نیکی عُمر میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے۔"[1] اورلوگوں میں بھی عام طور پر ایک دُعا مشہور ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری عُمر میں برکت دے۔" یا پھر "اس کی عُمر میں بَرَکت ہو۔"

عُمر میں برکت سے مُراد یہ ہے کہ آپ اپنی چھوٹی سی عُمر میں حالتِ بیداری کے سَبَب وہ مَقام ومرتبہ پانے میں کامیاب ہو جائیں جو آپ کے علاوہ دوسرے افراد اپنی طویل عُمر میں غفلت کے سَبَب نہ پا سکے۔ اس طرح ایک ہی سال میں آپ اس بُلند مَقام پر فائز ہو جائیں گے جس مقام پر کوئی دوسرا شخص 20 سالوں میں فائز نہ ہو سکا۔

مقربین وغافلین کے درجات میں تفاوت

صِفاتِ رَبوبیَّت کی تجلّی کے وقت خواص مُقرّبین بُلند درجات پر فائز ہوتے ہیں اور ان اوقات میں ان کے قلوب کے مختصر اعمال واذکار میں سے اگر کچھ رہ بھی جائیں تو اُن کی تلافی اِس تجلّی سے ہو جاتی ہے۔ پس ان کے ذکر یعنی ان کے تسبیح وتہلیل کرنے یا حمد بیان کرنے یا تدبر وتفکر کرنے اور مُشاہدۂ قُرب کا تذکرہ کرنے، صفاتِ رَبوبیَّت کا وِجدان حاصِل ہونے، حبیب کی جانب دیکھنے اور قریب سے قریب تر ہونے کا ایک ذرّہ بھی غافلین کے پہاڑوں کی مثل اعمال سے افضل ہے کیونکہ غافِلین کو صِرف اپنے نُفوس کا وِجدان حاصِل ہوتا ہے اور وہ صرف مَخلوق کا ہی مُشاہدہ کرتے ہیں۔ مگر عارِفین کا قِیام ان کے مُشاہدے سے ہوتا ہے اور وہ قُرب وحُضوری کے لمحات میں اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھتے ہیں، ان کی مِثال لَیلَۃُ القَدر میں عبادت کرنے والے اس شخص جیسی ہے جس کی عبادت اگر اس رات کے مُوافق ہو جائے تو وہ عِبادت ہزار مہینے کی عِبادت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ جبکہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ عارِف کی ہر رات لَیلَۃُ القَدر ہوتی ہے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم سے مروی ہے کہ ہر وہ دن جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ کی جائے وہ ہمارے لئے عید کا دن ہے۔

---

[1] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی القدر، الحدیث: ۹۰، ص ۲۴۸۳

غفلت میں گزرنے والے ایام

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحاقّۃ: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رَچتا ہوا صِلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

حضرت سیِّدُ نا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ بالا کی جب تِلاوت کرتے تو فرماتے: ''اے میرے بھائیو! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ایّامِ خالیہ یہی ہیں، پس انہیں کوشش ومحنت سے بَسر کرو اور انہیں ضائع مت کرو اس طرح کہ تم انہیں حُسنِ مُعاملہ سے خالی چھوڑ دو بلکہ ان ایّام میں اپنی آخرت کے کاموں میں مشغول نہ ہونا محرومی ہے۔

قِیامَت کے دن گناہگار کہیں گے:

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ (پ۷، الانعام: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی۔

یعنی ان کا یہ افسوس اُن ایّامِ خالیہ میں نیک اعمال نہ کرنے پر ہوگا جو ان کے لئے آخرت کا زادِ راہ حاصل کرنے اور اُخروی ٹھکانے کی کامیابی کا سبب بن سکتے تھے۔

اور نفسِ امّارہ والے لوگ کہیں گے:

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (پ۲۴، الزمر: ۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللّٰہ کے بارے میں کیں۔

یعنی یہاں ﴿فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ ایامِ دنیا ہیں جن میں انہوں نے زندگی برباد کی، لہٰذا کل بروزِ قِیامَت وہ دن اجر وثواب اور جزا سے خالی ہوں گے اور ایک قول ہے کہ وہ دن تو اپنے اوقات کے ساتھ گزر گئے مگر ان کے احکام ہمیشہ کے لئے رہ گئے، ان کی خواہشات تو ختم ہوگئیں مگر ان کی سزائیں باقی رہ گئیں۔

اوقاتِ محاسبہ

(شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اگر آپ عارِفین کے مَقامات کے اعتبار سے اپنے نفس کا مُحاسَبہ

نہ کر پائیں اور نہ ہی اس طرح نفس کا مُراقَبہ ممکن ہو تو بھی اہلِ وَرَع وتقویٰ کے مقام کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں اور نہ ہی کبھی توبہ کرنے والوں کے حال سے جُدا ہوں اور رات دن میں مُحاسَبۂ نفس کے لئے دو۲ اوقات مُتعیّن کر لیں:

(۱)......نمازِ چاشت کے بعد کہ رات گزرنے کی کیفیّت کیسی تھی اور کتنا وقت غفلت کا شِکار رہے؟ اگر نعمت پائیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کریں اور اگر کوئی مُصیبت دیکھیں تو اس سے مَغْفِرت چاہیں، پس اگر آپ نے اپنی حالت میں مومنین کے اوصاف پائے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کئے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کی اُمّید رکھیں اور خوشی محسوس کریں، لیکن اگر اپنے دل میں اور حالت میں مُنافقین کے اوصاف پائیں یا جاہلین کے اخلاق میں سے کوئی ایسا خُلْق پائیں جس کی مَذمَّت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کی ہو اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا ہو تو غمزدہ ہو جائیں اور ایسی باتوں سے توبہ کر کے بخشش کا سوال کرتے رہیں۔

(۲)......دوسری مرتبہ اپنے نفس کا مُحاسَبہ نمازِ وِتْر کے بعد اور سونے سے پہلے کریں کہ دن گزرنے کی کیفیّت کیسی رہی؟ یعنی کیا طویل وقت غفلت اور بُرے مُعاملات کی ادائیگی میں تو بسر نہیں کیا، نیز جو عمل کئے، کیسے کئے؟ اور جو اعمال چھوڑے، کیوں اور کس کی خاطر چھوڑے؟ تاکہ زیادتی ونقصان معلوم ہو اور آپ اس کے سبب اپنی حرکات وسکنات میں موجود تکلف واخلاص جان سکیں۔

تکلف واخلاص

رضائے ربّ الانام کے لئے دن میں آپ کی ادا کردہ تمام حرکات وسکنات اخلاص کا سبب ہوں تو آپ کا اجر و ثواب قِیامَت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہوگا۔ پس توفیق کی نعمت اور ہلاکت سے بچاؤ کے احسان پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائیں اور اگر آپ کی حرکات وسکنات خواہشِ نفس اور کسی دنیاوی غرض کے تابع ہوں تو یہ تکلُّف ہے جس کی خبر دیتے ہوئے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اس اُمَّت کے مُتقین تکلف سے بَری ہیں۔

لہٰذا قیامت کے دن حِساب وکِتاب کے وقت آپ پر سزا واجب ہوگی، ہاں اگر مولائے کریم عَزَّوَجَلَّ مُعاف فرما دے تو بچ سکتے ہیں۔ اس لئے بہترین توبہ کرنے اور اچھے انداز میں مَعْذِرَت کرنے کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے معافی طلب

کریں اور اس سے ڈریں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو آپ کے نفس کے حوالے کر دے ورنہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

ممکن ہے کہ ان دونوں مَعانی کا مُشاہَدہ یعنی جن اعمال کو سرانجام نہ دے سکے ان کا خوف اور جن پر عمل کیا ان کے قبول کر لئے جانے کی شدید خواہش آپ کو سونے نہ دے، غفلت دور کر دے اور آپ شب بیدار بن جائیں اور آپ کا شُمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے جن کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کئے ہیں:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ٘ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی کروٹیں جُدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے ربّ کو پکارتے ہیں ڈرتے اور اُمّید کرتے۔

بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کا اندازِ محاسبہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ جس طرح (کاروبار میں) شریک دو۲ افراد ایک دوسرے کا سختی سے مُحاسَبہ کرتے ہیں بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن اپنے نفس کا مُحاسَبہ اس سے بھی زیادہ سختی سے کیا کرتے تھے۔[1]

اسبابِ غفلت

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی علامت یہ ہے کہ بندہ دوسروں کے عُیوب بیان کرتا رہے اور اپنے عُیوب کو بھول جائے اور گمان رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں پر ناراض ہے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے مَحبّت کرنے والا ہے۔

نفس کا مُحاسبہ و مُراقبہ ترک کر دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے پیدا کردہ طویل غفلت کا نتیجہ ہے، دنیا میں جو غافِل ہوں گے آخرت میں خَسارہ اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ عاقبت مُتّقین کے لئے ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ (پ ۱۴، النحل: ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ غافلین ہی آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں اور بندے کی طویل غفلت مَعْبُودِ برحق عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث الکیس......الخ، الحدیث: ۲۴۵۹، ص ۱۸۹۹ مفهوماً

کی جانب سے دل پر مُہر لگانے کے سَبَب ہے، ظاہِری غفلت سے مراد دل کا باطنی غلاف ہے۔

دل پر مہر لگنے اور زنگ آلود ہونے سے مراد

دل پر مہر سے مراد یہ ہے کہ مُسلسل گُناہ کرنے کے سبب ایک کے اوپر دوسری مُہر لگتی رہتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جو بڑھتا ہی رہتا ہے اور آخر بندے کے لئے سزا کا باعِث بنتا ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین:۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

منقول ہے کہ یہاں خبیث اور مالِ حرام کمانے والے لوگ مُراد ہیں اور تفسیر میں ہے کہ یہاں دلوں کے زنگ آلود ہونے سے مراد گناہ پر گناہ کرنا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہو جائیں۔[1]

اسبابِ معصیت

لگا تار گناہوں میں مُبتلا رہنے کے اسباب یہ اُمور ہیں: ❁......مُراقبہ سے غفلت ❁......ترکِ مُحاسبہ ❁......توبہ میں تاخیر ❁......اِستِقامت میں ٹال مٹول اور ❁......عدمِ اِستِغفار وندامت۔

ان سب اُمور کی اَصل دنیا کی مَحبَّت اور دنیا کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام پر ترجیح دینا اور خواہشاتِ نفسانیہ کا دل پر غالب آجانا ہے۔ کیا آپ نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ۱۴، النحل:۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی اور اس لئے کہ اللّٰہ (ایسے) کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ یہ ہیں وہ جن کے دل پر اللّٰہ نے مُہر کردی ہے۔

اس کی دلیل اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں ہے:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ (پ۳۰، النازعات:۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نفس کو خواہش سے روکا۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ۳۰، المطففین، تحت الایۃ ۱۴، ج۱۰، الجزء التاسع عشر، ص ۱۸۳

مراد یہ ہے کہ نفس کو دُنیا کو ترجیح دینے سے روکا جائے کیونکہ قرآنِ کریم میں صراحت کے ساتھ ایسے لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ وہ سرکش اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے والے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ (پ۲۶، محمد:۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جن کے دلوں پر اللہ نے مُہر کر دی اور اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

پس خواہشِ نفس کی پیروی دل پر لگنے والی مُہروں سے پیدا ہوتی ہے اور دل کی مُہروں کا سبب گناہوں کی سزا ہے اور عُقُوبت و سزا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام کو سمجھنے سے بہرہ ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (پ۹، الاعراف:۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

کفر کی بنیادیں

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم غفلت کو کُفر شمار کیا کرتے۔ چنانچہ ایک طویل رِوایت میں ہے کہ جب حضرت سیِّدُنا سلیمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْه نے ان کی خِدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''ہمیں کُفر کے مُتعلق آگاہ فرمائیں کہ اس کی بنا کن اُمور پر ہے؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے چار مَقامات ہیں۔ یعنی شک، جَفا، غَفلت اور اندھا پن۔'' [1]

دل کی سماعت سے محرومی

جب دل کی غَفلت بہت زیادہ ہو جائے تو بندے پر فِرشتے کا اِلہام کم ہو جاتا ہے، اسے دل کی سَماعت کہتے ہیں، کیونکہ غَفلت کا طویل ہونا دل کو سننے سے بہرہ کر دیتا ہے اور فِرشتے کے کلام کو نہ سننا گناہوں کی سزا ہے جبکہ فرشتے کا بندے کو خیر و بھلائی اور طاعت و عبادت پر ثابِت قدم رکھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وحی اور بندے پر اس کے فضل و

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی، الحدیث: ۴۳۴۳۷، ج ۱۳، ص ۳۱۱

کرم کا سبب ہے۔کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاؕ (پ۹، الانفال:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جب اے محبوب تمہارا ربّ فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔

ایک رِوایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام فرشتوں کا کلام سننے سے محروم ہو گئے تو انہیں وَحْشَت محسوس ہونے لگی اور انہوں نے عرض کی: ''اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں فِرشتوں کی باتیں نہیں سن پا رہا؟'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''اے آدم! اس کا سبب تیری لَغْزِش ہے۔'' [1]

بندے نے جب فرشتوں کا کلام ہی نہ سنا تو مالِک عَزَّوَجَلَّ کا کلام بھی نہ سمجھا اور جب اس نے کبھی کلام ہی نہ سنا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دعوت پر لبیک بھی نہ کہا ہو گا کیونکہ پکار کا جواب پُکار سننے والے ہی دیتے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور بندے کے درمیان گناہوں کے سامنے ایک حَد مُقرّر کر دی گئی ہے۔ چنانچہ بندہ جب اس حد تک پہنچتا ہے تو اس کے دل پر مُہر لگا دی جاتی ہے اور پھر کبھی بھی اسے خیر و بھلائی کی توفیق نہیں دی جاتی۔ پس اے حُدود سے تجاوُز کر جانے والے انسان! توبہ میں جلدی کر اور اس حد تک پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً واپس لوٹ آ، ورنہ تھکاوٹ اور مَشَقّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مہر لگانے والا فرشتہ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے عرش کے ساتھ مُعلّق رہتا ہے، جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء کی حُرمت پامال کی جاتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دلوں پر مُہر لگانے والے اس فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ ان لوگوں (کے دل کی آنکھوں) کو اندھا کر دیتا ہے۔'' [2]

یہی وہ قُفْل ہے جس کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس طرح فرمایا ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ (پ۲۶، محمد:۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر ان کے قُفل لگے ہیں۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی المناسک، حدیث الکعبة، الحدیث: ۳۹۸۷، ج۳، ص ۴۳۴ مفهوماً

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۳۷۹۳، ج۲، ص ۵۲

قساوتِ قلبی

جس قَساوَتِ قلبی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہلاک ہوجانے سے ڈرایا ہے، یہ بھی طویل غفلت کی پیداوار ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: تو خرابی ہے ان کی جن کے دل یادِ خدا کی طرف سے سخت ہوگئے ہیں۔ (پ۲۳، الزمر: ۲۲)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس قَساوَتِ قلبی کا ذکر نفاق کے ساتھ ملا کر کیا ہے اور اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ اہلِ نِفاق اور سخت دل لوگوں کے لئے شیطان کے اِلقا کو ایک فتنہ بنا دے گا۔ شیطان کے اِلقا کی کَثرت اس وقت ہوتی ہے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ یا اس کے مُقَرَّر کردہ فرشتے کا اِلہام کم ہوجاتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (پ۱۷، الحج: ۵۳) ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو فتنہ کردے ان کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔

یعنی سخت دل والوں کے لئے یہی معاملہ ہے۔ قَساوَتِ قلبی حقیقت میں دُوری کا نتیجہ ہے اور دُوری خِیانَت کی سزا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ بات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں تدبّر و تفکّر سے معلوم ہوئی ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ (پ۶، المآئدۃ: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لَعْنَت کی اور اُن کے دل سخت کر دیئے۔

یعنی انہوں نے عہد توڑ کر خِیانَت کی اور ہم نے انہیں دور کردیا اور پھر لگاتار گناہوں کی وجہ سے ان کے دل سخت کر دیئے یعنی جھُوٹ، نِسیان اور ان کے کثرت سے خِیانَت اور بُہتان لگانے میں مُبتَلا ہونے کی وجہ سے۔ پس وہ گناہ کرتے رہے اور ان کے دل پر مُہریں لگتی رہیں، آخر ان کے دل محجوب یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلام کی سماعت سے بہرے ہو گئے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (پ۹، الاعراف:۱۰۰) ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں۔

پس اس مُہر کی جِلا تقویٰ ہے جو سماعت کی کُنجی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

❁......❁......❁

مال میں برکت

حضرت قَیس بن سَلْع انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ان کے بھائیوں نے حُضُور پاک، صاحِبِ لولاک، سَیّاحِ افلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ان کی شِکایت کی کہ وہ فُضول خرچی کرتے ہیں اور اس معاملے میں بہت کھلا ہاتھ ہے، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: **یَا قَیْسُ! مَا شَأْنُ اِخْوَتِکَ یَشْکُوْنَکَ یَزْعَمُوْنَ اَنَّکَ تُبَذِّرُ مَالَکَ، وَتَنْبَسِطُ فِیْہِ** ۔یعنی تمہارے بھائیوں کا کیا مسئلہ ہے، وہ اس گمان پر تمہاری شکایت کررہے ہیں کہ تم اپنے مال میں بہت فُضول خرچی کرتے ہو اور تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہے؟ میں نے عرض کی: **یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ اٰخُذُ نَصِیْبِیْ مِنَ الثَّمَرَۃِ فَاُنْفِقُہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَعَلٰی مَنْ صَحِبَنِیْ** ۔یعنی یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں آمدنی سے اپنا حصّہ لے کر اللہ کی راہ میں اور اپنے دوستوں میں خرچ کردیتا ہوں تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے سینہ پر (شَفْقَت کے ساتھ) دستِ اقدس مارا اور تین مرتبہ فرمایا: **اَنْفِقْ یُنْفِقِ اللّٰہُ عَلَیْکَ** ۔خرچ کر اللہ تجھے عطا فرمائے گا۔ (راوی فرماتے ہیں) اس کے بعد جب بھی میں راہِ خدا میں نکلتا تو میرے پاس اپنی سَواری ہوتی اور آج میرا یہ حال ہے کہ میں مال و آسائش میں اپنے اہلِ خانہ (بھائیوں) سے بڑھ کر ہوں۔ (المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۵۳۶، ج۸، ص۲۴۷)

اہلِ مراقبہ ومشاہدہ میں فرق

اہلِ مُراقَبہ کا مُشاہَدہ، اہلِ مُشاہَدہ کا پہلا مُراقَبہ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ جس کا مقام مُراقَبہ ہو اس کا حال مُحاسَبہ ہوتا ہے اور جس کا مقام مُشاہَدہ ہو اس کا وصف مُراقَبہ ہوتا ہے۔

وقت کی اہمیت

اہلِ مُراقَبہ میں سے کسی فرد کے مُشاہَدہ کی ابتدا یہ ہے کہ وہ اس بات کو یقینی طور پر جان لے کہ اس کا کوئی بھی وقت خواہ کتنا ہی مختصر ہو، تین۳ باتوں سے خالی نہ ہو:

(۱)......اس وقت میں اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی فرض لازم ہو جس کی دو۲ صُورتیں ہو سکتی ہیں: اسے کسی امر کے بجالانے یا چھوڑ دینے یعنی **مَنْہِیات** سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہوگا۔

(۲)......وہ وقت کسی مُسْتَحَب کام کی ادائیگی میں صَرف کرے یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کا باعِث بننے والے خیر و بھلائی کے کسی امر کی ادائیگی میں سَبْقَت لے جائے اور نیکی کا کام وقت خَتْم ہونے سے پہلے پہلے کر لے۔

(۳)......اس وقت کوئی ایسا مُباح کام سرانجام دے جس میں جسم اور دل دونوں کا فائدہ ہو۔

مومن کے لئے مذکورہ اوقات کے علاوہ کوئی چوتھا وقت نہیں، اگر اس نے کوئی چوتھا وقت نکالا تو وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تَجاوُز کرنے والا شُمار ہوگا اور جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُدود سے تَجاوُز کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر ظُلْم کرنے والا اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی راہیں پیدا کرنے والا یعنی بدعتی شُمار ہوگا۔ پس جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے دین میں نئی باتیں پیدا کرے وہ متقین کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے والا ہے۔ کیا آپ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی اس کے لئے جو دھیان کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے۔

(پ ۱۹، الفرقان: ۶۲)

رات اور دن کے درمیان کوئی تیسرا وقت نہیں ہے، کیا آپ دونوں اوقات یعنی رات اور دن کے درمیان کوئی ایسا وقت پاتے ہیں جس میں جہالت کا مُظاہرہ کیا جائے یا نفسانی خواہش کی پیروی کی جائے؟

ذکر و شکر

ذکر، ایمان وعلم کا نام ہے اور اس کا تعلّق تمام اعمالِ قُلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور شکر، ایمان اور عِلْم سے حاصل شدہ ان احکام پر عمل کرنے کا نام ہے جن کا تعلّق (دل کے علاوہ) تمام اعضائے جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکر و شکر کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ (پ۲۲، سبا:۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے داود والو شکر کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ۛ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِیْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ؑ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۱، ۱۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تِلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پُختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

مزید ارشاد فرمایا:

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ؕ (پ۵، النسآء:۱۴۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

جب طویل قِیام کے باعِث حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قدَمَین شریفین مُتوَرِّم (مُ۔تَ۔وَرْ۔رِم) ہو گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کے مُتعلّق عرض کی گئی تو ارشاد فرمایا: ''کیا میں اپنے

پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' [1]

جس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد شکر ہے تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے عمل کر کے بتا دیا کہ واقعی شکر سے مراد عمل ہے۔

مراقبہ کا ابتدائی وقت

مُراقَبہ کی اِبتدا کا وقت اہلِ مُراقَبہ کی بیداری سے شروع ہوتا ہے یعنی جب وہ بیدار ہوں تو سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ کیا اس وقت ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوَامِر ونَوَاہی میں سے کوئی فرض لازم ہے یا نہیں؟

❁......اگر ہو تو اپنے اعمال کی اِبتدا اسی سے کریں یہاں تک کہ اس سے فارِغ ہو جائیں۔

❁......اگر کوئی ایسا فرض نہ پائیں تو پھر ان کا وہ وقت مُستحبات وفضائل سے خالی نہ رہے بلکہ جن اُمور کو افضل پائیں ان پر عمل کرنا شروع کر دیں۔

❁......اگر اس لمحہ کسی عمل میں ادنیٰ سی فضیلت بھی نہ پائیں تو پھر چاہئے کہ بندہ اپنے نفس سے ذاتی بہتری وبھلائی کے لئے اور اپنے آج کے دن سے گزرے ہوئے کل کی خاطِر کچھ کمائی کر لے اور اپنی موجودہ ساعَت سے پورے دن کی کمائی کر لے، نیز اپنی دنیا سے آخرت کے لئے کچھ حاصِل کر لے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں حکم دیا ہے:

وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا (پ۲۰، القصص:۷۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور دنیا میں اپنا حصّہ نہ بھول۔

یعنی دنیا سے اپنی آخرت کے لئے اپنا حصّہ لینا نہ چھوڑ دے۔ دنیا سے اسی طرح حُسْنِ سُلوک کرو جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ، ورنہ اپنا دنیاوی حصّہ کھودو گے اور اُخروی حصّے میں سے بھی کچھ باقی نہ بچے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تمہیں اس اجر وثواب سے محروم کر دے گا جس کا اس نے اپنے دوستوں سے وعدہ فرما رکھا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمان ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ ؕ (پ۱۰، التوبة:۶۷) ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله (لیغفر لک......الخ)، الحدیث: ۴۸۳۶، ص ۴۱۳

یعنی انہوں نے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑا تو اس نے بھی انہیں چھوڑ دیا۔ بندوں کے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ دینے سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنا حصّہ چھوڑ دیا اور **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو چھوڑ دینے سے مُراد یہ ہے کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اُخروی اجر و ثواب کو ختم کر دیا۔

ایک عقل مند شخص اپنے وقت اور عمر کو غنیمت جانتا ہے اور جس آخرت کے آنے کا اسے کامل یقین ہے اس کے لئے وقت و عمر میں سے ضَرور کچھ حاصِل کر لیتا ہے، وہ اپنے وقت کو ان اعلیٰ و بہترین اعمال کی انجام دہی میں بسر کرتا ہے جو اسی وقت کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور کسی دوسرے وقت میں ادا نہیں کئے جا سکتے۔ یعنی اگر وقت خَتْم ہو جائے تو بندہ ان اعمال پر عمل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ سب سے افضل عمل وہی ہے جس کی ادائیگی پر بندہ قادر ہو اور اس کا عِلْم اس کی جانِب اس کی راہنمائی کرے تا کہ وہ اپنے عمل کو اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے خالِص کر سکے۔

اہلِ مراقبہ کی دو حالتیں

بندہ کسی بھی لمحہ خواہ وہ مختصر ہی ہو دو حالتوں سے خالی نہیں ہو سکتا، یعنی یا تو مَقامِ نعمت میں ہو گا یا پھر مَقامِ مُصیبت و ابتلا میں۔ پس مقامِ نعمت میں بندے پر شکر کرنا اور مَقامِ اِبتلا میں صَبْر کرنا لازم ہے۔ بندہ جب مَقامِ نعمت یا مَقامِ اِبتلا پر فائز ہوتا ہے تو اس کے بعد ہر لمحہ نعمت کے مُشاہَدے میں مَصروف رہتا ہے یا پھر مُنْعِم یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے مُشاہَدے میں مَشغول رہتا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس کا کوئی وقت مالِک کے وُجود اور مملوک کی حاضری سے خالی نہیں ہوتا۔ پس اس پر لازم ہے کہ واجِبُ الوُجود کی عِبادت کرتا رہے اور اس کی بارگاہ میں ہر دم حاضر رہے۔

مُراقبہ حُضوری کی علامت ہے اور مُحاسبہ مُراقبہ کی دلیل ہے اور بندے کو یہ نعمت اس کے ادنیٰ اوقات یعنی وقتِ مُباح میں بھی حاصِل ہو سکتی ہے، جو احوالِ مومن کی ایک ادنیٰ حالت ہے یعنی اسے اس مباح وقت میں بھی مُنْعِم یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ یا اس کی نعمت کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے تا کہ اس کا کوئی بھی لمحہ و وقت ضائع نہ ہو یعنی یہ وقت بھی دنیا کے کاموں میں مَصروف ہو کر نہ گزر جائے بلکہ وہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا رہے یا اس کی کسی ایسی نعمت کا ذکر کرتا رہے جو مُنْعِم یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے حُصول میں اس کی رہنمائی کرے یا اسے اس کی بارگاہ تک لے جانے والے راستے کی جانِب نکال دے اور وہ اپنی آخرت میں اس سے نَفْع مند ہو کیونکہ آخرت مُتَّقِین ہی کے لئے ہے۔

اگر وہ مُنْعِم عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ کرے گا تو ہیبت کی وجہ سے سُکون ووقار والی حیا اس پر چھا جائے گی، یہ حالت خواص کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر نعمت کا مشاہدہ کیا تو اس کا تمام وقت شکر ادا کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے گزرے گا۔ یہ حالت عام خواص کے لئے ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پہلی قسم کے اَفراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (پ۲۷، الذاریات: ۴۹، ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔ تو اللہ کی طرف بھاگو۔

اور دوسری قسم کے افراد کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (پ۲۷، الذاریات: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

پہلی قسم کے لوگوں کے مقام کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (پ۱۸، المؤمنون: ۸۷، ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خِلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

اور دوسری قسم کے افراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۸۴، ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ اب کہیں گے کہ اللہ کا تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

عقل مندوں کے لئے نصیحت

ایک رِوایت میں عاقِل کی صِفات، مُراقِب کا حال اور اوقات کو ان مُناسِب کاموں میں صَرف کرنا مروی ہے جن کا ہم نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی طویل حدیثِ پاک میں تذکرہ کیا ہے، یعنی مومن کو تین کاموں کے علاوہ کسی کام کے لئے سَفر نہیں کرنا چاہئے: (۱)......آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کرنے کی خاطر

(۲)......مَعاش کی خاطر (۳)......حلال شے میں لذّت حاصل کرنے کی خاطر۔ چنانچہ عاقِل پر لازم ہے کہ اپنے اوقات چار حصّوں میں تقسیم کرلے: (۱)......ایک ساعت میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مُناجات کرے (۲)......ایک ساعت میں اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرے (۳)......ایک ساعت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کردہ کائنات میں تفکر وتدبر کے لئے خاص کردے (۴)......ایک ساعت کو کھانے پینے جیسی ضروریات کے لئے خالی رکھے کیونکہ اسی ساعت میں اسے باقی اوقات میں اُمور سرانجام دینے کے لئے مدد ومُعاوَنت حاصِل ہوگی۔

عَقْل مند کی صِفات میں سے تین مُجْمَل صِفات بھی ہیں، عَقْل مند کی علامت یہ ہے کہ (۱)......اپنی شان اور حالت کے اعتبار سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف مُتَوَجِّہ رہے (۲)......اپنی زبان کی حفاظت کرے اور (۳)......اپنے زمانے کو اچھی طرح جاننے والا ہو۔[1] اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی عزت کرنے والا ہو۔

پس وقتِ مُباح کی ابتدا میں مصائب وحاجات پیش آتی ہیں اور فاقے کرنا پڑتے ہیں، لہٰذا وقت سے پہلے تکلف سے کام نہ لے ورنہ اپنے وقت سے غافِل ہوجائے گا۔

دنیاوی مشاہدہ کے چار مقامات

دنیاوی مُشاہَدہ کے چار مَقامات ہیں اور ہر بندہ اپنے حال کے لحاظ سے اپنے مَقام ومرتبہ کے مُطابِق اس کا مُشاہَدہ کرتا ہے: ۞......بعض عِبرَت وبصیرت کی نِگاہ سے دنیا دیکھتے ہیں، یہ اُولُوا الْاَلْباب ہیں جن کے قلوب سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہاتھ اور آنکھیں رکھنے والے اور مقامِ عِبْرَت پر فائز ہیں۔ یہ مقام ان عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا ہے جو اَنْبیائے کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے وارِث ہیں ۞......بعض دنیا اور دنیا والوں کو رحمت وحکمت کی نِگاہ سے دیکھتے ہیں، یہ ڈرنے والوں کا مقام ہے ۞......بعض دنیا اور دنیا والوں کو ناراضی اور غصے کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، یہ مَقامِ زَاہِدین ہے ۞......بعض شہوت ورشک کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، یہ ہلاک ہونے والوں کا مَقام ہے اور مُراد وہ دنیادار لوگ ہیں جو صِرف دنیا کمانے کی جستجو میں مگن رہتے ہیں اور اس کے نہ ملنے پر حَسْرَت کا شِکار ہوجاتے ہیں۔

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۶ ابوذر الغفاری، الحدیث: ۱۵۵، ج ۱، ص ۲۲۲

مشاہدہ کی کیفیات وانعامات

۞ اگر بندے کو دنیا دیکھنے کی غرض سے عِبرت وحِکمت کی نِگاہ عطا کی جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا پر غَلَبہ عطا فرما کر اپنے ماسِوا سے مُسْتَغْنِی فرما دیتا ہے۔

۞ اگر خائِف کو دنیا دیکھنے کی خاطر رحمت کی نِگاہ دی جائے تو اس کے مَقام پر رشک کیا جاتا ہے اور اسے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عظیم نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔

۞ اگر زاہِد کو ناراضی کی نِگاہ عطا فرمائی گئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دُنیا میں اسے زُہد کے باعث نہ صرف دنیاوی آلائشوں سے نکال دیتا ہے بلکہ اسے چھوٹی سلطنت کے فوت ہو جانے کے عِوض بڑی سلطنت عطا فرماتا ہے۔

۞ اور جس کو حَسْرت ورشک کی نِگاہ سے آزمایا جائے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ہلاکت وبربادی میں ڈال دیتا ہے، پس وہ ہلاکتوں کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

۞......جو شخص کسی ذات کے خُلْق کا یا کسی صِفَت کے معنٰی کا مُشاہَدہ کرے تو اس کا وہ مشاہدہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ خُلْق یا صِفَت کسی نعمت یا عذاب کے مشاہدہ کا موجب ہوں اور یہی وہ مقامِ معرفت ہے جس پر بندہ فائز ہو جاتا ہے۔ عارفین کو اخلاق واوصاف پر دلالت کرنے والے جن افعال کا مُشاہدہ ہوتا ہے، یہ مُشاہدہ بھی ویسا ہی ہے، کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے سامنے ان مَعانی کو ظاہِر فرمایا تاکہ وہ ان سے اس کی ذات پر اِستِدلال کرتے ہوئے اس کا مُشاہَدہ کر سکے۔

۞ جس نے نفسانی خواہش کی آنکھ سے کسی شَہوَت کو دیکھا تو اس کا یہ دیکھنا ہی اسے خواہشاتِ نفسانیہ کی جانب لے جاتا ہے اور شیاطین اسے اُچک لیتے ہیں، ہوائیں اسے انتہائی دور دراز کسی پَسْت زمین میں لے جاتی ہیں، مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کے قریب لے جانے والے اور حبیب کی مَجلِس میں بِٹھانے والے یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حُضُور سُلوک کے تمام راستے الٹ ہو جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قرب سے محروم

جو قُرب نہ پا سکے وہ ہلاکت ودوری میں جا گرتا ہے اور اس سے مُراد وہ نااُمّید، نقصان اٹھانے والا، خائن اور

فتنے میں مُبتلا شخص ہے جس کا حال ہمیشہ ماضی سے بُرا اور مُستقبل حال سے بھی زیادہ برا ہو گا۔ پس ایسے شخص کے لئے زندہ رہنے کے بجائے مر جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اس کی زندگی اسے حبیبِ حقیقی سے مزید دُور کر دے گی اور اس کا اس حالت پر باقی رہنا اسے راہِ حق سے بھی روک دے گا، اس کا خواہشاتِ نفسانیہ کے حُصُول میں دیوانہ ہو جانا مزید دُوری کا باعث بنے گا اور غلبۂ نفس اسے نیکی کے کام کرنے سے بھی روک دے گا۔

عمر کے خاتمہ سے مراد

جب بندہ عملی خرابی کی حالت میں ہو اور یہ عملی خرابی مزید بڑھتی رہے تو گویا کہ اس کی عمر ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح وقت یا کوئی شے فوت اور خَتْم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عمر کا تعلق اُن اشیاء سے نہیں جو کسی ایک ہی شے کی طرح یکبارگی ختم ہو جاتی ہیں بلکہ عمر تو ایک کے بعد دوسرے وقت میں نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حِکْمَت سے ایک ایک جز کر کے ختم ہوتی ہے اور بندے کو ایک کے بعد دوسرے وقت اور ایک کے بعد دوسرے دن کی مُہلَت اور چھُوٹ دی جاتی ہے تا کہ وہ اس پر اس طرح چڑھتا رہے جس طرح کوئی سیڑھی پر ایک ایک زینہ کر کے چڑھتا ہے۔ اسی طرح بندہ اپنی عمر کے ایک وقت سے غافِل ہو کر دوسرے وقت میں اس کام کو بجا لانے کے بجائے اس وقت کو بھی کسی دوسرے کام میں گزار دیتا ہے اور بعض اوقات وقت گزر جانے کے بعد کوئی کام یاد تو آتا ہے مگر اگلے وقت میں اسے پھر بھول چکا ہوتا ہے۔ پس اس کی مشغولیت و فراغت اور یاد رکھنا و بھول جانا سب یکساں و برابر ہیں۔ اس طرح کبھی تو بندہ اس کام کی انجام دہی سے ہی رک جاتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ کسی دوسرے امر میں مشغول ہو جاتا ہے یہاں تک کہ دن ختم ہو جاتے ہیں اور اوقات بِیت جاتے ہیں اور موت کا وقت آ جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی گرفت

حالتِ غفلت میں بندے کی عقل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے تا کہ وہ خوش فہمی کا شِکار رہے، اس پر نعمتوں کی بارِش کی جاتی ہے تا کہ وہ حقیقت نہ جان سکے، نوازشیں اس پر برستی ہیں تا کہ وہ کچھ سمجھ نہ پائے، اس کی خاطر بَخْشِش کی اُمّید کا دروازہ کشادہ کر دیا جاتا ہے تا کہ اس کی بداعمالی میں اضافہ ہو، اس سے موت روک لی جاتی ہے تا کہ اس کا خوف دور ہو جائے، اس کے لئے آرزوئیں بکھیر دی جاتی ہیں اور خوف لپیٹ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جن باتوں سے وہ بے

خوف ہو چکا تھا اچانک اللہ عَزَّوَجَلَّ انہی کے سبب اس کی گرِفت فرماتا ہے اور اس کو زبردست گمراہی کی حالت میں پکڑ لیتا ہے۔جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (پ۱۹،النمل:۵۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خُفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ﴾ (پ۷،الانعام:۴۴)[1] کا بھی یہی مَفہوم ہے۔یعنی جب انہوں نے اس نصیحت کو چھوڑ دیا جو انہیں کی گئی تھی اور جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا تو ہم نے انہیں نعمتیں عطا کیں اور اپنی شکر گزاری بھلا دی تو ان سے مُسَلْسَل گناہ سرزد ہونے لگے اور ہم نے ان سے اِسْتِغفار کرنا بھی بھلا دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا﴾ (پ۷،الانعام:۴۴)[2] یعنی وہ اس سے پُرسکون ہو گئے اور اطمینان محسوس کرنے لگے اور انہوں نے اپنی اس حالت کو تبدیل کرنا چاہا نہ اس سے توبہ کی تو ﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾ (پ۷،الانعام:۴۴)[3] یعنی ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔مُراد یہ ہے کہ جب وہ بے خوف ہو چکے تھے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ایک قول کے مُطابِق یہ اچانک پکڑ 40 سال بعد ہوئی۔ پھر ان کی حالت کے متعلّق مزید ارشاد فرمایا: ﴿فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝﴾ (پ۷،الانعام:۴۴)[4] یعنی وہ حیران وشَشدر اور مُتَحَیِّر ومَبْہوت اور ہر خیر وبھلائی سے نااُمّید و مایوس ہو گئے۔

جان لیجئے کہ اگر بندے کی ہر ساعت پہلے سے بدتر اور ہر دن پہلے سے برا ہو کہ نہ تو وہ اپنے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کو راضی کر سکے اور نہ ہی کوئی تدارُک کر پائے تو اس کے تمام اوقات اور تمام اَیّام بُرائی میں ایک دن اور ایک ہی وقت کی مثل ہیں۔ یہ شخص اس فرد کی طرح ہے جس کی تمام عُمر وَقْتِ واحِد کی طرح ضائع ہو جائے کیونکہ اس وَصْف کی بنا پر عمر کے ضائع ہونے سے مُراد یہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے وقت مُؤَخَّر ہوتا رہے اور پھر آہستہ آہستہ اسے بالکل ہی فراموش کر دے۔ بندہ آہستہ

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئی تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔
[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا۔
[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔
[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔

آہستہ اپنا وقت گزار کر اپنی عُمر کے آخری حصّے میں پہنچ جاتا ہے اور ضائع ہونے کے اعتبار سے اس کی زندگی کو اِجمالاً دیکھا جائے تو وہ ایک ہی دن کی طرح ہے۔ پس اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کا کہا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافِل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔ (پ۱۵، الکہف:۲۸)

محاسبہ پر بندے کی کیفیت

اس کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو وعدہ اور وعید سے غافِل ہو اور جب پردہ ہٹے تو اس کی آنکھیں حیران رہ جائیں اور وہ مَبْہُوت کھڑا رہے اور جن اُمور سے غافِل رہا انہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں چکا چَوند ہو جائیں اور حد سے تَجاوُز کرنے پر حَسرت و یاس کی تصویر بن جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ﴿۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔ (پ۲۶، قٓ:۲۲)

ایک قول کے مُطابِق یہاں نِگاہ کی تیزی سے برے اعمال یا یقین کی جانب تیز نگاہوں سے دیکھنا مُراد ہے اور ایک قول ہے کہ یہاں نفع و نقصان کی اُمّید رکھتے ہوئے مِیزان کی سُوئی کو تیز نگاہوں سے دیکھنا مُراد ہے۔

اس شخص کی حالت اس جیسی ہے جس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں۔ (پ۱۶، مریم:۳۹)

منقول ہے کہ ان کے پاس موت اس حال میں آئی تھی کہ وہ اُمورِ دنیا میں مَشغول تھے۔ ایک قول کے مُطابِق وہ عورتوں کے مُعاملات میں مَصروف تھے۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے اوصاف کے مُتعلّق کہا گیا ہے:

وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جھوٹی طَمَع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ (پ۲۷، الحدید:۱۴)

یہاں ''جھوٹی طمع'' سے خواہشاتِ نفسانیہ کی جھوٹی اُمّیدیں مُراد ہیں اور ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم'' سے مراد ہے کہ موت آئی لیکن تم نے اس کے لئے کچھ بھی تیاری نہ کی۔ ان لوگوں کی مثال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل میں بیان کردہ ان لوگوں جیسی ہے جن کے مُفلِس ہونے اور مایوس ہونے کی خبر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس طرح دی ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗؕ (پ۱۸، النور: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اس نے اس کا حساب پورا بھر دیا۔

مرتبۂ صدیقین پر فائز ہونے کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا ابو محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ صدیقین کے مرتبہ تک حقیقت میں اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس میں یہ چار چیزیں نہ پائی جائیں: ❁...... مسنون طریقہ کے مُطابِق فرائض کی ادائیگی ❁...... وَرَع و تقویٰ کے اعتبار سے اکلِ حلال ❁...... ظاہر و باطن میں اُمورِ ممنوعہ سے اِجتناب اور ❁...... مرنے تک اسی حالت پر صَبْر و اِستِقامت کا مُظاہرہ۔[1]

عمل کی کوئی انتہا نہیں

حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! موت کے علاوہ بندے کے کسی عمل کی کوئی اِنتہا نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مومن وہ نہیں جو صرف کوئی عمل مہینہ و دو مہینے یا سال و دو سال تک کرے بلکہ مومن تو ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر قائم رہتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے ڈرتا رہتا ہے۔ کیونکہ ایمان نرمی میں سختی، یقین میں پُختہ عزم، صَبْر میں کوشش اور زُہد میں علم کا نام ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پ۲۶، الاحقاف: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔

[1] ...... اتحاف السادۃ المتقین، کتاب الحلال والحرام، الباب الاول، ج۶، ص ۴۵۹

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ بالا کی تلاوت فرمایا کرتے تو فرماتے: ''لوگوں نے یہ کلمہ کہا لیکن پھر اس سے رُجُوع کر لیا، پس کون ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم پر ظاہر و باطن میں اور تنگی وآسانی میں ثابت قدم رہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُعامَلہ میں کسی مَلامَت کرنے والے کی مَلامَت سے نہ ڈرے؟'' اور ایک مرتبہ فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی خاطِر اِستِقامت اِختیار کی اور لومڑیوں کی طرح فریب سے کام نہ لیا۔'' [1]

خود فریبی کا شکار

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس کے نزدیک فضائل (یعنی نَوافِل) کی طَلَب فرائِض کی ادائیگی سے زیادہ اَہَمِیَّت رکھتی ہو وہ دھوکے میں مُبتَلا ہے اور جو فرائِض کے علاوہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو کر اپنے نفس سے غافِل ہو جائے وہ بھی دھوکے میں مبتلا ہے۔

حضرت سیِّدُ نا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی اور دیگر بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المُبِیْن فرماتے ہیں کہ لوگ اُصولِ دین ضائع کرنے کی وجہ سے وِصالِ حق سے محروم ہو گئے۔

پس بندے کے لئے سب سے افضل یہ ہے:

- ......وہ اپنے نفس کی مَعْرِفَت حاصِل کرے۔
- ......جس بھی حالت پر قائم ہو اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُدُود اور اس کے احکام سے واقفیَّت حاصل کرے۔
- ......جن اُمور سے اسے مَنْع کیا گیا ہے سب سے پہلے ان سے اجتناب کرنے کے بعد علم کی مدد سے ان فرائض پر عمل کرے جن کی تدبیر اس نے ابھی تک نہ کی ہو۔
- ......خواہشِ نفس پر عمل پیرا ہونے سے پرہیز کرے۔
- ......اور نوافِل کی ادائیگی میں اس وقت تک مَصروف نہ ہو جب تک کہ فرائض سے فارِغ نہ ہو جائے کیونکہ نَفْل کی ادائیگی سلامتی حاصل ہونے کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے کہ جس طرح ایک تاجِر کو راسُ المال حاصِل ہونے کے

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عمر بن الخطاب، الحدیث: ۶۰۱، ص ۱۴۴

بعد ہی نفع حاصل ہوتا ہے اور جس پر سلامتی مُتعَذِّر و مُشکِل ہو وہ نَفل کی ادائیگی سے دور اور خود فریبی کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

فرض و نَفل کی ادائیگی میں اشکال

بعض اوقات دقیق معانی اور مخفی عُلوم کی وجہ سے نوافل اور فرائض آپس میں خَلْط مَلْط ہو جاتے ہیں اور بندہ نَفل کو فرض یا واجب خِیال کرتے ہوئے ادا کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بِن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نبیٔ مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں آواز دی مگر انہوں نے یہ گمان کرتے ہوئے جواب نہ دیا کہ ان کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھڑے رہنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ پس سلام کے بعد جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ”تمہیں کس چیز نے جواب دینے سے روکے رکھا؟“ عرض کی: میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سن رکھا؟ [1]

اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ (پ۹، الانفال: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بلاوے پر لبیک کہنا

پیکرِ حُسن و جَمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو حالتِ نماز میں بلانا اس لئے تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں باطنی عُلوم سکھائیں یا پھر ان کا علم مُلاحظہ فرمائیں کہ وہ اس پر کیسے عمل کرتے ہیں؟ اور حضرت سیِّدُنا ابوسعید رافع بن مُعَلّٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پکار پر لبیک کہنا نماز پڑھنے سے افضل تھا کیونکہ ان کی نماز نَفل تھی اور وہ اپنی مرضی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں حاضر تھے جبکہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جواب دینا ان پر فرض تھا اور جواب دینے کے باجود وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مُطیع و فرمانبردار ہی رہتے، پس شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پکار پر ان کے جواب دینے کی فضیلت

[1] ......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحة الکتاب، الحدیث: ۴۴۷۴، ص ۳۶۲ مفهوماً

نماز پڑھتے رہنے پر ایسے ہی ہے جیسا کہ فرض کی فضیلت نَفل پر ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے **اللّٰہ** کا حکم مانا۔ (پ۵، النسآء: ۸۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو تمہاری بَیْعَت کرتے ہیں وہ تو **اللّٰہ** ہی سے بَیْعَت کرتے ہیں۔ (پ۲۶، الفتح: ۱۰)

جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ دونوں جہانوں میں اپنے ایک عام بندے کے ساتھ ہوتا ہے تو کیا اپنے محبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ نہ ہوگا، پس یہاں (تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت بجالاتے ہوئے) **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا اس کی رَضامندی کے حُصول میں زیادہ مُؤَثِّر اور آخرت میں ان کے لئے زیادہ اجر وثواب کا باعِث تھا۔

متشدد صوفی

عہدِ نَبَوِی میں دو افراد نے عِبادت میں مُوَاخات قائم کی اور لوگوں سے جدا ہو گئے، ایک نے دوسرے سے کہا: ''آؤ! چلیں اور آج لوگوں سے الگ ہو کر کہیں بیٹھ جائیں اور خاموش ہو جائیں اور جو بھی ہم سے بات کرے گا اس کا جواب نہ دیں گے تا کہ یہ عمل ہماری عبادت میں اضافے کا باعِث ہو۔'' چنانچہ دونوں نے سب سے الگ ہو کر خاموشی اختیار کر لی، اچانک سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس سے گزرے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''غُلُوّ کرنے والے اور حد سے زیادہ مُعاملات میں غور وفکر کرنے والے ہلاک ہو گئے۔'' پس (جب ان دونوں کو معلوم ہوا تو) انہوں نے سرورِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضِر ہو کر مَعْذِرَت کی اور اپنے عمل سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کی۔

مسلمانوں کی جاسوسی

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک رات آپ نے دورانِ گشت

ایک دروازے میں سے چراغ کی روشنی دیکھ کر جھانکا تو پایا کہ کچھ لوگ شراب کے پاس بیٹھے ہیں۔آپ کو کچھ نہ سوجھا کہ کیا کریں؟ لہٰذا آپ مَسْجِد گئے اور حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس دروازے کے پاس لے آئے،انہوں نے بھی یہ سب کچھ دیکھ لیا تب امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے پوچھا: ''آپ کیا کہتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟'' انہوں نے عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے خیال میں ہم نے وہ کام کیا ہے جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں مَنْع فرمایا تھا کیونکہ ہم نے چھپی ہوئی بُرائی کی جاسوسی کی ہے اور اس پر آگاہ ہو گئے ہیں حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہم سے پردے میں رکھا تھا اور ہمیں حق نہیں کہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پردے کو ظاہِر کریں۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ان سے فرمایا: میرے خیال میں آپ صحیح اور سچ کہہ رہے ہیں، میں آپ سے الگ ہوجاتا ہوں۔پس وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''میرے خیال میں ہم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی ہے جبکہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں جاسوسی کرنے سے مَنْع فرمایا تھا۔'' تو امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔لہٰذا ان کا ہاتھ تھاما اور واپس پلَٹ گئے۔ [2]

حاضر دماغ بوڑھا

ایک رات امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُ نا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ رات کے وقت گشت فرمارہے تھے کہ اچانک ایک دروازے سے آپ نے جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص شراب کے مٹکے اور ایک لونڈی کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اور وہ لونڈی گانا گارہی ہے۔پس آپ دیوار پر چڑھ گئے اور اس سے فرمایا: ''تیرے جیسے بوڑھے شخص کا اس جیسے کاموں میں مُلَوَّث پایا جانا کتنا برا ہے۔'' تو اس بوڑھے نے کھڑے ہو کر عرض کی: ''اے امیر المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! میں آپ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا واسِطہ دیتا ہوں کہ

---

[1] ......نصاب الاحتساب، الباب الثاني والخمسون، ص ٣٣٩

[2] ......تفسير القرطبي، پ ٢٦، الحجرات، تحت الاية ١٢، ج ٨، الجزء السادس عشر، ص ٢٤٠

میری بات ختم ہونے سے پہلے کوئی فیصلہ نہ کیجئے گا۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''بولو۔'' اس نے عرض کی: ''اگر میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تین نافرمانیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔'' امیر المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی؟ تو وہ بولا: (۱) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جاسوسی کی حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس سے منع فرمایا ہے اور (۲) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ دیوار پر چڑھے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۹)[1] (۳)...... آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بغیر اجازت داخل ہوئے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا﴾ (پ۱۸، النور: ۲۷)[2] (یہ سن کر) امیر المومنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا ہے، کیا مجھے مُعاف کر سکتے ہو؟'' اس نے کہا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی مَغْفِرَت فرمائے۔ پس امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اس حال میں وہاں سے باہر نکلے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی آنکھوں سے اشک رواں تھے یہاں تک کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بلند آواز میں یہ فرمانے لگے: ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عمر کی مَغْفِرَت نہ فرمائی تو وہ ہلاک و برباد ہو گیا، تم ایک شخص کو پاؤ گے کہ جو بُرائی کی وجہ سے اپنی اولاد اور اپنے پڑوسیوں تک سے چھپتا پھرتا ہے لیکن اب وہ کہا کرے گا کہ امیر المومنین نے اسے دیکھ لیا ہے اور اسی جیسی باتیں کرے گا۔''[3]

عمل کا اظہار و اخفا

سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اگر اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو قبول کر لے اور اگر روزے سے ہو تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔''[4]

---

[1] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت توڑ کر آؤ۔

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

[3] ......روح البیان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ ۲۹، ج۶، ص ۱۳۱۹ جامع الاحادیث للسیوطی، الحدیث: ۲۱۵۴، ج۱۴، ص۸۷

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی الصائم یدعی الی ولیمۃ، الحدیث: ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ص۱۴۰۵

شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عمل ظاہر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بخوبی جانتے تھے کہ اس کا چھپانا زیادہ بہتر ہے۔ عمل کا اظہار اس اعتبار سے ہے کہ اس کے بھائی کے دل کو کوئی تکلیف نہ ہو اور اگر چھپانے سے اس کے بھائی کے دل کو کوئی ٹھیس پہنچے تو مومن کی اعمال پر فضیلت وحُرمت کی وجہ سے عمل کا اظہار اسے مخفی رکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اعمال کا دار و مدار عامل پر ہوتا ہے اور ان کا اجر وثواب عامل کی حیثیَّت کے مُطابِق دیا جاتا ہے نہ کہ عمل کی مقدار کے اعتبار سے، اس لئے کہ ایک ہی عمل میں بعض اوقات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے لئے چاہے اسے دوگنی جزا عطا فرماتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مومن عمل سے افضل ہوتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ بندے سے کہا گیا کہ اپنا عمل ظاہر کرکے اپنے بھائی کے دل سے تکلیف اور ناپسندیدگی کے اثرات دور کر دے، اس لیے کہ تیرے لئے ایسا کرنا عمل کو اس حالت میں چھپانے سے بہتر ہے کہ تیرا بھائی اپنے دل میں دُکھ محسوس کرے کیونکہ جب تیرا بھائی تجھے کسی ایسے کھانے کی دعوت دے جو اس نے تیری خاطر بنایا ہو اور تو اس کے پاس نہ جائے اور مَعْذِرَت کر لے تو وہ تیری مَعْذِرَت تو قبول کر لے گا لیکن اگر وہ تجھے دعوت دینے میں سچا تھا تو اس پر گراں (ناگوار) گزرے گا۔

عمل کے مخفی وظاہر کرنے کے متعلق حکایت

مروی ہے کہ ایک بزرگ چند لوگوں میں بیٹھے ہوئے دل ہی دل میں قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے تھے تاکہ کوئی ان کے عمل سے آگاہ نہ ہو کہ اچانک جب آیتِ سجدہ پر پہنچے تو انہوں نے سب کے سامنے سجدہ کیا جس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ قرآنِ کریم کی تِلاوت کر رہے تھے۔ [1]

حکایت کی وضاحت

ان کے اس عمل کو دیکھ کر شاید کوئی کم سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص یہ کہہ دے کہ انہوں نے اپنا عمل ظاہر کر دیا، اس

---

[1] ...... یہ ان بُزُرگوں کے انتہائی تقویٰ کا عالَم تھا کہ انہوں نے گوارا نہ کیا کہ آیتِ سجدہ پڑھیں اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ نہ کریں حالانکہ دل میں آیتِ سَجْدہ پڑھنے سے سجدۂ تِلاوَت واجِب نہیں ہوتا جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجِب ہو جاتا ہے، پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عُذْر نہ ہو تو خود سُن سکے، اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور وغُل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجِب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ملے آواز پیدا نہ ہوئی تو واجِب نہ ہوا۔ (بہارِ شریعت، جلد اول، ص ۷۲۸)

لئے کہ انہوں نے ایسا کام کیا جو ان کے عمل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ سجدہ نہ کرتے تو ان کا عمل مخفی رہتا اور یہی زیادہ فضیلت کا باعِث تھا۔ جبکہ انہوں نے خود ہی اس عمل کو ظاہر کر دیا جسے وہ چھپا رہے تھے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) یہ اِعْتِراض مُعاملات سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ہم نے اسی قسم کا اِعْتِراض کرتے ہوئے چند عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کو بھی سنا ہے، نیز کم عِلم مُریدین وسالِکین بھی اسی قسم کے اعتراضات کا شِکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ اس بزرگ کے سجدے پر اعتراض کرنے والے نے سمجھا ہے، بلکہ ایسا اعتراض کرنے والا اخلاص کی پیچیدگیوں کو کم سمجھنے والا اور عارِفین کے طریقوں سے ناواقف ہے اور وہ عامِل و عارِف جن سے یہ فعل منقول ہے وہ مُخْلِص فقیہ تھے کیونکہ انہوں نے دُو فضیلتیں ایک ساتھ جمع کر لیں۔ جب انہوں نے اپنے عمل کا آغاز کیا تو اسے مَخْفی رکھ کر ایک فضیلت پانے والے تھے مگر جب مَقامِ سجدہ آیا کہ جس کا اظہار کئے بغیر ادا کرنا ممکن نہ تھا تو انہوں نے لوگوں کی خاطر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قربت چھوڑ دینا مُناسب نہ سمجھا اور سر بسجود ہو گئے جیسا کہ حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح قراءت کی جیسا کہ مُسْتَحَب ہے۔ پس اس طرح وہ دوسری فضیلت پانے والے بھی ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس عمل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَضا کے لئے ظاہر کیا جیسا کہ پہلے انہوں نے اسی کی خاطِر عمل کو مخفی رکھا تھا اور اس لئے بھی کہ انہوں نے لوگوں کے دیکھنے کو تو چھوڑ دیا لیکن ان کی وجہ سے اپنا عمل نہ چھوڑا۔ اگر عمل چھپا کر سجدہ ترک کرنے میں فضیلت ہوتی تو جو شخص گھر میں نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسے ملنے آجائے تو اس کی خاطِر نماز چھوڑ کر بیٹھ جائے۔

ایک رِوایت میں ہے کہ ایسے شخص کے لئے دُو اجر ہیں، ایک چھپانے کا اور دوسرا ظاہِر کرنے کا اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ المُبِیْن لوگوں کی خاطِر عمل ترک کر دینے کو ریاکاری شُمار کرتے تھے اور وہ عمل جو لوگوں کی خاطر کیا جائے شرک ہے۔ حالانکہ منقول ہے کہ ریاکاری کی وجہ سے عمل نہ کرو اور نہ ہی حیا کی وجہ سے عمل ترک کرو۔

مخلوق سے حَیا شِرک ہے جیسا کہ خالِق سے حَیا ایمان کی علامت ہے اور اگر ایک مرتبہ کسی نے لوگوں کی خاطِر عمل ترک کر کے شیطان کی اِطاعت کر لی تو ان کی خاطِر دوسری مرتبہ بھی اس کی اطاعت کرے گا۔

اس کی مِثال اس شخص جیسی ہے جو روزہ رکھے اور سارا دن اپنے گھر میں نماز پڑھتا رہے تاکہ مخلوق اس کے عمل

سے آگاہ نہ ہو، اب اگر وہ اپنے روزے کے ساتھ اِعتِکاف کی بھی نیّت کر لے اور گھر سے نکل کر مسجد چلا جائے اور وہاں نماز پڑھنے لگے تو لوگ اس کے عمل سے آگاہ ہو جائیں گے۔لیکن اس نے مسجد میں جو اعتکاف کی نیت کر رکھی ہے لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے ترک نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے عمل کا اظہار اس کی نیّت کے ثَبات کے لئے نقصان دہ ہے، بلکہ اگر وہ پُختہ عالم ہوگا تو اعتکاف سے اس کے درجات میں مزید اضافہ ہوگا۔کیونکہ جس امام کی لوگ پیروی کرتے ہوں اس کے اعمال کا لوگوں پر ظاہر ہو جانا نقصان دہ نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کا مقصود اظہار نہ ہو اور نہ ہی وہ ان کی تعریف ومَدح سَرائی کو پسند کرے۔البتہ! بعض اوقات اسے اس اِظہار میں بھی اجر ملتا ہے کیونکہ اس میں ذکر سے غافل لوگوں کے لئے تنبیہ اور عارِفین کو نیکی کا شوق دِلانا پایا جاتا ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک سُجودِ قرآن فرض ہے اور جو شخص آیتِ سجدہ سنے یا تِلاوت کرے اس پر سجدہ کرنا لازِم ہے اور اگر بے وُضو ہو تو اس وقت سجدہ کرے جب وُضو کرے۔

100 نفلی حج سے بہتر ہے

بعض اوقات بندے کی ایک حالت دوسری حالت سے بہتر ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابونَصر تَمّار عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰهِ الْغَفَّار سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارِث عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللّٰهِ الْوَارِث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''میں نے نَفلی حج کا پُختہ ارادہ کر رکھا ہے، کیا آپ مجھے کوئی نصیحت کریں گے؟'' تو حضرت سیِّدُنا بِشر رَحمَۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اس سے فرمایا: ''تو نے کتنا زادِ راہ اکٹھا کیا ہے؟'' اس نے بتایا کہ دو ۲ ہزار درہم۔تو آپ نے پوچھا: ''تیرا حج سے کیا مقصود ہے؟ کیا سیر کرنا چاہتا ہے یا بیت اللّٰه زَادَهَا اللّٰهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا کی زیارت کا شوق ہے یا اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی رضا چاہتا ہے؟'' بولا: ''اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی رضا مقصود ہے۔'' فرمایا: ''اگر تجھے گھر بیٹھے بٹھائے دو ۲ ہزار درہم خرچ کر کے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی رَضا مل جائے اور تجھے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا یقین بھی ہو تو کیا ایسا کرے گا؟'' کہنے لگا: ''ہاں۔'' تو فرمایا: ''جاؤ! جا کر یہ سارے درہم دَس ۱۰ افراد کو دے دو......کسی ایسے قرض دار کو جوان کے ذریعے اپنا قرض اتار لے......ایسے فقیر کو جو اپنی پراگندگی سے نَجات حاصل کر لے......کسی تنگ دَست عِیالدار کو جو اپنے عیال کو ضروریاتِ زندگی مہیا کر سکے...... کسی یتیم کی کفالَت کرنے والے کو جو اس سے فرحَت پائے اور......اگر تمہارا دل مَضبوط ہو کہ یہ سب درہم صرف ایک

ہی شخص کو دے دو تو ایسا ہی کرو کیونکہ تیرا کسی مسلمان کے دل میں خوشی و سرور پیدا کرنا، کسی پریشان حال کی مدد کرنا، مُحتاج کی مصیبت دور کرنا اور کسی کمزور یقین والے شخص کی مالی مُعاوَنَت کرنا حجِ فرض کی ادائیگی کے بعد 100 نَفْلی حج کرنے سے زیادہ فضیلت کا باعِث ہے۔ بس اٹھو اور جیسا ہم نے کہا ہے ایسے ہی کرو ورنہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ بیان کرو۔'' تو وہ بولا: ''اے ابونَصْر! میرے دل میں سفر کی نِیَّت زیادہ قَوی ہے۔'' اس کی یہ بات سن کر حضرت سیِّدُنا بِشر رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ مسکرا دیئے اور اس سے ارشاد فرمایا: ''جب مال، تجارت کے مَیل کُچیل اور شُبہات سے جمع کیا گیا ہو تو نفس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مال کو کوئی ایسی خواہش پورا کرنے میں خَرچ کیا جائے جو مَشروع ہو۔ لہٰذا نیک اعمال کا مُظاہَرہ کرتا ہے، حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قسم یاد فرما رکھی ہے کہ وہ سوائے مُتَّقِین کے کسی کے اعمال قبول نہیں فرمائے گا۔''[1]

ایک حال چھوڑ کر دوسرا اپنانا

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا بِشر رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی کہ فلاں شخص بڑا مالدار ہے، بہت زیادہ نماز و روزہ کا پابند ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''وہ تو بہت بڑا مسکین ہے کیونکہ اس نے اپنا حال ترک کر کے دوسروں کا حال اپنا رکھا ہے، اس لئے کہ اس کا حال یہ تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا، مساکین پر خرچ کرتا کہ یہی اس کے لئے خود کو بھوکا رکھنے اور اپنے نفس کی خاطر نماز پڑھتے رہنے سے افضل تھا جبکہ وہ دنیا کی خاطر اپنے پاس مال جمع کئے ہوئے ہے اور فقیروں سے وہ مال اس نے روکا ہوا ہے۔'' [2]

بعض اوقات فرائض میں سے جس کی ادائیگی سب سے زیادہ ضروری ہوتی ہے اس کا اِلْتِباس نَوافِل کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے جس کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اپنے بندوں کی آزمائش اور اُس کی کارفرما حکمت ہے۔

توہینِ رِسالت کفر ہے

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مُنافِق اِمام کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ نماز میں

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب ذم الغرور، بیان اصناف المغترین، ج۳، ص ۵۰۰

[2] ......المرجع السابق

صرف سورہ عبس ہی تِلاوت کرتا ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی کو بھیج کر اس کی گردن اُڑوادی۔ [1]

پس امیرالمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کے اس عمل سے اس کا کافر ہونا مُراد لیا کیونکہ وہ اپنے اور اپنی قوم کے ہاں نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَقام ومَرتبہ کو کم دکھانا چاہتا تھا۔

اسرائیلی حکایت

(حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے ایک اِنتہائی عجیب اسرائیلی حِکایَت میں مروی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دُنیائے فانی سے اپنے پاس بلالیا تو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ مَردوں کو ان کا بہترین خلیفہ بنایا، وہ سب ایک زمانے تک بیتُ الْمُقَدَّس کو آباد کرتے رہے اور اس کی تعظیم بجالاتے رہے یہاں تک کہ حضرت سیِّدُنا سُلَیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد میں سے ایک شخص ان کا خلیفہ بنا جس نے سب سے پہلے اپنے آباؤاَجداد کے طریقہ کی مُخالَفت کی اور ان کی شریعت کو چھوڑ دیا، زمین میں تکبُّر کیا اور سرکشی اختیار کی اور یہ کہا کہ میرے دادا حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور میرے باپ حضرت سیِّدُنا سُلَیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک مسجِد بنائی تو میں کیوں نہ اس کی مِثل ایک مسجِد بناؤں اور لوگوں کو اپنی شرِیعَت کی جانب دعوت دوں جیسا کہ انہوں نے دی۔ پس اس نے ایک ایسی مسجد بنائی جس سے وہ بیتُ المقدس کا مُقابلہ کر سکے اور دعویٰ کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے لوگوں کا رُخ اس مسجِد کی طرف موڑ دیا اور خوب مال ودولت خرچ کیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا یہاں تک کہ اسے بالکل ہی چھوڑ دیا گیا۔ بعض لوگ اس کے دین میں چاہتے ہوئے اور بعض ڈرتے ہوئے داخل ہونے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک علاقے میں مَوجود اپنے ایک نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حکم دیا کہ اس قوم کے پاس جاؤ جہاں وہ جمع ہو اور ان کی مسجِد اور ان کے مَجمع عام میں بُلند آواز سے کہو: ''اے مسجِدِ ضرار! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نام کی قسم کھائی ہے کہ وہ ضرور تجھے تیرے آباد کاروں سے خالی کر دے گا اور انہیں

[1] ......روح البیان، پ۳۰، عبس، تحت الآیۃ ۲، ج۱۰، ص۳۳۱

تجھ ہی میں قتل کرے گا اور انہیں تیری ہی لکڑیوں سے کچلے گا، کتے تیرے اندر ہی ان کا خون پئیں گے اور ان کا گوشت کھائیں گے۔'' پس بُلند آواز سے شہر میں بھی یہ نِدا دینا اور کچھ کھانا نہ پینا، نہ کہیں سایہ میں ہونا اور نہ ہی اپنی سَواری کے جانور سے اترنا یہاں تک کہ اس بستی میں لَوٹ آؤ جہاں سے نکلے تھے۔

فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو لوگ ہر طرف سے ان پر ٹُوٹ پڑے، لاٹھیوں سے مارا اور پتّھروں سے خوب زخمی کر دیا مگر وہ اپنی سَواری پر ہی بیٹھے رہے اور اس سے نہ اترے، بہر حال انہیں کافی تکلیف اور اَذِیّت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد دن کے آخری حصے میں وہ جس بستی سے آئے تھے ادھر واپَس چل دیئے اس حال میں کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر حاصِل ہونے والی تکالیف اور آزمائش پر صبر کیا۔

جب ان کے راستے میں موجود ایک دوسرے عَلاقے کے نبی نے ان کے متعلق سنا تو آگے بڑھ کر ان کا اِسْتِقْبال کیا اور سلام کرتے ہوئے کہا: ''آپ نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا پیغام پہنچا دیا اور اس کے حکم پر عمل کیا، یقیناً آپ تھک گئے ہیں اور آپ نے اس قوم کی جانب سے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور بھوکے و پیاسے بھی ہیں، جسم اور لباس پر آپ کا خون بہ رہا ہے، آئیں میرے گھر چلیں، کچھ کھائیں پئیں، آرام کریں اور اپنے جسم اور لباس کو دھولیں۔'' انہوں نے جواب دیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب مجھے بھیجا تو عہد لیا تھا کہ کچھ کھاؤں نہ کچھ پیوں اور نہ ہی سایہ میں بیٹھوں یہاں تک کہ اپنے اہل کے پاس لوٹ آؤں۔'' تو وہ نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بولے: ''میں بھی تو آپ کے اہل میں سے ہی ہوں کیونکہ میں بھی آپ کی مِثْل نبی ہوں اور آپ کا دینی بھائی ہوں، میرے خیال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مُراد صِرف وہی قوم تھی جس کی جانِب آپ کو بھیجا گیا تھا، کیونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دُشمن تھی، لہٰذا آپ کو ان کا کھانا کھانے سے مَنْع فرمایا گیا اور ان کے سائے میں بھی بیٹھنے سے روکا گیا، میرا یہ خیال نہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر میرے گھر میں داخِل ہونا حرام ٹھہرایا ہے اور نہ ہی آپ پر میرا کھانا کھانا حرام ہے کیونکہ میں تو اُخُوّت و نبوّت میں آپ کا شریک ہوں۔''

کہتے ہیں کہ اس نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی بات مان لی اور ان کے گھر تشریف لے گئے اور جب ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اور شدید بھوک کی وجہ سے انہیں کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانِب وحی فرمائی جنہوں نے انہیں اپنے گھر آنے کی دَعْوَت دی تھی کہ اس سے کہہ دو: ''تو نے اپنی خواہش

اور پیٹ کو میرے حکم پر ترجیح دی ہے، کیا میں نے تم سے عَہد نہ لیا تھا کہ جس بستی سے نکل رہے ہو واپَس لوٹنے تک کچھ نہیں کھاؤ پیو گے اور نہ ہی کہیں آرام کرو گے؟ اگر تم نے اپنی رائے سے اجتہاد نہ کیا ہوتا اور نہ ہی اپنے عِلْم کی حد کے اِعْتِبار سے کچھ کہا ہوتا تو میں تم دونوں سے ناراض ہو جاتا، حالانکہ میرے نزدیک اس کا یہ عُذْر معمولی ہے۔ کیونکہ میں نے اس سے عہد لیا لیکن اس نے اپنی خواہش کو ترجیح دی اور میرا عَہد چھوڑ دیا۔'' جب اس میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں بتایا جو انہیں کہنے کا حکم دیا گیا تھا تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اس حال میں کہ اپنا تہ بند کھینچ رہے تھے اور بڑی تیزی سے سوار ہو کر چل دیئے، انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس حالت میں ہیں۔ پس وہاں سے اس حال میں چل دیئے کہ چہرے پر بُھوک اور پیاس کے اثرات نُمایاں تھے اور جسم اور لباس پر خُون کے۔ پھر پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا۔ جب وہ ایک گھاٹی سے نیچے اترے جس کے نیچے گھنے درخت تھے، اچانک ان کے سامنے ایک شیر آ گیا، جس نے انہیں شِکار کر لیا اور پھر وہ شیر وہیں راستے میں بیٹھ کر دھاڑنے لگا گویا کہ وہ ان کی سواری اور سامان کی حفاظت کر رہا ہو، جب بھی کوئی انسان پاس سے گزرنے لگتا تو وہ دَھاڑ مار کر اسے وہاں سے دُور بھگا دیتا۔

جب اس میزبان نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہ بات مَعلوم ہوئی تو وہ وہاں گئے، شیر انہیں دیکھ کر ہٹ گیا اور راستہ خالی کر دیا۔ پس انہوں نے کَفَن دَفْن کا اِہْتِمام کیا اور اس کے بعد ان کا سامان اور سَواری کا جانور لے کر ان کے اہل کی جانب چل دیئے جبکہ زبان سے یہ کہہ رہے تھے: ''اے میرے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! یہ تیرا بندہ تھا اور اس نے تیرا پیغام پہنچایا اور تیرے حکم پر عمل کیا، جبکہ اسے ابتلا و آزمائش نے اس مَشَقَّت میں ڈالا لیکن اس نے میری خواہش کی مُخالَفَت کی حالانکہ اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کا انجام اتنا بڑا ہوگا۔'' چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانِب وحی فرمائی کہ یہ کوئی اظہارِ ناراضی نہیں اور نہ ہی میں نے ایسا اپنی بات نہ ماننے کی وجہ سے کیا ہے بلکہ یہ تو مَغْفِرت و رحمت کا باعِث ہے، اس نے میرے حکم کی مُخالَفت کی حالانکہ اس کی موت کا وقت قریب آ چکا تھا تو میں نے اس کے لئے یہ پسند نہ کیا کہ وہ مجھے نافرمانی کی حالت میں ملے، لہٰذا میں نے اسے اس مُصیبت سے دوچار کر دیا جو اس کے نزدیک ناپسندیدہ تھی اور اس پر اپنی ایک مخلوق کو مقرر کر دیا جو اسے میری ملاقات کے لئے پاک کر دے۔ میرے نزدیک یہ اس کے لئے مرتبۂ شہادت سے اعلیٰ مَقام ہے۔ اس نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ سنا تو عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! تو پاک ہے اپنی حمد کے

ساتھ،تو ہی اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن اور اَرْحَمُ الرَّاحِمِین ہے۔

دو باتوں میں سے بہتر کا جاننے والا

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک حقیقی عالم وہ ہے جب اس کے سامنے دو۲ بھلائیاں ہوں تو وہ ان میں سے بہتر کو جان لے اور اس کے فوت ہونے سے پہلے پہلے اس پر عمل کرلے اور انہی دو۲ بھلائیوں میں سے جس میں شر کا پہلو مخفی ہو اسے جان کر اعراض کرے تاکہ دوسری بہتر بھلائی سے غافل نہ ہوجائے اور دو۲ برائیوں میں سے بہتر بُرائی کا جاننے والا ہو کہ جب مجبوراً ان کا شکار ہو تو بہتر پر عمل کرے اور اسی طرح دو۲ برائیوں میں سے زیادہ بُری کو بھی جاننے والا ہو تاکہ اس سے دُور رہنے کی فکر کرتا رہے۔

ان مَعانی میں دقیق عُلوم اور غریب مَفاہیم ہیں جو سوال کرنے والوں کے لئے راہنمائی اور جاننے والوں کے لئے عِبرت اور نشانیوں کا باعِث ہیں۔لہٰذا دو۲ برائیوں میں سے بدتر کو جاننا اور شر کو خیر سے مُمتاز کرنا عقلی دلائل اور ظاہری عُلوم سے ہی ممکن ہے۔

شیطان کا محبوب اور مبغوض

حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ایک مرتبہ شیطان سے اس کی اصل صورت میں مُلاقات ہوئی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے فرمایا: اے ابلیس! مجھے یہ بتا کہ تجھے لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے مَحبَّت اور سب سے زیادہ کس سے نَفرت ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ مجھے بَخیل مومن سے زیادہ مَحبَّت ہے اور فاسِق سخی سے سب سے زیادہ بُغْض۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: وہ کیوں؟ جواب دیا: کیوں کہ بَخیل کا بُخل میرے لئے کافی ہے جب کہ فاسِق سخی کے بارے میں مجھے خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سَخاوت کو قبول کرلے۔ پھر شیطان نے واپَس جاتے ہوئے کہا: اگر آپ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نہ ہوتے تو میں یہ بات نہ بتاتا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذم البخل وذم حب المال، بیان ذم البخل، ج ۳، ص ۳۴۲)

فصل 27

مریدوں کی بنیادی باتوں کا بیان

مخلوق کے حجابات

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مخلوق پر تین قسم کے حجاب ہیں: (۱)......دِرہم کا حجاب (۲)......سلطنت کی خواہش اور (۳)......عورتوں کی فرمانبرداری کا حجاب۔

عارِفین کہتے ہیں کہ تین اُمور نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بندوں کا تعلّق مُنْقَطِع کر رکھا ہے اور وہ یہ ہیں:

﴿1﴾......اِرادے میں سچّائی کی کمی۔

﴿2﴾......راہِ حق سے جہالت و ناوَاقِفیّت۔

﴿3﴾......عُلَمائے سو کا خواہشِ نفس کے مُطابِق کلام کرنا۔

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب مَطلوب حجاب میں ہو اور اِختِلاف کی مَوجُودگی میں کوئی دلیل نہ پائی جائے تو حق کبھی مُنکَشِف نہیں ہوتا اور جب حق ہی مُنکَشِف نہ ہو تو مُرید حیران و شَشْدر رہتا ہے۔

سالک کی سات عادات اور ان کی علامات

ایک سالِک و مُرید میں سات باتوں کا پایا جانا بہت زیادہ ضَروری ہے:

﴿1﴾......اِرادے میں سچائی کا ہونا، اس کی علامَت ہے زادِراہ کا تیار ہونا۔

﴿2﴾......طاعَت کے اَسباب اختیار کرنا، اس کی علامَت ہے برے دوستوں کو چھوڑ دینا۔

﴿3﴾......اپنے حالِ نفس کی مَعْرِفَت کا ہونا، اس کی علامَت ہے آفاتِ نفس سے آگاہ ہونا۔

﴿4﴾......عالِمِ رَبّانی کی مَجْلِس میں بیٹھنا، اس کی علامَت ہے عالِمِ رَبّانی کو دوسروں پر ترجیح دینا۔

﴿5﴾......توبۂ نَصُوح کا ہونا تاکہ اس کے سَبَب حَلاوتِ طاعَت پائے اور ہمیشہ ثابت قدم رہے، توبہ کی علامَت ہے خواہشِ نفس کے اسباب کا خاتمہ اور نفس کو اس کی مَرغوب اشیاء سے دور رکھنا۔

﴿6﴾......ایسی حَلال اشیاء کھانا جو مَذموم نہ ہوں، اس کی علامَت ہے رزقِ حَلال تلاش کرنا اور اس میں شرعی حکم سے

مُوَافقت رکھنے والے کسی مُباح سَبَب کی بنا پر علم کو پیشِ نظر رکھنا۔

﴿7﴾......نیک کام میں مَدَد کرنے والے کسی رفیق کا ہونا، اچھّے رفیق کی علامت ہے اس کا نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاوُن کرنا اور گُناہ وسَرکشی سے مَنْع کرنا۔

پس یہی سات عادتیں اور خصلَتیں اِرادت کی غذا ہیں کہ جن کے بغیر ارادت قائم ہی نہیں ہوسکتی۔

سات عادتوں کی اصل

مذکورہ سات باتوں پر عمل کرنے کے لئے چار چیزوں سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور یہی چاروں چیزیں مُرید کے لئے نہ صِرف اصل کی حَیثیَّت رکھتی ہیں بلکہ انہی کے سبب وہ دیگر فرائض وارکان کی ادائیگی پر قُوَّت وتوانائی بھی حاصل کرتا ہے: (۱)......بھُوک (۲)......شب بیداری (۳)......خاموشی اور (۴)......خَلْوَت۔

پس یہی وہ چار صِفات ہیں جو نفس کے لئے قَید وبَنْد کی حَیثیَّت رکھتی ہیں اور ان کے ذریعے نفس کو مارنا اور قید کرنا صِفاتِ نفس کو کمزور کردیتا ہے، نفس کے مُعاملے کا اچھّا ہونا انہی چاروں صِفات پر مَبْنی ہے اور ان میں سے ہر صِفَت کا دل پر ایک اچھّا تاثر ہے۔

بھوک کے فوائد وفضائل

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بھوک کے دو بنیادی فائدے ہیں:

۞......بھوک خونِ دل کم کرتی ہے، جس سے دل صاف وشفَّاف ہوجاتا ہے اور دل کی اسی صفائی میں ہی اس کا نور پنْہاں ہے۔

۞......بھوک دل کی چربی کو پگھلاتی ہے، جس سے دل میں رِقَّت ونرمی پیدا ہوتی ہے اور دل کی رِقَّت ہی ہر خیر وبھلائی کا ذریعہ ہے کیونکہ دل کی سختی وقَساوَت ہر شر وبُرائی کا ذریعہ وسبب بنتی ہے۔

جب خونِ دل کم ہوتا ہے تو دل کی جانب شیطان کے جانے کا راستہ تنگ ہوجاتا ہے کیونکہ خونِ دل شیطان کا ٹھکانا ہے اور جب دل میں رِقَّت پیدا ہوتی ہے تو شیطان کا غَلَبہ بھی کمزور ہوجاتا ہے کیونکہ دل کے سخت ہونے کی صُورَت میں وہ اس پر اپنا تَسلُّط جما لیتا ہے۔

فلسفی کہتے ہیں کہ نفس مکمل طور پر خون کا نام ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کے جسم میں سوائے خون اور رُوح کے کچھ بھی کمی نہیں ہوتی۔ جبکہ عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ خون محض نفس یعنی رُوح کا ٹھکانا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالِب مَکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کا قول ہی صحیح ہے کیونکہ ان کا قول تورات کے مُوافق ہے۔ چنانچہ تورات میں ہے: ''اے موسٰی! عروق (یعنی رگیں جن سے خون پورے جسم میں آتا جاتا ہے) نہ کھایا کرو کہ یہ نفس کی جائے پناہ ہیں۔'' یہ روایت اس حدیثِ پاک کی تَصدِیق کرنے والی ہے جس میں رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان انسان کے جسم میں خون بہنے کی جگہوں (یعنی شریانوں اور وریدوں) میں چلتا ہے، لہٰذا بھوک اور پیاس سے اس کی گزرگاہیں بند کردو۔'' [1]

عُلَمائے کوفہ رَحِمَھُمُ اللہُ تَعَالٰی نے خون کو نفس کا نام دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب پانی میں کوئی ایسا جانور مرجائے جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا یعنی ان کی مُراد بھونرے، جھینگر اور مکڑیاں ہیں۔ [2]

پس بھوک میں خون کم ہوتا ہے اور خون کی کمی شیطان کے راستے کی تنگی کا باعِث بنتی ہے اور نفس کا ٹھکانا اس کے ساقط ہونے کی وجہ سے کمزور ہوجاتا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا عیسٰی **روح اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بُھوک کی ترغیب دِلاتے ہوئے فرمایا: ''اے حَوارِیوں کی جماعت! پیٹوں کو بھوکا، جگروں کو پیاسا اور جسموں کو لباس سے عاری رہنے دو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے باعِث تمہارے دل دیدارِ باری تعالٰی کے قابِل ہوجائیں۔'' یعنی حقیقتِ زہد اور طہارتِ قلب کے باعث دیدارِ باری تعالٰی کے قابل ہوجائیں۔

الغرض بھوک زہد کی چابی اور آخرت کا دروازہ ہے...... اس میں نفس کی ذِلّت، اِہانَت، کمزوری اور عاجزی پِنْہاں ہے...... اس میں حَیاتِ قلب اور صَلاحِ قلب مُضْمَر ہے...... بھوک کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ بھوکا شخص عموماً خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور خاموشی ہی میں سلامتی ہے جو عَقل مندوں کا مقصود ہوتی ہے۔

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب ھل یدرا المعتکف عن نفسہ؟، الحدیث: ٢٠٣٩، ص ١٥٩ دون قولہ ''فضیقوا......الخ''

[2] ......بدائع الصنائع، کتاب الطھارۃ، ج ١، ص ١٣١

جامع الخیر چار باتیں

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ساری بھلائیاں ان چار باتوں میں جمع ہوگئی ہیں اور ان ہی کے سَبَب اَبدال اَبدال بنتا ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) پیٹوں کا خالی ہونا (۲) خاموشی (۳) شب بیداری اور (۴) لوگوں سے کِنارہ کشی۔ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص بُھوک اور تکلیف پر صَبْر نہ کر پائے وہ کبھی بھی اس امر کو ثابِت نہیں کرسکتا۔

دل کی نورانیت و جلا

حضرت سیِّدُنا عبدُ الْوَاحِد بن زَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم اٹھا کر فرماتے کہ صِدّیقین مرتبۂ صدیقین پر بغیر بھوک اور شب بیداری کے فائز نہیں ہوسکتے کیونکہ بُھوک دل کو مُنَوَّر کرتی اور جِلا بخشتی ہے، دل کے منور ہونے سے غیب کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے اور جِلا سے یقین کی پاکیزگی وطَہارَت ملتی ہے، پس جب یہ نور و جلا روشنی ورقت پر داخل ہوتے ہیں تو دل گویا کہ صاف وشفّاف آئینے میں چمکنے والا ایک سِتارہ بن جاتا ہے جو غیب کا مشاہدہ غیب سے کرتا ہے۔

جب دل کو باقی رہنے والی ذات کا مُشاہَدہ حاصِل ہوتا ہے تو فنا ہوجانے والی اشیاء سے کنارا کرلیتا ہے۔ جب سزا کا وَبال آنکھوں سے دیکھتا ہے تو نفسانی خواہشات کی لذّتوں میں اس کی رغبت کم ہوکر رہ جاتی ہے۔ پھر جب آخرت اور بُلند درجات کا مشاہدہ کرتا ہے تو طاعات اسے مَرغوب ہوجاتی ہیں۔ اُمورِ آخرت اُمورِ دنیا کی حَیثیّت اختیار کرلیتے ہیں اور اُمورِ دنیا غائِب ہوجاتے ہیں۔ غائب حاضر بن جاتا ہے اور حاضِر غائب، وہ اسی کی طَلَب میں رہتا ہے اور اسی میں رغبت رکھتا ہے۔ لہٰذا چھپ جانے والے کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی خواہش کرتا ہے بلکہ اُمورِ آخرت کی طلب میں رہتا ہے اور انہی کو پسند کرتا ہے۔ اس پر دنیا کے عُیُوب مُنکشف ہوتے ہیں، باطنی اَسْرار کھلتے ہیں اور مخفی دھوکا و فریب خَتْم ہوجاتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جب بندہ حقیقی مومن بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت سیِّدُنا حارِثہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جیسے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''میں نے اپنے نفس کو دُنیا سے جُدا کیا تو گویا میں اپنے پاک پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کے عرش کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ جنّتیوں کو دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زِیارت کررہے ہیں اور دوزخیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھی ایک دوسرے کو دکھ بھری کیفیّت سے دیکھ رہے ہیں۔'' [1]

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۹۰، ج۷، ص ۳۶۲

اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قلبِ مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قُلوب چار قسم کے ہوتے ہیں: (جن میں سے) ایک قسم وہ ہے جس میں چراغ روشن ہو اور اس سے مُراد قلبِ مومن ہے۔'' [1]

دُنیا میں زُہد اختیار کر کے اور نفسانی خواہشات ترک کر کے دل کو (ماسوا اللہ سے) خالی کیا جا سکتا ہے اور دل میں روشن ہونے والے چراغ سے مُراد وہ نورِ یقین ہے جس کے سبب یہ غَیب کا مُشاہدہ کرتا ہے۔

شب بیداری

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جو شخص 40 راتوں تک اخلاص کے ساتھ بیدار رہے اس پر مَلکوتِ آسمانی کھول دیئے جاتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی چار چیزوں میں ہے، ان میں سے ایک شب بیداری بھی ہے۔

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر طویل رات قِیام کرنے کے بعد جب نیند کا غَلَبہ ہوتا ہے تو ان کا سونا ان کے لئے مُکاشفہ و مُشاہدہ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے قُرب کا باعث بنتا ہے اور اَبدالوں کے اوصاف میں ہے کہ ان کا کھانا بھوک، سونا غَلَبۂ نیند اور کلام ضَرورت کے وقت ہوتا ہے۔ پس جو رات بھر حبیبِ حقیقی کی خاطر بیدار رہے وہ دن کے وقت کبھی بھی اس کی مخالفت نہ کرے گا کیونکہ اسی نے اسے رات کے وقت اپنی خِدمَت میں حاضِر رہنے کے لئے بیداری کی دولت عطا فرمائی۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک دن بازار گئے تو اہلِ بازار کا شَور و غُل اور ان کا کَثرت سے کلام کرنا سن کر ارشاد فرمایا: ''میرے خیال میں ان لوگوں کی رات بُری ہے کیونکہ یہ قَیلولہ نہیں کرتے۔'' [2]

قیلولہ سنت ہے

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قَیلولہ (یعنی دن کے وقت کچھ

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید، الحدیث: ۱۱۱۲۹، ج۴، ص۳۶

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۳۵، ص۲۸۰

دیر آرام) کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے اور دن کے قیلولہ سے رات کے قیام پر مدد حاصل کیا کرو۔“[1]

خاموشی کی فضیلت

خاموشی[2] عقل کو بار آور کرتی ہے اور وَرَع و تقویٰ کی تعلیم دیتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے سبب بندے کو صحیح تاویل اور راسخ عِلْم کی دولت سے مالا مال کر کے راہِ نَجات عطا فرماتا ہے اور جب بندہ خاموشی کو ترجیح دینے لگتا ہے تو اسے صحیح قول و عمل کی توفیق سے بھی نوازتا ہے۔

خاموش رہنے کا طریقہ

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کنکر سے خاموش رہنا سیکھا، جسے میں نے اپنے منہ میں 30 سال تک ڈالے رکھا، جب بھی کوئی بات کرنے کا اِرادہ کرتا تو اس سے میری زبان میں لکنت آجاتی اور میں خاموش ہو جاتا۔[3]

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس سے عَہْد کیا کہ میرے مُنہ سے جو بھی لَایَعنی بات نکلے گی میں اس کے بدلے دو رکعت ادا کروں گا، لیکن یہ کام مجھ پر آسان رہا، پھر میں نے خود پر ہر کلمے کے بدلے ایک روزہ رکھنا لازِم ٹھہرا لیا، یہ بھی مجھے آسان معلوم ہوا لیکن میں رکا نہیں یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس پر ہر کلمے کے عِوض ایک دِرہم صَدقہ کرنا لازم کر لیا تو یہ کام اس پر مُشکِل بن گیا اور آخر کار میں لایعنی بات کرنے سے رک ہی گیا۔

زبان کے متعلق (6) فرامین مصطفےٰ

(1)...... حضرت سیِّدُنا عُقْبہ بن عامِر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ”**یارسول اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ٢٨، ج ١، ص ١٧

[2] ......تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے ہاں استعمال ہونے والی تنظیمی اِصْطِلاحات میں سے ایک اصطلاح ”زبان کا قفلِ مدینہ“ بھی ہے جس سے مُراد خاموش رہنا اور زبان کو فضول گوئی سے محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ زبان کے قُفلِ مدینہ کے متعلق مزید جاننے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 23 صَفحات پر مشتمل رسالے ”قفلِ مدینہ“ کا مُطالعہ کیجئے جو شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے بیان کا تحریری گلدستہ ہے۔

[3] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب قلة الکلام و التحفظ فی النطق، الحدیث: ٤٣٨، ج ٧، ص ٢٥

نَجات کس شے میں ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو اور چاہیے کہ تیرا گھر تیرے لئے وسیع ہو اور اپنے گُناہوں پر رویا کرو۔'' ①

﴾2﴿......جو سلامت رہنے سے خوش ہوتا ہو اسے چاہیے کہ خاموش رہا کرے۔ ②

﴾3﴿......سرورِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو نماز اور روزے وغیرہ کی وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسی شے نہ بتاؤں جس پر تم ان سب سے زیادہ قدرت رکھتے ہو؟ وہ یہ ہے۔'' اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زبانِ حق ترجُمان کی جانب اشارہ فرمایا، حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہماری زبانیں جو کچھ بولتی ہیں اس کے سبب بھی ہمارا مُواخذہ ہوگا؟'' ارشاد فرمایا: ''اے مُعاذ! تجھ پر تیری ماں روئے! زبانوں کی کاٹی ہوئی فَصْل کے علاوہ لوگوں کو کوئی شے اوندھے منہ جہنَّم میں نہیں گرائے گی کیونکہ اگر تم نے اسے قابو میں رکھا تو محفوظ رہو گے اور جب بولو گے تو یہ گفتگو تمہارے حق میں ہوگی یا تمہارے خِلاف۔'' ③

﴾4﴿......حضرت سیِّدُنا سُفْیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے اسلام کے متعلق کسی شے کی وصیَّت کیجئے کہ میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد کسی سے بھی کچھ نہ پوچھوں۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہو: میرا پَرْوَرْدگار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے پھر عرض کی: ''اس کے بعد میں کس شے سے بچوں؟'' ④ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''مجھے اس شے کے متعلق بتایئے جو میرے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ شے۔'' اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّی اللہُ

---

① ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، الحدیث: ۲۴۰۶، ص۱۸۹۳

② ......مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۳۵۹۵، ج۳، ص۱۷۱

③ ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث معاذ بن جبل، الحدیث: ۲۲۱۲۹، ج۸، ص۲۴۸

④ ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، الحدیث: ۱۵۹، ص۶۸۷

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث سفیان، الحدیث: ۱۵۴۱۷، ج۵، ص۲۵۵

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زبانِ اَقدس کی جانب اشارہ فرمایا۔

﴿5﴾...... بندہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کا صحیح حق ادا نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اپنی زبان کے معاملے میں غمزدہ رہے۔ ①

﴿6﴾...... بندے کے مُعاملات اس وقت تک دُرُست نہیں ہوسکتے جب تک کہ اس کا دل دُرُست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک دُرُست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی زبان دُرُست نہ ہو۔ ②

زبان کے متعلق اسلاف کے اقوال

...... حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ زبان سے بڑھ کر کوئی شے نہیں جو طویل قید کی حق دار ہو۔ ③

...... ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ورع وتقویٰ کی جانچ پڑتال کی تو زبان سے کم تر کسی شے میں نہ پایا۔ ④

...... عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے کسی کا قول ہے کہ جس بندے کی زبان درست ہو تو میں جان لیتا ہوں کہ اس کے تمام اعمال بھی درست ہیں اور جس کی زبان میں کوئی اِخْتِلاف ہو تو مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کے تمام اعمال میں فساد ہے۔ ⑤

...... کسی حکیم و دانا کا قول ہے کہ جب عَقْل زیادہ ہوتی ہے تو گفتگو کم ہوجاتی ہے اور جب عَقْل کم ہوتی ہے تو باتیں زیادہ ہوجاتی ہیں۔

...... حضرت سیِّدُنا احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل فرماتے ہیں کہ عِلْمِ کلام کے عُلَما زِنْدِیق ہیں۔

...... ایک صُوفی بزرگ کا قول ہے: جو بُہت زیادہ باتیں کرے اور خوب اچھی کرے تب تو بہتر ہے لیکن اس سے

---

① ...... شعب الایمان للبیهقی، باب فی حفظ اللسان، فصل فی فضل السکوت، الحدیث: ۵۰۰۴، ج۴، ص۲۵۹

② ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۱۳۰۴۷، ج۴، ص۳۹۵ "لا یصلح" بدله "لا یستقیم"

③ ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۷، ج۹، ص۱۴۹

④ ...... موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی اللسان، الحدیث: ۹۳، ج۱، ص۲۱۰

⑤ ...... حلیة الاولیاء، الرقم ۲۱۰ یحیی بن ابی کثیر، الحدیث: ۳۲۴۳، ج۳، ص۸۰ بتغیر قلیل

بھی بہتر یہ ہے کہ خاموش رہے۔ [1]

۞……حضرت سیِّدُ نا ذُوالنُّون مِصْری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں کہ خوفِ الٰہی بے چینی پیدا کرتا ہے اور حیا خاموشی کا باعِث بنتی ہے۔ [2]

۞……ایک عارِف کا قول ہے کہ علم کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں: نصف علم خاموش رہنا ہے اور نصف علم اس بات کا جاننا ہے کہ اس علم کو کہاں رکھا جائے۔

۞……سیِّدُ نا ضَحّاک بِن مُزَاحِم عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ الحَاکِم فرماتے ہیں کہ میں نے بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ المُبِیْن کو پایا کہ وہ خاموش رہتے اور وَرَع و تقویٰ کی باتیں سیکھا کرتے تھے اور آج کے دور میں لوگ ہیں کہ باتیں کرنا سیکھ رہے ہیں۔ [3]

۞……حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْهِ رَحمَۃُ اللهِ القَوِی حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے رِوایت کرتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزوں کا کسی میں پایا جانا تعجُّب انگیز ہے: ۞……خاموشی، جو عبادت کی بنیاد ہے ۞……تواضُع ۞……اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر اور ۞……مال و اسباب کی کمی۔'' [4]

۞……حضرت سیِّدُ نا حَمّاد بن زید رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا اَیُّوب رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے عرض کی: ''علم آج کل زیادہ ہے یا پہلے زیادہ تھا؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! آج کلام زیادہ ہے جبکہ پہلے علم زیادہ ہوتا تھا۔'' [5]

۞……**منقول** ہے کہ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ المُبِیْن جس طرح بول کر علم سے نفع حاصل کیا کرتے تھے، اسی طرح

---

[1] ……تاریخ بغداد، الرقم ۴۳۵۲ حبیب بن اوس، ج۸، ص ۲۴۳

[2] ……الرسالۃ القشیریۃ، باب الحیاء، ص ۲۵۰ ……تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۲۱۱۱ ذوالنون، ج۱۷، ص ۴۳۰

[3] ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، الحدیث: ۲۶، ج۱، ص ۱۹۹ دون قولہ ''الصمت''

[4] ……المستدرک، کتاب الرقاق، باب اعلام النور فی الصدور، الحدیث: ۷۹۳۴، ج۵، ص ۴۴۳

[5] ……المعرفۃ والتاریخ، ایوب السختیانی، ج۲، ص ۱۳۳

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی اٰفات العلم……الخ، ج۱، ص ۶۵۹

خاموش رہ کر بھی اس سے نَفْع حاصل کرتے۔

۞......**منقول** ہے کہ جس نے متکلّم کی خاموشی سے نفع حاصل نہ کیا وہ اس کے کلام سے بھی نفع حاصل نہ کر پائے گا۔

۞......عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے کسی سے پوچھا گیا: ''فلاں زیادہ بڑا عالم ہے یا فلاں؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''فلاں زیادہ علم رکھنے والا ہے اور فلاں زیادہ کلام کرنے والا ہے۔'' پس انہوں نے علم اور کلام میں فرق کیا۔

۞......خُراسان کے ایک عالِمِ دین سے وَقتِ اخیر عرض کی گئی: ''ہماری راہنمائی کسی ایسے شخص کی جانب فرمایئے کہ آپ کے بعد ہم اس کی مجلس میں بیٹھا کریں۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ''فلاں شخص کے پاس بیٹھنا۔'' انہوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جو حد درجہ خاموش رہنے والا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہنے والا تھا اور جو بہت بڑا عالم ہونے کے لحاظ سے مَعروف بھی نہ تھا۔ لہٰذا ان سے عرض کی گئی: ''فلاں کے پاس تو کوئی ایسا خاص علم نہیں جو ہمارے سوالوں کا جواب دے سکے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں لیکن اس کے پاس ورع وتقویٰ ہے کہ وہ ایسی بات کرتا ہی نہیں جو جانتا نہیں۔''

۞......حضرت سیِّدُ نا اَعمش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرمایا کرتے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا جواب خاموشی ہی ہے۔

عالم وجاہل میں فرق

سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن میں سے کسی سے مروی ہے کہ خاموشی عالم کی زِینت اور جاہل کی پردہ پوشی ہے اور ایک قول ہے کہ خاموشی جاہل کا جواب ہے۔ [1]

مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''خاموشی عالم کی زِینت اور جاہل کے لئے عیب ہے۔'' [2]

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ ایک بُردبار عالم سے بڑھ کر شیطان پر کوئی شخص بھاری نہیں کیونکہ

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان ثوری، الحدیث: ۹۷۴۹، ج۷، ص۸۶

[2] ......الجامع الصغیر للسیوطی، الحدیث: ۵۱۵۹، ص۳۱۸

اگر وہ بات کرتا ہے تو علم کی بنا پر اور خاموش رہتا ہے تو حِلم کی وجہ سے۔ پس شیطان اپنے حَوارِیوں کو کہتا ہے: ''اسے دیکھو! اس کی خاموشی مجھ پر اس کے کلام سے زیادہ سخت ہے۔''[1]

خاموشی کے دو فائدے

منقول ہے کہ جس طرح کلام کرنا سیکھتے ہو اسی طرح خاموش رہنا بھی سیکھا کرو کیونکہ اگر کلام تمہاری راہنمائی کرے گا تو خاموشی تمہیں بچائے گی۔ چنانچہ خاموش رہنے سے دو باتیں حاصل ہوتی ہیں: (۱)...... خاموشی سے اس شخص کی جہالت دور کر سکتے ہو جو تم سے بھی بڑا جاہل ہو (۲)...... اور خاموشی کے ذریعے اس شخص سے علم حاصل کر سکتے ہو جو تم سے بھی بڑا عالم ہو۔[2]

''نہیں جانتا'' اور ''جانتا ہوں'' میں فرق

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہ جُملہ سیکھ لیں: ﴿لَا اَدْرِیْ﴾ یعنی میں نہیں جانتا اور یہ جملہ ہرگز نہ سیکھیں: ﴿اَدْرِیْ﴾ یعنی میں جانتا ہوں۔ اگر آپ نے ﴿لَا اَدْرِیْ﴾ کہا تو لوگ آپ کو سکھائیں گے یہاں تک کہ آپ جاننے لگیں اور اگر آپ نے کہا: ﴿اَدْرِیْ﴾ تو وہ آپ سے سوال کریں گے یہاں تک کہ آپ اس سوال کا جواب نہ جانتے ہوں گے۔[3] مزید فرماتے ہیں کہ جب عالم غلطی سے ﴿اَدْرِیْ﴾ کہہ دے تو اس کا سامنا کسی جھگڑا کرنے والے سے ہو جاتا ہے۔[4]

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے منقول ہے کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی تین باتوں میں مُضْمَر ہے: ۞...... خاموشی میں ۞...... کلام میں اور ۞...... نظر میں۔ پس جس کی خاموشی تفکر کی بنا پر نہ ہو وہ حالتِ سہو میں ہے، جس کا کلام بطورِ ذکر نہ ہو وہ لَغْو باتوں میں مشغول ہے اور جس کی نظر بطورِ عبرت نہ ہو وہ حالتِ لَہْو و لَعِب میں ہے۔[5]

---

[1] ...... حلیة الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراھیم بن ادھم، الحدیث: ۱۱۲۶۴، ج ۸، ص ۲۷

[2] ...... کتاب الزھد لابن ابی عاصم، الحدیث: ۹۳، ص ۳۹

[3] ...... المرجع السابق

[4] ...... جامع بیان العلم، باب ما یلزم اذا سئل عما یدریه، الحدیث: ۸۹۷، ص ۳۱۵

[5] ...... تاریخ مدینة دمشق، الرقم ۵۵۱۹ عیسی بن مریم، ج ۴۷، ص ۴۳۹

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نیند ان کا افضل عمل شمار ہوگی اور اعمال کے فاسد ہونے اور عُلوم کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے خاموشی کا شمار ان کے افضل علوم میں ہوگا۔ مزید فرماتے ہیں کہ حرام پھیل جانے اور حلال کم ہوجانے کی وجہ سے بھوک ان کی سب سے زیادہ فضیلت والی حالت ہوگی۔

عقل کی نینداور بیداری

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ خاموشی عقل کی نیند اور گفتگو اس کی بیداری ہے اور ہر بیداری نیند کی مُحتاج ہوتی ہے، کوئی عقل مند جب بھی خاموش ہوتا ہے تو اس کی عَقْل مُجْتَمع ہوجاتی ہے اور اس کا ذہن حاضِر ہوجاتا ہے۔ [1]

برمحل گفتگو کرنا

حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے حضرت سَیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْوَاحِد کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہرگز لایعنی باتیں نہ کرنا کہ یہی زیادہ محفوظ طریقہ ہے، ورنہ مجھے خدشہ ہے کہ تم کسی غَلَطی کے مُرتکِب ہو جاؤ گے اور مُفید باتیں بھی اس وقت تک نہ کرنا جب تک کہ کوئی محل نہ دیکھ لو کہ بعض اوقات مُفید گفتگو کرنے والا بھی غیرِ مَحَل میں گفتگو کرنے کی وجہ سے شَرْمسار ہوجاتا ہے۔'' [2]

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ بندے کا تقویٰ اس کی گفتگو میں نظر آتا ہے۔ [3]

مروی ہے کہ سَیِّدُالشّاکِرین صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس کی گفتگو زیادہ ہو اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں کثیر ہوں اس کا دل مُردہ ہوجاتا ہے۔'' [4]

ایک قول ہے کہ جب کلام کم ہوتا ہے تو دُرُشتی زیادہ ہوجاتی ہے اور کئی بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ سلامتی کے دَس حصوں میں سے نَو حصے خاموشی میں ہیں۔ [5]

---

[1] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب العقل وفضله، الحدیث: ٩٨، ج٦، ص ٤٨٦

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النھی عن الکلام، الحدیث: ١١٤، ج٧، ص ٨٨

[3] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الورع، باب الورع فی اللسان، الحدیث: ٩٥، ج١، ص ٢١١ "یسبین" بدله "انک لتعرف"

[4] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ٢٢٥٩، ج١، ص ٦١٥

[5] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ٤٠٥٣، ج٢، ص ٨٥ مفھوم الحدیث

زبان کی وجہ سے گرفت

منقول ہے کہ ہر ہنسی مزاح یا لغو بات پر بندے کو پانچ[۵] مقامات پر جھڑکنے اور وضاحت طلب کرنے کی خاطر روکا جائے گا:

﴿1﴾......تو نے فلاں کلمہ کیا کہا تھا؟ کیا اس میں تیرا کوئی فائدہ تھا؟

﴿2﴾......تو نے جو بات کی تھی کیا اس سے تجھے کوئی نَفْع حاصل ہوا؟

﴿3﴾......اگر تو وہ بات نہ کرتا تو کیا تجھے کوئی نقصان اٹھانا پڑتا؟

﴿4﴾......تو خاموش کیونکر نہ رہا تاکہ انجام سے محفوظ رہتا؟

﴿5﴾......تو نے اس کی جگہ ﴿سُبْحَانَ اللہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ کہہ کر اجر وثواب کیوں حاصل نہ کیا؟

منقول ہے کہ منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کے لئے تین[۳] قسم کے اعمال نامے کھولے جائیں گے: (۱)...... پہلا اعمال نامہ ہوگا یہ بات کیوں کی؟ (۲)......دوسرا ہوگا کہ اس پر عمل کیسے کیا اور (۳)......تیسرا ہوگا کہ یہ بات کس کے لئے کہی اور کس کی خاطِر اس پر عمل کیا؟ اگر وہ ان تینوں اعمال ناموں کے سوالات سے نَجات پا گیا تو درست، ورنہ حِساب وکِتاب کی خاطِر اس کا ٹھہرنا طویل ہو جائے گا۔

مومن ومنافق کی زبان

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ مومن کی زبان اس کے دل کے نیچے ہوتی ہے، جب بھی وہ کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو سوچتا ہے اگر اس کے حق میں ہو تو بولتا ہے اور اگر مُخالِف ہو تو رک جاتا ہے جبکہ مُنافِق کا دل اس کی زبان کے کنارے پر ہوتا ہے یعنی دل میں جو خیال پیدا ہوتا ہے بول دیتا ہے، لمحہ بھر تَوَقُّف نہیں کرتا بلکہ اس بات سے واپس بھی نہیں پلٹتا۔[1]

مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالِم کی آفت یہ ہے کہ اس کا کلام کرنا اسے اپنے خاموش رہنے سے زیادہ بھاتا ہو۔''

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، الزھد الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۴۰، ص ۲۸۰ ''المومن، منافق'' بدلہ ''الحکیم، الجاھل''

فضول باتوں سے رکنے والے کے لئے خوش خبری

کلام میں بناوَٹی بناؤ سِنگھار اور زِیادتی ہوتی ہے جبکہ خاموشی میں سلامتی اور غنیمت ہے۔ چنانچہ حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مَوَاعِظِ حَسنہ میں ہے: ''اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جسے اس کا عیب لوگوں کے عُیوب سے غافل کر دے اور وہ اپنے فالتو مال کو خَرچ کر دے لیکن فُضول باتوں سے رکا رہے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) خاموشی کے مُتعلق کثیر روایات مروی ہیں اور ہم نے جو کچھ ذِکر کیا ہے وہی کافی ہے کیونکہ ہمارا مقصود تمام رِوَایات کو جمع کرنا نہیں۔

خلوت کی اہمیت و فضیلت

خَلوَت دل کو مخلوق سے فارغ، ارادے کو خالق کے مُعاملہ کے ساتھ مُجتمع اور عزم کو ثابت قدمی پر قُوَّت مہیا کرتی ہے، کیونکہ لوگوں سے میل جول میں عزم کی کمزوری، ارادوں کا انتشار اور نیَّت کا ضُعف پایا جاتا ہے۔ خَلْوَت نفس کی دنیاوی لذتوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو کم کر دیتی ہے کیونکہ نفس کا آنکھوں کے ذریعے دنیا کا مُشاہدہ کرنا ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ آنکھ دل کا دروازہ ہے جس سے آفات داخل ہوتی ہیں اور یہیں شہوتیں اور لذّتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس کی لذّتیں کثیر ہوں اس کی حَسرتیں دائمی ہوتی ہیں۔ [2]

خَلْوَت فکرِ آخرت پیدا کرتی ہے اور بندہ جب یقین کا مشاہدہ کرتا ہے تو خلوت پسند کرنے لگتا ہے، پھر عام بندوں کا تذکرہ بھلا کر مسلسل معبودِ حقیقی کے ذِکر میں مَشغول ہو جاتا ہے۔

خَلْوَت ہی سب سے بڑی عافیت ہے۔ چنانچہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیَّت کا سوال کرو، وہ یقین کے بعد بندے کو عافیَّت سے بڑھ کر کوئی شے عطا نہیں فرماتا۔'' [3] اور ایک روایت میں ہے کہ دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں سے کنارہ

---

[1] ......الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۴۰۵۳، ج ۲، ص ۸۵

[2] ......وفیات الاعیان، الرقم ۲۰۴ الظاهری، ج ۴، ص ۹۱

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۴۶، ج ۱، ص ۳۰

السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلة، باب مسئلة المعافاة، الحدیث: ۱۰۷۲۰، ج ۶، ص ۲۲۱

کشی ہی میں عافیت ہے۔'' ①

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خَلْوَت کو اس مفہوم میں داخِل فرمایا کہ جس کا سُوال کرنا نہ صرف مُسْتَحَب ہے بلکہ یقین کے بعد یہ سب سے افضل حالت ہے۔ سالِک و مُرید اسی وقت اِرادت و سُلوک میں سچّا ہوسکتا ہے جب خلوت میں لذّت وحَلاوت پائے اور جن انعاماتِ خداوندی کو جماعت میں حاصِل نہ کرسکا خلوت میں ان کی زِیادتی پائے۔ بلکہ وہ پوشیدگی و تنہائی میں ایسی قوت ونشاط پاسکتا ہے جو ظاہری حالت میں نہیں پاسکتا۔ اس کا اُنس تنہائی میں، اس کا آرام خَلْوَت میں اور اس کے بہترین اعمال پوشیدگی میں سرانجام پاتے ہیں۔

لوگوں سے میل جول کے احوال میں خَلْوَت کی مِثال مَقاماتِ مَحبَّت میں خوف جیسی ہے، خوف تمام عابِدین کی اصلاح کرتا ہے جبکہ مَحبَّت مُحِبِّین میں سے خَواص کے درجات کی بُلَندی کا باعِث ہوتی ہے۔ اسی طرح خَلْوَت اور تنہائی تمام مریدین اور سالِکین کی اِصلاح کرتی ہے جبکہ لوگوں کا اُنس خواص ائمہ وعُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے لئے انعامات کی زیادتی کا باعِث بنتا ہے۔ مگر خَلْوَت، عَقْلِ کامِل کی اور تنہائی ووَحْدَت، مَضبوط ایمان کی محتاج ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُ نا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور حضرت سیِّدُ نا بِشر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب تم تنہائی سے وَحْشت محسوس کرو اور مَخلوق سے اُنس پاؤ تو میں تم پر ریا کاری سے امن میں نہیں ہوں اور حضرت سیِّدُ نا ابو محمد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرمایا کرتے تھے کہ ساری خیر وبھلائی ان چار باتوں میں جمع ہوگئی ہے اور اَبدال بھی انہی چار باتوں پر عمل کرکے اَبدال بنتے ہیں اور وہ باتیں یہ ہیں: (۱)...... پیٹوں کا خالی ہونا (۲)...... خاموشی (۳)...... مخلوق سے کنارہ کشی اور (۴)...... شب بیداری۔

حضرت سیِّدُ نا سَہل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ ولی کا لوگوں سے میل جول ذِلّت کا اور اس کا تنہا رہنا عِزَّت کا باعِث ہے اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کو تنہائی کے علاوہ دیکھا ہو۔ ②

---

① ...... الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۴۰۵۳، ج ۲، ص ۸۵

② ...... صفۃ الصفوۃ، الرقم ۷۸۸ مالک بن قاسم، ج ۲، الجزء الرابع، ص ۲۱۴

عارِفین فرماتے ہیں کہ تنہائی سے مَحبّت راہِ حق پانے کی علامت ہے۔

استقامت کی علامت

صحیح توبہ کے بعد ارادے کی سچّائی اور اِسْتِقامت پر عَزْم کی پختگی کی علامت یہ ہے کہ سالک (سیِّدُ نا ابو محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بیان کردہ) مذکورہ چاروں صِفات کو ان کی اَضْداد پر ترجیح دے۔ اس حال میں کہ دل کا وُجود ان اوصاف کے ہاں پایا جائے اور ان کی وجہ سے اسے شَرْحِ صَدْر حاصل ہو اور ان کے ذریعے حُسْنِ خُلْق بھی پایا جائے کیونکہ ان اوصاف کی ضد یہ چیزیں ہیں: دنیا کے دروازے، غَفلت کی چابیاں اور خواہش نفس کے راستے۔ اس لئے کہ پیٹ بھر کر کھانے میں دل کی قَساوت اور اس کی ظُلْمت پائی جاتی ہے جس سے صِفاتِ نَفس قَوِی ہوتی ہیں اور اس کی لَذَّتیں پھیلتی ہیں اور نفس کے طاقتور و توانا ہونے اور پھیلنے سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور اس کے انوار بُجھ جاتے ہیں۔ پس نفس کے کمزور ہونے اور اس کی فطرت وطبیعت کے بُجھنے سے ایمان قوی ومَضبوط ہوتا ہے اور اَنوارِ یقین کی شُعاعیں وسیع ہو جاتی ہیں۔ اس وقت بندہ شہ رَگ سے بھی قریب تر کا قُرب اور محبوبِ حقیقی کی ہم نشینی کا شَرَف پاتا ہے۔ چونکہ پیٹ بھر کر کھانا دنیاوی رَغبت کا ذَرِیعہ ہے۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مَنقول ہے کہ شَہَنْشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے پہلی بِدعَت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی پیدا ہوئی کیونکہ جب لوگوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو ان کی شَہوتیں بھی بے لگام ہوجاتی ہیں۔ [1]

اُمُّ الْمُومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مَروی ہے کہ رسولِ بے مِثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم بغیر کسی مجبوری کے یعنی اپنے اختیار ومرضی سے بھوکے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُ نا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ''جب سے امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عُثْمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شہید کیا گیا ہے میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے یہ بات حُجّاج بن یُوسف کے زمانے میں ارشاد فرمائی۔ [2]

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۲۲، ج ۴، ص ۸۲

[2] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الجوع، الحدیث: ۹۱، ج ۴، ص ۹۵

ڈکار کو دور کر لو

حضرت سیِّدُنا ابو جُحَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَوجودگی میں ڈکار لی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی ڈکار ہم سے دور کر لو کیونکہ تم میں سے جو دنیا میں طویل عرصہ شِکَم سَیر رہے گا آخِرَت میں سب سے زیادہ بھوکا ہوگا۔'' فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے اس دن سے لے کر آج تک کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور اُمّید رکھتا ہوں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بقیہ زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں) ان تمام روایات و اقوال کی بنا پر مُسْتَحَب یہ ہے کہ بندہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانے کے بجائے زیادہ تر بھوکا رہے، کہ بھوکا رہنا اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کی علامت ہے۔

بھوک میں اعتدال

جو شخص حد درجہ بھوک کے دو وقتوں کے درمیان صرف ایک مرتبہ کھائے تو اس کی بھوک اس کے پیٹ بھرنے سے زائد ہوتی ہے اور جو حد درجہ بھوک کے بعد درمیانہ شِکَم سَیر ہو تو اس کے پیٹ بھرنے، کھانے اور بھوک میں اعتدال ہوتا ہے اور جو ایک دن میں دو مرتبہ کھائے یا بغیر بھوک کے کھائے اور پھر پیٹ بھی بھر لے تو اس کی شکم سیری اس کی بھوک سے زائد ہے، یہ مکروہ ہے اور ہر وہ شخص جو بھوک کے بعد کھائے اور شکم سیر ہونے سے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لے تو اس کی بھوک اس کی شِکَم سَیری سے زائِد ہوتی ہے اور یہ مُتَوَسِّط حالَت ہے۔

سَلَف صالحین زندہ رہنے کے لئے کھاتے

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے ایسے لوگوں کو بھی پایا جو شکم سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے بلکہ ان میں سے اگر کوئی کچھ کھاتا بھی تو صرف اس قدر کہ جب جان میں جان آتی تو فوراً

---

[1] ......جامع الترمذی، ابواب صفة القیامة، باب حدیث اکثرھم شبعا، الحدیث: ۲۴۷۸، ص ۱۹۰۱
شعب الایمان للبیہقی، باب فی المطاعم، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۶۴۴، ج۵، ص ۲۷

کھانے سے رک جاتا، حالانکہ وہ کمزور اور دُبلا پتلا ہوتا اور اس کی نیّت یہ ہوتی کہ ساری عمر اُس کے لئے نہ تو کبھی کوئی کپڑا لپیٹا جائے اور نہ ہی وہ اپنے اہل کو کبھی کچھ پکانے کا حکم دے اور نہ ہی کبھی اُس کے اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو۔''[1] مزید فرماتے ہیں کہ مومن کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا بلکہ اس کی وصیت ہمیشہ اس کے پہلو تلے رہتی ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا سُفْیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے مروی ہے کہ دو باتیں قَساوَتِ قلبی کا باعِث ہیں: بہت زیادہ پیٹ بھر کر کھانا اور حد درجہ کلام کرنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت و ناراضی کے اسباب

حضرت سیِّدُنا مَکْحُول رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ تین باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَحَبَّت اور تین باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا باعِث ہیں۔ مَحَبَّت کا باعِث بننے والی باتیں یہ ہیں: (۱)......کم کھانا (۲)......کم سونا اور (۳)......کم گفتگو کرنا اور ناراضی کا باعِث بننے والی باتیں یہ ہیں: (۱)......زیادہ کھانا (۲)......زیادہ باتیں کرنا اور (۳)......زیادہ سونا۔[3]

زیادہ سونے کے نقصانات

زیادہ وقت سوئے رہنے کے نقصانات یہ ہیں: غَفْلَت کا طویل ہونا، عَقْل و ذہانت کا کم ہونا اور دل کا سہو میں مبتلا ہو جانا۔ ان تمام صورتوں میں (اعمالِ صالحہ کا) فوت ہو جانا پایا جاتا ہے اور (اعمالِ صالحہ کے) فوت ہو جانے میں مرنے کے بعد حَسْرت ہی حَسْرت ہے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجِدہ نے ان سے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لختِ جگر! رات کے وقت بہت زیادہ مَت سویا کرو کیونکہ نیند کی کثرت بندے کو قیامت کے دن فقیر بنا دے گی۔''[4]

---

[1] ......الزهد لابن مبارک، باب ماجاء فی الخشوع والخوف، الحدیث: ۱۷۷، ص ۵۷

[2] ......المرجع السابق، باب ذکر الموت، الحدیث: ۲۷۱، ص ۹۲

[3] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی المطاعم، فصل فی ذم کثرة الاکل، الحدیث: ۵۷۳۳، ج ۱، ص ۴۸ قول ابو اسحق الخواص

[4] ......سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوات، باب ماجاء فی قیام اللیل، الحدیث: ۱۳۳۲، ص ۲۵۵۵

منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں چند نوجوان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوب عِبادت کیا کرتے تھے، جب ان کے پاس رات کا کھانا آتا تو ایک عالم کھڑا ہو کر کہتا: ''اے سالکین کی جماعت! زیادہ مت کھانا، ورنہ پانی زیادہ پیو گے تو سوؤ گے اور اس کے بعد زیادہ خَسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔'' [1]

کسی بزرگ کا قول ہے کہ مومن کی اَدنیٰ حالت کھانا اور سونا ہے جبکہ مُنافق کی افضل حالت کھانا اور سونا ہے۔

چنانچہ کسی نے ایک فلسفی حکیم سے کہا کہ ''میرے سامنے کسی ایسی شے کے اوصاف بیان کیجئے جس کے استعمال سے میں دن کے وقت بھی سوتا رہوں۔'' تو اس نے کہا: ''اے فلاں! تو کتنا کم عقل ہے! تیری عمر کا آدھا حِصّہ تو پہلے ہی سوتے ہوئے گزر رہا ہے جبکہ نیند تو موت کا نام ہے اور اب تو اپنی عمر کے تین چوتھائی حصے کو مزید نیند کی نَذر کرنا چاہتا ہے اور صرف ایک چوتھائی حصّے کو زندگی؟'' تو اس بندے نے پوچھا: ''وہ کیسے؟'' اس حکیم نے بتایا: ''مثلاً تیری عمر چالیس سال ہو، تو آدھی عمر بیس سال ہو گی اور تو ہے کہ اسے بھی مزید دس سال بنانا چاہتا ہے۔''

کثرتِ کلام کے نقصانات

کثرتِ کلام کے نقصانات یہ ہیں:

- پرہیزگاری کی کمی اور تقویٰ کا خاتمہ
- حساب کی طَوالت
- مُطالبہ کرنے والوں کی کَثرت
- مَظلوموں سے تعلق
- کراماً کاتبین کی گواہی کی کثرت اور
- **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دائمی اِعراض

کلام زبان کے کبیرہ گناہوں کا ذریعہ ہے، ان گناہوں میں سے چند یہ ہیں: جھُوٹ بولنا، غیبت کرنا، چُغلی کھانا، بُہتان لگانا، جھوٹی گواہی دینا، پاکدامن پر تُہمَت لگانا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر اِفتِرا باندھنا، قَسمیں کھانا، لایعنی گفتگو کرنا اور غیر مفید باتوں میں مشغول رہنا۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندے کی اکثر خطائیں اس کی زبان

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، الحدیث: ۵۲۸، ص ۱۳۴

الشفا، فصل واما ما تدعو ضرورۃ الحیاۃ، الجزء الاول، ص ۸۵

میں ہوتی ہیں اور قیامت کے دن گناہوں کی کثرت ان لوگوں کی ہوگی جو سب سے زیادہ لایعنی باتوں میں مشغول رہے ہوں گے۔''[1]

زبان کی آفات میں یہ باتیں بھی شامل ہیں: مَخلوق کی خاطِر تَصَنُّع اور بناؤ سنگھار کرنا، صحیح مَعانی کے لئے تحریف و تبدیلی کرنا، نفسانی خواہشات کے پیکر بندوں کی خاطِر چاپلُوسی کرنا، حقیقت چھپا کر کچھ اور ظاہِر کرنا اور خُوشامَد کرنا۔

بندے پر ان تمام آفات کا جمع ہوجانا اس کے دل کے اِنْتِشار کا باعِث ہے اور دل کے اِنْتِشار میں اس کے ارادوں کا بکھر جانا پایا جاتا ہے اور جب اس کے ارادے بکھرتے ہیں تو وہ مَقامِ مُقَرَّبِین سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے حضرت سیِّدُنا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَاحِد کو وصیَّت کرتے ہوئے فرمایا: ''ہرگز کسی بُرْدْبار سے جھگڑنا نہ کسی بے وقوف سے کیونکہ بردبار تجھے تھکا دے گا اور بے وقوف تکلیف کا باعِث بنے گا۔''[2]

''فضول گوئی'' کے متعلق روایات

﴿1﴾...... بندہ کوئی بات کرتا ہے اور اس کے انجام کی پروا نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے زمین و آسمان کی دوری کی مِقدار پَسْتی میں جا گرتا ہے۔[3] ایک رِوایَت میں یہ الفاظ ہیں: ''وہ کوئی بات کرتا ہے تو اس کے سبب اسے جَہَنَّم میں 70 سال تک گرایا جاتا ہے۔''[4]

﴿2﴾...... حضرت سیِّدُنا لُقْمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا: ''تیرا گونگا بن کر اس حال میں زندگی بَسَر کرنا کہ تیرا لُعاب سینے پر بہہ رہا ہو لوگوں کے سامنے لایعنی باتیں کرنے سے بہتر ہے۔''[5]

﴿3﴾...... جس نے کسی بری بات کا آغاز کیا پھر لوگ اس جیسی باتوں میں مَشغول ہوگئے تو ان سب کا وَبال اسی پر ہوگا۔

---

[1] ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ١٠٤٤٦، ج١٠، ص١٩٧
شعب الایمان للبیهقی، باب فی الاعراض عن اللغو، الحدیث: ١٠٨٠٨، ج٧، ص٤١٦

[2] ...... موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت، باب النهی عن الکلام، الحدیث: ١١٤، ج٧، ص٨٨

[3] ...... صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث: ٦٤٧٨، ص٥٤٤ مفهوماً
شعب الایمان للبیهقی، باب حفظ اللسان، الحدیث: ٤٨٣٢، ج٤، ص٢١٣ مفهوماً

[4] ...... جامع الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء من تکلم بکلمة، الحدیث: ٢٣١٤، ص١٨٨٥

[5] ...... حلیة الاولیاء، تکلمة کعب الاحبار، الحدیث: ٧٦٢٥، ج٦، ص٦

﴿4﴾......برا آدمی ہی بدترین برائی لاتا ہے۔

﴿5﴾......حضرت سیِّدُ نا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے مُتَعلق مروی ہے کہ جب کوئی شخص ان کے ساتھ ہوتا اور کوئی بُری خبر یا بات لاتا تو آپ اس سے جدا ہو جاتے۔

﴿6﴾......جو شخص کانوں سُنی یا آنکھوں دیکھی ہر بات بیان کر دے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ان لوگوں میں لکھ دیتا ہے جو ایمان والوں میں فَحَاشی عام ہونے کو پسند کرتے ہیں۔[1]

﴿7﴾......امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا علی المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ لوگوں میں فَحَاشی کی خبر پھیلانے والا اس پر عمل کرنے والے کی طرح ہے۔

﴿8﴾......اہلِ صُفَّہ میں سے ایک صحابی راہِ خدا میں جِہاد کے دوران شہید ہو گئے تو ان کی والِدہ ماجِدہ بولیں: ''تجھے جنَّت مُبارک ہو! تو نے راہِ خدا میں جِہاد کیا، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جانِب ہجرت کی اور شہادت کی موت مرا۔ تجھے جَنَّت مبارک ہو۔'' (یہ سن کر) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم کہ وہ جنَّت میں ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کیا کرتا ہو یا اس شے میں بُخْل کرتا ہو جو نقصان دہ نہ ہو۔''[2] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی اشیاء میں بُخْل کرتا ہو جو نَفْع بخش نہ ہوں۔''[3]

غیبت اور اس کی مثالیں

(۱)......بہت زیادہ سونے والا ہے

ایک صحابی نے کسی کے متعلق کہا کہ فلاں بہت زیادہ سونے والا ہے تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے، اس سے عرض کرو کہ وہ تمہارے لئے بخشش طلب کرے۔''

---

[1] ......الدر المنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۱۹، ج۶، ص۱۶۱۔الفردوس بماثور الخطاب، الحدیث: ۵۶۴۳، ج۳، ص۵۲۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب حدیث من حسن اسلام المرء، الحدیث: ۲۳۱۶، ص۱۸۸۵ بتغیر قلیل

[3] ......شعب الایمان للبیھقی، باب الجود والسخاء، الحدیث: ۱۰۸۳۶، ج۷، ص۴۲۵ ''یغنیہ''۔بدلہ۔''یعنیہ''

(۲)......فلاں شخص کتنا کمزور ہے!

مروی ہے کہ کسی صحابی نے کہا کہ فلاں شخص کتنا کمزور ہے۔ تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم نے اس کا گوشت کھایا ہے۔''[1]

(۳)......اس کا دامن کتنا طویل ہے!

اُمُّ المومنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک مرتبہ کسی عورت کے بارے میں کہا: ''اس کا دامَن کتنا طویل ہے!''[2] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ وہ کتنے چھوٹے قد والی ہے، تو شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے اس کی غیبت کی ہے۔''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تو نے ایسا کَلِمہ کہا ہے کہ اگر اسے سَمُنْدَر کے پانی میں ملایا جائے تو اس میں بھی مل جائے۔'' یہ درحقیقت غیبت کی مَذَمَّت میں مُبالغہ کے لئے ہے۔[4]

غیبت کسے کہتے ہیں؟

غِیبت کی تعریف ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہی جو اس میں موجود ہو تو اس نے غیبت کی۔''[5]

حضرت سیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی روایت، مذکورہ روایت سے بھی سخت ہے جس میں حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ کرنا کہ جس کے ساتھ اسے عیب سے بَری نہ کرے، غیبت ہے۔''

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث: ۶۷۳۳، ج۵، ص۳۰۴

[2] ......المرجع السابق، الحدیث: ۶۷۶۸، ص۳۱۳ عن عائشة بنت طلحة انه قالت

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدة عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها، الحدیث: ۲۵۷۶۲، ج۱۰، ص۲۰

[4] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبة، الحدیث: ۴۸۷۵، ص۱۵۸۱ بتغیر قلیل

[5] ......صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الغیبة، الحدیث: ۲۵۹۳، ص۱۱۳۰

غِیبت کے مُتَعَلِّق یہ رِوایت پہلی روایت سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔ غیبت درحقیقت ایک لُغوی نام ہے جبکہ اس کا شرعی معنیٰ ہے کسی انسان کی عَدَمِ موجودگی اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ بندہ اپنے بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو اس میں پائی جاتی ہو۔

غیبت زنا سے بھی سخت ہے:

سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیبت کو اپنے اس فرمانِ عِبْرَت نشان سے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے کہ ''غیبت زِنا سے بھی سَخْت ہے۔''[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جب بندہ اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کرے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس میں پائی جاتی ہے لیکن وہ یہ بات اس کے سامنے نہ کہہ سکتا ہو یا پھر وہ بات اس کی شان میں کمی کا باعِث ہو یا پھر وہ اپنے بھائی کے اس عیب سے بُری ہونے کا ذکر نہ کرے تو وہ اس کی غیبت کا مُرتکِب ہوگا۔ لہٰذا اگر خاموشی میں غیبت سے سلامتی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو یہ بھی بہت بڑی غنیمت ہوتی اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جبکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے کہ ''ابنِ آدم کے تین کاموں کے علاوہ ہر کلام اس کے خِلاف ہے اور اس کے حق میں نہیں: **اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف، نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر** اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر۔''[2]

لوگوں سے میل جول کے نقصانات

- ......لوگوں سے میل جول رکھنا نیکی کے کاموں کو قَوِی کرنے والے عزم کی کمزوری کا باعِث بنتا ہے۔
- ...... بندے کو خَلْوَت میں حاصِل ہونے والے پُخْتہ عہد کو توڑ دیتا ہے کیونکہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر مدد کرنے والے لوگ بہت کم ہیں اور گناہ و سرکشی کے کاموں پر مدد کرنے والے لوگ بہُت زیادہ ہیں۔
- ...... بندہ جب لوگوں کو دنیاوی مَشاغِل میں مَصروف پاتا ہے تو اس کی دنیاوی اغراض کی طَلَب وحِرص بھی قوی ہونے لگتی ہے۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی تحریم اعراض الناس، الحدیث: ۶۷۴۲، ج۵، ص۳۰۶

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب منه کل کلام......الخ، الحدیث: ۲۴۱۲، ص۱۸۹۴

❁......غافِل لوگوں کو دیکھنے سے عِبادت میں سُستی پیدا ہوتی ہے۔

❁......غلط لوگوں کی ہم نشینی طاعَت میں غَفْلَت کا سبب بنتی ہے۔

❁......جاہِلین کے کلام کی سماعَت اور دنیا دار مُردوں کو دیکھنا وِجدانِ فہم وادراک اور نُورِ عِلْم کے خاتمے اور حلاوتِ تعلق کے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللّٰہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''مُردوں کی ہم نشینی مت اختیار کرو، ورنہ تمہارے دل بھی مُردہ ہوجائیں گے۔'' عرض کی گئی: ''مُردے کون ہیں؟'' تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''دنیا کی محبَّت رکھنے والے اور اس کو مرغوب جاننے والے۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿**وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ**ؕ (پ۲۲، فاطر:۲۲)﴾ [1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں زندہ ومُردہ اَفْراد سے مراد فُقَرا و اَغْنِیا ہیں۔ کیونکہ فقرا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکْر کی وجہ سے زندہ ہوتے ہیں اور اَغْنِیا دنیا کی حِرص پر مرجاتے ہیں۔

لوگوں سے میل جول اور غافِل لوگوں کی ہم نشینی کا سب سے بڑا نقصان انہیں دیکھ کر یقین کا کمزور ہوجانا ہے اور اس سے بھی بڑا نقصان یہ ہے کہ بندے کو جب یقین کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تو وہ ہلاکت ودوری اور حجاب کا باعِث بن جاتا ہے۔ یعنی بندے کے اُس یقین کی کمزوری کا باعث بنتا ہے جس کا اس سے عالَمِ غیب میں وعدہ کیا گیا تھا اور عالَمِ شہادت میں جس پر وعید فرمائی گئی اور یہی وہ سب سے بڑا خوف ہے جس میں دافِعِ رنج وملال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی اُمَّت کے مبتلا ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے سب سے زیادہ اپنی اُمَّت پر یقین کی کمزوری کا اندیشہ ہے۔'' [2]

اس کی وجہ یہ ہے کہ یقین کی کمزوری ہی درج ذیل اُمور کی اصل ہے: یعنی دنیا میں رغبت، کثرتِ دنیا کی حرص، دنیاداروں کے سامنے عجز وانکساری کا اظہار کرنا اور ان سے لالچ رکھنا۔ چنانچہ،

---

[1] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور برابر نہیں زندے اور مردے۔

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۸۸۶۹، ج۶، ص۳۰۸

حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن مَسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے گھر سے اس حال میں نکلے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ ہوگا لیکن واپس اس حال میں لوٹے گا کہ اس کا دین اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ وہ اِس سے ملے گا تو کہے گا: ''تم تو ایسے ایسے ہو۔'' اور اُس سے ملے گا تو کہے گا: ''تو ایسا ایسا ہے۔'' اور شاید کہ وہ ان سے جدا ہو کر اس حال میں گھر لوٹے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر ناراض ہوگا۔ [1]

ایک تابعی بزرگ کا قول ہے کہ خَلْوَت میں بندے کی بہت زیادہ نیک اور اچھّی اچھّی خَصلتیں ہوتی ہیں مگر جب وہ خَلْوَت سے نکل کر لوگوں کے پاس جاتا ہے تو لوگ ایک ایک کرکے اس کی تمام اچھّی خَصلتیں خَتم کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس حال میں گھر لوٹتا ہے کہ اس کی تمام خصلتیں ختم ہو چکی ہوتی ہیں۔

یقین کو قوی کرنے والی باتیں

قُوَّتِ یقین ہر نیک عمل کی اصل ہے، کیونکہ یقین کے قوی ہونے میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں: سُرعَتِ اِنتِقال، اُخْروی ٹھکانے میں قِیام کی طوالت، فانی اشیاء کی بہت کم ترجیح، باقی رہنے والی اشیاء کی جانب پیش قدمی، حرص کی کمزوری، قِلَّتِ طَلَب، لالچ کا فُقْدان، دنیاوی مَشاغِل سے فراغت اور اُخروی و پسندیدہ امور میں مَشغولیت۔

درج بالا تمام اُمور میں بندے کا اخلاص اس کے اعمال میں پایا جاتا ہے اور اس کے زُہد کی حقیقت اس کے احوال کے تَصَرُّف، اُمّید کی کمی اور اعمال کی خوبصورتی میں ہوتی ہے۔ کیا آپ نے اس شخص کے اوصاف نہیں سنے جس کی خبر دیتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اس کے مال کی کثرت نے غافِل کر دیا یہاں تک کہ اس نے اپنا اُخروی یعنی جہنَّمی ٹھکانا بھی دیکھ لیا۔ آپ اس سے کسی شخص کو اسی وقت ڈرا دھمکا سکتے ہیں جب اسے یقینی علم حاصل ہو اور پھر جب وہ اپنی آنکھوں سے اپنا اُخروی ٹھکانا دیکھ لے تو اس سے ڈر جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ (پ۳۰، التکاثر: ۱) ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔

یعنی کثرتِ مال کے جمع کرنے نے تمہیں مشغول رکھا یہاں تک کہ تم قَبروں میں اتر گئے۔ پھر ارشاد فرمایا:

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ؕ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال

---

[1] ......المستدرک علی الصحیحین، کتاب الفتن والملاحم، باب بعضکم علی بعض......الخ، الحدیث: ۸۳۹۷، ج۵، ص ۶۲۳

(پ۳۰، التکاثر: ۵) کی محبّت نہ رکھتے۔

یعنی اگر تم یقینی علم رکھتے تو آخرت کے لئے عملِ صالح میں مصروف ہو کر لَہْو ولَعِب سے غافل ہو جاتے حالانکہ لَہْو و لَعِب شک کا تقاضا کرنے والا ہے جو یقین کی ضِد ہے۔ پس تم اُمورِ آخِرَت میں مَشغول ہو کر دنیا کی کثرت سے غافِل ہو جاتے جیسا کہ عِلْمِ یقین نہ ہونے کی وجہ سے لہو ولعب کی کثرت میں مَشغول ہو گئے تھے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمان ہے:

اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۲) ترجمۂ کنز الایمان: اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آگیا۔

اور مذکورہ آیتِ مُبارَکہ کے نُزُول سے پہلے یہ ارشاد فرمایا:

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۵، الدخان: ۹) ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

اس کے بعد انہیں ۲ دو مرتبہ وعید سنائی اور وہ نعمتیں مانگنے سے ڈرایا جن میں مَشغول ہو گئے تھے یعنی وہ دنیاوی نعمتوں کی کثرت میں مَصروف ہو گئے۔ ایک قول کے مُطابِق اس سے ان کا مال جمع کرنا اور پھر اسے راہِ خدا میں خرچ کرنے سے روکے رکھنا مُراد ہے۔

مانعِ توبہ باتیں

تین ۳ اُمور بندوں کو توبہ سے مُنْقَطِع کر دیتے ہیں اور توبہ کرنے والوں کو اِسْتِقامت پر نہیں رہنے دیتے:

(۱)......کمائی (۲)......خرچ کرنا (۳)......مال جمع کرنا۔

یہ اسباب مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی مخلوق کے وجود سے ان کا وجود وابستہ ہے اور مخلوق سے جدائی کے سبب یہ بھی خَتْم ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص ان تینوں اسباب سے جُدا ہو جائے تو مخلوق میں زاہد شُمار ہو گا اور جو مخلوق میں رغبت رکھے گا تو وہ ان اسباب کو بھی مَرغوب جانے گا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں جو لوگوں سے میل جول رکھے گا وہ ان کی خاطِر مدارات بھی کرے گا اور جو ان کی خاطِر مدارات کرے گا وہ ان کے لئے ریاکاری بھی کرے گا اور جو ان سے ریاکاری کرے گا وہ اسی مصیبت میں گرِفْتار ہو گا جس میں وہ گرِفْتار ہوئے اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ایسے ہی یہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔

راہِ حق پانے کا ذریعہ

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مخلوق سے کِنارہ کش ہونے والے ایک ابدال سے عرض کی: ''راہِ حق کیسے پائی جاسکتی ہے؟'' ایک قول ہے کہ میں نے عرض کی: ''میری کسی ایسے عمل پر راہنمائی فرمایئے جس پر عمل کروں تو پاؤں کہ میرے دل کو ہمیشہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی مَعِیَّت حاصِل ہے۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''مخلوق کو مت دیکھو کیونکہ اسے دیکھنا ظُلمت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''میرے لئے ایسا کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔'' تو انہوں نے فرمایا: ''ان کی باتیں مت سنا کرو، کیونکہ ان کی باتیں قَساوَتِ قلبی کا باعِث ہوتی ہیں۔'' عرض کی: ''اس کے بغیر بھی میرے لئے کوئی چارہ نہیں۔'' تو فرمانے لگے: ''ان کے ساتھ مُعامَلات مَت کیا کرو کیونکہ ان سے مُعاملات کرنا وَحشت کا سبب ہے۔'' عرض کی: ''میں تو ہر لمحہ ان کے ساتھ ہوتا ہوں اور ان سے مُعامَلات کئے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں پاتا۔'' تو فرمانے لگے: ''پھر ان کے ساتھ سُکُونَت مَت اختیار کرو کیونکہ ان کے ساتھ زِندگی بَسر کرنا ہلاکت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یہ بیماری بھی مجھ میں ہے۔'' تو فرمانے لگے: ''اے فلاں! کیا تو غافِلین کو دیکھتا رہتا ہے، جاہلین کی باتیں سنتا رہتا ہے، باطِل لوگوں کے ساتھ معاملات کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دل میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی دائمی مَعِیَّت پائے! یہ ایسی بات ہے جو کبھی نہیں ہوسکتی۔''

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) گوشہ نشینی، تنہائی، خاموشی اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یعنی بھوک، شب بیداری وغیرہ اس کی بہت زیادہ فضیلت مروی ہے، بلکہ ہم نے جو تنبیہات ذکر کی ہیں اور جن کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے یہ سب کچھ اس شخص کے لئے کافی ہے جو آخرت کا طَلَب گار ہو اور حُصُولِ آخرت کے لئے صحیح کوشش کرے اور مُعامَلہ اور باہمی تجارت کا بھی خواہش مند ہو اور یہی حقیقی مومن ہے۔ ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی قدرت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت۔

❁......❁......❁

فصل 28

مُراقَبۂ مُقَرَّبِین اور مَقاماتِ اَہلِ یقین کا بیان

مُراقَبہ کا پہلا مَقام

اوقات کی اہمیت

جب بندے کا یقین مَضْبوط وقَوِی ہوتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس کے اوقات وہی ہیں جن میں اس کی تربیَّت کی گئی اور جو اس کی زندگی اور پَرْوَرِش کا سَبَب ہیں اور یہی اوقات دوبارہ عالَمِ برزخ میں اس کے سامنے آئیں گے اور قِیامت کے دن دوبارہ اس پر وارِد ہوں گے، جنَّت میں اس پر لوٹائے جائیں گے، اگر وہ جنَّت میں داخِل ہو گا تو وہاں اسے اسی حساب سے بدلہ دیا جائے گا جو اس نے یہاں دنیا میں ان اوقات سے مُعامَلہ کیا ہو گا اور وہاں اسی قدر اسے عطا کیا جائے گا جس قدر یہاں توفیق سے نوازا گیا تھا، اس سے اوقات کے سوا کسی شے کے مُتعلِّق سوال نہ ہو گا اور نہ ہی ساعات کے علاوہ کسی شے کا حِساب لیا جائے گا، نہ اوقات کے علاوہ کسی شے پر اسے بدلہ دیا جائے گا۔ جس طرح اسے کسی دوسرے کی شکل میں نہیں اٹھایا جائے گا اسی طرح اس کے سامنے دوسروں کے اوقات بھی نہ رکھے جائیں گے اور جس طرح دنیا میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کا مُعامَلہ نہ کیا گیا وہاں بھی اسے کسی دوسرے کی جزا نہ دی جائے گی، البتہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ابتدا کرنے والا ہے اور وہی دوبارہ لوٹانے والا ہے۔ چنانچہ اس کے مُتعلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ (پ۸، الاعراف: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے۔

﴿۲﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ (پ۲۹، القلم: ۳۵) ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم مسلمانوں کو مُجرموں سا کر دیں۔

﴿۳﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا (پ۲۳، ص: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: یہ ایک کِتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری بَرَکت والی تا کہ اس کی آیتوں کو سوچیں۔

﴿۴﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘ اَمْ ترجمۂ کنز الایمان: کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا

نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (پ۲۳،ص:۲۸) ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

یعنی آیاتِ بینات میں غور وفکر کرو، کیا تم پاتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے متقین کو فُسّاق وفجار جیسا بدلہ دیا ہو؟ یا یہ پاتے ہو کہ فُسّاق وفُجّار کو متقین کی صِفات کا بدل ملا ہو؟ یا ایسی ہی کوئی دوسری صُورت تمہیں نظر آتی ہے؟

جھوٹی امیدیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا (فاسقوں اور فاجِروں کے متعلق) فرمانِ عالیشان ہے:

لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْکِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ (پ۵،النسآء:۱۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔

حُضور نبیٔ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی: ''مومن کو اس کے گناہوں کا بدلہ دنیا میں مَصائِب، بھوک اور لباس کی کمی سے دے دیا جاتا ہے اور مُنافِق پر اس کے گناہ باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے قیامت کے دن پوری پوری جزا دی جائے گی گویا کہ وہ ایک گدھا ہے جسے قیامت کے دن اس بوجھ کا بدلہ دیا جائے گا۔''

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! جھوٹی اُمّیدوں سے ڈرو، کیونکہ یہ حماقت کی وادیاں ہیں جن میں لوگ اتر رہے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! بندہ اپنی جھوٹی اُمّیدوں سے دنیا کی کوئی بھلائی حاصل کر سکتا ہے نہ آخرت کی۔'' [1]

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب بھی عقل کم ہوتی ہے اُمّیدیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

نیکی کی دعوت کا ایک اچھوتا انداز

بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے کسی نے اپنے ایک دنیادار بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا: ''اُمورِ دنیا کی خاطر تم مشقَّت اٹھاتے رہے اور ان پر حریص رہے، ذرا مجھے کچھ بتاؤ گے کہ کیا تم نے اپنی مَنشا و مُراد پا لی ہے اور کیا تمہاری آرزُوئیں پوری ہو گئی ہیں؟'' تو اس نے جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! نہیں۔'' اس بزرگ نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ جس شے کا تو حریص ہے، چاہنے کے باوجود اسے ابھی تک حاصل نہیں کر سکا تو

[1] ......ایقاظ الھمم شرح متن الحکم، ص ۹۵

آخرت کیسے حاصل کرے گا؟ حالانکہ تو اس سے اِعراض اور رُوگردانی کئے ہوئے ہے، میں تو تجھے ٹھنڈے لوہے میں ضربیں لگاتے ہوئے ہی دیکھ رہا ہوں۔"

عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جو بغیر عمل کے جَنَّت میں داخل ہونے کا گمان رکھے وہ محض تمنّا کرنے والا ہی ہے اور جو کہے کہ میں عمل کے سبب جنَّت میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو وہ مَشقَّت اٹھانے والا ہے۔ بعض عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اُمّیدیں عقل کو کم کردیتی ہیں۔ [1]

ایمان کسے کہتے ہیں؟

رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان آرائش و زیبائش کے ذریعے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی اُمّیدوں کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، بلکہ ایمان تو اس عقیدے کا نام ہے جو دل میں پختہ ہو اور عمل اس کی تصدیق کرے۔'' [2]

نیکی و بدی کا بدلہ

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ — ترجمۂ کنزالایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

(پ ۲۷، الرحمٰن: ۶۰)

اور اس کی ضد کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا (پ ۲۴، المؤمن: ۴۰) — ترجمۂ کنزالایمان: جو بُرا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی۔

﴿2﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ (پ ۱۰، التوبة: ۱۶) — ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللّٰه نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جِہاد کریں گے۔

---

[1] ......موسوعة لابن ابی دنیا، کتاب الیقین، باب رب لیس، الحدیث: ۶۴، ج ۲، ص ۵۴۷

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب القول فی زیارة......الخ، الحدیث: ۶۶، ج ۱، ص ۸۰

﴿3﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ (پ۲،البقرۃ:۲۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنّت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی۔

﴿4﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ (پ۲۵،الجاثیۃ:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھّے کام کئے۔

﴿5﴾ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴ (پ۲۰،العنکبوت:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

پس ان کے گمانوں کو باطل قرار دیا اور ان کے حکم کو رد کر دیا پھر اپنا فیصلہ ارشاد فرمایا:

سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ (پ۲۵،الجاثیۃ:۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔

یعنی جس طرح وہ زندگی میں احسان اور نیک عمل کیا کرتے تھے تو موت بھی ان کے لئے ایک اچھّی جزا ہو گی اور جیسے زندگی میں فساد برپا کرتے اور برے اعمال سَرانجام دیا کرتے تھے تو موت بھی ان کے لئے بُری ہو گی۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہِدایت یافتہ اور عَقْل مندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کو بڑی توجّہ سے سنتے ہیں، پس ارشاد فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ (پ۲۳،الزمر:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

منقول ہے کہ یہاں اَلْقَوْل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عزیمتیں اور اس کی وعید سننا مراد ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ (پ۲۴،الزمر:۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور انہیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

منقول ہے کہ ایسا ان کے جھوٹے گمان اور دھوکے میں مبتلا کرنے والی نقصان دہ امید سے پہلے ہوا۔

---

[1] ...... تفسیر البغوی، پ۲۳، الزمر، تحت الآیۃ ۱۸، ج ۴، ص ۶۵ بتغیر قلیل

ایک قول کے مطابق وہ ایسے عمل کرتے جنہیں نیکی گمان کیا کرتے تھے مگر حساب کتاب کے وقت انہیں معلوم ہو گا کہ وہ سب گناہ تھے۔ صحیح عمل وہی ہے جو حساب کے بعد بھی صحیح ہی ہو اور حق وہ ہے جو میزانِ عدل میں بھاری ہو۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ِالْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

ایک قول ہے کہ یہاں حق سے مراد علم وعمل ہے۔ جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرامینِ مُبارکہ ہیں:

﴿1﴾ **وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ** (پ۸، الاعراف:۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مُفَصَّل کیا۔

﴿2﴾ **فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ** (پ۸، الاعراف:۷) ترجمۂ کنزالایمان: توضرور ہم ان کو بتادیں گے اپنے علم سے۔

﴿3﴾ **وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۸** (پ۲۴، الزمر:۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کُھل گئیں اور ان پر آپڑا وہ جس کی ہنسی بناتے تھے۔

منقول ہے کہ وہ گناہ کرنے میں تو جلدی کرتے مگر توبہ میں تاخیر کرتے رہتے اور اس کے ساتھ ساتھ مَغْفِرت کی اُمّید بھی رکھتے۔

یہ آیتِ مُبارکہ خائفین کو غم میں مُبتلا کرنے والی اور عارِفین کو خوف دلانے والی ہے۔ اس حال میں کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔ پھر اس نے مومنین کو حکم دیا کہ وہ آگ سے بچتے رہیں اور کافروں کے جہنّمی اوصاف ذکر فرمائے اور اپنے بندوں کو اس سے ڈرایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝۱۳۱ ۚ (پ۴، آلِ عمران:۱۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اوپر آگ کے پہاڑ ہیں اور

تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۶﴾ (پ۲۳، الزمر:۱۶) ان کے نیچے پہاڑ اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

منقول ہے کہ بندہ مَعرِفت کے بعد اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی پہلی بار نافرمانی کرنے کے فوراً بعد آگ کا مُستحق ہو جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت میں ہوتا ہے۔ یقیناً ہر ایک میں کوئی نہ کوئی بری عادت ہوتی ہے جس سے اس کے آگ میں مُبتَلا ہوجانے سے ڈراجاتا ہے۔

خوفِ الٰہی کی حقیقت

حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زید رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں کہ اُس خائف کا خوف کبھی بھی صحیح نہیں ہوسکتا جو یہ گُمان کرتا ہو کہ وہ آگ میں داخِل نہیں ہوگا اور اُس شخص کا خوف بھی سچّا نہیں ہوسکتا جو یہ گمان کرے کہ وہ آگ میں داخِل ہوگا۔ پس بندے کا یہ گُمان کرنا ہی صحیح ہے کہ وہ آگ سے چھٹکارا پالے گا یعنی خوف کی ایک حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ آگ میں داخِل ہونے سے ڈرے اور دوسرے یہ کہ اس میں ہمیشہ رہنے سے ڈرتا رہے۔

اسی قسم کا ایک قول حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی سے مروی ہے کہ ان کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جسے جہنَّم سے ایک ہزار سال کے بعد نکالا جائے گا تو آپ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ رونے لگے اور فرمایا: ''اے کاش! میں بھی اس کی مِثْل ہوتا۔'' ①

خود کو ''عالم اور جنّتی کہنا'' کیسا؟

سلطانِ بَحرو بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جس نے یہ کہا کہ میں جنّتی ہوں تو وہ جہنّمی ہے اور جس نے کہا میں عالِم ہوں تو وہ جاہِل ہے۔'' ②

اپنا مقام و مرتبہ پہچاننے کا طریقہ

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو جاننا چاہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کے

---

① ...... احیاء علوم الدین، کتاب التوبہ، باب بیان کیفیۃ تورع ......الخ، ج ۴، ص ۳۳

② ...... المعجم الصغیر، الحدیث: ۱۷۶، ج ۱، ص ۶۵

مقام ومرتبہ کی کیفیت کیا ہے تو اسے دیکھ لینا چاہئے کہ اس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقام ومرتبہ کی کیفیت کیا ہے۔'' [1]

مراقبہ کا دوسرا مقام

مقاماتِ جنت وجہنم کی معرفت

بندہ یقینی طور پر یہ بھی جان لیتا ہے کہ ہر نیک عمل کے لئے جنّت میں ایک نعمت اور عالَمِ برزخ میں آرام وسکون ہے اور اس کے ہر اچھّے عمل اور خالص مَعرِفَت کا جنّت میں ایک مقام ہے جس کا ایک حِصّہ یہاں عالَمِ دنیا میں تقسیم کیا گیا ہے تا کہ بندے کو اس کے حسنِ مُعامَلہ کا اجر عطا کیا جائے اور وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اس کے ہر برے عمل اور جَہالَت کے لئے آخِرَت میں عَذاب، عالَمِ برزخ میں تکلیف اور جَہَنَّم میں ایک ٹھکانا ہے اور یہاں اس دنیا میں صِرف اس کا ایک حِصّہ تقسیم کیا گیا ہے تا کہ اس پر عمل کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خیر وشر کے اس حصے کو چھپا کر ان کے اعمال کو ان پر مرتب ہونے والے احکام کی وجہ سے ظاہر فرما دیا اور پھر اپنی حکمت سے دنیا وآخرت کی جانب جانے والے نیکی وبدی کے دُو راستے ظاہر فرمائے۔ اس کے بعد ان دونوں کے مُعامَلات کو مُقدَم کر کے خیر وشر میں سے ہر ایک کی جزا وسزا مُؤخر کر دی تا کہ بندے کی جانب سے افعال کی بجا آوری کو ثابت کیا جا سکے۔

بندے کا ان اعمال کی بجا آوری کی کوشش کرتے ہوئے ابتلا وآزمائش میں مبتلا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر اس نفس کو آزمائے جو اس کی رحمت اور فضل وکرم اور مَحبّت پانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کے افعال کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ وہ غالِب، بادشاہ اور قَہّار وجَبّار ہے، بلکہ بندوں سے سوال کیا جائے گا کیونکہ وہ مغلوب ومجبور اور غلام ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بے مثال ہے، کیونکہ وہ جُہَت اور یکسانیَّت سے پاک ہے اور بندوں میں سے کسی کے برابر نہیں کیونکہ وہ اندازوں اور حد بندی سے بالاتر ہے۔ بلکہ اسی کے لئے حجت ہے اور ہر شے میں اسی کی قدرت نافذ ہے، اس کی مثل کوئی شے نہیں۔

---

[1] ...... تفسیر روح البیان، پ ۱، البقرۃ، تحت الایۃ ۱۰۳، ج ۱، ص ۱۹۶ من اراد بدلہ من سرہ

توحید پر دلالت کرنے والی آیاتِ بینات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ ناشیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) جو کچھ ہم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توحید یعنی اس کی مشیت، افعال اور اس کے شِرک سے پاک اور بے مِثْل ہونے کے متعلق ذکر کیا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ان سب باتوں کو محکم آیاتِ بیّنات میں ذِکْر کیا ہے اور اس شخص پر تعجب کیا ہے جو خالق و مخلوق کو احکام میں ہم پلّہ قرار دیتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس شخص کے اس عمل کو نعمت کا انکار اور اپنی سلطنت میں شِرک قرار دیا ہے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جس میں اس نے مُشرِکین اور ان کے واضح گمراہی میں مُبتلا ہونے کے بعد اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کے مُتعلّق خبر دی ہے، نیز مُشرِکین کے احکام میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق کے درمیان یکسانیَّت قائم کرنے کی گمراہی کے مُتعلّق بھی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: کہیں گے اور وہ اس میں باہم جھگڑتے ہوں گے۔ خدا کی قسم بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ جبکہ تمہیں ربّ العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے۔ (پ ۱۹، الشعرآء: ۹۶ تا ۹۹)

منقول ہے کہ یہ آیاتِ مُبارکہ قَدرِیّہ کے متعلق نازِل ہوئیں کیونکہ انہوں نے برائی کی طاقت وقدرت کی نسبت مخلوق کی جانِب کر دی تھی، پس انہوں نے اس وَصْف کے خالق ہونے کے اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان برابری قائم کر دی۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۶)

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چونکہ اعمال کی تخلیق کی نسبت اپنی جانِب فرمائی کہ جس طرح وہ بندوں کا خالق ہے اسی طرح وہ ان

---

[1] ......نفح الطیب، ج ۵، ص ۲۹۴

کے اعمال کا بھی خالق ہے، لہٰذا وہ مُجرِم ہیں جن کے مُتعلّق یہ آیت نازل ہوئی جس میں قدریہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں ان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ منکر ہیں:

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، القمر: ۴۷تا۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں۔ جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ۔ بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔

لہٰذا یہی وہ مجرم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ماننے والوں کو گمراہ کیا اور یہی وہ سرکش افراد ہیں جنہیں ان کے گروہوں کے ساتھ جہنَّم میں اَوندھے منہ گرایا جائے گا۔

پانچ محکم آیات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے ابھی جو کچھ ذکر کیا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سب کی تفصیل پانچ محکم آیات میں ذکر کی ہے، یہ آیاتِ مُبارکہ ان تمام مذکورہ مَعانی و مَفاہیم کو اپنے ضِمن میں لئے ہوئے ہیں، مگر ہم نے طَوالت کے خدشہ سے ان کی شرح وتفسیر نہیں کی کیونکہ ہمارا مقصود اِسْتِدلال کی غرض سے حُجَّت قائم کرنا نہیں۔ چنانچہ ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

﴿1﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دیں گے کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللّٰہ کی نعمت سے مُکرتے ہیں۔

(پ۱۴، النحل: ۷۱)

یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے آقاؤں اور مالکوں کو غلاموں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

﴿2﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے لئے ایک کہاوت بیان فرماتا

لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (پ ۲۱، الروم: ۲۸)

ہے خود تمہارے اپنے حال سے کیا تمہارے لئے تمہارے ہاتھ کے مال غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی تو تم سب اس میں برابر ہو۔

یعنی اسی طرح مَیں ہوں کہ میرے بندوں میں سے میرا کوئی شریک نہیں، پس میرے بندوں اور میری مخلوق میں سے کسی کو برابری میں میرا شریک نہ ٹھہراؤ، کیونکہ جب میں نے تمہارے اور تمہارے غلاموں کے درمیان یکسانیّت قائم نہیں کی تو پھر تم پر لازم ہے کہ میرے بندوں کو بھی میرے حکم میں قطعی طور پر شریک نہ ٹھہراؤ۔

﴿3﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ (پ ۱۴، النحل: ۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کی مِلک آپ کچھ مَقدور (طاقت) نہیں رکھتا اور ایک وہ جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی عطا فرمائی تو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے۔

مُراد خرچ کرنا ہے۔ یہاں دو طرح کے لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں: ایک ایسا بخیل جو خرچ پر قادر نہیں، پھر اس کی مَذمّت بُخْل اور اس کے عاجز ہونے سے بیان فرمائی کہ یہی وہ شخص ہے جسے اس کے بُخْل نے عاجز بنانے کے ساتھ ساتھ (راہِ خدا میں مال) خرچ کرنے سے روک دیا ہے جبکہ دوسرا سخی ہے، جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سخاوت پر قدرت اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور اس کے سخی ہونے کی تعریف بھی فرمائی۔

﴿4﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (پ ۱۴، النحل: ۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے کہاوت بیان فرمائی دو مرد ایک گونگا جو کچھ کام نہیں کرسکتا۔

یہاں حکمت وعلم مراد ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿5﴾ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ (پ ۱۴، النحل: ۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا برابر ہوجائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے۔

یہاں دو بندوں کا تذکرہ کیا، ان میں سے ایک احمق اور جاہل ہے، جو حکمت کی بات کرسکتا ہے نہ علم کی کسی بات

پر قادر ہے اور نہ ہی اسے اِسْتِقامت حاصِل ہے، اس کے بعد اس کے اس صِفَت کے ساتھ مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے اس کی مَذَمَّت بیان کی اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا جبکہ دوسرے کو عدل کا حکم دینے والا بنایا جو راہِ مستقیم پر ثابت قدم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۱) ترجمۂ کنز الایمان: یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ پس کیا کوئی اس کے راستے پر اس کی مرضی کے بغیر چل سکتا ہے؟ اور کیا کسی بندے کی مَجال ہے کہ وہ اس کی طاقت وقُدرت کے بغیر اس راستے پر ٹھہر سکے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس بندے کی تعریف فرمائی جسے اس نے اس نعمت سے نوازا اور اس کے اس صِفَت سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر بھی کیا، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ اس مِثال میں عَقْل کے لئے مخلوق کے ساتھ تشبیہ وتمثیل ہے۔ نیز عقل پر قیاس کریں تو یہ مُعاملہ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خالق عَزَّوَجَلَّ نے ان میں سے ایک کے کام کو مُباح قرار دیا اور دوسرے پر (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) ظُلم کیا کیونکہ جو اپنے ۲ دو بندوں کے ساتھ اس جیسا مُعاملہ کرے یعنی پہلے ان میں سے اس شخص کی مَدْح فرمائے، جسے اس نے توفیق عطا فرمائی ہو اور قدرت بھی بخشی ہو اور دوسرے کی مذمّت بیان کرے حالانکہ اسے اپنی نعمت سے روک دیا ہو اور اسے عاجِز بھی بنایا ہو تو گویا اس نے اس پر ظلم کیا۔

﴿5﴾......پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی نہی کے ساتھ اس اِعْتِراض کو دور فرما دیا اور پانچویں محکم آیتِ مبارکہ میں صراحت سے اپنی تمثیل بیان کرنے سے مَنْع فرمایا، جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ایسا کرنے سے مَنْع فرمایا ہے کہ ہم اس کے لئے ایسی مثالیں بیان کریں جو ہمارے اعمال کے مشابہ ہوں۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ (پ۱۴، النحل: ۷۴) ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ کے لئے مانند نہ ٹھہراؤ بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات کو اپنے علم کے ساتھ اور ہماری جہالت کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اس کی تائید قرآنِ کریم کی اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

لَا یُسْــٴَـلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔

لہٰذا پختہ علم والے عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام نے اس بات کو تسلیم کیا کہ تمام احکام حاکم کے لئے ہیں، پس وہ اس کے عذاب سے محفوظ ہو گئے اور ایمان والے ہر قسم کی تقدیر پر ایمان لے آئے کہ وہ سب حاکم وحکیم کی حکمت اور عادل کے عدل کے باعِث ہیں۔ وہ بھی اس کی سزا سے محفوظ ہو گئے کیونکہ وہ مُتَشابہ پر بھی ایمان لے آئے تھے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے بہت زیادہ اجر وثواب عطا فرمایا۔ مگر سرکش لوگ آیاتِ متشابہات کی پیروی اور تاویلیں کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے اور گمراہی میں مُبتلا ہو گئے اور کل بروزِ قیامت تباہی وبربادی کا شِکار بھی وہی ہوں گے۔

جنت کے درجات اور جہنم کے طبقات

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی قول بھی ہماری ذِکر کردہ مَعروضات کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آیتِ مبارکہ ﴿ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک کے نیچے دوسرا طبق ہوگا، اس طرح سات درجات ان کے اعمال کی مقدار کے اعتبار سے ہوں گے اور وہ ان تمام درجات میں اپنے جرموں کے لحاظ سے تقسیم ہوں گے جیسا کہ جنّتی لوگ اپنے اپنے فضائل کے لحاظ سے درجات میں تقسیم ہوں گے۔[1] اور آیتِ مبارکہ میں ﴿ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ سے مُراد وہاں رہنے والے ہر طبقے کا ایک معلوم ومُقرّر حصّہ ہے۔ عُلَمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جنّت میں کوئی محل ہے نہ کوئی نہر اور نہ ہی کوئی نعمت مگر اس پر اس کے مالک اور اس عمل کا نام لکھا ہوا ہے جس کی وہ جزا ہوگی۔ اسی طرح جہنّم میں کوئی طوق ہے نہ کوئی قید وبند، نہ کوئی گھاٹی اور نہ کوئی عذاب مگر اس پر اس عمل کے اوصاف جس کی وہ جزا ہوگی اور جو وہاں رہے گا اس کا نام لکھا ہوا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے جنّتیوں کو جنت میں داخل فرما دیا اس سے پہلے کہ وہ اس کی اطاعت کرتے اور جہنّمیوں کو جہنّم میں داخل فرما دیا اس سے پہلے کہ وہ اس کی نافرمانی کرتے۔[2]

---

[1] ...... تفسیر روح البیان، پ۵، النساء، تحت الایۃ ۱۴۵، ج۲، ص ۳۰۹ مفہوماً

[2] ...... یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہے کہ فلاں اطاعت شعاری کے سبب جنت میں جائے گا اور فلاں نافرمانی کے سبب جہنم کا حقدار ہوگا۔

عارفین کے اقوال

ایک عارِف کا قول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ اس کی رضا کے بغیر مخلوق اس کی نافرمانی کرے اور وہ اس بات سے بھی برتر ہے کہ مخلوق میں سے اس کے محبوب بندوں کے سوا کوئی اسے راضی کرے۔ البتہ عالَمِ عَدم میں ایک قوم سے ناراض ہوا اور جب انہیں عالَمِ ظہور میں وجود بخشا تو انہیں اہلِ غضب کے اعمال کی توفیق دی تا کہ انہیں دارِغَضَب میں ٹھہرائے اور ایک قوم سے راضی ہوا اور جب انہیں عالَمِ ظُہور میں وُجود کی دولت عطا فرمائی تو انہیں اہلِ رضا کے اعمال کی توفیق سے نوازا تا کہ انہیں دارِ رضا میں ٹھہرائے۔

بعض اہلِ مَعْرِفَت کہتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو عدم میں ظاہر فرمایا اور انہیں وُجود بخشا، قدرت دی، پھر ان کے اعمال ظاہر فرما کر انہیں اعمال کی بجا آوری میں اختیار دے دیا، پس ہر بندے نے اپنا عمل اختیار کر لیا، اس کے بعد عالَمِ غیب میں وہ اور ان کے اعمال لپیٹ دیئے گئے۔ پھر جب مخلوق کو عالَمِ مَوجودات میں ظہور بخشا تو ان کی عقلوں پر حجاب طاری کر دیا اور ہر ایک کو اس کے اختیار کئے ہوئے عمل پر چلا دیا، اس کے ساتھ ہی ان پر حُجَّت واقع ہو گئی، کل بروزِ قیامت ان کی آنکھوں کے سامنے اسے ظاہر فرمایا جائے گا کہ جسے آج ان سے چھپایا ہوا ہے۔

جنتی محل کا کنگرہ ٹوٹ گیا

ایک عابِد فرماتے ہیں میں نے سحری کے وقت دو۲ رکعت ادا کیں، پھر سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلند و بالا سفید کنگروں والا محل ہے گویا کہ وہ ستاروں کا ہو۔ میں نے اسے اچّھا جانا اور پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ میرا ہی ہے اور یہ دو۲ رکعتوں کا ثواب ہے۔ یہ سن کر میں بے حد خوش ہوا اور اس کے گرد چکر لگانے لگا، اچانک میں نے دیکھا کہ اس کے کونے کا ایک کنگرہ (کُن گُرَہ) گرا ہوا ہے، جس سے وہ محل بدنما لگ رہا تھا، مجھے دکھ ہوا تو میں نے کہا: ''کاش یہ کنگرہ اس جگہ بلندی پر ہوتا تو اس محل کا حُسْن کامل ہوتا کیونکہ اس ٹوٹی ہوئی جگہ نے اسے عیب دار بنا دیا ہے۔'' تو وہاں موجود ایک غلام نے مجھ سے کہا کہ یہ کنگرہ (کُن گُرَہ) محل کے اسی مَقام پر نَصْب تھا، مگر جب آپ اپنی نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ ہوئے تو یہ گر گیا۔

حوروں کے حسن میں اضافہ

ایک زاہد سے مروی ہے کہ انہیں اپنے جنَّتی مَقام کا کشف ہوا تو انہوں نے وہاں حوریں دیکھیں جنہوں نے بتایا کہ وہ ان کی بیویاں ہیں اور جب وہ نکلنے لگے تو حُوریں ان سے بڑی مَحبَّت ولَجاجَت سے کہنے لگیں: ہم آپ کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا واسِطہ دیتی ہیں کہ اپنے اعمال کو مزید آراستہ کریں کیونکہ جب بھی آپ اپنے اعمال آراستہ کرتے ہیں تو آپ کی خاطِر ہمارے حُسْن میں اِضافہ ہوجاتا ہے اور ہم پر نعمتیں بھی زائد کردی جاتی ہیں۔

جنتی پھل گرگیا

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ عَدوِیہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت میں نے کچھ تسبیحات پڑھیں، پھر سوگئی، دیکھتی ہوں کہ ایک تروتازہ اور سرسبز وشاداب درخت ہے جو اس قدر بڑا اور حسین ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس پر تین ۳ قسم کے پھل لگے ہوئے تھے، میں دنیا میں ایسے کسی پھل کو نہیں جانتی، وہ پھل کنواری لڑکیوں کی چھاتی کی طرح دکھائی دیتے تھے، کچھ سفید تھے، تو کچھ سرخ اور کچھ زرد۔ وہ سب اس درخت میں چاند اور سورج کی طرح چمک دمک رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ مجھے وہ درخت بہت اچھا لگا، میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ تو ایک کہنے والے نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کا ہے، جس کا سبب آپ کی وہ تسبیحات ہیں جو ابھی ابھی آپ نے پڑھی ہیں۔ فرماتی ہیں میں اس درخت کے اردگرد گھومنے لگی، تو سنہری رنگ کے کچھ پھل زمین پر گرے ہوئے پائے، میں نے کہا: ''کاش! یہ پھل بھی ان پھلوں کے ساتھ درخت پر موجود ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔'' ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ یہ وہیں لگے ہوئے تھے مگر جب آپ نے ایک تسبیح پڑھی تو سوچنے لگیں کہ کیا گندھا ہوا آٹا خمیرہ ہوگیا ہے یا نہیں تو یہ پھل گر گئے۔

پس یہ تمام باتیں اہلِ بصیرت کے لئے عبرت اور اہلِ تقویٰ واہلِ ذکر کے لئے نصیحت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

40 دن کا فاقہ

صاحبِ قوت حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے دادا مرشد حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبدُ اللّٰہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی 40 دن بھوکے رہتے پھر کچھ کھاتے۔ (احیاءُ العلوم، ج ۳، ص ۹۸)

مراقبہ کا تیسرا مقام

قیامت کی ہولناکی

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ اگر بندہ دنیا کے پہلے دن سے لے کر قیامِ قیامت تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت میں مَصروف رہے تب بھی قِیامت کے دن اپنے اس عمل کو حقیر جانے گا جب وہ اس دن کے زلزلے اور ہولناکیاں دیکھے گا۔

موت کی سختی

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''ملک الموت کا روح قبض کرنا تلوار کی ایک ہزار ضربوں سے سخت ہے۔'' [1]

موت اور دخولِ جنت کے درمیان کی ہولناکیاں

اگر موت کا ایک بال برابر درد تمام مخلوق پر ڈال دیا جائے تو وہ سب مر جائیں، بے شک مخلوق اور اس کی موت اور دخولِ جَنَّت کے درمیان ایک لاکھ ہولناکیاں ہیں، ان میں سے ہر ہولناکی موت سے ایک لاکھ گنا زائد ہے، جن سے بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے ہی نَجات پا سکے گا۔ پس اسے ایک لاکھ ایسی رحمتوں کی ضرورت ہوگی جو اسے ان ہولناکیوں سے نجات دیں۔ رحمتوں کی یہ تعداد ایسی ایک لاکھ نیکیوں پر مُنْقَسِم ہے جو اسے دنیا میں عطا کی گئیں اور جو ظہورِ رحمت کا ٹھکانا اور کل بروزِ قیامت عطائے رحمت کا راستہ ہوں گی۔

ربِ حکیم عَزَّوَجَلَّ کی یہی حکمت اور ربِ رحیم عَزَّوَجَلَّ کی یہی مُدَبِّرانہ تقسیم ہے کیونکہ نیک اعمال جزا کے راستے ہیں اور تمام نیکیاں ایک ہی رحمت سے ہیں، جس کے سبب بندے کے لئے نجات کا راستہ پیدا ہوا۔ چونکہ ثواب کی جگہیں اعمال کے راستوں میں ہوتی ہیں، لہٰذا پہلی بخشش وعطا یہاں دنیا میں عطا ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہترین توفیق اور اس کی عنایت کا لطف یہاں دنیا میں حاصل ہوگا۔ جبکہ بروزِ قیامت جو جزا ملے گی وہ اس کی رحمت کے فضل و کرم اور اس کی نعمت کی تکمیل سے ہوگی اور یہی غالب علم والے کا اندازہ ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۰۰ عبدالعزیز بن ابی رواد، الحدیث: ۱۱۹۳۴، ج۸، ص۲۱۸

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴿۶۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

(پ۲۷، الرحمن: ۶۰)

ایمان کا بدلہ

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ''ہم نے جسے نعمتِ ایمان سے نوازا اس کی جزا جنت ہے۔''[1]

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ﴿لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ کی جزا سوائے دیدارِ باری تعالیٰ کے کچھ نہیں اور جنت جزائے اعمال ہے، کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اگر آج یہاں کسی کو ایمان سے محروم کر دیا گیا تو کل وہ جنت سے بھی محروم ہوگا اور اگر آج اسے اسلام سے روک دیا گیا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کبھی بھی اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ (پ۶، المآئدۃ: ۷۲) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک جو اللّٰہ کا شریک ٹھہرائے تو اللّٰہ نے اس پر جنّت حرام کر دی۔

مزید ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ﴿۳۴﴾ (پ۲۶، محمد: ۳۴) ترجمۂ کنز الایمان: بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اللّٰہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللّٰہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا۔

پس یہ ایسا معاملہ ہے جس میں کسی حیلہ کی گنجائش ہے نہ ہی کوئی راہِ نجات ہے۔

اہلِ تقویٰ و اہلِ مغفرت

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ الۡمَغۡفِرَةِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۹، المدثر: ۵۶) ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے ڈرنے کے لائق اور اسی کی شان ہے مغفرت فرمانا۔

---

[1] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی محبۃ اللہ عزوجل فصل معانی المحبۃ، الحدیث: ۴۲۷، ج ۱، ص ۳۷۲

منقول ہے کہ وہی لوگ اہل کہلانے کے حق دار ہیں جنہیں تقوٰی دیا گیا اور جنہیں تقوٰی سے نوازا جائے وہی اس بات کے اہل ہیں کہ انہیں بخش بھی دیا جائے۔ [1]

اس کے متعلق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مزید فرامینِ عالیشان درج ذیل ہیں:

﴿1﴾ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَاؕ (پ۲۶، الفتح: ۲۶)
ترجمۂ کنزالایمان: پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

﴿2﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ ﴿۱۰﴾ (پ۲۶، الحجرات: ۱۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔

﴿3﴾ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ (پ۸، الاعراف: ۵۶)
ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللّٰہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

﴿4﴾ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ (پ۸، الانعام: ۱۵۴)
ترجمۂ کنزالایمان: پورا احسان کرنے کو اس پر جو نکوکار ہے۔

﴿5﴾ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ (پ۱، البقرۃ: ۵۸)
ترجمۂ کنزالایمان: اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔

﴿6﴾ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍؕ (پ۱۰، التوبۃ: ۹۱)
ترجمۂ کنزالایمان: نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔

﴿7﴾ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًاؕ (پ۲۵، الشورٰی: ۲۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

پس جس کے اعمال نیک ہوں گے وہ محسنین میں سے ہوگا اور جس کے اعمال برے ہوں گے وہ گناہ گار شمار ہوگا۔ چونکہ جنت اور دوزخ کی تخلیق مخلوق کی تخلیق سے پہلے ہوئی، لہٰذا جنت و دوزخ میں سے بندوں کا جو حصہ ہے وہ بھی لکھا جاچکا ہے۔ چنانچہ،

مروی ہے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''احسان کیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ

[1] ......تفسیر البغوی، پ۲۹، المدثر، تحت الآیۃ ۵۶، ج۴، ص۳۸۸ مفہوماً

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تیرا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کرنا گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔'' [1]

اچھے و برے اعمال واقوال والے بندے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نیک بندوں کو نیک اعمال کے ساتھ خاص فرمایا اور برے بندوں کو برے اعمال کی آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس تمام معاملے کو (یعنی بندوں کے حالات لوحِ محفوظ میں لکھنے کو) اپنے علم کی بنا پر پایۂ تکمیل تک پہنچا چکا ہے، مگر اس نے اپنی حکمت سے اسے مقدر کر کے اپنے لطف و کرم سے مخلوق سے مخفی رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ (پ۱۸، النور:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: گندیاں گندوں کے لئے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ برے اقوال وافعال برے بندوں کے لئے ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا:

اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ (پ۱۸، النور:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: ستھریاں ستھروں کے لئے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ نیک اور اچھے اقوال وافعال نیک بندوں کے لئے ہیں۔ [2]

اچھے و برے خاتمہ والے لوگ

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے اچھے خاتمے اور اپنے دشمنوں کے برے خاتمے کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیۡنَ ۙ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ۙ ادۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (پ۱۴، النحل:۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر جنّت میں جاؤ بدلہ اپنے کئے کا۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ جن لوگوں کی زندگی پاکیزہ ہو ان کی موت بھی پاکیزہ ہوتی ہے اور جن کے اعمال عمدہ ہوں ان کے لئے موت بھی عمدہ ہوتی ہے۔ [3]

---

[1] ……صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان ماھو……الخ، الحدیث: ۹۷، ص ۶۸۱ ملتقطاً

[2] ……المفردات للراغب اصفھانی، کتاب الخاء، ص ۲۷۳، کتاب الطاء، ص ۵۲۷ ملخصاً

[3] ……تفسیر البغوی، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ ۲۶، ج ۳، ص ۵۵

اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَاؕ فَاُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًاۙ(۹۷) (پ۵، النسآء:۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اُن سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔

پس منقول ہے کہ جن کی زندگیاں اور اعمال تاریک ہوئے تو ان کی قبریں اور اُخروی ٹھکانے بھی تاریک ہو گئے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے جو بھی اس کا یقینی مشاہدہ کرے گا اس کا مُراقبہ دائمی ہو جائے گا، معاملہ بہترین ہو گا اور اس کے اوراد و وظائف میں تَسَلْسُل برقرار رہے گا اور نیکیوں کی بھی کثرت ہو جائے گی۔ پس اس وقت یقین کی صفائی اور دائمی نعمتوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے مشاہدے کے ذرائع ختم ہو جائیں گے اور وہ ان بندوں میں شمار ہونے لگے گا جن کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں تذکرہ فرمایا ہے:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ(۶۱) (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسی ہی بات کے لئے کامیوں کو کام کرنا چاہئے۔

اسی کی مثل ارشاد فرمایا:

وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَؕ(۲۶) (پ۳۰، المطففین:۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی پر چاہئے کہ للچائیں للچانے والے۔

نیز اس کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگے گا جن کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں مذکور ہیں:

اُولٰٓىٕكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ(۶۱) (پ۱۸، المؤمنون:۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے۔

یعنی وہ موت کی جانب تیزی سے جاتے ہیں اور جو اعمالِ خیر فوت ہو جائیں ان کی ادائیگی پہلے کرتے ہیں، غافل اور باطل افراد سے بڑی تیزی سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا بغیر عوض کے ہوتی ہے

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہوسکتا ہے کوئی غلط باتیں کرنے والا حکیم عَزَّوَجَلَّ کی حکمت سے غافل وجاہل انسان ہمارے متعلق یہ گمان کرے کہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایک شے کے عوض ہی کوئی دوسری شے عطا فرماتا ہے۔ حالانکہ ہمارا یہ مقصود نہیں بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ وہ ہر شے کے عوض کے بغیر دو چیزیں عطا کرتا ہے۔ یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جو سب سے پہلے وہ شے عطا کرنے والا ہے جو عبادت وایمان کے لئے ظَرف اور مکان کی حیثیت رکھتی ہے اور وہی ہے جو دوسری اشیاء یعنی نعمتیں اور جنّتیں بھی عطا فرمانے والا ہے۔ مگر وہ اپنی حکمت کے تحت یہ عطا وبخشش اپنی مُقرَّر کردہ تقدیر سے جاری کرتا ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے، اس کے بعد وہ اسے معلوم بناتا ہے کیونکہ وہ حکیم وعلیم ہے۔

اہلِ یقین کے مراقبہ کا چوتھا مقام

ذرہ برابر عمل کی پرسش بھی ہوگی

بندے کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہونی چاہئے کہ اس کی زندگی کے سال آخرت میں مہینوں کے اعتبار سے کھولے جائیں گے اور اس کے مہینے دنوں کے اعتبار سے کھولے جائیں گے، ایّام گھنٹوں کے اعتبار سے اور گھنٹے سانسوں کے اعتبار سے، پھر اس کے ہر ہر سانس کے متعلق سوال کیا جائے گا اور ہر انجام دیئے گئے کام کے لئے اگرچہ وہ حقیر ہی ہو تین اعمال ناموں کے رجسٹر کھولے جائیں گے۔ پہلا سوال ہوگا کہ یہ کام کیوں کیا؟ یہ احکام کے ساتھ آزمائے جانے کا محل ہے، اگر اس سوال سے بچ گیا تو دوسرا اعمال نامہ کھولا جائے گا اور سوال ہوگا کہ یہ کام کیسے کیا؟ یہ علم کے صحیح ہونے کا مطالبہ کرنے کا محل ہے، اگر اس سوال سے بھی محفوظ رہا تو تیسرا اعمال نامہ کھولا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ کام کس کے لئے کیا؟ یہ محلِ اخلاص ہے۔

اگر ان میں سے کسی بھی سوال میں خامی ہوئی تو اس پر ہلاکت کا اندیشہ اور رُسوائی کا ڈر ہے، ہاں اگر کریم و منّان عَزَّوَجَلَّ اس پر کرم فرمائے تو بچ سکتا ہے اس طرح کہ وہ اس کا حساب کتاب نہ لے بلکہ اپنے کرم سے اسے بچا لے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ (پ۱۷، الانبیآء: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے۔

قرآنِ کریم کی سب سے محکم و مجمل آیتِ مبارکہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع (پ۳۰، الزلزال: ۷،۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

منقول ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ قرآنِ کریم کی سب سے مُحکَم آیت ہے، نیز یہ مُجمَل، مُبہَم اور عام بھی ہے۔ چنانچہ سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب کسی ایسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا کہ جس کے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہوتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے کہ میرے پاس اس کے متعلق اس جامع آیتِ مبارکہ کے علاوہ دوسری کوئی آیت نہیں ہے یعنی ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾﴾[1]

فقیہ کی پہچان

(مشہور عربی شاعر) فَرَزْدَق کے دادا حضرت سیِّدُنا صَعْصَعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سورۃُ النّاس کی جانب سے قرآنِ کریم پڑھنا شروع کیا اور جب اس مقام پر پہنچے تو کہنے لگے: ''میرے لئے یہی کافی ہے، میرے لئے کافی ہے، میں نے خیر اور شر کو پہچان لیا ہے۔'' توشفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ فقیہ بن کر لوٹا ہے۔''[2]

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب شرب الناس......الخ، الحدیث: ۲۳۷۱، ص۱۸۵ بتغیر قلیل

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب تلاوۃ القرآن، الباب الثالث، ج۵، ص۱۲۰

الزھد لابن مبارک، باب ماجاء فی تخویف......الخ، الحدیث: ۸۲، ص۲۸ بتغیر قلیل

ذرے سے مراد

ذرّے سے مُراد باریک غُبار کی وہ جھلّی ہے جو سورج کی شعاعوں میں سوئی کے ناکے کی مثل ظاہر ہوتی ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب آپ اپنی ہتھیلی مٹّی پر رکھ کر اٹھالیں تو مٹی میں سے جو چیز آپ کے ہاتھ سے لگ جائے اسے ذرہ کہتے ہیں۔ [2]

منقول ہے کہ چار ذرّات آپس میں ملیں تو رائی کے ایک دانے کے برابر ہوتے ہیں اور بعض عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ذرہ جَو کا ایک ہزارواں حصّہ ہوتا ہے۔ [3]

اعمال میں سے بعض ایسے ہیں جن کے چھوٹے پن کے باوجود وزن کیا جائے گا اور بعض ایسے ہیں جو انتہائی ہلکا ہونے کے باوجود شُمار کئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے آگاہ فرمایا اور اس سے ڈرایا۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے ابھی جو کچھ ذکر کیا ہے کہ بندہ اپنے عمل سے جنّت میں داخل ہوگا، پس ایسا شخص مَشَقَّت میں مبتلا ہونے والا ہے اور جو یہ گمان کرے کہ وہ بغیر عمل کے جنّت میں داخل ہو جائے گا وہ محض تمنا کرنے والا ہی ہے۔ یعنی اسے چاہئے کہ وہ ہر اس بات پر عمل کرے جو اس پر لازم ہے اور اس کی جانب مت دیکھے، بلکہ اس کی ادائیگی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا رکھے اور امید رکھے کہ وہ اپنے کرم سے اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا اور اس بات سے ڈرے کہ اگر اس نے عدل کیا تو واپس اسے منہ پر دے مارے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے ان صابر بندوں کی مدح و تعریف فرماتا ہے جو اپنے اعمال کی ادائیگی میں اس پر بھروسا رکھتے ہیں تو وہ انہیں اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۱، العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

---

[1] ……حاشیۃ الصاوی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الآیۃ ۸، ج ۶، ص ۲۴۰۹

[2] ……تفسیر القرطبی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الآیۃ ۷-۸، ج ۱۰، الجزء: ۲۰، ص ۱۰۸

[3] ……حاشیۃ الصاوی، پ ۳۰، الزلزال، تحت الآیۃ ۸، ج ۶، ص ۲۴۰۹ بتغیر قلیل

نعمتوں کی زیادتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل وکرم

جنّت میں مزید نعمتوں کا حصول اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت سے ہی ممکن ہے، یعنی آج دنیا میں کسی عمل پر عطا کی گئی جزا کا دائمی ہونا اور اس دائمی جزا کے نتیجے میں عامل کو دائمی زندگی بخشنا صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے۔کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ نہیں سنے:

﴿1﴾ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ (پ۲۵، الشوری:۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔

﴿2﴾ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ ؕ (پ۱۱، یونس:۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

﴿3﴾ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پ۲۲، سبا:۳۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے لئے دونا دوں (کئی گنا) صلہ ان کے عمل کا بدلہ۔

﴿4﴾ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ (پ۸، الانعام:۱۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں۔

دوہرا اجروثواب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (پ۲۰، القصص:۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے ہیں۔

یعنی وہ تازہ نیکی کے ساتھ پُرانی بُرائی کو دور کرتے ہیں۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں دنیا میں دو باتوں کا عامل بنایا یعنی صبر کرنے اور گزشتہ بُرائی کو نئی نیکی سے دور کرنے کا تو انہیں آخرت میں اجر بھی دو عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ اس برائی کو جو ان سے پہلے سرزد ہو چکی تھی اس نیکی سے دور کرتے ہیں جس پر وہ بُرائی کے بعد عمل

کرتے ہیں، اس طرح آنے والی نیکی ان سے گزشتہ گناہ کا عذاب دور کرنے والی ہوجاتی ہے۔

پس مصیبت پر صبر کرنا، صبر کی بہترین صورت ہے اور گزشتہ گناہوں اور کوتاہیوں پر سچّی توبہ کرنا بہترین نیکی ہے۔گویا کہ انہوں نے دو عمل کئے: ایک تو انہوں نے شہوت پر صبر کیا اور دوسرا توبہ کے ذریعے گزشتہ گناہوں کو دور کر دیا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں دو اجر عطا فرمائے گا، کیونکہ اس نے انہیں دو عملوں کی توفیق بخشی ہے، اس لئے کہ نہ تو صبر اس کی مدد کے بغیر ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسرا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ چنانچہ،

صبر کے متعلق اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل:۱۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

اور توبہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ (پ۵، النسآء:۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: یہ اللہ کے یہاں توبہ اس کی ہے۔

لہٰذا وہ تمام امور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے متعلق ہوں نہ تو بندے کی مدد سے سرانجام پاتے ہیں اور نہ ہی اس کی جانب رجوع کرنے سے، اگر کسی نے اس طرح کیا تو وہ مُشْرِک ہوگا۔ نیکیوں میں سب سے بہتر نیکی یہ ہے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات کے وقت رَقیبِ حقیقی کا مُراقَبہ کیا جائے اور سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت یہ ہے کہ حقیقی مُحاسَبہ کرنے والے کی خاطر اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے اور محبوبِ حقیقی کی طاعت پر قائم رہا جائے۔

کافروں کی سزا میں تفاوت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت یہی ہے کہ وہ جہنّمیوں میں سے بعض کو بعض سے سرکشی اور فساد میں زیادہ درجات سے نوازے گا۔ پس کافروں کی سزا قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر ذکر کی گئی ہے، چند مقامات درج ذیل ہیں:

{1}......عذاب پر عذاب

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ (پ۱۴، النحل:۸۸) ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم نے عذاب پر عذاب بڑھایا۔

یعنی ہم نے ان لوگوں کے عذاب پر ایک عذاب زیادہ کیا جنہوں نے کفر کیا لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ سے لوگوں کو نہ روکا۔

(2)......بخشش و ہدایت سے محرومی

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًاۙ(۱۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔

(پ۶، النسآء:۱۶۸)

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے کفر کے سبب ان کی مغفرت فرمائی نہ ان کے ظُلْم کی وجہ سے ان کے لئے راہِ ہدایت روشن فرمائی۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ظُلْم قیامت کے دن تاریکیوں کی صورت میں ہوگا۔''[1]

(3)......دوہرا عذاب

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِؕ(۱۰) (پ۳۰، البروج:۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک جنہوں نے ایذا دی مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنّم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

پس اس صورت میں ان پر دُو عذاب ہوں گے: ایک جہنّم کا عذاب ان کے توبہ نہ کرنے کے سبب اور دوسرا آگ کا، مومنین کو فتنے میں مبتلا کرنے کے سبب۔

(4)......دنیا میں عذاب

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامۃ، الحدیث: ۲۴۴۷، ص ۱۹۲

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ (پ۱۰، التوبة:۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے اللہ یہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں سے ان پر وبال ڈالے اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے کہ انہیں ان کے مال اور اولاد کے سبب دنیا میں عذاب دے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ کفر ہی پر مرجائیں تاکہ اس کی وجہ سے آخرت میں بھی انہیں عذاب میں مبتلا کرے۔

ایک قول کے مطابق اس آیتِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں دنیا میں ان کے مال و اولاد پر تعجّب نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہی چاہتا ہے کہ انہیں آخرت میں عذاب دے۔ پس اس نے ان پر جہنّم میں دو قسم کے عذاب جمع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے: پہلا عذاب ان کے مال و اولاد کے سبب اور دوسرا ان کے کفر پر مرنے کے سبب ہوگا۔ لہٰذا جس کافر کے پاس نہ تو کوئی مال ہو اور نہ ہی کوئی اولاد، تو اس پر جہنّم میں صرف ایک ہی عذاب ہوگا۔ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال و اولاد کو عذاب کا سبب بنایا ہے۔ چنانچہ پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

دخولِ جنت وجہنم میں لوگوں کا مقدم ومؤخر ہونا

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ''کافر فقیر اپنے اُس فَقْر کی وجہ سے جس میں وہ دنیا میں مبتلا تھے، امیروں سے پانچ سو سال بعد جہنّم میں داخل ہوں گے، جیسا کہ مومن فقیر امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ مریض، تندرست افراد سے 40 سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں آگے بڑھ کر شہید ہونے والا شخص پیچھے ہٹ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید ہونے والے سے 40 سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ غلام آقاؤں سے 40 سال پہلے جنّت میں داخل ہوں گے اور حضرت سیدنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی سلطنت کی وجہ سے دوسرے اَنْبیائے کِرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرة، الحدیث: ۷۹۵۱، ج۳، ص۱۵۳ باختصار

وَالسَّلَام سے 40 سال بعد جنّت میں داخل ہوں گے۔ [1]

حسرت

کسی شے پر سب سے بڑی حسرت سے مُراد یہ ہے کہ اس کی تلافی نہ ہو سکے، یعنی آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو جن نعمتوں کی زیادتی سے سرفراز کیا جائے آپ ان سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں کیونکہ آپ نے دنیا میں ہی ان نعمتوں کے پائے جانے کے اوقات کو کھو دیا تھا مگر جس شخص نے یہاں دنیا میں اپنے اوقات کو آباد کر کے اپنی حسرت کا تدارُک کر لیا وہاں قیامت کے دن ابدی جزا بھی وہی پائے گا۔

اسے ہی تَغابُن کہتے ہیں۔ یعنی عاملین اہلِ باطل کے پاس سے، سبقت لے جانے والے پیچھے رہ جانے والوں کے پاس سے اور نیکی کی جانب جلدی کرنے والے بیٹھے رہنے والوں کے پاس سے اس طرح گزر جائیں گے کہ انہیں احساس تک نہ ہو گا۔ پھر دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہو جانے والا بندہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا جبکہ عمل کرنے والا ہمیشہ کے لئے انعامات کی زیادتی پائے گا۔ چنانچہ،

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بندے پر آنے والی ہر وہ ساعت جس میں وہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کر سکے اس پر حسرت ہو گی اگرچہ وہ جنّت میں بھی داخل ہو جائے۔'' [2]

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جو اس سے بھی زیادہ سخت ہیں یعنی: ''قیامت کے دن اس سے اس ساعت کے متعلق پوچھ گچھ اور مواخذہ ہو گا۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) جنّت میں داخل ہونے اور اس کی نعمتیں پانے کے بعد حسرت سے مراد جنت میں عاملین کو ملنے والی نعمتوں کی زیادتی سے محرومی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد دائمی محرومی دائمی حسرت کا باعث بن جائے گی یعنی بندہ دوسروں سے ایک درجہ نقصان میں ہو گا اور پھر اسی نقصان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہے گا، اس کے باوجود اسے نہ تو اس کی کوئی پروا ہو گی اور نہ ہی احساس،

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۶۵۱، ج ۱۲، ص ۹۴ بتغیر قلیل وبدون وتدخل الممالیک......المولی باربعین خریفا

[2] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی محبة اللّٰه عَزَّوَجَلَّ، فصل فی ادامة . . . الخ، الحدیث: ۵۱۱، ج ۱، ص ۳۹۲ بتغیر قلیل

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، الحدیث: ۹۵۸۹، ج ۳، ص ۴۲۶

تا کہ اس پر جنّت کی نعمتیں کم نہ ہوں۔ ہر وہ لمحہ اور سانس جو بیداری اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے خالی ہو خالی ساعت اور گھڑی کی طرح ہے۔ البتہ! محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صرف ساعت پر نَص قائم کی اور اس سے کم وقت کا تذکرہ نہ فرمایا، کیونکہ عربوں کے ہاں عام طور پر لفظِ ساعت سب سے قلیل وقت کے لئے بولا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ ذیل کے مُوافق ہو جائے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ (پ۸، الاعراف: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

حکمتِ سرکار حکمتِ خداوندی ہے

یہ بات اَظْہَرُ مِنَ الشَّمْس ہے کہ جب موت کا وقت آجائے گا تو لوگ ایک سانس کیا، پلک جھپکنے کی بھی دیر نہ کریں گے اور اسی طرح پلک جھپکنے سے پہلے مریں گے نہ ہی ایک سانس کی مقدار پہلے مریں گے۔ پس مذکورہ آیتِ مبارکہ میں ساعت کا ذکر ہے اور اس سے کم وقت کا تذکرہ نہیں، تا کہ کلام لوگوں کی عمومی گفتگو اور عُرف سے خارج نہ ہو اور اس لئے بھی کہ اس سے اِسْتِدْلال کیا جا سکے کہ یہ لفظ قلت میں خود سے کم تر یعنی سانس لینے اور پلک جھپکنے کی مقدار پر بھی بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے فرمان میں ساعت کا ذکر فرمایا اور اس سے کم تر کا ذکر نہ کیا کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکمت اور کلام اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی حکمت اور کلام کے معانی پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات دنوں کے تذکرے میں ساعت اور اس سے کم اوقات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ (پ۲۹، الحآقة: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کھاؤ اور پیو رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

ایک قول میں ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہی وہ دن ہیں اور عنقریب یہ خالی ہی گزر جائیں گے، لہٰذا انہیں خود سے جدا ہونے اور اپنے پاس سے گزر جانے سے قبل ہی اعمالِ صالحہ سے بھر دو۔

وقت کے متعلق سلف صالحین کے اقوال

حضرت سیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ اے ابنِ آدم! تو مختلف مرحلوں کا مجموعہ ہے، جب بھی تیرے پاس سے دن یا رات گزرتے ہیں تو تیرا ایک مرحلہ ختم ہو جاتا ہے اور جب تیرے تمام مراحل ختم ہو جائیں گے تو تو اپنی منزل یعنی جنَّت یا جہنَّم تک پہنچ جائے گا۔ پس یہ ساعات ہمیں منتقل کرتی ہیں اور دن ہماری زندگیوں کو لپیٹتے یعنی ختم کرتے جاتے ہیں۔

ایک حکیم ودانا شخص سے منقول ہے کہ بندے کی زندگی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک کشتی میں بیٹھا ہوا ور وہ کشتی (اپنی منزل کی جانب) رواں دواں ہو۔ اسی طرح بندہ بھی ہر لمحہ قیامت کے قریب ہوتا جا رہا ہے لیکن وہ اس بات سے غافل ہے۔

منقول ہے کہ بندے پر دن اور رات کی تمام ساعتیں پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان ساعتوں کو صف دَرصف چوبیس[۲۴] خزانے (الماریاں) خیال کرتا ہے اور پاتا ہے کہ ہر خزانے میں نعمت ولذّت اور عطا وجزا ہے، جب وہ دنیا کی ساعتوں میں اپنی نیکیاں ان خزانوں میں بطورِ امانت رکھے گا تو کل بروزِ قیامت انہیں پا کر خوش ہوگا اور ان پر رشک کرے گا، مگر جب دنیا کی کوئی ساعت گزر جائے اور اس ساعت میں اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر نہ کیا تو آخرت میں اس ساعت کے خزانے کو خالی پائے گا کہ اس میں کوئی عطا ہوگی نہ کوئی جزا۔ پس اسے بہت برا لگے گا اور اس پر حسرت کرے گا کہ وہ ساعت اس سے کیسے فوت ہوگئی کہ اس نے اس میں کوئی شے ذخیرہ نہ کی؟ تا کہ اس کی جزا بھی ذخیرہ شُدہ پاتا اور پھر اس کے دل میں رضا وسکون القا کیا جاتا۔

اگر بندہ نیکی کے کاموں میں سے مُسْتَحَب اور فضیلت والے بہت سے کاموں کے فوت ہو جانے پر حسرت کرے گا تو ان کاموں کو جلدی جلدی سرانجام نہ دینے کی بنا پر بھی اس کی حسرتیں کئی گنا ہو جائیں گی۔ لہٰذا اس شخص کی حالت کیسی ہوگی جس کے اوقات بُرائیوں میں مگن ہو کر ضائع ہو گئے ہوں اور جس کے خسارے ونقصانات بڑھ گئے ہوں۔ پس جو بندہ عمر بھر حلال ومُباح کاموں میں مصروف رہے اور وہ کام بھی اس کے درجات میں کمی کا باعث بن سکتے ہوں تو اس شخص کی کیفیت کیسی ہوگی جو صرف گناہوں میں مَشغول رہا ہو؟ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی پاک ہے۔ معاملہ کتنا

پُرخطَر اور دُشوار ہوگا اور اس کا مُشاہدہ کرنے والے تو بہت کم ہیں لیکن باطل لوگ بہت زیادہ غافل ہیں۔ [1]

بعض عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں فرض کریں اگر گناہ گار کو معاف بھی کر دیا جائے تو کیا اس نے نیک لوگوں کے اجر و ثواب کو فوت نہیں کر دیا؟ [2]

مقامِ علیین والوں پر رشک

ایک روایت میں ہے کہ بعض جنّتی جنت کی نعمتوں میں مگن ہوں گے کہ اچانک ان کے اوپر ایک نور روشن ہوگا جس سے ان کے گھر روشن ہو جائیں گے جیسا کہ دنیا والوں پر سورج روشن ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے اوپر مقامِ عِلّیّین پر رہنے والے لوگ دیکھیں گے۔ وہ انہیں ایسے دکھائی دیں گے جیسے آسمان کے اُفُق میں چمکنے والا کوئی ستارہ ہو، مقامِ عِلّیّین پر بسنے والوں کو اُن پر نعمتوں اور انوار و جمال میں اسی طرح فضیلت حاصل ہوگی جیسے چاند کو دوسرے ستاروں پر حاصل ہے، وہ انہیں دیکھیں گے کہ وہ مقامِ نجابت پر اڑ رہے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرنے کے علاوہ ربِّ ذوالجلال وَالْاِکرام کے دیدار کا بھی شَرف حاصل کر رہے ہیں۔ پس یہ نیچے والے جنّتی انہیں پکاریں گے: ''اے ہمارے بھائیو! تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، ہم بھی ویسے ہی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے تم پڑھتے تھے اور ہم بھی تمہاری طرح ہی روزے رکھا کرتے تھے، تو پھر تمہیں ہم پر کس وجہ سے فضیلت دی گئی؟'' فرماتے ہیں کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ندا آئے گی کہ ''وہ اس وقت بھوکے رہا کرتے تھے جب تم پیٹ بھر کر کھاتے، جب تم خوب سیر ہو کر پیتے تو وہ پیاسے رہا کرتے، جس وقت تم لباسِ دنیا میں مَلبوس تھے یہ اس لباس سے عاری رہے، تم ہنسا کرتے تو یہ رویا کرتے، تم سویا کرتے اور یہ قیام کیا کرتے، تم سب بے خوف تھے اور یہ ڈرا کرتے تھے، پس اس وجہ سے انہیں تم پر فضیلت دی گئی ہے۔'' [3]

اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

---

[1] ......مفتاح الافکار للتاهب لدار القرار، الموعظة، ج ١، ص ٢٠

[2] ......ذم الهوى لابن جوزى، الباب الرابع والعشرون، فصل عواقب المعاصى، ص ١٤٩

[3] ......البحر المديد، پ ٢١، السجدة، تحت الاية ١٦، ج ۵، ص ۵٦

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: توکسی جی کونہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جنّتیوں میں سے اکثر کم عقل ہوں گے جبکہ مقامِ عِلّیّین پر بسنے والے سب عقل مند ہوں گے۔''[1]

مقربین اہلِ یقین کے مراقبہ کا پانچواں مقام

غفلت سے نصیحت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کو ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے ربّ مجھے واپس پھیر دیجئے۔ شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔

تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ اب ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس قول کو مزید پختہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَا ؕ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے۔

نیز مومنین کو بڑے واضح انداز میں ایسی حالت اپنانے سے منع فرمایا کہ جو ایسا کرے گا نقصان میں ہوگا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲۸، المنافقون: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے۔

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۷۷۳ سلامۃ بن روح، ج ۴، ص ۳۲۹

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقاسین بمثال محسوس، ج ۳، ص ۲۸

مُراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طاعت سے تمہیں تمہارے اموال واولاد کہیں غافل نہ کر دیں۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۸، المنافقون:۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔

یعنی جو دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہیں وہی آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہوں گے کیونکہ انہوں نے رِزق دینے والے خالق پر مال واولاد کو ترجیح دی۔ اس کے بعد انہیں جو رزق دیا ہے اسے خرچ کرنے کا حکم دیا اور اس کا تذکرہ ایمان کے ساتھ ملا کر کیا اور اس بات کی خبر دی کہ اس نے ہم انسانوں کو ہماری آزمائش کی خاطر اپنی سلطنت میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ (پ۲۷، الحدید:۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا۔

غافلین وعاملین میں فرق

پس غافلین نے نصف کلام سنا اور صرف ایمان لائے اور خرچ نہ کیا لیکن عاملین نے پورا کلام سنا اور ایمان لانے کے ساتھ ساتھ خرچ بھی کیا اور یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰﴾ (پ۲۸، المنافقون:۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے ربّ تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے کہ یہ آیتِ مبارکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے والوں پر بہت سخت ہے کیونکہ کوئی بھی یہ تمنّا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس اس کے لئے جو خیر وبھلائی

ہے وہ اس سے پیچھے رہ جائے۔ ①

ایامِ دنیا کے فوت ہو جانے پر حسرت

حسرت سب سے بڑی ندامت ہے اور یہ کسی ایسی شے کے فوت ہو جانے کو کہتے ہیں جس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ (پ۲۴، الزمر: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ربّ کی طرف رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھو۔

مُراد یہ ہے کہ اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ اور توبہ کرلو، اس کے فرمانبردار بن جاؤ اور اپنے دل اور جان و مال اس کی طاعت و عبادت میں لگا دو۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ (پ۲۴، الزمر: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس کی پیروی کرو جو اچھّی سے اچھّی تمہارے ربّ سے تمہاری طرف اتاری گئی۔

مطلب یہ کہ فضیلت والے اعمال کی پیروی کرو کہ یہی سب سے بہتر رخصتیں اور مُباح کام ہیں مثلاً زُہد، وَرَع اور خوف و یقین۔ پس یہی وہ بہترین اُمور ہیں جو ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ہماری جانب نازل فرمائے ہیں۔ اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰہَ ہَدٰىنِیۡ لَکُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِیۡنَ تَرَی الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ کَرَّۃً فَاَکُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾ (پ۲۴، الزمر: ۵۶ تا ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کہ کہیں کوئی جان یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں اور بے شک میں ہنسی بنایا کرتا تھا۔ یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو میں ڈر والوں میں ہوتا۔ یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے کہ میں نیکیاں کروں۔

---

① ...... تفسیر القرطبی، پ۲۸، المنافقون، تحت الآیۃ ۱۰، ج۹، الجزء الثامن عشر، ص ۹۹

یعنی آخرت میں ملنے والی جزا کے فوت ہو جانے پر لوگ حسرت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک قول ہے کہ یہاں مراد ایّامِ دنیا میں فوت ہو جانے والا حصّہ ہے اور بروزِ قیامت واپسی کی تمنّا سے مُراد یہ ہے کہ اگر دوسری مرتبہ دنیا کی جانب پلٹنا ہوتا تو یقیناً نیکیاں کرتا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق کو خبردار کرتے اور ڈراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا (پ۷، الانعام: ۳۱)

ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی بولے ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی۔

یعنی ہمیں دنیا میں اپنے وقت کو برباد کرنے پر اور آخرت میں اجر و ثواب سے محروم ہو جانے پر افسوس و ندامت ہے۔ [1] اور ایک روایت میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "کسی کو بھی حسرت و ندامت کے بغیر موت نہ آئے گی، اگر گناہ گار ہو گا تو اس کی حسرت اس وجہ سے ہو گی کہ اچھے اعمال کیوں نہ کئے؟ اور اگر نیکوکار ہو گا تو افسوس کرے گا کہ زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کئے؟" [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ سلامتی و نجات کے دو گروہ بنائے ہیں، جن میں سے بعض بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں، جبکہ ہلاکت و بُربادی والے افراد کا صرف ایک ہی درجہ ہے۔ البتہ! ان میں سے بھی بعض بعض سے پستی میں ہیں۔ لہٰذا جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ہو گا وہ اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ دائیں ہاتھ والوں میں کیونکر نہ ہوئے؟ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ﴿۳۹﴾ (پ۲۹، المدثر: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان اپنی کرنی میں گروی ہے۔ مگر دہنی طرف والے۔

اور دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جانے والے اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ مُقرَّبین میں سے کیونکر نہیں ہیں؟ اور پھر مُقرَّبین میں سے صالحین اس حسرت میں مبتلا ہوں گے کہ وہ شُہدا میں کیوں شامل نہیں ہیں؟ اور شُہدا چاہتے ہوں گے کہ کاش وہ مقامِ صِدِّیقین پر فائز ہوتے۔

---

[1] ......تفسیر الطبری، پ۷، الانعام، تحت الآیۃ ۳۱، ج۵، ص۱۷۷

[2] ......تفسیر القرطبی، پ۲۸، التغابن، تحت الآیۃ ۹، ج۹، الجزء الثامن عشر، ص۱۰۵ بتغیر قلیل

الغرض یہ دن حسرت کا ہوگا جس سے غافلین کو ڈرایا گیا ہے، پس جو لوگ آج یہاں مُردہ ہیں تو کل وہاں ان کی حالت کیسی ہوگی؟ ان کے پاس تو کوئی نیکی نہ ہوگی بلکہ ان کے لئے تو صرف ڈر اور نصیحت ہے۔ چنانچہ،

اس کے متعلق چند فرامینِ باری تعالیٰ ذیل میں مذکور ہیں:

﴿1﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ (پ۱۶، مریم: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں ڈر سناؤ پچھتاوے کے دن کا جب کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں۔

﴿2﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا (پ۲۳، یس: ۷۰)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو۔

﴿3﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَاؕ﴿۴۵﴾ (پ۳۰، النازعات: ۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔

﴿4﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِۚ (پ۲۲، یس: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تم تو اسی کو ڈر سناتے ہو جو نصیحت پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے۔

﴿5﴾ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ﴿۲۲﴾ (پ۲۶، ق: ۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔

مُراد یہ ہے کہ تیری آنکھ جو تو نے آگے بھیجا ہے اسے دیکھ رہی ہوگی۔ ایک قول میں ہے کہ تیری آنکھ ترازو کی نوک دیکھ رہی ہوگی اور اعمال نامے کی کمی سے ڈر رہی ہوگی۔

﴿6﴾ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّؕ (پ۲۶، ق: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ۔

مطلب یہ ہے کہ موت کا ان کی جانب جلدی جلدی بڑھنا حق ہے، خواہ وہ ان کے مُوافق ہو یا مخالف۔

﴿7﴾ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ (پ۱۷، الانبیآء: ۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا۔

﴿8﴾ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَۙ﴿۹۶﴾ (پ۱۱، یونس: ۹۶)

ترجمۂ کنز الایمان: جن پر تیرے ربّ کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔

یعنی جب ان پر رب کا حکم لازم ہو چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو اب باقی ہر حکم خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ ایک قول ہے کہ اعمال کے خاتموں کا وزن کیا جائے گا۔ [1] اور اعمال کا خاتمہ بھی ان کی ابتدا جیسا ہی ہوگا اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ضائع ہو جانے والا ہے۔

﴿9﴾ وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ (پ۸، الاعراف:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے۔

﴿10﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ (پ۸، الانعام:۱۵۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور پوری ہے تیرے ربّ کی بات سچ اور انصاف میں۔

یعنی سچ اس کے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے لئے ہے اور انصاف اس کے دشمنوں کے لئے ہے۔

﴿11﴾ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ (پ۸، الاعراف:۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: سُن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

مُقَرَّبین کے مُشاهَدے کا چھٹا مَقام

مومنین کے اوصاف

نیکی کے کام ایمان کے ثمرات ہیں اور اعمالِ صالح یقین کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ لَہْو ولَعِب شک کے مُتَقاضی ہوتے ہیں۔ سننا و دیکھنا مُتَّقِین کے اوصاف ہیں جبکہ اندھا و بہرا ہونا شک کی صِفتیں ہیں۔ یہ تمام مَعانی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں جمع ہیں:

قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱، البقرۃ:۹۳) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیتِ مبارکہ دلالت کر رہی ہے کہ ایمان مومنین کو نیکی و تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ جس کی خبر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یقین رکھنے والوں کو دی تو انہوں نے سنا اور دیکھا پھر نیک عمل کو پا لیا۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی اس کیفیت کا اظہار قرآنِ کریم میں کچھ یوں فرمایا:

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الرابع، البحث الثالث، ج ۱، ص ۱۷۱

رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ (پ۲۱، السجدۃ:۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے ربّ اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔

غافلین کے اوصاف

اور لہو ولعب میں مبتلا افراد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۵، الدخان:۹) ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

اس کے بعد عدمِ یقین کی وجہ سے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَا كَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۱۲، ھود:۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے۔

کیونکہ وہ اہلِ یقین میں سے نہ تھے اور جب ان کے پاس یقین کی دولت آئی یعنی انہیں دیکھنے وسمجھنے کی قوت ملی تو انہوں نے دیکھا اور سنا بھی، پس کہنے لگے:

وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ ﴿۴۷﴾ (پ۲۹، المدثر:۴۶، ۴۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمیں موت آئی۔

اور جب یقین کی دولت سے مالا مال ہوئے تو ان کی سماعت وبصارت کی شِدّت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا (پ۱۶، مریم:۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: کتنا سنیں گے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔

مُراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انہوں نے ہمارے پاس حاضر ہو کر جزا وسزا کو دیکھ لیا تو وہ کس قدر سننے اور دیکھنے والے ہو گئے۔ یہ قول صفت میں مُبالغہ بیان کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ عام طور پر کہتے ہیں: ﴿اَكْرِمْ وَاَعْظِمْ بِهٖ﴾ ''یعنی وہ کس قدر عزّت وعظمت والا ہے!'' اسی طرح جب قیامت کے دن یقین کی حالت میں تم بارگاہِ رَبوبیّت میں حاضر ہو گے تو وہ کچھ سنو گے جو اس سے قبل نہ سنا ہو گا اور وہ کچھ دیکھو گے جو اس سے قبل نہ دیکھا ہو گا۔

قربِ خداوندی کے حصول کے اسباب

تمہاری بیویوں نے تمہیں مشغول رکھا جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری خاطر پیدا فرمایا تھا اور ان اشکال و اشباہ میں مصروف رہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر فرمائی تھیں، پس تم نے انہیں معبود بنا ڈالا اور انہی کے پاس براجمان ہو کر رہ گئے، اگر ان سب سے فرار ہو کر بارگاہِ ربوبیّت میں حاضر ہو جاتے تو تمہارا یہ فرار ہونا ایک بہتر جائے پناہ کی طرف ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی تمہیں اپنے ہاں ایک بہترین جائے پناہ عطا فرماتا۔ حالانکہ اس نے تمہیں ان سب سے راہِ فرار اختیار کر کے اپنی بارگاہ میں حاضر رہنے کا حکم دیا تھا کاش تم یہ حکم قبول کر لیتے، اس نے تمہیں ان اشیاء کو معبود بنانے سے منع کیا تھا، کاش! تم نے اس کا یہ حکم سنا ہوتا۔ اس نے تمہارے لئے ڈر کو واضح کر دیا تھا، کاش! تم نے سمجھا ہوتا، اس نے تمہاری بیویوں کو اپنے ذکر کا ذریعہ وسبب بنایا تھا، کاش! تم یہ پہچان جاتے اور اس نے تمہاری بیویوں کو اپنی بارگاہ تک رسائی کا ذریعہ بھی بنایا تھا، کاش! تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کی پیروی کرتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری ان بیویوں کو اپنی بارگاہ کا شوق دلانے کا باعث بنایا تھا، کاش! تم اس کے قرب کو محبوب رکھتے۔ کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔

ہر شے کے جوڑے سے مُراد اس کا ہم مثل اور ہم شکل ہے تاکہ تم اس کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا کرو اور انہیں دیکھ کر بارگاہِ ربوبیّت کے مشتاق رہو۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو۔

یعنی زاہد بن کر ان سے بارگاہِ ربوبیت کی جانب راہِ فرار اختیار کرو اور پھر مزید ارشاد فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے ساتھ اور معبود نہ ٹھہراؤ۔

یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بناؤ اور نہ ہی مرتبۂ اُلوہیّت میں کسی کو اس کا شریک بناؤ۔ پس مُقرَّبین نے دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے اس پیغام کو سنا اور سمجھا، لہٰذا جب وہ ان کے پاس ہوتے ہیں تو صرف اپنے

ربّ عَزَّوَجَلَّ ہی کو پکارتے ہیں۔جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں۔

(پ۷،الانعام:۳۶)

بندے کی بدبختی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ (پ۲۵،الشوریٰ:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور دعا قبول فرماتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے اور انعام دیتا ہے۔

وہ شخص کیسے سن سکتا ہے جسے دور سے پُکارا جائے؟ اور جس کے دل پر لگا ہوا قُفل ہی اس کا نگران ہو تو وہ کیسے دیکھ سکتا ہے؟ اور جو سن نہ سکے وہ جواب کیسے دے گا؟ اور جو دیکھ نہ سکے وہ مُشاہدہ کیسے کرے گا؟

محبت اندھا و بہرا کر دیتی ہے

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''کسی شے سے تیرا مَحبَّت کرنا تجھے اندھا و بہرا کر دیتا ہے۔''[1] پس نفسانی خواہش بندے کو حق بات دیکھنے سے اندھا بنا دیتی ہے اور شہوت نصیحت اور سچائی سننے سے بہرا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اگر آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنا محبوب بنا لیا تو آپ کی نگاہیں صرف اسی کی جانب لگی رہیں گی اور اس کے ماسوا کو دیکھنے سے اندھی ہو جائیں گی اور اگر آپ اس کی بارگاہ کی جانب ہمہ تَن گوش رہیں گے تو اس کا کلام سننے کا شَرَف حاصل کر لیں گے اور اگر سماعتِ کلام کا شَرَف پا لیا تو پھر غیرُ اللہ کے کلام سے آپ کے کان بہرے ہو جائیں گے اور (زہے نصیب) اگر وہ بھی آپ کو پسند کر لے تو وہ آپ کی سماعت و بصارت، دست و قلب اور حامی و ناصر بن جائے گا۔ آپ اسے پکاریں گے تو وہ آپ کو جواب دے گا، اس سے سوال کریں گے وہ عطا کرے گا، آپ اس کی خاطر اخلاص کا اظہار کریں گے تو وہ آپ کو خُلوص کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔ ایک

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الھوی، الحدیث: ۵۱۳۰، ص۱۵۹۸

روایت میں اسی طرح آیا ہے۔

الغرض اپنے آپ سے غافل ہو کر اس کی عبادت میں مصروف ہو جائیں اور خود کو اس کی خاطر ہر شے سے فارغ و خالی کر لیں، اس طرح آپ اسی کا کلام سنیں گے، اسی کی جانب دیکھیں گے، اسی کے سامنے حرکات و سکنات سرانجام دیں گے اور اپنے نفس، خواہش، شہوت اور دنیا کے لئے کوئی کام نہ کریں گے۔ پس محبت میں یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا بدل جاتا ہے لیکن محبوب اپنی حالت پر رہتا ہے۔

بندے کی حالتِ عین الیقین

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بندہ جب عینُ الْیَقِین کے مقام پر فائز ہو اور ظنی یقین سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو اور اس نے ہماری ذکر کردہ باتیں بھی سن رکھی ہوں یعنی وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اور اسے اس کی تلافی کا موقع بھی نہیں مل پا رہا تو یہ فوت شُدہ وقت پر حُزْن و مَلال اسے وقت کی قدر کرنے میں مشغول رکھے گا تاکہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی وقت کے فوت ہونے پر اسے نادم نہ ہونا پڑے اور پہلے کی طرح دوسری مرتبہ بھی وقت کے ضِیاع پر اسے پھر حُزْن و نَدامَت کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی حالت و کیفیت میں ایسے اوصاف پیدا ہونے دے جن پر اسے نَدامَت ہو؟ مثلاً برے اعمال کرنے لگے یا ایسے کام کرے جن کا انجام قابلِ تعریف نہ ہو اور اس کی وجہ سے آخرت میں رشک نہ ہو۔

بڑھاپے میں عبادت کی مثال

جو شخص اپنی غفلت کے آخری لمحات میں بیدار ہو اس کی مثال اس بندے جیسی ہے جس پر کوئی کام دن کے اوقات میں پایۂ تکمیل تک پہنچانا لازم و ضَروری ہو لیکن وہ غفلت یا نیند کی وجہ سے اس کام کو بھول جائے اور پھر عصر کے بعد اس کی تکمیل کا ہوش آئے، اب دن کے باقی حصّے میں اس کی حرص، کام میں جلد بازی اور تیزی کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ دن کے ابتدائی حصّے میں جو کام کرنے سے رہ گیا اس تھوڑے سے وقت میں مکمل کر لے، اب اس کی خواہش ہے کہ اس کا وقت رات تک وسیع ہو جائے اور کئی گنا بڑھ جائے یا اسے دن کے ابتدائی حصّے کی جانب لوٹا دیا جائے تاکہ وہ رہ جانے والے کام کی تکمیل کر سکے۔

یہی حال اس توبہ کرنے والے کا ہے جو اپنی نیند سے بیدار ہونے والا ہو، مگر اب اس کے لئے یہ معاملہ موت کے بعد ہی ظاہر ہوگا کہ جب وہ اوقات کے ضائع ہونے کو دیکھ لے گا اور فوت شُدہ کی تَلافی نہ کر سکنے کا اسے یقین ہو جائے گا۔ پس یہی وقت سب سے بڑی نَدامت کا ہوگا اور اس وقت ہی سب سے بڑی حسرت ہوگی۔

اربابِ عقل و دانش کے لئے نصیحت

اہلِ یقین، اربابِ عقل و دانش کے نزدیک احتیاط اس بات میں ہے کہ بندہ باقی ماندہ تھوڑی سی عمر میں تیزی سے عمل کرنے لگے کیونکہ مستقبل میں بھی ماضی کی مثل وقت برباد کرنے میں مصروف رہنا ایک دوسرا ضیاع ہوگا اور اس لئے بھی کہ وہ وقت تو بس آنے والا ہی ہے۔ پس اس بیدار مغز کی حرص اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر وقت اور ساعت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصّہ ہو اور وہ اپنے اعمال کی ساعتوں کے ہر خزانے میں تھوڑی تھوڑی اشیاء ودیعت رکھتا جائے تا کہ کل اپنے خزانوں کو خالی نہ دیکھے اور نہ ہی وہ ان کے خالی ہونے پر حسرت میں مبتلا ہو۔

یہ اہلِ رجا کا طریقہ ہے جو اعمال کی زیادتی کی تمنّا رکھتے ہیں اور اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی اچھے طریقے سے عبادت کرنے میں ساری زندگی گزارنے میں رغبت رکھتے ہیں اور یہی صحیح توبہ کرنے والے کا مقام ہے تا کہ وہ گزشتہ غفلت میں گزرے ہوئے اوقات کا تَدارُک نئے اوقات سے کر سکے۔ چنانچہ عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک احتیاط یہی ہے، یعنی اگر معاملہ حد درجہ سخت ہو جیسا کہ پیدا ہوا تھا تو وہ اپنی اس مشکل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حسنِ توفیق کے ساتھ ہی محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر معاملہ آسان ہو جیسا کہ لوگ امید رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ جان لیں اعمال وفضائل کے اپنے اپنے درجات ومقامات ہیں۔

اہلِ یقین کے مشاہدے کا ساتواں مقام

وقت کی تلافی

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے کہ ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اوقات کی تَلافی ان کے فوت ہو جانے کا ڈر اور اندیشہ ہے تو اس سے مُراد یہ نہیں کہ بندہ ایک کے بجائے دوسرے

مقام کی تمنّا کرنے لگے اور نہ ہی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے وقت کا انتظار کرتا رہے کہ اس طرح تو وہ درحقیقت وقت کی فکر میں مبتلا ہو جائے گا۔ نیز اوقات کی تلافی سے یہ بھی مراد نہیں کہ اپنی موجودہ حالت کو چھوڑ کر کسی دوسری حالت کی توقع رکھنے لگے بلکہ وقت کی تلافی وتَدارُک سے مراد ہے:

- ......دن میں روزہ رکھنا
- ......رات کے وقت قیام کرنا
- ......ہر ساعت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا
- ......دل کے مُتفرِّق خیالات کو جمع کرنا
- ......دل میں پیدا ہونے والے اثرات ختم کرنا

نیز اس سے یہ اُمور بھی مراد ہیں:

- ......آنکھیں جھکائے رکھنا
- ......کانوں کی حفاظت کرنا
- ......ہاتھوں کو روکے رکھنا
- ......پاؤں کو قابو میں رکھنا
- ......گھٹیا باتیں کرنے سے خاموش رہنا
- ......شہوت پیدا کرنے والا لقمہ چھوڑ دینا
- ......خوراک میں کمی کرنا
- ......بھوک کی زیادتی کرنا
- ......نیکی کا حکم دینا
- ......بُرائی سے منع کرنا
- ......اچھی نیّت کرنا
- ......بُری نیّت سے بچنا
- ......نئے سرے سے توبہ کرنا
- ......دل کو فکر میں مبتلا رکھنا اور بدگمانی سے نکالنا
- ......حسنِ ظن کا عقیدہ اپنانا
- ......ثابت قدمی واِسْتِقامَت اختیار کرنا
- ......نیکی وتقویٰ کے اُمور پر تَعاوُن کرنا
- ......اور مقصود میں عزم کا صحیح ہونا اور عزم کو قوی کرنے والے اسباب اختیار کرنا۔

بندے کو چاہئے کہ مذکورہ تمام امور فوراً اور اسی حالت میں کرنے لگے، ٹال مَٹول سے کام لے نہ کسی کا انتظار کرے اور نہ ہی کسی دوسرے وقت کی توقع رکھے، نہ اس کام کو ایک وقت سے دوسرے وقت تک مؤخر کرے اور نہ ہی ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اس پر عمل پیرا ہونے کا انتظار کرے۔ کیونکہ اسی طرح فوت شُدہ اوقات کا تَدارُک اور ان

کی تلافی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اسے جو وقت مُیَسَّر ہے اس کے فوت ہو جانے کے اندیشہ کی وجہ سے اسے ہی غنیمت جانے، ورنہ ٹال مَٹول اور امیدیں ہی رہ جائیں گی یا پھر انتظار وتَراخی رہ جائیں گے جو شیطان کے لشکر ہیں اور جن سے وہ سالکینِ طریقت کی راہیں بند کر دیتا ہے۔

یہ دھوکے وفریب میں مبتلا افراد کا مقام اور ان اہلِ باطل کا حال ہے جنہوں نے خود کو اپنے نفس کے سپُرد کر دیا اور پھر نفس کو اپنی خواہشات کی تکمیل کرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا، نہ تو انہوں نے اپنی موجودہ حالت میں وقت کے ضِیاع کی تلافی کی اور نہ ہی انہوں نے اپنے کل کے لئے کچھ تیاری کی۔ پس وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو بھول چکے ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔

جو بیت گیا سو بیت گیا

وقت بیت جائے تو معدوم ہو جاتا ہے، اب وہ قیامت تک نہ پایا جائے گا اور ہر وہ ساعت جو گزر جائے لپیٹ دی جاتی ہے اور پھر یومُ النُّشور تک دوبارہ نہیں کھلے گی۔ البتہ! اس کی مثل اور اس کے مشابہ ساعتیں ضرور پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ جب بندے کو یہ یقین ہو جائے تو وہ جان لیتا ہے کہ اس کی ساری عمر ایک دن اور اس کا پورا دن ایک ساعت ہے اور اس کی کل ساعتیں اس کا موجودہ وقت ہیں اور اس کا وقت ہی اس کی حالت ہے اور اس کا حال ہی اس کا دل ہے، پس وہ اپنے حال سے اپنے دل کی خاطر کوئی ایسی شے لے جو اسے عمل کے ختم ہونے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے قریب کر دے۔ لہٰذا وہ اس شے پر عمل کرے جس کے افضل ہونے کے متعلق اس کا علم اس کی راہنمائی کرے اور اس کا پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ جسے مُسْتَحْسَن جانے۔ نیز اس کا شمار ان اعمال میں سے ہو کہ اگر اچانک اس پر موت آ جائے تو اس کا خاتمہ اسی حالت پر ہو اور اسی عمل کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

اس کے بعد بندے کو چاہئے:

- ......اپنے وقت سے اپنے حال کے لئے وہ کچھ لے جو اس کے دل کے لئے مفید ہو اور اس کے دل کی تَقْوِیَت کا باعث ہو، نیز اسے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص کر دے۔
- ......اپنی ساعات سے وقت کیلئے اس قدر لے جس کی وجہ سے اس کا حال اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں مُزَیَّن ہو جائے۔

……اپنے دن سے اپنی ساعات کے لئے اس قدر لے جس میں اس کی اصلاح ہو اور جس کی اسے ضرورت ہو۔

……مہینے سے دن کے لئے اس قدر لے کہ اس کا مہینہ دن بن جائے اور اس کا دن ساعت بن جائے۔

پس جس بندے کا وقت اسے ساعتوں سے اور اس کا حال وقت سے غافل کر دے تو وہ ان اوصاف کی بنا پر

……اپنے وقت کا خیال رکھنے والا ……اپنی حالت کی حفاظت کرنے والا ……نفس کی نگرانی کرنے والا

……فکروں کو مجتمع رکھنے والا ……سانسوں کو شمار کرنے والا ……**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا مُراقبہ کرنے والا

……اور اپنے حبیبِ حقیقی کی مجلس میں بیٹھنے والا ہو جائے گا اور اس کا کوئی بھی سانس کسی چھوٹے سے پل میں بھی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کرنے، اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے، دنیا کی محبت پر صبر کرنے یا مصیبت پر راضی رہنے سے خالی نہ گزرے گا۔

ابدالوں کی حالت

بندہ مذکورہ تمام حالتوں میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھنے والا، اس کا کلام غور سے سننے والا اور حبیب کی جانب سفر کرنے والا شمار ہوتا ہے، وہ اس کے علاوہ کسی کو دیکھتا ہے نہ کسی کے ہاں بسیرا کرتا ہے کیونکہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی تمام عمر کو دن، دن کو ساعت اور ساعت کو وقت، وقت کو حال اور حال کو نفس اور نفس کو مُراقبہ بنا دیا ہے۔ چونکہ مُراقبہ کے لئے تَوَجُّہ ضَروری ہوتی ہے، پس جب بھی کوئی اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو پھر کبھی بھی اس سے منہ نہیں موڑتا اور جسے اس کے قُرب میں چلنے کا شَرَف مل جاتا ہے تو پھر کبھی بھی سُستی کا شکار نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ بندے کے ایمان میں زیادتی اور یقین کی تازگی کے باعث بنتا ہے۔ اسے حساب و کتاب کے بغیر ایک پاکیزہ زندگی دی جاتی ہے، اس کے لئے اس کے دل سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں، پس معرفت ہی اس کا مقام ٹھہرتا ہے لیکن اس مقام پر اس کے ایام کم پڑ جاتے ہیں، اس کا کل وقت وَحْدَہٗ لَاشَرِیک کے لئے ایک ہی وقت بن جاتا ہے اور اس کا دل بھی ایک خدا کے لئے ایک ہو جاتا ہے اور اس کے خیالات یکتا و منفرد **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے لئے یکجا ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ابدالوں کا ہے جو **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کی مثل ہوتے ہیں ان کی تعداد اہلِ یقین میں بہت کم ہوتی ہے مگر یقین میں سے ان کا حصّہ بہت زیادہ ہوتا ہے، یہی مُقرَّبین و صِدِّیقین ہیں۔

صاحب کتاب کی نصیحت

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہماری بیان کردہ مذکورہ باتوں کی حقیقت سے جو بھی یقینی طور پر آگاہ ہوگا اس کا شمار صالحین میں ہوگا اور جو ان تمام باتوں پر سچے دل سے ایمان لے آئے اور تصدیق کا اہل ہونے کی وجہ سے ذرہ بھر شک نہ کرے تو وہ اہلِ یقین میں سے ہے اور جو اس بات کی گواہی دے جو اس کے لئے زیادتی کا باعث ہو تو وہ مُشاہدہ کرنے والوں میں سے ہے۔

مقامِ توبہ وعلم پر فائز لوگ

مذکورہ تمام باتیں یعنی مومنین کا مُراقبہ اور مُقرّبین کا مشاہدہ وغیرہ، ان سب کا اِدْراک دو۲ مَقامات کے جاننے سے ہوسکتا ہے۔ جو بندہ ان دونوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر فائز ہو تو اس کے لئے توبہ میں اِسْتِقامت اور علم پر عمل جیسے دونوں اوصاف جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ پس جس کا مقام، توبہ اور حالت، استقامت ہو تو اسے مُحِبّین کے درجات پر فائز کر دیا جاتا ہے اور جس کا مقام علم ہو اور حالت اس علم پر عمل کرنا ہو تو اس کے لئے خائفین کے اوصاف متحقق ہوتے ہیں۔

یہ دونوں حالتیں اس عارف کی ہیں جس کا وِجْدان دائمی ہو اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضری کی وجہ سے قُربِ مشاہدہ کی دولت نصیب ہو، پس اس کی سانسیں اور لمحے نیکیاں، اس کے تَصَرُّفات اور آثارِ حَسَنات اور اس کے افکار واذکار مشاہدات پر مبنی ہیں، گویا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور بیدار رہے۔ پس دائمی وجد میں رہنے والے عارف کے یہی اوصاف ہیں۔

طبقۂ اَصْفِیاء میں سے کسی کے متعلق مروی ہے کہ وہ اہلِ مُراقبہ میں سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر گوشہ نشین ہو جانے والے ایک بُزُرگ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جو نعمتیں مجھ پر ہیں ان کی ایک نوع کو شمار کیا تو وہ چوبیس۲۴ ہزار نعمتوں پر مشتمل تھی۔'' میں نے عرض کی: ''وہ کیسے؟'' تو انہوں نے بتایا: ''میں نے ایک دن اور رات میں اپنے سانسوں کو شمار کیا تو پایا کہ یہ چوبیس۲۴ ہزار ہیں اور کہا جاتا ہے کہ لمحات سانسوں سے بھی دوگنے ہوتے ہیں،

کیونکہ ہر سانس دو لمحوں پر مشتمل ہوتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جانب وحی فرمائی کہ میری تجھ پر جو نعمتیں ہیں تو ان کا شکر کیسے ادا کرے گا حالانکہ ہر بال میں میری دو نعمتیں ہیں یعنی جڑ کو نرم بنایا تو سرے کو ساکن۔"

کبریتِ احمر

عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ بندے کی باقی ماندہ عمر کے علاوہ کِبْرِیتِ اَحْمَر سے بڑھ کر کوئی شے عزّت والی نہیں اور مزید فرماتے ہیں کہ نبی یا صدیق کے علاوہ کوئی بھی اپنی باقی عمر کی مقدار نہیں جانتا۔ بعض عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ باقی عمر کی قدر و منزلت وہی شخص پہچان سکتا ہے جو کِبْرِیتِ اَحْمَر کے چشمے کو پہچانتا ہو کیونکہ منقول ہے: "یہ ایسے چشمے ہیں جو اندھیروں میں پھوٹتے ہیں اور انہیں سوائے ابدالوں کے کوئی نہیں پہچانتا۔"

کِبْرِیتِ اَحْمَر سے مُراد وہ کیمیا ہے جس سے خالص سونا تیار کیا جاتا ہے۔ جب اس کی تھوڑی سی مقدار اس عمل میں استعمال ہونے والی کسی شے پر ڈالی جائے تو پہلے وہ اپنی حالت پر قائم رہتی ہے اور پھر چند سالوں کے بعد تبدیل ہو جاتی ہے۔

صاحبِ کتاب کا تبصرہ

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میرے علم میں ایسی کوئی حدیثِ پاک نہیں جس میں حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ ربِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبریتِ احمر کا ذکر کیا ہو، سوائے اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی اس حدیثِ پاک کے، جس میں ابدالوں کے اوصاف مَروی ہیں، اس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی تعداد اور ان کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے آخر میں ارشاد فرمایا: "وہ میری اُمَّت میں کِبْرِیتِ اَحْمَر سے زیادہ معزّز ہیں۔" [1]

---

[1] ……موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الاولیاء، الحدیث: ۸، ج ۲، ص ۳۸۸

البتہ خالص سونے کا ذکر سوائے حدیثِ ابتلا کے کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ سرکار مدینہ، صاحبِ مُعطّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کا امتحان ابتلا و آزمائش کے ذریعے لیتا ہے، جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص سونے کو آگ سے آزماتا ہے۔ پس ان میں سے کچھ خالص سونے کی طرح نکلتے ہیں اور کچھ جلے ہوئے سیاہ سونے کی طرح اور کچھ ان دونوں کی درمیانی حالت میں ہوتے ہیں۔“ [1]

انوکھی شہزادی

حضرتِ سیِّدُنا شیخ شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی کی شہزادی جب شادی کے لائق ہوگئی اور پڑوسی ملک کے بادشاہ کے یہاں سے رشتہ آیا تب بھی آپ نے ٹھکرادیا اور مسجد مسجد گھوم کر کسی پارسا نوجوان کو تلاشنے لگے۔ ایک نوجوان پر ان کی نگاہ پڑی جس نے اچھی طرح نَماز ادا کی اور گڑگڑا کر دُعا مانگی۔ شیخ نے اُس سے پوچھا: تمہاری شادی ہوچکی ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا: کیا نِکاح کرنا چاہتے ہو؟ لڑکی قرآنِ مجید پڑھتی ہے، نَماز روزہ کی پابند ہے اور خوب سیرت ہے۔ اُس نے کہا: بھلا میرے ساتھ کون رِشتہ کریگا! شیخ نے فرمایا: میں کرتا ہوں لو یہ کچھ دِرہم، ایک دِرہم کی روٹی، ایک دِرہم کا سالن اور ایک دِرہم کی خوشبو خرید لاؤ۔ اِس طرح شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی نے اپنی دُخترِ نیک اختر کا نِکاح اُس سے پڑھا دیا۔ دُلہن جب دُولہا کے گھر آئی تو اُس نے دیکھا پانی کی صُراحی پر ایک روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اُس نے پوچھا: یہ روٹی کیسی ہے؟ دُولہا نے کہا: یہ کل کی باسی روٹی ہے میں نے اِفطار کے لئے رکھی ہے۔ یہ سُن کر وہ واپَس ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر دُولہا بولا: مجھے معلوم تھا کہ شیخ شاہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی کی شہزادی مجھ غریب انسان کے گھر نہیں رُک سکتی۔ دُلہن بولی: میں آپ کی مُفلِسی کے باعِث نہیں، اس لئے لوٹ کر جارہی ہوں کہ ربُّ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ پر آپ کا یقین بَہُت کمزور نظر آرہا ہے جبھی توکل کیلئے روٹی بچا کر رکھتے ہیں، مجھے تو اپنے باپ پر حیرت ہے کہ اُنہوں نے آپ کو پاکیزہ خصلت اور صالح کیسے کہہ دیا! دُولہا یہ سُن کر بَہُت شرمِندہ ہوا اور اُس نے کہا: اس کمزوری سے معذِرت خواہ ہوں۔ دُلہن نے کہا: اپنا عُذر آپ جانیں البتّہ! میں ایسے گھر میں نہیں رُک سکتی، جہاں ایک وَقت کی خوراک جَمع رکھی ہو، اب یا تو میں رہوں گی یا روٹی۔ دُولہا نے فوراً جا کر روٹی خیرات کردی اور ایسی دَرویش خَصلت انوکھی شہزادی کا شوہر بننے پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا۔ (روضُ الریاحین، ص ۱۰۳)

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۶۹۸، ج۸، ص۱۶۶

عمر ایک امانت ہے

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بندہ جب گزشتہ فصل میں مذکور تمام اوصاف کا حامل ہو جائے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىٕمُوْنَ ﴿۳۳﴾ (پ ۲۹، المعارج: ۳۲، ۳۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں کہ بندے کی عمر اس کے پاس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امانت ہے، جس کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے سے اس کی موت کے وقت پوچھے گا۔ اگر اس نے اس میں تَفْرِیط سے کام لیا تو اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی امانت ضائع کر دی اور اس کے عہد کو چھوڑ دیا اور اگر اپنے اوقات کا خیال رکھا یعنی اس کی کوئی بھی ساعت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کے بغیر نہ گزری تو اس نے نہ صرف امانت کی حفاظت کی بلکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عہد میں بھی ہے۔ پس اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے وعدہ پورا کرنے کی بنا پر پورا بدلہ ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْۚ وَ اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ (پ ۱، البقرۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔

مراد یہ ہے کہ میرا عہد ضائع کرنے اور مجھ سے وعدہ خلافی کرنے سے ڈرو۔

اہلِ ایمان کی چند علامتیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ (پ۱۲،هود:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جو اپنے ربّ کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اپنے مقام کا واضح مشاہدہ کرے اور پھر اپنے مشاہدۂ یقین پر ثابت قدم رہے تو ایسا شخص اس فرد کی طرح نہیں جس کے لئے اس کی بداعمالی کو آراستہ وپیراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور ان کو پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر ترجیح دے۔ یہ بندہ نہ صرف اپنے مشاہدہ پر قائم ہے، بلکہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا فرمانبردار اور اپنے معبودِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی محبت کی وجہ سے راہِ راست پر بھی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (پ۱۵،بنی اسرآئیل:۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

نیز وہ اس شخص کی مثل بھی ہے جس کی تعریف حقیقتِ ایمان سے مُتَّصِف ہونے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں کی گئی ہے:

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ (پ۹،الانفال:۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا کریں۔

یہاں ایمان سے مُراد اس کی علامات اور اس کے دلائل ہیں اور ''ربّ ہی پر بھروسا کرنے سے مراد ہے کہ وہ اس پر ہی بھروسا رکھتے ہیں، ان کی نگاہیں اسی جانب لگی رہتی ہیں اور ہر حالت میں اس پر ہی اعتماد کرتے ہیں، اس کی بارگاہ میں سکون وچین پاتے ہیں اور ہر شے سے الگ ہو کر صرف اسی کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پ۹،الانفال:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے ربّ کے پاس۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں مُتَوَکِّلین میں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جن اہلِ حق کے حق ہونے کی تعریف فرمائی ہے اور جن کے لئے اعلیٰ درجات اور بہترین رزق کا وعدہ فرمایا ہے یہ لوگ مابعد آیتِ کریمہ میں بیان کردہ لوگوں جیسے نہیں ہیں۔

چنانچہ اس کے بعد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ﴿۵﴾ یُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ (پ۹، الانفال: ۵، ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔ سچّی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی۔

نیز ان کے بارے میں مزید ایک جگہ ارشاد فرمایا:

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پ۲۴، المؤمن: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** کی آیتوں میں جھگڑا نہیں کرتے مگر کافر۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان آیاتِ مقدّسہ میں مذکور افراد کے حال کو ان پر ان کی نفسانی خواہشات کے باقی رہنے کی وجہ سے اپنے دشمنوں کے حال جیسا قرار دیا ہے اور جن لوگوں کے متعلق آیتِ مبارکہ میں حقیقی زہد اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا، انہیں صالحین قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ﴿۷۵﴾ (پ۱۶، طٰہٰ: ۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کئے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بزرگ و برتر ہے اور اس کے محبوب بندے بھی اعلیٰ درجات کے حامل ہیں۔ ان کے بلند و برتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے بُزُرگ و بَرتَر یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے ساتھ ہے اور رہے ہم! تو ہم ادنیٰ مقام پر فائز ہیں کیونکہ ہمارے پاس دنیا ہے۔

طالبِ دنیا و آخرت کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب اپنے محبوب بندوں کو دنیا سے اعراض کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کے اوصاف بھی بیان کئے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں اور صرف دنیاوی زندگی کے خواہش مند ہوتے ہیں،

کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا فوراً مل جائے اور اس طرح اپنی حد درجہ جہالت اور ضُعفِ یقین کے سبب مغفرت کے معاملہ کو آخرت تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے بندوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی۔

﴿2﴾ فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۲۹﴾ (پ۲۷، النجم: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اس سے منہ پھیر لو جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی۔

اور سچے مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ (پ۲۱، الاحزاب: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جنہوں نے سچّا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔

جبکہ ان کے علاوہ دوسروں کے متعلق فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ (پ۲۸، الصف: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو۔

وعدہ پورا کرنے اور نہ کرنے والے

وہ تمام افراد جو عہد کو سچا کر دکھانے والے ہیں اور جو اس وعدہ کو توڑنے والے اور اس سے منہ موڑنے والے ہیں ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں سے ایک گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ إِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۲، سبا: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اسکے پیچھے ہو لئے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اَولیائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو شیطان کی پیروی ترک کرنے کے ساتھ خاص فرمایا مگر ایک گروہ

یعنی صدیقین کو چھوڑ کر بعض مومنین کو شیطان کے گمان کی تصدیق اور اس کی پیروی میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ، جنہیں نجات دی ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا ﴿۶۹﴾ (پ۵، النسآء: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

ایسے لوگ صدیق، شُہدا اور صالحین ہیں جن کی سنگت بہت اچھی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مومن ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ (پ۱۴، النحل: ۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

سخاوت زہد کی ابتدا ہے

جو شخص اپنے مال و جان کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی مَحبّت میں بیچ دے وہ اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جس سے اس کا ربّ عَزَّوَجَلَّ اس کے نفس کے متعلق پوچھے گا تاکہ وہ اس سے اصرار نہ کرے کہ جس کے سبب بندے کے دل کا میل ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ اس نے مومنین کے ایک گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

یُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْــٴَـلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْــٴَـلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ (پ۲۶، محمد: ۳۶، ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ تم کو تمہارے ثواب عطا فرمائے گا اور کچھ تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔ اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بُخل کرو گے اور وہ بُخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کردے گا۔

یعنی اگر وہ تم سے پوچھ گچھ کرے گا تو سب اشیاء کے متعلق کرے گا۔ البتہ اس نے تم سے تمہاری جانوں کے متعلق زہد پسند کیا ہے اور دلوں کے میل سے مُراد کینہ ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم سے اس کے متعلق کوئی سوال نہیں ہو

گا؟ بخیل زاہد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ زہد کی ابتدا سخاوت سے ہوتی ہے اور جو سخی نہ ہو وہ زاہد نہیں ہوسکتا اور جو دنیا میں زاہد نہ ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اس سے محبت کرنے والا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتا اور یہ اس شے کا چاہنے والا ہے جو اس کی پسندیدہ نہیں ہے۔

جب بندے نے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ اخلاق کے ذریعے نہ تو کوئی معاملہ کیا اور نہ ہی اس کی مرضی سے مُوافقت کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے خود سے دور کرکے اس کی آنکھوں پر حجاب ڈال دیا تاکہ وہ اس کے اوصاف کا مُشاہدہ نہ کرسکے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (پ۱۰، الانفال:۶۷)

ترجمۂ کنز الایمان: تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور **اللہ** آخرت چاہتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت چاہئے تو زاہد بن جاؤ

انجام کی انتہا کے متعلق رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جب تو چاہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے محبوب بنالے تو دنیا میں زاہد بن جا۔''[1]

مومن اور بخیل میں فرق

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) آپ اس قابل نہیں کہ مومنین کے اس گروہ کے دلوں کی کیفیت بیان کریں جن کا وَصف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بیان کیا ہے، کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے ان کے اموال طلب کرتا تو ان کا بُخل ظاہر ہوجاتا۔ اس لئے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ ایمان کے ظاہری لَبادے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ارشاد فرمایا:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ (پ۲۲، فاطر:۴۵)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بیشک **اللہ** کے سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب بندوں سے ان کی عزّت بڑھانے کی خاطر کچھ طلب نہیں کرتا کیونکہ ان کا شمار ان لوگوں

---

[1] ......سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، الحدیث: ۴۱۰۲، ج۴، ص۴۲۳

میں ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی شے طلب کرنے پر فوراً اس کی بارگاہ میں پیش کر دیتے ہیں۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے طلب نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کریم ہے۔ اس کے نزدیک کسی شے کی کوئی عظمت و بڑائی نہیں۔ اگر وہ طلب کرے تو سب کچھ یعنی مال و نفس تک (اپنی راہ میں خرچ کرنے) کا مطالبہ کرتا ہے۔ مگر وہ صرف اسی بندے سے یہ سب کچھ طلب کرتا ہے جسے اس نے اپنے اَخلاق میں سے کسی خُلق کے ساتھ پیدا فرمایا ہو اور جس کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کچھ نہ ہو تو اس کا محبوب اس سے سب کچھ خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور جس بندے کے دل میں فانی اشیاء کی عظمت گھر کر جاتی ہے یعنی بخل آجاتا ہے تو وہ اس سے کچھ بھی طلب نہیں کرتا۔

جب بندے کی جان میں جان ہی نہ رہے اور نہ ہی اس کے مال پر اس کی ملکیت رہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ خود اس کے مال و جان کا عوض ہو جاتا ہے، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جان کے عوض کا کہیں تذکرہ نہیں فرمایا۔ البتہ! مال کے عوض یعنی جنّت کا ذکر کیا ہے تاکہ وہ حکم کے تحت داخل نہ ہو جائے کیونکہ وہ اَحْکَمُ الْحَاکِمِین ہے اور اس لئے بھی کہ وہ عوض کے ساتھ نہ مل جائے ورنہ جوڑا بن جائے گا، حالانکہ وہ اکیلا ہے، پس اس نے خود کو مَخْفِی رکھا اور یہی اس پر دلیل ہے اور اس نے مخلوق کا ذکر فرمایا اور یہی اس کی بارگاہ تک رسائی کا راستہ ہے۔

پس یہی وہ فہم ہے جو وہ اپنی جانب سے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کو عطا فرماتا ہے اور جو اس خالص محبت کی علامت ہے جس میں اس کے سوا کوئی شریک ہے نہ اس کے علاوہ کوئی اس میں داخل ہے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ ان محبین کے اوصاف سے پردہ ہٹایا جائے کیونکہ ان کا حال وَصْف سے عظیم تر ہے اور ان کا مقام عُلُومِ عقل اور وقت سے متجاوز ہے۔

البتہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ان فرامینِ مبارکہ کے ساتھ اسے محکم ضرور کیا ہے:

﴿1﴾ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ (پ۲۵، الزخرف: ۷۱)
ترجمۂ کنز الایمان: اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذّت پہنچے۔

﴿2﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۴)
ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لئے ملتے وقت کی دعا سلام ہے۔

﴿3﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۱، ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو۔ مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے۔

﴿4﴾ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ (پ۲۷، الواقعہ: ۸۸، ۸۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مقرّبوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول۔

﴿5﴾ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾ (پ۸، الانعام: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں کا پھل ہے۔

﴿6﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٣﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ انکے کام دیکھتا ہے۔

اگر اس آیتِ مبارکہ کو دوسری قراءت کے مطابق پڑھیں تو اس میں منافقین کی مذمّت بیان کی گئی ہے یعنی اس نے تمہیں تمہارے اعمال دکھائے لیکن تمہیں ان کی مثل نہ بنایا کیونکہ تمہارے اعمال ان کے اعمال کی مثل نہ تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾ (پ۲۶، الفتح: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس کے بعد ہمارے دلوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿٥١﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم و حلم والا ہے۔

اس کے بعد ایسا قولِ فیصل ارشاد فرمایا جو ان دونوں کے درمیان فرق کرنے والا ہے:

إِنْ يَعْلَمِ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا (پ۱۰، الانفال: ۷۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جانی تو (جو تم سے لیا گیا) اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا۔

پھر ان لوگوں کی ضد کے متعلق ایسا کلام فرمایا جو مُفَصَّل کی تفصیل اور مُجْمَل کی تفسیر بیان کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۹، الانفال: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

یعنی خیر وبھلائی میں سے ان کے لئے کچھ نہیں اور نہ ہی ان کے لئے اس میں سے کوئی حصّہ ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں خیر وبھلائی کی کوئی جگہ ہی نہیں بنائی گئی کہ اس میں وہ پائی جاتی۔ پس یہ ایک واضح خطاب ہے اور اربابِ عقل کے لئے ایک کھلا پیغام ہے اور یہ فرمانِ عالیشان بھی اس کا شاہد ہے:

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (پ۱۳، الرعد: ۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا مسلمان اس سے ناامید نہ ہوئے کہ اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔

پس مومنین ان لوگوں کے راہِ راست پر آنے سے مایوس ہو گئے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ان سے اس کے متعلق کبھی بھی کوشش کرنے کی امید نہ تھی، اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے گمراہ کرتا ہے اسے کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

ایک قول ہے کہ مایوس ہونے سے مُراد یہ ہے کہ انہوں نے جان لیا جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں بتایا اور یہی معنٰی مراد ہونے کا شاہد بھی موجود ہے کیونکہ اس سے مراد ہے: کیا ایمان والوں پر واضح نہیں ہوا، پس اس نے ان پر واضح کر دیا ہے، لہٰذا وہ اسے تسلیم کر لیں اور مان لیں اور ان سے اعراض کریں تا کہ محفوظ رہیں۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا (پ۸، الانعام: ۱۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور یونہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مُسلّط کرتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ (پ۱، البقرۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ (پ۳،اٰل عمران:۷) ترجمۂ کنزالایمان: (جن کے دلوں میں کجی ہے) وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں۔

طبیعتوں کا فرق

ان دو افراد میں کتنی دوری ہے جن میں سے ایک کا دل ثابت ہو اور اس میں علم راسخ ہو اور دوسرے شخص کے دل میں کجی ہو۔اس لئے کہ دل میں کجی والا انسان تاویل کے فتنے میں مبتلا ہوتا ہے۔اسی طرح جب کوئی شخص اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص ہو اور وہ اسے اس کے نفس کا والی بنا دے تو ایسے شخص اور اس شخص کے درمیان کتنی دوری ہے جو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ سے روگردانی کرے اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نفس کو ہی اس کا والی بنا دے۔

جس طرح مُقَرَّبین کے مقامات بیان ہوئے اسی طرح یہ مقامات اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے دور رہنے والوں کے ہیں۔ایسے افراد دو حکموں کے تحت داخل ہیں اور وہ ان میں سے کسی ایک سے بھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے، ان میں سے افضل ترین اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم کے تحت داخل ہیں جبکہ کم تر لوگ اس کے عدل سے خارج نہیں۔ چنانچہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لِيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ (پ۲۱،الروم:۴۵) ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ صلہ دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اپنے فضل سے۔

البتہ! عمومی ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لِيَجۡزِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ ؕ (پ۱۱،یونس:۴) ترجمۂ کنزالایمان: کہ ان کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے انصاف کا صلہ دے۔

یعنی اس نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو اپنے فضل وکرم کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ اس کی مخلوق پر عدل عام ہے۔لہٰذا کتنے ہی دل ہیں جو صرف اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا مُشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے کلام کے سوا کچھ سنتے ہیں نہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں اور اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے بندے کے ارادے پر غالب اور اس کے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

مذکورہ شخص اور ایسے شخص کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جس کا اوڑھنا بچھونا مخلوق ہو، مقصود رزق ہو، نظریں صرف مخلوق پر ہوں اور انہی میں طمع رکھے، انہیں ہی دیکھے، مخلوق ہی اس کے نزدیک سب سے غالب شے ہو اور وہی اس کے سب سے زیادہ قریب ہو۔ پس یہ شخص بارگاہِ رَبوبِیّت سے دور رہنے والوں میں سے ہے۔ کیونکہ دوری ہی اس کی صفت ہے اور اس پر نفس غالب ہے اور نفس کی ہی حکمرانی ہے۔ وہ مقامِ بعد میں ہے کہ جس کے ساتھ دوری پائی جاتی ہے، جبکہ پہلی قسم کا شخص مُقَرَّبین میں سے ہے کہ قُرب اس کی صِفَت ہے اور اس نے نفسانی خواہشات کو پسِ پشت ڈال کر اپنے نفس کو مُسَخَّر کر رکھا ہے، وہ مقامِ قُرب میں ہے، اس کے ہاں قرب پایا جاتا ہے اور وہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے میں جلدی کرنے والوں میں سے ہے، جبکہ بارگاہِ رَبوبِیّت سے دور ہونے والا اس کی بارگاہ میں حُضوری پر اپنے نفس کی حوصلہ شکنی کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ ﴿۲۱۳﴾ (پ۱۹، الشعرآء:۲۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔

دوری ایک حجاب ہے اور دور ہونے والا شخص عذاب میں ہے، قُرب ایک نعمت ہے اور جو قریب ہو وہ نعمتوں کی زیادتی میں ہے۔ کیا آپ نے حجاب زدہ انسان کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ﴿۱۶﴾ (پ۳۰، المطففین:۱۵، ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے ربّ کے دیدار سے محروم ہیں پھر بے شک انہیں جہنّم میں داخل ہونا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مقربین کے آرام کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ۲۷، الواقعۃ:۸۸، ۸۹)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر وہ مرنے والا اگر مُقرّبوں سے ہے۔ تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔

پس راحت قُرب والے کو ہوگی اور آرام حبیب کی جانب سے ہوگا اور چین کے باغ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کی وجہ سے نصیب ہوں گے۔ قرب سے آرام پانے والے اور حُضوری سے زندگی پانے والے ایک شخص نے کیا خوب کہا ہے:

فَرُوْحِیْ وَرَیْحَانِیْ اِذَا کُنْتَ حَاضِرًا وَ اِنْ غِبْتَ فَالدُّنْیَا عَلَیَّ مَحَابِسُ

اِذَا لَمْ اُنَافِسْ فِی هَوَاکَ وَلَمْ اَغَرْ عَلَیْکَ فَفِیْمَنْ لَیْتَ شَعْرِیْ اُنَافِسُ

(۱)......جب تو موجود ہو میں آرام وراحت پاتا ہوں اور اگر تو غائب ہو تو ساری دنیا مجھے قید خانہ لگتی ہے۔

(۲)......جب میں تیری رضا کے حُصول میں کسی سے سبقت لے جانے کے لئے باہم مقابلہ نہ کروں اور نہ ہی تجھ پر مجھے غیرت آئے تو ہائے افسوس میں پھر کن لوگوں سے مقابلہ کروں۔

اور دوری کے غم میں مبتلا اور جدائی جس کے حلق میں اٹکی ہوئی ہو ایسے ایک شخص نے کیا خوب کہا ہے:

فَکَیْفَ یَصْنَعُ مَنْ اَقْصَاهُ مَالِکُهُ فَلَیْسَ یَنْفَعُهُ طِبُّ الْاَطِبَّآءِ

مَنْ غَصَّ دَاوٰی بِشُرْبِ الْمَآءِ غَصَّتَهُ فَکَیْفَ یَصْنَعُ مَنْ قَدْ غَصَّ بِالْمَآءِ

(۱)......جسے اس کے مالک وآقا نے خود سے دور کر دیا ہو وہ کیا کرے؟ کہ اسے تو کسی طبیب کی طب فائدہ ہی نہ دے گی۔

(۲)......جسے کھانے سے اُچھو لگے تو وہ پانی پی کر اپنے اُچّھو کا علاج کر لیتا ہے لیکن جسے اُچّھو ہی پانی سے لگے وہ کیا کرے؟

دنیادار اور دین دار میں فرق

ایک شخص اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب متوجہ ہونے کی غرض سے ہر شے سے کٹ کر اس کی عبادت پر کمر بستہ ہو اور دوسرا مخلوق کی خدمت بجا لانے کی غرض سے ہر طرف سے الگ ہو جائے اور بس مخلوق کی پوجا کرے تو ایسے دونوں افراد کے درمیان کتنا فرق ہے! ایک شخص لوگوں سے کنارہ کش ہو چکا ہو اور دوسرا وسوسوں کا شکار ہو تو دونوں کے درمیان کس قدر فرق ہے! اسی طرح ایک شخص اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے شوق میں ہر شے سے الگ ہو جائے اور دوسرا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی محبت چھوڑ کر دنیا سے معانقہ کر لے تو ان دونوں کے درمیان بھی کس قدر فرق ہے!

متقین ہی مقامِ قرب پر فائز ہیں

مُقرَّبین اچھے ہونے کی وجہ سے اور اہلِ بعد بُرائی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے مخصوص مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ بندہ جب وَصْفِ حقیقت سے مُتَّصِف ہو اور مقامِ تقویٰ پر فائز ہو تو اس وصف کے متحقق ہونے کی وجہ سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے تعریف کا مُستحق ٹھہرتا ہے۔ نیز اپنی نفسانی لذّتوں سے دور رہنے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا

قُرب پاتا ہے اور **اللہ** بُزُرگ و برتَر کی جانب سے حسنِ تعریف ہی طالبینِ حق کی غایت اور سالکینِ حق کی رغبت کی انتہا ہوتی ہے اور یہ دولت صرف اس کے مُتَّقی اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام، فلاح پانے والے گروہ اور نیک بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی لوگ سلیم و طاہر دلوں کے مالک ہوتے ہیں اور ذکر کرنے والے اور ڈرنے والے اعضاء و جوارح رکھتے ہیں اور قابلِ فخر و قابلِ ترجیح عقل و دانش رکھتے ہیں۔

طبقاتِ مقربین

مُقَرَّبین اصحابِ یمین کے تین طبقات ہیں: (۱)...... اہلِ علم یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے (۲)...... اہلِ محبت یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت کرنے والے اور (۳)...... اہلِ خوف یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے۔

پس اس کے خاص اور مُقَرَّب اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ہی ہیں جنہیں اس نے حاضر ہونے کا کہا تو فوراً حاضر ہو گئے اور اس نے ان سے علم کی حفاظت کا مطالبہ کیا تو وہ اس کے محافظ بن گئے، گواہی دینے کا کہا تو گواہ بن گئے۔ اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اس کی جانب سے اس کی ذات پر دلیل ہیں اور وہ خود ان کی ذات پر دلیل ہے۔ وہ اس کی بارگاہ میں بندوں کو جمع کرنے والے ہیں جبکہ وہ انہیں اپنی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہے۔ اس کے ہاں ابدال، انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام اور علمائے ربّانیین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن سب مُتَّقین کے امام، دین کے ارکان اور قُوَّت و قدرت والے ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کتابِ مُبین کا کشف عطا فرمایا اور سیدھے راستے کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ ہیں اور جو صبح و شام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور نعمتوں کی زیادتی میں رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ باقی عام مومنین مثلاً قُرّاء، عابدین، اہلِ مجاہدہ، زاہدین اور وظائف کرنے والے افراد انہیں بھی بسا اوقات ولایت کا شرف عطا کیا جاتا ہے، مگر اعمال و سیاحت کے اعتبار سے ان کی کیفیت و حالت میں فرق ہوتا ہے۔ ان کی خاطر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دلوں کی تسکین کے لئے نشانیاں ظاہر فرمائیں اور انہیں ان نشانیوں سے اطمینان بخشا تا کہ ان پر شبہات داخل نہ ہوں کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور نہ ہی شہوات انہیں اپنی طرف کھینچ سکیں کہ وہ واپس پلٹ جائیں۔

لہٰذا وہ اس اظہار میں مُنْہمک ہو کر ظاہر شے سے غافل ہو گئے لیکن اس کے باوجود وہ دنیا دار مُردوں سے قابلِ

رشک اور زندہ دل اہلِ درجات میں سے رحم فرمائے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کا قُرب مُقربین کے ہاں بعد کی حیثیت رکھتا ہے، ان کا کشف مشاہدین کے ہاں حجاب ہے اور ان کی عطا و بخشش مُواجِہین کے نزدیک رَد ہے۔ البتہ! جب انہوں نے اپنے نُفُوس کی جانب دیکھا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بھی ان پر اپنی حکمت اور فضل و کرم کی نگاہ فرمائی اور انہیں ان کے حال میں سکون عطا فرما کر ان کے مقام سے انہیں راضی کر دیا تاکہ ان کے دل ریزہ ریزہ اور ان کی عقلیں متحیر نہ ہو جائیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ۝۱۰ (پ۲۷، الواقعۃ:۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے۔

ان سے مراد یہی بلند مقام پر فائز مواجِہین ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو اَلْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، انہوں نے اس مضبوط واسطے سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھا تو اس نے بھی ان پر نظرِ کرم فرمائی، وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (پ۲، البقرۃ:۲۰۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔

مُراد یہ ہے کہ وہ نہ تو مال کی جانب رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی حال کی جانب دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ **یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ** (پ۶، المآئدۃ:۵۴) ترجمۂ کنزالایمان: وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

﴿2﴾ **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۧ۝۸** (پ۳۰، البینۃ:۸) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرے۔

پس وہ ویسے ہی ہیں جیسا کہ ان کے اوصاف سابقہ کُتُب میں بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ،

اوصافِ اولیاء بزبانِ سیّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام

حضرت سیّدُنا عیسٰی روحُ **اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے حواریوں نے عرض کی: ''**یا روحَ اللہ** عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام! ہمارے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ان اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اوصاف بیان کریں جنہیں نہ تو کوئی

ڈر ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔" تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: "ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی تَرجُمانی کتاب کرتی ہے اور وہ کتاب کی تَرجُمانی کرتے ہیں۔ کتاب کا علم انہی کے سبب ہے جبکہ وہ خود اسی کتاب سے علم حاصل کرتے ہیں۔ کتاب ان سے قائم ہے اور وہ اس سے قائم ہیں۔ لوگ جب دنیا کے ظاہر کی جانب دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ان کی نگاہیں اس کے باطن پر ہوتی ہیں اور لوگوں کی نگاہیں جب دنیا کے موجودہ حال پر ہوتی ہیں تو وہ اس کا انجام دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ہر اس شے کو مار ڈالا جس سے انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ وہ انہیں مار ڈالے گی اور ہر اس شے سے کنارہ کش ہو گئے جس کے متعلق انہیں معلوم ہوا کہ وہ انہیں عَنْقَرِیب چھوڑ دے گی۔ ان کا دنیا سے کچھ پانا ہی کچھ کھونا بن گیا، ان کی فرحت محرومی بن گئی۔ دنیا کا جو بھی معاملہ انہیں درپیش آیا انہوں نے اسے پسِ پُشت ڈال دیا اور جو معاملہ انہیں ناحق پیش آیا انہوں نے اسے بھی پیٹھ پیچھے پھینک دیا، دنیا ان کے ہاں پرانی ہوئی تو انہوں نے کبھی اس کی تجدید نہ کی اور برباد ہوئی تو کبھی اسے آباد نہ کیا، ان کے دلوں میں یہ مرگئی تو پھر اسے کبھی زندہ نہ کیا، وہ دنیا کی طرف بڑھے ضرور لیکن اس کے سبب اپنی آخرت بنائی، ہر لمحہ تذکرۂ موت کرتے رہے اور تذکرۂ زندگی کا خاتمہ کر ڈالا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتے ہیں اور اسی کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں، وہ اس کے نور سے روشنی طلب کرتے ہیں اور اسی سے منور رہتے ہیں۔ ان کے لئے عجیب خبر ہے، بلکہ ان کے پاس تو عجیب ترین خبر ہے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ان بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا (پ۶، المآئدۃ: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا حکم۔

﴿2﴾ وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (پ۶، المآئدۃ: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

﴿3﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ (پ۳، اٰل عمران: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

---

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۵۱۹ عیسی بن مریم، ج ۴۷، ص ۴۶۶

یہاں عجیب مفہوم ہے یعنی شُہدا کے لئے بمعنی جمع ہونا۔ گویا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سب کو ایک وَصْف بنا دیا کیونکہ ان کا تذکرہ گزشتہ آیتِ مبارکہ میں گزر چکا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ (پ۳، اٰل عمران: ۱۷، ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: صبر والے اور سچّے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہرے مُعافی مانگنے والے۔ اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ (پ۱۳، الرعد: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ گواہ کافی ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

یہ ایک ایسی صفت ہے جو تمام اوصاف سے بڑھ کر ہے اور اوصاف بیان کرنے والوں نے جتنے بھی اوصاف بیان کئے ہیں سب پر حاوی ہے۔ دو مقامات کی حالتیں ایسی ہیں جو مُراقبہ و مشاہدہ کے مذکورہ ساتٖ مقامات کی جامع ہیں اور ان سب کا دَار و مدار انہی پر ہے، بلکہ ان دونوں سے تو مزید انعام و اِکرام حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک مقامِ علم کی حالتِ خوف ہے اور دوسری حالت مقامِ عمل سے امید رکھنا ہے۔

جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ مقامِ علم پر فائز فرمائے اس کا حال اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہوتا ہے اور جس کا مقام امید و رجا ہو تو اس کا حال اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مُعاملہ کی دُرُستی کا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ نہیں سنے:

﴿1﴾ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ (پ۲۲، فاطر: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

﴿2﴾ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے ربّ سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے ربّ کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

❁……❁……❁

وسوسوں کا بیان

شیطانی وسوسوں کے متعلق آیاتِ مقدسہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دل میں کھٹکنے والے شیطانی وسوسوں سے آگاہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں مختلف جگہ ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ان میں سے چند آیات ذیل میں مذکور ہیں:

﴿1﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿۸﴾ (پ۳۰، الشمس: ۷، ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا۔ پھر اسکی بدکاری اور اسکی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔

﴿2﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (پ۲۶، ق: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔

﴿3﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ (پ۶، المآئدۃ: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اُس کے نفس نے اُسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا (قتل پر اُبھارا) تو اسے قتل کر دیا۔

﴿4﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ (پ۳۰، الناس: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿5﴾ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ (پ۲۲، فاطر: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ تو اپنے گروہ کو بلاتا ہے۔

﴿6﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بُھلا دی۔

﴿7﴾ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۸)

ترجمۂ کنز الایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔

اور شیطان کا قول اس طرح ذکر فرمایا:

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنز الایمان: مَیں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان

ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآىِٕلِهِمْؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۸، الاعراف: ۱۶، ۱۷)

کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

انسان کو گمراہ کرنے کی شیطانی چارہ جوئی

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: شیطان ابنِ آدم کے راستوں میں بیٹھ جاتا ہے، پس جب وہ اسلام کی شاہراہ پر بیٹھا تو اس نے ابنِ آدم سے کہا: ''کیا تو اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر رہا ہے؟'' لیکن ابنِ آدم نے اس کی بات نہ مانی اور اسلام لے آیا۔ اس کے بعد وہ ہجرت کے راستے پر بیٹھ گیا اور بولا: ''کیا اپنی زمین اور آسمان چھوڑ کر ہجرت کر رہا ہے؟'' تو بندے نے اس کی یہ بات بھی نہ مانی اور ہجرت کی، اس کے بعد وہ جہاد کے راستے پر آبیٹھا اور بولا: ''کیا جہاد کر رہا ہے؟ حالانکہ یہ جان و مال کی مشقت ہے، تو مارا جائے گا تو تیری بیویوں سے نکاح کر لیا جائے گا اور تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا۔'' لیکن بندے نے اس کی یہ بات بھی نہ مانی اور جہاد کیا۔ اس کے بعد حُضور نبیِّ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایسا کیا اور اسے اسی حالت میں موت آئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ اسے جنّت میں داخل فرما دے۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کے قول کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۹﴾ (پ۵، النسآء: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: قسم ہے میں ضرور انہیں بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث بسرة بن ابی فاكه رضی الله تعالی عنه، الحدیث: ۱۵۹۵۸، ج۵، ص ۴۰۳

شیطانی وسوسوں کے متعلق چار فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہ عَلَیہ وَسَلَّم

﴿1﴾......حضرت سیِّدُ نا عثمان بن اَبِی اَلعاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! شیطان میرے، میری نماز اور میری قراءت کے درمیان حائل ہو گیا ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس شیطان کو خُنْزَب کہا جاتا ہے جب تم اسے محسوس کرو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگو اور اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے مجھ سے دور فرما دیا۔[1]

﴿2﴾......وُضو کا بھی شیطان ہوتا ہے، اسے وَلْہَان کہتے ہیں، پس اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرو۔[2]

﴿3﴾......شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔[3]

﴿4﴾......ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کا بھی؟'' تو ارشاد فرمایا: ''ہاں میرا بھی، مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا ہے۔''[4]

دل کے دو رفیق

حضرت سیِّدُ نا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ بندے کے دل میں دو رفیق ہیں، ایک رفیق فرشتہ ہے جو خیر و بھلائی کا وعدہ کرتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا ہے جبکہ دوسرا شیطانِ لَعِین ہے جو شر کا وعدہ کرتا ہے، حق بات کو جھٹلاتا ہے اور خیر و بھلائی سے روکتا ہے۔[5]

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من الشیطان......الخ، الحدیث: ۵۷۳۸، ص ۱۰۶۹

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ الاسراف......الخ، الحدیث: ۵۷، ص ۱۶۳۶

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۴

[3] ......صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الشھادۃ تکون عند......الخ، الحدیث: ۷۱۷۱، ص ۵۹۸

[4] ......الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب من صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۶۳۷۲ ج ۸، ص ۱۱۰

[5] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القراٰن، باب ومن سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۲۹۸۸، ص ۱۹۵۲

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۳

حضرت سیِّدُ نا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے منقول ہے کہ دل میں دو خیال گردش کرتے ہیں: ایک خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہوتا ہے اور ایک شیطان کی جانب سے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو دل میں پیدا ہونے والے خیال کے وقت تَوَقُّف کرتا ہے، اگر وہ خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو تو اس پر عمل بجالائے اور اگر شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے چھٹکارے کی کوشش کرے۔ [1]

ذکرِ الٰہی کے وقت دل پر شیطانی کیفیت اور وسوسوں کا محل

حضرت سیِّدُ نا مُجاہِد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۬ۙ الْخَنَّاسِ ۪ۙ (پ۳۰، الناس: ۴)﴾ [2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے دل پر پھیلا ہوتا ہے، جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ کر سکڑ جاتا ہے اور جب بندہ ذکر سے غافل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل پر پھیل جاتا ہے۔ [3]

حضرت سیِّدُ نا عِکْرِمہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ مَرد میں وسوسوں کا محل اس کا دل اور اس کی آنکھیں ہوتی ہیں اور عورت میں وسوسوں کا محل صرف اس کی آنکھیں ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ سامنے ہو اور جب منہ موڑے ہو تو وسوسوں کا محل اس کی سُرِین ہوتی ہے۔ [4]

وسوسہ انگیزی اور نقب زنی میں مماثلت

حضرت سیِّدُ نا جَرِیر بن عَبْدہ عَدَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا عَلا بن زِیاد رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے دل میں وسوسے آنے کی شکایت کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''دل میں آنے والے وسوسے کی مثال اس نَقَب جیسی ہے جس سے چور گزر کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، اگر وہاں کوئی چیز پائیں تو اٹھا لیتے ہیں ورنہ ویسے ہی چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ [5]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۳

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

[3] ......بحر العلوم، پ ۳۰، الناس، تحت الایۃ ۴، ج ۳۳، ص ۲۱۲

[4] ......التمھید لما فی المؤطا من المعانی والمسانید لابن عبد البر، ابو الزناد، ج ۷، ص ۳۹۱

[5] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان تسلط الشیطان......الخ، ج ۳، ص ۳۴

دل کی سیاہی

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ بے مثال ہے: ''بندہ جب کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک نقطہ لگ جاتا ہے، اب اگر وہ اس گناہ سے الگ ہو جائے اور بخشش چاہے اور توبہ کر لے تو اس کا دل اس نقطے سے صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو دل میں وہ نقطہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے سارے دل کو گھیر لیتا ہے۔'' [1]

یہی وہ زنگ ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

حضرت سیِّدُنا جعفر بن بُرقان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا میمون بن مِہران عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اگر توبہ کر لے تو وہ اس کے دل سے مٹا دیا جاتا ہے اور بندۂ مومن کا دل آئینہ کی مثل صاف وشفّاف دکھائی دیتا ہے، شیطان جس طرف سے بھی آتا ہے وہ اسے دیکھ لیتا ہے، لیکن جو بندہ مسلسل گناہوں میں مصروف رہے، وہ جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ زائد ہو جاتا ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نہیں دیکھ پاتا کہ شیطان کدھر سے آ رہا ہے۔'' [2]

دلوں کی اقسام اور ایمان ونفاق کی مثال

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دل کی اقسام سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''بندۂ مومن کا دل صاف ہوتا ہے اور اس میں ایک ایسا چراغ ہے جو اسے روشن رکھتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ سیِّدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دلوں کی چار اقسام ہیں:

---

[1] ……جامع الترمذی، ابواب تفسیر القراٰن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین، الحدیث: ۳۳۴۴، ص ۱۹۹۴

[2] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۵۱ میمون بن مہران، الحدیث: ۴۸۵۷، ج ۴، ص ۹۲

(۱)......جس دل میں چراغ روشن ہو، وہ مومن کا دل ہوتا ہے۔

(۲)......جو دل سیاہ اور اوندھا ہو، کافر کا ہوتا ہے۔

(۳)......جس دل پر غلاف چڑھا ہو اور اس کا منہ بندھا ہوا ہو منافق کا ہوتا ہے۔

(۴)......اور ایک دل وہ ہوتا ہے جس میں ایمان اور نفاق کی آمیزش ہوتی ہے۔

پس دل میں ایمان کی مثال اس سبزی جیسی ہے جسے اچھا پانی مزید زیادہ کر دے اور دل میں نفاق کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی زخم ہو اور پیپ اسے مزید خراب کر دے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کا مادہ اس پر غالب ہوگا اس پر اسی کا حکم نافذ ہوگا۔"[1] اور ایک روایت میں ہے کہ "اس پر دل کی جو قسم غالب ہوگی وہی اسے اپنے ساتھ لے جائے گی۔"[2]

ذکر کی اہمیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ (پ۶، المآئدة:۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے بہتر کس کا (حکم)۔

ذکر کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿2﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ﴿۲۰۱﴾ (پ۹، الاعراف:۲۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ دلوں کی جلا ذکر کے ذریعے ہوتی ہے اور اسی سے دل میں بصیرت آتی ہے، ذکر کا دروازہ تقویٰ ہے جس کے سبب بندہ ذکر کرتا ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ بھی ہے جیسا کہ خواہشِ نفس دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ذکر کا حکم دیا اور خبردار کیا کہ ذکر ہی تقویٰ کی چابی ہے۔ کیونکہ یہی بچنے کا سبب و

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید، الحدیث: ۱۱۱۲۹، ج۴، ص۳۶

احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج۳، ص۱۵

[2] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۳، ج۷، ص۲۲۳

ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار رہو۔

تقویٰ کے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے۔

﴿2﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۶، ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے ربّ سے۔ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر ہموار فرمایا۔

﴿3﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾ (پ۳۰، التین: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔

﴿4﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑ بنائے کہ تم دھیان کرو۔

پس مذکورہ تمام آیاتِ مبارکہ میں ذکر کردہ احکام یعنی یکسانیت، تعدیل، اِزْدِواج اور تقویم وغیرہ سب ظاہری آلات ہیں اور باطنی اعراض جسم اور قلب کے حواس ہیں۔

ظاہری و باطنی اوصاف

پس جسم کے آلات اس کی ظاہری صِفات ہیں اور دل کے اعراض وہ باطنی مَعانی ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت سے پیدا فرمایا اور انہیں اپنی مشیت کے مطابق یکسانیت عطا فرمائی اور ان کی تقویم کو پختہ کیا۔

ان باطنی اوصاف میں سب سے پہلے نفس اور روح ہیں، یہ دونوں ایسی جگہوں کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں شیطان اور فرشتہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور یہی دونوں بندے کے دل میں فِسق و فُجور اور تقویٰ و طہارت کی باتیں ڈالتے ہیں۔

باطنی اوصاف کے ۲مقصود ایسے بھی ہیں جو ان دونوں مقامات یعنی عقل اور خواہش پر متمکن ہیں اور ان پر حاکم کی مشیَّت کے ۲حکم بھی نافذ ہوتے ہیں یعنی توفیق اور عدمِ توفیق۔

باطنی اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت سے ۲قسم کے نور فروزاں ہوتے ہیں اور وہ علم اور ایمان ہیں۔ پس یہ دل کے آلات اور اس کے حَواس و مَعانی ہیں۔ دل ان آلات کے درمیان ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس کے لشکری ہیں جو اس کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ یا اس کی مثال ایک صاف و شفّاف شیشے کی مانند ہے اور یہ آلات دل کے گرد نمایاں ہیں، پس جو شے اس میں ظاہر ہو بندہ اسے دیکھ لیتا ہے اور جب بھی اس میں کوئی شے اثر انداز ہوتی ہے وہ اسے پالیتا ہے۔

خیالات کی چھ اقسام اور ان کی وضاحت

دل میں پیدا ہونے والے خیالات چھ قسم کے ہوتے ہیں جو کہ دل کی حُدود ہیں اور اس کے بعد خزائنِ غیب اور ملکوتِ قدرت دل پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مضبوط لشکر اور اس کی واضح سلطنت کی علامت ہیں۔ جبکہ دل ملکوت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جس میں مُقَلِّبُ الْقُلُوب عَزَّوَجَلَّ نے رغبتیں اور خوف بطورِ وَدِیعَت (امانت) رکھے ہیں اور دل کے رفیقِ اعلیٰ کا اہل ہونے اور ملکوتِ ادنیٰ کا مالک ہونے کی وجہ سے اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت و مرضی کے مطابق عظمت و جَبَروت کے انوار جگمگاتے رہتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے: (۱)......نفس اور (۲)......شیطان کا خیال۔

یہ دونوں ایسے خیال ہیں جن سے عام مومنین جدا نہیں ہوتے، یہ دونوں خیال مذموم ہیں اور ان کے برے ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، ان خیالات کے پیدا ہونے کا سبب نفسانی خواہشات اور جَہالَت ہیں۔

(۳)......روح اور (۴)......فرشتے کا خیال۔

یہ دونوں خیال خواص مومنین سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور یہ دونوں خیال قابلِ تعریف ہوتے ہیں اور ان کے پیدا ہونے کا سبب حق اور ایسی بات ہوتی ہے جس پر علم دلالت کرتا ہے۔

(۵)...... پانچواں خیال، خیالِ عقل ہے جو مذکورہ چاروں خیالات کے درمیان ہوتا ہے، یہ پہلے ۲ مذموم

خیالات کے متعلق بھی ہوسکتا ہے، اگر ایسا ہوتو یہ بندے کے خلاف اسے عقل کی تمیز اور عقلی اشیاء کی تقسیم کا مرتبہ حاصل ہونے کی وجہ سے حجت بن جائے گا، کیونکہ بندہ اپنی نفسانی خواہش کی پیروی شہوت کے سبب کرتا ہے یا اس اختیار کے سبب کرتا ہے جو اس پر مشکل نہیں تھا کیونکہ نہ تو اسے روکا گیا اور نہ ہی اسے مجبور کیا گیا۔ یہ خیال آخری دونوں قابلِ تعریف خیالوں کے ساتھ مُتَّصِل ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، اس صورت میں یہ فرشتے کے لئے گواہ اور خیالِ روح کی تائید کرنے والا ہوگا اور بندے کو حسنِ نیّت اور مقصود کے اچھے ہونے کی وجہ سے اجر و ثواب دیا جائے گا۔

خیالِ عقل کا کبھی تو نفس اور شیطان کے ساتھ ہونا اور کبھی روح اور فرشتے کے ساتھ ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت پر مبنی ہے تاکہ بندہ عقل کے پائے جانے اور مشاہدہ و تمیز کے صحیح ہونے کے سبب خیر و شر کی پیروی کرے۔ پھر اس عمل کے انجام یعنی جزا و سزا کا اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ ہو اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت کے مبانی میں جسم کو احکام کے اِجرا اور مشیّت کے نَفاذ کا محل بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عقل کو خیر و شر کی سواری بنایا جو جسم میں ان دونوں کے ہمراہ جاری ہے کیونکہ جسم ہی تکلیف و تصرُّف کا مرکز اور اس تعریف کا سبب ہے جس کا مرجع وہ مَعانی و مَفاہیم ہیں جن کی بنا پر بندہ نعمتوں کی لذّت یا دردناک عذاب پاتا ہے۔ پس عقل کبھی غائب نہیں ہوتی کہ بندہ مَفقودُ العَقل ہو جائے اور نہ ہی شہوت ختم ہوتی ہے کہ نفس ہی گم ہو کر رہ جائے، کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حُجّت اور اس کے دلائل کو ضعیف و کمزور قرار دینا ہے اور اس لئے بھی کہ عقل حجت کی شاہد ہوتی ہے اور نفس میں شہوت کا وجود مقامِ ابتلا و آزمائش ہے جبکہ دل میں نیت کا ہونا حجت کا راستہ ہے اور یہی اَمر و نَہی کی جزا کے لوٹنے کا اصل سبب ہے۔

پس عقل میں طبعی طور پر اشیاء میں تمیز کرنا اور جِبِلّی طور پر کسی شے کو اچھا و بُرا قرار دینا شامل ہے جبکہ نفس کی فطرت میں شہوت اور طبیعت میں خواہش کی پیروی کرنا پایا جاتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا و بخشش میں سے دونوں کا حصّہ یہی ہے اور اس نے ان دونوں کو خیر و شر کی راہ دکھا دی ہے، دونوں کو تقدیر میں لکھ دیا ہے اور اسباب کے پلٹنے کو دونوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس کے جو احکام بیان کئے ہیں ان کے متعلق بطورِ تکملہ یہ فرامینِ باری تعالیٰ پڑھئے:

﴿1﴾ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر راہ دکھائی۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۵۰)

﴿2﴾ اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا۔ (پ۸، الاعراف: ۳۷)

﴿3﴾ كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے عذابِ دوزخ کی راہ بتائے گا۔ (پ۱۷، الحج: ۴)

خیالِ یقین

(۶) چھٹا خیال، خیالِ یقین ہے اور یہ ایمان کی روح اور علم کی زیادتی کا سبب ہے اور ان دونوں (یعنی ایمان کی روح اور علم کی زیادتی) کا خیالِ یقین کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور یہ اسی سے صادر ہوتے ہیں۔ خیالِ یقین ایک مخصوص خیال ہے اور صرف مرتبۂ شُہَدا و صدیقین پر فائز اہلِ یقین ہی اس کا ادراک کر پاتے ہیں۔ یہ خیال خواہ خَفِیف و دَقِیق ہی ہو صرف اور صرف حق پر مبنی ہوتا ہے اور اس خیال کی مراد کے مختار ہونے کی وجہ سے اس پر بغیر علمِ اختیاری کے اعتراض نہیں کیا جاسکتا اگرچہ اس کے دلائل لطیف ہی کیوں نہ ہوں اور اس سے استدلال کی صورت مَخْفِی ہو۔ مگر یہ خیال اپنے مقصود و مراد پر مخفی نہیں رہتا، یہی وہ لوگ ہیں جن کے اوصاف اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ذکری کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ چنانچہ،

شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے متعلق عرض کی تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو۔ (پ۲۶، ق: ۳۷)

یعنی جس نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کو دوست بنایا اس کا دل محفوظ رہا۔

گناہ کا دل پر اثر ہوتا ہے

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخْزنِ جودوسخاوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اس کے متعلق فرمانِ عالیشان ہے: ''تیرے دل میں جو شے کھٹکے اسے چھوڑ دے۔''[1]

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۸، ج ۹، ص ۱۴۹

ایک قول ہے کہ ”گناہ دلوں کی چُبھَن ہیں۔“ [1] مطلب یہ ہے کہ گناہ دلوں پر اثر انداز ہو کر انہیں ان کی رِقّت، صفائی، نرمی اور لَطافت سے جُدا کر دیتے ہیں۔

علمِ باطن کی اہمیت وفضیلت

ایک شخص (یعنی حضرت سیِّدُنا وابِصہ بن مَعْبَد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ) نے جب پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا جو کہ خیر وشر کی اصل ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے دل سے پوچھو، اگرچہ فتویٰ دینے والے تمہیں فتویٰ دیں۔“ [2]

مُراد یہ ہے کہ فتویٰ دینے والے اپنے ظاہری علم کے مطابق رخصت اور تاویل کے مَعانی کا علم جانتے ہیں (اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں) جبکہ تم ان سے بہتر علم پر فائز ہو یعنی اپنے باطنی علم کے مطابق عَزِیْمت اور تحقیق طلب کرنے والے ہو۔ اہلِ ظاہر اپنے ظاہری علم سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ظاہری احکام جانتے ہیں حالانکہ ان کا ظاہری علم صرف اس علم کے جاننے والوں پر حجت ہے، جبکہ تمہارا دل فَقِیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایمان سے بھی منوّر ہے، جس کی روشنی میں تم اپنے قلبی وباطنی علم کے ذریعے نہ صرف **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے باطنی احکام دیکھتے ہو بلکہ زبان سے ان کا اظہار بھی کرتے ہو اور تمہارا یہ قلبی وباطنی علم ہی ایمان کی حقیقت ہے اور باطنی علم رکھنے والے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے لئے مَنْفعت کا باعث ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شان کے لائق یہی تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سائل کو کسی فَقِیہ سے رجوع کرنے کا حکم دیتے۔ اس لئے کہ اگر علمِ باطن جو کہ علمِ فقہ کی حقیقت ہے نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اہلِ ظاہر کا فتویٰ چھوڑ کر اس کی جانب رجوع کرنے کا اپنے صحابی کو کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی فتویٰ دینے والوں کے برعکس دل کی جانب متوجہ ہونے کا فیصلہ فرماتے۔ پس باطنی علم ہی حقیقی علم ہے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے فتویٰ دینے والوں کے برعکس قولِ فیصل قرار دیا اور اس طرح باطنی عالم استاذُ العلماء بن جائے گا

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۵۳۹، ج ۸، ص ۱۱۷ مفہوماً

[2] ......مسند ابی یعلی، مسند وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۵۸۳، ج ۲، ص ۱۰۵

کیونکہ علمائے ظاہر کی تقلید کرنے کی اس کے ہاں کوئی گنجائش نہیں۔

نیکی کیا ہے؟

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ذی شان ہے: ''نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور نفس سکون محسوس کرے، اگرچہ لوگ تمہیں فتویٰ دیں اور وہ تمہیں فتویٰ دیں۔''

پس یہ اس دل کا وَصف ہے جسے ذکر کے ذریعے مکاشفہ حاصل ہو اور اس نفس کی صِفَت ہے جسے سکون کے ساتھ آرام وچین مُیَسَّر ہو اور نیکی کی کیفیت ایسی ہے جیسا کہ صریح کلام میں اور واضح خطاب کے دلائل میں مومنین کے دلوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِکۡرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ﴿ؕ۲۸﴾ (پ۱۳، الرعد: ۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

﴿2﴾ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَةَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِهِمۡ ؕ (پ۲۶، الفتح: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔

حجاب زدہ دلوں کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے دشمنوں کے حجاب زدہ دلوں کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہ تدبُّر کے شاہد ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَلَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُهُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۱)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے۔

﴿2﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵ (پ۲۷، النجم: ۳۵) ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے۔

تدبُّر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اس کے محبوب اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام اس کا کلام سنتے ہیں، اس کے ذکر سے انہیں مُکاشفہ ہوتا ہے اوران کی نگاہیں ہر لحہ اس کے غیب کی طرف دیکھتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اس کی مثل کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ (پ۱۲، ھود: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: دونوں فریق کا حال ایسا ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا۔

یعنی یہ ایسا گروہ ہے جو سیدھا راستہ چھوڑ کر مُتفرِّق راہیں اختیار کرنے کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک چکا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ (پ۱۲، ھود: ۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور دوسرا دیکھتا اور سنتا۔

یعنی یہ ایسا گروہ ہے جو ہدایت یافتہ ہے اور راہِ مستقیم کی پیروی کرنے والا ہے۔ چنانچہ انکے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰ (پ۱۲، ھود: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: وہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھتے۔

﴿2﴾ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷ (پ۲۶، ق: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

﴿3﴾ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ (پ۱۲، ھود: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے۔

تقویٰ کی جگہ اور وہاں لگی مہریں کھولنے کا طریقہ

سرکارِ دوعالَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دل کی اجمالی صِفَت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''تقویٰ یہاں ہے۔'' اور اس کے ساتھ ہی آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے قلبِ اَطہر کی جانب اشارہ فرمایا۔[1]

[1] ......جمع الجوامع، حرف المیم، الحدیث: ۲۳۵۳۰، ج۷، ص۳۲۷

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے گناہوں کے سبب جن دلوں پر قُفل لگا دیئے، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (پ۹، الاعراف:۱۰۰)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مُہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

دلوں پر لگی ہوئی مُہر کو تقویٰ کے ذریعے کھولنے کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْا ؕ (پ۷، المآئدۃ:۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

﴿2﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ یُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ۳، البقرۃ:۲۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

دل کی نصیحتیں

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ جس بندے سے خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لئے ایک زَجر و توبیخ کرنے والا اس کے نفس سے اور ایک نصیحت کرنے والا اس کے دل سے بنا دیتا ہے۔'' [1] اور ایک روایت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے دل میں کوئی نصیحت کرنے والا ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اس پر ایک محافظ مُقرّر رہوتا ہے۔'' [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ (پ۴، اٰل عمران:۱۹۳)﴾ [3] کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہم نے اسے اپنے دلوں سے سنا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے برعکس اپنے دشمنوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ:۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج۸، ص۴۱۷ بتغیر قلیل

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، بقیۃ زھد عیسی علیہ السلام، الحدیث: ۵۳۴، ص ۱۳۵

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان مجامع اوصاف القلب، ج۸، ص۴۱۷

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے۔

یعنی وہ مکان ان کے دلوں سے دور ہے۔ پھر توبہ کی جانب دلوں کے میلان اور ارادے کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ (پ۲۸، التحریم: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا:

وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا ۚ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ ۚ (پ۱۰، التوبۃ: ۷۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے۔

دلوں کے اندھے پن کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ﴿۴۶﴾ (پ۱۷، الحج: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

الغرض اہلِ دل مخلوق میں سے بغیر کسی نصیحت کرنے والے کے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور ظاہر میں بغیر کسی روکنے والے کے رک جاتے ہیں۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے جن خیالات کا تذکرہ کیا ہے وہ سب مومنین کے دلوں میں پائے جاتے ہیں۔ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غیب کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور معانی و مفاہیم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لشکری ہیں جو دل کے گرد جمع رہتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان میں سے جس خیال کو چھپانا چاہتا ہے اسے مخفی رکھتا ہے اور جو چاہتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے اور جس خیال سے چاہتا ہے دل کو کھول دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے دل کو بند کر دیتا ہے۔

علم مقامِ توحید پر فائز کرتا ہے

مذکورہ صورت میں علم مقامِ توحید بن جاتا ہے اور مُوَحِّد مقامِ توحید پر اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (پ٢٦،محمد:١٩) ترجمۂ کنزالایمان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ (پ١٢،هود:١٤) ترجمۂ کنزالایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

یہاں علم کا تذکرہ توحید سے پہلے ہوا ہے گویا کہ یہ اس کی ابتدا ہو، پس جب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم اور دنیا میں زہد اختیار کرنے سے دل میں وُسعَت پیدا ہوگی تو ایمان اور درجات میں زیادتی ہوتی جائے گی کیونکہ مُوَحِّد اپنے مقام ومرتبہ کی بلندی میں وہ کچھ دیکھتا ہے جو اس کے علاوہ دوسرے نہیں دیکھ پاتے اور اپنے علم کی وُسعَت میں وہ کچھ جان لیتا ہے جو دوسرے نہیں جان پاتے۔

ایمان میں کمی وبیشی اور مومنین کے درمیان فرق

بندۂ مومن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کبریائی بیان کرتا ہے (یعنی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہے) تو اس کا ایسا کرنا اس کے ایمان اور قوت میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور اس کے بعد جب وہ ہر اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے جس پر ایمان لایا تھا تو اس کے سبب اس کے نفس کی قوّت اور مشاہدے میں وُسعَت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ جب بھی دل میں علمِ الٰہی، صفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی ومَفاہیم اور ملکوت کے احکام کم ہوتے ہیں تو بندے کے ایمان میں بھی کمی آجاتی ہے۔ پھر وہ جن باتوں پر ایمان لایا تھا ان کا مشاہدہ حجاب زدہ ہوکر کرتا ہے کیونکہ اب اس پر اسباب کی محبت غالب ہے اور وہ نیکی کی طرف جلدی کرنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام پردے کے پیچھے سے سنتا ہے، پس اس سبب سے اس کا ایمان کمزور ہوجاتا ہے اور اس کا مشاہدہ محض تخیُّلات پر مبنی رہ جاتا ہے اور مُتَحَقَّق نہیں ہوتا۔

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفات اور اس کی آیات کی قدرت میں سے ایک لاکھ مَعانی کا علم حاصل کرلے اور پھر ان سب معانی ومفاہیم کا بڑے قریب سے کشف کے ذریعے مشاہدہ بھی کرلے تو وہ اس شخص جیسا نہیں ہوسکتا جسے صرف ان مَعانی ومَفاہیم میں سے صرف دس کا علم حاصل ہو اور وہ ان کا مشاہدہ بھی دور سے حجاب میں رہ کر کرے۔ ایمان میں تو یہ دونوں برابر ہیں لیکن ان دونوں کے ایمان میں قُرب وبلندی اور زیادتی ونقصان کے اعتبار سے بہت فرق

ہے، جیسا کہ دس اور لاکھ کے درمیان بہت زیادہ فرق ہے۔ الغرض ایک مسلمان کا قلبی ایمان اہلِ یقین کے قلبی ایمان کا لاکھواں حصّہ ہوتا ہے۔

(ذیل میں حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان جو تفاوُت ہے اسے واضح کرنے کے لئے چند مثالیں مذکور ہیں)

﴾1﴿......(صاحب کتاب حضرت سیّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کی مثال ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی آپ سے یہ کہے کہ فُلاں شخص میرے پاس موجود ہے۔ تو اس سے آپ کو صرف یہ بات معلوم ہوگی کہ وہ شخص اس کے پاس موجود ہے مگر یہ یقینی علم نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسے شبہ ہوا ہو یا اس وقت تو اس کے پاس ہو لیکن اب وہاں سے نکل چکا ہو اور اس وقت اس کے پاس موجود نہ ہو۔ یہ مثال ایک مسلمان کے ایمان کی طرح ہے کہ جس کے ایمان کا دارو مدار خبر کے علم پر ہوتا ہے نہ کہ خبر پر۔ اس کے بعد اگر وہ یہ کہے کہ آپ خود میرے پاس آ کر اس شخص کی باتیں پردے کے پیچھے چھپ کر سن لیں۔ اس طرح آپ کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ واقعی اس کے پاس موجود ہے کیونکہ آپ نے اس کی باتیں خود سن کر اس کی موجودگی پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ علم ابھی تک حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوسکتی ہیں اور اگر وہ آپ سے یہ کہے کہ وہ میرے پاس نہ تھا بلکہ وہ تو کوئی دوسرا شخص تھا جس کی آواز اس سے ملتی جلتی تھی تو اس احتمال کی وجہ سے آپ شک میں مبتلا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس کوئی ایسی پُختہ ویقینی دلیل نہ ہوگی جس سے اس کی اس بات کا رد کرسکیں اور نہ ہی کسی آنکھ نے اسے دیکھا ہوگا جو اس کے قول کو جھٹلا سکے۔ یہ عام مومنین کے ایمان کی مثال ہے جو کہ خبر پر مبنی ہے اور اس میں ایسا یقینی اِسْتِدْلال پایا جا رہا ہے جو ظن کے ساتھ ملا ہوا ہے مگر یہ عارفین کا مُشاہَدہ نہیں ہے، اس لئے کہ بسا اوقات عام مومنین پر تَخَیُّل اور شبہات آتے ہیں تو وہ یقینی مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس سے اپنا بچاؤ نہیں کر پاتے اور جب آپ سے کہا جائے کہ وہ میرے پاس ہے یا پھر آپ اس کی باتیں سننے کے بعد اندر بھی داخل ہو جائیں اور اسے وہاں بیٹھا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، آپ کے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو تو اس صورت میں جو علم حاصل ہوگا اسے یقینی معرفت کہیں گے اور یہی مقام اہلِ یقین کے مشاہدہ کا ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں ہر قسم کا شک وشبہ ختم ہو جاتا ہے اور علم کی خبر مُتَحَقَّق ہو جاتی ہے۔ یہ ان اہلِ یقین کے ایمان کی مثال ہے جس میں عام مومنین کا ایمان بھی شامل ہے یعنی احتمال شدہ خبر کا

علم اور پردے کے پیچھے سے مشتبہ آواز کی سماعت بھی اس ایمان میں شامل ہے۔

لفظِ ایمان مذکورہ تمام افراد پر بولا گیا ہے لیکن سب سے پہلا شخص وہ ہے جسے اس بات کا علم ہوا اور جس سے کہا گیا تھا کہ وہ میرے پاس ہے تو اس نے اس بات کی تصدیق کی۔ دوسرا شخص وہ ہے جس نے سماعت سے علم حاصل ہونے کے ساتھ اِسْتِدْلال بھی کیا لیکن مشاہدہ نہ کر سکا کہ اسے علمِ قطعی حاصل ہوتا اور تیسرا وہ ہے جس نے آنکھوں سے دیکھ کر علم قطعی حاصل کیا اور تاجدارِ رسالت، ماہِ نُبوت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بھی اسی قسم کے ایمان میں زیادتی کے متعلق ارشاد فرمایا: ''خبر دیکھنے کی طرح نہیں ہوتی۔'' [1] اور ایک روایت میں ہے کہ ''خبر دینے والا دیکھنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔'' [2]

﴿2﴾......اس کی مثال یہ بھی دی جا سکتی ہے کہ آپ دن کے وقت کسی شے کو دیکھ کر اسے مکمل طور پر پہچان جائیں اور نگاہوں سے اس کا ٹھکانا اتنی اچھی طرح جان لیں جس میں کوئی خطا و غلطی نہ ہو۔ پھر جب رات کے وقت اسی شے کی آپ کو ضرورت پیش آئے تو کھلی آنکھوں کے باوجود اس کی جگہ نہ پہچان پائیں بلکہ استدلال سے اس کی جگہ پہچاننے کی کوشش کریں اور حسنِ ظن رکھیں کہ وہ اپنی حالت پر اسی جگہ موجود ہوگی یا بعض اوقات کسی ایسی مخصوص شے کی وجہ سے اسے پہچان لیا جاتا ہے جو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتی ہو۔ اسی طرح دلائل اگرچہ غائب ہوتے ہیں مگر مُشاہَدات کے ساتھ ان کا غائب ہونا ختم ہو جاتا ہے۔

﴿3﴾......اسی مفہوم میں یہ مثال بھی دی جا سکتی ہے کہ ایک شے کو چاند کی روشنی میں دیکھیں تو وہ دُھندلی نظر آتی ہے یا کبھی نظر آتی ہے اور کبھی چُھپ جاتی ہے لیکن سورج کی روشنی میں اسے دیکھیں تو وہ شے اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے۔ پس یہ نورِ یقین کو نورِ ایمان کے مشابہ قرار دینا ہے۔

﴿4﴾......حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان جو تفاوُت پایا جاتا ہے اس کی چوتھی مثال یہ ہے کہ چار رکعتی نماز باجماعت کھڑی ہو اور ایک شخص آکر تکبیر تحریمہ پالے اور ایک دوسرا شخص آئے اور رُکوع میں جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے جبکہ ایک اور شخص آئے اور دوسری رَکعت میں شامل ہو، اس کے بعد ایک تیسرا شخص آکر تیسری

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، الحدیث: ۱۸۴۲، ج ۱، ص ۴۶۱

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۹۸۲، ج ۵، ص ۱۷۹

رکعت میں شامل ہوا اور پھر چوتھا شخص آ کر چوتھی رکعت میں شامل ہو تو سب نے نماز ادا کر لی اور سب نے جماعت کا ثواب بھی پا لیا اور سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان کی وجہ سے اجر و ثواب بھی پانے میں کامیاب ہو گئے کہ ''جس نے (باجماعت) نماز کی ایک بھی رکعت پا لی اس نے ساری نماز پا لی۔'' ① مگر پہلی رکعت پانے والا شخص کمالِ صلاۃ اور حقیقتِ صلاۃ میں تیسری اور چوتھی رکعت پانے والے کی طرح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی جس شخص نے تکبیر تحریمہ پا لی تھی وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو حالتِ قیام میں سے کچھ بھی نہ پا سکا تھا حالانکہ دونوں مُدرِک یعنی نماز کی رکعت پانے والے ہیں۔

جس طرح حقیقتِ کمال اور نفسِ ایمان میں مومنین کے درمیان تفاوُت پایا جاتا ہے اسی طرح کمالِ ایمان اور حقیقتِ ایمان میں بھی اہلِ ایمان برابر نہیں، اگرچہ نام اور معنیٰ کے اعتبار سے ان میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور جس طرح یہاں دنیا میں ان کے درمیان فرق ہے اسی طرح آخرت میں بھی ان کے درجات میں تفاوت ہو گا۔ چنانچہ،

ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ (جب جنّتی اور جہنّمی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جائیں گے تو) کہا جائے گا: ''ان لوگوں کو (جہنم سے) باہر نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مثقال یا نصف مثقال یا چوتھائی مثقال ذرہ یا ایک جو کے ہموزن یا ایک ذرّے جتنا ایمان ہو۔'' ②

پس وہ ایمان میں ذرے سے لے کر ایک مثقال کے درمیان تک فرق رکھنے والے مومنین پائیں گے جو سب کے سب جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے مگر جہنّم میں ان سب کے درجات مختلف ہوں گے۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل موجود ہے:

﴿1﴾......جس شخص کے دل میں دینار بھر ایمان ہو گا وہ اسے جہنّم میں داخل ہونے سے نہ روک سکے گا، کیونکہ اس نے بڑے بڑے گناہوں کا اِرتکاب کیا ہو گا۔

﴿2﴾......جس شخص کے دل میں ایک ذرّہ کے برابر ایمان ہو گا وہ ہمیشہ جہنّم میں نہ رہے گا کیونکہ اس کا تعلق یقین کی تھوڑی سی مقدار کے ساتھ قائم ہے۔

---

① ......صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، من ادرک من الصلاۃ رکعۃ، الحدیث: ۵۸۰، ص ۴۷

② ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق المقاصین بمثال محسوس، ج ۳، ص ۲۷

﴿3﴾......جس شخص کا ایمان ایک دینار سے زائد ہوگا اس پر آگ کبھی بھی غالب نہ آ سکے گی۔ بلکہ وہ نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔

﴿4﴾......جس کا ایمان ایک ذرّے سے کم ہوگا وہ کبھی آگ سے نہ نکل پائے گا اگرچہ ظاہر میں اس کا نام اور اس کی علامات مومنوں جیسی ہی ہوں، کیونکہ وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے علم میں فاجر منافقین میں سے ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔

اور پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىٕبِیْنَ ﴿۱۶﴾ (پ۳۰، الانفطار: ۱۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے۔

اس کے بعد (جب جہنّمیوں کو جہنّم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا) تو جن کا ایمان مثقال اور ذرّے کے برابر ہوگا ان کے درجات جنّت میں مختلف ہوں گے، جن کا ایمان بوزنِ مثقال ہوگا وہ ذرے کے برابر ایمان رکھنے والوں سے بلند و برتر مقامِ اعلیٰ علیین میں ہوں گے اور بلند درجات والے ان مقامِ اعلیٰ عِلّیّین پر بسنے والوں سے اس قدر بلند ہوں گے جیسا کہ آسمان کے اُفُق پر کوئی ستارہ بلند ہو۔ البتہ سب کے سب جنت میں جمع تو ہوں گے لیکن ان کے درجات میں فرق ہوگا۔ چنانچہ،

سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شے اپنے جیسی کسی شے سے ہزار گنا بڑھ کر نہیں ہے سوائے انسان کے۔''[1]

اہلِ یقین اور عام مومنین کے ایمان میں فرق

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! بے شک ایک اہلِ یقین کا دل ایک ہزار مسلمانوں کے دل سے بہتر ہے کیونکہ اس کا ایمان ایک سو مومنوں کے ایمان پر فوقیت رکھتا ہے اور اسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم ایک سو مسلمانوں کے علم سے بڑھ کر حاصل ہے۔ منقول ہے کہ تین ۳ سوابدالوں میں سے ہر

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۰۹۵، ج۶، ص۲۳۸

ایک تین۳ سومومنوں کے برابر ہے۔

حضرت سیِّدُ نا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بعض مومنین کو جبلِ اُحد کے وزن کے برابر ایمان عطا فرمایا اور بعض کو ایک ذرے جتنا عطا فرمایا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۳۹) ترجمۂ کنز الایمان: تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ایمان کی بلندی کی چونکہ کوئی انتہا نہیں لہٰذا ہر دل اپنے ایمان کی مقدار بلندی پر فائز ہوگا۔ اسی لئے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کو عام مومنین پر درجات کے لحاظ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان میں رِفْعَت سے نوازا گیا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلة: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضرت سیِّدُ نا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے مذکورہ آیتِ مبارکہ میں سے ﴿وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کے برابر فاصلہ ہوگا۔ [1]

علم کی فضیلت پر مبنی تین احادیث مبارکہ

﴿1﴾......بے شک اکثر جنّتی بھولے بھالے ہوں گے جبکہ مقامِ عِلِّیِّین پر فائز افراد عقل مند ہوں گے۔ [2]

﴿2﴾......عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہی ہے جیسی چاند کی ستاروں پر ہے۔ [3]

﴿3﴾......عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے اپنی اُمّت پر حاصل ہے۔ [4]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقامین......الخ، ج۳، ص۲۸

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقامین......الخ، ج۸، ص۴۷۲

[2] ......الکامل فی ضعفاء الرجال، الرقم ۷۷۳ سلامۃ بن روح، ج۴، ص۳۲۹

احیاء علوم الدین، شرح عجائب القلب، بیان الفرق بین المقامین......الخ، ج۳، ص۲۸

[3] ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، الحدیث: ۳۶۴۱، ص۱۴۹۳

[4] ......الجامع الصغیر، الحدیث: ۵۸۵۸، ص۳۶۲

نفسانی خیالات کے تین اسباب

ہر وہ دل جس میں تین مَعانی ومَفاہیم جمع ہوں اس سے نفسانی خیالات کبھی الگ نہیں ہوتے : جَہالت، طمع اور دنیا کی محبت۔ان نفسانی خیالات کا قوی وکمزور ہونا نفس میں پائے جانے والے ان تینوں اسباب کے مُوافق ہوتا ہے اور اس کے حقائق وہی ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں، یعنی خیالاتِ یقین کا قوی وضعیف ہونا ان کے محل کے اعتبار سے ہے جو کہ علم، ایمان اور عقل ہے۔ دل میں ان سب خیالات کے غلبہ کے وقت مَشِیَّت جس کے ساتھ شامل ہو جائے وہی غالب آجاتا ہے۔

دل کی مثال

اَمیرُ الْمُومِنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے چند برتن ہیں جو کہ قُلوب ہیں اور ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ برتن وہ ہیں جو سب سے زیادہ رَقیق، صاف اور مضبوط ہیں۔'' اس کے بعد آپ نے اپنے قول کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وہ دل دین میں مضبوط، یقین میں صاف اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہوتے ہیں۔''[1]

دل اپنے جوہر کے باہم قریب ہونے میں برتنوں کی مثل ہیں، لہٰذا بادشاہ اور عمدہ چہرے کے مالک افراد کی شان یہ ہے کہ ان کے لئے برتن بھی سب سے زیادہ رقیق، سب سے زیادہ صاف وشَفّاف اور اعلیٰ درجے کے ہوں جبکہ گھٹیا لوگوں کا مرتبہ یہ ہے کہ ان کے لئے کَثِیف اور ردی برتن ہی استعمال ہوں اور مُتَوَسِّط طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے درمیانی قسم کے برتن ہی صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ عمدہ و ہلکا ترازو سونے کا وزن کرنے کے لئے مناسب ہوتا ہے جبکہ جانوروں اور ان کے چارے کا وزن کرنے کے لئے بھاری ووزنی ترازو استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے اور جو اشیاء درمیانہ وزن رکھیں ان کے لئے درمیانہ ترازو استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جس طرح ہر شے کا وزن صرف اسی ترازو میں کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مناسب وزیبا ہو اسی طرح ہر برتن میں وہی شے ڈالی جاتی ہے جو اس کے لائق ہو خواہ وہ گھٹیا ہو یا اچھی۔

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب شرح عجائب القلب، بيان خاصية القلب، ج ٨، ص ٤٠٩

مومن ومنافق کا دل

ظاہر کو باطن کے برابر رکھنے کے لئے جس طرح ملکوتِ ظاہر میں ایک حکم اور حکمت ہے اسی طرح ملکوتِ باطن میں بھی اس کا ایک حکم اور حکمت ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ (پ۱۸، النور:۳۵)﴾ [1] کی تفسیر میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ یہاں مُراد مومن کے نور کی مثال بیان کرنا ہے۔ [2] جب وہ اس آیتِ مبارکہ کی تلاوت کرتے تو یوں پڑھا کرتے تھے: ''مومن کے نور کی مثال اس دل جیسی ہے جو ایک طاق کی مانند ہے، اس میں ایک چراغ ہے، اس کا کلام اور اس کا عمل نور ہے بلکہ وہ اسی نور میں حسبِ مَنْشا اپنے معاملات سرانجام دیتا ہے۔'' [3] اس کے بعد انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ (پ۱۸، النور:۴۰)﴾ [4] کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ''یہاں منافق کا دل مراد ہے، جس کا کلام نہ صرف ظلمت پر مبنی ہوتا ہے بلکہ اس کا عمل بھی ظُلْمَت کا شکار ہوتا ہے اور وہ اسی ظلمت میں اپنے معاملات سرانجام دیتا رہتا ہے۔'' [5]

حضرت سیِّدُنا زید بن اسلم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (پ۳۰، البروج:۲۲)﴾ [6] کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ یہاں مومن کا دل مراد ہے۔ [7]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دل اور سینہ ایسے ہیں جیسا کہ عرش اور کرسی ہوں۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔

[2] ......تفسیر الطبری، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۵، ج ۹، ص ۳۲۱

[3] ......الدر المنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۳۵، ج ۶، ص ۱۹۷

[4] ......ترجمۂ کنزالایمان: یا جیسے اندھیریاں کسی کُنڈے کے دریا میں۔

[5] ......الدر المنثور، پ۱۸، النور، تحت الایۃ ۳۵، ج ۶، ص ۱۹۸

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان خاصیۃ القلب، ج ۸، ص ۴۱۱

[6] ......ترجمۂ کنزالایمان: لوحِ محفوظ میں۔

[7] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان خاصیۃ الانسان، ج ۸، ص ۴۱۱

مومن کے چار اوصاف

﴿1﴾......حضرت سیِّدُنا ابن عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص تَجَلّی زمین میں کہاں ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مومن بندوں کے دل میں۔'' [1]

﴿2﴾......حدیثِ قُدسی میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ''میری گنجائش زمین میں ہے نہ آسمان میں، میں کسی مکان میں نہیں سما سکتا، اگر کہیں میری جلوہ گری کی گنجائش ہے تو وہ بندۂ مومن کا دل ہے۔'' [2]

﴿3﴾......بندہ اطمینان وسکون میں خُشوع سے بہتر کوئی لباس نہیں پہنتا کہ یہ مُتَّقِین کا لباس اور عارفین کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رنگ ہے۔

﴿4﴾......عرض کی گئی: ''یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہر وہ مومن جس کا دل پاک وصاف ہو۔'' پھر مزید وضاحت فرمائی: ''وہ اتنا پاک وصاف ہو کہ اس میں گناہ، بَغاوت، کینہ اور حسد نہ پائے جائیں۔'' [3]

شرک ونفاق سے پاک دل

بعض عارفین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۸۹)﴾ [4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں ایسا دل مراد ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر شے سے پاک ہو اور اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو۔ [5]

مُفَسِّرِینِ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ یہاں شرک اور نفاق سے پاک دل مراد ہے۔ [6]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج۳، ص ۱۹

[2] ......المرجع السابق

[3] ......سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الورع والتقوی، الحدیث: ۴۲۱۶، ص ۲۷۳۳ بتغیر قلیل

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔

[5] ......روح المعانی، پ ۱۹، الشعراء، تحت الآیۃ ۸۹، الجزء التاسع عشر، ص ۱۳۵

[6] ......الجلالین مع حاشیۃ الجمل، پ ۱۹، الشعراء، تحت الآیۃ ۸۹، ج ۵، ص ۳۹۲

شرک کے متعلق دافعِ رنج وملال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت میں شرک [1] چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ خفیف ہے۔'' [2]

پس یہ ایک ایسی شے ہے جس سے سوائے صِدِّیقین کے مومنین میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ پھر نفاق کے متعلق حُضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت کے اکثر قراء منافق ہوں گے۔'' [3] اس سے بھی سوائے عارفین کے کوئی عبادت گزار محفوظ نہیں۔

خیالاتِ یقین کا ادراک

بعض خیالاتِ یقین جب کسی پر واقع ہوتے ہیں تو مخفی ہونے کی وجہ سے انکے دلائل ظاہر نہیں ہوتے اور انکے شواہد آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ یہ باطنی علم، گہری سوجھ بوجھ، قرآنِ کریم کے لطیف معانی میں خوب غور کرنے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام کا فہم وادراک اور تاویل کا علم حاصل کرنے میں باطنی اِستنباط کے بغیر معلوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ،

سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے حق میں دعا فرمائی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما اور اسے علمِ تاویل سکھا۔'' [4]

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کے

---

[1] ...... یہاں شرک سے مراد شرک اصغر یعنی ریاکاری ہے، کیونکہ مشرک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے معبودوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے، (اور) رِیاکار (مسلمان) اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے مقصودوں یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے۔ اس لیے ریاکار چھوٹے درجہ کا مشرک ہے اور اس کا یہ عمل چھوٹے درجہ کا شرک ہے۔ چونکہ ریاکار کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا عمل وارادہ خراب ہوتا ہے اور کھلے مشرک کا (عمل وارادہ کے ساتھ ساتھ) عقیدہ بھی خراب ہوتا ہے، اس لیے ریا کو چھوٹا شرک فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح، ج۷، ص۱۴۴) ریاکاری کو شرک اصغر کیوں فرمایا گیا اس کی مزید تفصیلات جاننے کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 853 صَفحات پر مشتمل کتاب جہنّم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) صَفْحَہ 139 تا 172 اور مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 170 صَفحات پر مشتمل کتاب ریاکاری کا مطالعہ کیجئے۔

[2] ...... جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الشین، الحدیث: ۱۳۳۸۳، ج۵، ص۵۳

[3] ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۴۵، ج۲، ص۵۷۸

[4] ...... المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، الحدیث: ۲۳۹۷، ج۱، ص۵۷۲

ہمارے پاس کوئی ایسی شے نہیں جو ہمیں حضور شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پوشیدہ طور پر عطا کی ہو، مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو اپنی کتاب کی فہم عطا فرما دے۔ ①

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿یُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹)﴾ ② کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہاں حکمت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کا فہم مراد ہے۔ ③

ایک جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ (پ۱۷، الانبیآء: ۷۹) ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فہم کے ساتھ خاص فرمایا اور اس کے ذریعے انہیں اس حکم اور علم پر فوقیت دی جس میں ان کے والدِ محترم حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی شریک تھے، لہٰذا وہ اپنے والدِ ماجد سے فتویٰ دینے میں بڑھ گئے۔

یقین کے چار حصے

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ایک طویل حدیثِ پاک میں منقول ہے کہ یقین کے چار حصّے ہیں: (۱) ذہانت کی بصیرت (۲) حکمت کی تاویل (۳) عبرت کی نصیحت اور (۴) اوّلین کی سنّت۔ جسے فَطانت کی بصیرت نصیب ہو وہ حکمت کی تاویل سے بھی آگاہ ہوتا ہے اور جو حکمت کی تاویل سے آگاہ ہو وہ عبرت کا بھی عارف ہوتا ہے اور جو عبرت کا عارف ہو وہ اوّلین میں شمار ہوتا ہے۔ ④

اہلِ یقین مومنین کا مقام و مرتبہ

اہلِ یقین سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کے باطنی احکام جاننے والے عارفین ہیں جو خیالاتِ یقین کی تفصیل اور ان کے تقاضوں کو اچھی طرح جانتے ہیں، اس اعتبار سے کہ انہوں نے ان خیالاتِ یقین کی جائے ظُہور کا مُشاہَدہ غیب میں کر

---

① ......سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب سقوط القعود......الخ، الحدیث: ۴۷۴۸، ص ۲۳۹۵ بتغیر قلیل

② ......ترجمۂ کنز الایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے۔

③ ......تفسیر القرطبی، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ ۲۶۹، ج ۲، ص ۲۵۰

④ ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۱۰، ج ۱، ص ۲۴

رکھا ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نورِ ثاقِب، اس کے قُرب اور اس کے نافذ حکم کی مدد سے ان خیالات کے موجب سے بھی اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ ''مومن کی فِراست سے بچو! بے شک وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نور (یعنی یقین) سے دیکھتا ہے۔''[1]

ایک روایت میں پیکرِ عظمت وشرافت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عالِم کی فِراست سے بچو۔''[2]

گویا کہ یہ بعد والی حدیثِ مبارکہ پہلی حدیثِ مبارکہ کی وضاحت ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے یہ فرامینِ مبارکہ بھی اسی قسم کے ہیں:

﴿1﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾ (پ۱۴، الحجر: ۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے۔

﴿2﴾ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

یہاں بھی مراد نورِ یقین ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن باریک پردے کے پیچھے سے غیب دیکھتا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہر وہ بات حق ہے جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور جو ان کی زبانوں پر جاری فرماتا ہے۔[3]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ مومن کے بعض گمان کہانت پر مبنی ہوتے ہیں۔ گویا کہ وہ گمان نافذ ہونے اور وقوع کے صحیح ہونے میں جادو (کی طرح) ہوں۔[4]

بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا دستِ قدرت حکماء کے مونہوں پر ہوتا ہے اور وہ صرف وہی حق بات بولتے ہیں جو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں عطا فرمائی ہوتی ہے۔[5]

---

[1] ……جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحجر، الحدیث: ۳۱۲۷، ص ۱۹۶۸

[2] ……جامع بیان العلم وفضلہ، باب اجتہاد الرأی علی الاصول، الحدیث: ۹۱۴، ۹۱۵، ص ۳۲۱

[3] ……عیون الاخبار للدینوری، کتاب السلطان، الاصابۃ بالظن والرأی، ج ۱، ص ۹۱ مختصراً

[4] ……المرجع السابق، ص ۹۳۔ المؤمن بدلہ العاقل

[5] ……الدر المنثور، پ ۲۱، لقمان، تحت الآیۃ ۱۳، ج ۶، ص ۵۱۶

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے یہ بھی مَنْقول ہے کہ اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ خاشعین کو اپنے بعض اسرار سے آگاہ فرماتا ہے۔ [1]

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے اپنے لشکروں کے امیروں کے نام یہ خط لکھا کہ نصیحت کرنے والوں سے جو کچھ سنیں اسے یاد رکھا کریں کیونکہ ان پر امورِ صادقہ مُنْکَشِف ہوتے ہیں۔ [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ (پ۵، النسآء: ۸۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (پ۹، الانفال: ۲۹) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو۔

منقول ہے کہ یہاں مراد ایسا نور ہے جس سے شبہات کے درمیان فرق کر سکتے ہیں اور ایسا یقین بھی مراد ہے جس سے مشکلات میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان بھی اسی قسم کا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۲) ترجمۂ کنز الایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔

مَنْقول ہے کہ یہاں ہر اس معاملے سے نکلنے کا راستہ مراد ہے جو لوگوں پر دشوار ہو اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۳) ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اسے بغیر علم حاصل کئے علم کی دولت عطا فرماتا ہے اور ناتجربہ کاری کے باوجود یعنی درست مشاہدے اور واضح حق کے ذریعے اسے سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔ اسی کی مثل مزید ارشاد فرمایا:

---

[1] ......فیض القدیر، تحت الحدیث: ۲۳۴۹، ج ۲ ص ۲۰۵

[2] ......المرجع السابق

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

منقول ہے کہ یہاں اپنے علم پر عمل کرنے والے لوگ مراد ہیں۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق اور علم وحکمت

ایک قول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں توفیق عطا فرمائے گا اور جو بات وہ ابھی تک نہیں جانتے اس کی جانب بھی ان کی راہنمائی فرمائے گا یہاں تک کہ وہ علم وحکمت رکھنے والے بن جائیں۔

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ ان عبادت گزاروں کے متعلق نازل ہوئی جو لوگوں سے جدا ہو کر مُستقل طور پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی جانب اپنے ایسے بندے بھیجتا ہے جو انہیں علم سکھاتے ہیں، یا اللہ عَزَّوَجَلَّ براہِ راست ان کے دلوں پر توفیق اور عِصْمَت اِلہام فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مَحبوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو اپنے علم پر عمل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔[2] اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عمل کی توفیق عطا فرما دیتا ہے یہاں تک کہ اس پر جنّت واجب ہو جاتی ہے اور جو اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے تو وہ اپنے علم میں ہلاک ہو جاتا ہے اور اسے اس پر عمل کی توفیق بھی نہیں دی جاتی یہاں تک کہ اس پر جہنّم واجب ہو جاتا ہے۔''[3]

حدیثِ پاک کی وضاحت

محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اس سے پہلے وہ

---

[1] ......تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، پ۲۱، العنکبوت، تحت الآیة ۶۹، ج۶، ص۲۶۶

[2] ......مابعد عبارت کے متعلق حضرت سیِّدُنا محمد بن محمد حُسینی زَبیدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اِتحافُ السَّادَۃِ الْمُتَّقِین'' جو احیاءُ الْعُلوم کی شرح ہے میں فرماتے ہیں کہ صاحبِ قوتُ الْقُلوب نے جو یہ روایت ذکر کی ہے یہ کسی تابعی کا قول ہے، جبکہ مُصَنِّف کا قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی سابقہ حدیثِ پاک کا بقیہ حصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ علّامہ عِراقی نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: ''حدیثِ پاک کا ابتدائی حصہ کتابُ الْعلم میں بیان ہو چکا ہے جبکہ اس زائد حصہ کے حدیث ہونے کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا۔

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب عجائب القلب، وبیان شواهد الشرح، ج۸، ص۴۷۴ بتغیر قلیل

نہ جانتا تھا'' سے مراد وہ عُلومِ معرفت ہیں جو اعمالِ قُلوب کی میراث ہیں۔ مثلاً امتحان اور اختیار، مصیبت اور خوشی، سزا اور جزا کے درمیان فرق کرنا، کمی وبیشی، قبض وبَسْط، حلّ وعقد اور جمع وتفرقہ وغیرہ عُلومِ عارفین کی معرفت حاصل ہونا اور یہ معرفت بندے کو وجدان اور قُلوب کے صحیح ہونے کی وجہ سے قرب، مشاہدۂ رقیب کے ادب اور حسنِ فکر ودانش کے حصول کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ،

کسی تابعی سے مَنْقول ہے کہ جس نے اپنے علم کے دسویں حصہ پر عمل کیا **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اسے وہ علم عطا فرمائے گا جس سے وہ جاہل ہے۔[1] اور حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل ترک کر دو تو ہلاک ہو جاؤ گے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں جو شخص اپنے علم کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔[2]

منقول ہے کہ بندہ عبادت واجتہاد میں زیادتی کرتا ہے تو اس کا دل بھی قوّت ونشاط میں زیادہ ہو جاتا ہے اور جب بھی بندہ اکتاتا اور عبادت سے خالی ہوتا ہے تو دل بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

سبقت لے جانے والے مفردون

خیالِ یقین کا ظہور عینِ یقین سے ہوتا ہے۔ پس جب بندہ زبان سے اس کا اظہار کرتا ہے تو فوراً اسے پالیتا ہے کیونکہ وہ اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، وہی اس کی مراد ومقصود اور محبوب ودوست اور مَطْلُوب ہے۔ ایک عارف یا خائف یا مُحِب کے علاوہ کوئی بھی اس مرتبہ پر فائز نہیں کہ اسے یہ خیالِ یقین اس طرح حاصل ہو۔ ان کے علاوہ باقی تمام لوگ اپنے حال کے مطابق حجاب زدہ، اپنی عادات کے مطابق مطلوب، اپنے مقام کی جانب دیکھنے والے اور اپنے راستے میں اپنی عقل کے مطابق چلنے والے ہیں۔

عینِ یقین کے ذریعے سامنا کرنے والے اور علمِ صدیقین کے سبب کَشْف رکھنے والے عارفین ہی سوار ہو کر چلنے والے اور دیوانہ وار سبقت لے جانے والے ہیں کہ اذکار نے ان سے گناہوں کے بوجھ اتار دیئے ہیں۔ چنانچہ،

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۴، ج ۱، ص ۹۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص ۱۸۳۰ حذیفۃ بدلہ ابوہریرۃ

ایک حدیثِ پاک میں ہے: ''چلو! چلنے میں مفردون سبقت لے گئے ہیں۔''[1] اور ان مفردون سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے تنہائی کی دولت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ تنہائی میں بھی احکامِ خداوندی کی خوب حفاظت فرماتے ہیں جس طرح کوئی عورت اپنے خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے حقوق کی اس طرح حفاظت کرتی ہے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ پوچھا گیا: ''یہ مفردون کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں کھوئے ہوئے ہیں اور ذکر نے ان کے گناہوں کے بوجھ اتار دیئے ہیں، پس قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گے کہ ہلکے پھلکے ہوں گے۔''[2]

جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مذکورہ صفات رکھنے والے اپنے بندوں کو دوسروں سے الگ کر دیا تو انہوں نے بھی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کے ماسوا سے الگ کر دیا۔ پس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں یاد کیا تو اس کا یہ یاد کرنا ان کے ذکر پر غالب آ گیا اور ان کے دل **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے نور سے فنا ہو گئے گویا کہ ان کا ذکر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں شامل ہو گیا اور اب وہ ان کا ذکر کرنے والا ہے اور وہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کے جاری ہونے کے محل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس اس ذکر کا نہ تو وزن کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس نیکی کی کیفیت لکھی جا سکتی ہے، اگر ترازو کے ایک پلڑے میں زمین و آسمان رکھ دیئے جائیں تب بھی ان کا ذکر وزنی ہو جائے۔ چنانچہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

(۱)...... جسے میں اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف عطا کرتا ہوں وہ جان لیتا ہے کہ میں اسے کیا دینا چاہتا ہوں؟

(۲)...... اگر زمین و آسمان ان کے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو میں اسے بھی ان کے لئے کم جانتا ہوں۔

(۳)...... جو سب سے پہلی شے میں انہیں عطا فرماتا ہوں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں جس کے سبب وہ میری خبریں دیتے ہیں جیسے میں ان کی خبریں دیتا ہوں۔[3]

---

[1] ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی محبة الله عزوجل، الحدیث: ۵۰۶، ج ۱، ص ۳۹۰

[2] ......المرجع السابق

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات، الباب الثانی، ج ۵، ص ۵۴۸

عِلمِ معرفت اور نورِ یقین

ظاہری توحید یہ ہے کہ ہر شے میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کو تسلیم کیا جائے اور ہر شے کے ذریعے اسے ایک مانا جائے بلکہ ہر شے سے قبل اس کے ہونے کی گواہی دی جائے۔ علمِ توحید کی کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی موحدین پر ہونے والی بخششوں کی زیادتی کی کوئی حد ہے۔ البتہ! مُوَحِّدین کی چند حدیں ایسی ہیں جن کے سایہ تلے انہیں ٹھہرایا جاتا ہے اور کچھ حدیں ایسی بھی ہیں جن سے ان کا صُدور ہوتا ہے تو ان مقامات کو ہی ان پر انعامات کی زیادتی کا محل بنا دیا جاتا ہے۔ وہ اس زیادتی کے محل کی وُسْعَتوں میں آگے بڑھتے ہیں تو انہیں ایسے عُلوم میں وُسْعَت سے نوازا جاتا ہے جن کے ذریعے وہ ان مقامات سے آگے ابدالآباد کا مشاہدہ کرنے لگتے ہیں کہ جس کا کوئی دوسرا بدل و مددگار نہیں ہے مگر بندے کے لئے علمِ توحید کے مشاہدہ تک بغیر علمِ معرفت کے رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں۔

علمِ معرفت درحقیقت نورِ یقین ہے اور نورِ یقین اس وقت تک عطا نہیں کیا جاتا جب تک کہ اعضاء و جوارح نیک اعمال کے ذریعے خُلوص کے پیکر نہ بن جائیں۔ جیسا کہ دودھ کو مشکیزے میں خوب ہلایا جاتا ہے یہاں تک کہ خالص مکھن ظاہر ہو جاتا ہے۔ جو یقین کی منزل ہے۔ یاد رکھیں یہ مکھن نہ تو سالکینِ راہِ طریقت کا مقصود ہے اور نہ ہی صدیقین کی چاہت، اس لئے کہ اس کے حجاب میں اس سے بھی صاف و شفّاف اور خالص شے موجود ہے کیونکہ یہ مکھن اس وقت تک پگھلایا جاتا ہے جب تک کہ اس سے خالص گھی نہ حاصل ہو جائے جو اس کی اصل اور انتہا ہے۔

یہ علمِ یقین کے حاصل ہونے اور قرب کے آئینے میں ذات کے مشاہدہ کے بعد عینُ الْیقین حاصل ہونے کی مثال ہے اور یہی اس کا نور ہے، پس اس مقام پر بندہ ہر وقت وِجْدان اور حُضوری میں رہتا ہے۔ پھر خیالاتِ یقین کے علم کے پگھلنے کے بعد ان سے بلند ہو کر مشاہدۂ صفات کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور ذاتِ حق کی تجلّی کا نورِ خالص ہو جاتا ہے۔

حقیقتِ احسان

یہ مقامِ احسان ہے اور بے شک **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ اپنے نُفوس سے مجاہدہ کرتے ہیں اور انہیں اموال کے بدلے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیتے ہیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ بھی ان پر احسان فرماتے ہوئے ان

کے نُفوس کوخرید لیتا ہے، جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا:

سَيَجۡزِيۡهِمۡ وَصۡفَهُمۡ ؕ (پ۸، الانعام: ۱۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: قریب ہے کہ اللہ اُنہیں اُن کی باتوں کا بدلہ دے گا۔

کیونکہ وہ لوگ احسان کرنے والے ہیں جس کا سبب حقیقی احسان کرنے والی ذات یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ان کے ساتھ ہونا ہے، ان کے بلند و برتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے بلند و برتر ہستی یعنی خدائے وَحْدَہٗ لاشَرِیک ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ ترجمۂ کنز الایمان: اور تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ (پ۲۶، محمد: ۳۵)

اور سرکارِ نامدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے احسان کے متعلق دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ''(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کرے گویا اسے دیکھ رہا ہے۔'' [1]

راہِ سلوک کی پہلی منزل

بندہ ظاہری اعضاء کے ذریعے اعمال بجالا کر علمِ یقین کی طرف مُنْتَقِل ہوجاتا ہے اور ظاہری اعضاء کے اعمال سے مُراد وہ مُجاہدہ ہے جس کا بوجھ بندے پر ڈالا گیا تو اس نے نہ صرف اسے اٹھالیا بلکہ اسے اٹھانے میں مشکلات بھی برداشت کیں اور جس شے کی حفاظت کا اس سے مطالبہ کیا گیا تھا اس نے اس کی حفاظت بھی کی۔ علمِ یقین روح و رضا اور راہِ ہدایت ہے۔

اس سارے معاملے کی ابتدا یہ ہے کہ بندہ خالص توبہ کرنے کے بعد مریدین کے احوال اور نفس و شیطان سے مُجاہدہ کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ پھر خیالاتِ یقین کی جانب مُتَوَجِّہ ہوتا ہے جو مجاہدین کی میراث ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی

---

[1] ......صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبرائیل......الخ، الحدیث: ۵۰، ص۶

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠(۶۹) ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔ (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کوشش کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے جان ومال کے ساتھ شیطان سے جہاد کیا کیونکہ اس نے انہیں فَقْر سے ڈرایا اور بری وفحش باتوں کا حکم دیا مگر انہوں نے صبر کیا اور بِالآخر اس پر غالب آ گئے، انہوں نے اپنے جان ومال اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بیچ دیئے، خواہشات کی غلامی سے آزاد ہو گئے اور حساب وکتاب کی ہولناکیوں سے بھی انہوں نے چھٹکارا پا لیا۔ چنانچہ اس کے بعد گویا ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں ایسی راہ دکھائیں گے جو علوم کے مکاشفات کی جانب لے جانے والی ہوگی، انہیں فہم واِدراک سے عجیب تر کلام سنائیں گے اور انہیں اس قریب ترین راہ تک رسائی عطا کریں گے جو انہیں ان کے حُسنِ مُجاہدہ کی وجہ سے ہماری بارگاہ تک لے آئے گی۔ پھر آخر میں نیک لوگوں کے ساتھ اپنی مَعِیَّت کا مُژدہ دیا، جو مشاہدۂ صفات کا مقام ہے، جس کی کوشش کرنے والے کو ابتدا میں اُن نیک لوگوں کی مَعِیَّت میں اس مقام کی توفیق دی جاتی ہے جو تائیدِ الٰہی سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے صبر کرتے ہیں اور احسان کرنے والی ذات ہر اس دن کے اختتام تک ان کے ساتھ ہوگی جس دن میں انہوں نے اگلے دن کے لئے اپنی جانوں پر احسان کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”علم کی ۲ قسمیں ہیں: (ان میں سے ایک) علم باطن ہے جو دل میں ہوتا ہے اور یہی نفع مند ہے۔“[1]

شَرحِ صَدْر سے مُراد

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ (پ۸، الانعام: ۱۲۵)﴾[2] کے متعلق سوال کیا گیا کہ شرحِ صَدْر (سینہ کے کھولنے) سے کیا مراد ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ”اس سے مراد تَوَسُّع ہے۔“ یعنی جب دل میں نور ڈالا جاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔[3]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۶۰، ج۸، ص ۱۳۳ بدون باطن

[2] ......ترجمۂ کنز الایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان شواھد الشرع، ج۸، ص ۴۷۵

عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ میرا دل ایسا ہے اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی۔ مُراد یہ ہے کہ اس میں سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وفرمانبرداری کے کوئی بات نہیں ڈالی جاتی اور سوائے حق کے کچھ بھی اس میں قرار پذیر نہیں رہتا، پس وہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فِرِشتادہ (قاصد) بن چکا ہے کہ جب اس نے اس کی نافرمانی کی تو گویا اس نے سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔ چنانچہ یہ مفہوم اس حدیثِ پاک میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

شہنشاہِ مدینہ، صاحبِ مُعَطّر پسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایمان اس شے کا نام ہے جو دل میں پختہ ہو جائے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔'' [1]

پھر اہلِ ایمان کے متعلق ارشاد فرمایا: ''مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھتا ہے۔'' [2]

پس جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور سے دیکھے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے مقامِ بصیرت پر فائز ہوگا اور اس کا عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور کے باعث اطاعت شمار ہوگا۔ چنانچہ ایک عارف کا قول ہے کہ 20 سال سے میرے دل نے میرے نفس کے پاس سکون نہیں پایا اور میں نے اسے ایک پل کے لئے بھی اس کے پاس آرام نہیں کرنے دیا۔

عرفانِ الٰہی

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں سے کسی سے علمِ باطن کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازوں میں سے ہے جو وہ اپنے پسندیدہ لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور جس پر کوئی فرشتہ و بَشَر آگاہ نہیں۔'' [3]

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''مجھے عِلْمُ الْغَرائِب میں سے کچھ سکھائیے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا: ''کیا تو نے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کا عرفان حاصل کرلیا ہے۔'' [4]

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۵، الحدیث: ۸، ج۷، ص ۲۱۷

[2] ......فردوس الاخبار بماثور الخطاب، الحدیث: ۷۱۸۳، ج ۲، ص ۳۵۱

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرح، ج ۳، ص ۲۹

[4] ......حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث: ۵۳، ج ۱، ص ۵۶

پس حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس بات سے آگاہ فرمایا کہ غَرائبُ الْعُلوم معرفتِ الٰہیہ میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علوم کی اس اصل کے ساتھ تعلق اُستوار کرنے کا حکم دیا جس میں غرائب موجود ہیں اور ارشاد فرمایا: ''قرآنِ کریم پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو۔''

مراد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے معانی میں تَدَبُّر کرو اور اس کے پوشیدہ مَفاہیم سے اِسْتِنْباط کرو۔ چنانچہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی معرفت اس کے کلام سے حاصل کی اور منقول ہے کہ بولو! خود ہی پہچان جاؤ گے۔ پس جسے کلام کے مَعانی اور خطاب کی وُجوہ کی معرفت حاصل ہو جائے اسے اسمائے ذات کے علوم کے غرائب اور صفات کے مَعانی کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ جو اوّلین وآخرین کا علم حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم میں غور وفکر کیا کرے۔[1]

اہلِ معرفت میں سے کسی کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ۱۴، النحل: ۹۰)﴾[2] کی تفسیر میں قول ہے کہ عدل ہی قرآنِ کریم کا تَدَبُّر اور اس کی فہم ہے۔ جبکہ احسان اس فہم کے مشاہدے کا نام ہے۔

ایمان اور عدل کے ستون

ایک روایت میں ایمان کے مختلف حصّوں کے اوصاف منقول ہیں: ایمان کے چار ستون ہیں:

(۱)......صبر (۲)......یقین (۳)......عدل اور (۴)...... جہاد۔

اس کے بعد عدل کے متعلق ارشاد فرمایا کہ عدل کے بھی چار حصے ہیں: (۱)......فہم کی مَہارت و باریک بینی (۲)......علم کی روشنی (۳)...... بردباری کا خوشنما باغ اور (۴)......حکمت کے راستے۔

پس جسے فہم حاصل ہو وہ مُجْمَل علم کی تفسیر بیان کرسکتا ہے اور جسے علم کی دولت نصیب ہو جائے وہ حکمت کے راستوں کا عرفان حاصل کر لیتا ہے اور جو بُردبار ہو وہ کبھی اپنے معاملہ میں اِفْراط کا شکار نہیں ہوتا بلکہ لوگوں میں قابلِ

---

[1] ......الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والسبعون، فی معرفۃ شروط المفسر، ج ۲، ص ۵۲۱

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔

تعریف بن کر زندگی بسر کرتا ہے۔ [1]

فرشتوں کے قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک انداز

اہلِ مُکاشفہ میں سے کسی کا قول ہے کہ میرے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اسے اپنے مخفی مشاہدۂ توحید میں سے کچھ املا کراؤں اور مزید کہنے لگا اگرچہ ہم آپ کا کوئی عمل لکھنے پر مامور نہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا کوئی عمل لے کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں تَقَرُّب حاصل کریں۔ تو میں نے اس سے کہا: ''کیا یہ دونوں فرشتے (یعنی کراماً کاتبین) فرائض لکھنے پر مامور نہیں ہیں؟'' وہ بولا کہ ''ہاں! کیوں نہیں۔'' تو میں نے کہا: ''(پھر تو) ان کے لئے یہی کام کافی ہے۔'' [2]

سب سے بڑا عالم

کسی عارف کا قول ہے کہ میں نے ایک ابدال سے مشاہدۂ یقین کا مسئلہ دریافت کیا تو وہ بائیں جانب متوجہ ہو کر مُخاطب ہوئے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' اس کے بعد دائیں جانب مُتَوَجِّہ ہو کر بولے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' اس کے بعد سر اپنے سینہ پر جھکا کر کہنے لگے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' پھر مجھے ایک ایسا بہترین اور عجیب وغریب جواب دیا جو آج تک میں نے نہ سنا تھا۔ میں نے ان سے عرض کی: ''میں نے آپ کو دائیں بائیں اور پھر اپنے سینے کی جانب جھکتے ہوئے دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟'' بولے: ''تم نے مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا، لہٰذا میں بائیں جانب والے فرشتے کی جانب مُتَوَجِّہ ہوا اور اس سے اس کے متعلق پوچھا حالانکہ میرا گمان تھا کہ اسے اس کے متعلق کچھ علم ہوگا، تو اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا، پھر میں نے دائیں جانب والے فرشتے سے پوچھا جو اس سے بڑھ کر عالم ہے تو اس نے بھی جواب دیا کہ مجھے بھی اس کے متعلق علم نہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل کی جانب مُتَوَجِّہ ہو کر اس سے پوچھا تو اس نے مجھے جو کچھ بتایا میں نے تمہیں بتا دیا اور اس طرح معلوم ہوا کہ دل ان دونوں فرشتوں سے زیادہ بڑا عالم ہے۔ [3]

---

[1] ......جمع الجوامع، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ۱۱۰۷، ج ۱۳، ص ۲۶۹ بتغیر قلیل

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرع......الخ، ج ۸، ص ۴۸۵

[3] ......المرجع السابق

عالم ربانی کسے کہتے ہیں؟

حضرت سیِّدُ نا ابو یزید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد فرماتے ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب زبانی یاد کر لینا علم نہیں کیونکہ جب کسی کو قرآنِ کریم میں سے جو یاد کیا تھا بھول جائے تو وہ بھی ایک جاہل کی طرح ہو جاتا ہے اور علم تو یہ ہے کہ بندہ اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ سے بغیر درس کے اور بغیر حفظ کے جس وقت چاہے علم حاصل کرے۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! ایسا بندہ کبھی بھی اپنا علم نہ بھلا پائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اسے یاد رکھے گا اور اسے کسی کتاب کی بھی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اسے ہی عالمِ رَبّانی کہتے ہیں۔ یہ اوصاف اہلِ یقین میں سے ابدالوں کے قُلوب کے ہیں کیونکہ وہ حفظ سے اپنا تعلق مضبوط نہیں کرتے بلکہ ہر دم حافظ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ **سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمّت میں محدثین اور مُتَکَلِّمِین ہوں گے اور عُمر انہی میں سے ایک ہے۔'' اس کے بعد حضرت سیِّدُ نا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اس طرح پڑھا: ﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ وَّ لَا مُحَدِّثٍ﴾ یہاں محدث سے مُراد صدِّیقین ہیں۔[2]

حضرات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ تَوَقُّف فرماتے یہاں تک کہ انہیں حق بات اِلْہام کر دی جاتی کیونکہ وہ حسنِ توفیق کی وجہ سے منزلِ قُرب میں تھے۔ ان کے سلوک کا یہ انداز ہی حقیقت میں صحیح راستے کی دلیل ہے۔ چنانچہ خیالِ یقین جب کسی مومن کے دل پر وارد ہوتا ہے تو اس کا مشاہدہ اسے اس خیال پر عمل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے خواہ وہ خیال دوسرے افراد پر مخفی ہی ہو۔ نیز وہ خیال اس بندۂ مومن پر اپنی دلیل کے صحیح ہونے کی وجہ سے بیان و برہان کو محکم کر دیتا ہے خواہ دوسرے افراد اِلْتِبَاس کا ہی شکار ہوں۔

---

[1] ……احیاء علوم الدین، شرح عجائب القلب، بیان شواھد الشرع، ج ۳، ص ۳۰

[2] ……المرجع السابق، ص ۲۹

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ یقین کے اوصاف کے متعلق ارشادفرمایا:

﴿1﴾ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۱۸)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

﴿2﴾ هٰذَا بَصَآىٕرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الجاثیۃ:۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت ورحمت۔

اہلِ تقویٰ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

﴿1﴾ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ (پ۱۱، یونس:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لئے۔

﴿2﴾ هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۳۸)

ترجمۂ کنزلایمان: یہ لوگوں کو بتانا اور راہ دکھانا اور پرہیزگاروں کو نصیحت ہے۔

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی فضیلت کے متعلق ارشادفرمایا:

﴿1﴾ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ (پ۲۱، العنکبوت:۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

﴿2﴾ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ (پ۷، الانعام:۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے نشانیاں مفصّل بیان کردیں علم والوں کے لئے۔

لہٰذا حقیقی علم، تقویٰ ویقین کا نام ہے اور یہی علمِ معرفت بھی ہے جو مقرّبین کے ساتھ خاص ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں آیات ونشانیاں عطا فرما کر بیان ودلیل کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادفرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ۶، المآئدۃ:۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

پس یہ خیالاتِ یقین دل میں ان واسطوں سے ظاہر ہوتے ہیں جو زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں۔ چنانچہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ (پ۲۸،المنافقون:۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

فقہ دل کی صفت ہے نہ کہ زبان کی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ٘ (پ۹،الاعراف:۱۷۹)﴾[1] کی تفسیر میں فقہ کو فہم قرار دیا ہے۔[2]

نفس وروح کی تخلیق اور ان کا میلان

یقین، روح اور فرشتے کے خیالات اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں اور عقل، نفس اور شیطان کے خیالات زمین کے خزانے ہیں۔ جیسا کہ مَنْقول ہے کہ نفس مٹّی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹّی ہی کی جانب مائل ہوتا ہے اور روح ملکوت سے پیدا ہوئی ہے جو بلندی کی جانب اٹھ کر راحت پاتی ہے۔

خیالات کی مختلف صورتیں اور ان کے واسطے واسباب

دل ملکوتی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جو آئینہ کی مثل ہے، جب غیب کے خزانوں میں سے مُنْتخَب کردہ خیالات کا ظہور ہوتا ہے تو یہ دل میں روشن ہوتے ہیں اور دل ان کی تاثیر سے چمک اٹھتے ہیں۔

- ......بعض خیالات دل کی سماعت پر مؤثر ہو کر اس کی فہم کا باعث بنتے ہیں۔
- ......بعض دل کی بَصارت پر واقع ہو کر اس کی بصیرت کا باعث بنتے ہیں، اسے مشاہدہ بھی کہتے ہیں۔
- ......بعض دل کی زبان پر اثر انداز ہو کر اس کا کلام بن جاتے ہیں۔ اسے ذوق کہتے ہیں۔
- ......بعض خیالات دل کی سونگھنے کی حس میں وُقوع پذیر ہوتے ہیں تو علم بن جاتے ہیں جسے فکر بھی کہتے ہیں اور یہی وہ عقل و دانش ہے جو فطری عقل سے پیدا ہوتی ہے۔ البتہ یہ دل میں بہت کم ٹھہرتی ہے مگر مَشَقَّت کے لحاظ سے یہ بہت آسان ہے۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

[2] ......تفسیر الخازن، پ۹، الاعراف، تحت الآیۃ ۱۷۹، ج ۲، ص ۱۶۲

۞......جو خیال دل کی زبان اور اس کی حس پر اثر انداز ہو کر اس کے تَصْفِیہ کو چیرتے ہوئے براہِ راست سودائے قلب تک پہنچ جائے اسے وَجْد کہتے ہیں اور یہی مقامِ مشاہدہ کا حال ہے۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا مانگی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو براہِ راست میرے دل میں اتر جائے۔''[1]

عارفین فرماتے ہیں کہ جب ایمان دل کے ظاہر میں ہو تو بندہ آخرت اور دنیا دونوں سے محبت کرنے والا ہوتا ہے وہ ایک مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری مرتبہ اپنے نفس کے ساتھ مگر جب ایمان دل کے باطن میں داخل ہوتا ہے تو بندہ دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اپنی خواہشات چھوڑ دیتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہْل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ دل کے دو حصے ہیں: (۱) باطنی حصہ: اس میں سماعت و بصارت ہوتی ہے، اس حصے کو دل کا دل کہتے ہیں اور (۲) ظاہری حصہ: اس میں عقل ہوتی ہے۔ دل میں عقل کی مثال ایسے ہی ہے جیسے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ عقل اس چمک اور روشنی کا نام ہے جو دل میں ایک مخصوص مقام رکھتی ہے جیسا کہ آنکھ کی سیاہی میں ایک مخصوص چمک ہوتی ہے۔

یہ خیالات جب ہدایت دینے والے واسطوں سے متعلق ہوں یعنی فرشتے اور روح سے ان کا تعلق ہو تو ۞ تقویٰ اور رشد و ہدایت کا سبب ہوتے ہیں ۞ خیر کے خزانوں سے ہونے کے علاوہ رحمت کے حُصول کا ذریعہ بھی بنتے ہیں ۞ بندے کے دل میں نور اور پاکیزگی کی شمع فروزاں کرتے ہیں اور ۞ حفاظت پر مامور فرشتے یعنی ملائکۂ یمین بندے کو تمام تر نیکیوں پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ اگر یہ خیالات شیطان اور نفس کے واسطے کی پیداوار ہوں تو ۞ گمراہی اور فِسق و فُجور کا باعث بنتے ہیں ۞ اس وقت ان کا تعلق شر کے خزانوں اور اسبابِ دنیا سے ہوتا ہے ۞ یہ دل میں ظلمت اور بدبو پیدا کرتے ہیں اور ۞ بائیں جانب والے فرشتے ان خیالات کا ادراک کر کے انہیں بُرائیوں میں لکھ لیتے ہیں۔

---

[1] ......جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، الحديث: ۴۰۴۰، ج ۲، ص ۷۹

[2] ......تفسیر روح البیان، پ ۱۱، یونس، تحت الایة ۳۶، ج ۴، ص ۴۵

خیالات کا اصلی منبع

یہ سب خیالات نفس کو پیدا کرنے اور اسے دُرُست فرمانے والے اور دلوں کی کمی پوری کرنے اور انہیں بدلنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اِلْہام اور اِلْقا کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کی حکمت وعدل کا نتیجہ ہیں، جسے وہ عطا فرمانا چاہے اور جسے محبوب بنالے اس پر اس کا یہ خاص فضل وکرم ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں۔ (پ۸، الانعام:۱۱۵)

مُراد یہ ہے کہ آپ کے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی بات ہدایت کے ذریعے پوری ہوگئی جو اس کے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے لئے ایک سچ کی حیثیت رکھتی ہے، یعنی جس اجر وثواب کا اس نے وعدہ فرمایا تھا انہیں عطا کر دیا اور اس کے دشمنوں پر گمراہی کے ذریعے بطورِ عدل اس کا یہ وعدہ بھی پورا ہوگیا کہ وہ انہیں سزا دے گا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (پ۱۷، الانبیآء:۲۳)

الغرض یہ خیالات اس کے امر کی اطاعت کرنے والے لشکر ہیں، حالانکہ وہ جبّار، عزیز اور قہّار مالک عَزَّوَجَلَّ ہر قسم کی اشیاء کی آمیزش سے پاک ہے، تمام اشیاء اس کی مَشِیّت اور قدرت کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں، اسی کی قدرت اور ارادہ نافذ ہے، اس کی حکمت اس کے افعال کی مَظْہَر ہے۔ جب وہ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہی کہتا ہے: "کُن" یعنی اس کی مَخْفی قدرت کی مدد سے وجود کا لباس پہن لے تو وہ شے اس کی حکمت کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر موجود شے کا روپ دھار لیتی ہے۔

اللہ رَبُّ الْعِزَّت ہر شے پر قادر ہے، اسی کے دستِ قدرت میں ہر شے کی بادشاہی ہے اور وہ ہر معاملے میں حکمت رکھنے والا ہے اور بندہ ضعیف وعاجز اور اس کی حکمت سے جاہل اور کسی شے پر قادر نہیں۔ اسباب سے اس کی آزمائش کی گئی اور اس پر حجاب ڈال دیا گیا اور اسے سزا وجزا کے ذریعے احکام کا محل بنا دیا گیا۔ یقیناً اسباب آزمائش کے واسطے ہیں اور بندہ ان آزمائشوں کا محل ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو اوّل ہے، وہی آزمانے والا، ارادہ کرنے والا، پہلی مرتبہ پیدا

کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿1﴾ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (پ۲۷، الواقعۃ: ۶۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمہیں خبر نہیں۔

﴿2﴾ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ (پ۹، الانفال: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس لئے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے۔

البتہ بندہ گواہی صرف اسی معاملے کی دیتا ہے جس کا اسے مشاہدہ کرایا جاتا ہے، اس طرح مُشاہدہ میں بندوں کی حالتیں مختلف ہو جاتی ہیں اور ان پر صرف وہی معاملہ ظاہر ہوتا ہے جو ظاہر کیا جاتا ہے اور جو حقیقت میں مُراد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے حالات میں بندے دلائل میں اختلاف کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب غیب کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ ظاہر فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی قدرت کی لَطافَت سے نفس کو حرکت دیتا ہے جس سے وہ اس کا اذن پا کر مُتَحَرِّک ہو جاتا ہے اور اگر اس کی حرکت کے باعث اس کے جوہر سے ظُلمَت پیدا ہو تو دل میں ایک برا ارادہ لکھ دیا جاتا ہے، شیطان ہر لمحہ ٹکٹکی باندھے اسی انتظار میں رہتا ہے کیونکہ دل اور نُفوس اس کے سامنے بکھرے و پھیلے ہوتے ہیں اور وہ دل کی جانب دیکھتا رہتا ہے اور جب اس میں ایک ایسا عمل پاتا ہے جس سے بندے کی آزمائش کی جا رہی ہو تو وہ دل میں ظلمت کے مؤثر ہونے کا باعث بننے والے ارادے کی وجہ سے دل پر غالب آ جاتا ہے۔

ہمت و ارادہ کی مختلف صورتیں

ہمّت و ارادہ کی تین۳ صورتیں اصل ہیں اور اس کی فروعات کا کوئی شمار نہیں کیونکہ ہر بندے کا خیال اور ارادہ اس کی خواہشات کے اعتبار سے ہوتا ہے:

(۱)......ارادہ حُصولِ لذّت میں جلدی کرنے والی نفسانی خواہش پر مبنی ہوتا ہے۔

(۲)......ارادہ ایسی امیدوں اور آرزوؤں پر مشتمل ہوتا ہے جو اس کی فطری جہالت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

(۳)......ارادہ ان حرکات و سکنات کے دعویٰ کا ثمرہ ہوتا ہے جو عقل کی آفت اور دل کی محبت کا باعث ہوتی ہیں۔

مذکورہ تینوں ارادوں میں سے جو ارادہ بھی دل میں پیدا ہوتا ہے وہ نفس کے وسوسے اور شیطان کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے اور اسی کی جانب مَنْسُوب ہوتا ہے اور اسے مذموم کہا گیا ہے۔ان تینوں ارادوں میں سے کوئی بھی ان تین اُصولوں کے بغیر واقع نہیں ہوسکتا: جَہالت، غفلت اور دنیا کی فالتو اور فُضول اشیاء کی طلب اور یہ سب لایعنی اور دنیاوی اشیاء اور اس کے اعمال کی جانب مَنْسُوب ہیں۔

- ......اگر مذکورہ دنیاوی فُضولیات میں سے کچھ مُباح ہوں تو افضل یہ ہے کہ نفس اور شیطان سے مذکورہ امور کی بجا آوری میں مجاہدہ کیا جائے اور ظاہری اعضاء کو ان کی جانب مُتَوَجِّہ ہونے سے روکا جائے۔
- ......اگر یہ تینوں کسی حرام کام کے متعلق ہوں تو بندے پر فرض ہے کہ اپنے اعضاء وجَوارِح کو ان کی بجا آوری سے روکے کیونکہ اگر اس نے اپنے دل کو ان امور کی یاد میں مگن کر دیا اور اپنے قدموں کو ان کے حُصول میں چلایا تو یہی امور اس کے دل اور یقین کے درمیان حجاب بن جائیں گے۔
- ......اگر یہ دنیاوی فضولیات کسی مُباح کام میں واقع ہوں تو بندے کے لئے فضیلت اس امر میں ہے کہ وہ اپنے دل سے انہیں جھٹک دے تا کہ اس کا دل غفلت کا محل نہ بن سکے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم

مذکورہ اُمورِ دنیا کی اصل یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دل کو الٹ پلٹ کر کے آزماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے نفس، روح اور موت وحیات کو پیدا کیا اور زمین پر موجود تمام اشیاء کو اس کی زینت بنا دیا تا کہ ان میں زہد کے ذریعے سب سے بہتر عمل ظاہر فرمائے اور دیکھے کہ تم اس پر کیسے عمل کرتے ہو۔بندہ نفس کی ٹال مٹول اور شیطان کے غلبے کی وجہ سے ہلاکت اور بعد و دوری کی اتھاہ گہرائی میں جھانک رہا ہوتا ہے کہ اچانک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے اس میں گرنے سے محفوظ رکھنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو ابتلا کے وقت اس کے دل پر نظرِ کرم فرماتا ہے، جس کے سبب نفس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے عطا کردہ نورِ ایمان سے مقامِ ہدایت پر فائز ہوجاتا ہے۔پھر وہ صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں التجا سے خوش ہوتا ہے، اس کی پناہ طلب کرتے ہوئے اس پر ہی بھروسا کرتا ہے اور اس کے لئے خُلوص کا پیکر بن جاتا ہے۔اس مقام پر جب بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کا اظہار کرتا ہے تو وہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور جس وقت وہ اپنا معاملہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر

دیتا ہے تو وہ اسے شیطان کے مکر وفریب سے بھی محفوظ کر دیتا ہے اور جس صورت میں بندہ شیطان سے بچنے کی کوشش کے باوجود اس کی جانب رجوع کرنے پر مجبور ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے چھٹکارے کا راستہ پیدا فرما کر نَجات عطا فرماتا ہے۔ پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دل پر ایسی نظرِ کرم فرماتا ہے کہ نفس کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، ہمت وارادہ مِٹ جاتا ہے، شیطان اپنے بسیرے کے ختم ہو جانے کی وجہ سے پیچھا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے غلبہ کی شدت بھی ختم ہو جاتی ہے، دل سِراجِ مُنیر کے نور سے مؤثر ہو کر صاف ہو جاتا ہے اور غالب قوت والے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قوت سے شیطانی گرِفت سے آزادی پا لیتا ہے، پس بندہ دل کی صفائی کی وجہ سے اپنے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھتا ہے تو رَبِّ ذُوالْجَلال کی عظمت کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گناہوں سے ڈر جاتا ہے اور ان سے راہِ فرار اختیار کر کے بخشش چاہنے لگتا ہے، توبہ کرتا ہے اور مُتَّقین کی عَلامات کا مَظْہَر بن جاتا ہے۔

دل کے عقل کی جانب متوجہ ہونے کے ثمرات

اگر کسی بندے کے بُرائی میں مبتلا ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے اس بندے کی ہلاکت کا ارادہ فرما لے تو دل نفسانی خواہش کے ارادے کے بعد عقل کی جانب دیکھتا ہے، عقل نفس کی جانب رجوع کرتی ہے اور نفس اسے دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے اس کے لئے گناہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا۔ پس عقل نفس کے دھوکے واتباع میں مطمئن و پرسکون ہو جاتی ہے، سینہ بھی عقل کے سکون کی وجہ سے نفسانی خواہش کی خاطر کھل جاتا ہے اور اس طرح سینے کے کھلنے اور وسیع ہونے کی بنا پر دل میں خواہشِ نفس خوب پھیل جاتی ہے اور شیطان کا غلبہ مکان کی وُسْعت کی وجہ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی آرائش وزیبائش، دھوکا وفریب، آرزوؤں، امیدوں اور وعدوں کے ساتھ دل کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور خوبصورت اور پُرفریب باتیں دل میں ڈالتا ہے جس سے ایمان کا غلبہ مزید کمزور پڑ جاتا ہے جس کا سبب شیطان کا دل پر غالب آ جانا اور نورِ یقین کا مخفی ہونا ہے۔ اس وقت شہوت کے قوی ہونے کی وجہ سے خواہشِ نفس غالب آ کر شہوتِ علم و بیان کو خاکستر کر دیتی ہے اور حیا مَفْقود ہو جاتی ہے، ایمان شہوت کے پردے میں چھپ جاتا ہے اور نفسانی خواہش کے غلبہ اور حیا کے اٹھ جانے کی وجہ سے مَعْصِیَت ظاہر ہو جاتی ہے۔

پس یہ دُو باتیں ہیں یعنی خیر وشر کا ظہور اور طاعت ومَعْصِیَت۔ یہ باتیں مذکورہ اسباب کی وجہ سے پلک جھپکنے میں

پائی جاسکتی ہیں اس طرح کہ بندے کے تمام اجزا اور جوڑ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادے سے ایک ہی جزو بن جائیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کوئی ارادہ فرماتا ہے تو اس کی مَشِیَّت پر اس کی قدرت غالب آ کر بجلی کی سی تیزی سے اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیتی ہے۔ چنانچہ،

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

خیر و بھلائی کے تین اصول

اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ خزائنِ ملکوت میں سے خیر کے اظہار اور تقویٰ کے اِلْہام کا ارادہ فرمالے تو اپنے مَخْفِی لطف و کرم کے ساتھ روح کو حرکت دیتا ہے اور وہ اس کے امر سے مُتَحَرِّک ہو جاتی ہے، اس کی قدرت کی جلالت ظاہر ہوتی ہے تو اس کے جوہر سے نور کی ایک شمع فَروزاں ہوتی ہے جو دل میں بلند ہمّت کو منور کرتی ہے۔

خیر و بھلائی کا ارادہ تینؔ مَعانی و اُصول میں سے کسی ایک کے ساتھ پایا جاتا ہے، البتہ! اس کی فُروعات کا شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ ہر بندے کی ہمت خیر و بھلائی میں اس کے علم اور مقام کی انتہا کے مطابق ہوتی ہے:

(۱)...... ہر اس امر کی جانب جلدی کی جائے جو فرض ہو یا مُسْتَحَب کیونکہ فضیلت بندے کی حالت کے عمل سے ہوتی ہے۔

(۲)......ایسے علم کے حُصول میں جلدی کرے جو اس کے لئے باعثِ فِطانت ہو اور مُلک یا ملکوت کی جانب سے اس پر مُکاشَفۂ غیب کا مَظْہَر ہو۔

(۳)......ایسے مُباح کاموں میں مصروف رہے جو نفع بخش ہوں اور جن میں اسے فائدہ ہو اور نفس راحت پائے یا ان مُباح کاموں کا نفع دوسروں کے لئے ہو یا ان کاموں میں افکار سے نَجات و راحت پائے کیونکہ اس کا دل افکار کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے جو مَصائب برداشت کرنے کا اور بھاری بوجھ سے تَخْفِیف کا سبب بن چکا ہے۔

بندے کا ان اُصولوں کے مُوافق ہونا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اختیار اور حکمت کی وجہ سے ہے، نیز ان سب میں اس کی رضا مُضْمَر ہے اور بندے کا ان پر عمل کرنا بہتر ہے اور ان میں بعض بعض سے افضل ہیں۔

خیر وشر کے یہی اُصول ہیں، یہ سب روحانی اور شیطانی خیالات کے درمیان اور تقویٰ اور فِسق وفُجور کے اِلْہام کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔یعنی نیّت اور وسوسہ کے درمیان فرق کرتے ہیں جو اختیار واختبار کا محل ہیں۔بعض اوقات یہ معانی ایسے مکاشفات پر مبنی ہوتے ہیں جو بندے کے لئے انعام واکرام کی زیادتی کا باعث ہوتے ہیں، بندہ ان کے ذریعے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب دیکھتا ہے اور اس کے عطا کردہ وِجدان سے اس کے انوار وتَجلّیات کا مشاہدہ کرتا ہے، اس صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایسے عرفان کا مُستحق ٹھہرتا ہے کہ ان تَجلّیات کے مشاہدے کے ذریعے مقامِ مَعرِفت پر فائز ہوجاتا ہے اور اس کے لئے اُنس ومحبت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

خیر وشر کا ظہور اور اس کے واسطے وذرائع

بندے یقین میں اپنے مَراتِب کی بلندی اور قوت کے مُطابق اور اِسْتِقامَت میں اپنی حیثیت کے مطابق ان مَعانی کا مشاہدہ کرنے میں مختلف ہوتے ہیں مگر خیر وبھلائی کے مَعانی کے اُصول اور ان کے واسطے وذرائع وہی ہیں یعنی فرشتے کا اِلْہام، روح کا اِلْقا، ایمان کی کُتُب اور اس کی دوسری فُروعات میں انوار کی جگمگاہٹ،فرض یا مُسْتَحَب امور کا علم اور مُباح امور کا جاننا وغیرہ۔جبکہ شر کے مَعانی کے اُصول مذکورہ اُصولوں کی اَضْداد ہیں یعنی ان کے واسطے وذرائع نفس وشیطان اور ان کے اسباب شہوت وخواہشِ نفس ہیں۔یہ سب جہالت کا مَظْہَر ہیں، حجاب کا باعث بنتے ہیں اور سزا کی جانب لے جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ جب خزانۂ روح سے خیر وبھلائی کے اظہار کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حرکت دیتا ہے جس سے دل میں ایک نور روشن ہوکر اثر انداز ہونے لگتا ہے، پس فرشتہ دل کی طرف مُتَوَجِّہ ہوکر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیدا کردہ اس خیال کو دیکھ لیتا ہے تو اس پر دل کا مقام ومرتبہ ظاہر ہوجاتا ہے اور اس طرح وہ اس پر غالب آجاتا ہے۔شیطانی افعال خزانۂ شر یعنی نفس سے نمودار ہوتے ہیں۔فرشتہ کی جِبِلَّت میں ہدایت شامل ہے اور طبیعت میں طاعت کی محبت۔شیطان کی جبلت میں گمراہی ہے اور طبیعت میں مَعْصِیَت کی محبت۔لہٰذا فرشتہ اِلْہام کرتا ہے اور اس کے خیالات کا دل میں اثر انداز ہونا کافی اہمیت رکھتا ہے، وہ اپنے اِلْقا کئے گئے خیالات کو عمل کے ذریعے پختہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور بندے کے لئے انہیں خوب آراستہ کرکے ان پر عمل کرنے کے لئے ابھارتا ہے۔اسے ہی تقویٰ اور رُشد وہدایت کا اِلْہام کہتے ہیں۔

شیطان جس طرح نفس کی جانب نگاہیں گاڑے رہتا ہے اسی طرح فرشتہ یقین پر نظریں جمائے رہتا ہے، فرشتے کے باعث بندہ یقین کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے اس کی عقل مطمئن ہو جاتی ہے اور مُشاہدۂ یقین سے پُرسکون ہو جاتی ہے، اب عقل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن اور اس کی تائید سے فرشتے کی سنگت اختیار کر لیتی ہے جس طرح کہ وہ پہلے نفس کی معیت میں مطمئن تھی، عقل کے اطمینان کی وجہ سے شَرحِ صَدر ہوتا ہے جس سے علم کے دلائل ظاہر ہوتے ہیں۔ جب ایمان کی صفائی کی بنا پر یقین کا غلبہ قوی ہو جاتا ہے اور نورِ یقین میں خواہشِ نفس کی ظلمت غائب ہوتی ہے تو نورِ ایمان کی شمع کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہوت کے شعلے بجھ جاتے ہیں اور جب حیا کی زینت سے ایمان مُزَیَّن ہوتا ہے تو شہوت کے خاتمے سے صفاتِ نفس کمزور پڑ جاتی ہیں اور نفس کی کمزوری سے دل قوی ہو جاتا ہے۔ قوتِ یقین اور علم کے دلائل کے ظہور کے باعث ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایمان کی زیادتی اور حیا کے لبادے کے باعث ہدایت غالب آتی ہے تو غلبۂ حق کی وجہ سے طاعت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

خیالات کی ایک اَور نوع کا بیان

بعض اوقات فرشتے اور شیطان کی جانب سے آنے والے دونوں خیال مختلف ہوتے ہیں اور خیر و شر کے اس الہام و وسوسہ میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔

خیالِ خیر و شر کی تقدیم و تاخیر اور ان کے اثرات و کیفیات

بعض اوقات شر کی پیروی کرنے والا شیطانی وسوسہ دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد فرشتے کی جانب سے القا ہوتا ہے جس کا مقصود (شر کے خلاف) بندے کی مدد کرنا، اسے خیر پر ثابت قدم رکھنا اور اس کے پَروَرْدگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے کرم کی نوید دینا ہوتا ہے، فرشتے کا یہ القا بندے کو شر پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ پس بندے پر لازم ہے کہ وہ پہلے خیال کو نہ مانے اور صرف دوسرے خیال کی پیروی کرے۔

بعض اوقات فرشتے کی جانب سے خیر کی بجا آوری کا خیال دل میں پہلے آتا ہے جس کے بعد شیطانی وسوسہ پیدا ہوتا ہے جو اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے اور اس میں تاخیر پیدا کر کے دور کر دیتا ہے، درحقیقت اس شیطانی وسوسہ کا ایک سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کا امتحان لینا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ بندہ کیسے اس خیال کی پیروی کرتا ہے اور دوسرا یہ کہ شیطان بندے سے حسد کرتا ہے، لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ وہ پہلے خیال کی پیروی کرے اور دوسرے خیال کو جھٹک دے۔

بعض اوقات فرشتے کی جانب سے خیر کا الہام اور برائی کا شیطانی وسوسہ انتہائی دقیق ہوتا ہے اور ان میں تفاوت پیدا ہو جاتا ہے، جس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً: ❁ رغبت دنیا کے قوی ہونے کی وجہ سے خیالِ خیر کمزور پڑ جاتا ہے ❁ شہوت و خواہشِ نفسانیہ کے قوی ہونے کی وجہ سے خیالِ شر قوی ہو جاتا ہے اور ❁ کبھی ان دونوں قسم کے خیالوں میں کمی و بیشی اور تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے۔

اس کا سبب ان کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ارادے اور احکام میں تفاوت ہونا اور مشیت کے ساتھ قائم غرائبِ احکام اور قدرت کی تبدیلی کا پایا جانا ہے کیونکہ وہ جب چاہے خزانۂ خیر میں خزانۂ شر رکھ دے اور جب اپنے کسی محبوب بندے کے لئے پسند کرے تو خزانۂ شر میں خزانۂ خیر رکھ دے تاکہ وہ اس کے ماسوا سے سکون پائے نہ ہی جو کچھ اس نے اس پر ظاہر کیا ہے اس کے سبب ناز و نخرے دکھائے۔

جب عارف اس بات کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو کبھی بھی خیر و بھلائی کے اعمال کا قطعی ہونا خیال نہیں کرتا اور نہ ہی کبھی اس پر اِتراتا ہے کیونکہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اس خفیہ تدبیر سے ڈرتا رہتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس پر جو خزائنِ خیر ظاہر فرمائے ہیں انہیں شر کے خزانوں میں تبدیل کر دے اور جو شر کے خزانے اس پر ظاہر ہیں ان سے مایوس نہیں ہوتا کیونکہ اسے اُمّید ہوتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ شر کے خزانوں کو خیر کے خزانوں میں بدل دے گا۔ لہٰذا وہ اسی امید و خوف کی کیفیت میں رہتا ہے۔ ان کیفیات کا ادراک رحیم و جبار عَزَّوَجَلَّ کی تعلیم سے انوار کی صفائی، گہری ذہانت و فطانت، فہم کی لطافت اور عُلوم کی باریک بینی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خیالِ شر کے بعد جو خیالِ خیر بندے کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اسے برائی پر عمل کرنے سے روکتا ہے اور یہی اس کے ہاں پسندیدہ اور تلافی کرنے والا ہے۔ نیز یہ ایک ایسا واعظ ہے جو ہر

لمحہ دل میں عمل پیرا رہتا ہے اور ایک ایسا تنبیہ کرنے والا ہے جو عقل کی تائید کرنے والا ہے۔

بعض اوقات نفس اور خواہشِ نفس کی جانب خیالِ شر اس تسلسل سے آنے لگتے ہیں کہ فرشتے کی جانب سے کوئی بھی نیکی کا خیال پیدا نہیں ہوتا، یہ بُعد و دُوری اور قَساوَتِ قلبی کی انتہا کی علامت ہے اور بعض اوقات روح اور فرشتے کی جانب سے خیر و بھلائی کے خیالات اس تسلسل سے آنے لگتے ہیں کہ بندہ نفسانی خواہش اور نفس کے خیالات سے محفوظ رہتا ہے، یہ قُرب کی علامت ہے جو کہ مقربین کا حال ہے۔

ظاہر خیر باطن شر

بعض اوقات شیطانی خیال اور وسوسے نیکی و بھلائی کی شکل میں وارد ہوتے ہیں جس کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کا امتحان، شیطانی حیلہ سازی اور نفسانی مکر و فریب ہوتا ہے، شیطان کا اس نیکی سے بھی مقصود درحقیقت برائی ہی ہوتا ہے یا وہ چاہتا ہے کہ بندے کو کسی دوسرے گناہ کی جانب متوجہ کر دے یا اسے اس نیکی میں مصروف کر دے تاکہ وہ اس کی وجہ سے کسی فرض یا واجب کام کو چھوڑ دے، یا اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس نیکی کے کام میں مشغول ہو کر اس سے افضل کام سے غافل ہو جائے۔ اس خیال کا ظاہر تو نیکی پر دلالت کرتا ہے لیکن باطن میں یہ گناہ ہے، اس کی ابتدا تو نیکی سے ہوتی ہے لیکن اختتام گناہ پر ہوتا ہے اور شیطان کا مقصود بھی اس نیکی سے درحقیقت اس کا باطن اور اس کا آخر ہی ہوتا ہے۔

اس صورت میں نفس کی شہوت اس کی خواہش اور امید میں مضمر ہوتی ہے کہ جو اس کے ظاہر اور اس کی ابتدا کو آراستہ و پیراستہ کر کے اس پر نیکی کا لبادہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ کیفیت اتنی دقیق ہے جس سے عموماً عاملین کو آزمایا جاتا ہے اور اس کے باطن سے صرف علمائے کرام ہی واقف ہوتے ہیں۔

فرشتے کی جانب سے جب بھی خیالات وارد ہوتے ہیں وہ ہر حال میں صرف اور صرف واضح اور خالص نیکی پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ دھوکا وفریب اور حیلہ سازی فرشتوں کے اوصاف نہیں۔ البتہ! جب قساوتِ قلبی شدت اختیار کر جائے اور بندے کی معصیت دائمی ہو جائے تو دل میں فرشتوں کے خیال آنا بند ہو جاتے ہیں اور دل اور لعنتی شیطان کے وسوسوں کے درمیان راستہ خالی ہو جاتا ہے۔ اس طرح شیطان خواہشِ نفس کے ذریعے دل میں اکیلا

براجمان ہوکر اس پر غالب آجاتا ہے اور بندے کا ہم نشیں بن جاتا ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں خود سے دور فرما کر خیر و بھلائی اور رشد و ہدایت سے محروم کر دے۔

شرفِ ولایت کا حصول

بندے کو ہمیشہ مقامِ ایمان میں فرشتے کے الہام کی معیت حاصل ہوتی ہے اور جب اس مقام سے بلند ہو کر مقامِ یقین پر فائز ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے انوارِ روح کے واسطہ سے اپنی ولایت کا شرف عطا کرتا ہے، پس روح، القائے حق کا محل بن جاتی ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے انوارِ روح کے واسطہ سے بندے پر ایسے اسرار وارد ہوتے ہیں جن سے کوئی فرشتہ بھی آگاہ نہیں ہوتا اور ایسا اس وقت ہی ممکن ہوتا ہے جب نفس کی خواہشات فنا ہو جائیں اور ان میں سے کچھ بھی باقی نہ بچے، نفس سمٹ کر روح میں مدغم ہو جائے کہ اس کا کوئی تقاضا ظاہر نہ ہو۔ پس اس کے بعد اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو ایسے نورِ یقین کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے جو اس کی خاطر جبروت کے مشاہدوں کے ذریعے حجاب میں پڑے ہوئے غیب کے خزانوں سے روشن ہوتا ہے اور بندہ حق کے ذریعے حق کا اور اپنی ذات کے ختم ہو جانے اور روحانی طاقت حاصل ہونے کے ذریعے غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد کے اسرار سے پردہ ہٹانا مناسب نہیں سوائے ان افراد کے جو اس کے اہل ہوں یا جو اس کے متعلق سوال کریں اور یہ صورت مقامِ توحید میں ہی حاصل ہوتی ہے اور یہی مقربین کے حصے ہیں۔

معانی کے تفصیلی بیان کا تذکرہ

ہر عمل میں مؤثر معانی

عمل خواہ قلیل ہو اس میں تین معانی کا ہونا ضروری ہے جن کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس عمل کو مؤثر فرماتا ہے:

﴿1﴾......سب سے پہلے توفیق ہے یعنی بندے اور چیز کے درمیان موافقت کا جمع ہونا۔

﴿2﴾......اس کے بعد قوت ہے جو اس حرکت کے ثبات کا نام ہے جو عقل کی ابتدا ہے

﴿3﴾......تیسری شے صبر ہے یعنی اس فعل کی تکمیل کہ جس کے ذریعے وہ مکمل ہوتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان تینوں اصولوں کا تذکرہ قرآنِ کریم میں فرمایا ہے جو ہر عمل کا مظہر ہیں۔ چنانچہ،

﴿1﴾ **وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ** (پ۱۲، ھود:۸۸)
ترجمۂ کنزالایمان: اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

﴿2﴾ **مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** (پ۱۵، الکھف:۳۹)
ترجمۂ کنزالایمان: جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا۔

﴿3﴾ **وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ** (پ۱۴، النحل:۱۲۷)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

دلوں کی تبدیلی اور ان کی مثال

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ (پ۷، الانعام:۱۱۰)
ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کی عظمت اور دلوں کے پھیرنے میں اس کی صنعت کی لطافت کا مشاہدہ کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم اس طرح کھائی: ''دلوں کے پھیرنے والے کی قسم!''[1] اور جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دلوں کے بدلنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کے نافذ ہونے کی سرعت دیکھی جس کا مشاہدہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا کسی نے نہ کیا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بدلنے کی صفت کو اپنی قسم بنالیا، جس کا سبب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا عظیم الشان ہونا اور علمِ تقلیب کے غالب آجانے کا خوف تھا۔ چنانچہ،

حضور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس طرح دعا فرمایا کرتے: ''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔'' تو صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے عرض کی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ بھی (دل کے پھیرے جانے سے) خوفزدہ ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الحدیث: ۶۶۲۸، ص ۵۵۴

ارشاد فرمایا: ''میں کیسے بے خوف رہ سکتا ہوں؟ جبکہ دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دو انگلیوں (یعنی رحمت وقہر) کے درمیان ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔'' [1] [2] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اور اگر انہیں سیدھا کرنا چاہتا ہے تو سیدھا کر دیتا ہے اور اگر ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔'' [3]

ایک روایت میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہے: ''بدلنے میں دل اس چڑیا کی مثل ہے جو ہر لمحہ جگہ بدلتی رہتی ہے۔'' [4] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''بدلنے میں دل ایک ہانڈی کی مثل ہے جب اس میں خوب جوش آتا ہے۔'' [5] اور ایک روایت میں ہے کہ ''دل کسی بیابان میں پرندے کے ایک پَر کی مثل ہے جسے ہوائیں زمین پر الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔'' [6]

غیب کے خزانوں کا محل

جس طرح دن اور رات احکام کے لئے ظرف کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہی اوقات میں زمانہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اسی طرح دل بھی غیب کے خزانوں کا محل ہے جس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور اس بات پر ایمان لانا واجب ہے کہ دل تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور انہیں تبدیل کرنے والا دل اور صاحبِ دل کے درمیان حائل ہے۔ چنانچہ،

---

[1] ......جامع الاصول للجزری، کتاب العاشر، باب فی الصفات، الحدیث: ۹۰۱۵، ج۷، ص۵۵

المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا، الحدیث: ۲۶۱۹۳، ج۱۰، ص۱۰۱

[2] ......مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان حدیثِ پاک میں مذکور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ''دو انگلیوں'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ رب تعالیٰ انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے، مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں۔ (مرأۃ المناجیح، باب القدر، ج۱، ص۹۹)

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث النواس بن سمعان، الحدیث: ۱۷۶۴۷، ج۶، ص۱۹۸

[4] ......السنۃ للامام ابن ابی عاصم، باب ان القلوب بین اصبعین ...... الخ، الحدیث: ۲۳۳، ص۵۵

[5] ......کشف الخفاء، حرف المیم، تحت الحدیث: ۲۲۷۶، ج۲، ص۲۷۴

[6] ......اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب القدر، باب اثبات القدر...... الخ، الحدیث: ۳۰۹، ج۱، ص۲۱۲ بتغییر قلیل

السنۃ للامام ابن ابی عاصم، باب ان القلوب بین اصبعین ...... الخ، الحدیث: ۲۳۴، ص۵۵

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بعث بعد الموت اور دل اور صاحبِ دل کے درمیان حائل ہونے کے معاملہ کو اپنے اس فرمانِ عالیشان میں اکٹھا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ (پ ۹، الانفال: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ اللّٰہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہوجاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور کفر کے درمیان اور کافر اور ایمان کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ [1]

ایک قول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے اور اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعوت قبول کرنے کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ ایک قول ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور اس کے برے خاتمہ کے درمیان اور کافر اور اس کے اچھے خاتمہ کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ ایک قول کے مطابق اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مومن اور اس کے کسی ہلاکت آفرین کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے اور منافق اور اس کے کسی نجات دینے والی طاعت پر عمل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور اس کے علاوہ موحد اور اس کے توحید پر خاتمہ کے درمیان بھی حائل ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں مومنین کو ڈرانے والی ہیں اس لئے کہ ان سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی وعید متحقق ہوتی ہے۔

قدرت، مشاہدۂ قدرت اور غفلت میں بندے کا حصہ

موحدین کے نزدیک ساری کائنات تبدیل ہونے کے لحاظ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں آندھی میں اڑنے والے کسی پرندے کے پر کی طرح ہے، جسے قدرت، قادر عَزَّوَجَلَّ کی مشیت کے مطابق بدلتی رہتی ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت میں ترتیب ہے نہ مسافت و دوری اور نہ ہی یہ کسی زمان و مکان کی محتاج ہے، بلکہ ملک سے جس شے کا اظہار ہوا اور آنکھوں کے لئے مکان و زمان ثابت ہوئے تو اس کا سبب محض حکمت، صنعت اور پختگی کے اوصافِ حمیدہ ہیں اور ملکوت سے جو مخفی رہا اور دلوں کی بصارت میں پھرتا رہا تو اس کا سبب قدرت کی لطافت اور غلبۂ سلطان ہے۔ چنانچہ،

۞...... ہر بندے کو مشاہدۂ قدرت سے بقدرِ توحید حصہ ملتا ہے۔

---

[1] ...... تفسیر الطبری، پ ۹، الانفال، تحت الآیۃ ۲۴، الحدیث: ۱۵۹۰۳، ج ۶، ص ۲۱۴

۞......توحید سے بندے کا حصہ یقین میں تقسیم کے مطابق ہوتا ہے۔

۞......یقین بقدرِ قرب حاصل ہوتا ہے۔

۞......قرب کا اعتبار **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس کے دل کے قریب ہونے سے ہوتا ہے۔

۞......اس کے دل کو قربِ خداوندی کی دولت اس کے علمِ معرفت کے مطابق ملتی ہے۔

۞......بندے کو علمِ معرفت میں وسعت اس کے ایمان کی زیادتی کے مطابق حاصل ہوتی ہے۔

۞......ایمان کی زیادتی اس پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل واحسان کے مطابق ہوتی ہے۔

۞......بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے احسان کا اندازہ اس کے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی توجہ حاصل کرنے اور اس کی خاطر ہر شے قربان کردینے سے ہوتا ہے۔

الغرض عرفانِ الٰہی ان تمام باتوں سے بالاتر ہے اور یہی قدرت کا ایسا راز ہے جس پر نہ صرف حجاب پڑا ہوا ہے بلکہ وہ ایک مخفی خزانہ ہے۔ چنانچہ،

۞......ہر بندہ اپنی غفلت کے اعتبار سے جاہل ہوتا ہے۔

۞......اس کی غفلت بقدرِ حبِ دنیا ہوتی ہے۔

۞......حبِ دنیا کا اعتبار اس کی خواہشِ نفس کے قوی ہونے سے لگایا جاتا ہے۔

۞......خواہشِ نفس کی قوت کا اندازہ اس پر نفس اور اس کی صفات کے غلبہ سے ہوتا ہے۔

۞......نفسانی صفات کے غلبہ کی قوت ضعفِ یقین سے پہچانی جاتی ہے۔

۞......ضعفِ یقین اس پر پڑے دبیز حجاب اور اس کے اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان حائل بُعد سے معلوم ہوتا ہے۔

۞......یہی حجاب اور بُعد درحقیقت کبر اور قساوتِ قلبی کا باعث بنتے ہیں۔

۞......قساوتِ قلبی گناہوں میں منہمک رہنے سے پیدا ہوتی ہے۔

۞......گناہوں میں ڈوبے رہنے کا انجام **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے اعراض کرنا اور اس کی ناراضی مول لینا ہے۔

۞......یہ اعراض وناراضی بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ عنایت کی کمی سے پیدا ہوتی ہے۔

۞……ان سب سے بالاتر وہ رازِ قدرت ہے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو غافل کر کے اپنے لئے خاص فرما رکھا ہے۔

پس یہ ایسے اوصافِ مذمومہ ہیں جن سے بندے کو آزمایا جاتا ہے اور یہ بندے کے ان اوصافِ حمیدہ کے برعکس ہیں جن کے باعث اس پر انعامات کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (پ۲، البقرۃ:۱۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔

الغرض بندے کے دل میں نفسانی خواہشات اسی قدر جنم لیتی ہیں جس قدر شیطان انہیں بندے کے لئے آراستہ و پیراستہ کر کے اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور جس قدر وہ اس پر غالب ہوتا ہے۔

جب ہادی ہی گمراہ کر دے تو؟

بندے کی ہدایت و گمراہی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چند فرامینِ مبارکہ یہ ہیں:

﴿1﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا (پ۸، الانعام:۱۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے۔

﴿2﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ (پ۴، آل عمران:۱۶۰) ترجمۂ کنزالایمان: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

﴿3﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ (پ۱۱، یونس:۱۰۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کے رد کرنے والا کوئی نہیں۔

پس جب ہدایت دینے والا ہی بھٹکانے والا ہو تو پھر ہدایت کون دے سکتا ہے؟ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ (پ۱۴، النحل:۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا

جسے گمراہ کرے۔

شانِ خداوندی یہ ہے کہ کوئی بھی اس شخص کو ہدایت نہیں دے سکتا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گمراہ کر دے اور جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے علم کے مطابق گمراہ کر دے اسے اب کوئی ہدایت کیسے دے سکتا ہے؟ اسی لئے حرفِ آخر کے طور پر ارشاد فرمایا: ''تو بے شک **اللہ** ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے۔''

الغرض عطا کرنے والا ہی روکنے والا ہو تو پھر عطا کون کرے گا؟ چنانچہ اگر ہر قسم کی خیر و بھلائی بندے کے دل میں ہو تب بھی وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنے دل کے اس بیش قیمت خزانے سے ذرّہ بھر اپنے دل تک پہنچا سکے اور نہ ہی وہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر اپنے دل کو کوئی نفع پہنچا سکے کیونکہ اس کا دل اگرچہ اسی کا ایک عضو ہے مگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خزانہ ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس خزانے میں جو کچھ ہے بندہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس میں جو کچھ ہے اس سے وہ آگاہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جاہل و گمراہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۙ﴿۷۸﴾ (پ۱۶، مریم: ۷۸) ترجمۂ کنزالایمان: کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے پاس کوئی قرار (عہد) رکھا ہے۔

لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ دل کے خزانے کا مالک بن کر اپنی مرضی و منشا سے اس میں تصرف کرنے لگے؟ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح اس طرح بیان کی: ﴿سُبْحَانَ مُصَرِّفِ الْقُلُوْب﴾ یعنی دلوں کو پھیرنے والا پاک ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سَیِّدُ الْبَشَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خطاب فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اعلان کر دیں:

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۸۸) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے بُرے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ (پ۲۹، الجن: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔

---

[1] ...... الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۴۱۳۲ زینب بنت جحش، ج۸، ص ۸۰

پھر یہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۙ﴿۲۲﴾ (پ۲۹،الجن:۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ ہرگز مجھے اللّٰہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔

بارگاہِ الٰہی تک رسائی

جب مالک عزیز و جبّار ہو اور ہر شے اس کے دستِ قدرت میں ہو تو اس کے خزانوں تک رسائی کسی قوت سے حاصل کی جا سکتی ہے نہ ہی کسی حیلہ سے۔ اس کی بارگاہ تک رسائی کا راستہ صرف صدق و اخلاص اور عاجزی و انکساری ہے۔ لہٰذا جو شخص ظاہری بَصارت سے محروم یعنی اندھا ہو وہ عالَمِ ظاہر کی کوئی شے نہیں دیکھ سکتا اور اسی طرح جو باطنی بصیرت سے محروم ہو یعنی اس کے دل پر حجاب ہو تو وہ عالَمِ غیب میں سے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ پس وہ عدمِ یقین کی وجہ سے مشاہدہ کے وقت اندھا تھا اور اس کے بعد حجت و حجاب کے وقوع کی وجہ سے عقلی اشیاء کے ذریعے اسے مشاہدہ حاصل ہوا اور اگر وہ اصحابِ بصیرت سے ہوتا تو شے کی حرکتِ غیبیہ میں غور و فکر کرتا کہ کس طرح حرکت جسم میں غائب ہوتی ہے اور اس سے مُتَحَرِّک جسم کا ظہور ہوتا ہے۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی حکمت سے متحرک جسم کو ظاہر فرما دیا مگر حرکت کو مخفی رکھا جس طرح مَصْنُوعات کو ظاہر فرمایا مگر فنِ صَنْعَت کو مخفی رکھا۔ پس اسی طرح اس صَنْعَت کا خالق، سب سے پہلا صانع اور صاحبِ حکمت، حاکمِ اعلیٰ و اَغْلَب اس حرکت سے بڑھ کر غیب ہے جسے اس نے مخفی رکھا جس کا سبب قدرت کی لَطافتیں ہیں۔ پس بندہ اس عقلی شے کا مشاہدہ کرتا ہے جو ان دونوں سے زیادہ واضح اور اس کے لئے زیادہ ظاہر ہو اور اسی کی طرف مُتَوَجِّہ ہوتا ہے کیونکہ وہ شے اس کی عقل میں آنے والی ہے اور اس کی پہنچ میں ہے اور جو اس سے غائب ہے عدمِ یقین کی وجہ سے اس سے اندھا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے شاہد کے لئے حرکت و سکون کا دعویٰ کر دیتا ہے اور یہ دعویٰ اسے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا مشاہدہ کرنے سے حجاب زدہ کر دیتا ہے۔ مُوَحِّد، توحید کی شہادت کے سبب مشاہدہ کرتا ہے تو حق پا لیتا ہے اور جب اس کے لئے نورِ یقین کے باعث عالَمِ غیب ظاہر ہوتا ہے تو وہ بے مثل یقین والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی عارف کا قول ہے کہ جس نے توحید کے معاملہ میں عقل کی جانب دیکھا تو اس کی توحید اسے آگ سے بچا نہ پائے گی۔ [1]

---

[1] ......تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۲۱۱۱ ذوالنون بن ابراھیم، ج۱۷، ص۴۳۷

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جو شخص دنیا میں اپنی عقل کے ساتھ معلق ہو وہ توحید کو یقین کے بغیر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ نیز فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ وہی ایمان ہے جس کے متعلق کہا جائے گا: ''جس کے دل میں مثقال بھر ایمان ہو اسے آگ سے نکال لاؤ۔'' [1]

بعض عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جو شخص (خود کوئی کوشش نہ کرے اور غیر اللہ پر تکیہ کرتے ہوئے) یہ گمان رکھے کہ وہ غیر اللہ کی مدد سے بارگاہِ خداوندی تک رسائی حاصل کرسکتا ہے تو اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور جو اپنے نفس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر مدد طلب کرے اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

مخلوق پر پڑے حجاب اور ان کے ثمرات

مخلوق پر تین۳ قسم کے حجاب پڑے ہیں، ان میں سے بعض، بعض سے کثیف اور موٹے ہیں: ❁ پہلا حجاب درپیش اسباب اور واسطوں کا ❁ دوسرا اپنی جانب کھینچنے والی شہوتوں کا ❁ اور تیسرا ایسی عادتوں کا جو بار بار صادر ہوں۔

اسباب بندوں کو اپنے پاس روک لیتے ہیں اور شہوتیں انہیں اپنی جانب کھینچتی ہیں اور عادتیں انہیں بار بار انہی امور کی جانب لوٹا دیتی ہیں۔ ان حجابات میں سے بعض بعض سے شدید ہیں اور ان میں سے جو بھی دل میں ظاہر ہوتا ہے شیطان کا ٹھکانا بن جاتا ہے۔ پھر اس ٹھکانے میں وُسعت پیدا ہوتی رہتی ہے اور جگہ کی وُسعت کے اعتبار سے شیطان دل پر غلبہ پالیتا ہے۔

شیطان کی تزئین سے نفس قوی ہوتا ہے، پھر نفس اسے جھوٹی امیدوں کے دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے، اس طرح وہ بندے کا مالک بن جاتا ہے اور جب وہ بندے کا مالک بن جاتا ہے تو بندہ اس کا غلام اور قیدی ہو کر رہ جاتا ہے اور نفس خواہش کے ذریعے حاکمِ مطلق بن جاتا ہے۔ اس کے بعد شیطان بندے کو گمراہی و سرکشی کی بنا پر اپنے جال میں پھانس لیتا ہے اور بندے کی اولاد اور اس کے اموال میں مَعْنوی شرکت کے ذریعے اس پر غالب آجاتا ہے۔ لہٰذا بندہ ان معاملات میں مصروف ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے غافل ہو جاتا ہے اور شیطان اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر تک بھلا دیتا ہے۔ شیطان کی یہی وہ سنگت اور ہم نشینی ہے جس کی مَذمّت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں بیان کی ہے:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال، الحدیث: ۲۲، ص ۳

وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَہٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾ (پ۵، النسآء:۳۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور جس کا مُصاحِب (ساتھی و مُشیر) شیطان ہوا تو کتنا بُرا مُصاحِب ہے۔

یہ معاملہ شیطانی وسوسوں اور عزم و ہمّت کے بعد پیدا ہونے والے خیالات سے بالاتر ہے، یعنی شیطان دل پر وسوسوں کے ذریعے یَلْغار کرتا ہے اور بندے کے خیالات کو مُزَیَّن کر کے پیش کرتا ہے اور اس کو امیدوں اور تمنّاؤں سے بہلاتا ہے، اس کے لئے توبہ کی امیدوں اور تمنّاؤں کو اس قدر وُسْعَت دیتا ہے کہ بندے پر مَعْصِیَت آسان ہو جاتی ہے، اس کے بعد اس سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے یہاں تک کہ بندہ گناہ پر جری ہو جاتا ہے اور یہی وہ دھوکے اور فریب کا وعدہ ہے جس کے بعد ہلاکت و بربادی بندے کا مقدر بن جاتی ہے۔ جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان سے توبہ کا وعدہ کرتا ہے اور انہیں مغفرت کی امیدیں دلاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور شیطان انہیں وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے۔ (پ۵، النسآء:۱۲۰)

یہ ساری صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بندہ شیطانی خیال کی تصدیق کرتا ہے اور اپنی نفسانی خواہش کے سبب مقامِ بُعد پر رہتے ہوئے اس کی پیروی کرتا ہے تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے اظہار اور اس کی مَشِیَّت کے نَفاذ سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم مُنْکَشِف ہوتا ہے۔ یعنی یہ اس کی آزمائش کے اسباب ہیں اور شیطان بھی امتحان کا ایک ذریعہ وسبب ہی ہے۔ چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَیۡھِمۡ اِبۡلِیۡسُ ظَنَّہٗ فَاتَّبَعُوۡہُ اِلَّا فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لئے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔ (پ۲۲، سبا:۲۰)

پھر اپنے علم کے ساتھ اس بات کو مزید پُختہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیۡھِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ (پ۲۲، سبا:۲۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا۔

مطلب یہ ہے کہ شیطان **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قوت و طاقت اور مَشِیَّت کی وجہ سے بندوں پر غالب نہیں آ سکتا۔

علم الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِیۡ شَكٍّ ؕ (پ۲۲، سبا:۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر اس لئے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں ''ہم دکھادیں'' سے مُراد یہ ہے کہ ہم اسے آزمائیں اور دیکھیں۔ ایک قول کے مطابق مراد یہ ہے کہ ہم وہ بات ظاہر کر دیں جس پر سزا و جزا کا بدلہ دیا جائے گا اور ایک قول کے مطابق یہاں مراد ہے کہ ہم آزمائیں اور واضح کر دیں۔ ایک قول ہے کہ یہاں مُراد ہے کہ ہم مومنین کو یہ بات سکھا دیں اور وہ ان کے لئے واضح ہو جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ اعمال جو اس سے ظاہر ہوئے ان پر کس نے عمل کیا تا کہ اس پر اس وجہ سے حُجَّت قائم ہو سکے اور اس کی کِذْب بَیانی بھی واضح ہو جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَلَیَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾ (پ۲۰، العنکبوت:۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

قرآنِ کریم میں جہاں بھی ﴿لِنَعْلَمَ﴾ اور ﴿حَتّٰی نَعْلَمَ﴾ کے الفاظ آئے ہیں وہ سب مجازی طور پر ہیں، اس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم تو ہر قسم کی معلومات سے پہلے کا ہے اور چونکہ اس کے علم سے پیدا شدہ اشیاء اس کے علم کے ذریعے جاری ہیں تو شیطان کا تسلط اس کے غلبہ کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخفی علم کو ظاہر کرنے والا اور واضح کرنے والا بن جائے گا۔ جس طرح کہ بندوں کے افعال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے باطنی ارادے کو ظاہر اور واضح کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ،

سرکارِ مکّۂ مکّرمہ، سردارِ مدینۂ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''علم سبقت لے گیا اور قلم خشک ہو چکا ہے، فیصلہ ہو چکا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اہلِ سعادت کے لئے سعادت کی اور اہلِ مَعْصِیَت کے لئے شَقاوَت کی تقدیر مکمل ہو چکی ہے۔'' [1]

---

[1] ......القضاء والقدر للبیھقی، باب ذکر البیان ان اللہ عزوجل......الخ، الحدیث: ۹، ج ۱، ص ۱۲ باختصارٍ

جامع الترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الشقاء والسعادۃ، الحدیث: ۲۱۳۵، ص ۱۸۶۵ مفھوماً

خیالات کی تقسیم اور ان کے نام

خیالات کے مختلف نام

وہ تمام خیالات جو دل میں پیدا ہوتے ہیں ان کے اسما یہ ہیں:

(۱)......دل میں خیر و بھلائی کی جو بھی بات پیدا ہوا سے ''اِلہام'' کہتے ہیں۔

(۲)......دل میں جو شر اور بُرائی پیدا ہوتی ہے اسے ''وسوسہ'' کہتے ہیں۔

(۳)......دل میں پیدا ہونے والا خیال اگر ڈر اور خوف کی جگہوں کی جانب سے ہو تو اسے ''حَسّاس'' کہتے ہیں۔

(۴)......جو خیال خیر کی تقدیر اور امید سے پیدا ہوا سے ''نیّت'' کہتے ہیں۔

(۵)......اور جو مُباح امور کی تدبیر، تَرجیح اور طمع سے پیدا ہوا سے ''امید'' اور ''آرزو'' کہتے ہیں۔

(۶)......آخرت کی یاد دلانے والا اور وعدہ و وعید پر دلالت کرنے والا خیال ''تذکُّر و تفکُّر'' کہلاتا ہے۔

(۷)......جو خیال عینِ یقین کے ساتھ امورِ غیبیہ کو واضح طور پر دیکھنے سے پیدا ہوا سے ''مشاہدہ'' کہتے ہیں۔

(۸)......معاش اور نفس کے احوال کی تبدیلی کے متعلق جو خیال پیدا ہوتا ہے اسے ''ھَمّ'' کہتے ہیں۔

(۹)......اور جو خیال عادات و شہوات کے تَخَیُّل سے پیدا ہوا سے ''لَمَم'' کہتے ہیں۔

مذکورہ تمام خیالات کو خَواطِر کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ نفس کے ارادے سے پیدا ہوتے ہیں یا حسد کی وجہ سے شیطان کی جانب سے آتے ہیں یا فرشتہ انہیں اِلْقا کرتا ہے۔

خیالات کی تقسیم

دل میں اثر انداز ہونے والے اور خزانۂ غیب سے پیدا ہونے والے مذکورہ خیالات کی چھ۶ قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین۳ قابلِ مُعافی اور تین۳ قابلِ مُواخذہ ہیں۔ چنانچہ دل میں سب سے پہلے ''ہمت و ارادہ'' پیدا ہوتا ہے یعنی جس کا اظہار نفس میں کسی شے کے وسوسے سے ہوتا ہے اور بندہ بجلی کی طرح اسے محسوس کر لیتا ہے۔

اب اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر کے اس خیال کو ہٹا دے تو وہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر غفلت کی وجہ سے چھوڑ دے تو

وہی خیال ''خطرہ'' یعنی کھٹکا بن جاتا ہے اور یہی وہ خیال ہے جسے شیطان بندے کے سامنے مُزَیَّن کر کے پیش کرتا ہے۔ پس اگر بندہ اس کھٹکے کی فوراً نفی کر دے تو وہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر اس کی جانب مُتَوَجِّہ ہو تو وہی خیال قوی ہو کر ''وسوسہ'' بن جاتا ہے اور یہی وسوسہ درحقیقت نفس کی شیطان سے بات چیت کا نام ہے، پھر نفس شیطانی کلام کو توجہ سے سننے لگتا ہے۔ اگر بندہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کر کے وسوسہ کی نفی کر دے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور نفس دوبارہ فرمانبردار بن جاتا ہے۔ پس یہ تینوں صورتیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے قابلِ مُعافی ہیں اور ان کی وجہ سے بندے کا مُواخَذہ نہ ہوگا۔

اگر بندہ نفس کو شیطان کی باتوں میں مگن کر دے اور وہ توجہ سے شیطان کی باتیں سن کر واپس لوٹنے میں تاخیر کر دے تو یہی باہمی گفتگو قوی ہو کر ''وَسْوَسہ'' کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جو بعد میں ''نیت'' بن جاتی ہے۔ اگر بندے نے اس نیّت کو کسی اچھی نیّت سے بدل دیا اور توبہ کر لی تو ٹھیک ہے ورنہ وہی نیّت قوّت پکڑ کر ''عقد'' بن جائے گی اور اگر اب بھی اس نے اس عقد کو توبہ کے ذریعے کھول دیا تو صحیح ہے ورنہ یہی عقد طاقتور ہو کر ''عزم'' کی صورت اختیار کر لے گا جسے قصد بھی کہتے ہیں۔

دل کے یہ تینوں اعمال ایسے ہیں جن کی وجہ سے بندے کا مُواخَذہ اور پوچھ گچھ ہوگی۔ الغرض اگر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے عزم کے بعد بھی اس خیال کا تدارُک کر دیا تو بھی بہتر ہے ورنہ وہی عزم طلب و کوشش بن جائے گا۔

جب عمل اعضاء و جَوارِح پر غیب و ملکوت کے خزانوں سے ظاہر ہوتا ہے تو جسم کے سارے اعمال ملک و شہادت کے خزانوں میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ پھر یہ اعمال نیکی و بُرائی کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے جو عمل نیکی کا ہو اور اس کا سبب ہمّت، عزم اور نیّت ہو تو بندے کو نیت کے اعتبار سے اس کا ثواب دیا جائے گا اور وہ عمل نیکیوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ البتہ! وہ عمل جس کا تعلق شر اور برائی سے ہو اور اس کا سبب بھی نیت، عقد اور عزم جیسے خیالات ہوں تو اس پر بندے کا مُواخَذہ ہوگا اس لئے کہ عمل اعمالِ قُلوب، بری نیتوں اور مَعاصی کے ارادے میں سے ہے۔

نفس اور شیطان

شیطان کے لئے مُواخات میں نفس کے علاوہ کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کو وسوسہ انگیزی

میں اکٹھا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ اَلْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ﭸ (پ۳۰،الناس:۴) ترجمۂ کنزالایمان: جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔

﴿2﴾ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ (پ۲۶،ق:۱۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوقات میں سے ہر شے کی مثل اور ضد پیدا کی ہے۔ پس نفس کی مثل شیطان ہے اور ان دونوں کی ضد روح ہے۔

اعمالِ جوارح کی اقسام

اعمالِ جوارح کی دو قسمیں ہیں: (۱)......طاعت اور (۲)......مَعْصِیَت۔ یہ دونوں اجر و گناہ میں ایک جیسے ہیں، البتہ! جو عمل ظاہری جسم کے ذریعے ادا نہیں کئے جاتے ان کا ان سے کوئی تعلق نہیں یعنی توحید کی گواہی دینا یا کسی شک یا کفر میں مبتلا ہونا یا کسی بِدعَت کا اعتقاد رکھنا۔

بیان و تفصیل کا دوسرا باب

خیالِ قلب کی آمد کے ذرائع

- ......اگر کسی کے دل میں مَعْصِیَت کا خیال پیدا ہو لیکن بدلتا رہے اور ٹھہرے نہیں تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔
- ......اگر دل میں کوئی خواہش ٹھہر جائے یا کوئی حال ٹھہر کر ہر دم پریشان کرتا رہے تو وہ نفسِ امّارہ کی طرف سے ہے جس کا سبب اس کی طبیعت یا اس کا بری عادت میں مبتلا ہونا ہے۔
- ...... ہر وہ خیال جو بندے پر اس کی کسی خطا کی وجہ سے وارد ہو اور وہ اسے ناپسند کرے تو ایسا خیال شیطان کی جانب سے اور اس سے نفرت ایمان کی جانب سے ہوتی ہے۔
- ......کسی نفسانی خواہش یا کسی مَعْصِیَت سے بندہ لذّت پائے، پھر اس لذت میں کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے تو یہ لذّت نفس کی جانب سے اور اس میں رکاوٹ فرشتے کی جانب سے ہوتی ہے۔

۞...... ہر وہ فکر جو بندے کے دل میں دنیا کے انجام یا حال کی تدبیر کے متعلق پیدا ہو اور وہ اس خیال کی جانب متوجہ ہو جائے تو وہ عقل کی جانب سے ہوتی ہے۔

۞...... جو خیال خوف، حیا، وَرَع، زُہد یا کسی دوسرے امرِ آخرت کے سبب سے پیدا ہو اس کا سبب ایمان ہے۔

۞...... دل جس تعظیم یا ہیبت یا عظمت یا قرب کا مشاہدہ کرتا ہے، یقین کے باعث ہے اور اسے ہی ایمان کی زیادتی بھی کہتے ہیں۔ اسی کی طرف ہر معاملے میں رجوع کیا جاتا ہے لہٰذا ہر دم اسی کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسا رکھو۔ جس طرح کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا کی: ''میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' [1]

یہ حُدود کی تفصیل، اظہارِ مکان اور علم کی پختگی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرمادی۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ (پ۷، الانعام:۹۷)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم نے نشانیاں مفصّل بیان کردیں علم والوں کے لئے۔

توحید اور مشاہدہ میں کوئی تَفَکُّر نہیں اور نہ ہی کسی اشارے میں کوئی معائنہ اور قدرت میں کوئی ترتیب ہے، البتہ! تفصیل کا معلوم ہونا ضروری ہے نہ کہ توحید کا اور اس سے مراد شریعت کی زبان سے تمام اشیاء کی ذات میں فرق بیان کرنا ہے تاکہ مختلف طریقوں کا اظہار ہو، راستے منور ہوں، سالکینِ راہِ طریقت اپنے راستے پر گامزن ہوسکیں اور عمل کرنے والوں میں ترتیب کا لحاظ رکھا جاسکے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ (پ۱۰، الانفال:۴۲)

ترجمۂ کنز الایمان: جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیئے دلیل سے جیئے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ...... صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی السجود، الحدیث: ۶۷۱، ج۱، ص۳۳۵

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ (پ۱۲، یوسف: ۲۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔

اعمال کی تین اقسام

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے بندوں کے اعمال کی تفصیل ذکر کی ہے اور امر اور ارادہ میں فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بندوں کے اعمال کی تین۳ قسمیں ہیں: (۱)......فرض (۲)......نَفْل اور (۳)......مَعْصِیَت۔

مزید فرماتے ہیں کہ فرض (۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر (۲)......اس کی مَحَبَّت اور (۳)......مَشِیَّت سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ تینوں مَعانی فرائض میں جمع ہیں، لیکن نَفْل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر سے نہیں، کیونکہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لازم قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے، البتہ! اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت اور اس کی مَشِیَّت ضرور کارفرما ہیں کیونکہ اس نے ہی اسے مَشْروع و مُسْتَحَب قرار دیا ہے اور اسی طرح مَعْصِیَت بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امر سے کوئی تعلق نہیں رکھتی کیونکہ اس نے اسے اپنے رسولوں کی زبان سے مَشْروع قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت کارفرما ہے اس لئے کہ اس نے اسے پسند کیا نہ اسے بجالانے کا حکم دیا اور نہ ہی اسے مُسْتَحَب قرار دیا۔ البتہ! اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَشِیَّت ضرور کارفرما ہے کہ جس کی عظمت اس قَدَر بڑی ہے کہ کوئی بھی شے اس کے ارادے سے باہر نہیں جس طرح کہ کوئی شے اس کے علم سے خارج نہیں۔

''حول'' اور ''قوۃ'' کی وضاحت

ساری اُمَّت کا اس قول پر اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔'' نیز اُمَّت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا نہ تو نیکی کرنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ ہی بُرائی سے بچنے کی کوئی قوّت۔''

یہ اصول ہر شے میں کارفرما ہے، یہ نہیں کہ بعض میں ہو اور بعض میں نہ ہو۔ ''حَول'' کا لغوی معنی حرکت ہے، عام طور پر عرب جب دور سے کسی شخص کو دیکھتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کوئی انسان یا کوئی درخت یا چٹان ہے تو کہتے ہیں، اس کی جانب دیکھو، اگر وہ حرکت کرے تو انسان ہے۔ جبکہ ''قُوَّۃ'' سے مراد حرکت کے بعد ٹھہر جانا ہے، جو کہ صبر کی ابتدا ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قوت سے فعل ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

حفاظت کے بغیر اس کی مَعْصِیَت ونافرمانی سے بچ سکے اور نہ ہی کسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد کے بغیر اس کی فرمانبرداری کرنے کی قوّت ہے۔"[1]

احکام میں ان مَعانی کی یہی تفصیل ہے، یعنی علم کا ظاہر ہونا، تقدیر کا فرض ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جبر کا مالک ہونا کہ اس نے ان کے لئے جو چاہا پیدا فرمایا اور انہیں جدھر چاہے گا لوٹا دے گا جیسا کہ جس صورت میں چاہا پیدا فرمایا۔ چنانچہ اس کا فرمانِ فرمالیشان ہے:

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو حکم اللہ کیلئے ہے جو سب سے بلند بڑا۔

وہ واحد وقہّار ہے اپنے بندوں پر جیسے چاہتا ہے غالب آتا ہے اور جو چاہتا ہے ان پر جاری کر دیتا ہے، اسی کے لئے حُجَّتِ بالغہ، عزّتِ قاہرہ اور قدرتِ نافذہ ہے، اسی کے لئے وَصْفِ رَبوبِیَّت کے ساتھ اور حکمِ جبریت کے ساتھ سبقت لے جانے والی مَشِیَّت ہے۔ بندوں پر لازم ہے کہ وہ سرِ تسلیم خم کر دیں، اطاعت شعاری اپنائیں اور وصفِ عُبودِیّت وحقِ بندگی کی بنا پر چار و ناچار کوشش کرتے رہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿1﴾ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ (پ۱۲، هود: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: جبکہ اللہ تمہاری گمراہی چاہے وہ تمہارا رب ہے۔

﴿2﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔

﴿3﴾ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَ مِنْهَا جَآىِٕرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹﴾ (پ۱۴، النحل: ۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور بیچ کی راہ ٹھیک اللہ تک ہے اور کوئی راہ ٹیڑھی ہے اور چاہتا تو تم سب کو راہ پر لاتا۔

﴿4﴾ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ (پ۲۱، الروم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

[1] ......السنن الصغرىٰ للبیهقی، مقدمة، باب استعانة العبد . . . الخ، ج ۱، ص ۱۲

علم اور علما کا بیان

اس فصل میں درج ذیل اُمور کا بیان ہے:

- ......علم اور اس کی فضیلت
- ......عُلمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اوصاف
- ......تمام عُلوم پر علمِ معرفت کی فضیلت
- ......عُلمائے سَلَف کے طریقے
- ......علمِ سُکوت (خاموشی) کی فضیلت
- ......اہلِ وَرَع وتقویٰ کا طریقہ
- ......علمِ ظاہر وباطن میں فرق
- ......عُلمائے دنیا وآخرت میں فرق
- ......اہلِ مَعْرِفت کی علمائے ظاہر پر فضیلت
- ......اپنے عُلوم کے ذریعے دنیا کمانے والے علمائے سوء
- ......علم کے اوصاف
- ......طریقۂ تعلیم
- ......مُتَأَخِّرین کے گھڑے ہوئے قصوں اور کلام کی مَذمَّت
- ......لوگوں کی قولی وفعلی بدعتیں کہ جن پر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نہ تھے
- ......ایمان ویقین کی تمام عُلوم پر فضیلت
- ......رائے سے اِجْتِناب

علم اور اس کی فضیلت

طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے

علم کی اہمیت بتاتے ہوئے محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔“ [1] ایک روایت میں ہے: ”علم حاصل کرو خواہ چین سے ہو کیونکہ طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ [2]

---

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل العلماء......الخ، الحديث: ٢٢٤، ص ٢٤٩١

[2] ......جامع بيان العلم وفضله، باب طلب العلم فريضة، الحديث: ١٧، ص ١٦

مذکورہ روایت میں کس قسم کا علم فرض ہے اس کی تَعْیِین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند اَقْوال پیشِ خدمت ہیں:

﴿1﴾......علم مقام وحال کا حصول

حضرت سیدنا سَہْل تُستَری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان میں طلبِ علم سے مراد علمِ حال ہے۔ یعنی بندہ جس مقام پر فائز ہے اس کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرے، اس طرح کہ اپنے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین دنیا اور بِالْخُصوص آخرت کا حال جان کر اس کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جو احکام اس پر لازم ہیں انہیں ادا کرنے میں لگ جائے۔[1]

﴿2﴾......علم معرفت کا حصول

عارفین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے علمِ معرفت حاصل کرنا، ہر لمحہ حکمِ الٰہی بجالانا اور دن کی کسی بھی ساعت میں جو بھی تقاضا ہو اسے پورا کرنا مراد ہے۔[2]

﴿3﴾......علم اِخلاص وآفاتِ نفس کی پہچان

علمائے شام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ علمِ اِخلاص کا حاصل کرنا، نفس کی آفات اور وسوسوں کو پہچاننا، شیطان کے مکر وفریب اور دھوکے کو پہچاننا اور ان امور کو جاننا جو اعمال کی اصلاح وفساد کا باعث بنتے ہیں فرض ہے، اس اِعتبار سے کہ اَعمال میں اِخلاص کا ہونا فرض ہے اور اس اِعتبار سے بھی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا پھر اس سے عَداوَت رکھنے کا حکم دیا۔ اس قول کو حضرت

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۳......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، بيان علم الذى هو فرض عين، ج ١، ص ٢٠١

[2] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، بيان علم الذى هو فرض عين، ج ١، ص ٢٠٣

سیِّدُ نا عبدالرحیم بن یحییٰ ارموی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور ان کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔ ①

﴿4﴾......علم قلوب کا حصول

علمائے بَصرہ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ یہاں علمِ قُلوب کا حُصول مراد ہے۔اس لئے کہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات اور ان کی تَفاصِیل سے آگاہ ہونا فرض ہے کیونکہ یہ خیالات بندے کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے آئیں تو پیغام رساں ہوتے ہیں اور شیطان اور نفس کی جانب سے ہوں تو وسوسہ کہلاتے ہیں۔پس بندے کو چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے پیدا ہونے والے خیالات پر لَبَّیک کہے کہ انہی خیالات کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو آزماتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے اور جو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بندہ شیطانی وسوسوں کو دل سے جھٹک دے، کیونکہ یہ خیالات اس نیّت کی ابتدا کا باعث بنتے ہیں جو ہر عمل کے شُروع میں ہوتی ہے، پھر اس نیّت کے مطابق اعمال ظاہر ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق اعمال کا اجر بڑھتا ہے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بندہ اچھے اور برے خیالات کے درمیان فرق کرے اور شیطانی، روحانی اور نفسانی خیالات کو پہچانے، علمِ یقین اور عقلی دلائل میں فرق کرے تاکہ ان سب کے احکام میں فرق کر سکے کیونکہ ایسا کرنا بندے پر فرض ہے۔ یہ مذہب حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار، حضرت سیِّدُنا فرقد سَنجی اور حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زَید رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی اور ان کے ماننے والوں کا ہے۔ان سب کے استاذ حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہیں جو اس معاملے میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور ان سب نے انہی سے عُلومِ قُلوب حاصل کئے۔ ②

﴿5﴾......علم حلال کا حصول

ملکِ شام کے عابِدین وصالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے مراد ہے کہ علمِ حلال حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا حکم دیا ہے۔ ③ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اِجماع ہے کہ حرام کھانے والا

---

① ......اتحاف، المرجع السابق، ص ۲۰۱......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۳ مفهوماً

② ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، بيان علم الذي هو فرض عين، ج ۱، ص ۲۰۱

③ ......مرقاة المصابيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، الحديث: ۲۱۸، ج ۱، ص ۴۷۷

فاسق ہے۔جس کی وضاحت ایک حدیثِ پاک میں کچھ یوں ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:''فرائض کی ادائیگی کے بعد حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے۔''[1] یہ قول حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدہم، حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط، حضرت سیِّدُنا وُہَیب بن وَرْد اور حضرت سیِّدُنا حبیب بن حَرْب رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا ہے۔

6......علم یقین و باطن کا حصول

بعض اَصفیائے بَصرہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک اس حدیثِ پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ عِلْمِ باطِن کے حُصول کی اہلیت رکھتے ہیں ان پر اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔مزید فرماتے ہیں کہ یہ علم صرف اُن اہلِ قُلوب کے ساتھ خاص ہے جو اس پر عمل کرنے والے ہیں اور اہلِ قُلوب کے سوا عام مسلمان اس سے مُستثنیٰ ہیں۔[2] جیسا کہ مروی ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:''یقین سیکھو۔''یعنی علمِ یقین حاصل کرو۔[3]

علمِ یقین صرف اہلِ یقین کے پاس پایا جاتا ہے اور اہلِ یقین کا یہ عمل عارفین کے دلوں میں ایک مخصوص مقام کا حامل ہے اور یہی وہ علمِ نافع ہے جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بندے کے حال اور مقام کا تَعَیُّن ہوتا ہے۔جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں اس قول کی وضاحت میں دلیل موجود ہے کہ حُضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:''جو علم دل میں ہوتا ہے وہی علمِ نافع ہے۔''[4]

پس یہ حدیثِ پاک دوسری مُجْمَل احادیثِ مبارکہ کے لئے مُفَسِّر کی حیثیت رکھتی ہے۔چنانچہ مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا جُنْدُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں پہلے ایمان سکھاتے پھر عُلومِ قرآن سمجھاتے تھے، اس سے ہمارے ایمان میں زیادتی ہوتی گئی، مگر عَنْقَرِیب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ ایمان سے پہلے قرآن سیکھا کریں گے۔[5] مراد یہ ہے کہ ہم

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۹۹۳، ج ۱۰، ص ۷۴

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۱

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۳۷ ثور بن یزید، الحدیث: ۷۹۵۵، ج ۶، ص ۹۹

[4] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۲۰، ج ۸، ص ۱۳۳ دون قولہ باطن

[5] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۶۷۸، ج ۲، ص ۱۶۵ بتغیر قلیل

نے میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے علمِ ایمان سیکھا۔

﴿7﴾......بقدرِ ضرورت حلال وحرام کے فرق کی پہچان

بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیثِ پاک سے مُراد ہے کہ بندے پر علمِ توحید اور امر ونہی کے اُصول کو بقدرِ ضَرورت جاننا اور حلال وحرام کے درمیان فرق کرنا فرض ہے کیونکہ اس کے بعد کسی بھی علم کے حُصول کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا اس لئے کہ تمام عُلوم کو معلوم ہونے کے اعتبار سے علم کہا جاتا ہے۔ نیز اس بات پر اجماع ہے کہ ضرورت سے زائد علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ البتہ! افضل یا مُستحَب ہے۔

﴿8﴾......خرید وفروخت اور نکاح وطلاق کا علم

کوفہ کے فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام اس حدیثِ پاک کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے خرید وفروخت اور نکاح وطلاق کا علم حاصل کرنا مراد ہے۔ کیونکہ جب کسی شخص کو ایسا کوئی معاملہ درپیش ہو تو اس پر اس کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ [1]

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ ہمارے اس بازار میں صرف وہی تجارت کر سکتا ہے جو (بیع وشرا کے) معاملات سمجھتا ہو، مگر سود خور کا داخلہ ممنوع ہے چاہے وہ اس بات کو پسند کرے یا نہ کرے۔ [2]

ایک قول ہے کہ پہلے بَیع وشرا کے احکام سیکھو پھر تجارت کرو۔ یہ مذہب حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی اور حضرت سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور ان کے شاگردوں کا ہے۔

﴿9﴾......عقیدہ وعمل کی اصلاح

مُتقدِّمین عُلَمائے خُراسان رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ ایک شخص گھر میں بیٹھا ہو اور کسی دینی معاملے پر عمل کرنا

---

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۴

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، الحدیث: ۴۸۷، ص ۱۶۹۲

معالم القربۃ لابن اخوۃ، الباب الثامن والعشرون، ص ۱۶۳

چاہے یا اس کے دل میں کوئی ایسا سوال کھٹکے جس کے بارے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی خاص حکم ہو اور بندے پر اس کے متعلق کوئی عقیدہ رکھنا یا اس پر عمل کرنا لازم ہو تو اب اس کا گھر میں خاموش بیٹھے رہنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کر لے یا پھر اپنی نفسانی خواہش کی بنا پر اس میں کوئی حکم لگا دے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے جوتے پہنے اور فوراً گھر سے نکل کھڑا ہو اور شہر کے سب سے بڑے عالم سے اس کے متعلق پوچھے کیونکہ دل میں کھٹکنے والے اس قسم کے معاملات کے متعلق سوال کرنا فرض ہے۔ یہ قول حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مبارک اور چند دوسرے مُحَدِّثین کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے مروی ہے۔

﴿10﴾......علمِ توحید

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علمِ توحید حاصل کرنا فرض ہے۔[1]

حصولِ علم کی کیفیت

حُصولِ علم کی کیفیت و ماہیّت میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ،

- ......بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علم اِسْتِدلال اور اعتبار کے طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔
- ......بعض فرماتے ہیں کہ اس کے حُصول کا ذریعہ بحث و نظر ہے۔
- ......بعض کے نزدیک اس کے حُصول کا طریقہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق اور سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے مَنْقول باتیں جاننا ہے۔

﴿11﴾......شبہات کا علم

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''طلبِ علم فرض ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ ایسے امور سنے جو شُبہات و مشکلات پر مشتمل ہوں اور ان کے ذریعے اسے آزمایا جائے تو اس پر لازم ہے کہ شُبہات و مشکلات کا علم حاصل کرے۔ البتہ! اس کے لئے یہ بھی جائز

[1] ......عوارف المعارف، الباب الثالث، ص ۲۴

ہے کہ وہ علم حاصل نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اُصولِ دینیہ پر قائم رہتے ہوئے وہ شُبہات ومشکلات کو جانتا ہی نہ ہو اور مسلمانوں کے عقائد پر مضبوطی سے قائم ہو۔اس طرح کہ اس کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو نہ اس کے دل میں کوئی بات کھٹکے تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ شبہات کا علم حاصل نہ کرے۔لیکن جب کوئی شبہ والی بات اس کے کانوں سے ٹکرا کر دل میں بیٹھ جائے اور اس کے پاس اس کے متعلق کوئی تفصیل بھی نہ ہو، نیز وہ شبہ والی بات **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے اس کے تعلق کو مُنقطع کرنے کے علاوہ اسے باطل سے حق کو الگ کرنے کی جو صلاحیت حاصل ہے اسے بھی ختم کردے تو اب بندے کے لئے قَطْعی طور پر جائز نہیں کہ وہ ایسی حالت پر خاموش بیٹھا رہے، ورنہ اس کے دل میں باطل عقیدہ پختہ ہو جائے گا یا پھر وہ حق ہی کی نَفْی کرنے لگے گا۔

اس صورت میں اس پر فرض ہے کہ وہ عُلَمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے پاس جا کر حقیقت سے آگاہ ہو یہاں تک کہ وہ یقین پر ثابت قدم ہو جائے اور حق کا پختہ عقیدہ رکھتے ہوئے باطل کی نَفْی کردے۔نیز اسے چاہئے کہ وہ اس علم کی تلاش سے تھک کر بیٹھ نہ جائے ورنہ شبہات اس کے دل میں پختہ ہو جائیں گے اور وہ نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگے گا یا اُمورِ دینیہ میں شک کرتے ہوئے مومنین کے طریقہ سے ہٹ جائے گا یا کسی بدعت کا عقیدہ اپنا لے گا۔اس طرح وہ سنّت اور اہلِ سنّت کے مذہب سے خارج ہو جائے گا اور اسے معلوم تک نہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں حق بات حق کی صورت ہی میں دکھانا تاکہ ہم اس کی پیروی کرسکیں اور باطل کو باطل ہی کی شکل میں دکھانا تاکہ ہم اس سے اِجْتِناب کرسکیں اور اس معاملہ کو ہم پر مشتبہ نہ بنانا ورنہ ہم نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگیں گے۔''

یہ مذہب حضرت سیِّدُنا ابوثور ابراہیم بن خالد کلبی، حضرت سیِّدُنا داود بن علی، حضرت سیِّدُنا حسین کرابیسی اور حضرت سیِّدُنا حارِث بن اَسَد مُحاسبی رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اور ان کے مُتَّبِعین مُتَکَلِّمین کا ہے۔[1]

الحاصل

(اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالِب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح میں عُلَمائے

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، بیان علم الذی ھو فرض عین، ج ۱، ص ۲۰۰

کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے مروی اقوال یہی ہیں، ہم نے اپنے علم کے مطابق ہر ایک کا مذہب بیان کر دیا ہے اور ساتھ ہی دلیل بھی ذکر کر دی ہے۔ الفاظ ہمارے ہیں اور مفہوم ان کا ہے۔ ہر قول بڑا اچھا ہے اور احتمال رکھتا ہے کہ حدیثِ پاک کا مفہوم یہی ہے۔ تمام افراد کا حدیثِ پاک کی شرح میں اختلاف مَحْض لفظی ہے مگر اہلِ ظاہر کے سوا سب لوگ مفہوم میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں کیونکہ اہلِ ظاہر نے اس سے وہی کچھ مراد لیا جو وہ جانتے تھے۔ البتہ! اہلِ باطن نے اپنے علم کے مطابق اس حدیثِ پاک کی تاویل کی۔ میری عمر کی قسم! ظاہر و باطن دو الگ الگ علم ہیں اور اسلام اور ایمان کی طرح دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے مُسْتَغْنِی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے کے ساتھ وہی تعلق ہے جو جسم اور دل کا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔

یہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام اگرچہ اقوال میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں مگر سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ طلبِ علم سے قضا و فتویٰ اور اختلاف و مذاہب کا علم مراد نہیں ہے اور نہ ہی شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے متعین کتبِ حدیث کا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے، اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مذکورہ علوم کو ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہنے دیتا جو انہیں یاد کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

صاحبِ کتاب کے نزدیک فرض علوم سے مراد

(امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی مزید فرماتے ہیں کہ حقیقت تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے، بہر حال) ہمارے نزدیک رسولِ بے مِثال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان "طلبِ علم فرض ہے" سے مراد اسلام کے بنیادی پانچ ارکان کا علم ہے۔ اس اعتبار سے کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا علم مسلمانوں پر فرض نہیں۔ چونکہ ان ارکان پر عمل کرنا علم کے بغیر صحیح اور دُرُست نہیں ہو سکتا، لہٰذا عمل سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ عمل کے فرض ہونے کی وجہ سے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔

جب مسلمانوں پر ان پانچ ارکان کے علاوہ کوئی عمل فرض نہیں تو اب ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جائے گا، کیونکہ یہ فرض کا فرض ہے۔ پس عِلْمِ توحید کا شُمار بھی فرض عُلوم میں ہو گا کیونکہ یہ اسلام کی ابتدا ہے یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو صفات اس کی ذات سے مُتَّصِل ہیں انہیں ثابت کرنا اور جو اس کی ذات سے

جُدا ہیں ان کی نفی کرنا۔ یہ سب کچھ کلمۂ توحید یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه﴾ کی گواہی کے علم میں داخل ہے۔

علمِ اخلاص اسلام کی صحت میں داخل ہے کیونکہ کوئی بھی خالص عمل کے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ،

دافِعِ رنج وملال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''تین اُمور ایسے ہیں جن میں ایک مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔'' اور پھر ان میں سے ایک کا تذکرہ یوں فرمایا: ''محض رضائے الٰہی کے لئے عمل کرنا۔''[1]

حضور نبیٔ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علمِ توحید سے ابتدا فرمائی اور اسے اسلام کے لئے شرط قرار دیا۔ یہاں یہ اصول کارفرما ہے کہ نبیٔ مُکَرَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مراد ہر وہ علم نہیں جس کا اجماعِ اُمَّت کی بنا پر معلوم ہونا جائز ہے اور نہ ہی علمِ طب یا علمِ نُجوم یا علمِ نَحْو یا علمِ شعر یا علمِ مَغازی مراد ہیں، حالانکہ ان سب کو بھی عُلوم ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی معلوم ہیں اور ان کے جاننے والے انہی عُلُوم کے عُلَما کہلاتے ہیں۔ مگر شریعت نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو ان کے حاصل کرنے کا تقاضا کرتا ہو۔ امت کا اس بات پر بھی اِجْماع ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مراد علمِ قضا وعلمِ فتویٰ ہے نہ علمِ اِفْتراقِ مذاہب اور اختلافِ آراء۔ حالانکہ انہیں بھی عُلوم کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے صرف بعض کا حُصول فرضِ کِفایہ ہے مگر یہ سب فرضِ عین نہیں۔

حدیثِ پاک میں مذکور لفظ ''علم'' ایک عام نام ہے جو تمام عُلوم پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''علم حاصل کرنا فرض ہے۔'' اس کے بعد ارشادفرمایا: ''ہر مسلمان پر۔'' اور دوسری حدیثِ پاک میں حکم فرمایا: ''علم حاصل کرو۔'' پس اس حکم کا اطلاق ہر شے پر ہوگا گویا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہر اس شے کو علم کا نام دیا جس کا معنی ذہنوں میں محفوظ ہو۔ مگر صحیح یہی ہے کہ فرمانِ مُصطفٰے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان کا علم حاصل کرو کیونکہ ان کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ جس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک بار ایک اعرابی نے رسولِ اَکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''**یا رسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے بتایئے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟'' ایک روایت میں ہے، اس نے عرض کی: ''ہمیں وہ احکام بتایئے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے دے کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے

[1] ……الترغیب والترھیب، کتاب العلم، الترغیب فی سماع الحدیث، الحدیث: ۲، ج ۱، ص ۶۱

شہادتَین، پانچ نمازوں، زکوٰۃ، ماہِ رَمَضانُ المبارک کے روزے اور بیتُ اللہ شریف کے حج کے متعلق بتایا۔ اس نے پھر عرض کی: ''کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''نہیں! مگر یہ کہ تو نفلی عبادت کرے۔'' تو عرض گزار ہوا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں اس پر کچھ زائد کروں گا نہ اس میں کچھ کمی کروں گا۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ اپنی بات میں سچا ہوا تو فلاح پا گیا اور جنّت میں داخل ہوگا۔'' [1]

معلوم ہوا کہ اَرکانِ خمسہ کا علم فرض ہے، اس لحاظ سے کہ ان کا معلوم فرض ہے کیونکہ کوئی بھی عمل، علم کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ اس کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

﴿۱﴾ اِلَّا مَنۡ شَہِدَ بِالۡحَقِّ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۸۶)
ترجمۂ کنزالایمان: ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

﴿۲﴾ حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ (پ۵، النسآء: ۴۳)
ترجمۂ کنزالایمان: کہ جو کہو اسے سمجھو۔

﴿۳﴾ ہَلۡ عِنۡدَکُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡہُ لَنَا ؕ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ (پ۸، الانعام: ۱۴۸)
ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لئے نکالو تم تو نِرے گمان کے پیچھے ہو۔

﴿۴﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ یَّہۡدِیۡ مَنۡ اَضَلَّ اللّٰہُ ؕ (پ۲۱، الروم: ۲۹)
ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ ظالم اپنی خواہشوں کے پیچھے ہو لئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا۔

﴿۵﴾ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّہُمۡ لَنۡ یُّغۡنُوۡا عَنۡکَ مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ (پ۲۵، الجاثیۃ: ۱۸، ۱۹)
ترجمۂ کنزالایمان: اور نادانوں کی خواہشوں کا ساتھ نہ دو۔ بیشک وہ اللہ کے مقابل تمہیں کچھ کام نہ دیں گے۔

﴿۶﴾ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ وَ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ (پ۱۲، ھود: ۱۴)
ترجمۂ کنزالایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں۔

﴿۷﴾ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۷)
ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

---

[1] ……صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الزکاۃ من الاسلام، الحدیث: ۴۶/۱۸۹۱، ص ۱۴۸/۶

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان آیاتِ مبارکہ میں علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے اور جس حدیثِ پاک میں اسلام کے پانچ بنیادی ارکان مروی ہیں، اس میں سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ان اعمال کی ادائیگی میں حُصولِ علم کو فرض قرار دیا، پھر ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرنا فرض ہے'' اور یہ ارشاد فرما کر کہ ''ہر مسلمان پر فرض ہے'' مزید پختہ کر دیا گویا یہ کلام وضاحت کر رہا ہے کہ ان پانچ ارکانِ اسلام کا علم حاصل کرنا ان کے فرض ہونے کی وجہ سے فرض ہے۔

علم کے متعلق پانچ فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

﴿1﴾...... شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک شخص کے پاس سے گزرے، اس کے پاس کئی لوگوں کو جمع دیکھ کر دریافت فرمایا: ''کیا معاملہ ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''یہ شخص بہت بڑا عالم ہے۔'' دریافت فرمایا: ''کس شے کا؟'' عرض کی کہ وہ شعر، اَنْساب اور ایّامِ عرب کا عالم ہے تو ارشاد فرمایا: ''یہ ایسا علم ہے جس کا نہ جاننا نقصان دہ نہیں۔'' جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ''یہ ایسا علم ہے کہ جس کا جاننا نفع نہیں دیتا اور جس کا نہ جاننا نقصان نہیں دیتا۔'' [1]

﴿2﴾...... بے شک بعض عُلوم جہالت پر مبنی ہیں اور بعض اقوال سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ [2]

﴿3﴾...... کم توفیق، زیادہ علم سے بہتر ہے۔ [3]

﴿4﴾...... ہر شے، علم کی محتاج ہے اور علم، توفیق کا محتاج ہے۔

﴿5﴾...... میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔ [4]

پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیر نافع کو بھی علم کا نام دیا کیونکہ یہ بھی ایک معلوم ہے اور اس علم کے جاننے والے لوگ اپنے ساتھیوں میں عُلَما کے طور پر جانے جاتے ہیں، پھر علم کی مَنْفَعَت لوگوں سے اٹھالی گئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایسے علم سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگی۔

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب معرفۃ اصول العلم، الحدیث: ۷۷۷، ص ۲۷۶

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، بیان علۃ ذم العلم المذموم، ج ۱، ص ۳۵۶

[2] ......سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی الشعر، الحدیث: ۵۰۱۲، ص ۱۵۹۰

[3] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۷۶۷۲ منصور بن محمد، الحدیث: ۱۲۴۷۶، ج ۲۰، ص ۳۴۹ العلم بدلہ العقل

[4] ......صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیۃ، الحدیث: ۶۹۰۶، ص ۱۱۵۰

شیطان کا علم میں سبقت لے جانا

حضور نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان بسا اوقات تم سے علم میں سبقت لے جاتا ہے۔'' ہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ علم میں ہم سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ کہتا ہے علم حاصل کرو لیکن اس پر اس وقت تک عمل مت کرو جب تک کہ عالم نہ بن جاؤ، علم کے حصول میں یہی کہتا رہتا ہے اور عمل کے سلسلے میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بندہ اس حال میں مر جاتا ہے کہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا ہوتا۔'' [1]

مذکورہ حدیثِ پاک میں دو دلیلیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یہاں مراد ایسے علم کا حُصول ہے جو آخرت میں نفع بخش ہو نہ اس کے حُصول میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قربت نصیب ہو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ فضیلت والا اور مُستحب علم وہ ہے جو عمل کا تقاضا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بغیر علم کے عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور نہ ہی عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرنے کو بُرا جانتے تھے۔ کیا آپ نے دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا کہ ''جس نے علم حاصل کیا اس کی فضیلت مجھے اس شخص کی فضیلت سے زیادہ محبوب ہے جس نے عمل کیا اور تمہارا بہترین دین وَرَع و تقویٰ ہے۔'' [2]

علمِ معرفت و یقین کی تمام علوم پر فضیلت اور سلف صالحین کے طریقوں کا بیان

فتویٰ دینے میں احتیاط

سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا تو اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مَعْرِفت رکھنے والے ہزاروں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود تھے، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے علمِ فقہ کی دولت کے

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی للخطیب بغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۵، ج ۱، ص ۸۹

[2] ......المستدرک، کتاب العلم، باب فضل العلم احب من فضل العبادۃ......الخ، الحدیث: ۳۲۰، ج ۱، ص ۲۸۳

علاوہ اس کی رضا بھی حاصل تھی مگر ان میں سے دس سے کچھ زائد افراد کے علاوہ کسی نے فتویٰ دینے کی کوشش میں نفس کو تھکایا نہ مَنْصَبِ قضا سنبھالا۔ چنانچہ اس کے متعلق بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اقوال ذیل میں مذکور ہیں:

حضرت سیِّدُنا ابن عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جب فتویٰ پوچھا جاتا تو آپ فرمایا کرتے: ''امیر کے پاس جاؤ جس کی گردن میں لوگوں کے امور کے ہار ڈالے گئے ہیں اور اسے بھی اسی کی گردن میں ڈال دو۔''

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے ایسے ہی اقوال مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص لوگوں کے پوچھے گئے ہر فتویٰ کا جواب دیتا ہے یقیناً مجنوں ہے۔[1] حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے دس سوال پوچھے جاتے تو وہ صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور نَو کا جواب نہ دیتے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے اس کے برعکس مَروی ہے ان سے دس سوال پوچھے جاتے تو وہ نَو کا جواب دیتے اور ایک کا جواب نہ دیتے۔ اسی طرح بعض فُقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ایسے تھے جن کا قول ﴿لَآ اَدْرِیْ﴾ ''یعنی میں نہیں جانتا'' ان کے قول ﴿اَدْرِیْ﴾ ''یعنی میں جانتا ہوں'' سے زیادہ ہوتا۔ حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا مالک بن اَنس، حضرت سیِّدُنا احمد بن حَنْبَل، حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عیاض اور حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث رَحِمَہُمُ اللہُ الْوَارِث بھی انہی فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے ہیں۔ یہ سب اپنی مجالس میں بیٹھا کرتے تو بعض سوالوں کا جواب دیتے اور بعض کا نہ دیتے یعنی ہر پوچھی گئی بات کا جواب نہ دیتے۔[3]

حضرت سیِّدُنا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَعْلٰی فرماتے ہیں کہ میں نے مسجدِ نبوی میں 120 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو پایا مگر ہر ایک کی کیفیت یہ تھی کہ اگر ان سے کوئی حدیثِ پاک یا فتویٰ پوچھا جاتا تو وہ چاہتا کہ اس کے بجائے کوئی دوسرا صحابی ہی اس کا جواب دے۔[4] اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کسی سے کوئی سوال کیا جاتا

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب تدافع الفتوی، الحدیث: ۱۲۲۰، ص ۴۵۲

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[3] ......المرجع السابق

[4] ......المرجع السابق......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب من ہاب الفتیا......الخ، الحدیث: ۱۳۵، ج ۱، ص ۶۵

تو وہ اسے دوسرے صحابی کے سامنے پیش کر دیتا اور وہ آگے کسی تیسرے صحابی کے سامنے پیش کر دیتا یہاں تک کہ وہ سوال لوٹ کر واپس پہلے صحابی کے پاس آجاتا۔ [1]

فتویٰ کون دے؟

رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''تین بندوں کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ نہ دے: یعنی (۱)......**اَمِیر** (۲)...... **یا مَاْمُور** (۳)...... **یا مُتَکَلِّف**۔'' [2]

حدیثِ پاک کی شرح

حدیثِ پاک کی شرح میں ہے کہ ''**اَمِیر**'' (حکمران) سے مراد وہ شخص ہے جس کا تعلق علمِ فتویٰ اور علمِ احکام سے ہوتا ہے، کیونکہ اُمرا (حکمرانوں) سے ہی مسائل پوچھے جاتے ہیں اور وہی شرعی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ ''**مَاْمُور**'' وہ ہوتا ہے جسے امیر (حکمران) ایسا کرنے کا حکم دے، لہٰذا وہ اس کا نائب ہوتا ہے اور امیر (حکمران) کے رعیّت کے دیگر معاملات میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس معاملے میں اس کی مُعاونت کرتا ہے۔ جبکہ ''**مُتَکَلِّف**'' سے مراد وہ شخص ہے جو زمانہ ماضی کے قصّے کہانیاں سناتا ہے، کیونکہ ان کی اس موجودہ زمانے میں کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی ایسے عُلوم کا حُصول مستحب ہے۔ بعض اوقات وہ ماضی کے واقعات میں کمی بیشی کے علاوہ انہیں حقیقت کے برعکس بھی بیان کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے قصہ گوئی کو مکروہ کہا گیا ہے کیونکہ قصہ گو کو ''**مُتَکَلِّف**'' یعنی جان بوجھ کر تکلُّف میں پڑنے والا کہا جاتا ہے۔

ایک حدیثِ پاک میں اسی قسم کے مفہوم کی تاویل کچھ یوں مروی ہے کہ ''تین افراد کے علاوہ لوگوں کے سامنے کوئی کلام نہیں کرتا: (۱)......امیر (۲)...... ماموراور (۳)......مرائی۔'' [3]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) یہاں ''**اَمِیر**'' سے مراد وہ شخص ہے

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[2] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۰۶۲، ج ۳، ص ۱۲۳ لا یفتی بدلہ لا یقص

[3] ......سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب القصص، الحدیث: ۳۷۵۳، ص ۲۷۰۱ لا یفتی بدلہ لا یقص

جولوگوں کے جھگڑوں وغیرہ کے مسائل میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور ''**مَاْمُور**'' سے مراد وہ شخص ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت رکھنے والا اور دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرنے والا ہو، ایمان ویقین اور قرآنی عُلوم کی باتیں کرتا ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق لوگوں کو دینی کاموں کی ترغیب دلاتا ہو۔ یہ اجازت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان سے ثابت ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘

ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنھیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔ (پ ۴، اٰل عمران: ۱۸۷)

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب میں یہ دو آیات نہ ہوتیں تو میں کبھی بھی تمہیں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔[1] اس کے بعد مذکورہ آیتِ مبارکہ اور اس سے ماقبل آیت تلاوت کر کے فرماتے کہ ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس عالم کو علم سے نوازا تو اس سے وہی عہد لیا جو اس نے اپنے اَنْبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لیا تھا کہ وہ اس علم کو بیان کریں گے اور چھپا کر نہ رکھیں گے۔''[2]

''**مُرائِی**'' سے مراد وہ شخص ہے جو دنیاوی عُلوم کی باتیں کرے، خواہشِ نفس سے بولے اور چاہے کہ لوگوں کے دل اس کی جانب مائل ہوں اور اسے ان باتوں کے سبب دنیا ورِفْعَتِ دنیا حاصل ہو۔

سلف صالحین کا طریقہ

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام احسان[3]

---

[1] ......شعب الایمان للبیہقی، باب فی نشر العلم، الحدیث: ۱۷۶۹، ج ۲، ص ۲۸۲ بتغیر

[2] ......تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۷۰۰۱ محمد بن مسلم بن عبداللہ بن عبداللہ، ج ۵۵، ص ۳۶۷

[3] ...... احسان کی وضاحت کرتے ہوئے سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حدیثِ جبریل میں ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا تصور قائم نہ کر سکے تو یہ یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الإسلام ما ھو وبیان خصالہ، الحدیث: ۹۹، ص ۶۸۲)

کے سبب چار۴ اشیاء کوخود سے دور رکھتے تھے: یعنی (۱) امانت (۲) وَدِیعت (۳) وصیّت اور (۴) فتویٰ۔

کسی عالم کا قول ہے کہ جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہے وہ علم کے لحاظ سے سب سے کمتر ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ فتویٰ سے دور رہے اور تَوَقُّف سے کام لے وہ سب سے زیادہ مُتَّقی ہوتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام احسان کے سبب پانچ۵ کاموں میں مشغول رہتے تھے: (۱)......قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے (۲)......مساجد کو آباد کرتے (۳)......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے رہتے (۴)......نیکی کا حکم دیتے اور (۵)......بُرائی سے منع کیا کرتے۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ابن آدم کی تین۳ باتوں کے سوا ہر بات اس کے خلاف گواہی دے گی اور کوئی بھی اس کے حق میں نہ ہوگی: (۱)......نیکی کا حکم دینا (۲)......برائی سے روکنا اور (۳)......**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا۔''[2]

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِؕ (پ۵، النسآء: ۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اُن کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

مَاذَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ بَعْدَ الْمَوْت؟

ایک محدث نے کسی فَقِیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: جناب! آپ لوگوں کو جو اپنی رائے کے مطابق مسائل بتایا کرتے تھے، اس کی وجہ سے آپ سے کیا سلوک کیا گیا؟ تو اس فقیہ کو یہ سوال بڑا ناگوار گزرا اور اس نے اعراض کرتے ہوئے یہ جواب دیا: ''ہم نے اسے نہ تو قابلِ قدر پایا اور نہ ہی اس کا انجام اچھا ہوا۔''

حضرت سیِّدُنا نصر بن علی **جَہْضَمِی** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے خلیل بن احمد کو مرنے کے بعد

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب منہ، حدیث: کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ، الحدیث: ۲۴۱۲، ص ۱۸۹۴

خواب میں دیکھا تو سوچنے لگا کہ میں نے خلیل سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہ پایا، میں ضرور ان سے پوچھوں گا (مَا ذَا فَعَلَ اللّٰهُ بِکَ بَعْدَ الْمَوْت ؟ یعنی مرنے کے بعد اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟)۔'' تو وہ بولے: کیا تو جانتا ہے کہ ہم کس کیفیت میں ہیں؟ میں نے تو اس کلمہ سے بڑھ کر کسی شے کو نفع مند نہیں پایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَر﴾ [1]

کسی شیخ سے منقول ہے کہ میں نے ایک عالم کو خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا: ''ان تمام عُلوم نے آپ سے کیسا معاملہ کیا جن میں ہم مُناظرہ ومُجادلہ کیا کرتے تھے؟'' فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا کر اس میں پھونک ماری اور فرمایا کہ وہ سب گرد کی طرح اڑ گئے اور مجھے سوائے ان دُو رکعتوں کے کسی نے نفع نہ دیا جو میں نے رات کے وقت خلوص سے ادا کی تھیں۔

حضرت سیِّدُنا ابوداود سجستانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست بہت زیادہ علمِ حدیث جانتا تھا اور وہ اس علم کی مَعْرِفَت بھی رکھتا تھا، اچانک فوت ہو گیا، میں نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا: ''اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟'' وہ خاموش رہا، میں نے جب دوبارہ اس سے پوچھا وہ پھر خاموش ہی رہا، لہٰذا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اللّٰه عَزَّوَجَلَّ نے تمہاری مَغْفِرت فرمادی؟ بولا: ''نہیں۔'' میں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو اس نے بتایا کہ ''گناہ بہت ہیں اور حساب کتاب بھی کڑا ہے، البتہ! مجھ سے خیر کا وعدہ کیا گیا ہے اور مجھے خیر ہی کی امید ہے۔'' میں نے اس سے پوچھا: ''وہاں تم نے کن اعمال کو افضل پایا؟'' بولا: ''قرآنِ کریم کی تلاوت اور آدھی رات کے وقت نماز ادا کرنا۔'' میں نے کہا: ''جو تم یہاں پڑھا پڑھایا کرتے تھے اس کی کیا فضیلت پائی؟'' بولا کہ میں تو کچھ نہیں پڑھتا تھا۔ میں نے مزید پوچھا کہ ہم حدیث بیان کرنے والوں کے اس قول کہ فُلاں ثقہ ہے اور فُلاں ضَعیف ہے کو تو نے کیسا پایا؟ کہنے لگا کہ اگر نیّت خالص ہو گی تب بھی یہ قول آپ کو نفع دے گا نہ نقصان پہنچا پائے گا۔

حضرت سیِّدُنا احمد بن عُمر خاقانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں ایک راستے پر چل رہا ہوں، اچانک ایک شخص مجھے ملا اور میری طرف مُتَوَجِّہ ہو کر کہنے لگا: ''اگر تو زمین میں بسنے والے اکثر افراد کا کہا

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، الحدیث: ۷۳، ج۳، ص ۶۲

مانے گا تو وہ تجھے راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے۔'' میں نے اس سے کہا: ''کیا یہ نصیحت میرے لئے ہے؟'' وہ بولا: ''یہ نصیحت تمہارے لئے اور ہر اس شخص کے لئے بھی ہے جو تمہارے پیچھے ہے۔'' فرماتے ہیں کہ اچانک میں نے ایک طرف حضرت سیِّدُ نا سَرِی سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو دیکھا تو میں اس شخص سے ہٹ کر ان کی جانب متوجہ ہوا اور کہنے لگا: ''ارے یہ تو ہمارے استاذ ہیں جو ہمیں دنیا میں ادب سکھایا کرتے تھے۔'' پھر میں نے ان سے عرض کی: ''اے ابوالحسن! آپ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی بتائیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کون سا عمل قبول فرماتا ہے؟'' تو انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا: ''چلو!'' میں ان کے ہمراہ ایک ایسے مکان کے پاس آیا جو کعبہ کی مثل تھا، ہم اس مکان کے ایک جانب کھڑے ہوگئے، اچانک ایک شخص اس مکان کی چھت پر نمودار ہوا تو وہ ساری جگہ روشن ہوگئی، حضرت سیِّدُ نا سَرِی سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھے اس شخص کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر مجھے چھت کی جانب اٹھایا، کیونکہ چھت کافی اونچی تھی اور ہم دونوں کا یعنی حضرت سیِّدُ نا سَرِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور میرا قد چھوٹا تھا، تو اس شخص نے چھت کے اوپر سے ہاتھ بڑھایا اور مجھے تھام کر اپنی جانب اٹھالیا، میرے بس میں نہ تھا کہ اس جگہ اپنی آنکھیں انوار کی تجلّی کی وجہ سے کھول سکوں، بہرحال اس شخص نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''میں نے وہ بات سن لی ہے جو تو نے سَرِی (عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی) سے کہی تھی، لہٰذا یاد رکھو کہ **ہر وہ بات جس کی قرآنِ کریم میں تعریف بیان ہوئی ہے اس پر عمل کیا کرو اور ہر وہ بات جس کی قرآنِ کریم میں مذمّت بیان کی گئی ہے اس سے بچا کرو**، تیرے لئے یہی کافی ہے۔''

علم وعمل کے متعلق بزرگانِ دین کے فرامین

حضرت سیِّدُ نا سَرِی سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان علمِ ظاہر حاصل کیا کرتا تھا اور ہمیشہ اسی کام میں مشغول رہتا، پھر اس نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا اور الگ تھلگ ہوکر عبادت میں مشغول ہوگیا، جب مجھے اس کے متعلق پوچھنے پر یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگوں سے الگ ہوکر اپنے گھر میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا ہے تو میں نے اس نوجوان سے پوچھا: ''تم تو علمِ ظاہر کے حُصول کے بڑے رَسیا (شوقین) تھے، پھر کیا ہوا کہ اسے چھوڑ دیا؟'' بولا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ضائع و برباد کرے تو کب تک علم کو برباد کرتا رہے گا؟'' میں نے عرض کی کہ میں یہ سب علم زبانی یاد کرلیتا ہوں تو اس نے مجھ سے کہا کہ علم کا یاد کرنا تو اس پر عمل کرنا ہے۔ لہٰذا

میں نے مزید علم کا حُصول ترک کر دیا اور جو پاس تھا اس پر عمل کرنے کی جانب مُتَوَجِّہ ہوگیا۔[1] حضرت سیِّدُ نا عبد الله بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ علم تو خشیتِ الٰہی کو کہتے ہیں۔[2]

کسی فَقِیہ کا قول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے **الله** عَزَّوَجَلَّ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔[3]

حضرت سیِّدُ نا حسن بَصْری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْقَوِی سے منقول ہے کہ علم اتنا ہی حاصل کرو جس پر تم عمل کرنا چاہتے ہو، **الله** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **الله** عَزَّوَجَلَّ تمہیں علم پر اَجر اس وقت عطا کرے گا جب تم اس پر عمل کرو گے۔[4] کیونکہ نادان لوگ صرف روایت کا عزم کرتے ہیں جبکہ علمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام رِعایت کا عزم کرتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ کسی صاحبِ قول اور صاحبِ روایت کی پروا نہیں کرتا بلکہ صاحبِ فہم اور صاحبِ دِرایت کی پروا کرتا ہے۔[5]

فتویٰ دینے کے متعلق احتیاط

حضرت سیِّدُ نا ابو حُصین عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْمَتِیْن سے مَنْقول ہے کہ آج کل ہر شخص کسی بھی مسئلہ میں (بغیر سوچے سمجھے) فوراً فتویٰ دے دیتا ہے حالانکہ اگر وہی مسئلہ امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کے سامنے پیش ہوتا تو آپ تمام بَدری صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کو اس کے حل کے لئے جمع فرما لیتے۔[6]

ایک قول ہے کہ (آج کل) جس شخص سے بھی کسی شے کے متعلق کچھ پوچھا جائے تو وہ فتویٰ دینے میں بڑی جلدی کرتا ہے حالانکہ اگر اہلِ بدر سے کچھ پوچھا جاتا تو یہ سوال انہیں مشکل میں ڈال دیتا۔

حضرت سیِّدُ نا عبدالرحمٰن بن یحییٰ اَسْود عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الصَّمَد اور دیگر علمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ احکام و فتاویٰ کے عُلوم کا اہتمام حکمران کیا کرتے اور عوامُ النّاس ان کی جانب ہی رجوع کرتے، پھر یہ معاملہ کمزور ہوتا

---

[1] ……فیض القدیر للمناوی، حرف الھمزة، تحت الحدیث: ۳۰۱۷، ج۳، ص ۲۰۹

[2] ……الزھد للامام احمد بن حنبل، باب فی فضل ابی ھریرة، الحدیث: ۸۶۷، ص ۱۸۰

[3] ……الدر المنثور، پ ۲۲، فاطر، تحت الایة ۲۸، ج۷، ص ۲۰

[4] ……الزھد لابن مبارک، باب من طلب العلم لعرض فی الدنیا، الحدیث: ۶۲، ص ۲۱ عن معاذ بن جبل بدون "فواللہ"

[5] ……تاریخ بغداد، الرقم ۲۶۴۸ احمد بن محمد بن الحسین ابو محمد الحریری، ج۵، ص ۱۹۸ بتغیر و بدون "روایة"

تاریخ مدینہ دمشق، الرقم ۵۵۹۰ فرج بن ابراھیم، ج۴۸، ص ۲۵۳، "بذی"، "قول"، "فھم" بدلھم "بصاحب"، "حکایة"، "قلب"

[6] ……شرح السنة للامام بغوی، کتاب العلم، باب التوقی عن الفتیا، ج۱، ص ۲۴۱

گیا اور حکمران دنیا کی جانب میلان اور جنگوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے یہ عُلوم حاصل نہ کر سکے تو انہوں نے جامع مساجد میں علمائے ظاہر اور اصحابِ فتویٰ کو اپنا معاون بنالیا۔ پس جب حاکم کٹھن اور مشکل مسائل حل کرنے کے لئے بیٹھتا تو اس کے دائیں بائیں جانب دو مفتی بیٹھ جاتے، حاکم قضا و احکام میں ان کی جانب رجوع کرتا اور پھر اسی کے مطابق سپاہیوں کو حکم جاری کرتا۔ لہٰذا اکثر لوگ فتویٰ و قضا کا علم سیکھنے لگے تا کہ احکام و قضا کے معاملات میں حکمرانوں کی معاونت کر سکیں یہاں تک کہ دنیا میں رغبت رکھنے اور حکومت کی خواہش میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ اس کے بعد معاملہ مختلف ہو گیا یہاں تک کہ حکمرانوں نے علما سے مدد لینا ہی ترک کر دیا۔

اس پر دلیل اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی یہ قول ہے کہ آپ نے حضرت سیِّدُنا ابی مسعود عقبہ بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ مجھے یہ خبر کیونکر ملی ہے کہ تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو حالانکہ تم امیر ہو نہ مامور۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو عامر ہروی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے ہمراہ حج کیا، جب ہم مکۂ مکرمہ پہنچے تو حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بنی مخزوم کے ایک آزاد کردہ غلام کے متعلق سنا کہ وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور انہیں فتویٰ دیتا ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اسے بلا کر پوچھا: ''کیا تجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟'' بولا: ''نہیں۔'' تو آپ نے پوچھا: ''پھر تجھے اس بات پر کس نے ابھارا؟'' بولا: ''ہم فتویٰ دیتے ہیں اور ہمارے پاس جو علم ہے اسے پھیلاتے ہیں۔'' تو حضرت سیِّدُنا امیر مُعاوِیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''کاش! میں اس دن سے قبل تیرے پاس آیا ہوتا تو یقیناً تیرا راستہ کاٹ دیتا۔''[2] اس کے بعد آپ نے اسے فتویٰ دینے سے روک دیا۔

علم اور علمائے آخرت

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان علمِ قُلوب اور علمِ ایمان و یقین میں گفتگو کرنے والوں کو کچھ نہیں کہتے تھے۔

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۱۵۶، ص۴۲۵ بدون ولا مامور

[2] ......المذکر والتذکیر لابی عاصم، ذکر القصاص، الحدیث: ۱۶، ص۸۶

مَروی ہے کہ اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے لشکر کے امیروں کی جانب ایک مکتوب روانہ فرمایا: ''اہلِ طاعت سے جو بات سنا کرو اسے یاد کرلیا کرو، کیونکہ ان پر اُمورِ صادِقہ مُنکَشِف ہوتے ہیں۔'' ①

امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ خود بھی سالکینِ راہِ طریقت کی محفلوں میں بیٹھا کرتے تھے اور ان کی باتیں بڑی توجہ سے سنا کرتے تھے۔ کیونکہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ''جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے خاموشی اور زُہد کی دولت سے نوازا گیا ہو تو اس کا قُرب حاصل کرو، کیونکہ وہ حکمت کی باتیں بتاتا ہے۔'' ②

ایک مُحدِّث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کو غمزدہ پایا، وہ بہت اَفْسُردہ دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے ان سے سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''ہم تو دنیاداروں کے لئے محض تجارت گاہ بن چکے ہیں۔'' میں نے عرض کی: ''وہ کیسے؟'' فرمایا: ''ان میں سے ایک شخص ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ جب ہم سے کچھ عرفان حاصل کرلیتا ہے اور علم کی دولت پالیتا ہے تو اسے عامل، وکیل یا ملازم بنادیا جاتا ہے۔'' ③

حضرت سیِّدُ نا حسن رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: ''علم کچھ ایسے لوگ بھی سیکھ لیتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُمّت کی خاطر ان لوگوں کے ذریعے علم کی حفاظت فرماتا ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہوجائے۔''

حضرت سیِّدُ نا مامون رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو دنیا ویران و برباد ہوجاتی: (۱)......اگر شہوت نہ ہوتی تو نسلِ انسانی ختم ہوجاتی (۲)......اگر مال جمع کرنے کی محبت نہ ہوتی تو زندگی ختم ہوجاتی اور (۳)......اگر حکومت واقتدار کی محبت نہ ہوتی تو علم ختم ہوجاتا۔

علمائے آخرت کا فتویٰ دینے کا طریقہ

یہ سب اوصاف عُلَمائے دنیا وعُلَمائے لُغت کے ہیں جبکہ عُلَمائے آخرت واہلِ معرفت اور اہلِ یقین نہ صرف

---

① ......فیض القدیر للمناوی، حرف الهمزة تحت الحدیث: ۲۳۴۹، ج ۲، ص ۶۰۵

② ......سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، الحدیث: ۴۱۰۱، ص ۲۷۲۶ بتغیر قلیل

③ ......اتحاف السادة المتقين، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، بیان وظائف المرشد المعلم الوظیفة الثالثة، ج ۱، ص ۵۵۵

حکمرانوں سے دور بھاگتے ہیں بلکہ حکمرانوں کی پیروی کرنے والے اور ان کے حاشیہ بردار دنیا داروں (یعنی خدام و خوشامدی لوگوں) سے بھی دور رہتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ علمائے دنیا کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں، ان کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابنِ ابی لیلیٰ عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَعْلٰی فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں 120 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو پایا، ان میں سے جس سے بھی کوئی حدیث پوچھی جاتی یا کوئی فتویٰ طلب کیا جاتا تو اس کی یہی خواہش ہوتی کہ اس کا ساتھی ہی اس بات کا جواب دے۔[1] ایک مرتبہ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے 300 صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھا کہ ان میں سے جس سے بھی کوئی فتویٰ طلب کیا جاتا یا کوئی حدیثِ پاک پوچھی جاتی تو وہ اپنے دوسرے ساتھی کی جانب لوٹا دیتا اور وہ آگے کسی تیسرے ساتھی کی طرف بھیج دیتا۔

الغرض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی طریقہ رہا کہ وہ فتویٰ دینے سے دور رہے اور جب بھی کسی سے قرآنِ کریم یا یقین وایمان کے علوم کا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے ساتھی کی جانب بھیج دیتے اور خاموش بھی نہ رہتے۔

علمائے آخرت کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ۱۴، النحل: ۴۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں سے مُراد علمائے آخرت ہیں، انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے توحید اور عقلِ سلیم کی دولت ملتی ہے، انہیں کتابیں پڑھ کر علم حاصل ہوتا ہے نہ اہلِ زبان کے اَقوال سے۔ بلکہ انہیں تو یہ علم ان کے عمل اور معاملات کو خوبی سے سرانجام دینے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عام لوگوں سے جُدا ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ہر دم ربّ کی یاد میں کھوئے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر اعمالِ قُلوب بجالاتے ہیں، خَلوَت میں (یعنی تنہا) ہوں تب بھی ہر لمحہ اسی کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں اور اس کے سوا نہ تو کسی کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی

[1] ......سنن الدارمی، باب من هاب الفتیا وکره التنطع والتبدع، الحدیث: ۱۳۵، ج۱، ص۶۵

عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ پس جب یہ علمائے آخرت خَلوَت سے جَلوَت میں آئے یعنی لوگوں کے پاس آئے تو لوگ ان سے مسائل پوچھنے لگے، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں رُشد و دانائی اِلہام فرمائی اور سچ بات کہنے کی توفیق دی۔ نیز انہیں ان کے صاف وشفّاف قُلوب، پاکیزہ عُقول اور بلند ہمّتوں سے پیدا ہونے والے باطنی اعمال کی وجہ سے حکمت کی دولت بھی عطا کی اور اس کے علاوہ انہیں اپنی حسنِ توفیق سے نواز کر حقیقتِ علم عطا فرمانے کے لئے بھی ترجیح دی اور جب انہیں اپنی عبادت کے لئے ترجیح دی تو ساتھ ہی انہیں اپنے مخفی اَسرار سے بھی آگاہ کر دیا۔ جب ان علمائے آخرت نے خدمتِ دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور معاملات کو بحُسن وخوبی ادا کرتے ہوئے ہر شے سے الگ ہو کر بارگاہِ خداوندی کی طرف متوجہ ہوئے تو ان سے جو بھی سوال کیا جاتا وہ اپنے ربّ کے ساتھ مخصوص تعلق کی بنا پر ہر سوال کا جواب دیتے۔ اس طرح انہوں نے علمِ قدرت سے کلام کیا، حکمت کے اوصاف ظاہر کئے، عُلومِ ایمان کو بیان کیا اور قرآنِ کریم کے باطن کو مُنکَشِف کیا۔

یہی وہ نفع بخش علم ہے جو بندے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ایک خاص تعلق پر دلالت کرتا ہے اور یہی وہ علم ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے خاص بندے کو عطا فرماتا ہے اور جس کی برکت سے وہ سوالوں کے جواب دیتا ہے، اسے اسی علم کی بدولت ثواب دیا جائے گا اور یہی علم اس کے اعمال کے لئے ترازو اور میزان کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ پس بندے کو جس قَدر اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا عرفان حاصل ہوگا اسی قدر اس کے اعمال ترجیح پائیں گے اور اس کی نیکیاں بڑھیں گی اور وہ اسی علم کے مطابق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں قُرب کی مَنازِل طے کرے گا کیونکہ اس کے ہاں اس کا شمار اہلِ یقین میں ہوتا ہے۔

شیرِ خدا کی نظر میں علمائے آخرت

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام ہی اہلِ حق ہیں، ان کے اوصاف اور مخلوق پر ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے ارشاد فرمایا:

- ......دل یاد رکھتے ہیں اور سب سے بہتر دل وہ ہے جو سب سے زیادہ (خیر وبھلائی کی باتیں) یاد رکھتا ہے۔
- ......لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......عالم ربّانی (۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم اور (۳)...... بے ڈھنگے و بے عقل لوگ جو ہر آواز کی پیروی کرتے ہیں اور ہر آنے والی تیز ہوا کے جھونکے کے ساتھ ادھر

ادھر چل پڑتے ہیں۔ انہیں نورِ علم سے کچھ روشنی ملتی ہے نہ ہی کسی پختہ و مضبوط عہد کی پناہ حاصل کرتے ہیں۔

۞...... علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔

۞...... علم (خرچ کرنے یعنی) عمل کرنے سے زیادہ ہوتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

۞...... علم یا عالم کی محبت ایک ایسا راستہ ہے جسے اختیار کیا جاتا ہے۔

۞...... علم کے ذریعے ہی زندگی میں اطاعت حاصل ہوتی ہے، موت کے بعد تو صرف خوبصورت یادیں ہیں۔

۞...... علم حاکم ہے جبکہ مال محکوم، مال کی مَنْفَعَت اس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔

۞...... مال جمع کرنے والے مر گئے مگر علم رکھنے والے آج بھی زندہ ہیں اور جب تک زمانہ ہے باقی رہیں گے۔

اس کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے سانس لیا اور پھر (اپنے سینے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

۞...... یہاں کثیر علم ہے، کاش! کوئی اسے لینے والا ہوتا۔ البتہ! میں ایسا طالب علم پاتا ہوں جو قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ وہ دین پر عمل طلبِ دنیا کی خاطر کرتا ہے اور وہ (ایسا بدبخت ہے جو) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام پر اس کی نعمتوں کے باعث زبان درازی کرتا ہے اور عام لوگوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجّتوں کے ساتھ غالب آتا ہے۔ ۞...... یا وہ (طالب علم ایسا ہے جو) اہلِ حق کے سامنے تو سرِ تسلیم خم کئے رہتا ہے مگر شک کا بیج اس کے دل میں اسی وقت سے بویا ہوا ہے جب پہلی بار اسے ایسا شبہ لاحق ہوا تھا جس میں بصیرت کا نام و نشان نہ تھا۔ یہ دونوں طالب علم ایسے ہیں جن کا دین کے خیر خواہوں سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں، نہ تو اِس کا اور نہ ہی اُس کا ۞...... یا وہ طالب علم لذّتوں کا شیدائی ہے جو طلبِ شہوت میں دیوانہ ہو رہا ہے ۞...... یا وہ اموال جمع کرنے کے دھوکے میں مبتلا ہے حالانکہ اس کا اپنی خواہشِ نفسانی کی پیروی میں مال جمع کرنا اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے چرنے والے کسی جانور کے مشابہ ہے۔

۞...... جب حاملینِ علم اس جہانِ فانی سے کوچ کر جائیں گے تو اس طرح علم بھی ختم ہو جائے گا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی زمین ایسے افراد سے خالی نہ ہوگی جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجّت قائم کرنے والے ہیں، وہ ظاہر و باہر ہوں گے یا چھپے ہوں گے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حجتیں اور اس کے دلائل باطل نہ ہو جائیں۔

۞......ایسے لوگ کہاں ہیں؟ جو تعداد میں بہت ہی کم مگر قَدْر ومنزِلت میں عظیم ہیں ۞...... ان کے ظاہری وجود تو غائب ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود ہیں ۞...... اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کے سبب اپنی حُجَّتوں اور اپنے دلائل کی حفاظت فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے دوسرے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور اپنی مثل افراد کے قُلوب میں ان کا بیج بو دیتے ہیں ۞......علم نے ان کے سبب حقیقتِ امر تک رسائی حاصل کی تو انہوں نے روحِ یقین کو آگے بڑھ کر گلے سے لگا لیا ۞......انہوں نے اس بات کو آسان جانا جسے عیش پسندوں نے مشکل جانا اور انہیں اس بات سے اُنس محسوس ہوا جس سے غافلین کو وحشت محسوس ہوئی ۞...... انہوں نے دنیا کی ہم نشینی اختیار کی لیکن ایسے بدنوں کے ساتھ جن کی روحیں مقامِ اعلیٰ وارفع سے تعلق رکھتی ہیں ۞...... یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ساری مخلوق میں سے اس کے دوست ہیں، زمین میں اس کے احکام نافذ کرنے والے اور اس کے دین کی دعوت دینے والے ہیں۔''

یہ فرما کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اشکبار ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا: ''مجھے ایسے لوگوں کے دیدار کا بہت شوق ہے۔''[1]

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرْتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی اس طویل روایت میں علمائے آخرت کے اوصاف اور علمِ باطن وعلمِ قُلوب کی صِفات مذکور ہیں نہ کہ علمِ لُغت کی۔

علم الٰہی کے اوصاف

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے علمِ الٰہی کے اوصاف میں ایک روایت مَروی ہے کہ پیکرِ حُسن وجمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم حاصل کرو کیونکہ اس کا حاصل کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشْیَّت، اسے طلب کرنا عبادت، اس کا درس دینا تسبیح، اس میں بحث کرنا جہاد، بے علم کو علم سکھانا صدقہ اور اس کی اہلیت رکھنے والوں تک اسے پہنچانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرنا ہے۔ یہ تنہائی میں غمخوار، خَلوت کا ساتھی، خوشی وغمی پر دلیل، دوستوں کے ہاں زینت، اجنبی لوگوں کے ہاں قرابتدار اور راہِ جنّت کا مینار ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے باعث قوموں کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور انہیں نیکی وبھلائی کے کاموں میں ایسا راہنما اور ہادی بنا دیتا ہے کہ ان کی پیروی کی جاتی ہے، ہر خیر و

[1] ......تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم ۵۸۲۹ کمیل بن زیاد، ج ۵۰، ص ۲۵۵ بتغیر

بھلائی کے کام میں ان سے راہنمائی لی جاتی ہے، ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے، ان کے اعمال وافعال کی اقتدا کی جاتی ہے، ان کی رائے حرفِ آخر ہوتی ہے، فرشتے ان کی دوستی کو مرغوب جانتے ہیں اور انہیں اپنے پروں سے چھوتے ہیں، ہر خُشک وتَر شے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں، کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندے اور جانور، آسمان اور ستارے سب ان کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ علم اندھے دلوں کی زندگی، تاریک آنکھوں کا نور اور کمزور بدنوں کی قوّت ہے۔ بندہ اس کے سبب نیک لوگوں کے مَراتِب اور بلند درجات تک جا پہنچتا ہے۔ علم میں غور وفکر کرنا روزے رکھنے کے برابر اور اسے پڑھانا رات کے قیام کے مساوی ہے۔ علم کے ذریعے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وفرمانبرداری ہوتی ہے، اسی سے توحید اور وَرَع وتقویٰ ملتا ہے، اسی کے سبب صلہ رحمی کی جاتی ہے، علم امام ہے اور عمل اس کا تابع۔ علم نیک بَخْت لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے جبکہ بدبختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔" ①

پس اس حدیثِ پاک میں بھی علمائے آخرت اور علمِ باطن کے اوصاف مروی ہیں۔

اشراف خیانت نہیں کرتے

خُلَفائے اربعہ عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کے بعد سب سے افضل خلیفہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عُمر بن عبدُالعزیز عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللہِ الۡعَزِیۡز ہیں، آپ نے حضرت سیِّدُنا حسن رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کی جانب ایک خط لکھا کہ مجھے ایسے لوگوں کے بارے میں مشورہ دیجئے جن سے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام نافذ کرنے میں مدد حاصل کرسکوں تو انہوں نے جواب دیا: "دیندار لوگ تمہارے پاس آنا پسند نہ کریں گے اور دنیاداروں کا آنا تمہیں پسند نہ ہوگا، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اَشراف سے مدد حاصل کرو کیونکہ انہوں نے اپنی شرافت کو خیانت کی آلودگی سے بچا رکھا ہے۔" ②

حضرت سیِّدُنا بِشر رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرمایا کرتے تھے کہ لفظ ﴿حَدَّثَنَا﴾ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جب تم کسی شخص کو یہ کلمہ یعنی ﴿حَدَّثَنَا﴾ کہتے سنو تو جان لو کہ وہ کہہ رہا ہے میرے لئے کشادگی پیدا کرو۔ ③

---

[1] ......جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل العلم، الحدیث: ۲۴۰، ص۷۷ بتغیر

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۹۹

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص۵۸۷

ان سے پہلے حضرت سیّدُ نا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی علمائے ظاہر سے فرمایا کرتے تھے کہ علم ظاہر کا حُصول آخرت کا زادِ راہ نہیں ہے۔[1]

حصولِ علم کی شرائط

حضرت سیّدُ نا ابن وہب رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُ نا امام مالک رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس حُصولِ علم کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''یقیناً علم حاصل کرنا اچھی چیز ہے اور اس کا پھیلانا بھی بہت خوب ہے لیکن اس میں نیّت کا صحیح ہونا شرط ہے اور یہ بھی پیشِ نظر رکھو کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک جو فرائض تم پر لازم ہیں ان پر ہرگز کسی شے کو ترجیح نہ دو۔[2]

حضرت سیّدُ نا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص (شاذ اور منکر) حدیث کا علم حاصل کرے یا شادی کی خواہش رکھے یا طلبِ مَعاش کی خاطر سفر کرے تو یقیناً وہ دنیا کی طرف مائل ہو چکا ہے۔[3]

علم معرفت وعلم ایمان کی فضیلت

ایمان وتوحید اور مَعْرِفَت ویقین کا علم ہر نیک، صاحبِ یقین مومن کو حاصل ہوتا ہے اور یہ علم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بندے کے لئے ایک خاص مقام ومرتبہ کی حیثیت رکھتا ہے، بارگاہِ خداوندی میں اس کی ایک حالت ہے، جنّت کے درجات میں اس کا ایک مُقرّر حصّہ ہے، اسی کے سبب بندہ اس کے مُقرَّبین میں شمار ہوتا ہے۔

معرفت وایمان بندے کے دو ایسے ساتھی ہیں جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے کیونکہ **معرفتِ الٰہی کا علم**، ایمان کا ترازو ہے جس سے کمی بیشی معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ **علم**، ایمان کا ظاہر ہے جو اسے کھولتا اور ظاہر کرتا ہے جبکہ **ایمان**، علم کا باطن ہے جو اسے حرکت میں رکھتا ہے اور اس کو خوب گرماتا ہے۔ الغرض ایمان، علم کی طاقت اور آنکھ ہے جبکہ **علم**، ایمان کی قوت اور زبان ہے، **ایمان** کا قوی و کمزور اور کم یا زیادہ ہونا **علمِ معرفت** میں کمی وزیادتی اور

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، الباب الثانی فی العلم المحمود......الخ، بیان العلم الذی ھو فرض کفایۃ، ج ۱، ص ۲۵۱

[2] ......الفقیہ والمتفقہ للبغدادی، باب وجوب التفقہ فی الدین، الحدیث: ۱۶۵، ج ۱، ص ۱۷۳

[3] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۵۹۲

قوت وضعف کی وجہ سے ہے۔

حضرت سیِّدُ نالقمان حکیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحِیم نے اپنے بیٹے کو وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے لختِ جگر! جس طرح کھیت پانی اور مٹّی کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایمان، علم وعمل کے بغیر درست نہیں رہ سکتا۔

ایمان سے یقین، یقین سے معرفت اور معرفت سے مشاہدہ کے حُصول کی مثال ایسے ہی ہے جیسے گندم سے ستو، سَتّو سے آٹا اور آٹے سے نشاستہ حاصل ہوتا ہے اور گندم ان سب اشیاء کی جامع ہے۔ پس ایمان اصل ہے اور مشاہدہ اس کی سب سے بہتر فرع ہے جیسا کہ گندم اصل ہے اور نَشاشتہ اس کی سب سے بہتر واعلیٰ صورت ہے۔ پس یہ سارے مقامات انوارِ ایمان میں موجود ہیں جن کی مُعاوَنَت علمِ یقین کرتا ہے۔

معرفت ومشاہدہ کے مقام

حُصولِ معرفت کے دوذرائع ہیں: (۱)......سن کر اور (۲)......دیکھ کر۔ سن کر معرفت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے متعلق سن کر اس کا عرفان حاصل کیا۔ اسے ایمان کی تصدیق بھی کہتے ہیں جبکہ دیکھ کر معرفت مُشاہدہ میں حاصل ہوتی ہے، جو مقامِ عینُ الیقین ہے۔

مُشاہدہ بھی دوقسم کا ہوتا ہے: (۱)...... استدلال کا مشاہدہ (۲)...... بذریعہ اِسْتِدلال دلیل کا مشاہدہ۔ چنانچہ استدلال کا مشاہدہ معرفت سے قبل ہوتا ہے اور یہی معرفتِ خبر بھی ہے جس کا تعلق سن کر حاصل ہونے والی معرفت سے ہے اور اس کی زبان قول ہے جبکہ اس مشاہدے کو پانے والا علمِ یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍۭ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً (پ۱۹، النمل: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: (اور میں) شہرِ سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت دیکھی۔

معلوم ہوا کہ حضرت سیِّدُ ناسلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کو ملکہ بِلْقِیس کے متعلق یقینی علم اسے دیکھنے سے قبل ہُدہُد سے سنکر ہوا تھا۔

بعض اوقات علم کا سبب تعلیم بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین سیکھو۔''[1] یعنی اہلِ یقین کے ساتھ بیٹھا کرو اور ان سے یقین کی باتیں سنا کرو کیونکہ وہ اس کے جاننے

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

والے ہیں۔ دلیل کا مشاہدہ آنکھوں سے معرفت حاصل کرنے کے بعد ہوتا ہے، یعنی اس سے مراد وہ یقین ہے جس کی زبان وِجدان ہے اور جو وِجدان رکھتا ہے مقامِ قُرب وبُعد سے آشنا ہوتا ہے اور یہی وِجدان ہی عِلْمِ عین الیقین ہے اور یہ ایک ایسی دولت ہے جس کے انوار کی برکتیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی قدرتِ کاملہ سے بندے کو عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ،

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پس میں نے اس کی ٹھنڈک پائی تو سب کچھ جان گیا۔''[1]

اس علم کے جاننے والے عُلمائے آخرت اور صاحبِ ملکوت وصاحبِ قُلوب ہیں اور یہی قُرب پانے والے یعنی اصحابِ یمین بھی ہیں۔ علمِ ظاہر کا تعلق عالَمِ ظاہر سے ہوتا ہے یعنی یہ زبان کے اعمال میں سے ہے اور اس کے جاننے والے دنیا سے پہچانے جاتے ہیں۔ البتہ! ان میں سے نیک لوگ بھی اصحابِ یمین میں شمار ہوتے ہیں۔

یقین میں کمزوری اور اعمال کی بربادی

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''مجھے ان دو بندوں کے متعلق آگاہ فرمائیے جن میں سے ایک عبادت میں خوب کوشش کرتا ہے، اس کا عمل کثیر اور گناہ بہت ہی کم ہیں مگر وہ ضُعفِ یقین کا شکار ہے کہ ہر دم اسے اپنے اُمور میں شک لاحق رہتا ہے۔'' تو حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً اس کا شک اس کے تمام اعمال برباد کر دے گا۔'' عرض کی: ''مجھے اس شخص کے متعلق بھی بتائیے جس کا عمل تو قلیل ہو مگر یقین قوی ومضبوط ہو حالانکہ وہ گناہوں کی کثرت کا بھی شکار ہو۔'' حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش رہے، وہ شخص کہنے لگا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اگر پہلے شخص کا شک اُس کے نیک اعمال برباد کر دے گا تو اِس شخص کا یقین اِس کے سارے گناہ ختم کر دے گا۔'' راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''میں نے اس سے بڑھ کر دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا نہیں دیکھا۔''[2]

ایک حدیثِ پاک میں بھی اسی قسم کا مفہوم مروی ہے۔ چنانچہ عرض کی گئی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

[1] ……جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، الحدیث: ۳۲۳۴، ص ۱۹۸۲ ملتقطاً

[2] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم……الخ، ج ۱، ص ۶۷۴

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ! ایک شخص کا یقین بڑا اچھا ہے مگر وہ گناہوں کی کثرت میں مبتلا ہے جبکہ دوسرا عبادت میں تو خوب کوشش کرنے والا ہے لیکن یقین کا کمزور ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی شخص گناہوں سے پاک نہیں، سوائے اس شخص کے جو عقل منداور صاحبِ یقین ہو، ایسے شخص کو گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ توبہ واِستغفار کرلیتا ہے اور نادم ہوتا ہے جس کے سبب اس کے گناہ مٹا کر فضل باقی رکھا جاتا ہے اور آخر کار وہ جنّت میں داخل ہوجاتا ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِمدینہ، قرارِقلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سب سے کم جس شے سے تمہیں نوازا گیا ہے وہ یقین اور صبر ہے اور جسے ان دونوں میں سے کچھ حصّہ مل گیا تو اسے یہ پروانہیں کرنی چاہئے کہ رات کے وقت عبادت کرسکا نہ دن کے وقت روزے رکھ سکا۔''[2]

یقین کے بغیر علم کا حصول

حضرت سیِّدُنا لقمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے اپنے بیٹے کو وصیّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! یقین کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ بندہ اپنے یقین کے مطابق عمل کرتا ہے کیونکہ کوئی عمل کرنے والا کوتاہی نہیں کرتا جب تک کہ اس کے یقین میں کوتاہی نہ ہو۔ بعض اوقات یقین والے شخص کا کمزور عمل اس بندے سے افضل ہوتا ہے جس کا عمل تو قوی ہو لیکن یقین کمزور ہو کیونکہ جس کا یقین کمزور ہوجائے اس پر گناہ غالب آجاتے ہیں۔''[3]

نورِ توحید اور نارِ شرک

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے کہ بیشک توحید کا ایک نور ہے اور شرک کی بھی ایک آگ ہے، توحید کا نور مشرکین کی نیکیوں کو جلانے والی شرک کی آگ سے زیادہ مُوَحِّدین کے گناہوں کو جلانے والا ہے۔''[4]

---

[1] ......نوادر الاصول للحکیم الترمذی، الاصل الثامن والمائتان، الحدیث: ۱۰۵۰، ص ۷۷۰ مفھوماً

[2] ......التفسیر الکبیر، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۵۵، ج ۲، ص ۱۳۱ اقل بدلہ افضل

[3] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۳۰، ج ۱، ص ۲۴ مختصراً

[4] ......تفسیر روح البیان، پ ۱۸، المومنون، تحت الآیۃ ۹۲، ج ۶، ص ۱۰۳

مقاماتِ یقین

یقین کے تین۳ مقام ہیں:

﴿1﴾......**یقین معائنہ:** یہ اپنی خبر سے مختلف نہیں ہوتا، اسے جاننے والے کو خبیر کہتے ہیں اور یہ صدیقین اور شُہَدا کا مقام ہے۔

﴿2﴾......**مقامِ تصدیق وتسلیم:** یہ بھی خبر میں ہوتا ہے اور اس کے جاننے والے کو مخبر اور مسلم کہتے ہیں، یہ عام مومنین کا یقین ہے، یہ نیک لوگ ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ نیک اور کچھ اس سے کم درجہ کے ہیں۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور **اللہ** کی رضا پر راضی ہونا۔ (پ۲۱، الاحزاب: ۲۲)

بعض اوقات ان لوگوں کا یقین اسباب اور معتاد اشیاء کی کمی کے باعث کمزور اور ان اشیاء کے پائے جانے اور عادت کے جاری ہونے کی وجہ سے قوی ہوجاتا ہے۔ واسطوں کی جانب دیکھنے کے سبب ان پر حجاب ڈالا جاتا ہے اور انہی کے سبب دور بھی کیا جاتا ہے، اپنے درجات کی زیادتی اور اُنس کا تعلق مخلوق سے جوڑ لیتے ہیں اور مخلوق کے نہ پائے جانے کے سبب درجات کی کمی اور وحشت کا شِکار ہوجاتے ہیں، انہی لوگوں سے اختلاف کا بیج اپنا سر نکالتا ہے اور یہ لوگ مُتَلَوِّن مزاج بن جاتے ہیں یعنی اشیاء کے تغیر اور رنگ بدلنے سے ان کے مزاج میں بھی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے۔

﴿3﴾......**مقامِ ظن:** یہ مقام علمی دلائل، خبر اور عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اقوال سے قوی ہوتا ہے، جو لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایمان کی زیادتی پاتے ہیں وہ وہی حصّہ پاتے ہیں جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ ظن دلائل کے فُقدان اور علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اقوال نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہوجاتا ہے اور اسے یقینِ اِستِدلال بھی کہتے ہیں، اس کے عُلوم عقلی ہیں۔ یہ یقین اہلِ نظر و قیاس، عقلی عُلوم رکھنے والے اور اہلِ رائے اشخاص میں سے عام مسلمانوں کا اور پھر ان میں سے مُتَکَلِّمین کا ہے۔

ہر وہ بندہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر یقین ہے وہ علمِ توحید اور علمِ معرفت رکھتا ہے۔ البتہ! اس کا **علم** اور اس کی

معرفت اس کے یقین کے اعتبار سے اسے حاصل ہوتی ہے اور اس کا یقین اس کے ایمان وقوت کی صفائی پر مُنحَصِر ہوتا ہے اور اس کا ایمان اس کے معاملے اور رعایت کا تقاضا کرتا ہے۔ پس سب سے اعلیٰ علم، علمِ مشاہدہ ہے جو عینِ یقین سے پیدا ہوتا ہے، یہ مُقَرَّبین کے ساتھ خاص ہے، انہیں مقاماتِ قُرب پر فائز کرتا ہے، ان کی مجلسوں میں ان سے ہم کلام ہوتا ہے، ان کے اُنس کی جائے پناہ ہے اور ان کی میٹھی میٹھی باتوں کی لَطافَت کا مَظْہر ہے۔ سب سے کم تر علم عدمِ انکار اور شک نہ ہونے کے سبب علمِ تسلیم ورضا ہے۔ یہ عام مومنین کے ساتھ خاص ہے، نیز یہ علمِ ایمان اور تصدیق کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اصحابِ یمین کے لئے بھی ہے۔ ان دونوں کے درمیان لطیف مقامات ہیں جو مقربین کے اعلیٰ درجات سے لے کر اَوسَط مقامات تک اور اصحابِ یمین کے اَدنیٰ درجات سے لے کر اصحابِ عِلِّیِّین کے اوسط افراد کے اعلیٰ درجات تک ہیں۔

خاموشی کی فضیلت اور علوم میں اہلِ ورع وتقویٰ کا طریقہ

علم کی قسمیں

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "علم کی تین(3) قسمیں ہیں: کتابِ ناطق، سنّتِ قائمہ اور ﴿لَا اَدْرِی﴾ (یعنی میں نہیں جانتا) کہنا۔"[1]

امام شَعْبِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ﴿لَا اَدْرِی﴾ کہنا نصف علم ہے۔ یعنی ایسا کہنا تقویٰ میں سے ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے: "علم درحقیقت ثِقَہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے حاصل ہونے والی رخصت کا نام ہے اور باقی رہا سختی کا معاملہ تو اسے ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے۔"[3] یعنی امور میں تَوَقُّف کرنا اور ان سے بچنا عام مومنین کی سیرت ہے، اگرچہ وہ علما نہ بھی ہوں۔

---

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۰۰۱، ج ۱، ص ۲۸۴ سنة قائمة بدله سنة ماضية

[2] ......سنن الدارمی، المقدمة، باب فی الذی یفتی الناس...... الخ، الحدیث: ۱۸۰، ج ۱، ص ۷۴

[3] ......التمهيد لابن عبدالبر، باب الميم، محمد بن شهاب الزهری، تحت الحدیث: ۱۸۲، ج ۳، ص ۵۴۲

ورع ویقین سے مراد

وَرَع کا مطلب یہ ہے کہ شُبہات کی جانب پیش قدمی کرنے سے ڈرنا اور مشکل اُمور کے وقت سُکون یا سُکوت کے ذریعے تَوَقُّف کرنا اور یقین سے مراد یہ ہے کہ اشیاء کی جانب بصیرت وقدرت سے پیش قدمی کرنا اور علم وخبر کی بنا پر معاملہ کا قطعی ہونا۔ یہ اوصاف ان علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے ہیں جن کے علم کو ثقہ جانا جاتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ایسا کام بخوبی سرانجام نہیں دے سکتے۔ چنانچہ،

امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے اپنے صاحبزادے حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو جنگِ جَمَل کے دن آگے بڑھنے کے لئے کہتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”آگے بڑھو آگے بڑھو۔“ مگر وہ پیچھے ہٹتے جاتے اور آپ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه اپنے نیزے سے انہیں وہیں ٹھہرے رہنے کا کہتے۔ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن حنفیہ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے عرض کی: ”اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ جنگ تو ایک تاریک اور اندھا فتنہ ہے۔“ تو امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے نیزہ چبھوتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”آگے بڑھ، تیری ماں نہ رہے! کیا وہ جنگ فتنہ ہوسکتی ہے جس کا سپہ سالار اور راہنما تیرا باپ ہو؟“[1]

لاعلمی کا اظہار نصف علم ہے

بندہ جب کہتا ہے ﴿میں نہیں جانتا﴾، تو یقیناً اس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنے حال پر قائم رہا، پس اس کے لئے اس شخص کے برابر ثواب ہے جو علم جانتا ہو اور اپنے حال پر قائم رہتے ہوئے اور علم پر عمل کرتے ہوئے اسے ظاہر کرے۔ لہٰذا یہی وجہ ہے کہ بندے کا قول ﴿میں نہیں جانتا﴾ نصف علم ہے اور اس لئے بھی کہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی خاطر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے کسی بندے کا خاموش ہوجانا اس شخص کے بولنے کی طرح حسین ہے جو احسان کی بنا پر اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی رضا کی خاطر کوئی علمی بات کرے۔ حضرت سیِّدُنا علی بن حسین اور حضرت سیِّدُنا محمد بن عَجلان رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ جب عالم ﴿میں نہیں جانتا﴾ کہنے میں غلطی کرتا ہے تو بھی اس کا قول صحیح ہوتا ہے۔“[2] اور ایسا ہی ایک قول امام مالک اور امام شافعی رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی سے بھی مروی ہے۔

---

[1] ……غرر الخصائص الواضحة، الباب الحادی عشر فی الشجاعة، الفصل الثانی، ص ۱۸۱

[2] ……جامع بیان العلم وفضله، باب مایلزم العالم……الخ، تحت الحدیث: ۸۹۷، ص ۳۱۵

علم اور جہالت کے دَرَجات میں تفاوت

جس طرح عقل و دیوانگی میں لوگوں کے درمیان تفاوُت پایا جاتا ہے اسی طرح علم و جہالت میں بھی لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور جس طرح عقل مند و دانشور افراد اور علمائے کرام میں طَبقات کی درجہ بندی ہے اسی طرح مجنون و دیوانے افراد اور جاہلوں کے بھی مختلف طَبقات ہیں۔ جاہلوں میں سے خواص جو عام عُلَما کے مشابہ دکھائی دیتے ہیں، وہ عام لوگوں کو شبہ میں مبتلا کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اِنہیں بھی علما ہی گمان کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ ایسے لوگوں کی حقیقت **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم رکھنے والے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام پر واضح ہوتی ہے۔ اسی طرح عارفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِيْن بھی عام علما کے نزدیک مشتبہ نظر آتے ہیں مگر ان کی حقیقت اہلِ یقین پر ظاہر ہوتی ہے۔

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں: (۱)......حکمرانوں کا علم اور (۲)......اہلِ تقویٰ کا علم۔ حکمرانوں کا علم، علمِ قضایا ہے اور مُتَّقِین کا علم، علمِ یقین و معرفت ہے۔

علم و ایمان ایک ہی شے ہیں

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے علم کے اوصاف اور علمِ ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اللّٰہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

پس ایمان والوں کو علما قرار دیا جو اس بات پر دلیل ہے کہ علم اور ایمان ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہیں۔

اس قسم کی مثالیں قرآنِ کریم میں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ مومنین کے اوصاف کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (پ۶، النسآء: ۱۶۲)

ترجمۂ کنز الایمان: ہاں جو اُن میں علم میں پکے اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اُس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اترا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے۔

معلوم ہوا کہ مومنین ہی علم میں پُختہ، نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اوصاف

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ہیں اور ایسا ہی مفہوم ایک دوسری جگہ بھی مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (پ۳، اٰل عمران:۷) ترجمۂ کنز الایمان: اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔

یہاں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے ایمان سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مومنین کے علم سے مُتَّصِف ہونے کا ذکر گزشتہ آیتِ مبارکہ میں فرمایا۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ (پ۲۱، الروم:۵۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا۔

حضرت سیِّدُنا انس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْه سے مروی ہے کہ شہنشاہِ بنی آدم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''میری اُمّت کے پانچ طبقات ہیں، ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے صحابہ کا طبقہ اہلِ علم اور اہلِ ایمان کا طبقہ ہے، جبکہ ان کے بعد 80 سال تک کے لوگ نیکوکار اور مُتَّقِین ہوں گے اور جو ان کے بعد 120 سال تک کے لوگ ہیں وہ آپس میں ہمدردی اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے۔'' [1]

پس آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علم اور ایمان کو اکٹھا ذکر فرمایا اور ان دونوں کو بقیہ تمام طبقات پر مقدم ٹھہرایا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی قرآنِ کریم میں ایمان کا تذکرہ قرآنِ کریم جو کہ ایک علم ہے کے ساتھ ملا کر کیا ہے، جیسا کہ ایک جگہ قرآنِ کریم کا تذکرہ ایمان کے مُتَّصِل بعد کیا اور ارشاد فرمایا:

كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (پ۲۸، المجادلة:۲۲) ترجمۂ کنز الایمان: جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

منقول ہے کہ یہاں روح سے مراد قرآنِ کریم ہے اور ایسی مثالیں قرآنِ کریم میں بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ،

ایک مقام پر ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا (پ۲۵، الشوری:۵۲) ترجمۂ کنز الایمان: اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا۔

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب الآيات، الحديث: ۴۰۵۸، ص ۲۷۲۱

ایک روایت میں ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''جوایمان والے ہیں وہی قرآن والے ہیں اور جوقرآن والے ہیں وہی اللّٰہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔''[1]

خودکوعالم کہناجہالت ہے

مَروی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کے ساتھ جب حضرت سیِّدُنا سُفیان بن حسین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لائے جن کا شماراس وقت کے جیّدعلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام میں ہوتا تھا، تو خلیفہ مہدی نے ان سے سوال کیا: ''کیا آپ عالم ہیں؟'' آپ چپ رہے، اس نے دوبارہ سوال کیا پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ عرض کی گئی: ''کیا آپ امیرالمومنین کو جواب نہ دیں گے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''انہوں نے مجھ سے ایک ایسا سوال دریافت کیا ہے جس کا جواب میرے پاس نہیں، کیونکہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں عالم نہیں ہوں حالانکہ میں نے کتابُ اللّٰہ پڑھ رکھی ہے تو اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں گا اور اگر یہ کہتا ہوں کہ میں عالم ہوں تو اس طرح جاہل شمار ہوں گا۔''[2]

علم اور خشیت

حضرت سیِّدُنا رَبیع بن اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ آیتِ مبارکہ ﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ (پ۲۲، فاطر:۲۸)[3] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشیَّت نہ ہو وہ عالم نہیں ہوسکتا۔[4]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا مانگتے ہوئے عرض کی: ''اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو نے علم کو اپنی خَشیَّت اور حکمت کو اپنی ذات پر ایمان لانا قرار دیا ہے، اب جس کے دل میں تیری خشیت نہ ہو اس کے پاس کوئی علم نہیں اور جو تجھ پر ایمان نہ لائے اس کے پاس کوئی حکمت نہیں۔''[5]

---

[1] ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، الحدیث: ۲۱۵، ص ۲۴۹۰ بدون ''اھل الایمان''

[2] ......تاریخ بغداد، الرقم ۴۷۶۲ سفیان بن حسین، ج ۹، ص ۱۵۱ بتغیر

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اللّٰہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

[4] ......تفسیر القرطبی، پ ۲۲، فاطر، تحت الایۃ ۲۸، الجزء الرابع عشر، ج ۷، ص ۲۵۰

[5] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الدعاء، باب دعاء داود النبی علیہ السلام، الحدیث: ۴، ج ۷، ص ۶۰ بتغیر

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن رَواحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بھی علم کو ایمان کا نام دیا ہے۔آپ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس بیٹھو تاکہ ہم کچھ دیر ایمان کی باتیں کریں۔[1]

علم کے ذرائع

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کی خاطر کان،آنکھیں اور دل بنائے اور یہ سب علم کے راستے ہیں جن کے ذریعے علم حاصل کیا جاتا ہے،یہ علم کے لئے اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ نعمت ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق پر فرمائی ہے۔چنانچہ، ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَۃَ ۙ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ (پ۱۴،النحل:۷۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا کہ کچھ نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھ اور دل دیئے کہ تم احسان مانو۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے سے علم کی نفی فرمائی جب وہ مذکورہ نعمتوں سے محروم تھا اور اس کے بعد جب اسے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا گیا تو اس کے لئے علم کا ثابت ہونا ذکر فرمایا۔چنانچہ دوسرے مقام پر اس بندے کے اَوصاف بیان کئے جو اہلِ ایمان میں سے نہیں، نیز اس کے لئے ان نعمتوں کے ذریعے علم حاصل ہونے کی نفی بھی فرمائی۔چنانچہ ارشاد فرمایا:

جَعَلْنَا لَھُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَۃً ۫ۖ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْھُمْ سَمْعُھُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُھُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُھُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ (پ۲۶،الاحقاف:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے تو ان کے کان اور آنکھیں اور دل کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

پس جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات پر ایمان لائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے اس کی سماعت، بصارت اور دل کو نفع بخش بنا دیتا ہے جو بعد میں بندے کے لئے علم کے ذرائع بن جاتے ہیں۔چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے

---

[1] ...... المصنف لابن ابی شیبة، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۷، ج۷، ص۲۲۷ بتغیر

اَلسَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل: ۳۶) علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔

اگر علم کان، آنکھ اور دل کے واسطے سے حاصل نہ ہوتا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو اس شے سے منع نہ فرماتا جس سے یہ لاعلم ہیں، پس یہ اعضاء جس بات کو نہیں جانتے اس سے ممانعت کے سبب معلوم ہوا کہ وقوعِ علم ان ہی سے ہوتا ہے کیونکہ ہر مومن صاحبِ سماعت و بصارت اور صاحبِ دل ہوتا ہے یعنی وہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم سے عالم ہے۔

اس امت کی تین خصوصیات

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے تین۳ اشیاء کے باعث اس اُمَّت کو بقیہ تمام امتوں پر فضیلت دی اور انہیں خُصوصیت عطا فرمائی ہے:

﴿۱﴾......اس امت میں سلسلۂ اسناد باقی ہے، یعنی بعد میں آنے والے پہلوں سے روایات و اقوال نقل کرتے ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ علمائے سَلَف کے واسطہ سے رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تک جا ملتا ہے جبکہ دوسری امتیں صحیفے لکھا کرتی تھیں اور جب بھی کوئی صحیفہ بوسیدہ ہوتا تو اس کی جگہ نیا وجود میں آ جاتا، اس طرح ان کے ہاں علم کے اثرات باقی رہتے۔

﴿۲﴾......اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس اُمَّت کو اپنی کتاب زبانی یاد کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی جبکہ دوسری امتیں دیکھ کر اِلہامی کتابیں پڑھا کرتی تھیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نازل کردہ کتابوں میں سے قرآنِ کریم کے علاوہ آج تک کسی کو بھی حِفْظ نہیں کیا گیا۔ البتہ! جب بُخت نصر نے بیتُ الْمقدس میں آگ لگائی تو اس کے ساتھ ہی تورات بھی جلا ڈالی، اس کے بعد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا عزیر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں پوری کتاب اِلہام فرما دی، یہی وجہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے انہیں پوری تورات زبانی یاد ہونے کی وجہ سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

﴿۳﴾......اس اُمت کے ہر مومن سے علمِ ایمان کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے اور اس کی بات نہ صرف سنی جاتی ہے بلکہ اس کی رائے اور علم کو مانا بھی جاتا ہے جبکہ ماضی کی امتوں کا معاملہ یہ نہ تھا، کیونکہ وہ علمی بات صرف احبار، قِسِّیسِین اور رُہبان کے علاوہ کسی سے نہیں سنتے تھے۔

بنی اسرائیل کے مقابلے میں اس امت کی ایک چوتھی فضیلت اور خُصوصیت بھی ذکر کی جاتی ہے، یعنی اس اُمّت کے لوگوں کے دلوں میں ایمان اس قدر پختہ ہوگا کہ شک کا شائبہ تک پیدا نہ ہوگا اور دلوں کے گناہوں میں مشغول ہونے کے باوجود ان میں شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ جبکہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی امت کے دل شک اور شرک میں مبتلا تھے جس طرح کہ ان کے ظاہری اعضاء گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پس یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی تھی: ﴿ اِجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ (پ۹، الاعراف:۱۳۸) ﴾[1] حالانکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ یعنی سَمُندر کا پھٹنا، ان کا اس میں پیدا ہونے والے راستوں پر چلنا اور یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انہیں غرق ہونے سے بچالیا اور فرعون کو ہلاک کر دیا۔ چنانچہ،

کسی آسمانی کتاب میں مَروی ہے کہ ''اے بنی اسرائیل! یہ مت کہو کہ علم آسمان میں ہے، کون اسے وہاں سے اتارے گا؟ اور نہ ہی یہ کہو کہ علم زمین کی تہ میں ہے، کون وہاں سے نکال کر لائے گا؟ اور نہ یہ کہو کہ علم سَمُندر کے اُس پار ہے، کون سمندر عبور کر کے اسے لائے گا؟ بلکہ علم تو تمہارے دلوں میں ہے۔ میرے سامنے روحانی لوگوں کی طرح مؤدب بن جاؤ اور میری خاطر خود کو صِدّیقین کے اَخلاق سے مزین کرلو، میں علم تمہارے دلوں میں ظاہر فرما دوں گا یہاں تک کہ وہ تمہیں ڈھانپ لے گا اور تم پر چھا جائے گا۔''[2]

علم و عمل

اِنْجیل میں ہے کہ ''جو بات ابھی تک معلوم نہیں اسے مت جانو یہاں تک کہ جو جانتے ہو اس پر عمل کرنے لگو۔''[3]

مَروی ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔''[4] اور ایک روایت میں ہے کہ ''جس نے اپنے علم کے

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں ایک خدا بنادے جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں۔

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۰۲

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۶۴

[3] ......الآداب الشرعیۃ لابی عبداللہ شمس الدین، فصل فی قیام اهل الحدیث اللیل وخشوعهم، ج ۲، ص ۲۶۳

[4] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۴۵۵ احمد بن ابی الحواری، الحدیث: ۱۴۳۲۰، ج ۱۰، ص ۱۳، ۱۲

دسویں حصے پر عمل کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس شے کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ جاہل ہوتا ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''آج تم جس زمانے میں ہو اس میں اگر کوئی اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرنا چھوڑ دے تو ہلاک ہو جائے اور تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں اگر کوئی اپنے علم کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا تو نجات پا جائے گا۔''[2] اس کا سبب عاملین کا کم ہو جانا اور باطل پسندوں کا زیادہ ہو جانا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق قرآنِ کریم میں اجمالاً اور مختصراً مذکور ہے:

﴿۱﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

﴿۲﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا (پ۲، البقرہ: ۱۹۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو۔

﴿۳﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ (پ۷، المآئدۃ: ۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

علم پر عمل کرنے والوں کے چار مقام

- ......جو اپنے علم پر عمل کرے یا اس کے مطابق گفتگو کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کی حقیقت پالے تو اس کے لئے ۲ دو اجر ہیں: ایک اجر توفیق کا اور دوسرا عمل کا۔ یہ مقامِ عارفین ہے۔
- ......لیکن جو شخص جاہلانہ گفتگو کرے یا جہالت پر عمل کرے اور حقیقت کے اِدراک میں غلطی کرے تو اس پر ۲ دو بوجھ ہیں، یہ مقامِ جُہّال ہے۔
- ......اور وہ شخص جس کا قول یا فعل اس کے علم کے مطابق ہو اور اس کے باوجود وہ حقیقت پانے میں غلطی کر جائے تو اس کے لئے علم کی وجہ سے ایک اجر ہے، یہ علمائے ظاہر کا مقام ہے۔
- ......لیکن جس شخص کا قول یا عمل تو جہالت پر مبنی ہو مگر وہ حقیقت پالے تو اس پر ترکِ علم کی وجہ سے ایک بوجھ ہوگا، یہ جاہل عابدوں کا مقام ہے۔

---

[1] ......الجامع لاخلاق الراوی للخطیب البغدادی، باب النیۃ فی طلب الحدیث، الحدیث: ۳۴، ج۱، ص۹۰ ورثہ بدلہ علمہ

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص۱۸۸۰ مفھوماً عن ابی ھریرۃ

حاکم کی تین اقسام

عالم ایک حاکم کی طرح ہوتا ہے۔ چنانچہ حُضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حکام (لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والوں) کی تین اَقسام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......ایک وہ ہے جو حق بات کا فیصلہ اُسے پہچان کر کرتا ہے، یہ جنتی ہے اور (۲)......ایک وہ ہے جو جان بوجھ کر ظلم کا فیصلہ کرتا ہے یا (۳)......وہ اپنی لاعلمی میں ظلم کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہ دونوں جہنّمی ہیں۔''[1]

ایمان کا لباس

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِکَ خَیۡرٌ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ لَعَلَّہُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (پ۸، الاعراف:۲۶) ﴾[2] کی تفسیر میں مَروی ہے کہ یہاں لباس سے علم، ریش سے یقین اور لباسِ تقویٰ سے حیا مراد ہے۔

حضرت سیِّدُنا وَہب بِن مُنَبِّہ یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے مروی ہے کہ ''ایمان بے لباس ہے، اس کا لباس تقویٰ ہے، جبکہ اس کی زینت حیا اور اس کا پھل علم ہے۔''[3]

سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا احمق

حضرت سیِّدُنا سعد بن ابراہیم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْعَظِیْم سے کسی شخص نے سوال کیا: ''اہلِ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟'' تو آپ نے جواب دیا کہ جو ان میں سب سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے۔[4]

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے کوئی شخص یہ پوچھے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو میں اسے بتاؤں گا کہ جو

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطئ، الحدیث: ۳۵۷۳، ص ۱۴۸۸ مفهوماً

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللّٰہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

[3] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم، فضیلة العلم، ج ۱، ص ۲۰

اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم، فضیلة العلم، ج ۱، ص ۱۰۹

[4] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۲۳۳ سعد بن ابراهیم، الحدیث: ۳۶۸۹، ج ۳، ص ۱۹۸ بدون ''لله''

سب سے بڑا مُتّقی ہے وہی سب سے بڑا عالم ہے اور اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس شہر میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو میں کہوں گا کیا تم لوگ اپنے سب سے بڑے ناصح کو جانتے ہو؟ جب وہ کہیں گے کہ ہاں جانتے ہیں تو میں کہوں گا کہ وہی سب سے بہتر ہے۔ ایک قول میں ہے کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اَحمق کون ہے؟ تو میں قاضی کا ہاتھ پکڑ کر کہوں گا کہ یہ سب سے بڑا اَحمق ہے۔[1]

تقویٰ ہی درست قول کا ذریعہ ہے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا (پ۷، المآئدۃ:۱۰۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللّٰہ سے ڈرو اور حکم سنو۔

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاۙ(۷۰) (پ۲۲، الاحزاب:۷۰) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللّٰہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔

پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے دُرست قول، صحیح علم اور سماعت کا ذریعہ تقویٰ کو قرار دیا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ تاکید ہمیں اور ہم سے پہلے والی اُمّتوں کو بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ اس کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (پ۵، النسآء:۱۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرمادی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللّٰہ سے ڈرتے رہو۔

---

[1] ......مَنْصَبِ قضا کا حق ادا کرتے ہوئے فریقین میں فیصلہ کرنا بڑا ہی جان جوکھوں کا کام ہے اور بہت سے سَلَف صالحین نے اس حسّاس مَنْصَب سے بچنے میں ہی عافیت جانی۔ مذکورہ قول بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ''جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا گویا بغیر چُھری کے ذبح کر دیا گیا۔'' (سنن ابی داود، کتاب الاقضية، باب في طلب القضاء، الحديث: ۳۵۷۲، ج۳، ص۴۱۷) مفسر شہیر، حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحمَةُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چھری سے ذبح کر دینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے، بغیر چھری مارنے میں جیسے گلا گھونٹ کر، ڈبو کر، جلا کر، کھانا پانی بند کر کے، ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے۔ ایسا قاضی بدن میں موٹا ہو جاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کر لیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی بہت دراز، کیونکہ ایسا قاضی ظلم، رشوت، حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے، رسول ناراض ہیں، فرعون، حجّاج یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں، اس حدیث کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے جیل میں جان دینا قبول فرما لیا مگر قضا قبول نہ فرمائی۔ (مراٰۃ المناجیح، کتاب الاقضية، الفصل الثانی، ج۵، ص۳۷۷)

یہ آیتِ مبارکہ قرآنِ کریم میں قُطب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا دارومدار بھی تقویٰ پر ہے جیسا کہ پن چکی ایک لکڑی پر گھومتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مَروی ہے کہ ''وہ شخص اہلِ علم میں کیسے شمار ہوسکتا ہے جو آخرت کی طرف رواں دواں ہو مگر اس کی توجہ دنیا کی جانب مبذول ہو؟ اور وہ شخص بھی اہلِ علم میں کیسے شمار ہوسکتا ہے جس کا علمِ کلام کے حُصول سے مقصود محض اس کے ذریعے خبریں دینا ہو اور اس پر عمل کرنا اس کے پیشِ نظر نہ ہو؟''[1]

حضرت سیِّدُنا ضحّاک بن مُزاحم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم فرماتے ہیں کہ میں نے اسلاف کو پایا کہ وہ ایک دوسرے سے وَرَع وتقویٰ کے سوا کچھ نہ سیکھتے تھے جبکہ آج لوگ صرف باتیں کرنا سیکھتے ہیں۔[2]

مناظرہ ومجادلہ کی مذمت

مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ ہدایت نشان ہے: ''جو قوم بھی ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہوئی وہ یقیناً مجادلہ میں مبتلا ہوئی۔''[3] اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًاؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝۵۸ (پ۲۵، الزخرف: ۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿**فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ**﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۷)[4] کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں مُراد اہلِ جَدَل ہیں لہٰذا ان سے بچو۔[5] سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ زمانے کے آخر میں ایسے علما ہوں گے جن پر عمل کا دروازہ بند کر کے مُناظرہ ومُجادلہ کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔''

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، حکمۃ عیسیٰ علیہ السلام، الحدیث: ۳۹۲، ص ۱۱۰ مختصراً

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۹۵

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۲۵

[3] ......جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزخرف، الحدیث: ۳۲۵۳، ص ۱۹۸۴

[4] ......ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔

[5] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنۃ، باب اجتناب البدع والجدل، الحدیث: ۴۷، ص ۲۴۷۹

ایک روایت میں سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم ایک ایسے زمانے میں ہو جس میں تمہیں علم، اِلْہام کیا جاتا ہے جبکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جنہیں مُناظرہ ومُجادَلہ اِلْہام کیا جائے گا۔''[1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آج تم ایک ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نیکی میں جلدی کرنے والا ہے جبکہ تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں سب سے بہتر وہ ہوگا جو حق بات بیان کرے گا۔''[2] یعنی آج ہم سے نیکی میں سبقت لے جانے والا اس لئے افضل ہے کیونکہ حق اور یقین اس قرنِ اَوّل میں واضح ہے جبکہ ہمارے بعد آنے والے زمانے میں حق بات بیان کرنے والا اس لئے افضل ہو گا کیونکہ اس زمانے میں شُبہات واِلْتِباسات کثیر ہو جائیں گے اور بِدعتیں رات کی تاریکیوں کی طرح دین میں شامل ہوں گی۔ امورِ دین کی معرفت لوگوں پر مشکل ہو جائے گی سوائے اس کے جو سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے طریقے سے آگاہ ہوگا اور ان ساری بدعتوں سے اِجْتِناب کرے گا۔

بعض عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے سے خیر وبھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے عمل کا دروازہ کھول کر مُناظَرہ ومُجادَلہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بندے کے نافرمانی میں مبتلا ہونے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر عمل کا دروازہ بند کر کے مناظرہ ومجادلہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔[3]

زیادہ یا کم باتیں کرنے کے متعلق پانچ فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾......مخلوق میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔[4]

﴿2﴾......حیا اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں، فُحش گوئی اور زیادہ گفتگو کرنا نفاق کے دو شعبے ہیں۔[5]

﴿3﴾......کم گوئی سے مراد زبان کی خاموشی ہے نہ کہ دل کی۔[6]

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثالث فیما بعدہ العامۃ......الخ، ج ۱، ص ۶۵

[2] ......احیاء علوم الدین، کتاب المراقبۃ والمجالسۃ، ج ۵، ص ۱۳۴ المتبین بدلہ المتثبت

[3] ......طبقات الصوفیۃ للسلمی، معروف الکرخی، ص ۸۳

[4] ......صحیح مسلم، کتاب العلم، باب فی الالد الخصم، الحدیث: ۶۷۸۰، ص ۱۱۴۲ ـ الخلق بدلہ الرجال

[5] ......جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی العی، الحدیث: ۲۰۲۷، ص ۱۸۵۴

[6] ......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب من رخص فی کتابۃ العلم، الحدیث: ۵۰۹، ج ۱، ص ۱۳۹، ۱۴۰

﴿4﴾......جس قوم کو زیادہ باتیں کرنے کی توفیق دی گئی اسے عمل سے روک دیا گیا۔[1]

﴿5﴾......اللہ عَزَّوَجَلَّ اس شخص کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہے جو بڑا اَبلَغ ہو اور زبان سے باتوں کو اس طرح لپیٹے جیسے گائے گھاس کو زبان سے لپیٹ لپیٹ کر کھاتی ہے۔[2]

علم الہامی ہوتا ہے

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم وہ ہے جو اوپر سے آئے[3] یعنی بن سیکھے الہام ہو۔ مزید فرمایا کرتے کہ اہلِ کلام علما زِنْدِیق ہیں۔[4] ایسا ہی قول ان سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بھی مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے علمِ کلام سیکھا وہ زِنْدِیق ہو گیا۔[5]

علمِ باطن کی علمِ ظاہر پر فضیلت

سلف صالحین کے نزدیک فضیلت والا علم

جس علم کی فضیلت علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام بیان کرتے ہیں .... جس کے تذکرے کو وہ عظیم جانتے ہیں .... جس کے جاننے والے کو وہ عالم کہتے ہیں .... جس کے سبب وہ کسی شخص کی تعریف کرتے ہیں .... جس علم کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں .... جس کے جاننے والے کی فضیلت بھی احادیث میں بیان کی گئی ہے اس سے مُراد وہ علم ہے جسے علمِ الٰہی کہتے ہیں جو نہ صرف ذاتِ خداوندی کی جانب راہنمائی کرتا ہے بلکہ بندے کو اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بھی پہنچا دیتا ہے، پھر بندہ علمِ ایمان و یقین میں توحید کی گواہی دینے والا ہو جاتا ہے یہ علمِ مَعْرِفت ہے نہ کہ فتویٰ اور قضا کا علم۔

---

[1] ......احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثالث، بیان القدر المحمود من العلوم المحمودۃ، ج ۱، ص ۶۵

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۵۵۴، ج ۲، ص ۵۶۵ بدون: الکلام، الخلاء
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی التشدق فی الکلام، الحدیث: ۵۰۰۵، ص ۱۵۸۹ بتغیر

[3] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب معرفۃ اصول العلم......الخ، الحدیث: ۸۱۱، ص ۲۸۵

[4] ......احیاء علوم الدین، کتاب قواعد العقائد، الفصل الثانی فی وجہ التدریج......الخ، ج ۱، ص ۱۳۲ ـ اتحاف السادۃ المتقین، ج ۲، ص ۷۵

[5] ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب العلم والبیان، باب الاھواء والکلام فی الدین، ج ۲، ص ۱۵۷ ـ العلم بدلہ الدین

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن ہمیشہ علم وعمل کو اکٹھا ذکر کرتے ہیں اور علم کی جملہ صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم تو سراپا خَشِیَّت اور خُضوع وخُشوع کا نام ہے اور (اس علم کی فضیلت کا حقیقی حقدار وہ ہے) جو اپنے علم پر عمل کرے کیونکہ درحقیقت یہ دلوں کا علم ہے ﴿۔۔۔۔۔۔نہ کہ اُس زبان کا جو علم کا ذریعہ ہے ﴿۔۔۔۔۔۔نہ ہی یہ اعمالِ ایمان میں سے معاملات کی ادائیگی کا سبب بنتا ہے ﴿۔۔۔۔۔۔نہ ہی یہ مقاماتِ یقین اور صفاتِ مُتَّقِین کے حامل اعمالِ قلوب کی مثل ہے اور ﴿۔۔۔۔۔۔نہ ہی ایمان کی زیادتی کا سبب بننے والے نیک اعمال کے مثل ہے۔ اس علم کے جاننے والوں کو اہلِ فقر وزُہد، صاحبِ تَوَکُّل وخوف اور اصحابِ شوق ومحبت کہا جاتا ہے۔

علمِ الٰہی سے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی مُراد یہ نہیں کہ بندہ علمِ احکام وقَضا حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل کرنا بھی شروع کردے اور لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی کو لازم جاننے لگے۔ مثلاً جب وہ ان عُلوم کا جاننے والا ہوگا اور اس سے فیصلہ طلب کیا جائے گا تو یقیناً وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ بھی کرے گا یا اگر وہ زکوٰۃ کے شرعی مسائل جاننے والا ہوگا تو مالِ زکوٰۃ جمع کرنے میں مشغول ہو جائے گا اور اگر خرید وفروخت کے معاملات کا جاننے والا ہوگا تو خرید وفروخت کے معاملات میں مصروف ہو جائے گا۔ اگر نکاح وطلاق کے مسائل جاننے والا ہوگا تو عورتوں سے شادی کرے گا، پھر انہیں طلاق دے گا تاکہ وہ ان اشیاء پر عمل کر سکے جن کا علم رکھتا ہے۔ لہٰذا ایسا قول کسی کا نہیں، بلکہ اس بات کی تو کراہت اور بہت زیادہ مَذَمَّت بیان کی گئی ہے جس کا تذکرہ طَوالت کا باعث ہوگا۔

ان علوم کے جاننے والوں کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ دنیا میں رغبت رکھتے ہیں، دنیا جمع کرنے کے حَرِیص ہوتے ہیں، حکمرانوں سے میل جول رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ علمِ الٰہی سے سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی مراد یہ لوگ نہیں بلکہ ان کی مراد تو وہ لوگ ہیں جو خُشوع وخُضوع اور زہد سے مُتَّصِف ہیں۔

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کی فضیلت

جمہور سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن علم کو عمل سے افضل جانتے اور فرماتے کہ علم کا ایک ذرہ عمل کی اتنی ہی مقدار سے افضل ہے۔ مزید فرماتے کہ ایک عالم کا دُو رکعتیں پڑھنا عابد کے ایک ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔[1]

[1] ۔۔۔۔۔۔الجامع الصغیر للسیوطی، حرف الراء، الحدیث: ۴۴۶۴، ص ۲۷۳ مفہوماً

عالم کی عابد پر فضیلت کے متعلق چار فرامین مصطفٰے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

﴿1﴾ ...... عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جیسی فضیلت مجھے اپنی اُمَّت پر حاصل ہے۔[۱]

﴿2﴾ ...... عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہی ہے جو چاند کی سب ستاروں پر ہے۔[۲]

﴿3﴾ ...... ایک عالم شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہوتا ہے۔[۳]

﴿4﴾ ...... شیطان کو ایک عالم کی موت ایک ہزار عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔[۴]

معلوم ہوا کہ علمِ الٰہی سے سَلَف صالِحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی مراد یہ ہے کہ وہ علم، عمل سے افضل ہے۔ اس لئے کہ علمِ الٰہی ایمان کی ایک صِفَت کا نام ہے اور اس یقین کا مفہوم ہے جس سے قیمتی کوئی شے آسمان سے نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی شے اس کے ہم پلّہ ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی بھی عمل صحیح نہیں ...... یہ تمام اعمال کا معیار ہے ...... اس کے وزن کے مطابق اعمال قبول کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض، بعض سے اچھے اور میزانِ عمل میں بھاری ہوں گے، جن کے سبب ان پر عمل کرنے والوں کے درجات مقامِ عِلّیّین میں ایک دوسرے سے بلند ہوں گے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (پ۸، الاعراف: ۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے ایک بڑے علم سے مُفَصَّل کیا۔

﴿۲﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ (پ۸، الاعراف: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: توضرور ہم ان کو بتادیں گے اپنے علم سے۔

﴿۳﴾ وَالْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ (پ۸، الاعراف: ۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے تو جن کے پلّے بھاری ہوئے۔

---

[۱] ...... جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، الحدیث: ۲۶۸۵، ص ۱۹۲۲ علی امتی بدله ادناکم۔ عن ابی امامة الباهلی

جامع بیان العلم وفضله، باب تفضیل العلم علی العبادة، الحدیث: ۸۱، ص ۳۵

[۲] ...... جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، الحدیث: ۲۶۸۲، ص ۱۹۲۲

[۳] ...... سنن ابنِ ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث: ۲۲۲، ص ۲۴۹۰ عالم بدله فقیه

[۴] ...... البدایة والنهایة لابنِ کثیر، احداث سنة خمس عشرة ومائة، ج ۶، ص ۴۵۸

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب رُجوع کرنے والا شخص جس قدر قُرب پائے گا اسی قدر فضیلت کا حامل ہوگا جبکہ عمل، عامل کی صِفَت اور حکمِ عُبودِیّت بجالانے کا نام ہے۔ نیز سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک علمِ الٰہی سے مراد فتوے دینا اور احکام وقضا کے وہ معاملات نہیں جو مخلوق کی جائے پناہ ومَرجَع ہیں۔ نیز یہ ان معاملات سے بھی افضل نہیں جن کا تعلق قلوب سے ہے کیونکہ ان کا تعلق توکل ورضا اور محبت کے ان مقامات سے ہے جسے مشاہدۂ یقین کہتے ہیں اور جو مقامِ مُقَرَّبین ہے۔ پس ایسا قول کسی عالم کا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''درجۂ نبوت کے سب سے زیادہ قریب لوگوں میں سے اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہیں۔''[1]

اس حدیثِ پاک میں اہلِ علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو اُن تعلیمات کی جانب متوجہ کرتے ہیں جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام لے کر آئے جبکہ اہلِ جہاد سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی تلواروں سے ان احکام کی بنا پر جہاد کرتے ہیں جو رسول لے کر تشریف لائے۔ چنانچہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسولِ بے مثال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علم کو کیسے جہاد کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پر دلیل قرار دیا ہے۔ ایک روایت میں حُضور نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سب سے پہلے اَنْبیائے کِرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) شَفاعت کریں گے، پھر شُہدا۔''[2] اور ایک روایت میں شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اَنْبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) علما سے ایک درجہ افضل ہوں گے جبکہ عُلَما، شُہدا سے دو درجے افضل ہوں گے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۱۱)﴾[4] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

---

[1] ……الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، ذکر احادیث واخبار شتی……الخ، الحدیث: ۱۳۲، ج۱، ص۱۴۸ عن اسحاق بن عبداللہ

[2] ……سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ، الحدیث: ۴۳۱۳، ص۲۷۳۹

تاریخ بغداد، الرقم ۵۸۸۸ عیسی بن احمد، ج۱۱، ص۱۶۸

[3] ……جامع بیان العلم وفضلہ، باب تفضیل العلماء علی الشھداء، الحدیث: ۱۴۰، ص۴۸ بتغیر

[4] ……ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام عام مومنین سے سات سو درجے بلند ہوں گے اور ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کا فاصلہ ہو گا۔ ① جب اَمیرُ المومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه کا وِصال ہوا تو حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے ارشاد فرمایا: ''میرے خیال میں وہ علم کے دس میں سے نو حصے اپنے ساتھ ہی لے گئے ہیں۔'' ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم میں جلیلُ القدر صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان ابھی موجود ہیں۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''میری مُراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ میری مراد تو علمِ الٰہی ہے۔'' ②

پس آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه نے معلومات کے علم کو غیر حقیقی علم قرار دیا اور علمِ الٰہی کو عُلوم کے دس میں سے نو حصے قرار دیا۔ علمِ ظاہر، اعمال پر کسی زیادتی کا باعث نہیں بنتا کیونکہ وہ خود بھی تو اعمالِ ظاہرہ ہی کا ایک حصّہ ہے، اس لئے بھی کہ وہ زبان کا ایک وصف ہے اور عام طور پر ہر مسلمان کو حاصل ہوتا ہے۔ البتہ! اس کے باعث بلند مقام کا حُصول اخلاص کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر اخلاص نہ ہو تو یہ علم بھی دوسری نفسانی شہوات کی طرح دنیاوی خواہشات میں شامل ہو جائے گا۔ اخلاص ہی وہ سب سے پہلا حال ہے جو علمِ باطن کے باعث کسی عالمِ ربّانی کو پیش آتا ہے، پھر اس کے بعد ان کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ یہ عارفین وصدّیقین کے مقامات ودرجات تک جا پہنچتے ہیں۔

علمائے دنیا و آخرت کے درمیان فرق اور علمائے سوء کی مذمت

علم اور علمائے کرام میں فرق

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے علمِ الٰہی اور علمِ امورِ الٰہی میں فرق کیا ہے اور اسی طرح علمائے دنیا اور علمائے آخرت میں بھی انہوں نے فرق کیا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا سفیان عَلَیْهِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ علما کی تین اقسام ہیں:

﴿1﴾ ...... جو علمِ الٰہی اور امورِ الٰہی دونوں کا جاننے والا ہو وہ کامل عالم ہے۔

---

① ...... نشر طی التعریف لمحمد بن عبد الرحمن الحبیشی، فصل ومن تمسک بسنۃ رسول اللہ...... الخ، ص ۱۴۵

② ...... المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۸۰۸\۸۸۰۹\۸۸۱۰، ج ۹، ص ۱۶۳ مختصراً

﴿۲﴾......جوصرف علمِ الٰہی جانتا ہو، مُتَّقی اور خوفِ خدا رکھنے والا ہوتا ہے۔

﴿۳﴾......جوصرف امورِ الٰہی جانتا ہو اور علمِ الٰہی سے واقف نہ ہو وہ ایسا عالم ہے جو مَعْصِیَت کا شکار ہے۔ [1]

مَنقول ہے کہ علمِ الٰہی جاننے والا اپنے علم پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور **اَیَّامُ اللہ** کے جاننے والے عالم پر خوف اور امید ورَجا کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا سُفیان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان سے عرض کی گئی کہ علم کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: علم وَرَع وتقویٰ کا نام ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو فرمایا: ''اس علم کا حاصل کرنا جس سے تقویٰ کی پہچان ہوتی ہے اور ایک قوم کے نزدیک اس سے مراد طویل خاموشی اور کم گوئی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ ہمارے نزدیک بولنے والا عالم خاموش رہنے والے عالم سے افضل ہے۔'' [3]

حضرت سیِّدُنا لقمان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْمَنَّان سے مروی ایک وَصِیَّت میں ہے کہ علم کی تین۳ علامتیں ہیں:

﴿۱﴾......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا علم ہونا ﴿۲﴾......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پسند ﴿۳﴾......اور ناپسند کا علم ہونا

پس آپ نے ان تین۳ باتوں کو علم کی حقیقت اور اس کے پائے جانے کی دلیل قرار دیا ہے۔

علمائے دنیا اور علمائے آخرت میں فرق

علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے درمیان فرق کرنے والی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی عالم کسی عالمِ ربانی کی زیارت کرتا ہے تو اسے پہچان نہیں پاتا بلکہ اس پر عالمِ ربانی کی حقیقی علمی شخصیت ہی واضح نہیں ہو پاتی اور نہ ہی وہ اس کے عالم ہونے کے متعلق کچھ جان پاتا ہے مگر جو شخص خود عالمِ ربانی ہو وہ دوسرے عالمِ ربّانی کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی خُصوصی علامات سے پہچانے جاتے ہیں، یعنی وہ خُشوع وخُضوع، سُکون ووَقار اور عجز وانکسار کے پیکر ہوتے ہیں۔

---

[1] ......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، الحدیث: ۳۶۳، ج۱، ص۱۱۴ بتغیر

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج۱، ص۶۹۳

[3] ......حلیۃ الاولیاء الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۸۰۷، ج۷، ص۳۴۹ بتغیر

علمائے ربانی پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رنگ

یہ ایک مخصوص رنگ ہے جو اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام پر چڑھا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اسی رنگ کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (پ ۱، البقرة: ۱۳۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ سے بہتر کس کی رَنْگَنی (رَنگائی)؟

یہ اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام ماہرِ فن کاریگر کی مثل ہوتے ہیں جن کی حقیقت سے ایسا کوئی شخص آگاہ نہیں ہو سکتا جو کسی ماہرِ فن کو پہچانتا ہو نہ اس کے فن اور کام کو، بلکہ ان کی پہچان بھی کوئی ماہرِ فن کاریگر ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ ان کے کام کے ذریعے انہیں پہچان کر دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ ہر کاریگر اپنے کام میں مشغولیت کی وجہ سے اس کام کی مخصوص نشانیوں اور علامتوں کا لَبادہ اوڑھے ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ،

مَنقول ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو مقامِ سکینہ میں خُشوع وخُضوع سے بڑھ کر کوئی پوشاک نہیں پہناتا۔ یہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور صِدّیقین وعلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا خاصّہ ہے۔ پس وہی بندے سب سے بڑھ کر عالم ہوتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پسند و ناپسند کی لَطافت جانتے ہیں اور ان کے دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عرفان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ انہیں عارفین کہا جاتا ہے۔

سیِّدُنا سہل تستری کی نظر میں علما

حضرت سیِّدُنا سَہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام تین۳ طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......**عَالِمٌ بِاللّٰه** (۲)......**عَالِمٌ لِلّٰه** (۳)......اور **عَالِمٌ بِحُكْمِ اللّٰه**۔[1]

(صاحبِ کتاب حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) **عَالِمٌ بِاللّٰه** سے مراد عارف اور اہلِ یقین ہے۔ **عَالِمٌ لِلّٰه** سے مراد اخلاص، احوال اور معاملات کا علم رکھنے والا عالم ہے جبکہ **عَالِمٌ بِحُكْمِ اللّٰه** سے مراد وہ عالم ہے جو حلال وحرام کی تفاصیل سے آگاہ ہو۔ ہم نے یہ وضاحت حضرت سیِّدُنا سہل کے بیان کردہ مفہوم اور ان کا مذہب پہچان کر کی ہے۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے بھی زیادہ مُفَصَّل انداز میں تین۳ اقسام بیان

---

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۹۲

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱)......وہ عَالِمٌ بِاللّٰہ ہو نہ کہ عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہ اور عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ، ایسے عالم کو مومن کہتے ہیں۔

(۲)...... عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہ ہو، عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ نہ ہو، اس سے مراد حلال وحرام بیان کرنے والے مفتی ہیں۔

(۳)...... عَالِمٌ بِاللّٰہ ہو اور عَالِمٌ بِاَیَّامِ اللّٰہ بھی، اس سے مراد صِدّیقین ہیں۔ جبکہ بِاَیَّامِ اللّٰہ سے مراد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی باطنی نعمتیں اور مخفی عذاب ہے۔[1] مزید فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے سوا تمام لوگ مُردہ ہیں اور علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے خائفین کے علاوہ باقی سب سوئے ہوئے ہیں اور خائفین میں سے مُحِبّین کے سوا باقی سب مُنقَطِع ہیں اور مُحِبّین زندہ و شہید ہیں جو ہر حال میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کو ترجیح دیتے ہیں۔[2]

اکثر یہ بھی فرمایا کرتے کہ علم حاصل کرنے والوں کی بھی تین۳ قسمیں ہیں:

(۱)......ایک طالب علم وہ ہے جو علم اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ اس پر عمل کرے۔

(۲)......ایک اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ مسائل میں اختلاف جان سکے اور پھر احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے تقویٰ پر عمل کرے۔

(۳)......ایک طالب علم ایسا ہے جو اس لئے علم حاصل کرتا ہے تاکہ تاویل کرنا جان سکے، پھر حرام کو حلال بنا کر حاصل کر سکے۔ چنانچہ ایسے شخص کے ہاتھوں حق ضائع ہو جاتا ہے۔[3]

فاروقِ اعظم سے مروی تین روایات

﴿1﴾...... کتنے ہی عالم، فاجر اور کتنے ہی عابد، جاہل ہیں۔ پس فاجِر عُلما سے اور جاہل عابدوں سے بچو۔[4]

﴿2﴾...... ہر اس مُنافِق سے بچو جو (گھما پھرا کر) باتیں کرنے والا ہے، وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو تمہیں پسند ہیں لیکن

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، کتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۲۹۲

[2] ......شعب الايمان للبيهقي، باب في اخلاص العمل لله وترک الرياء، الحديث: ۲۸۶۸، ج ۵، ص ۳۴۵

[3] ......اتحاف السادة المتقين، کتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۲۹۳

[4] ......الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي، الرقم ۲۵۰ بشر بن ابراهيم، ج ۲، ص ۱۶۸ کم من بدله رب۔ بتقدم وتأخر وبتغير
شعب الايمان للبيهقي، باب في نشر العلم، الحديث: ۱۸۹۷، ج ۲، ص ۳۰۸

عمل ایسا کرتا ہے جو تمہیں پسند نہیں۔ ①

﴿3﴾......علم سیکھو اور علم کے لئے سُکون و وقار اور بُردباری بھی سیکھو، جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے عجز و اِنکساری کا اظہار کرو اور جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ تمہاری خاطر عجز و انکسار کا پیکر بنے رہیں اور جابِر عُلَمانہ بننا کہ کہیں تمہارا علم تمہاری جہالت کے ساتھ ہی نہ اٹھ جائے۔ ②

آخر زمانے کے علما کے اوصاف

اَمِیْرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی، حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن عبّاس اور حضرت سیِّدُ نا کعبُ الْاَحْبار عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ زمانے کے آخر میں ایسے عُلَما ہوں گے:

- ......جو لوگوں کو تو دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کریں گے لیکن خود اس سے بے رغبت نہ ہوں گے۔
- ......دوسروں کو تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرائیں گے لیکن خود نہ ڈریں گے۔
- ......دوسروں کو تو حاکموں کے ساتھ میل جول سے منع کریں گے لیکن خود ان کے پاس جائیں گے۔
- ......دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے۔
- ......اپنی زبانوں کے ذریعے دنیا کمائیں گے۔
- ......امیروں سے قریب اور فقیروں اور غریبوں سے دور رہیں گے۔
- ......علم پر ایک دوسرے سے لڑیں گے جیسے عورتیں ایک دوسرے سے مردوں پر لڑتی ہیں۔
- ......اگر ان کا کوئی ساتھی کسی دوسرے عالم کے پاس جا کر بیٹھے گا تو وہ اس پر غصّہ کریں گے۔ ان لوگوں کا علم میں یہی حصّہ ہے۔'' ③

---

① ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، الحدیث: ۳۰۵، ج ۱، ص ۴۳۴

المعجم الصغیر للطبرانی، الحدیث: ۱۰۲۱، ج ۲، ص ۹۳ بدون اتقوا۔ وبتغیر

② ......الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عمر بن خطاب، الحدیث: ۶۳۰، ص ۱۴۸

③ ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۱۶

علمائے خوارج کے اوصاف

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْن حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''(خارجی) علما بدترین مخلوق ہیں، ان سے ہی فتنے کا آغاز ہوا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔'' [1] حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ ''یہ جابر لوگ ہیں جو اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے دشمن ہیں۔'' [2]

دو بندوں نے کمر توڑ دی

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْن حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ ''اسلام میں دو بندوں نے میری کمر توڑ کر رکھ دی، ایک فاجر عالم نے اور دوسرے عبادت گزار بدعتی نے۔ فاجر عالم کے فِسْق و فُجور کو دیکھنے کے باوجود لوگ اسے زاہد سمجھتے ہیں جبکہ ایک عبادت گزار بدعتی کو عبادت میں مگن دیکھ کر اس کی بدعت کو بھی پسند کرنے لگتے ہیں۔''

فاجر عالم سے پناہ

حضرت سیِّدُنا صالح بن حَسّان بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی لیکن وہ سب فاجر عالم سے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ [3]

عالمِ آخرت کی تلاش

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بِن عِیاض رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''عالم دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱)...... دنیا کا عالم اور (۲)...... آخرت کا عالم۔ دنیا کا عالم اپنے علم کو پھیلاتا ہے جبکہ آخرت کا عالم اپنے علم کو چُھپاتا ہے۔ پس عالمِ آخرت کی تلاش میں رہا کرو اور عالمِ دنیا سے بچا کرو تاکہ وہ تمہیں اپنے نشے میں مدہوش کرکے راہِ حق سے روک نہ دے۔ اس کے بعد آپ نے قرآنِ کریم کی یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فى آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٦١٦

[2] ......شعب الايمان للبيهقى، باب فى نشر العلم، الحديث: ١٩١٣، ج ٢، ص ٣١٣

عيون الاخبار للدنيورى، كتاب العلم والبيان، الجزء الثانى، ج ١، ص ١٤٥

[3] ......ذم الكلام واهله، مقدمة، الحديث: ٩٦، ج ١، ص ١٠٧

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِؕ (پ۱۰، التوبہ:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بیشک بہت پادری اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ اَحْبار سے مراد علما اور رُہبان سے مراد زاہدین ہیں۔[1]

طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں

حضرت سیِّدُنا سَہل بن عبد اللہ تُستَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ طالب علم تین طرح کے ہوتے ہیں:

﴿۱﴾......ایک طالب علم علمِ وَرَع وتقویٰ اس لئے حاصل کرتا ہے تاکہ شُبہات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے، پھر حرام کے خدشہ کے پیشِ نظر حلال کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ ایسا شخص مُتَّقی اور زاہد ہے۔

﴿۲﴾......دوسرا طالب علم علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اختلاف اور مختلف اقوال سیکھتا ہے، پھر جو قول اس پر مشکل ہو وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس قول کو اختیار کر لیتا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مباح قرار دیا ہے، اس طرح وہ رخصت پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

﴿۳﴾......اور ایک طالب علم ایسا ہے جو ایک شے کے متعلق سوال کرتا ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں تو وہ کوئی ایسی تدبیر سوچنے لگتا ہے جس سے یہ جائز ہو جائے۔ لہٰذا علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے اس کے متعلق پوچھنے لگتا ہے تو وہ اسے ہر قسم کے اختلاف اور شبہ میں مبتلا کرنے والی باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں (اور یہ اپنے مطلب کی بات کو چن لیتا ہے)۔ پس یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں مخلوق ہلاک ہوگی اور وہ خود بھی ہلاک ہوگا۔ ایسے طالب علموں کو ہی علمائے سوء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) جان لیجئے! ہر وہ بندہ جو دنیا کا چاہنے والا اور علمی گفتگو کرنے والا ہو وہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھاتا ہے اور جو بندہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتا ہے یقیناً وہ انہیں راہِ خدا سے بھی روکنے والا ہوتا ہے اگرچہ اس کا اظہار اس کی باتوں سے نہ بھی ہو لیکن اس کے

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۷ الفضیل بن عیاض، الحدیث: ۱۱۴۲۵، ج۸، ص۹۵ بتغیر قلیل

انداز سے آپ پہچان لیں گے کہ وہ بڑے عمدہ طریقے سے دوسرے علما کی مجلس میں بیٹھنے سے روکتا ہے اور راہِ آخرت پر چلنے سے بڑی لَطافت (نرمی وخوبصورتی) سے منع کرتا ہے کیونکہ دنیاوی محبت اور نفسانی خواہشات کا غلبہ اس پر حکمرانی کر رہا ہوتا ہے خواہ وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ و ناپسندیدہ عالم

بعض عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عاجزی کرنے والے عالم کو پسند اور تکبر کرنے والے عالم کو سخت ناپسند فرماتا ہے اور جو بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر عاجزی اپناتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے حکمت کی دولت عطا فرماتا ہے۔ [1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ موٹے (یعنی پیٹو) عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔'' [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے یہودیوں کے ایک عالم مالِک بن صَیف سے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام پر نازل کیا تھا کیا تم نے اس میں یہ لکھا ہوا نہیں پایا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ موٹے (یعنی پیٹو) عالم کو ناپسند فرماتا ہے۔'' ابن صیف چونکہ خود (پیٹو اور) موٹا تھا، لہٰذا غصے میں بولا: (اس کا قول قرآنِ کریم میں یوں حکایت کیا گیا ہے:) ﴿مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍؕ﴾ (پ۷، انعام: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا﴾ تو یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی جسے سن کر وہ مبہوت رہ گیا۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (پ۷، انعام: ۹۱) ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے﴾ تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: ''تو ہلاک و برباد ہو! یہ تو نے کیا کہہ دیا؟ تو نے تو حضرت موسیٰ عَلَیْهِ السَّلَام کی کتاب کا بھی انکار کر دیا۔'' بولا کہ وہ مجھ سے بہت زیادہ بحث کر رہے تھے تو میں نے بھی یہ کہہ دیا۔ [3]

---

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۵۶۳۰ فضیل بن عیاض بن مسعود، ج ۴۸، ص ۴۱۷

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۰۰ مالک بن دینار، الحدیث: ۲۷۶۵، ج ۲، ص ۴۱۱

شعب الایمان للبیھقی، باب فی المطاعم والمشارب، فصل فی ذم کثرۃ الاکل، الحدیث: ۵۶۶۸، ج ۵، ص ۳۳

[3] ......تفسیر الطبری، الانعام، تحت الآیۃ ۹۱، الحدیث: ۱۳۵۳۹، ج ۵، ص ۲۶۲ بتغیر

علمِ نافع کی علامات

مَنْقول ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کو بھی علم سے نوازتا ہے تو اسے حِلْم و بُردباری، عَجْز و انکساری، خوش خُلقی اور نرم مزاجی بھی عطا فرماتا ہے، کیونکہ یہ سب علمِ نافع کی علامتیں ہیں۔[1] ایک روایت میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس بندے کو زہد، تواضع اور حُسنِ اَخلاق کی دولت سے نوازتا ہے وہ بندہ مُتَّقِین کا امام بن جاتا ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ حِلْم و بُردباری علم کا وزیر، نرمی اس کا باپ اور تواضُع اس کا لباس ہے۔[3]

طالبِ علمِ دین کے خادم بن جاؤ

حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور ارشاد فرمایا:

- ......اے داود! مجھ سے کسی ایسے عالم کے متعلق مت پوچھو جسے دنیا نے مدہوش کر رکھا ہو، وہ تمہیں بھی میری راہِ محبت سے روک دے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو میری رِضا چاہنے والے بندوں پر ڈاکا ڈالنے والے ہیں۔
- ......اے داود! جو عالم اپنی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے میں اس سے سب سے کم تر سُلوک یہ کرتا ہوں کہ اسے اپنی مُناجات کی لذّت سے محروم کر دیتا ہوں۔
- ......**اے داود! جب کسی کو دیکھو کہ وہ میرا طالب ہے تو اس کے خادم بن جاؤ۔**
- ......اے داود! جو بندہ میری بارگاہ سے بھاگے ہوئے کسی شخص کو واپس لے آتا ہے میں اسے ماہر نَقّادوں میں لکھ دیتا ہوں اور جسے میں کھرے کھوٹے کی تمیز کرنے والوں میں لکھ دوں پھر اسے کبھی بھی عذاب نہ دوں گا۔[4]

---

[1] ......التذکرۃ الحمدونیۃ، الباب التاسع فی التواضع الکبر، ج ۱، ص ۳۱۴

[2] ......المرجع السابق ص ۳۱۳

[3] ......المرجع السابق، ص ۳۱۴

[4] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۵۸۴

جامع بیان العلم وفضلہ، باب ذم الفاجر من العلماء......الخ، تحت الحدیث: ۵ ۷۴، ص ۲۴۲ بتغیر واختصار

علمائے سوء کی مثال

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مروی ہے:

......علمائے سوء کسی نہر یا دریا کے کنارے پر پڑی ہوئی اس چٹان کی مثل ہیں، جو نہ تو خود پانی سے سیراب ہوتی ہے اور نہ ہی پانی کو کھیتی تک جانے دیتی ہے۔ اسی طرح علمائے دنیا ہیں جو راہِ آخرت پر بیٹھے ہوئے ہیں، نہ تو خود اس راستے کے دوسری طرف جاتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب جانے والے راستے پر چلنے دیتے ہیں۔

......علمائے سوء باغ کے اس پُختہ نالے کی طرح ہیں جس کا ظاہر تو بڑا خوبصورت ہوتا ہے لیکن باطن بدبودار رہتا ہے۔

......علمائے سوء ان پختہ قبروں کی مثل ہیں جن کے باہر زندہ لوگ اور اندر مردوں کی ہڈیاں ہیں۔ [1]

حکومت کے خواہش مند علما

حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام میں سے جس نے حکومت و رِیاست کی خواہش کی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کے قریب ہو گیا کیونکہ زمین و آسمان میں اب وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ناپسندیدہ بندہ ٹھہرایا جا چکا ہے۔ [2]

دنیادار عالم سے نفرت

حضرت سیِّدُنا امام اَوزاعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرت سیِّدُنا بلال بن سَعد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَحَد سے روایت کرتے ہیں کہ ''تم میں سے جو کوئی بھی کسی پولیس والے اور محافظ کو دیکھتا ہے تو اس کی (تکبرانہ) حالت دیکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتا ہے اور اسے ناپسند جانتا ہے لیکن جب کسی ایسے دنیا دار عالم کی جانب دیکھتا ہے جو مخلوق کے لئے ظاہری لَبادہ اوڑھ کر حکمرانی و سرداری کے لالچ میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے ناپسند نہیں کرتا حالانکہ یہ عالم اس پولیس والے سے

---

[1] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۴۸۶۴، ج۴، ص ۲۰۶

[2] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۱ ۳۳۵، ج۳، ص ۳۴۸۔ العلماء بدلہ بالعلم

طبقات المحدثین باصبھان لابی الشیخ الاصبھانی، الطبقۃ العاشرۃ والحادیۃ عشرۃ، الحدیث: ۱۳۸۲۔ ج ۵، ص ۵۸ بدون من العلماء، اللہ

زیادہ ناپسندیدگی ونفرت کا حق دار ہے۔''[1]

کیسے علمائے کرام سے مشورہ لیا جائے؟

حضرت سیِّدُنا ابومحمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ دین ودنیا کے کسی بھی معاملے کا قطعی فیصلہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے مشورے کے بغیر مت کیا کرو، کیونکہ اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تمہارا انجام اچھا ہوگا۔ تو ان سے پوچھا گیا: ''اے ابومحمد! یہ عُلمائے کِرام کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''جو آخرت کو دنیا پر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں۔'' امیرالمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ''اپنے معاملات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خَشِیّت رکھنے والے لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔''[2]

حکمت بھری 360 کتابیں کام نہ آئیں

اسرائیلی حکایات میں ہے کہ ایک حکیم نے حکمت سے بھرپور 360 کتابیں لکھیں یہاں تک کہ وہ ان حکمت آموز باتوں کی وجہ سے مشہور ہوگیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس وقت کے نبی کی جانب وحی فرمائی: ''فُلاں کو جا کر کہہ دیں کہ تم زمین بھر خرچ کر دو لیکن میری رضا نہ چاہو تو میں تمہارے اس خرچ سے کچھ بھی قبول نہ کروں گا۔'' چنانچہ وہ حکیم پشیمان ہوا اور غمزدہ ہو گیا، پھر سب کچھ چھوڑ کر عام لوگوں میں گھل مل گیا، بازاروں میں گھومتا، بنی اسرائیل کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے نفس میں عجز وانکساری پیدا کر لی۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی کی جانب وحی فرمائی کہ اب اس سے کہہ دیں کہ تو نے میری رِضا کی توفیق پا لی ہے۔[3]

عوام وخواص کے علما میں فرق

کسی عالم کا قول ہے کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام دو طرح کے ہیں: ایک عالم عام لوگوں کا ہوتا ہے اور دوسرا خواص لوگوں کا۔ عوامُ النّاس کا عالم حلال وحرام کے متعلق فتوٰی دیتا ہے اور ایسے علما بادشاہوں کے ہم نشیں ہوتے ہیں

---

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۲۹۶

[2] ......الکرم والجود وسخاء النفوس للبرجلانی، الحدیث: ۳۸، ص ۴۷ شاور بدله استشر

[3] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۲۹۵

جبکہ خواص کا عالمِ علمِ توحید و معرفت کا جاننے والا ہوتا ہے اور ایسے لوگ گوشہ نشین اور تارکُ الدُّنیا ہوتے ہیں۔

سلف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرمایا کرتے تھے کہ سیِّدُنا امامِ احمد بن حَنْبَل عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْاَوَّل کی مثال دریائے دجلہ جیسی ہے جس سے ہر کوئی چلو بھر لیتا جبکہ حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْوَارِث کی مثال اس میٹھے پانی کے کنویں کی طرح ہے جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے اور اس پر لوگ باری باری آتے ہیں۔

پہلے علم تھا اور آج باتیں

حضرت سیِّدُنا حَمّاد بن زَید رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا اَیُّوب رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے پوچھا گیا کہ آج علم کی کثرت ہے یا گزشتہ زمانے میں تھی؟ تو آپ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''گزشتہ زمانے میں علم کی کثرت تھی جبکہ آج تو صرف باتوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔'' [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مَکّی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا اَیُّوب رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اپنے اس قول میں علم اور کلام کے درمیان فرق کیا ہے۔ چنانچہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کہا کرتے تھے کہ فُلاں عالم ہے اور فلاں مُتَکَلِّم، یعنی فُلاں باتیں بہت زیادہ کرتا ہے جبکہ فُلاں کے پاس کثیر علم ہے۔

علم معرفت اور خاموشی

حضرت سیِّدُنا ابوسلیمان عَلَیْهِ رَحمَةُ الرَّحْمٰن فرمایا کرتے تھے کہ معرفت کلام کی نسبت، خاموشی کے زیادہ قریب ہے۔ [2] اور عارفین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ علم کے دو حصّے ہیں: (۱)......نصف علم خاموشی ہے اور (۲)......نصف علم اس بات کا جاننا ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ جبکہ بعض نے اس میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ نصف علم وِجْدان اور نصف علم نظر یعنی غور وفکر کرنا ہے۔ حضرت سیِّدُنا سُفیان عَلَیْهِ رَحمَةُ الْحَنَّان سے پوچھا گیا کہ عالم کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جو علم کو اس کے محل میں رکھے اور ہر شے کو اس کا حق دے۔'' اور کسی حکیم سے مَنْقُول ہے کہ جب علم کثیر ہوتا ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَوّاص رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ صوفی کا

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم......الخ، ج ١، ص ٦٥٩

[2] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ٢٨٥٩، ج ٣، ص ١٣٣

علم جب بھی بڑھتا ہے تو اس کی نفسانی فطرت وطبیعت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔[1]

دل وزبان کی ہم نشینی

کسی شیخ سے مَروی ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُ نا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی سے عرض کی: ''اے ابو القاسم! کیا زبان، دل کے بغیر ہوسکتی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''ہاں! ہوسکتی ہے اور وہ بھی بہت زیادہ۔'' میں نے عرض کی: ''اور کیا دل بھی بغیر زبان کے ہوتا ہے؟'' تو فرمایا: ''ہاں! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ البتہ! زبان جب دل کے بغیر ہو تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر دل زبان کے بغیر ہو تو یہ نعمت ہے۔'' میں نے عرض کی: ''اور اگر دل اور زبان دونوں ہوں تو؟'' ارشاد فرمایا: ''یہ تو انتہائی عمدہ بات ہے۔''

کیا بہتر ہے؟

حضرت سیِّدُ نا مالک بن مِغْوَل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی:

- ......''**یارسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''محارم سے اجتناب کرنا اور چاہئے کہ تیرا منہ ہر لمحہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے تر رہے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کونسا دوست سب سے اچھا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ دوست سب سے بہتر ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مَشغول ہونے پر تیری مدد کرے اور اگر تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بھول جائے تو تجھے یاد دلائے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیسا شخص سب سے بُرا ساتھی ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''وہ بندہ سب سے برا ساتھی ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر بھول جانے پر تجھے یاد نہ دلائے اور اگر تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول ہو تو وہ تیری معاونت نہ کرے۔''
- ...... پھر عرض کی گئی: ''کون سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جو سب سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۵۹

والا ہو۔''

۞......عرض کی گئی: ''ہمیں ان لوگوں کے متعلق آگاہ فرمایئے جو ہم میں سے اچھے ہیں تا کہ ہم ان کی مجلس میں بیٹھا کریں۔'' ارشاد فرمایا: ''تم میں سب سے نیک وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے۔''

۞......لوگوں نے پھر عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰه** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! سب سے بُرے لوگ کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ سے دعا مانگتے ہوئے عرض کی: ''اے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ! بخش دے۔'' جب پھر عرض کی گئی کہ لوگوں میں سے سب سے بُرے کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا: ''عُلما سب سے بُرے ہیں جب وہ خراب ہوجائیں۔''[1]

کم عقل اور خود ساختہ علما کے اوصاف

اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ان عُلمائے دنیا کے بڑے عجیب وغریب اوصاف بیان کئے ہیں جو اپنی رائے اور خواہشِ نفس سے کلام کرتے ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ اَمیرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں جس شے کا ذمہ اٹھالوں اس کا ضامن بھی ہوں اور میں اس بات کا ضامن ہوں کہ کسی قوم (کے عمل) کی کھیتی تقویٰ کی موجودگی میں خُشک نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کی اصل اور جڑ راہِ ہدایت پر ثابت قدم ہونے کی بنا پر کبھی پیاسی ہوسکتی ہے۔ یقیناً وہی بندہ سب سے بڑا جاہل شمار ہوتا ہے جو اپنی قدرومنزلت نہیں پہچانتا اور کسی بندے کے جاہل ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی قَدْرومَنْزِلت نہیں جانتا۔ مخلوق میں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے مَبْغوض اور ناپسندیدہ بندہ وہ ہے جو اِدھر اُدھر سے علم اِکٹّھا کر کے فتنے کی تاریکیوں میں غارت گری کرنے لگتا ہے اور اس طرح عالَمِ غیب میں پائے جانے والے سکون وآرام کو دیکھنے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتا ہے، پھر اس جیسے لوگ اور کم ظرف اور رَذِیل افراد اسے عالم کہنے لگتے ہیں حالانکہ اس نے علم کی مجلس میں

---

[1] ......تاریخ الیعقوبی، خطب رسول اللہ ومواعظہ، ص ۱۴۱، حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۸۷ سفیان الثوری، الحدیث: ۹۳۱۵، ج۷، ص۶
بحر العلوم لابی اللیث السمرقندی، پ ۲۲، فاطر، تحت الایۃ ۲۸، ج ۳، ص ۴۵۳

بیٹھ کر ایک بھر پور دن بھی بسر نہیں کیا ہوتا۔اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ صبح سویرے اٹھ کر ان باتوں کی کثرت میں مصروف ہوجاتا ہےجن میں خیر بہت کم پائی جاتی ہے یہاں تک کہ جب ان بدمزہ باتوں سے خوب سیراب ہوجاتا ہے اور حد درجہ فُضول گوئی کر لیتا ہےتو لوگوں کے سامنےمفتی بن کر بیٹھ جاتا ہے تاکہ جو معاملات و مسائل دوسروں پر مُشْتَبَہ رہے انہیں وہ حل کر دے، اب اگر کوئی مُبْہَم مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہےتو فوراً اس میں ایسی فاسد اور لغو رائے بیان کرتا ہےجس کی حیثیت شُبہات دور کرنے میں مکڑی کے جالے کی طرح ہوتی ہے۔وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ وہ اپنی رائے میں غلط ہے یا صحیح۔ایسے بندے جہالتوں کے سوار اور مَخْبُوطُ الْحَوَاس ہوتے ہیں اور بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ایسا بندہ ان باتوں سے عذر نہیں کرتا جن کا اسے علم نہیں ہوتا تاکہ محفوظ رہےاور نہ ہی علم کو مضبوطی سے تھامتا ہے تاکہ نفع اٹھائے، اس (کے غلط فیصلوں) سے انسانی خون بھی سرزد ہوتے ہیں، وارثین (حق سے محروم ہونے پر) اس کے خلاف واویلا کرتے ہیں،اس کے فیصلوں سے زنا حلال ہوتا ہے۔**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جو معاملہ بھی اس کے سامنے پیش ہوتا ہے وہ نہ تو اسے نافذ کرنے کے قابل ہےاور نہ ہی اُس بلند شان کا اہل ہے جو اسے معمولی حیثیت کے بعد ملی۔یہی وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں ہی ان پر نوحہ اور آہ و بُکا کرنا جائز ہے۔'' ①

شیرِ خدا کے ایک قول کی وضاحت

حضرت سَیِّدُنا **کُھَیل** (یا کُمَیل) بن زِیاد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے **مروی ہے** کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے عُلَمائے آخرت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: (۱)......عالمِ ربانی (۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم اور (۳)......بے ڈھنگے و بے عقل لوگ جو ہر آواز کی پیروی کرتے ہیں۔'' ②

(۱)......عالم ربانی سے مراد

عالمِ ربانی سے مراد ایسا عالم ہےجس کا تعلق پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے قائم ہوتا ہے اور ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف اس کی

---

① ......عیون الاخبار للدینوری، کتاب السلطان، القضاء، الجزء الاول، ج ۱، ص ۱۲۶ بتغیر
تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۴۹۳۳علی بن ابی طالب، ج ۴۲، ص ۵۰۵ بتغیر

② ......العقد الفرید، کتاب الیاقوت فی العلم والادب، فضیلۃ العلم، ج ۲، ص ۱۸ کھیل بدلہ کمیل

نسبت کرتے ہوئے اسے کہتے ہیں: وہ عالمِ ربانی ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ (پ۳، اٰل عمران: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہوجاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔

اس آیتِ مبارکہ میں کتاب اللہ کے عالم اور درس دینے والے بندے کو عالمِ ربانی کہا گیا ہے۔ پس یہ ایسا بندہ ہے جس کی ذات میں علم اور عمل دونوں جمع ہیں۔ مَنقول ہے کہ عالمِ ربانی وہ ہوتا ہے جو علم سیکھ کر عمل کرے اور لوگوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھائے اور ایک قول ہے کہ یہی وہ بندہ ہے جسے ملکوت میں ''عَظِیْم'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

عالم ربانی کی فضیلت وفوقیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ ﴾ (پ٦، المآئدۃ: ٦٣) [1] میں رَبَّانِیِّین کو اَحبار سے پہلے ذکر کیا حالانکہ وہ علمائے کتاب ہیں۔ حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد سے مروی ہے کہ علمائے ربانیین، اَحبار سے ایک درجہ بلند ہوتے ہیں۔ [2] اور یہ بھی مَنقول ہے کہ اَحبار، رُہبان سے افضل ہیں، یعنی علمائے باطن، عُلمائے ظاہر سے بلند ہیں اور علمائے کتاب، عام بندوں سے ایک درجہ افضل ہیں۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۴۶) [3] میں علمائے ربّانیین کو نُصرت و مدد اور صبر میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور آیتِ مبارکہ کے مابعد حصّے میں ان عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اس کے امر پر ثابت قدم رہتے ہیں، اس کے دین میں قوّت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کے حکم پر صبر کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ رِبِّیُّوْن، ربی کی جمع ہے اور رَبَّانِیُّوْن، ربانی کی۔

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: انہیں کیوں نہیں منع کرتے اُن کے پادری اور درویش۔

[2] ......تفسیر الطبری، اٰل عمران، تحت الایة ۷۹، ج۳، ص ۳۲۴ بدون درجة

[3] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور کتنے ہی انبیا نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے۔

علما کی شہدا پر فضیلت

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''قیامت کے دن اَنْبِیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سب سے پہلے شَفاعت کریں گے، پھر علما اور اس کے بعد شُہَدا۔'' [1]

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں علما کا تذکرہ شُہَدا سے پہلے کیا، اس لئے کہ عالم اُمَّت کا امام ہوتا ہے اور اس کے لئے اس قدر اجر ہوتا ہے جو پوری اُمَّت کو دیا جاتا ہے جبکہ شہید کا عمل صرف اس کی اپنی ذات کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں ہے کہ حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''عُلَما (کی تحریر) کی سیاہی کا موازنہ شُہَدا کے خون سے کیا جائے گا۔'' [2]

شہید کی سب سے اعلیٰ حالت اس کا خون ہے اور ایک عالم کا سب سے اَدْنیٰ وَصْف اس کی تحریر کی سیاہی ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں شہید کے خون اور عالم کی تحریر کی سیاہی کو مُساوی قرار دیا اور اس طرح عالم کے شہید پر بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ فرمایا۔

عالم کی موت کا نقصان

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرمایا کرتے تھے کہ عالم، اس بندے سے افضل ہے جو دن بھر روزے سے ہو اور پوری رات قیام کی حالت میں گزار دے اور راہِ خدا میں جہاد کرتا رہے۔ جب کوئی عالم اس جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے تو اسلام میں ایسا رَخنہ پیدا ہو جاتا ہے جسے اس کے بہترین نائب کے علاوہ کوئی پر نہیں کرسکتا۔ [3]

یہی مفہوم ایک مسند روایت میں بھی ہے کہ محبوبِ ربِّ داوَر، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد

---

[1] ......سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة، الحديث: ۴۳۱۳، ص ۲۷۳۹

[2] ......الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى، باب تعظيم المتفقه الفقه......الخ، الحديث: ۸۵۶، ج ۲، ص ۱۹۸ بتغير

[3] ......الزهد لابن احمد حنبل، اخبار الحسن بن ابى الحسن، الحديث: ۱۴۷۳، ص ۲۷۲ ماطر دبدله مااختلف

فرمایا: ''جب ایک عالم دارِ بقا کی جانب رَختِ سفر باندھتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جسے کوئی شے پُر نہیں کرسکتی جب تک کہ رات اور دن قائم ہیں۔''[1] اور ایک روایت میں رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک عالم جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے تو گویا کہ وہ ایک ستارہ تھا جو ڈوب گیا ہے اور ایک قبیلہ کی موت ایک عالم کی موت سے آسان ہے۔''[2]

(۲)......راہِ نجات پر چلنے والا طالب علم

اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ طالب علم ایسا ہے جو عُلمائے حق سے علم سیکھتا ہے، سلامتی کی خواہش رکھنے کی وجہ سے اخلاص اور معاملہ کی راہ کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ دنیا میں جہالت سے اور آخرت میں عذاب سے نجات پا جائے گا۔

(۳)......وَ ھَمَجٍ رُعَاعٍ

یہاں ﴿ھَمَجٍ﴾ سے مُراد وہ پتنگا ہے جو آگ کے شعلوں میں اپنی جہالت کی وجہ سے جا گرتا ہے۔ یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد ﴿ھَمَجَة﴾ ہے۔ جبکہ ﴿رُعَاع﴾ سے مراد وہ کم عقل بندہ ہے، جو بہت جلد غصّہ و طَیش میں آجاتا ہے، اس میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، طمع اسے اِضطراب میں مبتلا رکھتی ہے اور غضب اسے بھڑکائے رکھتا ہے، عُجب وخود پسندی اسے مصیبت میں مبتلا رکھتی ہے اور تکبُّر اس کی امیدوں کو طویل کرتا جاتا ہے۔

علمائے رَبَّانِیِّین سے ملنے کا اشتیاق

مذکورہ قول کے بعد اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور آپ نے ارشاد فرمایا: ''اس طرح علم کی موت واقع ہوجاتی ہے جس کا سبب اس کا حاصل کرنے والا بنتا ہے۔'' پھر انہوں نے علمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے سانس لیا اور ارشاد فرمایا: ''مجھے ان کے دیدار کا کتنا شوق ہے۔'' یعنی ان علمائے رَبّانِیِّین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے ملنے کا میں حد درجہ مشتاق ہوں۔

---

[1] ......الزھد لابن احمد حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۴۷۳، ص ۲۷۲ ماطر دبدلہ سااختلف

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی طلب العلم، فصل فی فضل العلم و شرفہ، الحدیث: ۱۶۹۹، ج ۲، ص ۲۶۴

یہ ایک طویل روایت ہے جو پہلے مکمل بیان ہو چکی ہے، پس یہی وہ لوگ ہیں جن سے ملنے کے شوق کا اظہار کرتے ہوئے اَمیرُالْمومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کی آنکھیں پُرنَم ہوگئی تھیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ان سے ملنے کا اِشْتِیاق ظاہر فرمایا۔ چنانچہ،

مَروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کا کتنا شوق ہے! اور میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' اور پھر ارشاد فرمایا: ''وہ ایسے لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔''[1]

اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان لوگوں کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا اور انہیں اپنا بھائی اس لئے قرار دیا کیونکہ ان کے قُلوب انبیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قُلوب کی طرح اور ان کے اَخلاق ایمان کی صِفات سے مُتَّصِل ہیں۔ ایسے لوگ اس اُمّت کے ابدال ہیں جن کے جلیلُ الْقَدْر اوصاف بہت سی روایات میں مروی ہیں۔ ان کے تین۳ گروہ ہیں: (۱)......صِدِّیقین (۲)......شُہَدا اور (۳)......صالحین۔ ان میں سے کچھ کے قلوب حضرت سیِّدُنا ابراہیم **خلیلُ اللّٰہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ اَطْہَر کی مانند، کچھ کے حضرت سیِّدُنا موسیٰ **کلیمُ اللّٰہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلبِ اطہر کے مطابق، کچھ کے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللّٰہ** عَلَیْہِ السَّلَام کے قلب کی طرح اور کچھ کے قُلوب حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلبِ اَطْہَر کی طرح ہیں۔ بعض کے دل حضرت سیِّدُنا جبرائیل، حضرت سیِّدُنا میکائیل اور حضرت سیِّدُنا اسرافیل عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قلب کی طرح ہیں۔

اخوت میں مشابہت

دو۲ افراد کے درمیان اُخُوَّت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دونوں ہم مجلس و ہم نشیں ہوں یا اَفْعال و اَخْلاق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (پ۲۸، الحشر: ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں۔

---

[1] ......تفسیر القرطبی، پ۵، النساء، تحت الآیۃ ۳۲، الجزء الخامس، ج۳، ص۱۱۴

سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب حلیۃ الوضوء، الحدیث: ۱۵۰، ص۲۰۹۶ بتغیر

اس آیتِ مبارکہ میں منافقین کو کافروں کا بھائی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دلوں میں کفر چھپانے اور شک کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافروں جیسے اوصاف کے حامل ہیں۔ چنانچہ انہیں کافروں کا بھائی کہا گیا۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِؕ ﴾ (پ۱۵، بنی اسرآءیل:۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ حالانکہ فُضول خرچی کرنے والے خِلْقت میں شیاطین کی طرح ہیں نہ ہی ان کے درمیان ماں یا باپ کا کوئی رشتہ ہے کیونکہ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں اور یہ فُضول خرچی کرنے والے حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْهِ السَّلَام کی۔ البتہ! ان کے دلوں کے کھرے یا کھوٹے ہونے اور افعال میں مُشابہت پائی جاتی ہے، پس اس مُشابہت کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔

غربا اور علمائے آخرت

علمائے آخرت کی عقل ان کے دل کے انوار سے روشن ہوتی ہے اور ان کا فہم ان کے علم اور مشاہدے کے اِسْتِنْباط سے پیدا ہوتا ہے، ان کے اَخلاق ان کے یقین کے مَعانی اور اس کی قوّت پر مَبْنی ہوتے ہیں اور ان کے طریقت اور سُلوک کے راستے سنّتِ نبوی کے مطابق ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بندے حُضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور دوسرے انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام کے بھائی ہیں جن سے ملنے کا اِشْتِیاق سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بھی ظاہر فرمایا۔ یہی غُربا ہیں جن کے متعلق آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کی ابتدا غریبوں سے ہوئی اور عنقریب یہ غریبوں ہی میں لوٹ جائے گا، پس غریبوں کو مبارک ہو۔'' عرض کی گئی کہ غُربا سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگ فساد میں مشغول ہوں گے تو وہ ان کی اصلاح کریں گے۔''[1] اور ایک روایت میں ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکّی مَدَنی مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو میری سنّت کی اصلاح کریں گے جب لوگ اسے خراب کر دیں گے۔''[2] اور ایک

---

[1] ......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بداغریبا......الخ، الحدیث: ۳۷۲، ص ۷۰۲

المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبد الرحمن بن مسنة، الحدیث: ۱۶۶۹۰، ج۵، ص ۶۰۰

[2] ......جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء ان الاسلام بداغریبا وسیعود غریبا، الحدیث: ۲۶۳۰، ص ۱۹۱۷

روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اور یہ لوگ میری فوت شُدہ سنّت کو زندہ کریں گے۔'' [1]

مُراد یہ ہے کہ وہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے پر عمل کریں گے جسے لوگوں نے چھوڑ دیا ہوگا اور اس سے غافل ہو چکے ہوں گے۔

ایک روایت میں تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وہ میری سنّت کو اس قدر مضبوطی سے تھامے ہوں گے کہ جس قدر تم آج اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہو۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''غُرَبا بہت کم لوگ ہیں جو سب صالح ہیں اور ان سے بُغض رکھنے والوں کی تعداد ان سے محبت کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔'' [2]

پس یہی وہ غُرَبا ہیں جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انعام فرمایا اور انہیں اعلیٰ عِلّیّین میں اپنے نبیوں کی صحبت کا شَرَف عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ-وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًاؕ(۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(پ۵، النسآء: ۶۹)

بہت زیادہ دوستوں والا عالم

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم دیکھو کسی عالم کے دوست بہت زیادہ ہیں تو جان لو کہ وہ (حق کو باطل کے ساتھ) ملانے والا ہے۔ [3] اور ایک بار آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے بھائیوں کے نزدیک محبوب اور اپنے پڑوسیوں کے ہاں قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے تو جان

---

[1] ......تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبۃ، قالوا حدیثان متناقضان، ص ۱۱۵

[2] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۲۸۴۲ علی بن الحسن، الحدیث: ۸۲۸۶، ج ۴۱، ص ۳۲۶

[3] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۵۲۸۸، ج ۴، ص ۳۶۲

لو کہ وہ ریا کار ہے۔[1]

قرآنِ کریم میں علمائے سوء اور علمائے آخرت کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عُلمائے سوء کے اَوصاف ذکر فرماتے ہوئے انہیں علم کے ذریعے دنیا کمانے والا قرار دیا اور علمائے آخرت کو خُشوع وزُہد کے اَوصافِ حمیدہ سے مُتَّصِف ذکر فرمایا۔ چنانچہ علمائے سوء کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ٘ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًاؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۸۷)

اور علمائے آخرت کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک کچھ کتابی ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو ان کی طرف اترا اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے یہ وہ ہیں جن کا ثواب ان کے ربّ کے پاس ہے۔ (پ ۴، ال عمران: ۱۹۹)

حدیثِ پاک میں علمائے سوء اور علمائے آخرت کا بیان

حضرت سیِّدُنا ضحّاک عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الرَّزّاق حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اس اُمّت کے عُلَما دو قسم کے ہیں: ایک وہ شخص ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ علم سے نوازتا ہے تو وہ اسے لوگوں پر خرچ کرنے لگتا ہے اور اس پر ان سے نہ تو کوئی طمع رکھتا

---

[1] ...... سیر اعلام النبلاء للذهبی، الرقم ۱۰۸۳ سفیان بن سعید بن مسروق، ج۷، ص ۲۰۹ مراء بدله مداهن
التفسیر الکبیر، پ ۴، ال عمران، تحت الایة ۱۰۴، ج ۳، ص ۳۱۲ مراء بدله مداهن

ہے اور نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت وُصول کرتا ہے۔ یہ ایسا بندہ ہے جس کے لئے آسمان کے پرندے، پانی کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور کراماً کاتبین (دونوں فرشتے) سب دعا مانگتے ہیں۔ یہ بندہ قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایک مُعزَّز سردار کے روپ میں حاضر ہوگا یہاں تک کہ اسے رسولوں کی رَفاقت حاصل ہوگی اور دوسرا بندہ وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا کا علم عطا فرماتا ہے تو وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں پر خرچ کرنے سے بُخْل کرتا ہے اور اس پر طمع رکھنے کے علاوہ اس کے بدلے قیمت بھی وُصول کرتا ہے، قیامت کے دن جب یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو اس کی حالت یہ ہوگی: اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی گئی ہوگی اور ایک مُنادی لوگوں کے سامنے اعلان کرے گا کہ یہ فُلاں بن فُلاں ہے، اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں علم کی دولت سے مالا مال کیا لیکن اس نے اس پر طمع کی اور اس کے بدلے قیمت وُصول کی۔ چنانچہ اسے عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے حساب سے فَراغت ہوجائے۔“[1]

دنیا کمانے والے عالم کا انجام

(صاحبِ کتاب اِمام اَجل حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اس سے بھی زیادہ سخت روایت جو میں نے علم کے بدلے دنیا کمانے والے عالم کے متعلق سُنی ہے یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا عثمان بن ابی سلیمان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت کیا کرتا تھا، پس اس نے یہ کہنا شروع کر دیا: ”حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے یوں بیان کیا، حضرت سیِّدُنا موسیٰ نَجِیُّ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے اس طرح فرمایا اور حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھ سے یہ فرمایا وغیرہ وغیرہ۔ وہ (لوگوں کو سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی باتیں سناتا تو وہ خوش ہوکر اسے نذرانے دیتے، یوں وہ) بہت مالدار ہوگیا اور اس کے پاس خوب مال جمع ہوگیا۔ (پھر اچانک وہ غائب ہوگیا اور) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اسے اپنے پاس نہ پایا تو اس کے متعلق پوچھنے لگے مگر اس کا کوئی سراغ نہ ملا، ایک دن اس کی بستی کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک خِنْزِیر تھا جس کے گلے میں سیاہ رسی بندھی تھی، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس سے پوچھا: ”کیا تم فُلاں شخص کو جانتے ہو؟“ وہ بولا: ”جی ہاں! وہ یہی خِنْزِیر ہے۔“ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی: ”اے

---

[1] ……المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۱۸۷، ج۵، ص۲۳۷ بتغیر

میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اس کی اصلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے اس مصیبت کے متعلق پوچھ سکوں جس میں یہ مبتلا ہے۔'' تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی جانب وحی فرمائی: ''اے موسیٰ! اگر تو مجھ سے ان الفاظ سے دعا مانگتا جن سے آدم اور دیگر نے مانگی تب بھی میں تیری یہ دعا قبول نہ کرتا۔ البتہ! تجھے یہ بتا دیتا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ ایسا سُلوک کیوں کیا، وہ اس لئے کہ یہ دین کے بدلے دنیا طلب کیا کرتا تھا۔'' [1]

اہلِ حق کا تحائف قبول کرنے سے انکار

حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی مجلس بَرخاست کرنے کے بعد اٹھے تو خُراسان کے ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں ایک تھیلی پیش کی جس میں پانچ ہزار درہم تھے، نیز اپنے تھیلے سے خُراسان کے ہی بنے ہوئے ریشم کے انتہائی باریک دس عدد کپڑے نکال کر پیش کئے تو حضرت سیِّدُنا حسن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کرنے لگا: ''اے ابو سعید! یہ درہم خرچ کے لئے ہیں اور یہ کپڑے پہننے کے لئے ہیں۔'' تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے معاف فرمائے، یہ کپڑے اور درہم اپنے پاس ہی رکھو، ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ جو شخص میری طرح کی مجلس میں بیٹھے اور لوگوں سے اس جیسی اشیاء قبول کرے تو قِیامت کے دن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔'' [2]

عِندَ اللہ بعض شہرۂ آفاق افراد کی حیثیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''ایک بندے کے لئے تعریف مَشرِق و مَغرِب میں پھیلا دی جاتی ہے، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں۔'' [3]

---

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۷۷۴۱ موسی بن عمران......الخ، ج ۶۱، ص ۱۵۲ بتغیر

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس، باب فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۰۱

[3] ......الاسرار المرفوعۃ لملا علی قاری، الحدیث: ۲۶۲، ص ۷۴

صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، الحدیث: ۷۰۴۵، ص ۱۱۶۳ مفھوماً

علمائے دنیا کے احوال

عُلمائے دنیا علم کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں اور دین کے بدلے دنیا کماتے ہیں، دنیا دار لوگوں کو اپنا دوست اور غمخوار بناتے ہیں، ان کی عزّت کرتے ہیں، ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے خَندہ پیشانی سے ملتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہیں جو ہر زمانے میں اپنے اَوصاف اور اندازِ بیان سے پہچانے جاتے ہیں۔(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) عُلمائے سوء کے متعلق ہم نے کئی مقامات پر بڑی سخت باتیں ذکر کی ہیں، ہم ایسے علما سے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یہ بات عالم کے لئے فتنہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سننے کی نسبت کلام کرنا زیادہ پسند کرے، حالانکہ کلام و بیان میں بَناوَٹ و چاپلوسی اور مُبالغہ وزیادتی ہوتی ہے اور ایسا کلام کرنے والا بندہ غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، جبکہ خاموشی میں سلامتی اور علم ہے۔

- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم کو اپنے پاس جمع رکھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کسی دوسرے کے پاس بھی یہ علم پایا جائے، پس ایسا عالم جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم میں شاہانہ مقام ومرتبہ کے حامل ہوتے ہیں، اگر ان کی کسی علمی بات کی تردید کر دی جائے یا ان کے حق میں کوئی کمی یا کوتاہی ہو جائے تو غضب ناک ہو جاتے ہیں۔ ایسے علما جہنّم کے دوسرے طبقہ میں ہوں گے۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے علم اور عمدہ باتوں کو مُعزَّز اور مال دار لوگوں تک ہی محدود رکھتے ہیں اور اس علم کے ضرورت مندوں کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، ایسے عُلَما جہنّم کے تیسرے طبقہ میں ہوں گے۔
- ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو اپنے آپ کو فتویٰ دینے کے لئے مُختَص کر دیتے ہیں اور پھر غلط فتوے دینے لگتے ہیں حالانکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ تَکَلُّف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، ایسے عُلَما جہنّم کے چوتھے طبقہ میں ہوں گے۔

﴾ ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو یہود و نصاریٰ سے مَروی کلام پیش کرتے ہیں تا کہ اس کے سبب ان کے علم کی عزّت کی جائے، ایسے عُلَما جہنَّم کے پانچویں طبقہ میں ہوں گے۔

﴾ ......بعض عُلَما اپنے علم کو مروّت، فضیلت اور شہرت کا ذریعہ بناتے ہیں، ایسے علما جہنَّم کے چھٹے طبقہ میں ہوں گے۔

﴾ ......بعض عُلَما ایسے ہیں جو تکبُّر اور خود پسندی کے دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر خود کسی کو نصیحت کریں تو سخت لہجہ اپناتے ہیں لیکن اگر کوئی انہیں نصیحت کرے تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ ایسے علما جہنم کے ساتویں طبقہ میں ہوں گے۔

(اور پھر مزید ارشاد فرمایا) تم پر خاموشی لازم ہے کہ اس کے سبب تم شیطان پر غالب آ جاؤ گے اور عجیب بات کے علاوہ ہنسنے اور بغیر مقصد کہیں باہر جانے سے بچو۔''

کیسے عالم کے پاس بیٹھا جائے؟

ایک حدیثِ پاک میں عُلَمائے آخرت کے نہ صرف اَوصاف مروی ہیں بلکہ اس میں مخلوق کو مقاماتِ یقین اور دین وایقان کے اسباب کی دعوت کے اُصول بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا شَقِیق بن ابراہیم بَلْخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مکّۂ مکرّمہ، سردارِ مدینۂ منوّرہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر عالم کے پاس نہ بیٹھا کرو، بلکہ صرف اسی عالم کے پاس بیٹھا کرو جو تمہیں پانچ چیزیں چھوڑ کر پانچ چیزوں کی طرف بلائے:

(۱)......شک سے یقین کی طرف (۲)......رِیا سے اِخلاص کی طرف

(۳)......دنیاوی رغبت سے زُہد کی طرف (۴)......تکبُّر سے عاجزی کی طرف

(۵)......اور عَداوت و دشمنی سے خیر خواہی کی طرف۔''[1]

صحابۂ کرام اور تابعین عظام کا خدشہ

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے مذکورہ علم سے علمِ یقین وتقویٰ اور علمِ معرفت و ہدایت مراد لیا ہے اور اس کی

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۵ شقیق البلخی، الحدیث: ۱۱۴۴۷، ج۸، ص۷۵، بتقدم وتاخر

دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کو ہر لمحہ اس کے فُقدان کا خَدشہ لاحق رہتا تھا، نیز انہیں اس علم کے معدوم ہوجانے کا خوف بھی دامن گیر تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ اس علم کے اٹھالئے جانے اور آخر زمانے میں اس کے کم ہوجانے کی خبریں دیا کرتے کیونکہ وہ اس علم سے مراد علمِ قُلوب اور علمِ مشاہدہ لیا کرتے تھے جو کہ تقویٰ کا نتیجہ ہے، نیز علمِ معرفت ویقین بھی مراد لیا کرتے تھے جو ایمان کی زیادتی اور ہدایت کا ثمرہ ہے۔ پس جب مُتّقین نہ رہیں گے، خائفین کم ہوجائیں گے اور زاہدین مَعْدوم ہوجائیں گے تو یہ عُلوم بھی ختم ہوجائیں گے کیونکہ ان علوم کا وُجود انہی کے ساتھ قائم ہے اور یہ صرف انہی کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ وہی ان علوم کے جاننے والے اور ان کے ذریعے کلام کرنے والے ہیں، یہ علوم ہی ان کے احوال اور طَرِیق ہیں۔ وہ ان راستوں پر چلنے والے ہیں اور انہیں قائم رکھنے والے ہیں۔ صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان اور تابعینِ عظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام چونکہ اس حقیقت سے خوب آگاہ تھے، لہٰذا وہ اس علم کے ختم ہوجانے کی وجہ سے رویا کرتے تھے۔

قرآنِ کریم میں علمائے کرام کے اوصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اَوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ دنیا میں زُہد کے پیکر، دنیا کو حقیر جاننے والے، نیک اعمال کرنے والے اور پختہ ایمان رکھنے والے ہیں اور دنیا دار علما کے اوصاف اس طرح بیان فرمائے کہ وہ دنیا میں رغبت رکھنے والے اور اسے عظیم جاننے والے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (۷۹) وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (۸۰) (پ ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے۔ اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔

مُراد یہ ہے کہ یہ حکمت صرف انہی لوگوں کو دی جاتی ہے جو اس دنیاوی زیب وزینت پر صبر کرتے ہیں جس کے

زعمِ باطل میں قارون باہر نکلا تھا۔

قرآن کریم اور ایمان کا آپس میں تعلق

حضرت سیِّدُنا جُنْدب بن عبدُ اللّٰہ بَجَلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب ہم توانا وطاقتور نوعمر تھے تو دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر رہتے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں قرآنِ کریم سے پہلے ایمان سکھایا کرتے، اس کے بعد ہم نے قرآنِ کریم سیکھا اور اس طرح ہمارے ایمان میں زیادتی ہوگئی۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم اس لئے نازل کیا گیا تھا تاکہ اس پر عمل کیا جائے مگر تم نے اس کے پڑھنے ہی کو عمل بنالیا ہے، عنقریب تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو بطورِ غنا اسے تعلیم دیں گے اور وہ تم سے بہتر نہ ہوں گے۔[2] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''وہ قرآنِ کریم کے پڑھنے کو نیزے کی طرح سیدھا پڑھیں گے، اسے پڑھنے میں جلدی کریں گے اور ذرہ بھر نہ ٹھہریں گے۔''[3]

حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دوسرے کئی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہے کہ ہم نے ایک زمانے تک اس حالت میں زندگی بسر کی کہ ہم میں سے ہر ایک کو قرآنِ کریم سے پہلے ایمان دیا جاتا، پھر کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ اس کے حلال وحرام اور اَمر و نَہی سیکھتا اور جہاں توَقُّف کرنا مناسب ہوتا وہ سب مقامات سیکھتا جیسا کہ آج تم قرآنِ کریم سیکھتے ہو۔ پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے ایک کو قرآنِ کریم ایمان سے پہلے دیا جاتا ہے، وہ سورۂ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن تک پڑھ لیتا ہے مگر اس کے اَوامر و نَواہی جانتا ہے نہ ان مقامات سے آگاہ ہوتا ہے جہاں توَقُّف کرنا چاہئے، وہ ایسا شخص ہے جو رَدّی کھجوروں کی طرح اسے بکھیرتا ہی چلا جاتا ہے۔[4]

---

[1] ......التاریخ الکبیر للبخاری، باب الجیم، الرقم ۲۲۶۲ جندب بن عبداللہ، ج ۲، ص ۲۰۴
السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انه انما قبل یؤمهم اقرؤهم، الحدیث: ۵۲۹۲، ج ۳، ص ۱۷۱

[2] ......سنن سعید بن منصور، فضائل القرآن، الحدیث: ۲۹، ج ۱، ص ۱۴۶ بالاختصار

[3] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ، الحدیث: ۱۴۸۶۱، ج ۵، ص ۱۳۷

[4] ......السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب البیان انه انما قیل یؤمهم اقرؤهم، الحدیث: ۵۲۹۰، ج ۳، ص ۱۷۱
المستدرک، کتاب الایمان، باب کیف یتعلم القرآن، الحدیث: ۱۰۸، ج ۱، ص ۱۹۶

...... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''ہم مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ ہیں، ہمیں قرآن سے پہلے ایمان دیا گیا۔'' [1] (اور ایک روایت میں ہے) اور عنقریب تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جنہیں قرآن ایمان سے پہلے دیا جائے گا، وہ اس کے حُروف کو تو قائم رکھیں گے لیکن اس کی حُدود ضائع کر دیں گے۔ [2] ...... (ایک روایت میں ہے) کہا کریں گے کہ ہم نے پڑھ لیا، کون ہے جو ہم سے زیادہ پڑھنے والا ہے؟ ہم نے سیکھ لیا ہے، کون ہے جو ہم سے بڑا عالم ہے؟ پس ان کا قرآنِ کریم میں سے یہی حصّہ ہے۔ [3] ...... اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لوگ اس اُمّت کے بدترین لوگ ہیں۔ [4]

منقول علم سے مراد

جس علم کو بعد والوں نے پہلوں سے نقل کیا اور جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور جسے بعد والوں نے پہلوں سے سن کر صحیفوں میں محفوظ کر لیا ہے، اس سے مراد احکام وفتاویٰ اور اسلام وقضایا کا علم ہے، اس کے حُصول کا راستہ سماعت، اس کا واسطہ وذریعہ اِستِدلال اور اس کا خزانہ عقل ہے۔ یہ علم کتابوں میں مُدوّن ہے اور اَوراق وصفحات میں تحریر ہے، اسے ہر چھوٹا اپنے بڑے سے زبانوں کے واسطہ سے حاصل کرتا ہے۔ یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ اسلام باقی ہے اور اس کا وجود مسلمانوں کے وجود کے ساتھ قائم ودائم ہے۔ کیونکہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بندوں پر حُجَّت اور اس کی مخلوق کا عام راستہ ہے، پس جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس علم کو دینے کا ارادہ فرمایا تو اسے اس کے اہل افراد کے ذریعے غالب فرما دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ ترجمۂ کنز الایمان: اسے سب دینوں پر غالب کرے

---

[1] ......سنن سعید بن منصور، فضائل القرآن، الحدیث: ٤٨، ج ١، ص ٢٠٦ مفھوماً

[2] ......الفردوس بماثور الخطاب، باب الیاء، الحدیث: ٨٦٨٦، ج ٥، ص ٤٤٣ مفھوماً

[3] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ١٣٠١٩، ج ١٢، ص ١٩٤ مفھوماً

[4] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ١، ص ٤٠٠

الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ (پ۲۸، الصف: ۹) پڑے بُرا مانیں مشرک۔

علم حجت ہے

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''وہ علم جسے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے زبان پر ظاہر فرمایا وہ مخلوق پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُجَّت ہے۔''[1]

سماعت، حصولِ علم کا ذریعہ ہے

حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو ارشاد فرمایا: ''تم سنتے ہو، پھر تم سے سنا جائے گا اور جو تم سے سنے گا پھر اس سے سنا جائے گا۔''[2]

پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس علم کی خبر دی جو کتابوں میں مَرقوم ہے اور جسے دین کا ظاہر ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اس سے آگاہ نہ ہونا اور جاہل رہنا شرک کے پیدا ہونے کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے مشرکین کے نہ چاہنے کے باوجود اسلام کی بَقا کی ضمانت دی ہے۔

سامع کا متکلم سے افضل ہونا

رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس بندے پر رحم فرمائے جو ہم سے کوئی حدیث سنے اور پھر اسے اسی طرح آگے دوسروں تک پہنچائے جیسا کہ اس نے سنی تھی، کیونکہ بعض اوقات بات بتانے والا اسے سمجھنے والا نہیں ہوتا اور (اس طرح) بعض اوقات بات بتانے والا اس شخص تک وہ بات پہنچا دیتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے۔''[3]

اس حدیثِ پاک میں بھی سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ خبر دی ہے کہ

---

[1] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، الحدیث: ۲۰، ج۸، ص۱۳۳ مفھوماً

[2] ......سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، الحدیث: ۳۶۵۹، ص۱۴۹۴

[3] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۱۶۰۹، ج۱، ص۴۳۸

سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، الحدیث: ۳۶۶۰، ص۱۴۹۴ بتقدم وتاخر

جب مسئلہ جاننے والا اس پر عمل نہیں کرتا تو گویا وہ دل سے اسے سمجھتا نہیں اور بعض اوقات وہ ایسے شخص کو وہ مسئلہ بتا دیتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اسے یاد کر کے اس پر عمل کرتا ہے۔ چنانچہ،

ایک روایت میں مکّی مدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے لوگ ایسے ہیں جن تک کوئی بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔''[1]

پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی تعریف فرمائی جو مسئلہ یاد کر کے اس پر عمل کرے۔ لہٰذا چاہئے کہ اس بات کو یاد کر لیں اور اس میں تفکّر کریں اگرچہ آپ نے یہ بات محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہیں سنی۔

حصولِ علم کے ذرائع کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾ (پ ۲۹، الحآقۃ: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے محفوظ رکھے وہ کان کہ سن کر محفوظ رکھتا ہو۔

مراد یہ ہے کہ دل کے کان ایسے ہیں جو سن کر یاد کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ (پ ۲۶، ق: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجّہ ہو۔

مُراد یہ ہے کہ جس نے سامع کو بڑی توجہ سے سنا اور سنتے ہوئے اپنے دل سے حاضر رہا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ﴿وَتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾ (پ ۲۹، الحآقۃ: ۱۲)﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہاں ایسے کان مُراد ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَمر و نہی کو سمجھنے کی صلاحیت رکھیں اور پھر انہیں یاد کر کے ان پر عمل بھی کریں۔[2]

یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مومنین کے اَوصافِ حَمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، الحدیث: ۱۷۴۱، ص ۱۳۶

[2] ......البحر الزخار بمسند البزار، مسند ابی موسی، الحدیث: ۳۲۱۰، ج ۸، ص ۱۷۹

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے۔

معرفت کا بنیادی ذریعہ

اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْن حضرت سَیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''علم حاصل کرو، اس کے ذریعے تمہیں معرفت حاصل ہوگی اور اس پر عمل کرو گے تو تمہارا شمار اہلِ علم میں ہوگا۔''[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''جب تم کوئی علمی بات سنو تو اس پر منہ بند کرلو اور اسے بیہودہ بات سے نہ ملاؤ کیونکہ دل اسے قبول نہیں کرتے۔''[2]

علم کی کُلّی

سلف صالحین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ جو عالم ہنستا ہے وہ علم کی کُلّی کرتا ہے۔[3]

علم کتابوں میں نہیں، سینوں میں ہے

حضرت سَیِّدُنا خلیل بن احمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم وہ نہیں جو کتابوں کے بستوں اور تھیلوں میں بند ہو بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں محفوظ اور یاد ہو۔[4]

استاذ اور شاگرد پر نعمتِ کاملہ کی علامات

استاذ میں تین باتوں کا پایا جانا شاگرد پر نعمتِ کاملہ کی علامت ہے:

(۱) صبر (۲) تواضُع اور (۳) حُسنِ خلق۔

اسی طرح شاگرد میں بھی تین باتوں کا پایا جانا استاذ پر نعمتِ کاملہ کی علامت ہے:

(۱) عقل (۲) ادب اور (۳) حسنِ فہم۔

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد امیر المومنین علی ابن ابی طالب، الحدیث: ۶۹۲، ص۱۵۶ اطلبوا بدلہ تعلموا

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۸۱۴، ج۷، ص۳۵۰ بتغیر

[3] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد علی بن الحسین، الحدیث: ۹۲۵، ص۱۸۷

[4] ......الجامع لاخلاق الراوی، باب حفظ الحدیث......الخ، الحدیث: ۱۷۶۰، ص۲، ص۲۵۱ بتغیر قلیل عن یموت بن المزرع

عِلْم کے اوصاف، سَلَف صالِحین کا طریقہ اور مَنْ گھڑت قِصّوں کی مَذَمَّت

عالم ربانی کے پانچ اوصاف

عالمِ ربانی میں پانچ اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے یہی اوصاف عُلَمائے آخرت کی علامات اور نشانیاں ہیں:

(۱)......خَشِیَّت (۲)......خُشوع وخُضوع (۳)......تواضُع (۴)......حسنِ خُلق اور (۵)......زُہد

مذکورہ اوصاف کا قرآنِ کریم میں تذکرہ

قرآنِ کریم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ تمام اوصاف مختلف مقامات پر ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ،

خَشِیَّت اور خُشوع وخُضوع کے اوصاف سے مُتَّصِف ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (پ۲۲، فاطر: ۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

(۲)......خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ (پ۴، اٰل عمران: ۱۹۹) ترجمۂ کنزالایمان: اُن کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے۔

تواضُع اور حسنِ خُلق کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ قُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ۚ (پ۱۴، الحجر: ۸۸، ۸۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔

(۲)......فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ (پ۴، اٰل عمران: ۱۵۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔

دنیا میں زُہد اختیار کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱)......اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (پ۱۰، التوبة: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو کتاب دیئے گئے۔

(۲)......وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيۡرٌ (پ۲۰، القصص: ۸۰) ترجمۂ کنزالایمان: خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے۔

پس جس میں یہ اَوصاف پائے جائیں اس کا شمار عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں ہوگا۔

دینی اور قلبی امور کے جاننے والے

دین میں مشکل مسائل پیدا ہوں تو انہیں ایک عالم دور کرتا ہے اور جب دل میں مشتبہ امور سر اٹھائیں تو ایک عارف کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مَنْقول ہے کہ تم خیر و بھلائی پر ثابت قدم رہو گے جب تک کہ تم میں سے کسی کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو اور وہ کوئی ایسا شخص پا نہ لے جو اسے اس شک کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس کی تَشَفّی کر دے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! عنقریب تم ایسا کوئی شخص نہ پاؤ گے۔ [1]

عارفِ حق ہی سب سے بڑا عالم ہوتا ہے

مَروی ہے کہ سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے دریافت فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' تو انہوں نے عرض کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اُس وقت سب سے زیادہ حق کا جاننے والا ہوگا جب اُمور مُشتَبِہ ہوں گے اور دین میں اِشکال پیدا ہو جائیں گے اگرچہ وہ حق جاننے والا اُسرین کے بل ہی چلتا ہو۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''(جو اُس وقت سب سے زیادہ حق کا جاننے والا ہوگا) جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، چاہے وہ عمل میں کوتاہی کا شکار ہو۔'' [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبوب اشیاء

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ حُضور رَحمتِ عالَم،

---

[1] ......صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون، الحدیث: ۲۹۶۴، ص ۲۳۸ بتغیر

[2] ......مسند ابی داود الطیالسی، الحدیث: ۳۷۸، ص ۵۰ عمله بدله العلم المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۴۷۹، ج ۳، ص ۲۴۶ مفهوماً

شعب الایمان للبیهقی، باب فی مباعدة الکفار......الخ، فصل من هذا الباب......الخ، الحدیث: ۹۵۰۹، ج ۷، ص ۶۸

نُورِ مُجَسَّم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ شُبہات کے وُقوع پر تَنْقِیدی نظر کو اور نفسانی خواہشات کے ہُجوم کے وقت عقلِ کامل کو پسند فرماتا ہے۔ نیز سخاوت کو پسند فرماتا ہے اگرچہ کھجوریں ہی دی جائیں اور شُجاعت کو پسند کرتا ہے اگرچہ سانپ ہی مارا جائے۔'' [1]

سیِّدُنا ابن مسعود کے اندیشے کا پورا ہونا

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو **جو خدشہ لاحق تھا، آج ہمارے زمانے میں پورا ہورہا ہے** کیونکہ اگر توحید کے مَعانی و مَفاہیم میں اشکال پیدا ہوجائے یا کسی مومن بندے کے دل میں ایک مُوَحِّد کی صِفات کے متعلق شبہ پیدا ہوجائے اور وہ چاہے کہ اس معاملے کی حقیقت اس پر اس طرح مُنْکَشِف ہوجائے کہ دل اس کا مشاہدہ کرلے اور وہ معاملہ سینے میں خوب کھل کر اس طرح واضح ہوجائے کہ دل میں اطمینان پیدا ہوجائے تو ایسے کسی فرد کو تلاش کرنا اس دور میں کافی مشکل ہوگا۔

مشتبہ امور کی حقیقت کشائی کرنے والے پانچ افراد

اس دور میں مُشْتَبہ اُمور کی حقیقت سے پردہ اٹھانے والے افراد پانچ قسم کے ہیں:

(1)......بدعتی

ایسا شخص بدعتی ہوگا جو خود گمراہ ہوگا اور اپنی فاسد رائے سے ایسی بات بتائے گا جو مزید حیرانی کا باعث ہوگی۔

(2)......ناقص العلم والعقل

وہ باتیں کرنے والا ایسا شخص ہوگا جو تجھے اہلِ یقین کے مشاہدہ کا فتویٰ دے گا حالانکہ اس کا علم انتہائی ناقص ہوگا اور اس معاملے کو دین کے ظاہر پر اپنی عقل سے قیاس کرے گا، پس جو بذاتِ خود ایک شبہ ہو وہ دوسرے شبہ کو کیسے دور کرسکتا ہے؟

---

[1] ......الزھد الکبیر للبیھقی، باب الورع والتقوی، الحدیث: ۹۵۴، ص ۳۴۶ بتغیر، الناقد بدلہ النافذ

﴿3﴾......بناوٹی صوفی

وہ ایک ایسا صوفی ہوگا جس کے اَقوال واَحوال مختلف ہوں گے، جو پَراگندہ ذہن اور گمراہ ہوگا اور وہ کتاب وسنّت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے باتیں کرے گا اور قطعاً کوئی پروانہ کرے گا، اپنے اقوال سے ائمۂ کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی مخالفت کرے گا اور بدگوئی سے بھی باز نہ آئے گا، اپنے ظن، وسوسوں اور اندازوں سے حق پر باطل کا پردہ ڈالتے ہوئے جواب دے گا کہ کون ومکان کا فرق مٹ جائے گا، علم اور احکام کا امتیاز نہ رہے گا، اسماورسوم کے نشانات تک ختم ہوجائیں گے۔ ایسے لوگ میدانِ حیرت میں سرگرداں اور حیران و پریشان کھڑے ہوتے ہیں، حجت جانتے تک نہیں مگر بحرِ توحید میں غوطہ زَن دکھائی دیتے ہیں، نہ تو انہیں مُتَّقِین کا امام بنایا گیا اور نہ ہی یہ ان کے لئے حُجَّت ہیں۔ بلکہ ایسے کسی فرد کا قول قابلِ عمل نہیں کیونکہ اس کے پاس اپنے قول کی کوئی دلیل ہے نہ وہ مَسنون طریقے پر ہے۔

﴿4﴾......خودساختہ مفتی

ایسا بندہ جو اپنے زعمِ باطل میں عالم اور مفتی ہو اور اپنے ساتھیوں میں فقیہ کے طور پر جانا جاتا ہو، وہ یہ بتائے کہ یہ معاملہ احکامِ آخرت سے ہے اور یہ علمِ غیب سے، اس میں ہم کلام نہیں کریں گے کیونکہ ہم اس کے مُکَلَّف نہیں۔ یہ ایسا بندہ ہے جو اکثر ان مسائل میں مُناظَرہ کرتا رہتا ہے جس کے ہم مُکَلَّف نہیں اور ان مسائل میں مُجادَلہ ومُباحَثہ کرتا ہے جن میں اَسلاف نے کوئی کلام نہیں کیا (یعنی خاموش رہے)، وہ ایسی باتوں کے سیکھنے سکھانے میں مصروف رہتا ہے جن کا علم حاصل کرنا تَکَلُّف سے بھرپور ہے۔

اس بندۂ مسکین کو معلوم نہیں کہ اسے علمِ یقین وایمان، حقیقتِ توحید اور اُمور میں مُخْلِص ہونے کی پہچان کا علم حاصل کرنے کا مُکَلَّف بنایا گیا ہے اور ان باتوں کا علم حاصل کرنا بھی اس پر لازم ہے جو اخلاص میں مؤثر ہیں۔ مگر یہ بندۂ مسکین یہ تمام علوم حاصل کرنے کے بجائے غیر ضروری عُلوم کے حُصول میں مگن ہے کیونکہ یہ خود کو جان بوجھ کر بعض پسندیدہ عُلوم کا مُکَلَّف بنالیتا ہے۔ علمِ ایمان، صحتِ توحید، پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص بندگی کا ہونا، دنیاوی خواہشات سے اعمال کا پاک ہونا اور ان جیسے دیگر اُمور جن کا تعلق اعمالِ قُلوب سے ہے، کا حُصول بھی بندے پر لازم ہے اور ان کا شمار دینی سوجھ بوجھ اور اوصافِ مومنین میں ہوتا ہے کیونکہ یہ اِنذار وتَحذِیر کا تقاضا کرتا ہے۔ جس کی دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا

یہ فرمانِ عالیشان ہے:

لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ ترجمۂ کنزالایمان: دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲)

اس پر رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بھی دلیل ہے کہ ''علمِ یقین حاصل کرو، کیونکہ میں بھی تمہارے ساتھ مُتَعَلِّم ہوں۔''[1] اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مَروی یہ قول بھی اس کی دلیل ہے کہ ''ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآنِ کریم، اس طرح ہمارا ایمان زیادہ ہو گیا۔''[2]

پس ہدایت کی یہ زیادتی یقین کے باعث ہوئی اور جو مومنین کے ایمان میں بھی زیادتی کا سبب ہے۔ جیسا کہ فرامینِ باری تعالیٰ ہیں:

(۱)......فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا (پ ۴، اٰل عمران: ۱۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان کا ایمان اور زائد ہوا۔

(۲)......وَیَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (پ ۱۶، مریم: ۷۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ انہیں اور ہدایت بڑھائے گا۔

نیز وہ (خودساختہ مفتی) اتنا بھی شُعور نہیں رکھتا کہ معرفت ویقین کے ساتھ معاملہ میں ادب وحُسن پیدا ہوتا ہے جو اہلِ یقین کی صِفت ہے اور یہی وہ حال ہے ❁...... جو بندے کو اس مقام پر حاصل ہوتا ہے جو اس کے اور اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے درمیان ہے ❁...... یہی اس کے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اس کا حصّہ ہے اور ❁...... یہی آخرت میں اس پر اِنعامات کی زیادتی کا بھی سبب ہوگا۔

اس حال کا حُصول توحید کی اُس گواہی سے بھی ہوتا ہے جس کا تعلق خالص ایمان سے ہو اور وہ نِفاق کے مختلف شعبوں اور مخفی شِرک کی صورتوں سے پاک ہو جبکہ یہ حال فرائض کے ساتھ مُتَّصِل ہو اور ان فرائض میں بھی اُمور میں اخلاص کا ہونا فرض ہے۔ اگر اس نے ان امور کے علاوہ دیگر ایسے اُمور کا علم سیکھا جن کی طرف اس کا دل مائل ہو اور انہیں پسند کرے یعنی فُضول عُلوم اور عجیب وغریب مَعانی ومَفاہیم کا علم حاصل کرے جو انسانی ضروریات سے متعلق

---

[1] ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

[2] ......سنن ابنِ ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی الایمان، الحدیث: ۶۱، ص ۲۴۸۰

ہوں تو ان اُمور کا حاصل کرنا اس کے لئے ایک حجاب بن جائے گا اور اسے (معرفتِ خداوندی سے) غافل کر دے گا۔ پس اس طرح اس غافل بندے نے اپنی معرفت کے قلیل ہونے کی بنا پر حقیقی علمِ نافع کے بجائے اُن امور کے علم کو ترجیح دی جن کے حُصول میں اسے زیب و زینت محسوس ہوئی اور اس کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور اس طرح اس نے اپنی حاجت و حالت پر لوگوں کی حاجتوں اور ان کے احوال کو ترجیح دی، لوگوں کو دنیا میں پیش آنے والے مصائب کی اصلاح کی کوشش کی اور ان کی شرعی راہنمائی بھی کی مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں آخرت میں جو اس کا اپنا حصّہ ہے اس کی خاطر کوئی عمل نہ کیا حالانکہ وہی اُخروی حصّہ ہی اس کے لئے سب سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے کہ اسے اسی کی جانب لوٹنا ہے اور وہی اس کا ابدی ٹھکانا ہے۔ مگر (افسوس!) اس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی قُربت پر بندوں کے قُرب کو ترجیح دی اور ان کے اُمور میں مشغول ہو کر پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے ہاں پائے جانے والے اجر و ثواب کے اپنے حصّے کو چھوڑ دیا اور جب تقویٰ کی بنا پر اپنی آخرت کی خاطر پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت اور اس کی رضا جُوئی میں مشغول ہوا تو اپنے دل کو خواہشات سے خالی کرنے کے بجائے لوگوں کے دلوں کو خواہشات سے خالی کرنے کو مُقدّم جانا اور اپنے دل کی اصلاح سے غافل ہو کر دوسروں کی زبانوں کی اصلاح کرنے میں مشغول ہو گیا، اپنے باطنی حال کو بھول گیا اور لوگوں کے ظاہری حال کی فکر میں مبتلا ہو گیا۔

دنیا کو ترجیح دینے والے اسباب

مذکورہ اُمور میں مبتلا ہونے کے اسباب یہ ہیں:

- ......حکومت و ریاست کو محبوب جاننا۔
- ......لوگوں کے ہاں جاہ و مرتبہ کی خواہش رکھنا۔
- ......سیاسی داؤ پیچ اور حربوں کے ذریعے مقام و مرتبہ کی خواہش رکھنا۔
- ......دنیا کو مرغوب جاننا۔
- ......اخروی اجر میں ضُعفِ نیّت اور ہمّت و ارادے کی کمی کی وجہ سے دنیا کا مُعَزَّز ہونا۔

اس (خود فراموش و خود ساختہ مفتی) نے لوگوں کے ایام کی بہتری کے لئے اپنے ایّام برباد کر دیئے اور اپنی عمر کو لوگوں کی

نفسانی خواہشات کی تکمیل میں ضائع کر دیا محض اس لئے کہ علم سے ناواقف لوگ اسے عالم کہیں اور باطل پرستوں کے ہاں اس کا شمار فضلا میں ہو۔ پس قیامت کے دن اس کی حالت مفلسوں جیسی ہوگی اور وہ دیکھے گا کہ مُقَرَّبین اپنے اجر و ثواب کا لَبادہ اوڑھے ہوں گے کیونکہ عاملین قُرب کی وجہ سے کامیاب و کامران ٹھہریں گے اور عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام رضا و خوشنودی کی بہاروں میں ہوں گے، مگر (ہائے افسوس!) اسے کہاں سے یہ مقام حاصل ہو؟ اور کیونکر اسے دوسروں کا حصّہ عطا ہو؟ جبکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر عمل کے لئے ایک عامل اور ہر علم کے لئے ایک عالم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اُولٰٓىٕكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہونچے گا۔

(پ ٨، الاعراف: ٣٧)

مُراد یہ ہے کہ بندہ جس کام کے لئے پیدا کیا جاتا ہے اس کے لئے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے، مذکورہ آیتِ مبارکہ کافی واضح ہے۔

توحید سے متعلق مختلف آراء

اُمَّتِ مرحومہ کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ علمِ توحید فرض ہے، خصوصاً اس وقت جب شبہات واقع ہوں اور دین میں اشکالات پیدا ہو جائیں۔ البتہ! دو صورتوں میں ان کی آراء مختلف ہیں:

(١)......توحید کیا چیز ہے؟

(٢)......اسے کیسے حاصل کیا جائے؟ اور اس تک رسائی کس طرح ہو؟

اس کے متعلق مختلف افراد کی درج ذیل چند آراء ملاحظہ فرمائیے:

- ......بعض کا قول ہے کہ علمِ توحید بحث و طلب کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔
- ......بعض کہتے ہیں کہ اِسْتِدْلال اور غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے۔[1]
- ......بعض کے نزدیک سماعت و روایت اس کے حُصول کے ذرائع ہیں۔
- ......بعض سے مَنْقُول ہے کہ اس کے حصول کے ذرائع تَوقِیف و تَسْلِیم ہیں۔

---

[1] ......الفصول فی الاصول للرازی الجصاص، باب القول فی وجوب النظر و ذم التقلید، ج ٣، ص ٣٧٩

……کچھ کا کہنا ہے کہ علمِ توحید کا اِدراک اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اسے پانے سے عاجز آ جاتا ہے اور اس کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔

(5)……ناقل مفتی

اس شخص کا شمار عُلما میں ہوتا ہے جس کے پاس احادیث اور آثار کا علم ہوتا ہے اور وہ صرف انہی روایات کو نقل کرتا ہے۔ جب آپ اس سے کوئی مسئلہ دریافت کریں تو وہ محض اتنا ہی کہتا ہے کہ ''سرِ تسلیم خم کر دینے کا عقیدہ اپنا لو اور جیسا حدیثِ پاک میں حکم آیا ہے ویسا ہی دل میں اعتقاد رکھو اور مزید چھان بین مت کرو۔''

یہ ایسا مفتی ہے جو سلامتی کے زیادہ قریب ہے، اس کا طریقہ سب سے بہتر ہے اور اس کے اخلاق عام سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے زیادہ مشابہ ہیں، اس کے پاس شہادتِ یقین ہے نہ اس شے کی حقیقی معرفت جس کو اس نے دیکھا اور نہ ہی وہ اپنی نقل کردہ روایت کے مَعانی ومَفاہیم کے اوصاف بیان کرنے والے کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا علم صرف روایت پر مبْنی ہے اور وہ اس خبر واَثر کو کسی دوسرے سے نقل کر رہا ہے، یعنی یہ ایک ایسی خبر ہے جسے وہ دوسروں کو بتا رہا ہے لیکن خود اس کے نقل کرنے میں سوجھ بوجھ نہیں رکھتا، پس وہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ایک واضح دلیل پر قائم ہے، لیکن اس خبر کا شاہد کوئی نہیں۔

علم سمجھنے اور یاد کرنے میں فرق ہے

حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرمایا کرتے کہ ''**حَدَّثَنِی فُلَانٌ وَ کَانَ مِنْ اَوْعِیَةِ الْعِلْمِ**'' یعنی فلاں نے مجھے بیان کیا اور وہ بہترین علم یاد رکھنے والوں میں سے تھے۔ مگر یہ نہ فرماتے کہ ''**وَ کَانَ عَالِمًا**'' یعنی وہ عالم تھے۔

ستر شیوخ سے ملاقات کی مگر علم حاصل نہ کیا

حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ میں نے تابعینِ عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں سے 70 شُیوخ کی زیارت کی، ان میں سے کچھ عبادت گزار تھے تو کچھ مُسْتَجَابُ الدَّعْوات، بعض ایسے تھے جن کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی لیکن اس کے باوجود میں نے ان سے کبھی بھی کسی قسم کا علم حاصل نہ کیا۔ پوچھا گیا: ''اس کی کیا

وجہ ہے؟'' تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ وہ اس مقام ومرتبہ کے اہل نہ تھے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''کیونکہ وہ جو روایت بیان کرتے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوتے تھے اور جو بات ان سے پوچھی جاتی اس میں اپنی سوجھ بوجھ سے کچھ نہ بتا سکتے تھے۔''

حضرت سیِّدُنا ابن شہاب زہری کی فضیلت

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا اِبنِ شِہاب زُہری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ وہ نوعمر تھے، اس کے باوجود ان کے پاس لوگوں کی اس قدر بھیڑ ہوتی کہ ہم ان تک نہ پہنچ پاتے کیونکہ وہ جو بات کہتے اس کی حقیقت بھی جانتے تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْخَالِق کے اس قول کا مفہوم حُضور نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مَروی اس حدیثِ پاک پر دلالت کرتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے مسائل جاننے والے انہیں سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بسا اوقات ایسے لوگ اس شخص تک ایک بات پہنچا دیتے ہیں جو ان سے بڑھ کر اس مسئلہ کو سمجھنے والا ہوتا ہے۔''[1]

آدابِ فتویٰ

بعض سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ وہ اس شخص کے علم کو علم ہی شمار نہ کرتے جو اختلافِ عُلما سے آگاہ نہ ہوتا اور بعض فرماتے کہ جو اختلافِ علما سے آگاہ نہ ہو اس کے لئے فتویٰ دینا ہی جائز نہیں اور نہ ہی اسے عالم کہا جا سکتا ہے اور حضرت سیِّدُنا قتادہ اور حضرت سیِّدُنا سعید بن جُبَیر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا فرماتے کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو جانتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا امامِ احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے پوچھا گیا: جب کوئی شخص ایک لاکھ احادیثِ مبارکہ لکھ لے تو کیا اس کے لئے فتویٰ دینا جائز ہے؟ تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ پوچھا گیا: اگر 2 لاکھ احادیث لکھ لے تو؟ ارشاد فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: کیا 3 لاکھ احادیث لکھ لے تو؟ فرمایا: ''اب امید کی جا سکتی ہے۔''

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب من بلغ العلماء، الحديث: ۲۳۰، ص ۲۴۹۱

باطنی بیماری کاعلاج طبیب حاذق ہی کرسکتا ہے

توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ ''کسی باطنی بیماری کا علاج طبیبِ حاذِق ہی کرسکتا ہے۔''

حضرت سیِّدُنا سَلْمان فارِسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے درمیان حُضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُواخات قائم کی تھی۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سَلْمان فارِسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مدائن سے حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں تحریر تھا: ''اے میرے بھائی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم (دلوں کے) طبیب بنے بیٹھے ہو اور (گناہوں کے) مرض میں مبتلا اَفراد کا علاج کر رہے ہو، اگر واقعی تم طبیب ہو تو بیان کیا کرو کہ یقیناً تمہارا کلام بھی شِفا ہوگا اور اگر جان بوجھ کر طبیب بننے کی کوشش کر رہے ہو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور مسلمانوں کو قتل نہ کرو۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ باز آ گئے اور جب بھی ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو اس میں تَوَقُّف فرماتے، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کچھ پوچھا تو آپ نے جواب دے دیا، اس کے بعد فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ پھر اسے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے دوبارہ وہی سوال پوچھو۔ اس نے پوچھا تو فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں جان بوجھ کر طبیب بنا بیٹھا ہوں۔'' اور پھر اپنے پہلے دیئے ہوئے جواب سے رُجوع کرلیا۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو جان بوجھ کر طبیب بنا حالانکہ اس کے پاس علمِ طب نہ ہو اور کسی کو قتل کر دیا تو وہ ضامن ہوگا۔''[1]

حضرت سیِّدُنا عبد **اللہ** بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے: ''جابر بن زید سے مسائل پوچھا کرو کہ اگر تمام بصرہ کے لوگ ان کے پاس فتویٰ لینے کے لئے آ جائیں تب بھی وہ انہیں کافی ہوں گے۔'' حضرت سیِّدُنا جابر بن زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تابعی بُزُرگ تھے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ سعید بن

---

[1] ......سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب ولا یعلم منہ طب فاعنت، الحدیث: ۴۵۸۶، ص ۱۵۲۰

مُسَیَّب سے پوچھو۔[1] حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا حسن (بصری) سے مسائل پوچھا کرو کہ انہوں نے مسائل یاد رکھے ہیں اور ہم بھول چکے ہیں۔[2]

صحابی محدث اور تابعی عالم وفقیہ

بعض بَصْری عُلما فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایک صحابی تشریف لائے، تو ہم حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: کیا ہم اس صحابی کے پاس جا کر شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ نہ پوچھیں؟ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے؟ تو بولے: آؤ چلیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم سب صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ پوچھنے لگے اور وہ بتانے لگے یہاں تک کہ انہوں نے 20 احادیث بیان کیں۔ مگر حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی خاموشی سے سنتے رہے۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کی: ''اے شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابی! جو روایات آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حُضُور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بیان کی ہیں، ذرا ہمیں ان کی تفسیر سے بھی آگاہ فرما دیجئے تاکہ ہم انہیں سمجھ سکیں۔'' لیکن وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ خاموش ہو گئے اور فرمایا: ''میں صرف اتنا ہی جانتا ہوں جو میں نے سنا تھا۔'' راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان تمام روایات کی بِالتَّرتیب تفسیر بیان کرنے لگے جو انہوں نے بیان کی تھیں اور کہنے لگے کہ جو پہلی حدیثِ پاک آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے بیان کی اور ہمیں اس طرح بیان کیا اس کی وضاحت ایسے ایسے ہے۔ دوسری حدیث کی وضاحت یہ ہے، یہاں تک کہ انہوں نے تمام بیان کردہ احادیثِ مبارکہ کی وضاحت کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے بہترین حافظے اور ان کے احادیثِ مبارکہ بیان کرنے کے انداز پر زیادہ حیران ہوئے تھے یا ان کے علم اور ان کی بیان کردہ وضاحت پر۔ بہرحال سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے

---

[1] ......الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، باب القول فیما یعرف بہ......الخ، الحدیث: ۴۵۰، ج۱، ص۴۳۰

[2] ......طبقات الفقہاء لابی اسحاق الشیرازی، ذکر الفقہاء التابعین البصرۃ، ص۸۷

اپنی ہتھیلی میں کنکر اٹھائے اور ہمیں مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”تم مجھ سے علم کے متعلق سوال پوچھتے ہو حالانکہ تمہارے درمیان ایسا عالم موجود ہے۔“

صحابۂ کرام کا سوالات کے جواب دینے کا انداز

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ امورِ فتاویٰ اور عِلْمِ لسان کے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب خود نہ دیتے، بلکہ اس شخص کی جانب بھیج دیتے جو ان سے مقام و مرتبہ میں بہتر ہوتا۔ یعنی جو عِلْمِ توحید و مَعْرِفت اور عِلْمِ ایمان میں ان سے فوقیت رکھتا اس کی جانب بھیجتے اور جن امور میں شُبُہات واقع ہوتے ان میں ایسے افراد کی جانب رجوع نہ کرتے اور نہ ہی ان کی جانب عِلْمِ معرفت و یقین کا کوئی مسئلہ بھیجتے۔

علم ایک نور ہے

مَنْقُول ہے کہ علم ایک نور ہے جسے **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے دلوں میں ڈالتا ہے۔[1]

علم کی کرشمہ سازیاں

علم ......بعض اوقات دیکھنے والوں کے لئے بعض کو بعض پر فضیلت دینے کا باعث بنتا ہے......بعض اوقات نوجوانوں کے لئے بوڑھوں کے مقابلے میں خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے......بسا اوقات بعد میں آنے والوں کو پہلوں سے ممتاز کر دیتا ہے اور......کبھی کبھار عِجْز و اِنکِسار کے پیکر گمنام افراد کے لئے عزّت افزائی کا باعث بنتا ہے تاکہ ان کی عظمت جانی جائے اور لوگ ان کی شان جان کر ان کی تعظیم کیا کریں۔ جیسا کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىٕمَّةً (پ۲۰، القصص: ۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں۔

علم اور حکمت

جب سینے میں نور ڈالا جاتا ہے تو علم کے ذریعے قلب اور یقین کے ذریعے نظر سے حجاب دور ہو جاتا ہے اور زبان

---

[1] ......الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، مقدمة المصنف، الباب السابع عشر، ج ۱، ص ۱۰۰ مفهوماً

حقیقت بیان کرنے لگتی ہے۔ یہی وہ حکمت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے قُلوب میں وَدِیعت کی ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

وَاٰتَیۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے حکمت اور قولِ فیصل دیا۔

(پ۲۳، ص: ۲۰)

مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ دُرُست بات کرنا گویا کہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی کو حقیقت کی توفیق مرحمت فرمادی ہو۔ایک مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکمت کے متعلق ارشاد فرمایا:

یُّؤۡتِی الۡحِكۡمَةَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا كَثِیۡرًا ؕ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

ایک قول کے مطابق یہاں حکمت سے مُراد فہم وفطانت ہے۔

شَرحِ صَدر سے مراد

جب حُضور نبیٔ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہدایت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ آیتِ مبارکہ: ﴿فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یَّهۡدِیَهٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ (پ۸، الانعام: ۱۲۵)﴾ [1] تلاوت فرمائی تو آپ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ”یارسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! شَرحِ صَدر کیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”جب دل میں نور ڈالا جاتا ہے تو سینہ کُشادہ وفَراخ ہوجاتا ہے۔“ عرض کی گئی: ”کیا اس کی کوئی علامت ونشانی بھی ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”ہاں! دارِغُرور یعنی دنیا سے پہلوتہی کرنا اور دارِخُلود یعنی آخرت کی جانب رُجوع کرنا اور موت کے نُزول سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔“ [2]

پس سرکار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دنیا میں زہد اپنانا، پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا اور حسنِ توفیق کا پایا جانا شَرحِ صَدر کا سبب ہے اور علم میں حق بات تک رسائی پانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بخشش و

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

[2] ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزھد، الحدیث: ۱۳/۱۴، ج۸، ص۱۲۶ بتغیر

عطا ہے اور یہ اس کا فضل وکرم ہے اور وہ جس کے لئے چاہتا ہے اپنے کرم کو خاص کر دیتا ہے۔

عالم کی موجودگی میں غیر عالم سے سوال پوچھنا

کوفہ کے امیر حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے پوچھا گیا کہ اس بندے کا ٹھکانا کہاں ہوگا جو راہِ خدا میں لڑتے ہوئے مارا گیا کہ اس کا منہ دشمن کی جانب تھا نہ کہ پُشت؟ تو آپ نے فرمایا وہ جنّتی ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سائل سے ارشاد فرمایا: ''امیر سے دوبارہ یہی سوال پوچھو ہوسکتا ہے کہ وہ اسے سمجھ نہ پائے ہوں۔'' سائل نے دوبارہ عرض کی: ''اے امیر! آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہیں جو راہِ خدا میں لڑتا ہوا اس حال میں مارا جائے اور دشمن کو پُشت نہ دکھائے تو اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟'' حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر ارشاد فرمایا کہ وہ جنّتی ہے۔ تو حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے پھر اس سائل سے فرمایا کہ امیر کے پاس واپس جا کر پوچھو، ہوسکتا ہے انہوں نے تمہارا سوال نہ سمجھا ہو۔ جب اس نے تیسری بار سوال کیا تو آپ نے اس بار بھی یہی جواب دیکر کہ ''وہ شخص جنتی ہے'' فرمایا کہ مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم۔ آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: ''میں ایسا نہ کہوں گا۔'' تو انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: ''میں اس کے متعلق یہ کہوں گا کہ اگر وہ شخص راہِ خدا میں مارا گیا اور اس نے حق پالیا تو جنتی ہے۔'' یہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''آپ نے سچ فرمایا، اے لوگو! آیندہ مجھ سے کوئی سوال نہ پوچھنا، جب تک کہ یہ عالم تم میں موجود ہیں۔'' [1]

مقامِ اہلِ یقین ومقربین

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق مَروی رِوایات کو تسلیم کرنے اور ان کی تفسیر نہ کرنے کے حوالے سے ہمارا قول وہی ہے جو اصحابِ حدیث کا ہے۔ البتہ! ہم کہتے ہیں کہ اسما اور صفات کے معانی کی مَعْرِفت اور ان کے مشاہدے سے ان کے متعلق پائے جانے والے

---

[1] ......البدع لابن وضاح، باب احداث البدع، الحدیث: ۸۱، ص۸۷عبد اللہ بن مسعود بدلہ حذیفۃ بن الیمان

ظَن اور وَسْوَسے کی نفی ضرور کی جاسکتی ہے اور تشبیہ وتمثیل کا ترک کرنا اور مشاہدے کے باعث معرفتِ یقین پر اطمینان کا حاصل ہونا اہلِ یقین کا مقام ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ اپنی جن صفات کے ذریعے تجلّی فرماتا ہے اور اس کے علاوہ جو اس کی دیگر صفات ہیں ان کی کوئی حد ہے نہ تعداد۔ بلکہ وہ ایک صِفَت کے ذریعے دوسری صِفَت ظاہر فرماتا ہے جیسے چاہتا ہے، اس کی تجلّی کسی صِفَت پر موقوف ہے نہ اس پر کسی ایسی صورت کا حکم لگایا جاسکتا ہے جس میں کسی غیر کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس کی تجلّی کا ظُہور جیسے وہ چاہتا ہے اور جس وَصْف کے ذریعے چاہتا ہے ہوتا ہے، نہ تو اس کی کیفیت بیان ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے، اس لئے کہ وہ جنس اور جوہر ہونے سے پاک ہے۔ یہ عقیدہ اپنانا مُقَرَّبین کا مقام ہے۔

یہی صِدِّیقین اور خواص اہلِ یقین بھی ہیں، پس جو شخص ان مقربین واہلِ یقین کی زیارت سے اپنا رُخ موڑے اور ان کے مشاہدے کی طرف توجہ نہ دے تو وہ تسلیم وتصدیق کی راہ سے ہٹ جائے گا اور وہیں کھڑا رہے گا جو مقامِ عقل واستراحت ہے کیونکہ ان مُقَرَّبین کے مقام کے بعد نہ تو کوئی قابلِ تعریف مقام ہے اور نہ ہی کوئی قابلِ ذکر وصف۔ لہٰذا جو اپنی عقل سے کوئی ایسا مقام تلاش کرے اور اپنی رائے سے اس کی وضاحت وتفسیر بیان کرے تو یقیناً تشبیہ وتمثیل کا سہارا لے گا یا نفی وابطال کی جانب نکل جائے گا۔

علمِ معرفت کی باقی تمام عُلوم پر فضیلت ان کثیر روایات میں مَنْقُول ہے جو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور تابعین عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام سے مَجالسِ ذکر اور ذکر کرنے والوں کی فضیلت میں مروی ہیں۔ ان تمام روایات میں ان کی اس علم سے مراد علمِ ایمان ومعرفت، علومِ معاملات اور بصیرتِ قلبی میں تَفَقُّہ اور اَسرارِ غیب میں بَصارتِ یقین کے ذریعے غور وفکر کرنے والے عُلوم ہیں۔

قصہ گوئی ایک بدعت ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن نے کبھی بھی علمِ توحید سے قصّہ گوئی اور قصّہ گو افراد مراد نہیں لئے۔ کیونکہ وہ قصّہ گوئی کو بدعت خیال کرتے اور فرمایا کرتے کہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں قصّہ گوئی تھی نہ اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں اور نہ ہی اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا عُمر

فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے زمانے میں۔ بلکہ جب فتنوں کا ظُہور ہوا تو قصّہ گو افراد بھی جنم لینے لگے اور اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم جب بَصرہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد سے قصہ گو افراد کو باہَر نکالنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ ارشاد فرماتے جاتے کہ ہماری مسجد میں کوئی بھی قصّے نہیں سنائے گا یہاں تک کہ جب سب سے آخر میں حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے پاس پہنچے جو اس وقت علمِ مَعْرِفت کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے تو ان کی باتیں بڑی توجہ سے سماعت فرمائیں اور پھر واپس چل دیئے لیکن انہیں وہاں سے باہر نہ نکالا۔[1]

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد میں اپنی مخصوص جگہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں ایک قصہ گو بیٹھا قصّے سنا رہا ہے، آپ نے ایک سپاہی کو اس کی طرف مُتَوَجِّہ کیا کہ وہ اسے مسجد سے باہر نکال دے۔ چنانچہ اس نے اسے باہر نکال دیا۔ لہٰذا اگر قصّہ گوئی کا تعلق ذکر کی مجالس سے ہوتا اور قصہ گو عُلما شمار ہوتے تو حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کبھی بھی اسے مسجد سے باہَر نہ نکالتے۔ حالانکہ آپ مقامِ وَرَع وزُہد پر فائز تھے۔[2]

بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے

حضرت سیِّدُنا ابی تیّاح عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے عرض کی: ہمارا امام قصّے سناتا ہے اور جب بہت سے مرد اور عورتیں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو سب مل کر بلند آواز سے دعائیں کرتے ہیں[3] اور اپنے ہاتھ خوب پھیلا دیتے ہیں۔[4] تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''دعا کے

---

[1] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعۃ، ج ۱، ص ۳۳۳

[2] ......المرجع السابق

[3] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 318 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''فضائلِ دعا'' صَفْحہ 76 پر ہے کہ ''دعا نرم وپست آواز سے ہو کہ اللہ تعالٰی سمیع وقریب ہے جس طرح چلّانے سے سنتا ہے اسی طرح آہستہ۔ قَالَ الرِّضَا: بلکہ وہ اسے بھی سنتا ہے جو ہنوز (ابھی) زبان تک اصلاً نہ آیا یعنی دلوں کا اِرادہ، نیت، خطرہ کہ جیسے اس کا علم تمام مَوجودات ومَعْدُومات کو مُحیط (گھیرے ہوئے) ہے یونہی اس کے سمع وبصر جمیع موجودات کو عام وشامل ہیں اپنی ذات وصفات اور دلوں کے اِرادات وخطرات اور تمام اَعیان واَعراضِ کائنات ہر شے کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی نہ اس کا دیکھنا رنگ وضو (رنگ وروشنی) سے خاص نہ اس کا سننا آواز کے ساتھ مخصوص (کسی آواز کا محتاج)۔

[4] ......دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ 318 صَفحات پر مشتمل کتاب، ''فضائلِ دعا'' صَفْحہ 75 پر ہے کہ ''اَدب ۲۴: بہ کمالِ اَدب ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر سینے یا شانوں یا چہرے کے مقابل لائے یا پورے اٹھائے یہاں تک کہ......

وقت آواز کا بلند کرنا بدعت ہے اور اس طرح دعا کی خاطر ہاتھوں کو خوب پھیلانا بھی ایک بدعت ہے۔'' ①

حضرت سیِّدُنا ابواَشْہَب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے روایت کرتے ہیں کہ قصہ گوئی ایک بدعت ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام ابنِ سِیْرِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن سے عرض کی گئی: ''کاش! آپ بھی اپنے دوستوں کو قصے سناتے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''منقول ہے کہ صرف تین افراد میں سے ہی کوئی ایک لوگوں کے سامنے کلام کرسکتا ہے: (۱)......امیر (۲)...... مامور (۳)...... یا اَحمق۔ لہٰذا (میرے کلام نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں امیر ہوں نہ مامور اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تیسرا فرد (یعنی احمق) بنوں۔'' ②

فارغ بیٹھنا قصہ گوئی سے بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا مُعاوِیہ بن قُرّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے عرض کی: کیا میں ایک مریض کی عیادت کروں یہ آپ کو پسند ہے یا کسی قصّہ گو کی محفل میں بیٹھنا آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''مریض کی عِیادت کرو۔'' میں نے پھر عرض کی: ''میں کسی جنازے میں شریک ہوں یہ بات آپ کو زیادہ پسند ہے یا قصّہ گو کی مجلس میں شریک ہونا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنازے میں شریک ہونا زیادہ بہتر ہے۔ میں نے پھر عرض کی: اگر کوئی بندہ مجھ سے کسی ضرورت کے وقت مدد مانگے تو کیا میں اس کی مُعاوَنَت کروں یا کسی قصّہ گو کی محفل میں بیٹھا رہوں؟ فرمانے لگے کہ اس بندے کی حاجت پوری

......بغل کی سپیدی ظاہر ہو، یہ اِبْتِہال ہے (یعنی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا ہے)۔ **آدب ۲۵**: ہتھیلیاں پھیلی رکھے۔ **قَالَ الرِّضَا**: یعنی اُن میں خم نہ ہو کہ آسمان قبلۂ دعا ہے، ساری کفِ دست مواجہۂ آسمان رہے۔ (یعنی انگلیوں سمیت پوری ہتھیلی آسمان کی طرف رہے) **آدب ۲۶**: ہاتھ کھلے رکھے، کپڑے وغیرہ سے پوشیدہ نہ ہوں۔ **قَالَ الرِّضَا**: ہاتھ اٹھانا اور کریم کے حضور پھیلانا، اظہارِ عجز وفقر کیلئے مشروع ہوا (عاجزی اور فقیری ظاہر کرنے کیلئے جائز ہوا)، تو ان کا چھپانا اس کے **مُخِل** (خلل کا باعث) ہوگا۔ جس طرح عمامے کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہوا کہ اصل مقصودِ سجود یعنی **اِظہارِ تَذلُّل** (عجز وانکساری) میں خلل انداز ہے۔ نماز میں منہ چھپانا مکروہ ہوا کہ صورتِ توجہ کے خلاف ہے اگرچہ رب سے کچھ نہاں (پوشیدہ) نہیں۔ **ھٰذَا مَاظَھَرَلِی، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم**

① ......القصاص والمذکرین، الحدیث: ۱۶۲، ص ۳۰۱

② ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعۃ، ج ۱، ص ۳۳۳

کرنے میں لگے رہو یہاں تک کہ انہوں نے فارغ بیٹھنے کو بھی قصّہ گو کی مجلس میں بیٹھنے سے بہتر قرار دیا۔[1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) اگر سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے نزدیک مجالسِ ذکر سے مراد قصہ گو افراد کی مَجالس ہوتیں اور اسی طرح اگر قصّے سننا و بیان کرنا ہی ذکر شمار ہوتا تو حضرت سیِّدُنا حسن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کبھی بھی اس شخص کو اس کام سے منع نہ فرماتے اور نہ ہی اس کام پر دیگر کئی اعمال کو ترجیح دیتے۔ اس لئے کہ وہ خود دعوتِ توحید کے علم بردار تھے اور علمِ معرفت ویقین کی باتیں کرتے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے تذکرے کرتے تھے۔

مجالسِ ذکر کی فضیلت

ذکر کی مجلس میں جانا ایمان کی زیادتی کا سبب ہے اور تحقیق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ذاکرین کے مقام کو عام مومنین کے مقام سے فَوقیّت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار اور فرمانبردار یں اور سچّے اور سچّیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور **اللہ** کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے **اللہ** نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

پس آیتِ مبارکہ کے آخر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ذاکِرین وذاکرات کے بلند دَرَجات کا ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] ……التفسیر من سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ الاعراف، تحت الایۃ ۲۰۴، الحدیث: ۹۲۶، ج۳، ص ۲۴۲

مجلس ذکر میں حاضر ہونے کی فضیلت

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''مجلسِ ذکر میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت پڑھنے اور علم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار مریضوں کی عِیادت اور ایک ہزار جنازوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔'' عرض کی گئی: ''**یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا قرآنِ کریم کی تلاوت سے بھی افضل ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا قرآنِ کریم کی تلاوت علم کے بغیر نفع مند ہوسکتی ہے؟''[1]

مجلسِ ذکر باطل کی دس مجلسوں کا کفارہ ہے

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ ذکر کی مجلس میں حاضر ہونا باطل کی دس مجلسوں کا کفّارہ ہے۔[2]

حضرت سیِّدُنا عطا عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْفَتَّاح فرمایا کرتے کہ مجلسِ ذکر لَہْو ولَعِب کی 70 مجالس کا کفّارہ ہے۔[3]

حضرت سیِّدُنا مُعاذ اَعلم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیِّدُنا یونس بن عبید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مُعْتَزِلہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''ادھر آؤ۔'' میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اگر تمہارا ایسی مَحافِل میں شریک ہونا ضروری ہے تو پھر قصّہ گو افراد کے حلقہ میں بیٹھ جایا کرو۔[4]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے فضائل

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا شمار اہلِ ذکر میں ہوتا ہے اور عام طور پر ان کی مجالس ذکر پر مشتمل ہوتیں جن کا اہتمام وہ اپنے گھر میں عابدین اور اپنے صوفی بھائیوں اور پیروکاروں کے ہمراہ کرتے، ان میں حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار، حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی، حضرت سیِّدُنا ایوب سختیانی، حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع، حضرت سیِّدُنا

---

[1] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم……الخ، ج ۱، ص ۱۵۰

[2] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۴۴ عطاء بن ابی رباح، الحدیث: ۴۲۷۲، ج ۳، ص ۳۵۹

[3] ……المرجع السابق۔ اللھو بدلہ الباطل

[4] ……مسند ابن الجعد، شعبۃ عب یونس بن عبید، الحدیث: ۱۳۲۹، ص ۲۰۳

فرقد سنجی اور حضرت سیِّدُ نا عبدُالْوَاحد بن زید رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی شریک ہوتے۔

آپ فرمایا کرتے تھے: ''آؤ! نور پھیلائیں۔'' پھر وہ ان کے سامنے علمِ یقین اور قلبی خواطر، فسادِ اعمال اور نفسانی وَسْوسوں میں قدرت کے متعلق گفتگو فرماتے، بسا اوقات کوئی صاحبِ حدیث سر جھکائے ہوئے دوسرے لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں سننے کی خاطر چھپ کر بیٹھ جاتا اور جب حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی اسے دیکھتے تو فرماتے: ''اے چھوٹے بچے! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ ہم تو یہاں اپنے بھائیوں کے ہمراہ خَلْوت میں بیٹھ کر ذکر کر رہے ہیں۔''

علمِ معرفت کے امام

(صاحبِ کتاب امامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُ نا شیخ ابو طالب مَکّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) حضرت سیِّدُ نا حَسن بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی **علمِ معرفت میں ہمارے امام ہیں**، ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور انہی کے راستے پر رواں دواں ہیں اور ان کے چراغ ہی سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ ہم نے انہیں **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کے اِذن سے اپنا امام بنایا ہے، اس طرح کہ دورِ حاضر سے لے کر ان کے زمانے تک اس فن کی اِمامت اُن پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ ان کا شمار بلند پایہ تابعین عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے 40 سال تک اپنے سینے میں حکمت کے موتی اِکٹھے کئے اور پھر زبان سے ان کا اظہار کیا۔

صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی زیارت

حضرت سیِّدُ نا حسن بصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے 70 بدری صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے علاوہ کل 300 صحابۂ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی زیارت کی۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی پیدائش 20ھ میں امیر المومنین حضرت سیِّدُ نا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه کی خلافت کے ختم ہونے سے دو دن پہلے ہوئی۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی والدہ ماجدہ اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، **مَنْقول** ہے کہ ایک مرتبہ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه شدید رو رہے تھے تو اُمُّ الْمومنین حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے شفقت فرماتے ہوئے آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ان کی چھاتی سے دودھ پیا۔ آپ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی

باتیں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی باتوں کے مشابہ تھیں۔[1]

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عثمان بن عَفّان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی زیارت کی اور ان کی خلافت کے زمانے میں عشرۂ مُبَشَّرہ میں سے جو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حیات تھے ان کی زیارت سے بھی مُشَرَّف ہوئے، اس کے علاوہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خلافت کے زمانے سے لے کر یعنی سنِ ہجری کی دوسری دَہائی سے لے کر نویں دَہائی تک دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی زیارت سے مُسْتَفِیض ہوتے رہے۔

سب سے آخر میں جہانِ فانی سے کوچ کرنے والے صحابہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جن صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے سب سے آخر میں دارِ بقا کی جانب کوچ فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ......حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال بَصرہ میں ہوا۔
- ......حضرت سیِّدُنا سَہل بن سَعد ساعِدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مدینہ منورہ میں۔
- ......اور حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن ابی اَوفٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا کوفہ میں وصال ہوا۔[2]
- ......حضرت سیِّدُنا ابوطُفَیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا مکّہ مکرّمہ میں۔[3]
- ......حضرت سیِّدُنا ابوقِر صافۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا شام میں۔[4]
- ......حضرت سیِّدُنا اَبْیَض بن حَمّال مازِنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یَمَن میں۔[5]

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۲۹ الحسن البصری، الحدیث: ۱۸۰۹، ج ۲، ص ۱۶۹ بتغیر
الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۳۰۵۵ الحسن بن ابی الحسن، ج ۷، ص ۱۱۴

[2] ......تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، الثانی من التاریخ، اخبار عبداللہ بن بسر، ص ۱۶

[3] ......المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر ابی الطفیل عامر بن واثلۃ الکنانی، الحدیث: ۶۶۵۱، ج ۴، ص ۸۱۳

[4] ......کتاب الثقات لابن حبان، کتاب الصحابۃ، باب الواو، الرقم ۱۳۹۷ واثلۃ بن الاسقع، ج ۱، ص ۴۲۶ (ابوقرصافۃ)

[5] ......الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۱۷۱۶ ابیض بن حمال المازنی، ج ۶، ص ۵۷ باختصار

۞......اور حضرت سیّدُنا بُرَیدہ اَسْلَمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا خراسان میں سب سے آخر میں وِصال ہوا۔ ①

جب دسویں دَہائی یعنی ایک صدی پوری ہوئی تو سطحِ زمین پر کوئی ایسی آنکھ باقی نہ رہی جس نے حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اَکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی ہو اور حضرت سیّدُنا حَسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے موت کا ابدی جام 110ھ میں نوش کیا۔

صحابہ سے مشابہت

حضرت سیّدُنا ابوقتادہ عَدَوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرمایا کرتے کہ اس شیخ (یعنی حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) کا دامن تھام لو کیونکہ ہم نے ان سے بڑھ کر کسی کو بھی نہیں دیکھا جو رسولِ بے مثال، محبوبِ ربِّ ذوالجلال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا صحابی ہونے کا شَرَف حاصل نہ ہونے کے باوجود سرکارِ والا تبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مُشابَہت رکھتا ہو۔ ②

حضرت سیّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام سے مشابہت

حضرت سیّدُنا حَسن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی کے ہم عصر بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبِین فرماتے ہیں کہ ہم انہیں حِلْم و بردباری، خُشوع وخُضوع اور وقار وسُکون میں حضرت سیّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی طریقت سے مُشابَہت دیا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے شمائل واَخلاق کے حامل تھے۔

بصرہ کا سب سے نیک انسان

مَنْقُول ہے کہ بَصْرہ میں ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا یہ کام کر دیا تو وہ خود سوت کات کر اپنے ہاتھ سے کپڑا بُنے گی اور پھر اہلِ بَصْرہ میں سے سب سے نیک شخص کو پہنائے گی۔ جب اس کا کام ہو گیا اور اس نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ کیا تو پوچھنے لگی: ''اہلِ بصرہ میں سب سے نیک کون شخص ہے؟'' تو ہر ایک نے اسے یہی بتایا کہ حضرت سیّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی سب سے نیک ہیں۔

---

① ......الطبقات الکبری لابن سعد، الرقم ۴۳۵ بریدۃ بن الحصیب، ج ۴، ص ۱۸۳ باختصار

② ......المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، باب ماقالوافی البکاء من خشیۃ اللّٰہ، الحدیث: ۸۲، ج ۸، ص ۳۰۷ بتغیر

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے علم معرفت میں استاذ

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ہی وہ سب سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے علمِ معرفت کی راہیں کھولیں، لغتیں بیان کیں، مَعانی ومَفاہیم واضح کئے، اس کے انوار ظاہر کئے اور اس کے مَخْفی امور سے پردہ ہٹایا۔ آپ اس علم میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے جو لوگوں نے اس سے پہلے کسی سے نہ سنی تھی۔ ان سے عرض کی گئی: ''اے ابوسعید! آپ علمِ معرفت میں ایسی گفتگو کرتے ہیں جو ہم نے آپ کے علاوہ کسی سے نہیں سنی، (کیا ہمیں بتائیں گے کہ) آپ نے کلام کس سے سیکھا ہے؟'' تو آپ نے بتایا کہ میں نے یہ باتیں حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے سیکھی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علم کہاں سے سیکھا؟

مَنْقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ بن یَمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے لوگوں نے عرض کی: ''ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ اس علم میں ایسی گفتگو فرماتے ہیں جو کسی دوسرے صَحابی سے ہم نے نہیں سنی، آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''مکّی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خاص طور پر یہ علم مجھے عنایت فرمایا۔'' آپ نے مزید ارشاد فرمایا: لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خیر وبھلائی کے متعلق سوال کیا کرتے تھے اور میں شر وبرائی کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خدشہ کی بنا پر کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں، حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ خیر وبھلائی مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتی (یعنی میں اسے یقیناً حاصل کرلوں گا)۔''[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ جو بندہ شر اور بُرائی کو نہیں پہچانتا وہ خیر وبھلائی کو بھی نہیں پہچان سکتا۔'' اور ایک روایت میں الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''لوگ کہا کرتے تھے: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جو ایسا ایسا عمل کرے اس کے لئے کیا اجر وثواب ہے؟ یعنی وہ عام طور پر اعمال کے فضائل پوچھا کرتے تھے۔ جبکہ میں عرض کیا کرتا تھا: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فُلاں فُلاں عمل کو کیا چیز فاسد وخراب کرتی ہے؟ جب محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے دیکھا کہ میں آفاتِ اعمال کے متعلق سوال کیا کرتا ہوں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خُصوصی طور پر یہ علم مجھے عطا فرمایا۔

---

[1] ……صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ، الحدیث: ۷۰۸۴، ص ۵۹۱

حضرت سیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی اِنفرادیت

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں خاص طور پر سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منافقین کے متعلق معلومات فراہم کیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وہ واحد صحابی ہیں جنہیں علمِ نفاق اور علمی اسرار کی معرفت کے علاوہ دقیق فہمی اور مقاماتِ یقین کی مخفی باتوں کی معرفت حاصل تھی۔

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اور اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور دیگر اکابر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر عام وخاص فتنے کے متعلق انہی سے پوچھا کرتے تھے، بلکہ سب صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس علم میں جس میں انہیں خُصوصیت حاصل تھی انہی کی جانب رجوع کیا کرتے اور ان سے منافقین کے متعلق پوچھا کرتے کہ کیا ان میں سے کوئی باقی ہے جن کا تذکرہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کیا اور پھر ان سے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آگاہ بھی فرمایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ صرف ان کی تعداد بتادیا کرتے لیکن ان کے نام نہ بتاتے۔

امیر الْمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ ان سے اپنے متعلق پوچھا کرتے تھے کہ کیا ان میں تو نفاق کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی؟ تو وہ انہیں نفاق سے بری قرار دیتے۔ پھر امیر المومنین نے ان سے علاماتِ نفاق اور مُنافق کی نشانی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے انہیں صرف اسی علامت سے آگاہ فرمایا جس کی انہیں اجازت دی گئی تھی اور جس کی اصلاح ممکن تھی اور جس کے متعلق لب کُشائی کی اجازت نہ ہوتی اس سے معذرت کر لیتے۔

منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے

اَمیرُ الْمومنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو جب کسی جنازے کے لئے بلایا جاتا تو آپ لوگوں کو دیکھتے اگر ان میں حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پاتے تو نمازِ جنازہ پڑھتے ورنہ نمازِ جنازہ ادا نہ کرتے۔[1]

رازدانِ بارگاہِ رسالت

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو **صَاحِبُ السِّر** (یعنی رازدانِ بارگاہِ رسالت) بھی کہا جاتا ہے۔ صحابۂ کرام

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۴۱۰

عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان سے جب اس علم کے متعلق کوئی سوال پوچھا جاتا تو ہر ایک یہی کہتا: ''تم **صَاحِبُ السِّر** یعنی حضرت سیِّدُ نا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی موجودگی میں مجھ سے یہ سوال پوچھتے ہو!''[1]

اللّٰہ کے ذکر کی فضیلت

حضرت سیِّدُ نا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے **رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مجلسِ ذکر کی فضیلت کے متعلق مَروی حدیثِ پاک بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''مجھے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ صبح سے لے کر طُلوعِ آفتاب تک بیٹھنا راہِ خدا میں چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔''[2]

راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ حضرت سیِّدُ نا یزید رَقَاشی اور حضرت سیِّدُ نا زیاد نُمیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کی جانب متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ہماری وہ مجالسِ ذکر تمہاری آج کی مجالس کی طرح نہ تھیں کہ آج تم میں سے ایک شخص قصّے سناتا رہتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے سامنے خطاب میں مَشغول رہتا ہے اور بڑی روانی سے احادیث بیان کرتا ہے کیونکہ ہم ذکر کی مَجالس میں بیٹھتے تو ایمان کا تذکرہ کرتے، قرآنِ کریم میں تَدَبُّر کرتے، دین میں سوجھ بوجھ حاصل کرتے اور ان اعمال کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا انعام شمار کرتے۔

حضرت سیِّدُ نا **عبدُ اللّٰہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ دوسرے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مُخاطِب ہو کر فرمایا کرتے تھے: ''آؤ، کچھ دیر کے لئے ایمان کی باتیں کریں۔''[3] پس وہ سب ان کے پاس بیٹھ جاتے اور مل کر علمِ معرفتِ الٰہی اور علمِ توحید و آخرت کا ذکر کیا کرتے۔ بعض اوقات ایسی مجلس میں بیٹھے رہنے کے بعد رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے جاتے تو تمام لوگ حضرت سیِّدُ نا **عبدُ اللّٰہ** بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس جمع ہو جاتے اور پھر وہ ان کے سامنے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے انعامات کا تذکرہ فرمایا کرتے اور حُضور نبیِّ رَحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیان کردہ احادیثِ مبارکہ دوسرے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو سمجھایا کرتے اور

---

[1] ...... صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم، باب مناقب عمار وحذیفۃ، الحدیث: ۳۷۴۳، ص ۳۰۵

[2] ...... سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی القصص، الحدیث: ۳۶۶۷، ص ۱۴۹۵

[3] ...... المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والرؤیا، باب ۶، الحدیث: ۵۷، ج ۷، ص ۲۲۷

شعب الایمان للبیھقی، باب القول فی زیادۃ الایمان ...... الخ، الحدیث: ۵۰، ج ۱، ص ۷۵

بسا اوقات لوگ حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن رَواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گرد جمع ہوتے اور اچانک رسولِ بے مثال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آتے تو سب خاموش ہو جاتے مگر سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف فرما ہو کر انہیں حکم دیتے کہ جو علم حاصل کر رہے تھے اس میں مشغول رہو۔ نیز ارشاد فرماتے کہ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت سیِّدُ نا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے متعلق بھی ایک روایت مروی ہے کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اس علم کی (یعنی عارفانہ) باتیں کیا کرتے تھے اور حضرت سیِّدُ نا جُنْدُب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی حدیثِ پاک میں بھی ہے کہ ''ہم حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس قرآنِ کریم سیکھنے سے پہلے ایمان کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔''[1]

پس اس حدیثِ پاک میں بھی حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کی طرح علمِ ایمان کو ایمان ہی کہا گیا ہے کیونکہ علمِ ایمان درحقیقت وَصْفِ ایمان ہے اور عربوں کے ہاں یہ عام ہے کہ وہ ایک شے کو اس کے وصف کا نام دے دیتے ہیں اور بعض اوقات اس کی اصل کے لحاظ سے اسے پکارتے ہیں۔ جیسا کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان میں منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین سیکھو۔''[2] اور جس طرح کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (پ۱۳، یوسف: ۸۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں۔

یہاں حُزْن بمعنی بُکا ہے اور اسے یہ نام اس کی اصل ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے، کیونکہ حزن ہی بکا کی اصل ہے۔

مجلس علم کو ترجیح دینا

مَروی ہے کہ ایک دن میٹھے میٹھے آقا، مَکّی مَدَنی مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر سے باہر تشریف لائے تو دُو مختلف قسم کی مجلسیں دیکھیں، ایک میں لوگ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے خوب دعائیں مانگ رہے تھے، دوسری میں علمِ دین سیکھ سکھا

---

[1] ......سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی الایمان، الحدیث: ۶۱، ص ۲۴۸۰

[2] ......موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب الیقین، الحدیث: ۷، ج ۱، ص ۲۲

رہے تھے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان دونوں کے درمیان ٹھہر گئے اور ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے جو کچھ مانگ رہے ہیں، اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چاہے تو انہیں دے اور اگر چاہے تو نہ دے، جبکہ یہ لوگ ایک دوسرے کو علم سکھا رہے ہیں اورعلمِ دین سمجھا رہے ہیں اور بے شک مجھے بھی ایک معلم یعنی استاذ بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان لوگوں کی جانب بڑھے جو لوگوں کو علمِ دین سمجھا رہے تھے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں مشغول تھے۔ پس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے۔ [1]

صحبتِ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام سے محرومی

ایک بُزُرگ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد گیا تو وہاں دو قسم کے حلقے پائے، ان میں سے ایک میں قصہ گوئی ہو رہی تھی اور لوگ دعاؤں میں مصروف تھے جبکہ دوسرے میں لوگ علم اور اعمال کی سوجھ بوجھ کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے، فرماتے ہیں میرے دل میں دعا میں مشغول لوگوں کے حلقہ کی جانب جانے کا میلان پیدا ہوا تو میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا، اچانک میری آنکھیں بوجھل ہونے لگیں اور میں سو گیا، تو ہاتِفِ غیبی یا پھر کسی شخص نے مجھ سے کہا: ''تو نے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر مجلسِ علم چھوڑ دی، اگر تو ان کے ساتھ بیٹھتا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! (حضرت سیِّدُنا) جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو ان کی مجلس میں پا لیتا۔''

افضل ذکر

حقیقی ذکر یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہو۔ کیا آپ نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی یہ قول نہیں سنا کہ ''افضل ذکر **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کہنا ہے۔'' [2]

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اس کی تصدیق فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(۱)...... **فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** (پ۲۶، محمد:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔

(۲)...... **فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ** ترجمۂ کنزالایمان: تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے علم ہی سے اترا ہے

---

[1] ...... سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء...... الخ، الحدیث: ۲۲۹، ص ۲۴۹۱

[2] ...... جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، الحدیث: ۳۳۸۳، ص ۱۹۹۹

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ (پ۱۲، ھود:۱۴) اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

علم مشاہدہ

ذکر سے حاصل ہونے والے علم کو علمِ مشاہدہ کہتے ہیں، جبکہ مشاہدہ خود عینُ الْیقین کی صِفَت ہے، لٰہذا جب آنکھ سے پردہ ہٹتا ہے تو وہ صفات کے مَعانی کا ان کے انوار کی روشنی میں مُشاہدہ کرتی ہے اور یہ اُس نورِ یقین کی زیادتی کے سبب ہے جو کمالِ ایمان اور حقیقتِ ایمان ہے۔ پس (جب آنکھ سے پردہ ہٹتا ہے تو) اس وقت وہ مشاہدۂ مذکور سے مُتَّصِف ہونے والے بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَوصاف کے انوار یاد دلاتی ہے۔ کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا:

اَلَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ (پ۱۶، الکھف:۱۰۱) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا۔

حقیقی ذکر

پس جس بندے کی آنکھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے باعث حجاب دور ہو جائے تو بندہ مذکور کا مُشاہدہ کرنے لگتا ہے اور اس مشاہدے کے وقت حقیقی ذکر میں مَشْغول ہو جاتا ہے، اس کے بعد مخلوق کو بھلا کر علم کی حقیقت تک رَسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (پ۱۵، الکھف:۲۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

پس ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ ہر شے کو بھول جائے جیسا کہ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے معبودانِ باطلہ کا انکار کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ ترجمۂ کنزالایمان: تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے۔ (پ۳، البقرۃ:۲۵۶)

غافل دل کا علاج

ایک محدّث فرماتے ہیں کہ ایک عارف میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں اپنے دل میں غفلت

پا رہا ہوں، لہٰذا چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی ذکر کی مجلس میں لے چلیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں ضرور اور پھر ان کے سامنے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے والے ایک بندے کا نام لیا جو عام عُلوم کے متعلق گفتگو کرتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اس کے پاس گئے، کافی لوگ جمع تھے، وہ ذاکر قِصّے سنانے لگا اور جنّت و دوزخ کا تذکرہ کرنے لگا تو میرے ساتھی نے میری جانب دیکھ کر فرمایا: ''کیا یہ وہی بندہ نہیں ہے، جس کے متعلق آپ کا گمان تھا کہ یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے اور ربّ اور اس کے اِنعامات یاد دلاتا ہے؟'' میں نے کہا کہ ہاں یہ وہی ہے اور ہم اسے ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے: ''میں تو سوائے مخلوق کے ذکر کے کچھ نہیں سن رہا، آخر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کہاں ہے؟'' پھر کچھ دیر مزید ٹھہرے رہے اور اس انتظار میں رہے کہ شاید وہ کوئی مَعْرِفت کی بات کرے، یا کسی صوفی بُزُرگ سے مروی کسی قسم کی گفتگو کرے۔ مگر سوائے قصّہ گوئی اور حکایات کے کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میری جانب مُتوَجّہ ہوئے اور فرمایا: ''چلو چلیں، کیونکہ میرے لئے یہاں بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں، اس لئے کہ میرا مقصود یہ نہ تھا۔'' میں نے عرض کی: ''مجھے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے حیا آتی ہے، آپ کی مرضی ہے جو چاہیں کریں۔'' پس وہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے باہر چلے گئے۔

اگر قصہ گو نہ ہوتے تو میں مسجد سے باہر نہ نکلتا

حضرت سیِّدُنا سالِم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَاکِم حضرت سیِّدُنا ابنِ عُمَر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مسجد سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''مجھے مسجد سے باہر نکالنے والے صرف اور صرف قصّہ گو افراد ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو میں باہر نہ نکلتا۔''[1]

قصہ گو افراد سے اجتناب ہی بہتر ہے

حضرت سیِّدُنا ضَمْرَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی: ''کیا ہم قصّہ گو افراد کی جانب اپنے رُخ کر سکتے ہیں؟'' تو آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''بدعتی لوگوں

---

[1] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص ۲۳۷

سے منہ موڑ لیا کرو۔'' [1]

آج کی تازہ خبر کیا ہے؟

حضرت سیِّدُ نا ابنِ عون رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُ نا امام ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''آج کیا خبر لائے ہو؟'' میں نے بتایا کہ امیر نے قصّہ گو افراد کو قصہ گوئی سے روک دیا ہے۔ [2]

قصے سننے سے مسواک کرنا بہتر ہے

حضرت سیِّدُ نا خَلَف بن خَلِیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستے سے گزرتے ہوئے حضرت سیِّدُ نا اَبوالحَکَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کو دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے مسواک کر رہے ہیں جبکہ مسجد کے اندر ایک قصہ گو شخص قصے سنا رہا تھا تو ایک شخص نے ان کی خدمت میں عرض کی: ''اے اَبوالحَکَم! لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔'' تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ''جو کام وہ کر رہے ہیں میں ان سے بہتر کام کر رہا ہوں کیونکہ میں ایک سنّت ادا کر رہا ہوں جبکہ وہ ایک بدعت میں مشغول ہیں۔'' [3]

سیِّدُنا اَعمش اور قصہ گوئی

حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جو کام کیا وہ اس سے بھی سخت تھا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بَصْرہ گئے، وہاں آپ ایک اجنبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے جامع مسجد میں ایک قصہ گو شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا: ''حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُ نا ابو اِسْحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے روایت کیا اور حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ابو وائل سے روایت کیا۔'' فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُ نا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حلقہ کے درمیان کھڑے ہو گئے اور بازو بلند کر کے بغل کے بال اکھاڑنے لگے، جب قصہ گو شخص نے انہیں

---

[1] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص ۲۳۷ البدع لابن وضاح، باب مایکون بدعة، الحدیث: ۳۹، ص ۴۱

[2] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، فصل، ج ۱، ص ۲۳۷

[3] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی الاشتغال بالعلم یوم الجمعة، ج ۱، ص ۳۳۳

ایسا کرتے دیکھا تو کہنے لگا: ''اے بوڑھے انسان! کیا تجھے اتنی بھی حیا نہیں کہ ہم یہاں علم کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور تو ایسا کام کر رہا ہے؟'' تو حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے فرمایا: ''میں جو کام کر رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو تم کر رہے ہو۔'' وہ بولا: ''کیسے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''اس لئے کہ میں ایک سنّت ادا کر رہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے۔ میں ہی اَعْمَش ہوں اور جو کچھ تم بول رہے تھے، اس میں سے کچھ بھی تم سے بیان نہیں کیا۔'' جب لوگوں نے حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی بات سنی تو قصہ گو سے ہٹ کر ان کے گرد جمع ہو گئے اور عرض کی: ''اے ابو محمد! ہمیں احادیثِ مبارکہ سنایئے۔'' [1]

قصہ گو اکثر جھوٹ بولتا ہے

حضرت سیِّدُنا محمد بن ابی ہارون رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا اِسْحَاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق نے انہیں بتایا کہ میں نے حضرت سیدنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کے ہمراہ نمازِ عید ادا کی۔ دیکھا کہ ایک قصہ گو شخص قصّے سنا رہا ہے، بدعتی افراد پر لَعْن طَعْن کر رہا تھا اور سنّت کے ذکر میں مَشْغول تھا، جب ہم نے نماز ادا کر لی اور واپَس اپنے راستے پر لوٹ رہے تھے تو حضرت سیِّدُنا **ابو عبد اللّٰہ** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے قصہ گو شخص کا تذکرہ چھیڑ دیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کی گفتگو عام لوگوں کے لئے کس قَدر نفع بخش ہے اگرچہ جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے اکثر جھوٹ ہوتا ہے۔

سب سے بڑے دو جھوٹے

حضرت سیِّدُنا محمد بن جَعْفَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابو حارِث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث نے انہیں بتایا کہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ ''لوگوں میں سب سے بڑے جھوٹے قصّہ گو افراد اور مانگنے والے لوگ ہیں۔'' [2]

---

[1] ......تحذیر الخواص للسیوطی، الفصل العاشر فی زیادات، ص ۱۴ بدون ''فلما سمع الناس......الی......یا ابا محمد''

[2] ......القصاص المذکرین، الباب العاشر فی التحذیر......الخ، الحدیث: ۱۶۵، ص ۳۰۵

قصہ گوئی کی اباحت

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ہی مروی ہے کہ لوگ سچے قصّہ گو افراد کے کس قدر محتاج ہیں، کیونکہ وہ حسابِ آخرت اور عذابِ قبر یاد دلاتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''کیا آپ بھی ان کی محفلوں میں شریک ہوتے ہیں؟'' تو ارشاد فرمایا: ''نہیں۔'' [1]

حضرت سیِّدُنا زیاد نُمَیْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک کونے میں تشریف فرما تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''کوئی قصّہ سناؤ۔'' میں نے عرض کی: ''کس طرح ہوسکتا ہے؟ حالانکہ لوگ تو گمان کرتے ہیں کہ قصہ گوئی ایک بدعت ہے۔'' تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بدعت نہیں ہے۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے قصّہ سنانا شروع کیا اور ایسے قصے اور دعائیں سنانے لگا جن پر مجھے امید تھی کہ وہ آمین کہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ میں قصّے سناتا جاتا اور وہ آمین کہتے جاتے۔ چنانچہ بسا اوقات سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے دعا مانگنے کو بھی قصہ گوئی میں شمار کیا ہے۔ [2]

قیامت کے دن سب سے زیادہ خوش ہونے والا بندہ

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد **اللہ** عَنْبَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو چند دن اپنی محفل میں نہ پایا تو فرمایا: ''چلو! ابو عبد **اللہ** کے پاس چلیں۔'' چنانچہ، حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ گھر میں تشریف فرما ہیں اور ان کا سر کپڑے میں لپٹا ہوا ہے جبکہ وہاں سوائے ریت کے کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان سے مُخاطِب ہوئے اور فرمایا: ''اے ابو عبد **اللہ**! ہم نے کئی دنوں سے تجھے نہیں دیکھا۔'' وہ عرض گزار ہوئے: میں ان مجالس میں بیٹھا کرتا تھا اور وہاں خَلط مَلط باتیں سنا کرتا حالانکہ میں نے اپنے مشائخ سے تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی یہ فرمان بھی سن رکھا تھا: ''قیامت کے دن لوگوں میں زیادہ صاف ایمان والا شخص وہ ہوگا جس کا اکثر

---

[1] ......القصاص المذکرین، الباب الثانی عشر فی ذکر تعلیم القاص کیف یقص، الحدیث: ۲۱۲، ص۳۵۷

[2] ......الاداب الشرعیة للشیخ شمس الدین (ابی عبد اللہ محمد بن مفلح الحنبلی) الفصل فی وعظ القصاص، ج۲، ص۱۲۰ باختصار

وقت دنیا میں فکر کرتے ہوئے گزرا ہوگا اور جنّت میں سب سے ہنسنے والا بندہ وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ رویا ہو گا، آخرت میں سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ حُزن وملال والا ہوگا۔'' لہٰذا میں نے اپنے گھر کو پایا کہ وہ میرے دل کے لئے سب سے زیادہ خَلوَت مُہیّا کرنے والا ہے اور میں یہاں اپنے نفس پر اپنی مرضی سے قدرت پاتا ہوں۔ تو حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ القَوِی نے ارشاد فرمایا: اس حدیثِ پاک سے مراد ہماری محافل نہیں بلکہ اس سے مراد راستوں میں بیٹھے ہوئے ان قِصّہ گو افراد کی محفلیں ہیں جو حقائق کو آپس میں خَلط مَلط کر کے اور تقدیم وتاخیر سے لوگوں کو سناتے رہتے ہیں۔ [1]

متکلمین کی اقسام

بعض عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے **مُتَکَلِّمِین** کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور ان کے اوصاف ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متکلمین تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)......**کرسیوں پر براجمان:** ان سے مُراد قِصّہ گو ہیں۔

(۲)......**سُتونوں سے ٹیک لگانے والے:** ایسے لوگ دوسروں کو فتوے دیتے ہیں۔

(۳)......**کونوں کھدروں میں چھپنے والے:** یہ لوگ اہلِ معرفت کہلاتے ہیں۔

معرفت ومحافل ذکر کے متعلق ﴿9﴾ آثار وروایات

عالمِ ربانی وعالمِ توحید اور عارفین کی محفلیں خالص **ذِکْرُ اللّٰہ** کی محفلیں ہوتی ہیں۔ ان کی فضیلت کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں۔

﴿1﴾......جب تم جنّت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو ان سے کچھ چُن لیا کرو۔'' عرض کی گئی: ''جنّت کے ان باغوں سے کیا مراد ہے؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ذِکر کی محفلیں (جنت کے باغ ہیں)۔'' [2]

---

[1] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عامر بن قیس، الحدیث: ۱۲۵۳، ص ۲۴۰ بتغیر
حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۶۳ عامر بن عبد قیس، الحدیث: ۱۲۰۰، ج ۲، ص ۱۰۹ بتغیر

[2] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ......الخ، الحدیث: ۳۵۱۰، ص ۲۰۱۳ "مجالس" بدلہ "حِلَق"
مسند ابی یعلی الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث: ۱۸۶۰، ج ۲، ص ۲۲۴

{2}......**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بعض وہ فرشتے جو بندوں کے نامۂ اعمال لکھنے کے علاوہ ہیں، فضا میں گھومتے رہتے ہیں۔ جب ذکر کی مَحافِل دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں: ادھر آؤ! اپنے مقصود کی جانب۔ پس وہ سب آتے ہیں یہاں تک کہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور انہیں اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں: ''خبردار! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا کرو اور اس کے ایام کو یاد رکھو۔'' [1]

{3}......حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یَمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں کہ جس محفل میں علمی بحث ومُباحَثہ ہو رہا ہو میرے نزدیک اس کی قَدر و مَنزِلت نَفْل نماز سے بھی زیادہ ہے، ہوسکتا ہے کہ اس محفل میں شریک لوگوں میں سے کوئی شخص ایک بات سن لے اور وہ اس کے باعث سال بھر یا عمر بھر نفع حاصل کرے۔ [2]

{4}......حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے ذکر کی مَحافِل اور ان کی فضیلت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اس سے بڑھ کر کون سی شے بہتر ہو سکتی ہے کہ لوگ جمع ہوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کریں اور خود پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں شمار کریں جیسا کہ اَنْصار نے کہا۔'' [3]

{5}......امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ مجھے اس بات سے مَسَرَّت حاصل نہ ہوتی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے بچپن میں موت کی نیند سلا کر جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرما دیتا۔'' عرض کی گئی وہ کیوں؟ تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ اس نے مجھے زندگی کی نعمت عطا فرمائی یہاں تک کہ مجھے اس کی مَعْرِفت کی دولت مل گئی۔''

{6}......حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں کہ لوگ دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ اس میں ایک عمدہ شے نہ چکھی۔ عرض کی گئی کہ اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''معرفتِ الٰہی۔'' پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

اِنَّ عِرْفَانَ ذِی الْجَلَالِ لَعِزٌّ وَّ ضِیَآءٌ وَّ بَہْجَۃٌ وَّ سُرُوْرٌ

---

[1] ......جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض، الحدیث: ۳۶۰۰، ص ۲۰۲۲ مفہوماً

[2] ......سنن الدارمی، مقدمۃ، باب فی فضل العلم والعالم، الحدیث: ۳۲۵، ج ۱، ص ۱۰۷

[3] ......طبقات الحنابلۃ، باب الیاء، یعقوب بن یوسف، ج ۱، ص ۳۷۳ باختصار

وَّ عَلَى الْعَارِفِيْنَ اَيْضًا بَهَآءٌ وَّ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْمَحَبَّةِ نُوْرٌ
فَهَنِيْاً لِّمَنْ عَرَفَكَ اِلٰهِىْ هُوَ وَاللّٰهِ دَهْرُهٗ مَسْرُوْرٌ

ترجمہ: (۱)......بے شک ربِّ ذوالجلال کا عرفان باعثِ عزّت ورونق اور فرحت ومَسَرَّت ہے۔

(۲)......اور عارفین پر رونق کا باعث ہے اور ان پر محبت کا نور ہے۔

(۳)......پس اے میرے پروردگار! اسے مبارک ہو جس نے تیری معرفت حاصل کی۔ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! کہ وہ ساری عمر حالتِ سرور میں ہے۔

﴿7﴾......حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایک جنّت ہے، جو اس میں ایک بار داخل ہو جائے پھر کبھی کسی شے کا مشتاق نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی کسی شے سے وحشت محسوس کرتا ہے۔ عرض کی گئی کہ وہ جنت کون سی ہے؟ تو فرمایا: ''**اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت۔''

﴿8﴾......کسی اور بُزُرگ سے منقول ہے کہ عارف پر تین۳ میں سے ایک حالت ہر وقت طاری رہتی ہے، یعنی اس پر ہیبت طاری ہوگی یا حلاوت یا اُنس ومحبت کی کیفیت۔

﴿9﴾......حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ عُلمائے کرام، زاہدین اور عابدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے اس جہانِ فانی سے اس حال میں کوچ کیا کہ ان کے قُلوب مُقفّل رہے، البتہ! صِدِّیقین اور شُہَدا کے قلوب مُقفّل نہ رہے۔[1] پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ آیتِ مبارکہ ﴿ **وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ** ؕ (پ۷، الانعام: ۵۹)﴾[2] تلاوت کی۔ یعنی معرفت کی کُنجیوں اور توحید کے مشاہدہ سے ان پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

پس ذکر کی یہ محفلیں اِبتدائے زمانہ ہی سے اہلِ معرفت، علمائے قُلوب اور عُلمائے باطن کی پسندیدہ رہی ہیں اور یہی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام علمائے آخرت اور دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی ہیں۔ چنانچہ اصدق القائلین یعنی **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

[1] ......فیض القدیر للمناوی، تحت الحدیث: ۱۹۹۱، ج ۱، ص ۶۳۳

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہاں فقہ کا تذکرہ فرمایا جو کہ قُلوب کی صِفت ہے اور فقہ کا سبب خوفِ الٰہی ہے۔

عوام وخواص کے حصولِ علم کی کیفیت

علم عقل، علمِ ظاہر میں اور علمِ معرفت، علمِ یقین میں داخل ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''یقین ایمانِ کامل کا نام ہے۔'' [1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (پ ۲۰، العنکبوت: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عقل کو علم کا ایک وَصْف قرار دیا اور سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی علم یقین سیکھنے کا حکم دیا جیسا کہ عام علم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دو جہاں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان ''یقین سیکھو'' میں علم حاصل کرنے کا حکم خواص کو ہے کیونکہ مقامِ یقین علم سے بلند تر ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان ''علم حاصل کرنا فرض ہے'' میں علم حاصل کرنے کا حکم عام لوگوں کو ہے۔

نیز سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان ''یقین سیکھو'' میں اہلِ یقین کی صحبت اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے کیونکہ یقین بذاتِ خود ظاہر نہیں ہوتا بلکہ یہ اہلِ یقین کے ہاں ملتا ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کا حکم دیا اور یہ ارشاد نہ فرمایا کہ عقلی عُلوم سیکھو اور علمِ فتاویٰ حاصل کرو کیونکہ علمائے ظاہر کو ابتدا ہی سے مفتی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے دل سے فتویٰ طلب کیا کرو، اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ بھی دیں۔'' [2]

پس پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سوال پوچھنے والے کو دل کی سوجھ بوجھ کی طرف رجوع

---

[1] ……صحیح البخاری، کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ص ۲

شعب الایمان للبیہقی، باب فی الصبر علی المصائب، الحدیث: ۹۷۱۶، ج۷، ص ۱۲۳

[2] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۱۴۴۱ عبدالرحمن بن مھدی، الحدیث: ۱۳۰۴۱، ج ۹، ص ۴۸

کرنے اور فتویٰ دینے والوں کے فتووں سے رخ پھیرنے کا حکم ارشاد فرمایا کیونکہ دل اگر فقیہ نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اس کی جانب رجوع کرنے کا حکم نہ دیتے۔ اسی طرح اگر علمِ باطن، ظاہر پر حکم لگانے والا نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی اہلِ ظاہر یعنی علمائے لِسان کے عُلوم سے توجہ ہٹا کر علمِ باطن جو اہلِ قُلوب کا علم ہے، کی جانب رجوع کرنے کا نہ فرماتے۔ ایسا بھی نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلند پایہ فَقِیہ سے کسی کو ہٹا کر اس کا رخ اس سے کم تر فقیہ کی جانب کر دیا ہو اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بڑے پختہ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے: ''اپنے دل سے فتویٰ طلب کیا کرو، اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ وہ فتویٰ بھی دیں۔''[1] یہ حکم اس بندے کے لئے خاص ہے جس کے پاس دل ہو، اس نے یہ حکم سن رکھا ہو، اسے شاہد کا مشاہدہ حاصل ہو، وہ نفسانی خواہشات سے خالی ہو کیونکہ فقہ زبان کی صِفَت نہیں (بلکہ دل کی صفت ہے)۔ کیا آپ نے **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا؟

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ (پ۹، الاعراف: ۱۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔

پس جس کا دل سمیع عَزَّوَجَلَّ کو سننے والا اور شہید (ہر چیز پر گواہ) کا مشاہدہ کرنے والا ہو تو وہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ کا خطاب و کلام بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی حکم سنتا ہے تو فوراً لَبَّیْک کہتے ہوئے متوجہ ہو جاتا ہے جس کا تذکرہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اس فرمانِ عالیشان میں کیا ہے:

لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ (پ۱۱، التوبۃ: ۱۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: دین کی سمجھ حاصل کریں۔

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فقہ سے ۲ دو اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:

(۱)......**ڈرانا:** یہ **دَعْوَۃ اِلَی اللّٰہ** کے ایک مقام کا نام ہے کیونکہ ڈرانے والا وہی ہوتا ہے جو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے آگاہ کرے اور خوف وہی دلاتا ہے جس کا شمار خود بھی خائفین میں ہو اور جو خائفین میں سے ہو وہی عالم ہوتا ہے۔

(۲)......**احتیاط و پرہیزگاری:** یہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل کرنے کی ایک حالت کا نام ہے، یعنی بندے پر **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی خَشِیَّت طاری ہوتی ہے۔

---

[1] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج۶، ص۲۹۳

سند ابی یعلی الموصلی، مسند وابصۃ بن معبد، الحدیث: ۱۵۸۳، ج۲، ص۱۰۵

فقہ وفہم دو الگ الگ نام ہیں مگر دونوں کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ چنانچہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عطا کردہ فہم کو علم وحکمت پر فضیلت عطا فرمائی اور قضا واحکام پر اَفْہام کو بلند مرتبہ قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا:

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ (پ۱۷، الانبیاء: ۷۹) ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

پس **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فہم عطا فرما کر منفرد حیثیت دی اور یہ **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جس نے پہلے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اور ان کے والد ماجد حضرت سیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام دونوں کو علم و حکمت عطا فرمائی اور پھر اس کے بعد بیٹے کو باپ پر علمِ قضا میں مزید فضیلت عطا کی۔

علمائے حق کی شان

اَمِیْرُالْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اور حضرت سیِّدُنا حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے علما کی شان میں مروی ہے کہ

مَا الْفَخْرُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ   عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى اَدِلَّآءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهٗ   وَالْجَاهِلُوْنَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَعْدَآءُ

ترجمہ: (۱)......اہلِ علم کے سوا کسی کو فخر کرنے کا حق حاصل نہیں، کیونکہ صرف وہی راہِ ہدایت پر ہیں اور جو ان سے رہنمائی چاہتا ہے اس کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

(۲)......ہر آدمی کے نامۂ اعمال کا وزن اسی قدر بہتر ہوگا جس قدر وہ اسے اچھا بنائے گا اور جاہل تو اہلِ علم کے دشمن ہوتے ہیں۔

پس جو عالم ہوگا جان لے گا کہ اس علم سے مقصود **اللّٰه** عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے، تو اب اس سے بڑھ کر کون فضیلت والا ہوسکتا ہے؟ اور اس کی کیا قیمت لگائی جاسکتی ہے؟ کیونکہ ہر علم کی قیمت معلوم ہوتی ہے اور ہر عالم کا وزن اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔

امامُ الزَّاہدین حضرت سیِّدُنا عبدالواحد بن زید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسی مفہوم میں ایک منظوم کلام ارشاد فرمایا ہے جس میں انہوں نے علمائے رَبّانِیّین کو منفرد قرار دیا اور ان کے طریقے کو ہر طریقے سے اَرفع واعلیٰ جانا۔ چنانچہ، ارشاد فرماتے ہیں:

اَلطُّرُقُ شَتّٰی وَطُرُقُ الْحَقِّ مُفْرِدَةٌ　　وَّالسَّالِکُوْنَ طَرِیْقَ الْحَقِّ اَفْرَادُ

لَایُعْرَفُوْنَ وَلَا تُسْلَكُ مَقَاصِدُھُمْ　　فَھُمْ عَلٰی مَھْلٍ یَّمْشُوْنَ قُصَادُ

وَالنَّاسُ فِیْ غَفْلَةٍ عَمَّا یُرَادُ بِھِمْ　　فَجَلُّھُمْ عَنْ سَبِیْلِ الْحَقِّ رُقَادُ

ترجمہ: (۱)......راستے مختلف ہیں، مگر حق کا راستہ ایک ہی ہے، اور اس راستے پر چلنے والے بھی یکتا ومُنْفَرِد ہیں۔

(۲)......نہ ان کو کوئی جانتا ہے اور نہ ہی ان کے مَقاصد معلوم ہوتے ہیں۔ پس وہ باوقار انداز میں راہِ حق کا ارادہ کر کے چلتے ہیں۔

(۳)......لوگ ان کی مراد سے غافل ہیں کیونکہ لوگوں کی اکثریت حق کے راستے سے غافل ہے۔

سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اور علم معرفت

جب اَمِیْرُ الْمُؤمنین حضرت سیِّدُ نا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا وِصال ہوا تو حضرت سیِّدُ نا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے ان سے بہت محبت تھی، آج ان کے ساتھ ہی علم کے دس حصّوں میں سے نو حصّے ختم ہو گئے ہیں۔'' عرض کی گئی: ''آپ کیا کہہ رہے ہیں! حالانکہ حُضور نبی ٔپاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے!'' ارشاد فرمایا: ''میری مراد وہ علم نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ میری مراد علمِ معرفت ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُ نا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے کہ مُتَّقِین پسِ پردہ رہتے ہیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ مُتَّقِین سردار اور عُلمائے کِرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام قائدین ہیں اور ان سب کی صحبت سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔[2]

سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کے قول کی وضاحت

مُراد یہ ہے کہ مُتَّقِین عام لوگوں کے سردار ہیں۔ چنانچہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ　　ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

---

[1] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۸۱۰، ج ۹، ص ۱۶۳ بتغیر

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۵۵۳، ج ۹، ص ۱۰۵ ۔ العلماء بدلہ الفقہاء

عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام مُتَّقِین کے امام ہیں جو اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں جیسا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۴) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

پس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کو مُتَّقِین پر فضیلت دی اور انہیں ان کا امام بنایا اور متقین ان کے اصحاب بن گئے، حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے یہ بھی بتایا کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی صحبت میں ایمان کی زیادتی ہے، یعنی ان کی ہم نشینی غیر عالم متقین کی ہم نشینی سے زیادہ ایمان کی زیادتی کا باعث ہے کیونکہ ہر عالم تو متقی ہوتا ہے لیکن ہر متقی عالم نہیں ہوتا۔

حُضور نبیِّ پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''علما کثیر ہیں مگر ان میں حکما بہت قلیل ہیں۔ صالحین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے مگر ان میں صادقین کی تعداد بہت کم ہے۔''[1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مبارک رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے عرض کی گئی: ''لوگ کون ہیں؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام۔'' پھر عرض کی گئی: ''بادشاہ کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''زاہدین۔'' عرض کی گئی: ''احمق کون ہیں؟'' فرمایا: ''جو اپنے دین کے عوض کھاتے ہیں۔''[2] ایک بار ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو لباس زیبِ تن کر کے مانگتے پھرتے ہیں اور گواہیاں دینے میں لگے رہتے ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فَرقَد رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی سے کوئی بات پوچھی تو آپ نے جواب دیدیا، جس پر حضرت سیِّدُنا فَرقَد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْاَحَد نے عرض کی: ''اے ابوسعید! فُقَہا (اس مسئلے میں) آپ کی مخالفت کریں گے۔'' تو آپ نے فرمایا: ''اے فرقد! تیری ماں تجھ پر روئے! کیا تو نے اپنی آنکھوں سے فُقَہا کو دیکھا بھی ہے؟ فقیہ تو وہ ہوتا ہے جس میں یہ اوصاف ہوں:

❀......دنیا سے کنارہ کش ہو ❀......آخرت میں رغبت رکھنے والا ہو ❀......دینی بصارت کا حامل ہو
❀......اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے والا ہو ❀......متقی ہو

---

[1] ......حلية الاولياء، الرقم ۳۹۷ الفضيل بن عياض، الحديث: ۱۱۴۷۵، ج ۸، ص ۹۵

[2] ......تاريخ بغداد، الرقم ۳۶۵۰ جعفر بن محمد الخياط، ج ۷، ص ۲۰۱

❁......مسلمانوں کی ناموس میں (دراندازی سے) اپنے نفس کو روکنے والا ہو۔

❁......ان کے اموال (باطل طریقے سے کھانے) سے بچنے والا ہو۔

❁......اپنی جماعت کو نصیحت کرنے والا ہو۔‘‘[1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ) ہم نے حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی سے مَروی تین مختلف اقوال کو اس ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ پس یہ تمام صفات ایک عالِمِ رَبّانی کی ہیں جو عارفِ حقیقی بھی ہوتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے عرض کی: ’’ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ حضرت سیِّدُنا مَعْروف کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی کے پاس جایا کرتے تھے، کیا ان کے پاس علمِ حدیث تھا؟‘‘ تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ’’اے میرے لختِ جگر! ان کے پاس معاملے کی اصل یعنی **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا تقویٰ تھا۔‘‘

ایک بار امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الاَوَّل سے عرض کی گئی کہ کس شے کے سبب ان اماموں کا شہرہ ہوا اور ان کے اوصاف بیان کئے گئے؟ ارشاد فرمایا: صرف اور صرف صِدْق کے سبب جو ان میں پایا جاتا تھا۔ عرض کی گئی: صدق کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا: اخلاص کا نام صِدْق ہے۔ عرض کی گئی: اخلاص کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: زہد کو اخلاص کہتے ہیں۔ پھر عرض کی گئی: زہد کیا چیز ہے؟ تو آپ نے تھوڑی دیر کے لئے اپنے سر کو جھکا لیا، پھر ارشاد فرمایا: زہد کے متعلق زاہدین ہی سے دریافت کرو، یعنی حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَارِث سے دریافت کرو۔

قصہ گوئی اور علمِ معرفت میں فرق

حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الوَارِث سے مَنْصور بن عَمّار کے متعلق کئی عجیب وغریب حکایات مروی ہیں۔ مَنْصور بن عَمّار ایک واعظ اور خطیب تھا اور اپنے زمانے میں اس کا شمار حضرت سیِّدُنا بِشْر بن حارِث، حضرت سیِّدُنا

[1] ......الطبقات الکبری لابنِ سعد، الرقم ۱۳۰۵۵ الحسن بن ابی الحسن، ج۷، ص ۱۳۱

الزھد للامام احمد بن حنبل، اخبار الحسن بن ابی الحسن، الحدیث: ۱۵۱۶، ص ۲۷۷

اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الثالث، بیان ما بدل من الفاظ العلوم، ج ۱، ص ۳۷۲۔ السنجی بدلہ السبخی

امام احمد بن حَنْبَل اور حضرت سیِّدُ نا ابوثور رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی جیسے علمائے کرام میں نہ ہوتا تھا بلکہ عام لوگ اسے عالم سمجھتے اور بیہ افراد اسے قصہ گو شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ نصر بن علی جَھْضَمِی کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن اس نے مزاح کی حد کر دی تو اس سے کہا گیا: کیا تم ایسا کر رہے ہو جبکہ تمہارا شمار عُلَما میں ہوتا ہے؟ تو بولا کہ میں نے عُلَمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام میں سے ہر ایک کو مزاح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے پوچھا گیا: ''تم حضرت سیِّدُ نا بِشْر بن حارِث عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْوَارِث کو دیکھ چکے ہو کیا تم نے ان کو کبھی ایسا مزاح کرتے ہوئے سنا؟'' بولا کہ ہاں! ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ ایک گلی میں بیٹھا تھا کہ مَنْصور بن عَمّار دوڑتا ہوا آیا اور ان سے عرض کی: ''اے ابونصر! امیر نے تمام علما اور صالحین کو جمع ہونے کا حکم دیا ہے، آپ کا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ کیا میں چھپ جاؤں؟'' تو حضرت سیِّدُ نا بِشْر بن حارِث عَلَيْهِ رَحمَةُ اللهِ الْوَارِث نے اُسے خود سے دور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم سے دور ہو جاؤ کہیں امیر تمہاری مصیبت ہم پر نہ ڈال دے اور ہم بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں۔''

عُلَمائے سَلَف کے نزدیک قصہ گو لوگوں کا یہی مقام ہے، یہاں تک کہ علمِ معرفت جاننے والے ختم ہو گئے اور مَجالِسِ ذکر اور عُلومِ یقین و معاملات اس علم کے تذکرہ سے خالی ہو گئے، مگر وہ لوگ اس علم سے غافل نہ رہے جنہوں نے ایسے عُلَمائے سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن کی سیرت اور طریقت کو پہچان لیا جنہوں نے ذیل کے امور میں فرق کیا:

- ......ذکر اور قصہ گوئی کی محافل کے درمیان
- ......علما اور متکلمین کے درمیان
- ......زبان کے علم اور دل کی فَقاہت کے درمیان
- ......علمِ یقین اور علمِ عقل کے درمیان

اس لئے کہ ایک عالم اور قصہ گو کے درمیان بہت فرق ہے کیونکہ عالم عموماً خاموش رہتا ہے جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے اور جب اس سے کوئی سوال پوچھا جائے تو وہ اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم کے مطابق جواب دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ حقیقت پسندی کے مطابق کلام کر کے حقیقت آشکار کر دیتا ہے۔ خاموش رہنا اگر اس کے لئے زیادہ بہتر ہو تو وہ خاموش رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور اگر کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اس کی علمی بات کو سمجھ سکے تو کسی ایسے شخص کا انتظار کرتا ہے جو اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ چنانچہ اس علم کی اہلیت رکھنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جو عارف ہو اور جو ایسا ہو اس کے لئے مشاہدہ اور وِجدان میں سے حصّہ مقرر ہے۔

جواب دے یا خاموش رہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ﴿۴۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(پ ۱۴، النحل: ۴۳)

اس آیتِ مبارکہ میں دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں:

......اہلِ ذکر ہی علمائے رَبّانِیّین ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان: ''پوچھو اگر تمہیں علم نہیں'' سے مراد ہے کہ جو نہیں جانتا اس سے کوئی سوال پوچھنا جائز نہیں۔ کیونکہ علم نہ رکھنے والے جاہل ہیں اور پوچھنے سے ان کی جہالت میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔

......عُلَما سے جب تک کوئی سوال نہ کیا جائے وہ خاموش ہی رہتے ہیں اور جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو ان پر جواب دینا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بے خبر لوگوں کو ان سے سوال پوچھنے کا حکم دیا ہے۔

نیز یہ آیتِ مبارکہ اس بات پر بھی دلیل ہے کہ محافلِ ذکر درحقیقت عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی مَحافِل ہی ہیں جن کے فضائل میں بہت سی احادیث بھی مَروی ہیں۔ اس میں مزید غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہلِ ذکر یہی علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام ہیں جن سے سوال پوچھا جاتا ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب (کسی محفل میں کوئی) بات کرتے ہیں تو صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں اور جب کسی الگ مقام پر ہوتے ہیں تب بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدوں کے ذکر ہی میں مَشغول رہتے ہیں، پس جب انہوں نے ہر لمحہ اسی کا ذکر کیا تو علم کی دولت سے مالا مال ہوگئے، پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ ان سے سوال پوچھا کرو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ والا تَبار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جاہل کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر برقرار رہے اور نہ ہی عالم کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے۔''[1]

سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اس فرمان پر دلیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مذکورہ فرمانِ عالیشان ہی ہے یعنی:

[1] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۵۳۶۵، ج۵ ص۱۰۶

فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ۱۴، النحل: ۴۳)

اسی طرح اہلِ بیت سے مروی ایک حدیثِ پاک میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''علم خزانے ہیں اور اس کی کُنجی سوال کرنا ہے، پس پوچھا کرو کیونکہ پوچھنے پر چار بندوں کو اجر سے نوازا جاتا ہے: (۱)...... پوچھنے والے کو (۲)...... جواب دینے والے (یعنی عالم) کو (۳)...... سننے والے کو (۴)...... ان سے محبت رکھنے والے کو۔'' [1]

ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں

حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بندہ لوگوں کے پوچھے گئے ہر سوال کا جواب دیتا ہے وہ دیوانہ ہے۔ [2]

حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض باتوں کا جواب خاموشی ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ذوالنّون مِصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے کہ صادقین کا بہترین سوال عارفین کے قُلوب کی کُنجیاں ہیں۔

قصہ گو کسے کہتے ہیں؟

قِصّہ گو اسے کہتے ہیں جو باتیں کرنا شروع کرے تو قصے کہانیاں اور ہر ایک سے سنی سنائی باتیں بیان کرتا ہی چلا جائے اور اسے قصہ گو کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ گزرے ہوئے واقعات بیان کرتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اس لفظ کا تذکرہ کچھ یوں بیان ہوا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ (پ۲۰، القصص: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور (اس کی ماں نے) اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا۔

حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدۂ ماجدہ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۲۳۵ محمد بن الباقر، الحدیث: ۳۷۸۱، ج۳، ص ۲۲۴

الفقیہ والمتفقہ، باب فی السوال والجواب...... الخ، الحدیث: ۶۸۵، ج۲، ص ۲۶۳

[2] ......جامع بیان العلم وفضلہ، باب ما یلزم العالم اذا سئل...... الخ، الحدیث: ۹۰۱، ص ۳۱۷

وَالسَّلَام کی بہن سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے جاؤ، اس طرح تم جان لوگی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا اور پھر مجھے آکر سارا قصہ سنانا۔

سوال سے قبل جواب دینا

حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ کسی شے کے متعلق کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اس کے متعلق کلام کرنا علم کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ ایک مرتبہ آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سوال کا جواب دینا علم کو ذلیل کرنا ہے یعنی اس میں علم کی اِہانت ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ کام انتہائی دھتکارنے و ذلیل کرنے والا ہے۔ [1]

مَنقول ہے کہ جب کوئی سوال کرنے سے قبل ہی علمی بات کرنے لگے تو اس کا دوتہائی نور ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْاَکْرَم اور دیگر بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللهُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ عالم کا خاموش رہنا شیطان پر اس کے باتیں کرنے سے زیادہ بھاری ہے کیونکہ وہ حِلْم کی بنا پر خاموش ہوتا ہے اور علم کی بات کرتا ہے، پس شیطان کہتا ہے: ''اس بندے کو دیکھو! اس کی خاموشی مجھ پر اس کے کلام سے زیادہ سخت ہے۔'' [2]

ایک قول ہے کہ خاموشی عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوش ہے۔ [3]

حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الصَّمَد فرماتے ہیں کہ بندے کی عزّتِ نفس اس میں ہے کہ جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جائے اپنے علم کی بنا پر خاموش رہے اور میری عمر کی قسم! اگر اس نے سوال کے بعد گفتگو کی تو وہ اپنے نفس کا مالک بن جائے گا۔

عالم پر سوال کا جواب دینا لازم ہے

بعض اوقات کلام کرنا فرض ہوتا ہے اور فرض بجالانے میں نفسانی خواہشات پر عمل بھی کرنا پڑتا ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ......ترتیب المدارک، تقریب المسالک، باب فی حکمه ووصایاه وآدابه، ج ۱، ص ۵۷

[2] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۹۴ ابراهیم بن ادهم، الحدیث: ۱۱۲۶۴، ج ۸، ص ۲۷ مفهوماً

[3] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۳۸۷، سفیان الثوری، الحدیث: ۹۷۴۹، ج ۷، ص ۸۶

کا فرمانِ عالیشان ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ (پ۱۴، النحل: ۴۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے عام بندوں کو سوال کرنے کا حکم دیا تو عُلمائے کرام پر جواب دینا لازم کر دیا۔ چنانچہ، مَروی ہے کہ حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی تو اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''[1] یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے علم چھپانے پر سزا کی وعید سنائی۔

بعض اوقات ایک شے کا آغاز مَخْفی (دل میں پوشیدہ) خواہشات سے ہوتا ہے اور چونکہ ہر خواہش کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے، لہٰذا حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے جب (لوگوں کے سوالات کے جواب دینے والے) ایک شخص کے اوصاف بیان کئے گئے تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ''اس میں حرج نہیں بشرطیکہ بندہ کسی شے کے متعلق کچھ پوچھنے سے پہلے ہی گفتگو نہ کرنے لگے۔'' اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس میں بھی حرج نہیں بشرطیکہ بندہ مہینے بھر کی گفتگو ایک ہی دن میں نہ کر ڈالے۔ اسی مفہوم پر مَبْنی ایک قول مروی ہے کہ کلام کا تعلق خواہش سے ہوتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ بندے سے کچھ پوچھا جائے وہ خواہش کی بنا پر گفتگو کا آغاز کر دیتا ہے۔

علمی گفتگو کے آداب

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے ایک بُزُرگ نے اَبدالوں کے اَوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان کا کھانا بھوک اور فاقہ کشی ہے، گفتگو بقدرِ ضرورت ہوتی ہے، وہ کسی شے کے متعلق بات نہیں کرتے، جب ان سے کچھ پوچھا جائے تو ہی جواب دیتے ہیں۔[2]

جو بندہ بن پوچھے کلام نہ کرے تو وہ لغو اور لایعنی باتیں کرنے والا شمار نہیں ہوتا۔ کیونکہ سوال کے بعد جواب دینا

---

[1] ......سنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب من سئل عن علم فكتمه، الحديث: ۲۶۴، ص ۲۴۹۳

[2] ......المقاصد الحسنة للسخاوی، حرف الهمزة، تحت الحديث: ۸، ص ۲۸

اس طرح فرض ہوجاتا ہے جیسے سلام کرنے کے بعد اس کا جواب دینا لازم ہوجاتا ہے۔ ①

حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سوال کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جیسے سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ②

حضرت سیِّدُنا ابوموسیٰ اَشْعَرِی اور حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے اسے چاہئے کہ بتادے اور جس سے کچھ نہ پوچھا جائے اسے چاہئے کہ خاموش رہے۔ ورنہ اسے تکلف کرنے والوں میں لکھ لیا جائے گا اور دین سے بھی نکل جائے گا۔ ③ حضرت سیِّدُنا ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے بھی اسی قسم کا قول مروی ہے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن ہر شے میں تَکَلُّف کے شامل ہونے سے ڈرا کرتے تھے اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بلا حاجت یا سوال سے قبل کلام کرنے کو بھی تَکَلُّف شمار کرتے یعنی وہ محل یا اہل دیکھے بغیر کلام کرنے کو تکلف شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت سیِّدُنا مجاہد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَاحِد کو وصیَّت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لایعنی باتوں کا جواب مت دینا کہ یہی افضل طریقہ ہے اور مجھے تیرے خطا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے اور نہ ہی فائدہ مند گفتگو کرنا یہاں تک کہ اس کا محل دیکھ لو، کہ بہت سے نفع بخش گفتگو کرنے والے غیر محل میں گفتگو کرتے ہیں تو شرمسار ہوتے ہیں۔ ④

مَروی ہے کہ ایک اَنْصاری صحابی کی موت پر ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں مُخاطَب کر کے کہا: ''تجھے جنّت مبارک ہو! تو نے سلطانِ بحر و بر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جہاد کیا اور راہِ خدا میں شہید ہوا۔'' تو سرکارِ والا تبار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تجھے کیا معلوم کہ وہ جنّت میں ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ان اشیاء میں بُخْل سے کام لیتا ہو جن کی اسے ضَرورت نہ تھی۔'' ⑤

---

① ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۵۰

② ......الادب المفرد للبخاری، باب جواب الکتاب، الحدیث: ۱۱۵۰، ص ۲۹۹ بتغیر

③ ......صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الدخان، الحدیث: ۷۰۶۲، ص ۱۱۶۵ بتغیر

④ ......موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الصمت وآداب اللسان، باب النھی عن الکلام فیما لا یعنیک، الحدیث: ۱۱۴، ج ۷، ص ۸۸ بتغیر

⑤ ......مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، الحدیث: ۴۰۰۴، ج ۳، ص ۳۷۶

جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ، الحدیث: ۲۳۱۶، ص ۱۸۸۵

بن پوچھے علم ظاہر کرنے کا وبال

وہ شخص جس نے بِن پوچھے علم ظاہر کیا اور نا اہل افراد میں پھیلایا، اگر انہوں نے اس علم کا انکار کر دیا تو اس سے پُرسش ہوگی کیونکہ اس نے علم کے اظہار میں تکلف سے کام لیا لیکن اگر سوال پوچھنے پر وہ جواب دے اور جو افراد نہ مانیں تو ان کے متعلق اس سے پوچھ گچھ نہ ہوگی کیونکہ اس نے تو محض سوال کا جواب دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم میں کلام کرنے والے سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن بھی اس وقت تک خاموش رہا کرتے جب تک ان سے کوئی سوال نہ پوچھا جاتا۔

جواب اور عطاو توفیق خداوندی

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد فرمایا کرتے تھے کہ عالم خاموش بیٹھا رہتا ہے لیکن اس کا دل اپنے مولا و آقا کی جانب مائل ہوتا ہے اور اس سے حسنِ توفیق مانگتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ وہ اسے دُرُست بات کی توفیق عطا فرما دے تا کہ اس سے جس شے کے متعلق بھی پوچھا جائے وہ اپنے مالک عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ علم سے اس کا جواب دے۔

حضرت سیِّدُنا ابو محمد عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الصَّمَد کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ عالم کا کام بارگاہِ خداوندی کی جانب نظریں جمائے منہ پر تالے لگا کر توکُّل مانگنا اور ہر دم رحمتِ خداوندی سے اس بات کا مُنتَظِر رہنا ہے کہ اب کیا معاملہ جاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بُزُرگ نے ارشاد فرمایا: عالم وہی ہوتا ہے جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اس کی حالت یہ ہو جائے گویا کہ اس کی داڑھ نکالی جا رہی ہے۔[1]

جواب دینے کے متعلق سلف صالحین کا طریقہ

- ......حضرت سیِّدُنا رَقَبہ بن مَصْقَلہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اور دوسرے مَشائخ کا قول ہے کہ عالم وہ نہیں جو لوگوں کو جمع کر کے انہیں قصّے سناتا رہے بلکہ عالم تو وہ ہے جب اس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے تو اس کی حالت یہ ہو جائے گویا وہ رائی کی نَسوار سونگھ رہا ہے۔
- ......حضرت سیِّدُنا محمد بن سُوقہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اکثر حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے علمِ حدیث کے متعلق سوال کیا کرتے مگر وہ منہ پھیر لیتے اور کوئی جواب نہ دیتے، ایک بار حضرت سیِّدُنا اَعْمَش رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے

---

[1] ......اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۲۵۰

حضرت سیِّدُ نا رَقبہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ آپ کی طرح ہوتا تو میری بد خُلقی کی وجہ سے اپنا فائدہ چھوڑ دیتا۔ تو حضرت سیِّدُ نا محمد بن سُوقہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے عرض کی: ''رہنے دیجئے! میں تو آپ کے اس عمل کو کڑوی دوا سمجھتا ہوں کیونکہ مجھے اس کے نفع مند ہونے کی امید ہے۔''[1]

﴿﴾...... اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیۡم یا حضرت سیِّدُ نا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ کے متعلق مَنقول ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے سامنے کلام کر رہا تھا تو ارشاد فرمایا: ''یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے جان اور پہچان لو۔''[2]

﴿﴾...... حضرت سیِّدُ نا ابو حَفْص نیشاپوری کبیر عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَدِیۡر خُراسان میں حضرت سیِّدُ نا جنید بغدادی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی جیسے مقام کے حامل تھے۔ آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں کہ عالم وہ ہوتا ہے جس سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ غمزدہ ہو جائے یہاں تک کہ اگر اسے زخمی کیا جائے تو خوف و دہشت کے باعث اس کے جسم سے خون نہ نکلے اور اسے یہ ڈر لاحق ہو کہ دنیا میں پوچھے گئے اس سوال کے متعلق آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا۔ نیز وہ اس بات سے بھی خوفزدہ ہو کہ وہ سوال کا جواب دینے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے فُقدان کی وجہ سے اب اس پر جواب دینا فرض ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سیِّدُ نا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا دس میں سے صرف ایک سوال کا جواب دیتے اور فرمایا کرتے کہ تم ہمیں جہنّم کا پُل بنا کر اس پر سے یہ کہتے ہوئے گزرنا چاہتے ہو کہ ابنِ عمر نے ہمیں ایسا ایسا فتویٰ دیا تھا۔[3]

﴿﴾...... حضرت سیِّدُ نا ابراہیم تَیۡمی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے جب کوئی سوال پوچھا جاتا تو آپ رونے لگتے اور فرماتے: ''تمہیں میرے سوا کوئی ایسا فرد نہ ملا جس سے تم پوچھ سکتے یا پھر تم میرے محتاج ہو گئے تھے؟'' مزید فرماتے کہ ہم نے حضرت سیِّدُ نا ابراہیم نَخۡعی عَلَیۡہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو بہت مجبور کیا کہ وہ سُتون کے ساتھ سیدھے کھڑے ہو کر ہمیں وعظ کریں مگر انہوں نے ہر بار انکار ہی کیا اور جب بھی ان سے کسی شے کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ

---

[1] ...... اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم...... الخ، ج ۱، ص ۶۵۰

[2] ...... المرجع السابق [3] ...... المرجع السابق، ص ۶۵۳، ۶۵۱

رونے لگتے اور فرماتے کہ لوگ میرے محتاج ہوگئے ہیں۔[1]

۞......حضرت سیِّدُنا سُفْیان بِن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے وقت میں ایک مُنْفَرِد علمی شان رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے متعلق یہ شعر پڑھا کرتے:

خَلَتِ الدِّيَارُ فَسُدْتُّ غَيْرَ مُسَوَّدِ وَمِنَ الشِّقَآءِ تَفَرُّدِيْ بِالسُّؤْدَدِ

ترجمہ: بستیاں خالی ہوگئیں اور میں بنا کسی کے سردار بنائے خود ہی سردار بن گیا، حالانکہ یہ بدبختی کی علامت ہے کہ میں سرداری کے لئے اکیلا ہی ہوں۔[2]

وعظ و نصیحت میں اسلاف کا طریقہ

حضرت سیِّدُنا ابو عالیہ رِیاحی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عموماً دو یا تین آدمیوں کی موجودگی میں کلام کیا کرتے اور جب چار آدمی ہوجاتے تو اٹھ جاتے۔ اسی طرح مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہم رَحِمَهُمُ اللهُ الْاَکْرَم بھی صرف چند بندوں کے سامنے کلام کیا کرتے اور جب لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی تو وہ اٹھ جاتے۔ حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہْل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی مجلس میں پانچ یا چھ سے لے کر دس تک افراد ہوتے تھے۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) مجھے کسی شیخ نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی بھی دس سے کچھ زائد اشخاص کے سامنے ہی کلام کیا کرتے تھے اور ان کی محفل میں کبھی بھی 20 اشخاص مکمل نہ ہوئے۔

حکمت و دانائی کی باتوں کا صحیح حقدار

ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا ابو حَسَن بن سالم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْحَاکِم کے متعلق مروی ہے کہ ان کی مسجد میں کافی لوگ جمع ہوگئے اور انہوں نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے بھیجا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بھائی مسجد میں موجود ہیں اور آپ سے ملنا اور آپ کی باتیں سننا چاہتے ہیں، اگر آپ مناسب خیال کریں تو ان کے پاس چلیں۔

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۶۵۱

[2] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۶۹۵، ج ۷، ص ۳۲۴

مسجد ان کے گھر کے قریب ہی تھی، ابھی قاصد ان کی خدمت میں حاضر بھی نہ ہوا تھا کہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور قاصد سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' اس نے بتایا کہ فُلاں فُلاں اور فُلاں ہیں یعنی سب کے نام بتائے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرے اصحاب نہیں، بلکہ یہ تو اصحابِ مجلس ہیں۔'' (انہوں نے یہ کہا اور واپس چل دیئے) اور ان کے پاس تشریف نہ لائے۔ گویا کہ انہوں نے ان تمام لوگوں کو عام افراد شمار کیا جو ان کے خاص علم کے قابل نہ تھے، لہٰذا ان کی خاطر اپنا وقت برباد نہ کیا۔ اسی طرح عالم اپنی خَلوَت کو عزیز سمجھتا ہے، ہاں اگر خاص ساتھی مُیَسَّر ہوں تو پھر ان کی صحبت کو خَلوَت پر ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح وہ عالم ان خاص افراد کے ایمان میں زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ لیکن اگر اسے ایسے خاص افراد کی ہم نشینی مُیَسَّر نہ ہو تو پھر وہ باطل پرستوں کی ہم نشینی سے بچنے کے لئے اپنی خلوت پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتا۔ حضرت سیِّدُنا ابوحَسَن بن سالم عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْحَاکِم اپنے بھائیوں کے پاس تشریف لاتے اور جنہیں اپنے علم کے موزوں خیال کرتے ان کے پاس بیٹھ کر مذاکرہ کرتے۔ بعض اوقات ان کے پاس رات کو تشریف لاتے اور بسا اوقات دن کو۔

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) میری عمر کی قسم! مذاکرہ اہلِ نظر افراد کے درمیان ہوتا ہے جبکہ مُحادَثہ بھائیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ علم کی خاطر صحبت اختیار کرنا صرف اور صرف ساتھیوں کے لئے ہوتا ہے جبکہ سوال کا جواب عام لوگوں کا نصیب اور حصّہ ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک ان کا علم خاص ہے اور خواص کے علاوہ کوئی بھی اسے حاصل کرنے کے قابل نہیں جبکہ خواص کی تعداد بہت کم ہے۔ لہٰذا وہ صرف اسی کے سامنے کلام کرتے ہیں جو اس کی اہلیت رکھتا ہے اور خیال یہ کرتے ہیں کہ یہ اسی کا حق ہے اور ان پر اس کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ چنانچہ،

اَمیرُ الْمُومنین حضرت سیِّدُنا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے علمائے رَبّانِیّین اور عارفین کے اوصاف کے بارے میں مروی ہے کہ وہ لوگ اپنی ہی مثل لوگوں کو علمِ معرفت بطورِ امانت پہنچاتے ہیں اور ان کے قُلوب میں اس علم کا بیج بو دیتے ہیں۔ شہنشاہِ خوش خِصال صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے بھی اس طرح کی روایات مروی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مروی ہے کہ نا اہل کے پاس حکمت رکھ کر اسے ضائع مت

کرو کہ اس طرح تم حکمت پر ظُلم کرنے والے شمار ہو گے اور نہ ہی اس کی اہلیت رکھنے والے بندوں سے اسے روکے رکھو کہ اس طرح تم ان پر ظلم کرنے والے شمار ہو گے۔ [1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اے لوگو! اس نرم مزاج والے طبیب کی طرح ہو جاؤ جو دوا کو مرض کی جگہ ہی رکھتا ہے۔'' [2] ایک روایت میں ہے: ''جس نے نااہل کے سامنے کوئی حکمت کی بات کی گویا اس نے جہالت کا مظاہرہ کیا اور جس نے اس کی اہلیت رکھنے والے کے سامنے حکمت کی بات نہ کی گویا اس نے ظُلم کیا۔'' [3] اور ایک روایت میں ہے کہ ''حکمت کا ایک حق ہے جس کی اہلیت رکھنے والا بھی ضرور کوئی ہو گا، پس ہر حقدار کو اس کا حق دو۔'' [4]

حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے مَروی اقوال میں سے ہے کہ ''خِنزِیروں کی گردنوں میں جواہرات نہ ڈالو کہ حکمت جواہرات سے بھی بہتر اور قیمتی ہے اور جو اسے ناپسند کرے وہ خِنزِیر سے بھی بدتر ہے۔'' [5]

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ علم کا آدھا حصہ سکوت پر مُشْتَمِل ہے جبکہ آدھا اس بات پر مشتمل ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے؟ [6]

ایک عارف کا قول ہے کہ جس بندے نے لوگوں سے اپنے علم اور عقل کے مطابق بات چیت کی اور ان کی حُدود کے مطابق ان سے گفتگو نہ کی تو اس نے نہ صرف ان کا حق برباد کیا بلکہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ [7]

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک کے لئے (اپنے علم کی) نہر سے پانی ضرور نکالو، مگر اسی کے برتن سے اسے پلاؤ۔ ہم اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ ہر بندے کو اس کی عقل کے

---

[1] ……العقد الفرید، کتاب المرجانۃ……الخ، الحکمۃ، ج ۲، ص ۱۱۶

[2] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۶۸۹، ج ۷، ص ۳۲۳ مفہوما

[3] ……المرجع السابق بتغیر

[4] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۶۱۲ ابو محمد الجریری، الحدیث: ۱۵۴۷۱، ج ۱۰، ص ۳۷۱ بتغیر

[5] ……تاریخ بغداد، الرقم ۴۹۰۷ طلحۃ بن عمر، ج ۹، ص ۳۵۶۔ الجوھر بدلہ الدر، بالاختصار
اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الخامس فی آداب المتعلم والمعلم، بیان وظائف المرشد المعلم، ج ۱، ص ۵۶۰

[6] ……تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ، ذکر ما حکی عنہ……الخ، الحدیث: ۱۴، ج ۱۳، ص ۳۸۸

[7] ……اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب الثالث فیما یعدہ العامۃ…… الخ، ج ۱، ص ۴۰۴

معیار کے مطابق تو لو اور اس کا وزن اس کے علمی وزن کے مطابق کرو تا کہ تم اس سے محفوظ رہ سکو اور وہ تم سے نفع حاصل کر سکے، ورنہ معیار کے مختلف ہونے کی وجہ سے وہ انکار کر دے گا۔ [1]

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو طالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہمارے ایک شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابو بکر کتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی فُقَرا کو علمِ حکمت سے نوازنے میں بڑے سخی تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو عمران اَلْمَعْرُوف کبیر مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے انہیں ڈانٹتے ہوئے اس علم سے دوسروں کو نوازنے اور اس میں کثرت سے کلام کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں 20 سال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ مجھے یہ علم بھلا دے۔'' حضرت سیِّدُنا ابو بکر کتّانی قُدِّسَ سِرُّہُ النّوْرَانِی نے عرض کی: ''وہ کیوں؟'' ارشاد فرمایا: ''میں نے خواب میں شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں ہر شے کی حُرمَت ہے اور تمام اشیاء کی حرمت سے بڑھ کر حکمت کی حرمت ہے۔ پس جس نے اسے کسی نااہل کے سپرد کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے سے اس حکمت کا حق طلب کرے گا اور جس سے وہ مطالبہ کرے گا اس پر غالب آجائے گا۔'' [2]

سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن سے منقول ہے کہ بندہ جب سُتون کے سہارے کھڑا ہوتا ہے یا یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال پوچھے جائیں تو اس کے پاس مت بیٹھو اور نہ ہی اس سے کوئی سوال پوچھنا مناسب ہے۔ [3]

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن میں سے اہلِ حکمت کی محافل میں شاذ و نادر ہی 20 یا 30 افراد ہوتے اور ایسا بھی ہمیشہ نہ ہوتا بلکہ بعض اوقات تو چار سے لے کر دس یا کچھ زائد افراد ہی ان محافل میں شریک ہوتے۔ مگر حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصْری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے لے کر ہمارے اس زمانے تک قصہ گو، واعِظِین اور خُطَبا کی محافل میں سینکڑوں افراد شامل ہوتے ہیں۔ یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں قسم کے طَبَقات میں یہ فرق ہے کہ علم خاص ہے جس کا تعلق بہت ہی کم لوگوں کے ساتھ ہے جبکہ قِصّے اور کہانیاں عام ہیں اور ان کا تعلق کثیر لوگوں سے ہے۔

---

[1] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الخامس في آداب المتعلم والمعلم، ص ٥٦١

[2] ……حلية الاولياء، الرقم ٦٢١ ابو محمد الجريري، الحديث: ١٥٤٧١، ج ١٠، ص ٣٧١ بتغير

[3] ……اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب السادس في آفات العلم……الخ، ج ١، ص ٢١٧

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) ہمارے زمانے کے ایک عالم فرماتے ہیں کہ بَصْرہ میں 120 آدمی وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں لیکن علمِ معرفت و یقین اور مقامات و احوال کے متعلق گفتگو کرنے والے صرف اور صرف 6 بندے ہیں جن میں سے تین حضرت سیِّدُنا ابو محمد سہل، حضرت سیِّدُنا صُبَیْحِی اور حضرت سیِّدُنا عبدُ الرَّحیم رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْکَرِیْم ہیں۔[1]

علمِ ظاہر و باطن کا تعلق

مَنقول ہے کہ جو بندہ عالم کی خاموشی سے نفع نہ پائے وہ اس کے کلام سے بھی نفع نہیں پاتا۔ مُراد یہ ہے کہ عالم کی خاموشی اور اس کے وَرَع و تقویٰ سے ادب سیکھنا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یقین کی پیروی کی جائے جیسا کہ اس کے بولنے سے ادب سیکھ کر اور اس کی باتوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ کیونکہ سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فرمایا کرتے ہیں کہ علمِ ظاہر کا تعلق دنیاوی عُلوم سے اور علمِ باطن کا عُلومِ آخرت سے ہے۔

باطن کی ظاہر پر فضیلت

بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے علمِ ظاہر کو دنیاوی علم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر امورِ دنیا کی خاطر اس علم کے محتاج ہوتے ہیں، جبکہ علمِ باطن کے آخرت سے متعلق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم درجات کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ چونکہ، زبان ظاہر ہوتی ہے لہٰذا اس کا تعلق عالَمِ مُلک سے ہے اور یہ زبان ہی علمِ ظاہر کا خزانہ ہے جبکہ دل عالَمِ ملکوت کا خزانہ اور علمِ باطن کا دروازہ ہے۔ پس علمِ باطن کو علمِ ظاہر پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح عالَمِ ملکوت جو ایک مخفی و چھپا ہوا عالَم ہے، کو عالَمِ مُلک پر اور دل کو زبان پر فضیلت حاصل ہے۔

ایک صوفی بُزُرگ کا قول ہے کہ جو شخص علمِ الٰہی چھوڑ کر دوسرے علوم حاصل کرتا ہے تو وہ اپنی غلطیوں کی تلافی خود ہی کرتا ہے مگر جو شخص علمِ الٰہی حاصل کرتا ہے اسکے گناہوں کی تلافی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کی تلاوت فرمائی:

لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ ترجمۂ کنزالایمان: اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم......الخ، ج ۱، ص ۱۱۷

بِالْعَرَآءِ (پ ۲۹، القلم: ۴۹) پہنچ جاتی توضرور میدان پر پھینک دیا جاتا۔

یعنی اگر علمِ معرفت کے سبب اس کی تلافی نہ کر دی گئی ہوتی تو یقیناً نفسانی خواہش کے بُعد میں مبتلا ہو جاتا۔

یہاں آیتِ مبارکہ میں اَلْعَرَآء سے مراد بُعد و دُوری ہے کیونکہ عقلی عُلوم علمِ یقین کے مقابل ہوں تو بُعد و دوری کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْــٴًـا قَلِیْلًاۗ(۷۴) (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۷۴)﴾[1] کی تفسیر میں ہے کہ ہم نے آپ کو علمِ معرفت عطا فرما کر ثابت قدمی کی دولت سے نوازا، قریب تھا کہ آپ عُلومِ عقلیہ کی جانب مائل ہو جاتے۔

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمانِ عالیشان ﴿وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا(۸۰) (پ ۱۵، بنی اسرآئیل: ۸۰)﴾[2] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہاں یہ مراد ہے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے ایسی زبان عطا فرما جو صرف تجھ سے کلام کرے اور تیرے سوا کسی سے کلام نہ کرے۔[3]

مشاہدہ کی خبر پر فضیلت

علمِ الٰہی اور علمِ ایمان و یقین کی عُلومِ احکام و قضایا پر وہی فضیلت ہے جو مشاہدہ کو خبر پر حاصل ہے۔ چنانچہ،

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: خبر مشاہدے کی طرح نہیں ہوتی۔"[4] ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں: "خبر دیکھی ہوئی شے کی طرح نہیں ہوتی۔"[5]

حضرت سیِّدُنا عِیاض بن غَنْم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سورۃُ التَّکَاثُر کی آیتِ مبارکہ عِلْمَ الْیَقِیْن کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شے آنکھوں سے دیکھ لینا۔[6]

---

[1] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

[2] ......ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۵۴۴، سھل بن عبد اللہ التستری، الحدیث: ۱۴۹۳۳، ج ۱۰، ص ۲۰۴

[4] ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، الحدیث: ۱۸۴۲، ج ۱، ص ۴۶۱

[5] ......المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۹۸۶، ج ۵، ص ۱۷۹

[6] ......الدر المنثور، الکھف، ج ۸، ص ۶۱۱

مَروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمَّت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو عَلانیہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے وسیع ہونے پر خوش ہوتے ہیں مگر باطن میں اس کے عذاب کے خوف سے روتے رہتے ہیں، ان کے قدم تو زمین پر ہوتے ہیں مگر دل آسمان میں ہوتے ہیں، ان کی اَرواح تو دنیا میں ہوتی ہیں مگر ان کی عقلیں آخرت کی فکر میں مصروف رہتی ہیں، وہ بڑے سکون سے چلتے ہیں اور وسیلے کے ذریعے قُرب حاصل کرتے ہیں۔'' [1]

پس فتویٰ دینے سے مُراد کسی بات سے آگاہ کرنا ہے جبکہ فتویٰ طلب کرنے سے مراد کسی بات سے آگاہی حاصل کرنا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاسْتَفْتِهِمْ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: تو ان سے پوچھو۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ (پ۵، النسآء: ۱۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔

یعنی وہ آپ سے خبر معلوم کرنا چاہتے ہیں، بعض اوقات خبر کے علم میں ظَن اور شک بھی داخل ہو جاتے ہیں جبکہ مشاہدہ ان دونوں کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ (پ۲۷، النجم: ۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اس آیتِ مبارکہ میں دل کے لئے آنکھ سے دیکھنا ثابت ہے جبکہ دل کے دیکھنے سے مراد یقین ہے اور جو بندہ صاحبِ دل ہو وہ صاحبِ یقین ہوتا ہے۔ چنانچہ مَخْزنِ جود و سَخاوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''یقین، غِنا کے لئے کافی ہے۔'' [2]

علم یقین جامع العلوم ہے

علمِ یقین میں تمام عُلوم سے مُسْتَغْنِی ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ یہی حقیقی اور خالص علم ہے۔ دوسرے تمام عُلوم کا علمِ یقین سے مُسْتَغْنِی ہونا ممکن نہیں کیونکہ بندے کو جس قَدر علمِ توحید اور علمِ ایمان میں یقین کی ضَرورت و حاجت ہوتی ہے اس قدر

---

[1] ......حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، الحدیث: ۲۸، ج۱، ص۴۸ بتقدم و تأخر

[2] ......شعب الایمان للبیھقی، باب فی الزھد وقصر الامل، الحدیث: ۱۰۵۵۶، ج۷، ص۳۵۳

عُلومِ فتاویٰ وغیرہ میں نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ یقین کے باعث حاصل ہونے والا غنا تمام عُلوم سے حاصل ہونے والے اِستغنا سے بڑھ کر ہے۔ اس علم کی مثالیں سورۂ فاتحہ سے لے کر پورے قرآنِ کریم میں ملتی ہیں۔ چنانچہ،

صاحبِ جُودونَوال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''سورۂ فاتحہ تمام قرآنِ کریم کا بدل بن سکتی ہے مگر سارا قرآنِ کریم اس کا بدل نہیں بن سکتا۔'' [1]

پس علمِ الٰہی باقی تمام عُلوم کے مقابل یہی حیثیت رکھتا ہے، یعنی علمِ الٰہی میں تو تمام عُلوم کا عوض پایا جاتا ہے مگر باقی تمام علوم میں علمِ الٰہی کا عوض نہیں پایا جاتا۔ اس طرح کہ جو شے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہو وہ باقی تمام اشیاء کا بدل ہو سکتی ہے۔ ہر علم چونکہ اپنے معلوم پر موقوف ہوتا ہے اور عِلْمِ یقین کا معلوم ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علم یقین کو باقی علوم پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خالق عَزَّوَجَلَّ کو مخلوق پر حاصل ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچان لیا اب وہ کس شے سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور جو ذاتِ خداوندی کو ہی نہ پہچان سکا تو پھر وہ کس شے کو پہچان سکتا ہے؟

وارثِ انبیا

عُلمائے رَبّانِیّین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن اَنْبِیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے وارث ہیں اس لئے کہ انہیں یہ علم اَنْبِیائے کِرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے ورثہ میں ملا، پس یہ علم نہ صرف ان کی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی کی جانب دعوت دینے کے علاوہ انہیں قلبی اعمال میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی اقتدا و پیروی پر بھی ابھارتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

﴿1﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۳۳)
ترجمۂ کنزالایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔

﴿2﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۵)
ترجمۂ کنزالایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر سے۔

---

[1] ……فردوس الاخبار للدیلمی، باب الفاء، الحدیث: ۴۲۶۳، ج۲، ص۱۰

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کو دعوتِ حق دینے کا حکم دیا مگر (مذکورہ دونوں آیاتِ مبارکہ میں) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے پیروکاروں کو دعوتِ حق میں تو شریک کیا لیکن بصیرت میں شریک نہ کیا۔ البتہ! (درج ذیل آیتِ مبارکہ میں بصیرت کا مژدہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ (پ۱۳، یوسف:۱۰۸)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔

اہلِ یقین روزِ محشر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ ہوں گے، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (پ۵، النسآء:۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ (پ۲۴، الزمر:۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور لائے جائیں گے انبیا اور یہ نبی اور اس کی امّت کے ان پر گواہ ہونگے۔

اس کے بعد خود ہی اس کی تفسیر کرتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ (پ۶، المآئدۃ:۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: کہ ان سے کتابُ اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے۔

حضرت سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اسی مفہوم میں ایک روایت منقول ہے کہ شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں میں درجۂ نبوت کے سب سے زیادہ قریب اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہیں۔ اہلِ علم کے قریب ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کی رہنمائی ان تعلیمات کی جانب کی جو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام لے کر آئے تھے اور اہلِ جہاد کے قُرب کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی لائی ہوئی تعلیمات کی حفاظت میں اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔" [1]

---

[1] ……الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، ذکر احادیث واخبار شتی……الخ، الحدیث: ۱۳۲، ج ۱، ص ۱۴۷ عن اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ بدون "باسیافھم، وعلماء الدنیا……الخ"

علمائے دنیا اور روزِ محشر

عُلمائے دنیا روزِ محشر حکمرانوں اور سلطانوں کے ہمراہ ہوں گے۔ چنانچہ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا حشر انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے گروہ میں ہوگا جبکہ قاضیوں کا حشر سلطانوں کے گروہ میں ہوگا۔[1] اسماعیل بن اسحاق قاضی کا شمار علمائے دنیا میں ہوتا ہے، آپ قاضیوں اور دوسرے دانشوروں کے سردار سمجھے جاتے تھے، ان کا بھائی چارہ حضرت سیِّدُنا ابوالحسن ابنِ اَبی وَرْد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے ساتھ تھا جو کہ اہلِ معرفت میں سے تھے، پس جب اسماعیل قاضی بنے تو حضرت سیِّدُنا ابنِ اَبی وَرْد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه ان سے الگ ہو گئے، پھر مجبوراً ایک مرتبہ ایک شہادت کے سلسلہ میں انہیں قاضی کے پاس جانا پڑا تو آپ نے قاضی کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: ''اے اسماعیل! وہ علم جس نے تمہیں اس مَنْصَب پر بٹھایا ہے اس سے جاہل رہنا ہی بہتر ہے۔'' تو قاضی صاحب اپنے چہرے پر چادر ڈال کر رونے لگے یہاں تک کہ سارا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔[2]

علمائے ظاہر و باطن میں فرق

عُلمائے ظاہر زمین اور عُلمائے باطن آسمان ہیں، علمائے ظاہر عالَمِ ظاہر کی شان ہیں تو عُلمائے باطن عالَمِ ملکوت کی زینت ہیں۔ علمائے ظاہر اصحابِ خبر و لسان ہیں تو علمائے باطن اَربابِ دل اور اَصحابِ مشاہدہ ہیں۔

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زبان کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''یہ میری خبر سمجھانے کا ذریعہ و آلہ ہے، اگر اس نے میری تصدیق کی تو میں اسے نجات دوں گا۔'' اور جب دل کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''یہ میری نظرِ کرم کا محل ہے، اگر میری خاطر صاف و شفّاف رہا تو میں اسے پاک و صاف کر دوں گا۔''

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن فرماتے ہیں کہ جاہل، علم کے باعث اور عالم، حجت قائم کر کے نجات پاتا ہے جبکہ عارف اپنے جاہ و مرتبہ کے باعث نجات پاتا ہے۔ عارفین میں سے کسی کا قول ہے کہ علمِ ظاہر ایک حکم ہے جبکہ علمِ باطن حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور حکم اس وقت تک موقوف رہتا ہے جب تک حاکم اس کا فیصلہ نہ کر دے۔

---

[1] ......المدخل لابن الحاج، فصل فی العالم وکیفیة نیته وهدیه وادبه، ج ۱، ص ۶۲

[2] ......تاریخ قضاة الاندلس، الباب الثانی فی سیر بعض القضاة......الخ، فصل مسئلة القیام......الخ، ص ۳۵

علمائے ظاہر کی علمائے باطن کی بارگاہ میں حاضری

جب کوئی مسئلہ دلائل میں پائے جانے والے اختلاف کی وجہ سے علمائے ظاہر کو حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ علمائے رَبّانیّین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِین کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے تھے کیونکہ وہ تسلیم کرتے تھے کہ یہ لوگ ان کے مقابلے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور مَعْصِیَت سے بہت دور ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی کے متعلق مروی ہے کہ جب ان پر کوئی مسئلہ عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے اقوال میں پائے جانے اختلاف کے باعث مُشْتَبِہ ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہلِ معرفت عُلمائے کِرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔ **منقول** ہے کہ وہ حضرت سیِّدُنا شیبان راعی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھا ہو اور ان سے عرض کرتے کہ وہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو انہیں جواب ملتا: ''اے ابو عبد **اللہ**! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے سوال پوچھتا ہے۔'' تو وہ عرض کرتے: ''جو ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے مُوافِق ہے۔''[1]

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی شدید بیمار ہو گئے اور یہ دعا کیا کرتے: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر اس بیماری میں تو راضی ہے تو اس میں مزید اضافہ فرما دے۔'' تو شہر کے اطراف سے حضرت سیِّدُنا مَعافِری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے انہیں ایک مکتوب ارسال فرمایا: ''اے ابو عبد **اللہ**! تیرا شمار مصیبت زدہ افراد میں نہیں ہوتا، لہٰذا تو ان سے بچ کہ ہمیں رضا کا سوال کرنا پڑے، بلکہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کی نرمی اور عافیت کا سوال کیا کریں۔'' اس کے بعد حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور فرمایا کرتے: ''میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' اور پھر یوں دعا کیا کرتے: **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَتِیْ فِیْمَا اُحِبُّ**۔ یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری بھلائی ان اُمور میں رکھ دے جنہیں میں پسند کرتا ہوں۔

حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حَنْبَل عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَوَّل اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعِین رَحِمَهُ اللهُ الْمُبِین اکثر حضرت سیِّدُنا

---

[1] ......اتحاف السادة المتقين، كتاب العلم، الباب الثاني في العلم المحمود والمذموم، بيان العلم الذي هو فرض كفاية، ج ١، ص ٢٦٧ لما علمناه بدله لما اغفلناه

مَعْروف بن فَیروز کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت سیِّدُنا مَعْروف کَرخی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی ان دونوں سے بہتر عالم اور محدث نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے۔

مَروی ہے کہ عرض کی گئی: ''یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس وقت ہم کیا کریں جب کوئی ایسا امر لاحق ہو جس کا حکم نہ تو کتابُ اللّٰہ میں ہمیں ملے اور نہ ہی سنّت میں؟'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''صالحین سے پوچھ لیا کرو اور اس درپیش معاملہ میں باہم مشورہ کر لیا کرو لیکن ان کی عدم موجودگی میں کسی بھی معاملہ کا حتمی فیصلہ نہ کیا کرو۔''[1]

حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے دریافت فرمایا: ''اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا معاملہ پیش ہو جس کا حکم قرآن و سنّت میں نہ ہو تو کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کی: ''میں اس معاملے میں وہ فیصلہ کروں گا جو صالحین نے کیا تھا۔'' تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تمام تعریفیں اس اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو یہ توفیق عطا فرمائی۔''[2] اور ایک روایت میں حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ''میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔''[3]

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی سے مَنْقول ہے کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت سیِّدُنا سَری سَقَطی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی بارگاہ سے جانے کے لئے کھڑا ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''جب مجھ سے جدا ہوتے ہو تو کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟'' میں نے عرض کی: ''حضرت سیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے ساتھ۔'' تو فرمانے لگے کہ ''ہاں! اچھا ہے ان سے علم و ادب تو سیکھنا مگر علمِ کلام کی تفصیلات اور مُتَکَلِّمِین کا رد کرنا مت سیکھنا۔'' فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس سے اٹھ کر واپس مڑا تو انہیں یہ فرماتے سنا: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں حدیث (یعنی سنن) کا ایسا عالم بنائے جو صوفی بھی ہو اور ایسا صوفی نہ بنائے جو حدیث (سنن) سے آگاہ نہ ہو۔''[4]

---

[1] ……المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۰۴۲، ج۱۱، ص۲۹۴ مفھوماً

[2] ……المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع والاقضیۃ، باب فی القاضی ماینبغی ان یبدأ بہ فی قضائہ، الحدیث: ۲، ج۵، ص۳۵۸ بتغیر

[3] ……جامع الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، الحدیث: ۱۳۲۷، ص۱۷۸۵

[4] ……تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۴۸۰۳ علی بن ابرھیم، ج۴۱، ص۲۵۲

مُراد یہ ہے کہ جب تم پہلے علمِ حدیث اور اُصول وسُنَن کی معرفت حاصل کرو گے اور اس کے بعد زاہد وعابد بنو گے تو علمِ تَصَوُّف میں ترقّی کرو گے اور ایسے صوفی بنو گے جو معرفت بھی جانتا ہو گا لیکن اگر عبادت، تقویٰ اور حال سے آغاز کیا تو ان اُمور کے باعث علم اور سُنَن سے غافل ہو جاؤ گے اور اصول وسُنَن سے جہالت کی بنا پر یا تو شَطْحِیّات [1] کا شکار

---

[1] ……حضرت سیِّدُنا عبدالمصطفیٰ اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی **شَطْحِیَّات** کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحو (ہشیاری) وسکر (مدہوشی) صوفیہ کرام کی یہ دو مشہور کیفیات ہیں۔ اکثر صوفیہ تو ایسے گزرے ہیں کہ معرفتِ الٰہی ووصالِ حقیقی کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ان کو منجانب اللہ ایسے وسیع ظرف سے نوازا گیا کہ کیفیات واحوال سے مغلوب ہو کر دامنِ ہوش وخرد ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور ان کی بیداری وہوشیاری میں ایک لمحہ کے لئے بھی فتور نہیں پیدا ہوا۔ یہ لوگ ''**اَرْبَابِ صَحْو**'' کہلاتے ہیں۔ اور بعض وہ مشائخ ہیں جو بادۂ عرفانِ الٰہی سے اس درجہ مخمور وسرشار ہو جاتے ہیں کہ غلبۂ احوال وکیفیات میں دامنِ عقل وہوش تار تار کر دیتے ہیں اور دنیائے بیداری وہشیاری سے بیزار ہو کر مستی ومدہوشی کے عالم میں رہتے ہیں۔ ان بزرگوں کو ''**اَرْبَابِ سُکْر**'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہی **مُؤَخِّرُ الذِّکْر** بزرگوں سے کبھی کبھی عالم سکر ومستی میں بلا اختیار بعض ایسے کلمات سرزد ہو جاتے ہیں جو بظاہر خلافِ شریعت ہوتے ہیں، ایسے ہی کلمات ومقالات کو اصطلاحِ صوفیہ میں ''**شطحیات**'' کہتے ہیں۔ وہ بزرگ جن سے **شطحیات** سرزد ہوئیں بہت قلیل تعداد میں ہوئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ **شطحیات** سرزد ہونے کے بعد جب ان کے ہوش وحواس بجا ہوئے ہیں تو انہوں نے نہ صرف ان اقوال سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے بلکہ اظہار بیزاری واستغفار بھی کیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید جہانگیر اشرف سمنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی سے منقول ہے کہ ''اصحابِ عرفان وصاحبانِ وجدان میں سے اکثر وبیشتر اہلِ صحو (ہشیاری) ہیں اور اس جماعتِ عالیہ میں سے کچھ لوگ صاحبانِ سکر (مدہوشی) بھی ہوئے ہیں کہ کبھی کبھی غلبۂ حال وجرأت وصال میں ان سے کلام **شطحیات** نکل گئے ہیں لیکن اس حال وکیفیت کے دفع ہوتے ہی یہ لوگ اسی وقت استغفار کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو حکم دیتے تھے کہ جب بھی اگر دوبارہ کوئی شطح آمیز کلام ہم سے سرزد ہو تو اس کے تدارک میں تم لوگ کوشش کرو۔'' (لطائف اشرفی)

''شطحیات'' کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حزم واحتیاط لازم ہے ردّ وانکار اور ان بزرگوں پر فتویٰ لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے بلکہ حتی الامکان تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ سب بزرگانِ دین و**اھل اللہ** اور صاحبانِ معرفت تھے بلاشبہ ان میں کا ہر ہر فرد نمونۂ سنت وجلوۂ آفتابِ شریعت تھا۔ ان اکابر ملت بزرگوں پر زبانِ طعن دراز کرنا یقیناً بہت بڑی گستاخی اور زبردست محرومی ہے۔ اسکے متعلق حضرت مخدوم جہانگیر اشرف قدس سرہ کا ارشاد سنئے: ''جماعتِ صوفیہ کا قانون **مسلم** اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشائخ کے **شطحیات** کو نہ توردّ کرنا چاہئے نہ قبول کرنا چاہئے کیونکہ اس مَشْرَب کا تعلق مقام وصول کیساتھ ہے۔ یہ ان مقاصد میں سے نہیں ہیں جہاں عقل کچھ کام آ سکے۔ ہاں البتہ کچھ صوفیوں نے الفاظ **شطحیات** کی شرح میں اچھی اچھی تاویلیں کی ہیں اور ایسے مناسب مطلب ومحمل بیان کئے ہیں کہ ایک حد تک ان کو عقل کے ادراک وعلم کے قابل کہا جا سکتا ہے۔'' (لطائف اشرفی) ظاہر ہے کہ جو شخص اس درجہ مغلوب الحال ہو چکا ہو کہ اس کو دنیائے عقل وہوش سے کوئی سروکار ہی نہ ہو اور عین مدہوشی کے عالم میں بلا اختیار وارادہ اس سے کچھ کلمات صادر ہو گئے ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ ہوش وحواس بجا ہونے کے بعد وہ ان کلمات سے نہ صرف لاعلمی بلکہ بیزاری کا اظہار واستغفار کرتا ہو۔ بلاشبہ ایسا شخص **مَرْفُوْعُ الْقَلَم** اور حدودِ شریعت سے آزاد ہے ایسے شخص سے کوئی شرعی مواخذہ کرنا درحقیقت شریعت سے لاعلمی ہے:

سجدۂ روضہ ہو کہ در کا طواف ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے (معمولات الابرار، ص ۸۳، جمالِ کرم لاھور)

ہو جاؤ گے یا پھر کسی مُغالطے کا۔ پس علمِ ظاہر اور کُتُبِ حدیث کی جانب رُجوع کرنا ہی تمہاری سب سے بہتر حالت ہے۔ اس لئے کہ یہی اصل ہیں اور عبادت و علمِ تَصَوُّف انہی کی فرع ہیں اور تو ہے کہ اصل سے پہلے فرع سے آغاز کر رہا ہے۔ **مَنقول** ہے کہ بے شک لوگ اُصول ضائع کر دینے کی وجہ سے وِصال سے محروم رہتے ہیں۔ [1]

علم و عمل

حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب علم حاصل کیا تو اس پر عمل بھی کیا اور جب عمل کیا تو اخلاص والے بن گئے، اور جب اخلاص والے ہو گئے تو (لوگوں سے) بھاگ کھڑے ہوئے۔ [2] اور ایک بُزُرگ کا قول ہے کہ ایک عالم جب لوگوں سے بھاگتا پھرے تو اسے تلاش کرو اور جب وہ لوگوں کی تلاش میں ہو تو اس سے بھاگو۔ [3] حضرت سیِّدُنا ابو محمد سَہْل رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ علم، عمل کو پکارتا ہے، اگر وہ اس کی پکار پر لبیک کہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ آگے چل دیتا ہے۔ [4]

حضرت سیِّدُنا ذوالنّون مِصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شخص کے ہم نشین بنو جس کے اوصاف تم سے باتیں کریں اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کی زبان تم سے باتیں کرے۔ [5] اور حضرت سیِّدُنا امام حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کے اعمال تم سے کلام کریں صرف اسی شخص کی صحبت اختیار کرو اور جس کے اقوال تم سے مُخاطب ہوں اس کی صحبت مت اختیار کرو۔

الغرض طبقۂ اَصفیا میں سے ایک گروہ اہلِ معرفت سے ادب سیکھنے اور ان کے اُسلوبِ طریقت اور اَخلاق کو سمجھنے کے لئے ان کی بارگاہ میں اکثر حاضر رہتا، اگرچہ ان اہلِ معرفت کا شمار علمائے کرام میں نہیں ہوتا تھا کیونکہ ادب ہمیشہ افعال و اعمال سے سیکھا جاتا ہے اور علم، اقوال سے۔

---

[1] ......الرسالة القشيرية، باب الوصية للمريد، ص ۴۲۴

[2] ......جامع بيان العلم وفضله، باب جامع القول فی العمل بالعلم، تحت الحديث: ۱۲۶۷، ص ۲۵۵۔ بتغير

[3] ......الوافی بالوفيات الصفدی، حرف العين، عبدالله بن محمد، ج ۵، ص ۴۶۴۔ العالم بدله الزاهد۔
كشف المشكل من حديث الصحيحين، مسند ابی موسی الاشعری، تحت الحديث: ۴۲۹/۳۵۹، ص ۲۶۲

[4] ......المدخل لابن الحاج، فصل، ج ۲، ص ۴۵۴

[5] ......حلية الاولياء، الرقم ۴۵۴ ذوالنون المصری، الحديث: ۱۴۱۸۹، ج ۹، ص ۳۸۱

(صاحبِ کتاب اِمامِ اَجَلّ حضرت سیِّدُنا شیخ ابوطالب مکّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ) بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن سے اس مفہوم میں جو روایات مَیں نے سنی ہیں ان میں سے ایک روایت انتہائی اعلیٰ ہے۔ چنانچہ کسی حکیم و دانا شخص سے منقول ہے کہ ایک شخص کو ہزار نصیحتیں کرنے سے زیادہ موثر ہزار بندوں کو ایک فعل کے ذریعے نصیحت کرنا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ علم سارے کا سارا دنیا ہے اور آخرت اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔[1] اور ایک بار ارشاد فرمایا کہ سوائے اخلاص کے ہر عمل ہوا میں اڑنے والے مٹی کے باریک ذرّات کی حیثیت رکھتا ہے۔[2] ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے سوا تمام لوگ مُردوں کی مثل ہیں اور اپنے علم پر عمل کرنے والے علما کے سوا باقی تمام علما مدہوش ہیں اور یہ عمل کرنے والے بھی سب کے سب سوائے مُخْلِصِین کے دھوکے میں مبتلا ہیں اور اخلاص والے بھی اس وقت تک اس مقامِ خَشِیَّت پر فائز ہیں جب تک کہ انہیں اسی حالت پر موت نہیں آجاتی۔[3]

کتابیں یاد کر لینا علم نہیں

عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک وہ شخص عالم نہیں ہوسکتا جو کسی کے علم کو جاننے والا ہو اور نہ ہی وہ شخص عالم ہوسکتا ہے جو کسی کے علمِ فقہ کی حفاظت کرنے والا ہو، بلکہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے والا، ان روایات کو یاد رکھنے والا اور ان کو آگے نقل کرنے والا ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابو حازِم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْحَاکِم فرماتے ہیں کہ عُلمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام تو گزر گئے مگر عُلوم سیاہ برتنوں میں باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرمایا کرتے تھے کہ فُلاں علم یاد رکھنے والا ہے اور فُلاں نے مجھے حدیث بیان کی اور وہ علم یاد رکھنے والا ہے مگر یہ نہ کہتے کہ وہ عالم ہے۔[4]

---

[1] ……اقتضاء العلم العمل للخطیب البغدادی، الحدیث: ۲۰، ص۲۸

[2] ……المرجع السابق، الحدیث: ۲۲، ص۲۹

[3] ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء، الحدیث: ۶۸۶۸، ج۵، ص۳۴۵ عن ذوالنون المصری، بتغیر

[4] ……تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی، الثامن من التاریخ، الرقم ۱۴۴۵، ص۲۶۴ وعاء بدلہ واعیا۔ بدون فلان، للعلم

مَروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ،قرارِقلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا: ''بہت سے مسائل جاننے والے انہیں سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بہت سے مسائل جاننے والے لوگ ان لوگوں تک مسائل پہنچادیتے ہیں جوان سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔''[1]

روایات بیان کرنے والا عالم نہیں

بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن تو حضرت سیِّدُنا حَمّاد عَلَیْهِ رَحمَةُ اللهِ الْجَوَّاد کو بھی کہا کرتے تھے کہ وہ روایات بیان کرنے والے ہیں اور وہ عالم صرف اسی شخص کو خیال کرتے تھے جسے دوسروں کے علم کی ضرورت نہ ہو اور فقیہ بھی صرف اسے ہی خیال کرتے جو دوسروں کی باتیں نہ سنے بلکہ اپنے دل اور علم سے مسائل سمجھنے والا ہو۔جیسا کہ مروی ہے کہ عرض کی گئی: ''لوگوں میں سب سے زیادہ غنی کون ہے؟'' ارشادفرمایا: ''وہ عالم جوعلم کی دولت سے مالا مال ہو کہ جب اس کی ضرورت ہو تو نفع دے ورنہ اپنے علم پر اِکتفا کرتے ہوئے لوگوں سے بے نیاز رہے۔''

اس لئے کہ غیر سے علم حاصل کرنے والا شخص درحقیقت اس غیر کے علم کو جاننے والا ہوتا ہے جس سے **معلوم ہوا کہ** حقیقت میں عالم وہ غیر ہے نہ کہ یہ۔اسی طرح ہر وہ شخص جو دوسروں کے اوصاف اپنانے کی وجہ سے صاحبِ فضل شمار ہوتا ہے تو حقیقت میں صاحبِ فضل لوگ وہی ہیں جن کے اوصاف اس نے اپنا رکھے ہیں۔جب کوئی شخص ان (علما کے علم اور فضلا کے فضل) سے جدا ہوتا ہے تو چپ ہو جاتا ہے اور کبھی بھی (علم وفضل کی بات نہیں کرتا بلکہ) اس علم کی جانب رُجوع تک نہیں کر پاتا جو اس کی ذات کے ساتھ خاص تھا۔اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں وہ جاہل ہے جو صرف اہلِ علم وفضل کے طریقے بیان کرنے والا تھا اور اس کے علم کو **عِلْمِ سَمْع و نَقْل** کے نام سے جانا جاتا ہے۔

پس جو عالم دوسروں کے علم کا محتاج ہو اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو مقاماتِ صِدّیقین سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ سَلَف صالحین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے احوال بھی بیان کرتا ہے مگر اس کا اپنا کوئی حال ہے نہ کوئی مقام، بلکہ اس کا وَصف بس یہی ہے کہ وہ محض عُلوم واقوال سے دلیل قائم کرسکتا ہے۔چونکہ اعمال اور مقام کے باعث حُجّت قائم کرنے میں عارفین سبقت لے گئے ہیں۔چنانچہ ایسے افراد کی مثال دیتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشادفرمایا:

---

[1] ......سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب من بلغ علما، الحديث: ۲۳۰، ص ۲۴۹۱

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ (پ۱۷، الانبیاء: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ (پ۱، البقرۃ: ۲۰) ترجمۂ کنزالایمان: جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے۔

یعنی وہ ایسا شخص ہے جو شُبہات کی تاریکیوں میں مبتلا ہونے کے سبب ان تمام اُمور میں بَصیرت سے کام نہیں لیتا جن میں عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اختلاف پایا جاتا ہے اور نہ ہی اپنے وِجْدان سے معاملہ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے بلکہ دوسروں کا وِجْدان پانے کی کوشش کرتا ہے۔ پس حقیقت میں وِجْدان اور مشاہدہ کا تعلق اس (شبہات کی تاریکیوں میں بھٹکنے والے) شخص سے نہیں بلکہ دوسروں سے ہے۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا حَسَن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ روایت بیان کرنے والے کسی شخص کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ وہ سوجھ بوجھ رکھنے والے شخص کی پروا کرتا ہے۔[1] اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس نفع بخش عقل نہ ہو اس کا کثیر تعداد میں احادیث روایت کرنا نفع نہیں دیتا۔

کسی دانا شخص نے اشعار کی صورت میں کیا ہی خوبصورت بات کہی ہے:

رَاَيْتُ الْعِلْمَ عِلْمَيْنِ فَمَسْمُوْعٌ وَّ مَطْبُوْعٌ

وَ لَا يَنْفَعُ مَسْمُوْعٌ اِذَا لَمْ يَكُ مَطْبُوْعٌ

كَمَا لَا تَنْفَعُ الشَّمْسُ وَ ضَوْءُ الْعَيْنِ مَمْنُوْعٌ

ترجمہ: میں نے دو طرح کے ہی علم دیکھے ہیں، ایک علم کا تعلق سماعت سے ہے اور دوسرے کا طَباعَت سے اور سنا ہوا علم اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب کہ وہ لکھا ہوا بھی ہو۔ جس طرح کہ سورج کی روشنی اس وقت فائدہ نہیں دیتی جب آنکھ کے لئے روشنی ممنوع ہو۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اکثر یہ اَشعار پڑھا کرتے تھے:

---

[1] ......تاریخ دمشق لابن عساکر، الرقم ۵۵۹۰ فرج بن ابراھیم، ج۴۸، ص۲۵۳ عن ابو محمد حسن بن محمد الجریری (المتوفی ۳۱۲ھ، فھم بدلہ قلب۔ تاریخ بغداد، الرقم ۲۶۴۸ احمد بن محمد الحسب بن محمد، ج۵، ص۱۹۸ روایۃ وفھم بدلھما حکایۃ وقلب

عِلْمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَّيْسَ يَعْرِفُهٗ ۔۔۔ اِلَّآ اَخُو فِطْنَةٍ بِالْحَقِّ مَعْرُوْفُ

وَلَيْسَ يَعْرِفُهٗ مَنْ لَّيْسَ يَشْهَدُهٗ ۔۔۔ وَكَيْفَ يَشْهَدُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مَكْفُوْفُ

ترجمہ: تصوُّف ایک ایسا علم ہے جسے صرف حق کو سمجھنے والے اور نیک بندے ہی جانتے ہیں۔ جسے مشاہدۂ حق نہ ہو وہ اس علم سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ ایک نابینا شخص سورج کی روشنی کیسے دیکھ سکتا ہے؟

علوم کی تدوین

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یعنی پہلی اور دوسری صدی ہجری میں لوگوں کی جو حالت تھی وہ بعد میں نہ رہی کیونکہ بعد میں نہ صرف کتابیں اور عُلوم کے مختلف مجموعے مُرتّب ہوئے بلکہ لوگوں سے مَنقول باتیں بیان کی جاتیں، ایک ہی امام کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا جاتا اور اس کے علاوہ لوگ ہر معاملے میں ایک ہی امام کے قول کا قصد کرتے اور اس کے مذہب کے مطابق فقہی بصیرت حاصل کرتے۔ یہ کُتُب تمام صحابۂ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان اور کبار تابعین عِظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے وِصال کے بعد لکھی گئیں۔ چنانچہ،

سب سے پہلی اسلامی کتابیں

مَنْقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابنِ جُرَیج رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے مکہ مکرمہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا میں ایک کتاب تصنیف کی جو حضرت سیِّدُنا مجاہد، حضرت سیِّدُنا عطا عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ الْفَتَّاح اور حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے دیگر شاگردوں سے مَنقول آثار و تفسیری اقوال پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد یَمَن میں حضرت سیِّدُنا مَعْمَر بن راشد صَنْعانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے ایک مجموعہ ترتیب دیا جس میں انہوں نے احادیثِ مبارکہ کو ابواب کے تحت جمع کیا۔ پھر مدینہ طیبہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّ تَعْظِيْمًا میں حضرت سیِّدُنا مالک بن انس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فقہی موضوعات پر مؤطا شریف لکھی۔ پھر حضرت سیِّدُنا ابنِ عُیَیْنہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے ایک کتاب میں تفسیری اقوال اور احادیثِ مبارکہ کو جمع کیا تو حضرت سیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے فقہی مسائل اور احادیثِ مبارکہ کو "الجامع الکبیر" میں جمع کیا۔

یہ تمام کُتُب ۱۲۰ ہجری کے بعد اس وقت تصنیف ہوئیں جب حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه جیسے بلند پایہ تابعین عِظام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ اس زمانے میں بھی بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ

السَّلَام احادیثِ مبارکہ کو زبانی یاد کرنا زیادہ پسند کرتے اور فرماتے کہ ”جیسے ہم نے زبانی یاد کیا تم بھی اسی طرح زبانی یاد کرو۔“[1] وہ ایسا اس لئے کہا کرتے تھے تاکہ لوگ لکھنے میں مشغول ہو کر کہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دوسرے بہت سے بلند پایہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان قرآنِ کریم کی تدوین کے بارے میں فرماتے تھے کہ ”ہم وہ کام کیسے کریں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہیں کیا؟“[2] انہیں یہی خدشہ تھا کہ لوگ صرف مصحف سے دیکھ کر قرآنِ کریم پڑھنے میں مشغول ہو جائیں گے اور صرف مَصاحِف کو ہی کافی سمجھیں گے۔ چنانچہ وہ فرماتے کہ ”ہم قرآنِ کریم کو جمع نہیں کریں گے تاکہ لوگ ایک دوسرے سے سن کر یاد کریں اور ان کی مَشْغُولِیَّت اور ذکر وفکر قرآن ہی رہے۔“

مگر اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی رائے تھی کہ قرآنِ کریم کو کتابی شکل میں جمع کیا جائے کیونکہ یہ یاد کرنے کے لئے نہ صرف زیادہ بہتر ہے بلکہ جب لوگ اسبابِ دنیا کے حصول میں مگن ہو کر قرآنِ کریم زبانی یاد کرنے سے غافل ہو جائیں گے تو لکھا ہوا قرآن ان کی توجہ کا مرکز بن جائے گا۔

پس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَمیرُ الْمؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو شرحِ صَدْر کی دولت سے نوازا تو آپ نے قرآنِ کریم کو ایک ہی مُصْحَف میں جمع کر دیا۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور دوسرے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن اسی طرح علم حاصل کیا کرتے یعنی ایک دوسرے سے سن کر زبانی یاد کر لیتے کیونکہ ان کے دلوں میں شک نہ تھا اور نہ ہی وہ اسبابِ دنیا میں مشغول رہتے بلکہ وہ نفسانی خواہشات سے پاک تھے اور بلند ہمّتوں، پختہ ارادوں اور اچھی نیتوں والے تھے۔

علوم تقویٰ کا خاتمہ اور علم کلام کا آغاز

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے فوراً بعد چوتھی صدی میں علمِ کلام کے متعلق بہت سی کُتُب لکھی گئیں جو علمائے مُتَکَلِّمِین نے رائے، عقل اور قیاس کے بارے میں تحریر کی تھیں، مگر جب اہلِ تقویٰ کے عُلوم ختم ہو گئے اور اہلِ یقین کی معرفت کی باتیں پردۂ غیب میں چلی گئیں تو وہ اپنے پیچھے اپنے برے جانشین چھوڑ گئے اور جانشینی کا یہ سلسلہ اب تک

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۱۷۶

[2] ......مسند ابی داود الطیالسی، احادیث ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۳، ص ۳

موجود ہے اور ہمارے زمانے میں تو حقیقت کی پہچان تک ممکن نہیں رہی کیونکہ اب مُتَکَلِّمِین کو عُلما کے نام سے پکارا جاتا ہے تو قِصّے کہانیاں سنانے والوں کو عارف کہا جاتا ہے۔ نیز نقل و روایت کرنے والوں کو بھی علما کہا جاتا ہے حالانکہ انہیں دین کی کچھ سمجھ نہیں اور نہ ہی انہیں اہلِ یقین کی بصیرت حاصل ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن ابی عَبلہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ فجر کے بعد حضرت سیِّدُنا عطا خُراسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ ہمیں علم کی باتیں سکھاتے۔ ایک صبح وہ نہ آسکے تو ایک شخص اسی انداز میں بیان کرنے لگا جیسا کہ حضرت سیِّدُنا عَطا عَلَیْهِ رَحْمَۃُ اللهِ الْفَتَّاح کیا کرتے تھے۔ تو حضرت سیِّدُنا رجا بن ابی حیوہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو اس کی آواز اجنبی محسوس ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا: ''یہ بیان کرنے والا کون ہے؟'' جب اس نے بتایا کہ میں فُلاں ہوں۔ تو ارشاد فرمایا: ''خاموش ہو جا، کیونکہ علم کی باتیں علم والوں سے ہی سنی جاتی ہیں۔''[1]

بُزُرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کا عرفان رکھنے والے معرفت کی باتیں صرف دنیا سے کنارہ کش عارفین ہی سے سننا پسند کرتے اور دنیادار لوگوں سے نہ سنتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ دنیادار اس علم کے لائق نہیں ہیں۔ جو بندہ علمِ معرفت و یقین کے ذریعے اللّٰه عَزَّوَجَلَّ کے ذکر میں ہر دم مشغول رہے اس پر کسی فردِ واحد کی تقلید ضروری نہیں۔[2]

---

[1] ……حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۱۷ عطاء بن میسرۃ، الحدیث: ۷۱۹۱، ج ۵، ص ۲۲۶ بتغیر

[2] ……اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، پروانۂ شمع رسالت، مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن (متوفی ۱۳۴۰ھ)، حضرت سیِّدُنا امام عارف باللّٰه سیدی عبدالوہاب شعرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کی کتاب ''اَلْمِیْزَانُ الْکُبْرٰی'' سے نقل فرماتے ہیں: ''مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اس کے مذہب (یعنی فقہ) میں راجح ٹھہری (یعنی فوقیت رکھتی) ہو ہر زمانے میں علما کا اسی پر عمل رہا ہے، البتہ جو ولی اللّٰه ذوق و معرفت کی راہ سے اس مقامِ کشف تک پہنچ جائے کہ شریعتِ مطہرہ کا پہلا چشمہ (یعنی جہاں سے شریعت جاری ہوئی)، جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے، اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوالِ علما کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلیدِ شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں (سے) دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اُولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں۔'' (المیزان الکبری، فصل فان القائل فهل یجب……الخ، ج ۱، ص ۱۱ ملخصاً) اسکے بعد سیدی اعلیٰ حضرت عَلَیْهِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں: ''یہاں سے ثابت کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رُتبۂ عظمٰی (یعنی بلند مقام) تک پہنچا اس پر تقلیدِ امامِ معین (یعنی خاص ایک امام کی تقلید) قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علما کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قُدِّسَ سِرُّہُ العَالِی (متوفی ۵۰۵ھ) نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا: ''مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچ کس روا نبود۔ (ترجمہ) اپنے صاحبِ مذہب (یعنی اپنے فقہی امام) کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔'' اور اس پر حاشیہ میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) میں کہتا ہوں: ان کی مراد تقررِ مذاہب (یعنی چاروں فقہ کے مقرر ہونے) اور ظہورِ تقلیدِ معین ائمہ (یعنی چار اماموں کی تقلید کے ظاہر ہونے) کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے جیسا کہ واضح ہے اور دعویٔ اتفاق (یعنی کسی بات پر سب کے متفق ہونے کے دعویٰ) میں شاذ و نادر (یعنی جو کم ہو اس) کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحبِ بصیرت (یعنی عقل مند آدمی) پر مخفی (یعنی پوشیدہ) نہیں۔'' (فتاوی رضویہ، ج ۶، ص ۷۰۴-۷۰۵)

اساتذہ سے اختلاف

مُتقدِّمین جب اس مقام پر فائز ہوئے تو انہوں نے اپنے ہی اَساتذہ سے اختلاف کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدُنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا ہر شخص کے علم سے کچھ لیا جاتا ہے اور کچھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔[1] آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے علمِ فقہ حضرت سیِّدُنا زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اور علمِ قراءت حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے سیکھا اور فقہ میں حضرت سیِّدُنا زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اور قراءت میں حضرت سیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے اختلاف بھی کیا۔ بعض فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی بات معلوم ہو جو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مروی ہو تو وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے اور جو بات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مروی ہو ہم اس میں سے بعض لے لیں گے اور بعض چھوڑ دیں گے اور جس بات کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ تابعینِ عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے مروی ہے تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی۔ انہوں نے بھی (اپنے علم کے مطابق) بات کی اور ہم بھی (اپنی سمجھ کے مطابق) بات کریں گے۔[2]

یہی وجہ ہے کہ فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام تَقْلِیدِ محض کو اچھا نہ سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ کسی کے لئے تمام فقہا کا اختلاف جانے بغیر کسی بھی شرعی مسئلہ پر عمل کرنا درست نہیں۔ یعنی اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے اختلاف میں سے کسی ایسی رائے کو اختیار کرے جو محتاط اور مضبوط ہو۔ اگر وہ کسی کے کسی دوسرے فقہی مذہب کے مطابق شرعی مسئلہ پر عمل کرنے کو اچھا سمجھتے تو اس طرح فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اختلاف جاننے کی حاجت ہی نہ رہتی کیونکہ جب کوئی شخص اپنا فقہی مذہب جان لیتا تو یہی اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ اسی وجہ سے مَنقول ہے کہ کل (بروزِ قیامت) جب بندے کا حساب کتاب ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ اور یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تو نے دوسرے کے علم پر کتنا عمل کیا؟[3]

---

[1] ......قرۃ العین برفع الدین فی الصلاۃ للبخاری، الحدیث: ۱۰۳، ص ۷۳ عن مجاہد
المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۹۴۱، ج ۱۱، ص ۲۶۹ یترک الا بدلہ یدع، غیر

[2] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۷۱۴

[3] ......المرجع السابق۔ ص ۷۱۵

اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِیۡمَانَ ترجمۂ کنزالایمان: اور بولے وہ جن کو علم اور ایمان ملا۔

(پ ۲۱، الروم: ۵۶)

پس اس آیتِ مبارکہ میں علم اور ایمان کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے جو اس بات پر دلیل ہے کہ جسے ایمان عطا کیا جائے اسے علم بھی عطا کیا جاتا ہے جس طرح کہ جسے علمِ نافع عطا ہوا اسے ایمان سے بھی نوازا جاتا ہے۔ یہ ایک توجیہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمانِ عالیشان کے مفہوم میں داخل ہے:

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَہُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ ؕ (پ ۲۸، الحشر: ۲۲) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مراد یہ ہے کہ انہیں علمِ ایمان سے قوت بخشی۔ یعنی یہاں روح سے مراد علمِ ایمان ہے۔ جو بندہ کتاب وسنت سے شرعی مسائل نکالنے اور استدلال کرنے کا اہل ہو علم پھیلانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بصیرت والا ہوتا ہے اور اس کا شمار تدبر وتفکر کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ پس جاہل اور عام شخص کو علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی اور ایک عام عالم کو خاص عالم کی تقلید کرنا چاہئے جبکہ علمِ ظاہر جاننے والے کو علمِ باطن جاننے والے کی تقلید کرنا چاہئے۔ کیونکہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے (اہلِ قلوب کو) لغت اور فتویٰ جیسے علوم کے بجائے علمِ قلوب کی جانب رجوع کرنے کا حکم دیا اور اہلِ قلوب کو اس علم میں جو ان کے ساتھ خاص ہے، میں مفتیوں کی جانب رجوع کرنے کا حکم نہ دیا۔ چنانچہ اہلِ قلوب مفتیوں سے سوال پوچھتے ہیں، پھر اپنے دل میں کوئی خلش پاتے ہیں تو ان پر دل کی بات ماننا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ دل کی بات پر عمل کرنے کے متعلق شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے درج ذیل چار فرامینِ مبارکہ مروی ہیں:

(1)......اپنے دل سے پوچھو اگرچہ لوگ تمہیں (جو بھی) فتویٰ دیں۔[1]

(2)......گناہ، دلوں میں کھٹکنے والی چیز ہے۔[2]

---

[1] ......حلیة الاولیاء، الرقم ۴۴۱ عبدالرحمن بن مهدی، الحدیث: ۱۳۰۴۱، ج ۹، ص ۴۸

[2] ......المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۷۴۸، ج ۹، ص ۱۴۹ حزازبدله حواز

(3)......جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔[1]

(4)......اگرچہ لوگ تجھے کچھ فتویٰ دیں، اگرچہ لوگ تجھے کوئی بھی فتویٰ دیں۔[2]

زوالِ علم

پھر (ایسا وقت آیا کہ) علمِ معرفت کا صرف درس دیا جاتا (عمل کوئی بھی نہ کرتا) جو جہالت ہے اور ہر اس شخص کو عالم کہا جانے لگا جو خوب باتیں کرتا اور سننے والوں کو اس کی باتیں عجیب لگتیں مگر وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکتا۔ اسی طرح ہر بے سر و پا لچھے دار گفتگو کرنے والے کو بھی عالم کہا جانے لگا جس کا سبب یہ ہے: عام لوگوں کا علم کی حقیقت سے ناواقف ہونا اور بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کی سیرت کے بارے میں بہت کم جاننا کہ وہ کیسے تھے؟ چنانچہ اب متکلمین کی ایک کثیر تعداد فتنہ و فساد پھیلا رہی ہے اور کلام، رائے اور جہالت پر مبنی عقلی باتوں کو جاہل لوگ علم شمار کرنے لگے ہیں۔ انہیں متکلمین اور علما کے درمیان فرق معلوم ہے نہ علم اور کلام کے درمیان تمیز۔ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ بعض خاص قسم کے جاہل لوگ بظاہر حقیقی علما کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ان کے ہم نشینوں پر ان کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔

علم و عالم کی حقیقت جاننا فرض ہے

لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقدمین کی سیرت سے آگاہ ہو اور بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن کے طریقوں کو بھی خوب جانتا ہو۔ پھر وہ بندہ سب سے بڑا عالم ہے جو سب سے بڑھ کر یہ بات جانتا ہے کہ علم کیا ہے؟ عالم کون ہے؟ حقیقی طالب علم کون ہے؟ اور طلبِ علم کا لبادہ اوڑھنے والا کون ہے؟

جس طرح علم حاصل کرنے والوں پر سرکار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے فرمانِ عالیشان "علم حاصل کرنا فرض ہے" کی وجہ سے علم حاصل کرنا فرض ہے، اسی طرح حصولِ علم کے لئے ان پر یہ جاننا بھی لازم ہے کہ علم کسے کہتے ہیں؟ کیونکہ نامعلوم شے کا حصول درست نہیں۔ نیز حصولِ علم کے لئے حقیقی عالم کو پہچاننا بھی لازم ہے کیونکہ علم ایک وصف ہے جو موصوف کے بغیر نہیں پایا جاتا، بلکہ یہ صرف اہلِ علم کے پاس ہی ملتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت سیِّدُنا علی

---

[1] ......کتاب الجامع معمر بن راشد مع مصنف عبد الرزاق، باب الایمان والاسلام، الحدیث: ۲۰۲۷۳، ج۱۰، ص۱۱۵

[2] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث وابصة بن معبد الاسدی، الحدیث: ۱۸۰۲۸، ج۶، ص۲۹۳

المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے متعلق منقول ہے کہ ان سے عرض کی گئی: ''آپ نے فُلاں مسئلہ میں فُلاں سے اختلاف کیا ہے؟'' ارشادفرمایا: ''ہم میں سب سے زیادہ بھلائی والا وہ ہے جوسب سے زیادہ دین کی پیروی کرنے والا ہے۔'' ① اور جب حضرت سیِّدُنا سعد سے عرض کی گئی کہ حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 106 میں ﴿نُنْسِهَا﴾ کو ﴿ننسأها﴾ پڑھتے ہیں تو آپ نے ارشادفرمایا: ''قرآنِ کریم ابن مُسَیَّب پر نازل ہوا ہے نہ ان کے والد پر۔'' پھر آپ نے اس لفظ کو ﴿نُنْسِهَا﴾ ہی پڑھا۔ ②

دورِ جدید میں سب سے بڑا عالم کون

آج کے اس دور میں سب سے بڑا عالم اور سب سے زیادہ توفیق وہدایت کے قریب وہ بندہ ہے جوسب سے زیادہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کی پیروی کرنے والا اور ان کے اوصاف اپنانے والا ہے۔ اور ایسا کیونکر نہ ہو۔ جب سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ''لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟'' تو فرمایا: ''جب معاملات مُشْتَبَہ ہوجائیں گے تو ان میں سب سے زیادہ حق جاننے والا ہی سب سے بڑا عالم ہوگا۔'' ③ اور بعض بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جوسب سے زیادہ لوگوں کے اختلاف جانتا ہو۔ ④

بدعت اور بدعتی

حضرت سیِّدُنا حَسَن بَصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ اسلام میں دوقسم کے بندوں نے نئی بات شامل کردی ہے۔ ان میں سے ایک شخص بُری رائے رکھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ جنّت صرف اسی کو ملے گی جو اس کی رائے سے اتفاق رکھتا ہے اور دوسرا مالدار دنیا کا پُجاری ہے جو دنیا کی خاطر ناراض ہوتا ہے، اسی کی خاطر راضی ہوتا ہے اور صرف اسے ہی طلب کرتا رہتا ہے۔ (اے لوگو!) ان دونوں کو آگ کی جانب جانے دو اور خوب پہچان لو کہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ ان کے اعمال کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ جب اس دنیا میں صبح ہوتی ہے تو ایک شخص کو دوقسم کے بندوں (عیش وعشرت کے دلدادہ

---

① ……البحر الزخار بمسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، الحدیث: ٨٧٧، ج٣، ص٩٦

② ……تفسیر الطبری، البقرۃ، تحت الایۃ ١٠٦، الحدیث: ١٧٢٠، ج١، ص٥٢٣ ولا علی ابیہ بدلہ ولا علی ابنہ

③ ……مسند ابی داود الطیالسی، ما اسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث: ٣٧٨، ص٥٠ مفہومًا

④ ……الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ٣٣٤ جعفر بن محمد، ج٢، ص٣٥٨

اورخواہش کے پُجاری) کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عیش وعشرت کا دلدادہ اسے دنیا کی طرف بلاتا ہے تو خواہشِ نفس کا پُجاری اسے اپنی خواہش کی طرف۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ان دونوں سے محفوظ رکھتا ہے تو وہ بُزُرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، ان کے افعال کے متعلق پوچھتا ہے اوران سے منقول باتیں کرتا ہے تاکہ اجرِ عظیم حاصل کرے۔پس (اے لوگو!) تم بھی اس شخص کی مثل ہوجاؤ۔ [1]

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ (اسلام میں) صرف دو چیزیں ہیں: کلام اور ہدایت۔پس سب سے اچھا کلام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہے اورسب سے اچھی ہدایت سرورِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہے۔سنو! نئی باتوں سے بچو! اس لئے کہ اُمور کی بُرائی ان کے نئے ہونے میں ہے۔کیونکہ ہر (خلافِ سنت) نیا کام بِدعَت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [2] خبردار! لمبی عمر کی امید مت رکھو ورنہ تمہارے دل سخت ہوجائیں گے اورسنو!

---

[1] ...... صفة المنافق للفریابی، باب مروی فی صفة المنافق، الحدیث: ١٥، ص ٦١

اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ١، ص ٢٢٧

[2] ......مفسر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْحَنَّان مراۃ المناجیح، ج1،ص146 پر ایک حدیث شریف کے اس جز ’’اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے‘‘ کے تحت فرماتے ہیں: مُحْدَث کے معنٰی ہیں جدید اورنو پید چیز، یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جو حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی وفات کے بعد دین میں پیدا کیے جائیں، بدعت کے لغوی معنٰی ہیں نئی چیز، رب (عَزَّوَجَلَّ) فرماتا ہے: بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (پ ١، البقرة: ١١٧، ترجمۂ کنزالایمان: نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اورزمین کا) اصطلاح میں اس کے تین معنٰی ہیں: (١) نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں (٢) وہ نئے اعمال جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوں (٣) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا۔ پہلے دو معنٰی سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں، تیسرے معنٰی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری، یہاں بدعت کے پہلے معنٰی مراد ہیں یعنی برے عقیدے کیونکہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔ گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں، بے نماز گناہ گار ہے گمراہ نہیں اور رب (عَزَّوَجَلَّ) کو جھوٹا یا حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے، اور اگر دوسرے معنٰی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنٰی مراد ہوں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اور سیئہ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے بدعت حسنہ کے لیے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے: ’’مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً‘‘ الحدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ بدعت حسنہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاء الحق میں بھی ملاحظہ کرو، بعض لوگ اس کے معنٰی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے۔..........

جو شے آنے والی ہے (سمجھو) وہ قریب ہے اور جو دور ہے وہ آنے والی نہیں۔ [1]

حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک خُطبہ میں ارشاد فرمایا: ''اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جسے اس کے عُیوب نے دوسروں کی عیب جوئی سے غافل رکھا اور اس نے اس مال سے (راہِ خدا میں) خرچ کیا جو اس نے کسی گناہ کے بغیر کمایا تھا اور وہ فقہ وحکمت جاننے والوں کے قریب اور ذِلّت ومَعْصِیَت کے شکار لوگوں سے دور رہا۔ اس کے لئے بھی خوشخبری ہے جس نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنا (ضرورت سے) زائد مال خرچ کر دیا اور (ضرورت سے) زائد باتوں پر قابو رکھا، سنّت اس کا احاطہ کئے رہی اور سنت پر عمل کی وجہ سے اس نے کسی بدعت کی طرف توجہ نہ دی۔'' [2]

ذَهَبَ الرِّجَالُ الْمُقْتَدٰى بِفِعَالِهِمْ　　وَ الْمُنْكِرُوْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُّنْكَر

وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ يُّزَكِّيْ بَعْضُهُمْ　　بَعْضًا لِّيَدْفَعَ مُعَوَّرٌ عَنْ مُّعَوَّر

ترجمہ: وہ لوگ (اس دنیا سے) چلے گئے جن کے اعمال کی پیروی کی جاتی تھی اور جو ہر ناپسندیدہ بات کو ناپسند جانتے تھے اور میں ان کے بعد ایسے برے لوگوں میں باقی رہ گیا ہوں جو ایک دوسرے کی تعریف میں مصروف ہیں تاکہ ایک بدباطن دوسرے بدباطن کا دفاع کرے۔ [3]

اَبُنَيَّ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَهِيْمَةٌ　　فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ السَّمِيْعِ الْمُبْصَر

فَطِنًا بِكُلِّ مُصِيْبَةٍ فِيْ مَالِهٖ　　فَاِذَآ اُصِيْبَ بِدِيْنِهٖ لَمْ يَشْعَر

ترجمہ: اے میرے بیٹے! بعض لوگ دیکھنے سننے والے انسان کے روپ میں جانوروں کی مثل ہیں۔ جو اپنے مال میں

............اور ہر بدعت گمراہی، مگر یہ معنٰی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے، قرآن شریف کے ۳۰ پارے، علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب، شریعت وطریقت کے چار سلسلے، حنفی شافعی یا قادری چشتی وغیرہ، زبان سے نماز کی نیت، ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ، زردے، ڈاک خانہ ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے بعد ایجاد ہوئیں حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

[1] ......سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، الحديث: ۴۶، ص ۲۴۷۹

[2] ......شعب الايمان للبيهقي، باب في الزهد وقصر الامل، الحديث: ۱۰۵۶۳، ج۷، ص ۳۵۵

[3] ......عيون الاخبار للدينوري، كتاب العلم والبيان، العلم، ج ۲، ص ۱۳۸ بظفر بدله يمهر

آنے والی ہر مصیبت کو تو سمجھتے ہیں مگر جب ان کے دین پر کوئی مصیبت آتی ہے تو انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔[1]

فَسَلِ الْفَقِيهَ تَكُنْ فَقِيهًا مِّثْلَهٗ مَنْ يَّسَعْ فِيْ اَمْرٍ بِفِقْهٍ يَّظْفَر

ترجمہ: پس کسی فقیہ سے سوال پوچھا کر کہ تو بھی اس کی مثل فقیہ ہو جائے گا، کیونکہ جو کسی معاملہ میں سوجھ بوجھ سے کام لیتا ہے کامیاب ہو جاتا ہے۔

کثرتِ شبہات کا زمانہ

حضرت سیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ آخری زمانے میں حسنِ سیرت عمل کی کثرت سے بہتر ہوگی۔[2] اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے زمانے کے اوصاف کا تذکرہ یقین کے ساتھ اور ہمارے زمانے کا شک کے ساتھ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''تمہارے زمانے میں بہترین انسان وہ ہے جو اُمور کی انجام دہی میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں بہترین انسان وہ ہوگا جو کثرتِ شُبہات کی وجہ سے امور میں توقُّف سے کام لے گا۔''[3]

قدیم وجدید دور

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر حیران ہوں کہ تمہاری نیکی گزشتہ زمانے میں بُرائی سمجھی جاتی تھی اور ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں تمہاری برائی نیکی سمجھی جائے گی اور جب تک تمہیں حق کی معرفت حاصل رہے گی تم بھلائی پر رہو گے۔ اور تم میں جو عالم ہے حق نہیں چھپاتا۔[4] اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ آخری زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی جس میں عالم کا مرتبہ ایک مرے ہوئے گدھے جیسا ہوگا جس کی جانب کوئی متوجہ نہ ہوگا۔[5] اُس دور میں مومن ایسے چھپے گا جیسے آج ہم میں منافق چھپا پھرتا ہے۔[6] اور اس وقت

---

[1] ……ذیل تاریخ بغداد لابن النجار، الرقم ۶۱۸ علی بن احمد بن بنی، ج ۱۸، ص ۹۰

[2] ……الادب المفرد للبخاری، باب الهدی والسمت الحسن، الحدیث: ۸۱۰، ص ۲۱۷ کثیر من العمل بدله بعض العمل

[3] ……اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۲۶

[4] ……تاریخ مدینة دمشق، الرقم ۴۶۵۹ عدی بن حاتم الجواد، ج ۴۰، ص ۹۲ بدون اعجب من هذا۔ وبتغیر

[5] ……اتحاف السادة المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۲۶

[6] ……الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۰۹۶ یحیی بن ابی انیسة، ج ۹، ص ۹ عن جابر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

لوگوں میں مومن کی حیثیت ایک بے وقعت انسان جیسی ہوگی۔[1]

اَمِیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدُ نا علیُّ الْمُرتَضٰی کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق کے دس میں سے نو حصوں کا انکار کیا جائے گا اور صرف سونے والا مومن ہی محفوظ رہے گا۔ یعنی جو خاموش اور بظاہر غافل دکھائی دے گا۔ یہی لوگ علم کے چراغ اور ہدایت کے امام ہوں گے اور باتوں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے نہ ہوں گے۔ یعنی نہ تو وہ کثرت سے باتیں کریں گے اور نہ ہی اپنی باتوں سے فخر کا اظہار کریں گے۔[2]

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حق پہچاننے والا ہی نجات پائے گا۔'' عرض کی گئی: ''عمل کہاں ہوگا؟'' ارشاد فرمایا: ''اس دن عمل نہیں ہوگا بلکہ نجات صرف وہی پائے گا جو اپنا دین لیے ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگتا پھرے گا۔''[3]

حضرت سیِّدُ نا ابو ہُرَیرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے کہ شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان میں سے جس نے ان امور کے دسویں حصّے پر عمل کیا جن کا اسے حکم دیا گیا ہے تو بھی نجات پا جائے گا۔''[4] اور ایک روایت میں ہے: ''جس نے اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل کیا نجات پا جائے گا۔''[5] ایک صحابی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے مروی ہے: ''آج تم ایسے زمانے میں ہو کہ جس نے اپنے علم کے دسویں حصے پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہلاک ہو جائے گا اور عنقریب ایک زمانہ آئے گا جس میں جو اپنے علم کے دسویں حصّے پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔''[6]

---

[1] ......الزھد لابی داود، من خبر ابن مسعود، الحدیث: ۱۷۶، ج ۱، ص ۱۸۸ عن عبد اللہ بن مسعود

[2] ......الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد امیر المومنین علی بن ابی طالب، الحدیث: ۲۹۲، ص ۱۵۶ بتغیر و بدون مؤمن
البدع لابن وضاح، باب فی نقض عدی ......الخ، الحدیث: ۱۵۸، ص ۱۷۲ مفھوما

[3] ......الزھد الکبیر للبیھقی، فصل فی ترک الدنیا ......الخ، الحدیث: ۴۳۹، ص ۱۸۳ بالاختصار

[4] ......جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن ......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص ۱۸۸۰ بدون علی الناس
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۹۵۹ نعیم بن حماد المروزی، ج ۸، ص ۲۵۳

[5] ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۴۳۰، ج ۸، ص ۸۶

[6] ......المرجع السابق۔ جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب فی العمل فی الفتن ......الخ، الحدیث: ۲۲۶۷، ص ۱۸۸۰

مَنقول ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب افضل علم خاموشی اور افضل عمل نیند ہوگا۔ جب منافقین کثرت سے شُبہات کا شکار ہوں گے تو جاہل کی خاموشی علم شمار ہوگی۔ جب عاملین کثرت سے شہوات کا شکار ہوں گے تو نیند غافلین کی عبادت بن جائے گی۔ میری عمر کی قسم! خاموشی اور نیند عالم کی اَدنیٰ اور جاہل کی اعلیٰ حالتیں ہیں۔ [1]

سنتوں سے دوری

حضرت سیِّدُنا یونس بن عُبَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کے دور میں حُضور نبیِّ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنّتیں جاننے والے کو عجیب اور انوکھا سمجھا جاتا ہے اور بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے طریقے جاننے والے کو تو اس سے بھی انوکھا و عجیب سمجھا جاتا ہے اور فرماتے کہ جو ایسا کرتا ہے وہ آخر اسلاف کے طریقے جان ہی لیتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک انوکھا و عجیب کام ہے کیونکہ اس کام کے نتیجے میں وہ انوکھے و اجنبی افراد کو جانتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ مرعشی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا یوسف بن اَسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مجھے ایک مکتوب میں فرمایا کہ اطاعت اور اطاعت والے (اس جہانِ فانی سے) جا چکے ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جس سے دل بہلایا جائے۔ ایک بار ارشاد فرمایا: ''تیرا اس زمانے کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں علمی مذاکرہ مَعْصِیت شمار ہوگا؟'' جب عرض کی گئی کہ ایسا کیونکر ہوگا؟ تو ارشاد فرمایا: ''اس لئے کہ اہلِ علم نہیں پائے جائیں گے۔'' [2]

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرمایا کرتے تھے کہ تم اس وقت تک بھلائی پر رہو گے جب تک اپنے نیک لوگوں سے محبت کرتے رہو گے اور جب تک حق بات بول کر اسے پہچانا جاتا رہے گا اور جب تم میں علم والوں کی حالت ایک مُردہ بکری کی طرح ہوجائے گی تو تم ہلاک و برباد ہوجاؤ گے۔ [3]

مُتَقَدِّمین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِین کے پاس بعض عُلوم ایسے تھے جن پر ان کا اِجماع تھا اور وہ ایک دوسرے سے یہ علوم

---

[1] ......اتحاف السادۃ المتقین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات العلم، ج ۱، ص ۴۲۶

[2] ......المرجع السابق

[3] ......حلیۃ الاولیاء، الرقم ۳۹۰ سفیان بن عیینۃ، الحدیث: ۱۰۷۴۰، ج ۷، ص ۳۳۳

سیکھا کرتے تھے مگر ہمارے زمانے میں ان کے آثار مٹ چکے ہیں اور سَلَف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کے بہت سے طریقے تھے جن پر نہ صرف وہ عمل کرتے بلکہ ان (کی مشکلات) کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھا بھی کرتے تھے مگر اب ہمارے ہاں ان طریقوں کے نشانات تک نہیں ملتے۔ جس کی وجہ طالبینِ راہِ طریقت کا کم ہو جانا، رغبت رکھنے والوں کا مَعْدوم ہو جانا اور عُلما و سالکین کا ختم ہو جانا ہے۔

سالکین راہِ حق کی چند باتیں

- ......طلبِ حلال
- ......معاملات و کمائی میں علمِ وَرَع
- ......علمِ اخلاص
- ......نفس کی آفات اور اعمال کا فساد جاننا
- ......علم و عمل کا نِفاق جاننا
- ......علم و عمل کے نِفاق کے درمیان فرق کرنا
- ......دل اور نفس کے نِفاق کے درمیان فرق جاننا
- ......نفسانی خواہشات کے اظہار و خفا کے فرق کو جاننا
- ......ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ دل کے سُکون اور اسباب کے ذریعے نفس کے سکون میں فرق کرنا
- ......روحانی و نفسانی خیالات اور ایمان، یقین اور عقل کے خیالات کے درمیان فرق کرنا
- ......احوال کی فطرت جاننا
- ......عاملین کے طریقوں کے احوال جاننا
- ......عارفین کے مشاہدات کا فرق سمجھنا
- ......مُریدوں کے مشاہدات میں ہونے والی تبدیلی کو جاننا
- ......قَبض و بَسط کا جاننا
- ......صفاتِ عُبودیَّت کو عملی شکل دینا
- ......اخلاقِ رَبوبیَّت اپنانا
- ......اور مقاماتِ علما کے فرق کو سمجھنا وغیرہ۔

اس کے علاوہ چند ایسی باتیں ہیں جن کا ہم نے مُفَصَّل تذکرہ نہیں کیا:

- ......علمِ توحید
- ......صِفاتِ باری تعالیٰ کے مَعانی و مَفاہیم کی معرفت
- ......ذاتِ باری تعالیٰ کی تجلی کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علوم

﴾......باطنی صفات کے معانی ومفاہیم پر دلالت کرنے والے افعال کا اظہار

﴾......توجہ اور عدمِ توجہ، قُرب وبُعد، کمی وزیادتی، ثواب وعذاب اور اختبا واختیار پر دلالت کرنے والے معانی ومفاہیم کا ظہور۔

البتہ! ہم نے ان تمام معانی ومفاہیم کا تذکرہ مختلف فصلوں اور بابوں میں کر دیا ہے اور ایسی بنیادی باتیں تحریر کی ہیں جو ان کی فروع سے آگاہ کرتی ہیں۔ جو بھی ان میں غور وفکر کرے گا اور ان کا تذکرہ کرنا چاہے گا اسے معلوم ہو جائے گا اور وہ ان سے اپنا مقررہ حصّہ پالے گا۔

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں: میں خوب جانتا ہوں کہ مُتَقَدِّمین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے پاس 70 علوم تھے جن کے بارے میں وہ نہ صرف ایک دوسرے سے گفتگو فرمایا کرتے بلکہ ایک دوسرے سے سیکھتے بھی تھے مگر آج ان میں سے ایک بھی ایسا علم باقی نہیں بچا جسے سیکھا جاتا ہو۔

مزید فرماتے ہیں کہ میں اپنے زمانے کے بیشتر عُلوم کے بارے میں جانتا ہوں کہ ان میں کثیر باطل اور مَکر وفَریب پر مشتمل ہیں، اگرچہ انہیں علم کہا جانے لگا ہے مگر ماضی میں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان عُلوم کی مثال اس پانی کی طرح ہے جس کے اوصاف اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس آیتِ مبارکہ میں بیان کئے ہیں:

یَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْــٴًـا (پ۱۸، النور: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا۔

حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی فرمایا کرتے تھے: ''جس علم کی باتیں ہم کرتے ہیں اس کی بِساط تو 20 سال ہوئے لپیٹی جا چکی ہے اور ہم تو صرف اس کے حواشی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔[1]

آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرمایا کرتے تھے کہ میں سالوں تک ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا رہا جو ایک دوسرے سے ایسے علوم کی باتیں کرتے جو مجھے سمجھ نہ آتیں اور نہ ہی میں یہ جان پاتا کہ وہ کیا ہیں، مگر میں نے کبھی بھی ان کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہیں بغیر سمجھے مانا اور ان سے محبت رکھی۔

[1] ......الرسالة القشيرية، باب التوحيد، ص ۳۳۲ مفهوما

آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرمایا کرتے کہ پرانے وقتوں میں ہم اپنے دوستوں کے ایسے عُلوم کے بارے میں مُناظَرہ کیا کرتے تھے جو اس وقت معروف تھے مگر کسی نے بھی مجھ سے ان کے بارے میں کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ مگر یہ ایسا دروازہ ہے جو بند ہو چکا ہے۔

جب شیخ ابوسعید بن اَعرابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ''طَبَقَاتُ النُّسَّاك'' نامی کتاب لکھی اور بیان کیا کہ سب سے پہلے اس علم کے متعلق کس نے گفتگو کی اور اس کا اظہار کیا۔ پھر اس کے بعد بصرہ، شام اور خراسان کے بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا تذکرہ کیا اور آخر میں بغداد کے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا ذکرِ خیر کیا۔

ایک دوسرے بُزُرگ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں جن بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے کلام کیا ان میں ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا جنید قَوارِیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی بھی ہیں، آپ اس علم میں گہری بصیرت رکھتے تھے، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا کلام حقیقت اور حسنِ تعبیر سے بھرپور ہوتا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بعد اس قسم کی مَجالِس میں صرف غیظ وغضب ہی باقی رہ گیا ہے۔ اور ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت سیِّدُنا جنید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بعد ایسے لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کا ذکر بھی باعثِ حیا ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابومحمد سَہْل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرمایا کرتے کہ 300ھ کے بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس علم کے بارے میں گفتگو کرے کیونکہ اس سے ایسے لوگوں کا گروہ پیدا ہو سکتا ہے جو مخلوق کے سامنے تصنع اور بناوٹ کا اظہار کرے گا اور بڑی خوبصورت باتیں کرے گا تا کہ ان کے وِجْدان لباس بن جائیں، ان کے زیورات باتیں ہوں اور معبود پیٹ ہو۔

حضرت سیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے جب عرض کی جاتی کہ سب سے سخت فتنہ کون سا ہو گا تو ارشاد فرماتے تجھ پر خیر وشر پیش کئے جائیں مگر تو کثرتِ شبہات کی وجہ سے یہ نہ جانتا ہو کہ کسے اختیار کرے۔[1] جیسا کہ حضرت سیِّدُنا سَہْل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے کہ 300ھ کے بعد کسی کی توبہ صحیح نہیں اس لئے کہ ان کا کھانا ان کی توبہ توڑ دے گا اور وہ کھانے سے دور نہیں رہ سکتے۔ یعنی توبہ کی پہلی شرط حلال کھانا ہے۔

---

[1] ……المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الفتن، باب ما ذکر فی فتنۃ الرجال، الحدیث: ۱۱۵، ج۸، ص۶۲۲ تأخذ بدلہ تتبع، بدون لکثرۃ الشبھات

مَروی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ گمراہ ہو جائیں گے اور انہیں معلوم تک نہ ہوگا، صبح کے وقت ایک شخص ایک دین پر ہوگا تو شام کے وقت دوسرے دین پر ہوگا اور وہ یقین کے نہ ہونے کی بنا پر گمراہ ہوگا۔ زمانے کے اکثر لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی۔ سب سے پہلے ان سے خشوع ختم ہوگا، پھر دعا کی قبولیت اور اس کے بعد تقویٰ و پرہیزگاری۔ **منقول** ہے کہ سب سے پہلے لوگوں میں الفت و محبت ختم ہوگی۔[1]

......تمت......

سنت کی بہاریں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!

اللّٰہ ورسول عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خوشنودی کے حصول اور با کردار مسلمان بننے کے لئے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** سے ''**مدنی انعامات**'' نامی رسالہ حاصل کرکے اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجئے اور اپنے اپنے شہروں میں ہونے والے ''**دعوتِ اسلامی**'' کے ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں پابندیٔ وقت کے ساتھ شرکت فرما کر خوب خوب ''سنتوں کی بہاریں'' لُوٹئے۔ ''**دعوتِ اسلامی**'' کے سنتوں کی تربیت کے لیے بے شمار **مدنی قافلے** شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں سفر کرتے رہتے ہیں، آپ بھی سنتوں بھرا سفر اختیار فرما کر اپنی آخرت کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ اکٹھا کیجئے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ اپنی زندگی میں حیرت انگیز طور پر ''**مدنی انقلاب**'' برپا ہوتا دیکھیں گے۔

؎ اللّٰہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں اے **دعوتِ اسلامی** تیری دھوم مچی ہو!

---

[1] ......الادب المفرد للبخاری، باب الالفۃ، الحدیث: ۲۶۵، ص ۸۹

علمائے کرام کی آسانی کے لیے ذیل میں قوت القلوب کی دسویں اور سترہویں فصل کی عربی عبارات مکمل طور پر نقل کی جارہی ہیں تاکہ اہلِ ذوق افراد کو سیاق و سباق کے لحاظ سے عبارت سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو کیونکہ ان دونوں فصلوں کی اکثر عبارات کا ترجمہ عوام کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے متعلقہ مقام پر نہیں کیا گیا یا تلخیص سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں جو مقام ہائی لائٹ نظر آرہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کتاب ہٰذا میں صرف اس مقام کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

الفصل العاشر كتاب معرفة الزوال

وزيادة الظل ونقصانه بالأقدام واختلاف ذلك في الصيف والشتاء. قال الله جلت قدرته ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۙ﴾(پ۱۹، الفرقان:۴۵) وقال تعالى: ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ﴾ الآية إلى قوله ﴿عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ﴾(پ۱۵، بنی اسرائیل:۱۲) وقال سبحانه: ﴿اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴾(پ۲۷، الرحمٰن:۵) وفي حديث أبي الدرداء وكعب الأحبار في صفة هذه الأمة يراعون الظلال لإقامة الصلاة وأحب عباد الله إلى الله عزّ وجلّ الذين يراعون الشمس والقمر والأظلة لذكر الله عزّ وجلّ. وقال بعض العلماء بالحساب والأثر من أهل الحديث: إن الليل والنهار أربع وعشرون ساعة وإن الساعة ثلاثون شعيرة يأخذ كل واحد منهما من صاحبه في كل يوم شعيرة حتى تستكمل الساعة في شهر، وبين أول الشهر وآخره ثلاثون درجة، الشمس كل يوم في درجة، قال: وتفسير ذلك أنه إذا مضى من أيلول سبعة عشر يوماً استوى الليل والنهار، ثم يأخذ الليل من النهار من ذلك اليوم في كل يوم شعيرة حتى يستكمل ثلاثين يوماً فيزيد ساعة حتى يصير سبعة عشر يوماً من كانون الأول فينتهي طول الليل وقصر النهار وكانت تلك الليلة أطول ليلة في السنة وهي خمس عشرة ساعة وكان ذلك اليوم أقصر يوم في السنة وهو تسع ساعات، ثم يأخذ النهار من الليل كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبع عشرة ليلة

من آذار استوى الليل والنهار وكان كل واحد منهما اثنتي عشْرَةَ ساعة ثم يأخذ النهار من الليل كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبعة عشر يوماً من حزيران كان نهاية طول النهار وقصر الليل فيكون النهار يومئذ خمسَ عشْرَةَ ساعة والليل تسع ساعات ثم ينقص من النهار كل يوم شعيرة حتى إذا مضى سبع عشرة ليلة من أيلول استوى الليل والنهار ثم يعود الحساب على ذلك. قال: فمواقيت الصلاة من ذلك أن الشمس إذا وقفت فهو قبل الزوال فإذا زالت بأقل القليل فذلك أول وقت الظهر. فإذا زادت على سبعة أقدام بعد الزوال فذلك أول وقت العصر؛ وهو آخر وقت الظهر. قال: والذي جاء في الحديث أن الشمس إذا زالت بمقدار شراك فذلك وقت الظهر إلى أن يصير ظل كل شيء مثله فذلك آخر وقت الظهر وأول وقت العصر. وهكذا صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم في أول يوم ثم صلّى من الغد الظهر حين صار ظل كل شيء مثله فذلك آخر وقت الظهر وأول وقت العصر. ثم صلّى العصر حين صار ظل كل شيء مثليه. وقال ما بين هذين وقت فإذا أردت أن تقيس الظل حتى تعرف ذلك فانصب عوداً أو قم قائماً في موضع من الأرض مستوٍ ثم اعرف موضع الظل ومنتهاه فخط على موضع الظل خطاً ثم انظر أينقص الظل أم يزيد فإن كان الظل ينقص فإن الشمس لم تزل بعد ما دام الظل ينقص فإذا قام الظل فذلك نصف النهار ولا يجوز في هذا الوقت الصلاة فإذا زاد الظل فذلك زوال الشمس إلى طول ذلك الشيء الذي قست به طول الظل وذلك آخر وقت الظهر فإذا زاد الظل بعد ذلك قدماً فقد دخل وقت العصر حتى يزيد الظل طول ذلك الشيء مرة أخرى فذلك وقت العصر الثاني فإذا قمت قائماً تريد أن تقيس الظل بطولك فإن طولك سبعة أقدام بقدمك سوى قدمك التي تقوم عليها فإذا قام الظل فاستقبل الشمس بوجهك ثم مر إنساناً يعلم طرف ذلك بعلامة ثم قس من عقبك إلى تلك العلامة فإن كان بينهما أقل من سبعة أقدام سوى ما زالت عليه الشمس من الظل فإنك في وقت الظهر ولم يدخل وقت العصر حتى يزيد الظل على سبعة أقدام سوى ما تزول الشمس عليه من الظل فذلك وقت العصر ثم إن الأقدام تختلف في الشتاء والصيف فيزيد الظل وينقص في الأيام ، فمعرفة ذلك أن استواء الليل والنهار في سبعة عشر يوماً من آذار فإن الشمس تزول يومئذ وظل الإنسان ثلاثة أقدام وكذلك ظلّ كل شيء تنصبه. فإن الشمس تزول يومئذ وظل كل شيء ثلاثة أسباعه ثم ينقص الظل وكلما أمضى ستة وثلاثون يوماً نقص الظل قدماً حتى ينتهي طول النهار وقصر الليل في سبعة عشر يوماً من حزيران فتزول الشمس يومئذ وظلّ الإنسان نصف قدم وذلك أقل ما تزول عليه الشمس ثم يزيد الظل فكلما مضت ستة وثلاثون يوماً زاد الظل قدماً حتى يستوي الليل والنهار في سبعة عشر يوماً من أيلول فتزول الشمس يومئذ. والظل على ثلاثة أقدام ثم يزيد الظل وكلما مضى أربعة عشر يوماً زاد الظل قدماً حتى ينتهي طول الليل وقصر النهار في سبعة عشر يوماً من كانون الأول فتزول الشمس يومئذ على تسعة أقدام ونصف قدم وذلك أكثر ما تزول الشمس يومئذ عليه ثم كلما مضى أربعة عشر يوماً زاد الظل قدماً حتى ينتهي إلى سبعة عشر يوماً من آذار فذلك استواء الليل والنهار. وتزول الشمس على ثلاثة أقدام وذلك دخول الصيف وزيادة الظل ونقصانه الذي ذكرناه في كل ستة وثلاثين يوماً قدم في الصيف والقيظ وزيادته في كل أربعة عشر يوماً قدم في الربيع والشتاء. وهذا ذكره بعض علماء المتأخرين من أهل العلم بالنجوم وقد ذكر غيره من القدماء قريباً من هذا وذكر زوال الشمس بالأقدام في شهر تشرين وخالف هذا في حدين من نهاية الطول والقصر قدمين فذكر أن أقل ما تزول عليه الشمس في حزيران على قدمين وأن أكثر ما تزول عليه الشمس في كانون ثمانية أقدام فكان الأول هو أدق تحديداً وأقوم تحريراً وذكر أن الشمس تزول في أيلول على خمسة أقدام وفي تشرين الأول على ستة وفي تشرين الأخير على سبعة وفي كانون على ثمانية قال: وذلك منتهى قصر النهار وطول الليل وهو أكثر ما تزول عليه الشمس، قال: ثم ينقص الظل ويزيد النهار فتزول الشمس في كانون الأخير على سبعة أقدام وتزول في شباط على ستة أقدام وفي آذار على خمسة وذلك استواء الليل والنهار وتزول في

نيسان على أربعة أقدام وتزول في أيار على ثلاثة أقدام وتزول في حزيران على قدمين فذلك منتهى طول النهار وقصر الليل وهو أقل ما تزول الشمس عليه فيكون النهار حينئذ خمس عشرة ساعة والليل تسع ساعات وتزول الشمس في تموز على ثلاثة أقدام وفي آب على أربعة أقدام وفي أيلول على خمسة أقدام وفيه يستوي الليل والنهار. وقد روينا عن سفيان الثوري رحمه الله أكثر ما تزول عليه الشمس تسعة أقدام وأقل ما تزول عليه قدم وهذا أقرب إلى القول الأول في التحديد، وقد جاء في ذكر الأقدام لوقت الصلاة أثر من سنة فلذلك ذكرنا منها ما شرحه من عرفه، روينا عن أبي مالك سعد بن طارق الأشعري عن الأسود بن زيد عن ابن مسعود قال: كان قدر صلاة الظهر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصيف ثلاثة أقدام إلى خمسة أقدام وفي الشتاء خمسة أقدام إلى ستة أقدام وفصل الخطاب أن معرفة الزوال بهذا التحديد ليس بفرض ولكن صلاة الظهر بعد تيقن زوال الشمس فرض متى زالت الشمس مبلغ علمك ويقين قلبك ومنظر عينك فكانت الشمس على حاجبك الأيمن في الصيف إذا استقبلت القبلة فقد زالت لا شك فيه فصلِّ إلى أن يكون ظل كل شيء مثله فهذا آخر وقت الظهر وأول وقت العصر ثم صلِّ العصر إلى أن يصير ظل كل شيء مثليه، فهذا آخر وقت العصر المستحب ثم إلى أن تصفر الشمس وتدلى للغروب، فهذا وقت الضرورات وهو مكروه إلا لمريض أو معذور. وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم من أدرك من العصر ركعة قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر ومن أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح فإذا كانت الشمس على حاجبك الأيسر وأنت مستقبل القبلة في الصيف فإن الشمس لم تزل مبلغ علمك ومنظر عينك، فإذا كانت بين عينيك فهو استواؤها في كبد السماء نظر عينك ويصلح أن تكون قد زالت لقصر النهار وفي أول الشتاء وقد لا تكون زالت إذا طال النهار وتوسط الصيف فإذا صارت إلى حاجبك الأيمن فقد زالت في أي وقت كان، ثم إن هذا يختلف في الشتاء فإذا كانت على حاجبك الأيسر في الشتاء وأنت مستقبل القبلة فيصلح أن تكون زالت لقصر النهار في أول الشتاء وقد لا تكون زالت إذا امتد النهار وفي أول الصيف فإذا كانت الشمس بين عينيك في الشتاء فقد زالت لا شك فيه فصل الظهر فإذا صارت إلى حاجبك الأيمن فهذا آخر وقت الظهر في الشتاء وهو أوّل وقت الظهر في الصيف وهذا التقدير إنما هو لأهل إقليم العراق وخراسان لأنهم يصلون إلى الحجر الأسود وتلقاء الباب من وجهة الكعبة فأما إقليم أهل الحجاز واليمن فإن تقديرهم على ضد ذلك وقبلتهم إلى الركن اليماني وإلى مؤخر الكعبة فلذلك اختلف التقدير وتضاد الاختلاف للتوجه إلى شطر البيت وتفاوت الأمصار في الأقاليم المستديرة حوله فهذا كان تقدير المتقدمين وما سوى ذلك من التدقيق والتحرير فمحدث إلا أنه علم لأهله، ومن أشكل عليه الوقت لجهل بالأدلة أو لغيم اعترض فليتحرَّ بقلبه ويجتهد بعلمه ولا يصلِّ صلاة إلا بعد تيقن دخول وقتها وإن تأخر ذلك فهذا أفضل حينئذ ولكن قد جاء في الخبر ثلاث من مناقب الإيمان: الصيام في الصيف، وإسباغ الوضوء في الشتاء، وتعجيل الصلاة في يوم دجن، ومن أمثال العرب يوم الدجن يضرب فيه عبد السوء هذا لأن الوقت في الغيم كأنه يقصر لغيبة الشمس فيغفل الإنسان عن مراعاة الوقت أو يتشاغل عنه لأن الفرائض لا تقبل إلا عن يقين فأداؤها بعد دخول الوقت على اليقين أفضل من أدائها في الوقت على الشك، ألم تسمع إلى قوله صلى الله عليه وسلم فإن غم عليكم فأكملوا عدد شعبان ثلاثين، فترك الاحتياط لليقين. ومن صلّى وهو يرى أنه الوقت أو توجه إلى القبلة فيما يعلم ثم تبين له بعد أنه صلّى قبل الوقت أو صلى لغير القبلة نظر فإن كان في الوقت أو بعده قليلاً أعاد الصلاة احتياطاً وإن كان الوقت قد خرج فلا شيء عليه وهو معفو الخطأ وأحب أن يعيد تلك الصلاة متى ذكرها. وقال بعض العلماء: للشمس سبعة أزولة، ثلاثة منها لا يعلم بها البشر: الزوال الأول نزوله عن قطب الفلك الأعلى لا يشهده ولا يعلمه إلا الله عزَّ وجلَّ. والزوال الثاني عن وسط الفلك لا يعلمه من خلق الله تعالى إلا خزان الشمس الموكلون بها الذين يرمونها بجبال الثلج ليسكن حرها ويحتبسوا شعاعها عن العالمين ويسوقونها على العجلة

المركبة في الفلك. والزوال الثالث يعلمه ملائكة الأرض. ثم إن الزوال الرابع يكون على ثلاث دقائق وهو ربع شعيرة، والشعيرة جزء من اثني عشر جزءاً من ساعة. فهذا الزوال تعرفه الفلاسفة من المنجمين أهل العلم بمساحة الفلك وتركيب الأفلاك فيه وتقدير سير الشمس في الشتاء والصيف في فلكها منه فيقوّمون ذلك بالنظر في المرتجلات الطالعة على التقويم. فإذا زالت الشمس الزوال الخامس نصف شعيرة وهي ست دقائق عرف زوالها أهل الحساب والتقاويم بالإسطرلاب الطالع فإذا زالت شعيرة وهو الزوال السادس المشترك وهو جزء من اثني عشر جزءاً من ساعة عرف زوالها علماء المؤذنين وأصحاب مراعاة الأوقات فإذا زالت ثلاث شعيرات فهو الزوال السابع. وهو ربع ساعة عرف الناس كلهم زوالها. وعند هذا الوقت صلاة الكافة وهو أوسط الوقت وأوسعه. وذلك واسع برخصة الله سبحانه وتعالى ورحمته. وهذا كله لبعد منصب السماء ولاستواء تقويم صنعتها في الأفق الأعلى ولإتقان صنعتها في الجو المتخرق علواً وفي الأقطار المتسعة المستديرة استواءً ومتناسباً. وقد يروى في الخبر أن النبي صلى الله عليه وسلم سأل جبريل عليه السلام فقال: هل زالت الشمس؟ فقال: لا نعم. فقال: كيف هذا فقال بين قولي لك لا نعم قطعت في الفلك خمسين ألف فرسخ. فكان النبي صلى الله عليه وسلم سأله عن زوالها على علم الله سبحانه وتعالى به. وقد قال بعض الفلاسفة إن السماء تدور كما تدور الرحى فتدير الأفلاك بدورانها على القطب ولكن لا يرى ذلك منها لبعدها وعلوها وتقويم استدارتها. وقد ذكره بعض العلماء من السلف فتبارك الله أحسن الخالقين وذكر بعض العارفين أعجب من هذا وألطف من قدرة الله عزّ وجلّ وخفي صنعه ذكر أن الليل والنهار أربعة وعشرون ساعة وإن الساعة اثنتا عشْرَةَ دقيقة كل دقيقة اثنتا عشْرَةَ شعيرة وكل شعيرة أربعة وعشرون نفساً فتظهر الأنفاس من خزانة الجسم فتنشئ الشعائر وتنشأ الشعائر فتظهر الدقائق فتنتج الساعات وتتحرك الساعات فتدير الأفلاك وتدور الأفلاك فتنشر الليل والنهار في الجو والأقطار وينشر الليل والنهار فتدير السماء في الآفاق وينعقد الحسبان بالتفصيل فإذا خفي الإحساس انقطعت الأنفاس فانفكت الأفلاك فعندها تنتشر النجوم وتنشق السماء وتخرب الديار وتظهر دار القرار فسبحان الله ألطف الصانعين وأقهر القادرين وقد قال سبحانه وتعالى: ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝﴾ (پ۳۰، التكوير: ۱، ۲) وقال سبحانه وتعالى: ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝﴾ (پ۲۷، الطور: ۹) يعني تدور دوراً فسبحان اللطيف الحكيم أدار تلك الأفلاك الكثاف بهذه الأنفاس اللطاف كما حجب الفلك الكثيف بستر الفضاء اللطيف. فالفلك العظيم لا يحجب السماء والفضاء الرقيق يحجب الفلك، لأنه أراد سبحانه وتعالى أن يرينا السماء وأحب أن يخفي عنا الفلك فلم نر إلا ما أرانا. فالعبد هو سبب لذلك ومحرك لذلك ولا يشعر بذلك فمداره أنفاسه وأنفاسه ساعاته وساعاته عمره وعمره أجله وأجله آخرته وهو في غفلة بدنياه وفي لعب بما يهواه، فإن نظرت إلى السماء رأيتها تنشئ الأنفاس وإن نظرت إلى الأنفاس، رأيتها تدير الأفلاك، وإن نظرت إلى فوق الفوق عميت عما سواه. فلا إله إلا هو رب العرش العظيم ﴿صُنْعَ اللهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (پ۲۰، النمل: ۸۸)، ﴿اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ﴾ (پ۱۳، يوسف: ۱۰۰)، ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (پ۲۵، حم السجدة: ۵۳)، ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾ (پ۲۶، الذريت: ۲۰، ۲۱)، ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾ (پ۲۹، الحاقة: ۳۸، ۳۹)، ﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝﴾ (پ۳۰، الاعلى: ۱۰، ۱۱) فأما صلاة المغرب فأفضل ما صلّيت فيه إذا تدلى حاجب الشمس الأعلى وهو غيبتها عن الأبصار. روي عن عمر رضي الله عنه أنه أخر صلاة المغرب ليلة حتى طلع نجم فأعتق رقبة. وروينا عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه أخر المغرب حتى طلع كوكبان فأعتق رقبتين. وأفضل ما صليت فيه عشاء الآخرة إذا غاب البياض الغربي وأظلم مكانه وهو الشفق الثاني إلى ما بعد ذلك فتأخيرها أفضل إلى ربع الليل ما لم تنم والنوم قبلها مكروه شديد ووقت حسن في سنة أن تصلّي بمقدار غيبة القمر ليلة ثلاث من الشهر وهذا يكون بعد سبع ونصف من الليل لأنا روينا أن رسول الله صلى الله

عليه وسلم كان يصلّي العشاء الآخرة لسقوط القمر ليلة ثلاث. وأفضل ما صلّيت فيه صلاة الصبح إذا طلع الفجر الثاني وهي الصلاة الوسطى التي أفرد الله تبارك وتعالى محافظتها لأنها تختص بمعان ثلاث من التوسط لا توجد في سائر الصلوات، منها أنها بين الليل والنهار، والثانى أنها بين صلاتين من صلاة الليل وصلاتين من صلاة النهار. والثالث أنها متوسطة بين صلاتي جهر وصلاتي مخافتة. وأيضاً فإنها أقصر الصلاة عدداً لا ثلاثاً ولا أربعاً. فلما اختصت بتوسط هذه المعاني دون غيرها كانت هي الوسطى، وأيضاً فإن الله تعالى نص على ذكر الفجر في قوله عزّ وجلّ: ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۝﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۷۸) وقيل في تفسير ذلك تشهده ملائكة الليل والنهار فكان هذا ذكراً لها بوصف آخر توكيداً للمحافظة عليها فإن صح الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شغلونا عن الصلاة الوسطى صلاة العصر بطل ما قلناه وثبت قول رسول الله صلى الله عليه وسلم لأنه هو الحق وبه نقول ولا أحسب الخبر إلا ثابتاً فقد جاء بأشد اليقين أخبرنا أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عنها فقال: هي التي شغل عنها أخي سليمان حتى توارت بالحجاب. والسنة أن تقرأ في صلاة الصبح بسورة من المثاني أو بطوال المفصل لأنها قصرت وعوّض عنها طول القيام فإن كان أجمع للمصلين وأكثر لعددهم إذا توسط الوقت فحسن قبل أن تمحق النجوم فأما أن يسفر حتى ينتشر البياض تحت الحمرة وذلك هو شيء من شعاع الشمس فلا. وإن كثروا فصلاتها بغلس في القليل أفضل. والمحافظة على أوائل الأوقات من كل صلاة من أفضل الأعمال إلا ما ذكرناه من تأخير صلاة العشاء الآخرة للأثر فيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل الصلاة في أول الوقت على الصلاة في آخر الوقت كفضل الآخرة على الدنيا وفي الخبر أن العبد ليصلّي الصلاة في آخر وقتها ولما فاته من الوقت الأول خير له من الدنيا وما فيها. والخبر المشهور أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل أي الأعمال أفضل؟ فقال: الصلاة لوقتها. وقد جاء في الأثر الوقت الأول رضوان الله عزّ وجلّ والوقت الأخير عفو الله تبارك وتعالى. قيل: فرضوان الله عزّ وجلّ يكون للمحسنين وعفو الله سبحانه وتعالى يكون عن المقصرين. والوقت الأول من كل صلاة من عزيمة الدين وطريقة المقيمين لصلاة المحافظين. والوقت الثاني رخصة في الدين وسعة من الله عزّ وجلّ ورحمة للغافلين.

الفصل السابع عشر

فيه كتاب ذكر نوع من المفصل والموصل من الكلام وفيه مدح العالمين وذم الغافلين عنه وتفسير الغريب والمشكل من القرآن باختصار الاصول الدالة على المعنى

فأما ظاهر الكلام فعلى معنيين عجيبين وهو مجمل مختصر وموصل مكرر فإجماله واختصاره للبلاغة والإيجاز قال الله تعالى: ﴿اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ۝﴾ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۶) ومكرره وتفصيله للإفهام والتذكار، قال الله تعالى: ﴿وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۝﴾ (پ۲۰، القصص:۵۱) وقال عزّ وجلّ في المبهم المجمل والتوحيد المفصل: ﴿الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ۝﴾ (پ۱۱، هود:۱) فهذه ثلاثة أسماء الله لطيف رحيم وقيل بل هي حروف من اسم وهو الرحمن ثم أظهر السبب فقال كتاب أحكمت آياته يعني بالتوحيد ثم فصلت أي بالوعد والوعيد ثم قال من لدن حكيم أي للأحكام خبير أي بالأحكام خبير بالتفصيل للحلال والحرام ألا تعبدوا إلا الله هذا هو التوحيد الذي أحكمه أنني لكم منه نذير وبشير هذا هو الوعد والوعيد الذي أعمله فمن المختصر للإيجاز قوله تعالى: ﴿وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۵۹) ففي هذا مختصر ومحذوفان فالمضمر قوله مبصرة المعنى آية مبصرة فأضمر ومحذوفاه قوله فظلموا بها المعنى ظلموا أنفسهم بالتكذيب بها فاختصرت كلمتان من كلمتين للإيجاز ومثله قوله: ﴿وَ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ﴾ (پ۳، البقرة: ۲۵۹) الخواء الخلاء

والعروش السقوف وهو جمع عرش فكيف تكون خاوية من العروش والعروش موجودة فيها ، فهذا من المختصر المحذوف ومعناه وهي خاوية من ثمرها أو من أهلها واقعة على عروشها ومثله قوله تعالى: ﴿وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۷۷) حذف الفعل وأقيم الاسم مقامه فالمعنى فيه ولكن البرّ برّ من آمن بالله وقد يكون من المبدل فيكون المحذوف هو اسم أبدل الفعل مكانه ولكن البر من آمن بالله فلمّا كان البر وصفه أقيم مكانه ومثل معنى الأوّل قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾ (پ۱، البقرة: ۹۳) أي حب العجل، ومن ذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ﴾ (پ۱۵، الكهف:۷۴) ولم يذكر قتله والمعنى بغير نفس قتلها فحذف الفعل ومثله أنه من قتل نفساً بغير نفس أو فساد في الأرض أضمر قوله بغير نفس قتلها أو بغير فساد في الأرض فاكتفى عنه بذكر غير الأولى وكذلك قوله: ﴿مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (پ۳، ال عمران:۸۳) معناه ومن في الأرض وكذلك قوله: ﴿فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِؕ﴾ (پ۳۰، التين:۷) هو متصل بقوله سبحانه: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ (پ۳۰، التين:۴) وفصل بينهما النعت والاستثناء والمعنى فما يكذبك بعد هذا البيان أيها الإنسان بالديانة فأي شيء يحملك على التكذيب بأن تدين الله تعالى وهو أحكم الحاكمين ومن المبدل المضمر أيضاً: ﴿اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائيل:۷۵) المعنى ضعف عذاب الأحياء وضعف عذاب الموتى فأضمر ذكر العذاب وأبدل الأحياء والموتى بذكر الحياة فأقام الوصف مقام الاسم، ويصلح أيضاً أن يترك الوصف على لفظه ويضمر أهل فيكون ضعف عذاب أهل الحياة وضعف عذاب أهل الممات كما أضمر أهل في ذكر القرية وذكر العير فقال: ﴿وَ سْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ كُنَّا فِیْهَا وَ الْعِیْرَ الَّتِیْۤ اَقْبَلْنَا فِیْهَا﴾ (پ۱۳، يوسف:۸۲) والمعنى: واسأل أهل القرية وأسأل أهل العير ، ومن هذا المعنى قوله تعالى: ﴿ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (پ۹، الاعراف:۱۸۷) هو من المبدل المضمر، فمبدله ثقلت ومعناه خفيت ، أبدل بدلالة المعنى عليه لأن الشيء إذا خفي علمه ثقل وكذلك قوله في السموات معناه على ومضمر أهل والمعنى خفيت على أهل السموات وأهل الأرض لا تأتيكم إلا بغتة يعني فجأة ، ومنه قوله عزّ وجلّ: ﴿تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ﴾ (پ۱۳، يوسف:۸۵) فيه مضمر ومحذوف ، فمحذوفه تزال ؛ ومضمره لا التي هي جواب القسم، والمعنى: قالوا تالله لا تزال تفتؤا تذكر يوسف فأضمرت لا وأبدلت تزال بقوله تفتؤا وهي من مختصر الكلام وفصيحه وبليغه وهي لغة لبعض العرب وفي القرآن من كل لغة.

ومن هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ (پ۲۷، الواقعة:۸۲) وقوله سبحانه: ﴿بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (پ۱۳، ابراهيم:۲۸) معناه تجعلون شكر رزقكم أنكم تكذبون وكذلك بدلوا شكر نعمة الله كفراً بها ومثله ﴿فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا﴾ (پ۱۷، الحج:۴۵) ﴿وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا﴾ (پ۱۷، الحج:۴۸) معناه أهل قرية مثل قوله: ﴿وَ سْــٴَـلِ الْقَرْیَةَ﴾ (پ۱۳، يوسف:۸۲) المعنى أهل العير والعير هي الإبل المجهولة وهذا الذي تسميه النحويون المجاز، وهكذا قوله: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائيل:۹) معناه للطريقة التي هي أقوم ، ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائيل:۵۳) أي يقولوا الكلمة التي هي أحسن ومثل هذا قوله: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۹۶) أي بالكلمة أو بالفعلة التي هي أحسن ومثل قوله: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى﴾ (پ۱۷، الانبياء:۱۰۱) أي الكلمة الحسنى والوجه الآخر أن الحسنى اسم لا نعت فمعناه الجنة وهكذا قوله: ﴿عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَ﴾ (پ۱، البقرة:۱۰۲) أي على عهد ملك سليمان فأضمر قوله عهد، ومثل قوله: ﴿وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ﴾ (پ۴، ال عمران:۱۹۴) أي على ألسنة رسلك فأضمر ألسنة ومن المكنّى المضمر قوله تعالى: ﴿وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ﴾ (پ۱۵، الكهف:۶۳) أضمر الحوت وذكره واسم موسى للاختصار والمعنى ، وما أنساني ذكر الحوت لك إلا الشيطان ومثله قوله: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (پ۳۰، القدر: ۱) أي أنزلنا القرآن فكنّى عنه ولم يتقدّم له ذكر وكذلك قوله: ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ (پ۲۳، ص:۳۲) يعني توارت الشمس بحجاب الليل فكنّي عنها ولم يجر لها ذكر

ومثله وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَ مَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ﴾ (پ۲۴، حم السجدة:۳۵) أي الكلمة الطيبة أو الفعلة التي هي أحسن وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ﴾ (پ۲۰، القصص:۸۰) يعني كلمة الزهد في الدنيا ومقالة الترغيب والرغبة في الأخرة عائد على قوله تعالى: ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ﴾ (پ۲۰، القصص:۸۰) أي هذه المقالة ومن المبدل المختصر قوله عزّ وجلّ: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ﴾ (پ۲، البقرة: ۲۰۶) معناه حملته العزة على الإثم أي حمله التعزز والأنفة على الإثم ولم يبال فأخذته بمعنى حملته بالإثم بمعنى على الإثم.

ومن هذا قوله: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ﴾ (پ۳، البقرة: ۲۵۵) أي لا تحمله سنة ولا نوم لأن السنة تحمل العبد أي تذهب به عن التيقظ ومن المنقول المنقلب قوله عزّ وجلّ: ﴿يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ﴾ (پ۱۷، الحج:۱۳) اللام في لمن منقولة والمعنى يدعو من لضره أقرب من نفعه ومثله: ﴿لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ﴾ (پ۲۰، القصص:۷۶) معناه لتنوء العصبة بها أي لتثقل بحملها لثقلها عليهم ومثله قوله: ﴿وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ﴾ (پ۳۰، التين:۲) سلام على آل ياسين وهو مما قلب اسمه لازدواج الكلم المعنى طور سينا وسلام على الياسين قيل إدريس لأن في حرف ابن مسعود سلام على إدريس ونحوه جعلوا القرآن عضين أي أعضاء كأنهم عضوه فأمنوا ببعض وكفروا ببعض وبمعناه وجعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت المعنى وجعل منهم عبد الطاغوت ويصلح أن يكون معطوفاً على قوله: ﴿مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ﴾ (پ۶، المائدة:۶۰). ومن ﴿عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ﴾ (پ۶، المائدة:۶۰) ومن قرأ الطاغوت بالكسر فإنه يجعل عبد أسماً وأضافه إلى الطاغوت بمعنى وعبدة وعباد وفيه خمس لغات أخرى عباد الطاغوت وعبد الطاغوت وعبدة الطاغوت وعباد الطاغوت وعبد الطاغوت، وأما عبد الطاغوت نصباً فهو بمعنى الفعل من العبادة ومن المضمر المختصر أيضاً قوله عزّ وجلّ: ﴿اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ﴾ (پ۱۲، هود:۶۰) ضميره إحدى كلمتين كفروا نعمة ربهم كفروا توحيد ربهم فأضمر للاختصار وانتصاب الاسم لسقوط الخافض وفيها وجه غريب إلاّ أنه محمول على المعنى لأنه أي غطوا ربهم التغطية أي غطوا آياته وما دعا إليه من الحق والمعنى كفرهم أي غطى عليهم بما غطوا ربهم هكذا حقيقة في التوحيد إذ الأولية في كل فعل منه وهم ثوان فيما بعد فهو بمعنى قوله: ﴿وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ (پ۷، الانعام:۹) اللبس التغطية.

ومنه قوله: ﴿اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ (پ۲۰، العنكبوت:۴۱) ما نعبدهم مضمره يقولون ما نعبدهم ومثله فظلتم تفكرون إنّا لمغرمون أي يقولون إنّا لمغرمون وعلى هذا المعنى وجه قوله: ﴿فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ﴾ (پ۵، النساء:۷۸، ۷۹) المعنى فيه يقولون: ما أصابك على معنى الإخبار عنهم والذم لهم فهلكت بذلك القدرية لجهلهم بعلم العربية فظنوا أنه ابتداء شرع وبيان من الله عزّ وجلّ وقد أحكم الله عزّ وجلّ ابتداء شرعه وبيانه بأوّل الاية في قوله: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ﴾ (پ۵، النساء:۷۸) وقد كان ابن عباس يقول إذا اشتبه عليكم شيء من القرآن فالتمسوه في كلام العرب فإن الرجل يتلو الآية فيعيا بوجهها فيكفره وقرأتها في مصحف عبد الله بن مسعود فما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً قالوا ما أصابك من حسنة فهذا كما أنبأتك وقد رأيت في مصحف عبد الله والذين اتخذوا من دونه أولياء قالوا ما نعبدهم فهذا من ذلك، ومن المضمر قوله تعالى: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۶۰) ليس أنه يجعل من البشر ملائكة ولكن معناه لجعلنا بدلاً منكم ملائكة ويصلح لجعلنا بدلكم بمعنى منكم، ومن المبدل له قوله عزّ وجلّ: ﴿وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۱) اللام بدل من الباء المعنى وهم بها سابقون لأنهم لو سبقوها لفاتتهم. وعلى هذا المعنى قال بعضهم إن قوله عزّ وجلّ: ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ﴾ (پ۹، الاعراف:۱۴۳) أي بالجبل كان الجبل حجاباً لموسى فكشفه عنه فتجلّى به كما قال من الشجرة أن يا موسى إنني أنا الله فكانت الشجرة وجهة لموسى كلمه الله عزّ وجلّ منها ومثله: ﴿وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫﴾ (پ۱۶، طه:۷۱) معناه على جذوع، وكذلك:

﴿فَلَا تَجۡعَلۡنِیۡ فِی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۹۴) معناه أي مع القوم وبمعناه: ﴿اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ یَّسۡتَمِعُوۡنَ فِیۡهِ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۸) أي عليه ويصلح به وكذلك قوله: ﴿مُسۡتَكۡبِرِیۡنَ ۖ بِهٖ﴾ (پ۱۸، المؤمنون:۶۷) أي عنه يعني عن القرآن، فعلى هذا مجاز قوله تعالى: ﴿فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِیۡرًا﴾ (پ۱۹، الفرقان:۵۹) أي سل عنه، فحروف العوامل يقوم بعضها مقام بعض، ومثله قوله: ﴿اَلسَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ (پ۲۹، المزمل:۱۸) أي فيه يعني في اليوم مثله: ﴿لِئَلَّا یَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡكُمۡ حُجَّةٌ ٭ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا﴾ (پ۲، البقرة:۱۵۰) معناه ولا الذين ظلموا فأبدلت إلا بقوله ولا يجوز أن تكون إلا مستأنفة بمعنى لكن الذين ظلموا متصلة بخبرها من قوله: ﴿فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۵۰) فهو بمعنى قوله: ﴿اِنِّیۡ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ٭ اِلَّا مَنۡ ظَلَمَ﴾ (پ۱۹، النمل:۱۰-۱۱) أي لكن من ظلم ثم بدل حسناً بعد سوء فيكون مبتدأ لذكر خبرها بعد وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَ لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِكُمۡ﴾ (پ۴، النساء:۲) أي مع أموالكم وكذلك قوله: ﴿وَ اَیۡدِیَكُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ﴾ (پ۶، المائدة:۶) أي مع المرافق لأنها داخلة في الغسل والحروف العوامل تنوب بعضها عن بعض ولو أظهر مثل هذا المضمر ووصل مثل هذا المحذوف لكانت القراءة ضعيفة.

ومن الموصول المكرر للبيان والتوكيد قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ مَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) قوله له: ﴿اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) مردود ردّه للتوكيد والإفهام كأنه لما طال الكلام أعيد ليقرب من الفهم والمعنى ما يتبع الذين يدعون من دون الله شركاء ﴿اِلَّا الظَّنَّ﴾ (پ۱۱، يونس:۶۶) أي أتباعهم الشركاء ظن منهم غير يقين ونحوه من المكرر المؤكد ﴿قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ﴾ (پ۹، الاعراف:۷۵) اختصاره الذين استكبروا لمن أمن من الذين استضعفوا فلما قدم الذين استضعفوا وكان المراد بعضهم كرر المراد باعادة ذكر من أمن منهم للبيان ومثله: ﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوۡهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ٭ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ﴾ (پ۱۴، الحجر:۵۹، ۶۰) فأدخل الاستثناء على الاستثناء وهو يطول في كلامهم لأنه أراد بالنجاة بعض الآل فلما أجملهم أخرج مستثنى من مستثنى وفي هذا دليل أن الأزواج من الآل لأنه استثنى امرأته من أله ومن المكرر للتوكيد قوله تعالى: ﴿فَلَمَّاۤ اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) مختصره فلما أراد يبطش وقد قيل أن هذا من المختصر المضمر مما أضمر فيه الاسم وحذف منه الفعل وهو غريب، فيكون تقديره فلما أن أراد الإسرائيلي أن يبطش موسى: ﴿بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) فلم يفعل ﴿قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۹) فهذا حينئذ من أخصر الكلام وأوجزه ومن المكرر المؤكد قوله عزّ وجلّ: ﴿فَیَنۡظُرُوۡا كَیۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیۡنَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡا هُمۡ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً﴾ (پ۲۴، المؤمن:۲۱) مفهومه وجائزه فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم كانوا أشدّ منهم قوّة فوصل بمن ووكد فكان هم أشد، وقراءتها في مصحف ابن مسعود عاقبة الذين من قبلهم كانوا أشدّ قوّة ليس فيها كانوا ولا قوله هم وبمعناه وإن قصر قوله تعالى: ﴿لَجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۳۳) هذا مما طول للبيان والمعنى لجعلنا البيوت من يكفر بالرحمن فلما قدم من وهي أسماء من يكفر أعيد ذكر البيوت مؤخراً ومن المكني المبهم المشتبه قوله عزّ وجلّ: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۵) الشيء في هذا الموضع الإنفاق مما رزق الله وقوله تعالى: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۶) فالشيء في هذا الموضع الأمر بالعدل والاستقامة على الهدى وكذلك قوله: ﴿فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ﴾ (پ۱۵، الكهف:۷۰) الشيء في هذا الموضع وصف مخصوص من وصف الربوبية من العلم الذي علمه الخضر عليه السلام من لدنه لا يصلح أن يسأل عنه حتى يبتدئ به فلذلك كني عنه وكذلك العلم على ضربين: ضرب لا يصلح أن يبتدأ به حتى يُسأل عنه وهو مما لا يضيق علمه فلذلك وسع جهله وحسن كتمه، وعلم لا ينبغي أن يُسأل عنه من معنى صفات التوحيد ونعوت الوحدانية لا يوكل إلى العقول بل يخص بها المراد المحمول فعلم الخضر الذي شرط على موسى

عليهما السلام أن لا يسأل عنه حتى يبادئه به من هذا النوع والله غالب على أمره وقوله عزّ وجلّ: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۵) يعني الله تعالى أي كيف يكون خلق من غير خالق ، ففي وجودهم ثبوت خالق فهم دلالة عليه أنه خلقهم، ورويناه ذلك عن ابن عباس وعن زيد بن علي رضي الله عنهما قالا في قوله عزّ وجلّ: ﴿مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ (پ۲۷، الطور:۳۵) أي من غير رب كيف يكون خلق من غير خالق وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ﴾ (پ۱۴، النحل:۷۱) فالبعض الأوّل المفضل في الرزق هم الأحرار والبعض الآخر المفضول هم المماليك ومثله قوله تعالى: ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ (پ۲۶، ق:۲۳) قرنه هذا هو الملك الموكل بعلمه أحضر ما عنده مما علمه من فعله، وقوله عزّ وجلّ: ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ﴾ (پ۲۶، ق:۲۷) قرينه هذا هو شيطانه المقرون به ومثله قوله تعالى: ﴿وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ﴾ (پ۹، الاعراف:۲۰۲) الهاء والميم المتصلة بإخوان أسماء الشياطين والهاء والميم المتصلة بيَمُدُّونَ أسماء المشركين أي الشياطين إخوان المشركين يمدّون المشركين في الغيّ ولا يقصرون عنهم في الإمداد وبمعنى هذا قوله تعالى: ﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۰) الهاء الأولى المتصلة بِيَتَوَلَّوْنَ كناية عن إبليس والهاء المتصلة بالباء من قوله هم به هي اسم الله عزّ وجلّ وقد قيل أيضاً إنها عائدة على إبليس أيضاً فيكون المعنى هم به قد أشركوا في التوحيد أي أشركوه بعبادة الله عزّ وجلّ ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا﴾ (پ۳۰، العاديات:۴-۵) الهاء الأولى كناية عن الحوافر وهنّ الموريات قدحاً يعني الخيل تقدح بحوافرها فتوري النار فأثرن به أي بالحوافر النقع يعني التراب والهاء الثانية كناية عن الإغارة فوسطن أي توسطن به بالإغارة وهنّ المغيرات صبحاً وسطن جمع المشركين أغاروا عليهم بجمعهم والمشركون غارون وبهذا المعنى قوله عزّوجلّ: ﴿فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ (پ۸، الاعراف:۵۷) الهاء الأولى عائدة على السحاب أي أنزلنا بالسحابة الماء وفي قوله به مبدل ومكني ، فالمكني هو ما ذكرناه من أسماء السحاب والمبدل أن به بمعنى منه ومثل هذا قوله: ﴿يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ﴾ (پ۲۹، الدهر:۶) أي منها وهو صريح قوله في المفسر: ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا﴾ (پ۳۰، النبا:۱۴) يعني السحاب وهو قوله: ﴿سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ (پ۸، الاعراف:۵۷) وقوله وقوله في الهاء الثانية أخرجنا به من كل الثمرات يعني بالماء فجمع بين اسم السحاب والماء بالهاء فأشكل ومن البيان الثاني والثالث للخطاب المجمل قوله تعالى: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۸۵) فلم يفهم إلا أن القرآن أنزل في شهر رمضان ولم يدر أنهاراً أنزل فيه أو ليلاً. فقال في البيان الثاني: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ (پ۲۵، الدخان:۳) فلم يفهم منه إلا أنه أنزل منه ليلاً في ليلة مباركة ولم يدر أي ليلة هي فقال في البيان الثالث :﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (پ۳۰، القدر: ۱) فهذا غاية البيان وبمعناه قوله تعالى: ﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ﴾ (پ۲۰، القصص:۱۴) .

فهذا البيان الأوّل زيادة على الأشد وهو الوصف إلاّ أنه غير مفسر ثم قال في البيان الثاني: ﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ (پ۲۶، الاحقاف:۱۵) ففسّر الأشد بالأربعين إذا كانت الواو للمدح والوصف في أحد الوجهين ومعناه الجمع قوله تعالى: ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ﴾ (پ۳۰، العصر:۱، ۲) معناه أن الناس لفي خسر أي لفي خسران لقوله: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (پ۱۶، مريم:۹۶) ولا يستثنى جماعة من واحد وإنما يستثنى جماعة من جماعة أكثر منهم وإنما وحد الاسم للجنس وكذلك قوله تعالى: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۶) معناه يا أيها الناس إنكم كادحون دل عليه قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۷) ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۰) وإنما وحد النعت

لتوحيد الاسم وكذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۷۲) معناه حملها الناس كلهم وهذا أحب الوجهين إليّ لقوله عزّ وجلّ: ﴿لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ ﴾ (پ۲۲، الاحزاب:۷۳) ومثله قوله عزّ وجلّ: ﴿وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ﴾ (پ۲۵، الشوریٰ:۴۸) معناه وإنا إذا أذقنا الناس منا رحمة فرحوا بها فلما وحد الاسم وحد نعته دل عليه قوله تعالى: ﴿وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ﴾ (پ۲۵، الشوریٰ:۴۸) فأظهر الجمع ومن الجمع المراد به الواحد قوله عزّ وجل: ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ (پ۱۹، الشعراء:۱۰۵) يعني نوحاً وحده لأنه لم يرسل إلى قوم نوح غيره ودلّ عليه قوله تعالى: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ﴾ (پ۱۹، الشعراء:۱۰۶) فوحّد الجمع ومثله فما أوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء يعني بذلك النبي (صلى الله عليه وسلم) وحده يوم خيبر ومن الجمع المكني قوله عزّ وجلّ: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (پ۲۴، المؤمن:۵۷) يعني في هذا الموضع الدجال ونزل ذلك في الذكر الدجال واستعظامهم لوصفه وكذلك قوله تعالى: ﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ ﴾ (پ۴، اٰل عمران:۱۷۳) يعني رجلاً واحداً قاله لهم وهو عروة بن مسعود الثقفي ، فجمع لفظه لأجل جنسه والعرب تجمع الواحد للجنس ، وكذلك قيل في أحد الوجوه إن قوله عزّ وجلّ: ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (پ۲، البقرة: ۱۹۹) يعني آدم (صلى الله عليه وسلم) وحده وهو أوّل من طاف بالبيت وأتاه جبريل وأشعر له المناسك وقد قرأت في بعض حروف السلف من حيث أفاض آدم فهذا شاهد له ومن المقدم والمؤخر لحسن تأليف الكلم ومزيد البيان والإظهار قوله عزّ وجلّ: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۶) اختصاره ومؤخره من كفر بالله بعد ايمانه وشرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان ولكن وكد بقوله ولكن من شرح بالكفر صدراً لما استثنى المكره وقلبه مطمئن بايمان ولم يجعل المكره أخر الكلام لئلا يليه قوله: ﴿فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۶) فيتوهم انه خبره وجعل أخر الكلام فعليهم غضب من الله وهو في المعنى مقدم خبر الأوّل من قوله من كفر بالله من بعد إيمانه فأخر ليليه قوله تعالى: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۰۷) لأنه من وصفهم فيكون هذا أحسن في تأليف الكلام وسياق المعنى وكذلك قوله تعالى: ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۸۸) هذا من المعطوف المضمر ومن المقدم والمؤخر فعاطفه قوله وعنده علم الساعة وضميره قوله وعلم قيله والمعنى وعنده علم الساعة وعلم قيله يا ربّ هذا على حرف من كسر اللام فأما من نصبها فإنه مقدم أيضاً ومحمول على أن المعنى أي وعنده علم الساعة ويعلم قيله يا ربّ ، فأما من رفع اللام فقرأ وقيله فتكون مستأنفة على الخبر وجوابها الفاء من قوله: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ (پ۲۵، الزخرف:۸۹) أي قوله إن هؤلاء قوم لا يؤمنون فاصفح عنهم، وقد تكون الواو في قوله وقيله للجمع مضمومة إلى علم الساعة والمعنى وعنده علم الساعة وعنده قيله يا رب جمع بينهما بعند فهذا مجاز هذه المقارى الثلاث في العربية ومما حمل على المعنى قوله عزّ وجلّ: ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا ﴾ (پ۷، الانعام :۹۶) ثم قال: ﴿وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ﴾ (پ۷، الانعام :۹۶) فلو لم يحمل على المعنى لكانت الشمس والقمر خفضاً إتباعاً للفظ قوله فالق وجاعل ولكن معناه وجعل الشمس والقمر حسباناً وهي على قراءة من قرأ وجعل الليل سكناً متبعة لجعل ظاهر أو بمعناه قوله تعالى: ﴿وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ ﴾ (پ۶، المائدة:۶) في قراءة من نصب اللام محمولاً على معنى الغسل من قوله عزّ وجلّ: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ ﴾ (پ۶، المائدة:۶) أيضاً، ومن قرأ وأرجلكم خفضاً حمله على إتباع الإعراب من قوله عزّ وجلّ: ﴿بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلِكُمْ ﴾ (پ۶، المائدة:۶) فأتبع الإعراب بالإعراب قبله لأن مذهبه

الغسل لا المسح واختيارنا نصب اللام في المقروء على نصب الغسل واتباع الوجه واليدين إلا أنه روي عن ابن عباس وأنس بن مالك نزل القرآن بغسلين ومسحين وسنّ رسول الله (صلى الله عليه وسلم) غسل الأقدام فنحن نفعل كما فعل.

وقوله عزّ وجلّ: ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ (پ۱۶، طه:۱۲۹) من المقدم والمؤخر، فالمعنى فيه ولولا كلمة سبقت من ربك وأجل مسمى لكان لزاماً وبه ارتفاع الأجل ولولا ذلك لكان نصباً كاللزام فأخر لتحسين اللفظ وبمعناه قوله عزّ وجلّ: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾ (پ۹، الاعراف:۱۸۷) المعنى يسألونك عنها كأنك حفيّ بها أي ضنين بعلمها ومثله قوله تعالى: ﴿اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا﴾ (پ۱، البقرة:۱۰۶) أي نأت منها بخير فقدم بخير وأخر منها فأشكل ومن المؤخر بعد توسط الكلام قوله عزّ وجلّ: ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۱۹) في قراءة من وحد الفعل هو متصل بقوله عزّ وجلّ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا﴾ (پ۳۰، الانشقاق:۶) لتركبن طبقاً عن طبق أي حالاً بعد حال في البرزخ فأخر الأحوال للقرار في الدار وكذلك هو في قراءة من جمع فقال لتركبن أيها الناس فيكون الإنسان في معنى الناس كما ذكرناه آنفاً، ويكون الجمع عطفاً على المعنى وإنما وحد للجنس فكأنه قال يا أيها الناس لتركبن طبقاً عن طبق فأخر هذا الخبر لما توسطه من الكلام المتصل بالقصة ومعناه التقديم. ومثل هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) وقوله: ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (پ۵، النساء:۸۳) هو متصل بقوله: ﴿لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) إلاّ قليلاً وأخر الكلام: ﴿لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) وقد قيل إن قوله إلا قليلاً مستثنى من الأول في قوله: ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ﴾ (پ۵، النساء:۸۳) إلّا قليلاً منهم وفي هذا بعد والأول أحب إليّ، وعلى هذا المعنى قرأ ابن عباس في رواية عنه لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم جعله متصلاً بقوله تعالى: ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ (پ۵، النساء:۱۴۷) إلا من ظلم وصار آخر الكلام لا يحب الله الجهر بالسوء من القول فاصلاً ومثل هذا قوله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۳) إنما هو من صلة قوله: ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۲) إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض.

وكذلك قوله في أوّل السورة: ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (پ۱۰، الانفال:۷۴) كما أخرجك ربك من بيتك بالحق ليس هذا من صلة الكلام إنما هو مقدم ومتصل في المعنى بقوله: ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (پ۹، الانفال:۱) و ﴿كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ﴾ (پ۹، الانفال:۵) أي فصارت أنفال الغنائم لك إذ أنت راضٍ بإخراجك وهم كارهون فاعترض بينهما الأمر بالتقوى والإصلاح والوصف بحقيقة الإيمان والصلاح فأشكل فهمه، وعلى هذا قوله عزّ وجلّ: ﴿حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ﴾ (پ۲۸، الممتحنة:۴) إنما هو موصول بقوله تعالى: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ ﴿اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ﴾ (پ۲۸، الممتحنة:۴) لأنها نزلت في قولهم فقد استغفر إبراهيم لأبيه وهو مشرك عند قوله: لأستغفر لك ربّي فقالوا: فهلا نستغفر لآبائنا المشركين، فنزلت هذه الآية ليستثني القدوة في إبراهيم في هذا ثم نزلت الآية الأخرى معذرة له أوعده إياه إلى أن علم موته على الكفر فقال وما كان استغفار إبراهيم لأبيه إلا عن موعدة وعدها إياه الآية،

وكذلك قوله عزّ وجلّ: ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ﴾ (پ۶، المائدة:۳) وهذا متصل بقوله: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ (پ۱۴، النحل:۱۱۵) إلى آخر المحرمات، ثم قال: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ﴾ (پ۶، المائدة:۳) يعني مجاعة ومثل ما ذكرناه من علم القرآن كثير وإنما نبهنا بيسير على كثير ودللنا بنكت على جم غفير ليستدل بما ذكرناه على نحوه ويتطرق به إلى مثله وهذا كله على ضروب كلام العرب ومعاني استعمالهم ووجوه استحسانهم أنه في كلامهم المطوّل للبيان والمختصر للحفظ والمقدم والمؤخر للتحسين وكله فصيح بليغ، لأن وصف البلاغة عندهم رد الكثير المنثور إلى القليل المجمل وبسط القليل

المجمل إلى المبثوث المفسر فالمقصر من الكلام عندهم مع الحاجة إلى المعاني المتفرقة عجز والمطول منه مع الاكتفاء بالمعنى الجامع منه عيّ. فلما خاطبهم بكلامهم أفهمهم بعقولهم ومستعملاتهم ليحسن ذلك عندهم فيكون حجة عليهم من حيث يعقلون لأنه أمرهم بما يعلمون وما يستحسنون حكمة منه ولطفاً. فذلك أيضاً على هذه المعاني يفهم الخصوص من مكانهم ومشهدهم على علوّ مقامهم في مكان ما أظهر لهم من العلم به ونصيب ما قسم لهم من العقل عنه. فهم متفاوتون في الأشهاد والفهوم حسب تفاوتهم في الأنصبة من العقول والعلوم إذ القرآن عموم وخصوص ومحكم ومتشابه وظاهر وباطن؛ فعمومه لعموم الخلق، وخصوصه لخصوصهم وظاهره لأهل الظاهر وباطنه لأهل الباطن والله واسع عليم.

فهدى الله الذين آمنوا لما اختلفوا فيه من الحق بإذنه فإذا صفا القلب بنور اليقين وأيد العقل بالتوفيق والتمكين وتجرد الهم من التعلق بالخلق وتأله السر بالعكوف على الخالق وخلت النفس من الهوى سرت الروح فجالت في الملكوت الأعلى كشف القلب بنور اليقين الثاقب ملكوت العرش عن معاني صفات موصوف وأحكام خلاق مألوف وباطن أسماء معروف وغرائب علم رحيم رؤوف فشهد عن الكشف أوصاف ماعرف فقام حينئذ بشهادة ما عرف فكان ممن قال سبحانه: ﴿يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓىٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖؕ﴾ (پ۱، البقرة: ۱۲۱) فحق التلاوة للمؤمنين لأنه إذا أعطاه حقيقة من الإيمان أعطاه مثلها من معناه ومعدنها حقيقة من مشاهدة، فكانت تلاوته عن مشاهدة وكان مزيده عن معنى تلاوته وكان ذلك على معيار حقيقة من إيمانه كما قال: ﴿وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا﴾ (پ۹، الانفال: ۲) ﴿اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ﴾ (پ۹، الانفال: ۴) فيكون العبد بوصف من نعت بالحضور والإنذار وخص بالمزيد والاستبشار في قوله عزّ وجلّ: ﴿فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ۝﴾ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۹) وفي قوله عزّ وجلّ: ﴿فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۝﴾ (پ۱۱، التوبة: ۱۲۴) ويكون من نعت من مدحه بالعلم وأثنى عليه بالرجاء وصفه بالخوف في قوله تعالى: ﴿یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ یَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَؕ﴾ (پ۲۳، الزمر: ۹) وقال عزّ وجلّ: ﴿یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا٘﴾ (پ۲۱، السجدة: ۱۶) فكان هذا من أهل الله وخاصته ومن محبيه وخالصته.

كما روينا عن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) أهل القرآن أهل الله وخاصته من خلقه وقال ابن مسعود لا على أحدكم أن يسأل عن نفسه إلا القرآن فإن كان يحب القرآن فهو يحب الله وإن لم يكن يحب القرآن فليس يحب الله وهذا كما قال لأنك إذا أحببت متكلماً أحببت كلامه وإذا كرهته كرهت مقاله. وقال أبو محمد سهل: من علامة الإيمان حب الله عزّوجلّ، ومن علامة حب الله حب القرآن ومن علامة حب القرآن حب النبي (صلى الله عليه وسلم)، وعلامة حب النبي (صلى الله عليه وسلم) اتباعه، وعلامة اتباعه الزهد في الدنيا. وحدثونا عن بعض المريدين قال: كنت في جدة إرادتي قد لهجت بتلاوة القرآن ثم رهقتني فترة فبقيت أياماً لا أقرأ فهتف بي هاتف من قبل الله عزّ وجلّ: إن كنت تحبني فلم جفوت كتابي أما ترى ما فيه من لطيف عتابي وقال بعض العارفين لا يكون المريد مريداً حتى يجد في القرآن كل ما يريد ويعرف منه النقصان والمزيد ويستغني بالمولى عن العبيد وأقل ما قيل في العلوم التي يحويها القرآن من ظواهر المعاني المجموعة فيه أربعة وعشرون ألف علم وثمانمائة علم إذ لكل آية علوم أربعة: ظاهر، وباطن، وحد، ومطلع، وقد يقال إنه يحوي سبعة وسبعين ألف علم ومائتين من علوم إذ لكل كلمة علم وكل علم وصف فكل كلمة تقتضي صفة وكل صفة موجبة أفعالاً حسنة وغيرها على معانيها فسبحان الفتّاح العليم.

تفصیلی فہرست

مآخذ و مراجع

نمبرشمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ ھ
2	کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان، متوفی ۱۳۴۰ ھ	مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۲ ھ
3	التفسیر من سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور بن شعبة الخراساني، المروزي، متوفی ۲۲۷ ھ	المکتبۃ الشاملۃ
4	تفسیر الطبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ ھ
5	مفرداتُ الفاظ القرآن	ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفهانی، متوفی ۵۰۲ ھ	دارالقلم، دمشق ۱۴۱۶ ھ
6	تفسیر البغوی	امام ابو محمد الحسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ ھ
7	تفسیر الکشاف	جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۲۸ ھ	مکتبۃ الاعلام الاسلامی ۱۴۱۴ ھ
8	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ ھ
9	التبیان فی آداب حملة القرآن	امام ابی زکریا یحیی بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ ھ	دار ابن حزم، بیروت
10	تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ ھ
11	غرائب القرآن ورغائب الفرقان	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ ھ
12	تفسیر الخازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ ھ	المطبعۃ المیمنیۃ، مصر ۱۳۱۷ ھ
13	تفسیر القرآن العظیم	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ ھ
14	نشر طی التعریف	ابو حامد جمال الدین محمد بن عبد الرحمن الشافعی، متوفی ۷۸۲ ھ	المکتبۃ الشاملۃ
15	الجلالین مع حاشیۃ الجمل	امام جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۳ ھ وامام جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ ھ	باب المدینہ کراچی
16	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۰۳ ھ
17	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۳ ھ
18	البرھان فی علوم القرآن	امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی، متوفی ۷۹۴ ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ ھ
19	تفسیر روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ ھ
20	البحر المدید	احمد بن محمد بن المهدي ابن عجيبه الحسني، متوفی ۱۲۲۴ ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ ھ
21	حاشیۃ الصاوی	احمد بن محمد صاوی مالکی خلوفی، متوفی ۱۲۴۱ ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۱ ھ
22	روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ ھ

نمبر	کتاب	مصنف	مطبوعہ
23	خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی، متوفی ١٣٦٧ھ	مکتبۃ المدینہ ١٤٣٢ھ
24	کوثر الخیرات	حضرت علّامہ مولانا محمد اشرف سیالوی	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
25	کتاب الجامع	امام حافظ معمر بن راشد ازدی، متوفی ١٥٣ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ
26	مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی حمیری متوفی ١٧٩ھ	دار المعرفہ بیروت ١٤٢٠ھ
27	مسند الطیالسی	امام سلیمان بن داود بن جارود طیالسی، متوفی ٢٠٣ھ	دار المعرفہ، بیروت
28	المصنف	امام حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام، متوفی ٢١١ھ	دار الکتب العلمیہ ١٤٢١ھ
29	سنن سعید بن منصور	سعید بن منصور بن شعبۃ الخراساني المروزي، متوفی ٢٢٧ھ	دار الصمیعی، ریاض ١٤٢٠ھ
30	المسند	ابو الحسن علی بن الجعد بن عبید الجوہری البغدادی، متوفی ٢٣٠ھ	مؤسسۃ نادر بیروت ١٤١٠ھ
31	المصنف لابن ابی شیبۃ	حافظ عبد اللہ محمد بن ابی شیبۃ عبسی، متوفی ٢٣٥ھ	دار الفکر بیروت ١٤١٤ھ
32	المسند	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ٢٤١ھ	دار الفکر بیروت ١٤١٤ھ
33	المسند	ابو عوانۃ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی، متوفی ٢٤١ھ	دار المعرفہ بیروت
34	سنن الدارمی	امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی، متوفی ٢٥٥ھ	دار الکتاب العربی بیروت ١٤٠٧ھ
35	صحیح البخاري	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ٢٥٦ھ	دار الکتب العلمیہ ١٤١٩ھ
36	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، متوفی ٢٦١ھ	دار ابن حزم ١٤١٩ھ
37	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید القزوینی الشہیر بابن ماجہ، متوفی ٢٧٣ھ	دار المعرفہ بیروت ١٤٢٠ھ
38	سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ٢٧٥ھ	دار احیاء التراث العربی ١٤٢١ھ
39	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی، متوفی ٢٧٩ھ	دار الفکر بیروت ١٤١٤ھ
40	الموسوعۃ	ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا، متوفی ٢٨١ھ	المکتبۃ العصریہ ١٤٢٦ھ
41	سنن دارقطني	امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ٢٨٥ھ	مدینۃ الاولیاء، ملتان
42	السنۃ	امام ابوبکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم، متوفی ٢٨٧ھ	دار ابن حزم بیروت ١٤٢٤ھ
43	البحر الزخار بمسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار، متوفی ٢٩٢ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ١٤٢٤ھ
44	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ٣٠٣ھ	دار الکتب العلمیہ ١٤٢٦ھ
45	السنن الکبری	امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ٣٠٣ھ	دار الکتب العلمیہ ١٤١١ھ
46	مسند ابی یعلی	شیخ الاسلام ابو یعلٰی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ٣٠٧ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤١٨ھ
47	صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق نیشاپوری شافعی، متوفی ٣١١ھ	المکتب الاسلامی ١٣٩٠ھ

#	کتاب	مصنف	مطبوعہ
48	نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی، متوفی ۳۲۰ھ	مکتبہ امام بخاری
49	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	علاء الدین علی بن بلبان الفارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
50	المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۲ھ
51	المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
52	المعجم الصغیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ
53	کتاب الدعاء	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
54	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
55	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
56	السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ
57	السنن الصغریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
58	معرفۃ السنن والاثار	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
59	جامع بیان العلم وفضلہ	حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۸ھ
60	اقتضاء العلم العمل	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۷ھ
61	المتفق والمفترق	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	المکتبۃ الشاملۃ
62	الفردوس بماثور الخطاب	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۶ھ
63	شرح السنۃ	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
64	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ
65	الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
66	اتحاف الخیرۃ المھرۃ	احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری الشافعي، متوفی ۸۴۰ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۹ھ
67	مشکاۃ المصابیح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
68	المطالب العالیۃ	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ
69	الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۵ھ
70	جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
71	جامع الاحادیث	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
72	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

#	کتاب	مصنف	مطبوعہ
73	الزهد	امام عبداللہ بن المبارک مروزی، متوفی ۱۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
74	الزهد	امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
75	الزهد	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ
76	الزهد	حافظ عبدالرحمن بن محمد ابي حاتم الرازي، متوفی ۳۲۷ھ	دارالبشائر الاسلامیہ ۱۴۲۲ھ
77	الزهد الكبير	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	موسؤالکتب الثقافیۃ ۱۴۱۷ھ
78	الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	مرکز الاولیاء ملتان
79	رفع اليدين فی الصلاة	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار ابن حزم، بیروت ۱۴۱۶ھ
80	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المرواني، متوفی ۲۸۶ھ	المكتبة الشاملة
81	المذكر والتذكير	احمد بن عمرو بن ابي عاصم الشيباني، متوفی ۲۸۷ھ	المكتبة الشاملة
82	صفة المنافق	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن الفريابي، متوفی ۳۰۱ھ	المكتبة الشاملة
83	المجالسة وجواهر العلم	حافظ ابوبکر احمد بن مروان دینوری مالکی، متوفی ۳۳۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ
84	عمل اليوم والليلة	ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی، متوفی ۳۶۴ھ	دارالکتاب العربی، بیروت
85	كتاب العظمة	ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
86	القضاء والقدر	امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	المكتبة الشاملة
87	القصاص والمذكرين	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتب الاسلامی ۱۴۰۹ھ
88	التبصرة	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۳ھ
89	التذكرة	ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دارالسلام قاہرہ ۱۴۲۹ھ
90	المدخل	ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج المالكي، متوفی ۷۳۷ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ
91	المقاصد الحسنة	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۲۵ھ
92	اللمعة فی خصائص یوم الجمعة	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ	المكتبة الشاملة
93	الحبائك فی اخبار الملائك	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ	المكتبة الشاملة
94	تحذير الخواص	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ	المكتبة الشاملة
95	الاسرار المرفوعة	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	المكتبة الشاملة
96	تأويل مختلف الحديث	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتيبة الدينوري، متوفی ۲۷۶ھ	المكتبة الشاملة
97	التمهيد	یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبي، متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

98	کشف المشکل	امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	المکتبۃ الشاملۃ
99	جامع العلوم والحکم	عبدالرحمن بن شہاب الدین بن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ	المکتبۃ الفیصلیہ مکۃ المکرمہ
100	عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
101	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ
102	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
103	شرح الزرقانی علی الموطا	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ
104	مراۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
105	نزھۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی
106	الفصول فی الاصول	امام احمد بن علی الرازی الجصاص، متوفی ۳۷۰ھ	وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ
107	الفقیہ والمتفقہ	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دارابن جوزی ۱۴۲۸ھ
108	بدائع الصنائع	ملک العلماء علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ
109	المغنی	ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد مقدسی، متوفی ۶۲۰ھ	ہجر للطباعۃ والنشر، قاہرہ ۱۴۱۳ھ
110	نصاب الاحتساب	عمر بن محمد بن عوض السنامی، متوفی ۶۹۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
111	معالم القربۃ	محمد بن محمد بن احمد بن ابی زید بن الاخوۃ القرشی، متوفی ۷۲۹ھ	المکتبۃ الشاملۃ
112	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
113	الفتاوی الھندیۃ	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام، متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الھند	دارالفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
114	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
115	فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
116	بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبہ رضویہ، کراچی
117	اخلاق النبی وآدابہ	ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبہانی، متوفی ۳۶۹ھ	دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۲۸ھ
118	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابوالفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
119	وفاء الوفاء	علی بن عبداللہ بن احمد الحسنی السمہودی الشافعی، متوفی ۹۱۱ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
120	المواہب اللدنیۃ مع الزرقانی	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
121	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
122	عیون الاخبار	ابو محمد عبداللہ بن مسلم قتیبہ دینوری، متوفی ۲۷۶ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ

123	تاریخ ابی زرعة	عبد الرحمن بن عمرو بن عبد اللہ ابوزرعة الدمشقي، متوفی ۲۸۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ ھ
124	المعرفة والتاریخ	ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوي، متوفی ۲۷۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
125	اخبار اصبہان	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	المکتبة الشاملة
126	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ ھ
127	التذکرة الحمدونیة	محمد بن الحسن بن محمد بن علی بن حمدون، متوفی ۴۹۵ھ	المکتبة الشاملة
128	تاریخ مدینہ دمشق	حافظ ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ
129	المنتظم	امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ
130	ذیل تاریخ بغداد	ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن الحسن ابن النجار، متوفی ۶۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
131	تاریخ الاسلام	شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
132	مراٰۃ الجنان وعبرة الیقظان	امام ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی الیافعی، متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
133	البدایة والنهایة	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
134	تاریخ قضاة الاندلس	ابو الحسن علي بن عبد اللہ بن محمد المالقي النباهي، متوفی ۷۹۲ھ	دار الآفاق الجدیدة، بیروت ۱۴۰۳ھ
135	نفح الطیب في غصن الاندلس الرطیب	ابو العباس احمد بن محمد بن احمد المقري التلمساني، متوفی ۱۰۴۱ھ	دار صادر، بیروت ۱۹۶۸ء
136	الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی، متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء
137	فضائل الصحابة	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	مؤسسة الرسالہ ۱۴۰۳ھ
138	کتاب الضعفاء	ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی، متوفی ۳۲۲ھ	دار الصمیعی ریاض ۱۴۲۰ھ
139	کتاب الثقات	امام حافظ محمد بن حبان، متوفی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
140	الکامل في ضعفاء الرجال	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ
141	طبقات المحدثین باصبهان	ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حبان الاصبهاني، متوفی ۳۶۹ھ	المکتبة الشاملة
142	طبقات الصوفیة	ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی، متوفی ۴۱۲ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
143	حلیة الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
144	معرفة الصحابة	امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
145	الجامع لاخلاق الراوی	حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	مکتبة المعارف ریاض ۱۴۰۳ھ
146	طبقات الفقهاء	ابو اسحاق ابراهیم بن علي بن یوسف الشیرازي الشافعي، متوفی ۴۷۶ھ	دار الرائد العربی، بیروت ۱۴۰۱ھ

147	ذم الكلام واهله	شيخ الاسلام عبد الله بن محمد الانصاري الهروي، متوفی ۴۸۱ھ	المكتبة الشاملة
148	طبقات الحنابلة	ابو الحسين محمد بن محمد ابن ابي يعلى حنبلی، متوفی ۵۲۶ھ	دار الكتب العلميه، بيروت ۱۴۱۷ھ
149	ترتيب المدارك وتقريب المسالك	ابو الفضل عياض بن موسى بن عياض المالكی، متوفی ۵۴۴ھ	المكتبة الشاملة
150	وفيات الاعيان	ابو العباس شمس الدين احمد بن محمد بن خلكان، متوفی ۶۸۱ھ	دار الكتب العلميه ۱۴۱۹ھ
151	سير اعلام النبلاء	شمس الدين محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دار الفكر، بيروت ۱۴۱۷ھ
152	الوافي بالوفيات	صلاح الدين خليل بن ايبک بن عبد الله الصفدي، متوفی ۷۶۴ھ	دار احياء التراث العربی، بيروت ۱۴۲۰ھ
153	طبقات الشافعية الكبرىٰ	تاج الدين عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي، متوفی ۷۷۱ھ	ہجر للطباعة والنشر والتوزيع ۱۴۱۳ھ
154	كشف الظنون	مولىٰ مصطفى بن عبد الله رومی حنفی، متوفی ۱۰۶۷ھ	دار الفكر، بيروت ۱۴۱۹ھ
155	اعلام للزركلی	خير الدين زركلی، متوفی ۱۳۹۶ھ	دار العلم للملايين، بيروت ۲۰۰۵ء
156	الكرم والجود وسخاء النفوس	محمد بن الحسين البرجلاني حنبلی، متوفی ۲۳۸ھ	المكتبة الشاملة
157	العقد الفريد	ابو عمر واحمد بن محمد بن عبد ربہ، متوفی ۳۲۸ھ	دار الكتب العلميه، بيروت ۱۴۱۷ھ
158	قوت القلوب	شيخ ابو طالب محمد بن علی مکی، متوفی ۳۸۶ھ	دار الكتب العلميه ۱۴۲۶ھ
159	الرسالة القشيرية	امام ابو القاسم عبد الكريم بن ہوازن قشيری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الكتب العلميه، بيروت ۱۴۱۸ھ
160	احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد طوسی غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بيروت ۱۴۲۱ھ
161	ذم الهوى	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مكتبة الكتاب والسنة پشاور
162	عوارف المعارف	ابو حفص عمر بن محمد سہروردی شافعی، متوفی ۶۳۲ھ	دار الكتب العلميه بيروت، ۱۴۲۶ھ
163	غرر الخصائص الواضحة	محمد بن ابراهيم بن يحيى بن علي الانصاري، متوفی ۷۱۸ھ	المكتبة الشاملة
164	الآداب الشرعية	شمس الدين ابو عبد الله محمد بن مفلح بن مفرج المقدسي، متوفی ۷۶۳ھ	المكتبة الشاملة
165	دلائل الخيرات	ابو عبد الله محمد بن سليمان الجزولی، متوفی ۸۷۰ھ	دار الفقيه ۱۴۲۳ھ
166	اتحاف السادة المتقين	سيد محمد بن محمد حسينی زبيدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الكتب العلميه، بيروت
167	اللمع في التصوف	ابو نصر السراج عبد الله بن علي الطوسي، متوفی ۳۷۸ھ	دار الكتب الحديثه بمصر ۱۳۸۰ھ
168	ايقاظ الهمم في شرح الحكم	احمد بن محمد بن المهدي الحسني الانجري، متوفی ۱۲۲۴ھ	المكتبة الشاملة
169	مفتاح الافكار	ابو محمد عبد العزيز بن محمد بن عبد الرحمن السلمان، متوفی ۱۴۲۲ھ	المكتبة الشاملة
170	معمولات الابرار	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی	مکتبہ جمال کرم مرکز الاولياء لاهور
171	نصاب اصول حديث	مجلس المدينة العلمية	مكتبة المدينه باب المدينه کراچی
172	فيضان سنت	حضرت علامہ مولانا محمد الياس عطار قادری دامت برکاتہم العاليہ	مكتبة المدينه باب المدينه کراچی

مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے پیش کردہ234 کُتُب ورسائل مع عنقریب آنے والی15 کُتُب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب:

01......راہِ خدامیں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات40)

02......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات199)

03......فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَهُ ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات326)

04......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدفِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد) (کل صفحات:55)

05......والدین، زوجین اوراساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات:125)

06......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات:561)

07......شریعت وطریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء) (کل صفحات:57)

08......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة) (کل صفحات:60)

09......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)

10......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات:100)

11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

12......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات:63)

13......اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات31) 14......ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہید ایمان) (کل صفحات:74)

15......اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة (کل صفحات:46) 16......کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185)

عربی کُتُب:

17، 18، 19، 20، 21......جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس) (کل صفحات: 570، 672، 713، 650، 483) 22......اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِيْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات:458)

23......كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم (کل صفحات:74) 24......اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة (کل صفحات:62)

25......اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة (کل صفحات:93) 26......اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِی (کل صفحات:46)

27......تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان (کل صفحات:77) 28......اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

29......اِقَامَةُ الْقِيَامَة (کل صفحات:60)

عنقریب آنے والی کُتُب

30,31,32......جدالممتار جلد ۵،۶،۷

۞===۞===۞===۞

﴿شعبہ تراجمِ کُتُب﴾

عنقریب آنے والی کُتُب

۞===۞===۞===۞

﴿شعبہ درسی کُتُب﴾

22......نصاب الصرف(کل صفحات:343)
23......نصاب المنطق(کل صفحات:168)
24......انوار الحدیث(کل صفحات:466)
25......نصاب الادب(کل صفحات:184)
26......تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین(کل صفحات:364)
27......خلفائے راشدین(کل صفحات:341)
28......قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی(کل صفحات:317)
29......فیض الادب(مکمل حصہ اوّل،دوم)(کل صفحات:228)

۞===۞===۞===۞

﴿شعبہ تخریج﴾

01......صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشق رسول(کل صفحات:274)
02......بہار شریعت، جلد اوّل(حصہ اول تا ششم،کل صفحات:1360)
03......بہار شریعت جلد دوم(حصہ 7 تا 13)(کل صفحات:1304)
04......اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ(کل صفحات:59)
05......عجائب القران مع غرائب القران(کل صفحات:422)
06......گلدستہ عقائد و اعمال(کل صفحات:244)
07......بہار شریعت(سولھواں حصہ،کل صفحات312)
08......تحقیقات(کل صفحات:142)
09...... اچھے ماحول کی برکتیں(کل صفحات:56)
10......جنتی زیور(کل صفحات:679)
11......علم القرآن(کل صفحات:244)
12......سوانح کربلا(کل صفحات:192)
13......اربعین حنفیہ(کل صفحات:112)
14......کتاب العقائد(کل صفحات:64)
15......منتخب حدیثیں(کل صفحات:246)
16......اسلامی زندگی(کل صفحات:170)
17......آئینۂ قیامت(کل صفحات:108)
18 تا 24......فتاوی اہل سنت(سات حصے)
25......حق و باطل کا فرق(کل صفحات:50)
26......بہشت کی کنجیاں(کل صفحات:249)
27......جہنم کے خطرات(کل صفحات:207)
28......کراماتِ صحابہ(کل صفحات:346)
29......اخلاق الصالحین(کل صفحات:78)
30......سیرت مصطفٰی(کل صفحات:875)
31......آئینۂ عبرت(کل صفحات:133)
32......بہار شریعت جلد سوم(3)(کل صفحات : 1332)
33......جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ(کل صفحات:470)
34......فیضانِ نماز(کل صفحات:49)
35......19 دُرُود و سلام(کل صفحات:16)
36......فیضان یٰسٓ شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم(کل صفحات:20)

۞===۞===۞===۞
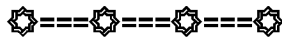
﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

01......حضرت طلحہ بن **عبیداللّٰہ** رضی اللّٰہ تعالی عنہ(کل صفحات:56)

02......حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کل صفحات:72)
03......حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کل صفحات:89)
04......حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کل صفحات:60)
05......حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کل صفحات:132)
06......فیضانِ سعید بن زید (کل صفحات:32)
07......فیضانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کل صفحات:720)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......فیضانِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شعبہ اِصلاحی کُتُب

01......غوثِ پاک رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ کے حالات (کل صفحات:106)
02......تکبر (کل صفحات:97)
03......فرامین مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)
04......بدگمانی (کل صفحات:57)
05......قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)
06......نور کا کھلونا (کل صفحات:32)
07......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)
08......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
09......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
10......ریاکاری (کل صفحات:170)
11......قومِ جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)
12......عشر کے احکام (کل صفحات:48)
13......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
14......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)
15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
17......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)
18......ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)
19......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
20......مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
21......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
22......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
23......نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)
24......خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)
25......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
26......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)
27......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
28......نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)
29......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
30......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)
31......جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
32......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

33......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33) 34......حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

35......حج وعمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48) 36......جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)

37......قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)

عنقریب آنے والی کُتُب

01......قسم کے احکام 02......حسد 03......جلد بازی

04......فیضانِ دعا (غار کے قیدی) 05......بُخل 06......فیضانِ اسلام

۞===۞===۞===۞
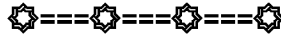
﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

01......سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)

02......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)

03......اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)

04......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)

05......دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)

06......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)

07......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)

08...... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات: 275)

09......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48) 10......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)

11......پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48) 12...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)

13......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220) 14......گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)

15......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33) 16......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)

17...... تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48) 18......غافل درزی (کل صفحات:36)

19......مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33) 20......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)

21......تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49) 22......کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)

23......تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط 4) (کل صفحات:49) 24......میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)

25......چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32) 26......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)

27......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32) 28......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)

عنقریب آنے والی کُتُب

۞===۞===۞===۞